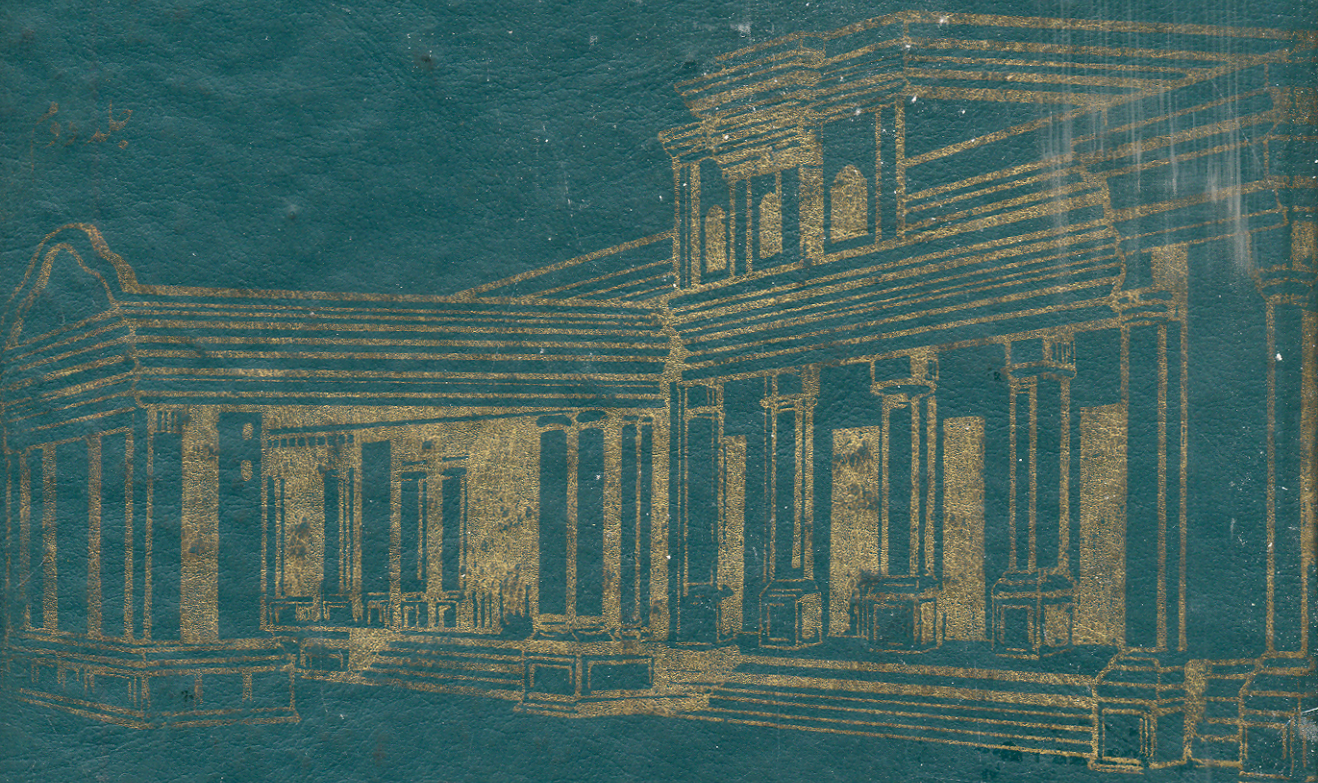


زوداد

مقدمہ مرزا ابیہ بہاؤلو

۱۹۲۴ء تا ۱۹۳۵ء



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حق و باطل کا عظیم معرکہ

مقدمہ مرزائیہ بہاولپور ۱۹۳۵ء

جلد سوم

عالی جناب محمد اکبر خاں صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔ ڈسٹرکٹ جج بہاولپور
نے مرزائیت کو ارتداد قرار دے کر مسلمہ کا نکاح مرزائی سے فسخ فرمایا

جواب الجواب حضرت مولانا ابوالوفا صاحب مختار مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ
جس میں

جلال الدین شمس مختار مدعا علیہ کی تحریری بحث کا براہین سارطع و دلائل قاطع
سے نہایت مدلل و جابر جواب پیش کر کے فرقہ ضالہ مرزائیہ
کا کفر و ارتداد پورے عالم میں ابیض من الطمس کر دیا۔

ناشر

اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) عاڈیلوس روڈ لاہور

ترتیب

بحواب الجواب حضرت مولانا ابوالوفا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مختار مسماة غلام عائشہ مدعیمہ

۱۲۵۵

عدالتِ عظمیٰ ریاست بہاولپور سے مقدمے کی واپسی پر جب از سر نو تحقیقات شروع ہوئی تو مسماۃ غلام عائشہ کی جانب سے مختلف اوقات میں مختلف اکابرین نے بطور مختار مدعیہ پیروی مقدمہ کی ۱۹۳۳ء میں جب فریق ثانی کی شہادت شروع ہوئی تو ہندوستان کے مشہرہ آفاق راس المتکلمین حضرت مولانا ابوالوفا صاحب بطور خاص دیوبند سے بہاولپور تشریف لائے۔ آپ کو فن مناظرہ میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ آپ نے بحیثیت مختار مدعیہ تین برس عدالت میں پیروی مقدمہ فرمائی۔

جلال الدین شمس کی تحریری بحث کا نہایت جامع اور مدلل جواب الجواب قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں پیش فرمایا، جس کے بارے میں علماء ربانی نے تحریر فرمایا ہے۔ ترمذیہ مرزائیت کے موضوع پر لکھی گئی علم و عرفان کی یہ عظیم دستاویز اسلامی تاریخ میں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

ادارہ _____

جواب الجواب مسماة غلام عائشة مدعيہ

مدخلہ ۲۸ اپریل لغایت ۱۰ مئی ۱۹۳۲ء

ایمان و اسلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ — الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين
اصطفى وفضل الصلوة والسلام على حبیبہ سید الوری وعلیٰ آلہ واصحابہ مصابیح النبی
اقابلعد :

تمہید: الحمد لله کہ مختار مدعا علیہ باوجود اتنی لاطائل بحث تو درکنار اس کے قریب بھی نہ پہنچا۔ اس
نے عاجز آکر جواب میں دیدہ دانستہ محض لا جواب ہونے کی وجہ سے وہ پوائنٹ ہی سچا کیا۔
جن پر بحث مبنی تھی باوجود اس کے میں بحول اللہ وقوتہ کے دعویٰ کے ساتھ علی وجہ البصیرۃ کہہ سکتا
ہوں کہ اگر اس طولانی بے معنی بحث کو اس کی خاطر کوئی نیک طینت اور رحم دل انسان اعلیٰ پایہ کی خدا نخواستہ
بحث ہی مان لے پھر بھی مرزا صاحب اور مرزائیوں کا کفر و ارتداد اس قدر اٹل ہے کہ وہ بدستور قائم رہتا ہے
اور کوئی بھی عنوان تک بدنہ نہیں پڑتا کیونکہ ہماری بحث کا بھگت اللہ کوئی بھی ہیڈنگ ایسا نہیں جس میں ایک دو
تین بلکہ متعدد حوالے ایسے لا جواب نہ رہے ہوں جن کا جواب تو کجا ذکر و اشارہ تک دیدہ دانستہ ترک کر کے
مختار مدعا علیہ اپنے عجز اور ان کی لاجوابی کا اقرار نہ کر چکا ہو اور چونکہ شہادت کی طرح بحث بھی جماعت
کی مرتبہ ہے لہذا تمام جماعت کے نزدیک پس مرزا صاحب اور مرزائیوں کا کفر و ارتداد لا جواب و اٹل
ہے بجائے کسی جواب کے اگر میں ان لا جواب والوں کو جمع کروں تو بھی میری بحث ان شاء اللہ تعالیٰ بدستور اٹل و
لا جواب رہے گی (مثلاً بحث کے ہیڈنگ لا الہ الا اللہ کا پہلا نمبر الوہیتہ الخ) جس کا کوئی ہیڈنگ بھی ان شاء اللہ بدنہ
نہیں پڑے گا اور میری بحث کو لا جواب ہونا ہی تھا کیونکہ آقائے کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے کٹنے والوں ان کے مقدس ناموس پر حملہ کرنے والوں اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کو کوئی
تاویل، کوئی آڑ کائنات عالم کا کوئی ذرہ پناہ نہیں دے سکتا ہے

کچھ اس طرح سے کیا میں نے شکوہ و الحاح

نگاہیں جھک گئیں ان سے نہ کچھ جواب بنا

میں ان شاء اللہ العزیز درمیان میں ان لا جواب باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آخر میں ان
کی ایک مکمل لسٹ دوں گا جو مرزا صاحب اور مرزائیوں کے کفر و ارتداد کی ان شاء اللہ تعالیٰ تاقیامت باقی
رہنے والی دستاویز ہوگی۔

اصل جواب الجواب

اس اجمالی تمہید کے بعد کسی مفصل جواب کی حاجت نہ تھی مگر صرف دنیا پر اس جماعت کا دجل و فریب آشکارا کرنے کے واسطے کچھ اختصار سے عرض کرتا ہوں۔
مختار مدعا علیہ کے افتتاحی کلمات۔

”مبادی بحث بعد میں ہوں گے آج میں اس سوال کو لینا ہوں کہ مختار مدعیہ نے عقائد مدعا علیہ پر اعتراض کیا ہے حالانکہ مدعا علیہ نے جواب دعویٰ میں صاف طور پر بیان کر دیا تھا کہ میں مسلمان ہوں؟
یہ فرمانا کہ مبادی بعد میں آئیں گے عجیب الٹی منطق ہے کون نہیں جانتا کہ مبادی مقاصد کے بعد نہیں آتے۔
ہاں قادیان کی الٹی گنگا کا ہمیں علم نہیں باقی مدعا علیہ کا اقرار اسلام درست مگر ساتھ ہی مدعا علیہ کو اپنی مرزائیت (احمدیت) اور مرزائی نبوت اور وحی کا بھی تو اقرار ہے گویا وہ تمام کفریات جو خاصہ مرزائیت واجہیت ہیں اور جن سے مرزا صاحب کی کتب بھری ہیں مدعا علیہ کے ایمانیات کا جزو اعظم ہیں۔ سے
زائد انیسویں میں زنا کا ڈور لٹا دیا
یا برہن کی طرف ہوا یا مسلمان کی طرف

مرزائیت سے توبہ کر ڈالنے پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آغوش اس کے لیے کھلا ہے اور ہم غلاموں کی آنکھیں بھی اس کے لیے فرش راہ ہیں۔
جواب بحث :-

اپنا اور مرزا صاحب کا ایمان و اسلام ثابت کرنے کے واسطے جس قدر آیات و احادیث و اقوال فقہاء و متکلمین و عبارات مرزا صاحب پیش کی ہیں یہ وہی شہادت کا گنرا ہوا مجموعہ سبقت (دیجانی سے) مکرر دہرایا گیا ہے جس کا دندان شکن جواب ۱۸ اکتوبر ۱۳۳۲ء کی بحث میں مکمل دیا جا چکا جس کے للا جواب ہونے کا یہی ثبوت کافی ہے کہ مختار مدعا علیہ باوجود دعویٰ ہمہ دانی اور اس ادعا کے کہ اس کے پاس مختار مدعیہ کی بحث لفظ بلفظ لکھی ہے مخصوص بنیادی پوائنٹ میں سے ایک حرف کا جواب گچھا اشارہ تک نہیں کیا۔ ملاحظہ عدالت کے واسطے اس کے مکرر سے کا بالاختصار اعادہ کرتا ہوں۔

(۱) ہم بھی مانتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اسلامی عقائد بھی ننھے ورنہ مادر زاد کافر کہا جاتا مگر یہ کہ ہم نے لکھا۔

(۲) ان آیات امن الرسول وغیرہ اور احادیث بنی الاسلام وغیرہ نیز کتب فقہ و عقائد میں جس قدر ایمان کے

ایمان مذکور میں یہ ضروری تو ہیں مگر ایمان کے واسطے کافی نہیں ان کے باوجود بھی انسان بجا، مستقیم تکمیل
خمر (غیر دیگر کفریات) یا بقول مرزا ثیاں مرزا صاحب کے انکار ایمان کی بیعت میں داخل نہ ہونے سے کافر ہو سکتا
ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ سلیم دے مارچ ۳۳ء لہذا باوجود بقرض محال ان تمام ایمانیات کے حمارے
تمام کردہ اور خصوصاً لاجواب کفریات کی وجہ سے پیچ نہیں سکتے نہ ایمان واسلام قیامت تک کسی طرح نہایت
کر سکتے ہیں۔

(۳) باقی مرزا صاحب کی عبارت اور دعادی یہ صرف زبانی ادعا اور محض مغالطہ جو کہ بحث میں مفصل بنایا جا
چکا ہے اور بقدر ضرورت مختصراً آگے عرض ہوگا یہ قابل ملاحظہ ہے کہ ادعا ایمان کے ساتھ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے نبی آخر الزمان ہونے کا انکار۔ چہاں جیسے عظیم الشان مسئلہ کو ثواب بتا کے محض رضا پر نبی
برائش گورنمنٹ کے لیے دین سے اخراج چند ماہ واری کی جدید زکوٰۃ کا اضافہ دسمبر کے جلسہ کو حقیقی اور
اصلی حج قرار دینا باری تعالیٰ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے حشر و نشر کا انکار اور
فلاسفہ کی پیروی۔ اپنے تمام نہ ماننے والے مسلمانوں کی تکفیر و تذلیل بلکہ بیعت میں تامل کرنے والے تک
کو پکا کافر بتانا باری تعالیٰ کی توہین اس کے تقدس و جلال پر بہود و نصاریٰ اور مشرکین جیسے ناپاک
جملے کشی طور پر اس سے عیاذاً باللہ ثم عیاذاً باللہ ہمسری کا دعویٰ تمام انبیاء اولوالعزم علیہم السلام حتیٰ کہ
سید الانبیاء کی ہمسری بلکہ برتری کا دعویٰ سب کی منہ بھر کے توہین و تذلیل (العیاذ باللہ) المہیت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً سیدنا علی مرتضیٰؑ سیدنا امام حسینؑ و دلت بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سیدہ فاطمہ الزہراؑ کی زہر گلاز ناقابل برداشت گندی توہین خلفاء راشدین صحابہ کرامؓ ائمہ دین تمام
اقطاب و ابدال غوث اولیاء اللہ سب سے بڑی کا دعویٰ بلکہ دل کھول کے توہین بکتاب اللہ پر صرف
اپنی خرافات وحی کی طرح ایمان رکھنا احادیث نبویہ جو اپنی تراشیدہ وحی کے خلاف ہوں ردی کی طرح
پھینکنا اپنے مقبرہ کو بہشتی مقبرہ بنانا حرم نبوی اور خصوصی القاب نیز اپنی بیویوں کو امہات المؤمنین کے
القاب استعمال کر کے منہ چڑھانا کو نساوہ کفر ہے۔ جو مسددا صاحب یا سرزائعوں نے ترک کر
دیہے۔

تم گریبان میں منہ ڈال کے خود ہی سوچو۔

ہم اگر کچھ بھی کہیں گے تو شکایت ہوگی

شیطان لعین ایک کفر یہ اور ایک نبی کی توہین کر کے عیشہ کے لیے مرد و بارگاہ ہو جائے اور یہ بزرگ سب

پلھوں اور چڑھوں سے مقرب ہو غفلت عقل زحیرت کہ انچہ بوا بھی سست۔

(۱) یہ تمام امور ایمانیہ حقیقتاً اور معنی بدرجہ اتم مدعیہ اور اس کے ہم عقیدہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں موجود ہیں پھر بھی مرزا صاحب کی بیعت میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے خواہ بیچاروں نے ان کا نام تک نہ سنا ہو کافر داسرۂ اسلام سے خارج بلکہ بیکے کافر ہیں یہ تمام امور ایمانیہ باوجود کوئی کفر نہ ہونے کے صرف مرزا کی بیعت میں شامل ہونے سے کافر ہونے سے نہ بچا سکیں اور مرزائی سینکڑوں کفریات کے باوجود انہی امور سے بیکے مسلمان رہیں کچھ تو شرم چاہیے ہے

حیا موشم بولتی کہیں زمانہ میں ،
تو ہم بھی بیعتے کسی اپنے مہرباں کے لیے

مختار مدعیہ کے جواب کی آڑ میں مختار مدعا علیہ کی مغالطہ دہی کی ناکام کوشش

مختار مدعیہ کے ہیڈنگ کے تحت یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مختار مدعیہ کا یہ مغالطہ ہے کہ یہ پیش کردہ کتب دعویٰ نبوت سے پہلے کی ہیں۔ ملخصاً۔ بر محض مختار مدعا علیہ کا بوجہ جواب نہ بن سکنے کے مغالطہ ہے کیونکہ میری بحث میں یہ نہیں کہ ۱۹۰۸ء کے بعد اسلامی عقائد کا نام ہی نہ لیا بلکہ یہ ہے کہ پھر یہ لیے لیے ذرا دار دعویٰ ذرا اس کے بعد پھیکے پڑ گئے اور یہ بلند آہنگی باقی نہ رہی بلکہ آخر تک مرزا صاحب مغالطہ آمیز عبارتیں بولتے رہے۔ اور بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدعیان نبوت کا ذب کی غاصبت لازماً یہی سے کہ وہ دجل سے کام لیں جیسا کہ ہمارے آثار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور مرزا صاحب نے خود دجال کی یہی تعریف کی ہے کہ وہ غلط ملط کرے ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت صحت ۲ دجال کے لیے ضروری ہے کہ نبی برحق کا نابالغ ہو کہ پھر مسیح کے ساتھ باطل ملاوے اگر حق محض پر زیادت کی جائے تو اس زیادت کا نام عربی زبان میں دجل ہے اور اس کے مرکب کا نام دجال ہے اور چونکہ آئندہ کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اس لیے پہلے نبی کے تابع جب دجل کا کام کریں گے تو وہی دجال کہلائیں گے۔

میری بحث کے اصل لفظ ملاحظہ ہوں۔

(۱) ”یہ تمام بڑھ چڑھ کے اعداء اسلام اس وقت تھا جب اعداء نبوت کا سودا داغ میں نہ تھا اور ہر قسم کے مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے تھے اور کسی قسم کے نبی کا انا خاتم النبیین کے منافی اور لابی بعدی میں تخصیص و تاویل شرات قرار دیتے تھے اور عیسے علیہ السلام کا نبی ہو کر انا مجازی بتلاتے تھے ملاحظہ ہو ایام الصلح صفحہ ۱۴۶ حقیقتہ البتہ صفحہ ۸۹ و سراج منیر صفحہ ۳ و حمانۃ البشری ۱۱ اس کے بعد یہ بلند آہنگی نہ رہی۔

مسابقی ۲۴ راکست ۳۲ء کی جرح سے گواہ ۲ مدعیہ کا ایک فقرہ لینا کہ ”ازالہ ادہام کی تالیف تک مرزا صاحب مسلمان تھے“ یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ اس کے بعد یس کفر ہی کفر فرماتے رہے اور یوں ازالہ ادہام جو ۱۸۹۱ء کا ہے اس کے بعد اسلام کا دعویٰ پیش کیا ہے محض بے سود حیلہ ہے۔ اس کے بعد بھی اسلامی عائش فرماتے رہے ہیں ۱۹۰۱ء

کے بعد کے صرف ۔

اس حوالہ کشتی نوح اور مواہب الرحمن ہیں جس میں الفاظ تو خوش آئند ہیں مگر معانی بدل بدل کر الحاد اور بے دینی کی بنیادیں ڈال رہے ہیں اور اس سے بھی ان کا کفر و ارتداد ہی ثابت ہوتا ہے ملاحظہ ہو اصل بحث ۸ و ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۳ء یہاں اس کا مفصل جواب ہے۔ مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ ہم ہمارا استدلال جب غلط ہوتا کہ ۱۹۰۱ء کے بعد ان کی تردید مختار مدعیہ دکھاتا اور وہ نہ کر سکا۔ ما شاء اللہ جناب دیدہ و دانستہ چشم پوشی فرما کر تجاہل عارفانہ اختیار کریں اس کا کیا علاج۔ میں نے لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیڈنگ نیز دوسرے کفریات کے حوالے مثلاً لیکچر سیالکوٹ ۱۹۰۴ء براہین حصہ پنجم ۱۹۰۵ء حقیقۃ الوحی ۱۹۰۶ء اور الہد ۵ رماح ۱۹۰۸ء تک کے حوالہ پیش کئے ہیں جو نہ صرف ۱۹۰۱ء کے بعد کے ہیں بلکہ انتقال سے دو ماہ قبل تک کے ہیں نیز خلیفہ محمود صاحب کے کفریات کے حوالے بھی درج ہیں مگر آپ دیدہ و دانستہ جواب دین سکتے کی وجہ سے حال ہی جانیں اس کا کیا علاج مختار مدعیہ علیہ نے حقیقۃ الوحی اور چشمہ معرفت سے دوہیں حوالہ اسلامی عقائد کے پڑھ دیے اور سمجھ گئے کہ دنیا اس سے مغالطہ کھا جائے گی انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مومن کی فرست غضب کی ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ کفریہ عقائد بھی انہی کتابوں کے ملاحظہ فرمادیں جو میں نے بحث کے ابتدائی حصوں میں دیے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ حق ملتیں کرنے کی ایک شکل ہے اور یہ وہی فرق ادعا اسلامی کا شہد ہے جس میں کفر و ارتداد کا نہر ملا کے مسلمانوں کا ایمان غارت کیا جاتا ہے جواب تو یہ تھا کہ ۱۹۰۱ء کے بعد تبیل جیسے بلند آہنگی کے اسلامی دعویٰ پیش کرتے ہوئے ان کفریات کی تردید کئے ہوئے غیر مشیتہ لفظوں میں بعد کی کتب سے پیش کرتے مگر یہ کیونکر ہو سکتا تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں اور کفر و اسلام دونوں کشتیوں پر سوار ہونے والوں کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی کوئی اور پناہ کیونکر ملے قرآن پاک بڑھیے۔

ان الذین امنوا ثم کفر واثم اذ دادوا کھوارم لیکن اللہ یدفع لھم ولایہمد یدھم سبیلاً۔ ترجمہ :- بیشک جو لوگ ایمان لائے پھر کفر کیا پھر ایمان لائے پھر کفر کیا پھر کفر میں اضافہ ہی کرتے رہے اللہ ان کی مغفرت نہیں کرنے کا اور نہ انہیں سیدھا راستہ دکھائے گا۔

باقی مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ ”حقیقۃ الوحی سے جو کمال نادانی سے مختار مدعیہ نے حوالے خلاف توحید سمجھ کر پیش کئے ہیں اکثر ان میں سے براہین احمدیہ میں موجود ہیں جب کہ گواہان مدعیہ و مختار ان مدعیہ کے نزدیک مزا صاحب مسلمان تھے“ کچھ الٹا سیدھا ہی جواب دے کر نادان فرماتے تو اچھا تھا اب جواب سے عاجز اگر منہ پڑھانے کو محول پر اتر آئے اور یہ ہے جب جواب کسی سے نہیں بنتا تو ایسی ہی باتیں کیا کرتا ہے۔ اللہ انہیں ہدایت دے اور سلیقہ کی گفتگر کی توفیق۔ یقیناً ایک دو قرآن پاک کی آیات براہین احمدیہ میں بھی ہیں مگر وہاں

یہ بہتہ نہیں دیا ہے کہ یہ قرآن کی آیات نہیں بلکہ میرے الہامات ہیں اور ان سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں بلکہ میں مراد ہوں مسلمان بچے یہ سمجھتے رہے کہ یہ قرآنی آیات آریوں اور عیسائیوں کو جواب دینے کے لیے منتخب کی گئی ہیں جن پر بعد کو دلائل مبنی ہوں گے اور یہی انہیں یاد رکھ کر اس کے ہزاروں کا ان سے چنوا دھول کر لیا۔ بعد میں بھی اربعین اور حقیقتہ الوحی ۱۹۰۸ء وغیرہ میں اگر عجب نبوت سے پردہ اٹھا مرزا صاحب کے الہام بن گئے اور پہلے تو مصداقِ باری تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ کبار تھے اور اب وہ سب آیات صرف مرزا صاحب کے واسطے بن گئیں اور ہونا بھی تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر دعویٰ نبوت دہل نہ کرے تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پورے آجائے جن کی نشان گراخی میں ابوہلہ والوہلب جیسا دشمن بھی ”ماجد بنا علیک کذابا“ کے متانہ فضا پڑھ رہے ہیں۔

البدر اور اخبار عام کے مخالفہ کا جواب

قول مختار مدعا علیہ۔

اور مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ مدعیہ کی طرف سے بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء کا حوالہ پیش کیا گیا جس میں دعویٰ نبوت کا ذکر ہے لیکن مدعا علیہ کی طرف سے اس کے بعد کوئی تحریر پیش نہیں کی گئی صریح جھوٹ ہے کیونکہ مدعا علیہ کی طرف سے اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کا حوالہ پیش کیا گیا ہے اور وہ ایک خط ہے جو آپ نے ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کو اپنی وفات سے تین روز قبل ایڈیٹر اخبار عام کے نام تحریر فرمایا الخ“

جھوٹ کہنا تو آسان ہے مگر نتج صادق و مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی طرف نسبت کر کے ثابت کرنا دشوار ہے مختار مدعیہ کا دعویٰ تو اس وقت جھوٹا ہو سکتا تھا کہ اس نے اخبار بدر ۱۹۰۸ء مارچ سے جو یہ حوالہ پیش کیا کہ ”ہم خدا کے حکم سے نبی اور رسول ہیں“

مختار مدعا علیہ اخبار عام سے اس سے رجوع اور انکشاف ثابت کر دیتے کہ میں اب دعویٰ نبوت و رسالت سے باز آتا ہوں میری غلطی یا دماغی خلل کا نتیجہ دعویٰ نبوت تھا پھر ہم بھی مرزا صاحب کو اسلامی لفظوں سے یاد کرتے آج مختار مدعا علیہ یا ان کے ہم عقیدہ اس کفریہ عقیدہ سے تائب ہو جائیں پھر تو مسلمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اپنی آنکھیں فرش راہ کرتے نظر آئیں گے۔

مختار مدعا علیہ نے یا غور نہ فرمایا دیہودانستہ مسلمانوں کو سیدھا سادا سمجھ کر اخبار عام کا خط

فعل کر دیا کہ مخالف ہونے پر عوام بڑبڑائیں گے نہیں صرف ہیڈنگ سے مغالطہ کھا جائیں گے۔ اُسے یہ نہیں معلوم کہ یہ خط ایک عدالت عالیہ میں پیش کر رہا ہے جہاں وہ ہر طرح پرکھا جائے گا۔ اس خط میں دعوے نبوت سے دست برداری یا اس پر توبہ و ندامت تو درکنار اسی عظیم الشان کفر یہ کا۔۔۔ بار بار نہ صرف اقرار ہے بلکہ اسی پر اس وقت تک باقی رہنے کو فرمایا جاتا ہے جب تک دنیا سے گندیں اس خط کے فقرات ذیل ملاحظہ ہوں۔

”میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں“

”اُس نے میرا نام نبی رکھا ہے“

”میں خدا کے حکم کے مطابق نبی ہوں۔ اور اگر میں اس سے انکار کروں تو گنہگار ہو گیا“

”اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔“

”میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک کہ دنیا سے گزر جاؤں“

”میں نبی ہوں اور امتی بھی ہوں۔“

”مرزا صاحب نے اس وقت بھی ہماری ہی تابعداری نہ مختار مدعا علیہ کی اس سے نہ پیش فرماتے تو

شاید اچھا ہوتا۔“

صدافت پھپ نہیں سکتی ہے تو کھل ہی جاتی ہے

زیلعانے کیا پاک دامن ماہ کنعاں کا

یہ کہنا کہ میں ایک ایسا نبی ہوں ویسا نہیں بے سود ہے کیونکہ قرآن و احادیث و کتب عقائد کے دلائل قاطعہ سے ثابت ہو چکا کہ ہر قسم کا دعویٰ نبوت ظلی ہو یا بروزی مستقل ہو یا تابع شریعت ہو یا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اعظم ترین کفریات سے ہے علاوہ بریں کہ مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ میری نبوت کا معنی کثرت مکالمہ وغیرہ ہیں یہ بھی وہی مغالطہ ہی ہے جب کہ خود ہی فرما چکے ہیں کہ سوا صاحب شریعت نہیں کے اور کسی بلہم وغیرہ کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا نہ صاحب شریعت نبی کے شریعت کے علاوہ کسی کا منکر کافر ہوتا ہے اس کے بعد اپنے منکرین کو محض انکار کی بنیاد رکھنے بندھن کافر بھی بنا گئے۔ گویا کہ اپنے نبی اقرار سے مرزا صاحب شرعی نبی بن گئے۔

معدی لاکھ پہ بھاری ہے شہادت تیری۔

یہ بار بار کہنا کہ میں قرآن کے خلاف نہیں اسلام کے خلاف نہیں میری گردن اسی جوئے کے نیچے ہے۔ باوجودیکہ وہ جو کب کا اتار پھینکا تمام دین کو برباد کر دیا اللہ و رسولؐ سے علم بغاوت بلند کر چکے نہ صرف لغو بلکہ مضحکہ خیز ہے۔

اس ہیڈنگ کے لاجواب پوائنٹ -

ابتدا حصہ کے تینوں نمبر جس کا ہیڈنگ تفریق اسلام مدعیہ و مدعا علیہ جس میں تفصیل سے یہ بتایا گیا کہ مدعیہ یقیناً مسلمان ہے اور مدعا علیہ کے کفر میں شک نہیں۔ ملاحظہ ہوں الفاظ نوٹس تحت مختار مدعیہ۔

اسلام کا سنگ بنیاد

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - محمد رسول الله

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ محمد رسول الله - پھر مرزا یوں کا ایمان نہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے جس تحمیل کا اظہار کیا ہے اور ان عیوب پر جن لغو طرق سے پردہ ڈالنے کی لغو کوشش کی ہے اس کو بے کرنے سے قبل یہ عرض کر دوں کہ میرا یہ دعوے کہ مرزا صاحب اور کسی مرزائی کا جب تک وہ مرزا صاحب کو مسلمان سمجھے نہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اصل اصول ایمان پر ایمان ہے نہ کبھی ہو سکتا ہے بدستور اہل قائم ہے شائع ہونے پر کوئی اُن سے حسن ظن رکھنے والا انہیں بندہ کے ان کی ساری مغالطہ آمیز رکیزیک تاویلات خدا نخواستہ عقل و دانش کا خون کرتے ہوئے صحیح و درست بھی تسلیم کرے پھر بھی تمام بنیادی حوالے جن پر اس دعوے کا مدار ہے ایسے لاجواب ہیں کہ ان کا جواب بھی مختار مدعا علیہ نے دیدہ و دانستہ نام تک نہ لیا اس ہیڈنگ کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ عدالت عالیہ کی نظر عالی میں پوشیدہ نہیں۔

تاویلات رکیزیک کی حقیقت

(۱)

رأيتني في المنام عيني الله وتيقنت انه هو

تمام نمبر چھوڑ کر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے ہیڈنگ کے تحت کے بارہویں نمبر کا جو کفر یہ بعض اوقات ادعاء عینت باری تعالیٰ عقیدہ نقل کیا گیا ہے سب سے پہلے اس کے واسطے ایک طویل طویل عبارت

سپرد قلم فرمائی ہے جس کا خلاصہ سات امور ہیں۔

(۱) مرزا صاحب نے اس سے یہ کبھی نہیں سمجھا کہ آپ خدا بن گئے؟

(۲) نہ کبھی آپ نے خدائی کا دعویٰ کیا۔

(۳) ان کا عقیدہ نہیں بلکہ روایہ ہے۔

(۴) اس میں ہے کہ خواب ہی میں میں نے یقین کیا کہ خدا ہوں

(۵) اس سے خدا کا اظہار مقصود نہیں بلکہ کشف کا اظہار ہے۔

(۶) جو خواب میں دیکھا جائے اسے حقیقت پر محمول کرنا ضروری نہیں۔

(۷) تقریباً آٹھ حوالے قطع و برید کر کے احادیث و صوفیاء کرام کے بے محل اور بے جوڑ بطور نظیر نقل

کئے ہیں۔

نمبر وار مفصل جواب عرض ہے

جواب

(۱) ”مرزا صاحب نے اس سے یہ کبھی نہ سمجھا کہ آپ خدا بن گئے ہیں۔“ اور کسے سمجھے تہیقت اتنی اچھی

خود فرما رہے ہیں کہ میں نے یقین کر لیا ہے کہ میں ہو ہوا خدا ہوں۔

(بطور حملہ معترضہ)

(۲) ”اور نہ کبھی آپ نے خدائی کا دعویٰ کیا۔“

جواب آخر تک اسی ذہن میں رہے مختار مدعا علیہ کو تقلید میں نہ نظر آئے تو اس کا ذمہ دار کون ہے

آئینہ کمالات جو فردری ۱۸۹۳ء کی تصنیف ہے اس کے بعد لیکچر سیکلورٹ جو ۱۹۰۶ء کا ہے

ہندوؤں کے لیے خدا کا آثار بن رہے ہیں۔ اس آئینہ کمالات کے بعد کی کتاب البریۃ صفحہ ۷۶ میں

الہام موجود ہے۔۔۔۔۔ خدایتیرے اندر اتر کیا۔ خطبہ الہامیہ میں بھی اپنی خدائی پر قائم اور حقیقتہ الوحی کی

تصنیف تک جو ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء ایک سال قبل وفات ہے ملک کن فیکون بنے بیٹھے ہیں۔

تفصیل کے واسطے میری بحث جہاں کفریات کا شمار کرایا ہے ملاحظہ ہو چہی تو وہ تریاق القلوب،

صفحہ ۳۹۷ پر نئے خدائی زمین نئے آسمان ماننے کی دعوت دے رہے ہیں وہ اسی کشف کی تفسیر

ہے کیونکہ آئینہ کمالات اسلام میں خود خدا بن کر ایک جدید نظام نیا آسمان نئی زمین تیار کی ہے پھر

تریاق القلوب ۱۸۹۹ء صفحہ ۳۹ پر فرماتے ہیں ”نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک

ایک نیا یقین پیدا نہ ہو اور کبھی نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا جب تک موسیٰ اور مسیح اور ابراہیم اور یعقوب

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں نئی زندگی انہیں کو ملتی ہے جن کا خدا نیا ہو یقین نیا سر نشان نئے ہوں۔“

اگر مرزا صاحب اور ان کے یہ زین آسمان مروانہ ہوں تو جدید نہ ہوں گے ہمارا خدا قدیم دازلی زمین آسمان پر ہے سب تو مرزا صاحب کی خود شہادت ہے اب تو انکار نہ ہوگا۔

جادوہ جو سپر چڑھ کے بولے
کیا لطف جو غیب پر پردہ کھولے (ابوالوفاء)

(۳) ”اُن کا عقیدہ نہیں بلکہ رویا ہے۔“

جواب یہ مختار مدعا علیہ کا فقرہ جس سے وہ خود تو ترجمہ رویا نہیں فرماتے بلکہ فرماتے ہیں ”اور میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کتاب البریۃ صفحہ ۸۔“

نیز لفظ ”یقین“ اتنی ہو کہ میں نے یقین کر لیا کہ میں خدا ہی ہوں سے کھلے لفظوں میں اپنی رائے اور عقیدہ کا اظہار کر دیا ہے پھر اور عقیدہ کسی چیز کا نام ہے۔ نیز اپنے کشف و الہامات کے متعلق جن کا نام دجی رکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے اُن پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ قرآن پاک اور تورات و انجیل پر ہے۔ اُس میں ہے کہ خواب ہی میں یقین کیا کہ خدا ہوں۔“

جواب محض غلط ہے کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا ترجمہ ہو کہ خواب ہی میں یقین نے یقین کیا ایسا ہوتا تو لفظ ”یقین“ کا اضافہ کرتے۔

(۵) اس سے خدائی کا اظہار مقصود نہیں بلکہ کشف کا اظہار ہے۔“

جواب یہ شاید مختار مدعا علیہ کو کشف سے معلوم ہوا ہوگا۔ ورنہ وہ تو فرما رہے ہیں کہ میں یقین کئے ہوئے ہوں کہ خود خدا ہوں یقین اتنی ہو، الفاظ کا زور اور چٹا ٹھوٹو ملاحظہ فرمائیں۔

(۶) جو خواب میں دیکھا جائے اسے حقیقت پر محمول کیا جانا ضروری نہیں۔“

جواب مگر ممکن تو ہے اور جب وہ خود اسے حقیقت سمجھ رہے ہیں کہ میں نے یقین کر لیا ہے کہ خود خدا ہوں پھر کوئی کیا کرے۔ وہ تو خود اپنے ناطق فیصلہ سے تمام تاویلات کا بیڑا غرق کر گئے۔ ہاں اگر دوسرے کفریات اس کے چوکھٹے نہ ہوتے تو ممکن تھا کہ ہم بھی ان تاویلات کو بادل ناخواستہ منظور کرتے یا کوئی اور محل تلاش کرتے مگر کفر آشکارا ہونے کے بعد تاویل کا امکان ہی نہ رہا۔

(۷) (نظائر پیش کردہ کی اصلی تصویر)۔

نوٹ۔

یہ تقریباً تمام وہ حوالے ہیں جو مل پر نہیں آئے۔ اور باوجود اکثر ثبوت طلب اور قابل جرح ہونے کے شہادت میں بچا کر خلاف قانون نظام شرکی آرٹسے کو پیش کئے گئے ہیں۔ حالانکہ نظیر وہ ہو سکتی ہے کہ فریقین نیز عدالت کو اس کا قابل اعتبار ہونا مسلم ہو۔ ہاں اُس کے منطبق و غیر منطبق ناطق و صامت ہونے میں کوئی کلام کیا جاسکے۔

آزجوبھی بتائی جائے دراصل یہ ایک جدید شہادت ہے مگر تب کہ یہ ریکارڈ ہیں (گو عدالت اس کی پابند نہیں نہ عدالت کے لائق التفات ایسی غیر ذرا چیزیں ہو سکتی ہیں) تو اس کا جواب بھی تبرعاً پیش ہے۔

(۱) حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب میں گیارہ ستارے اور چاند سورج کو اپنا سجدہ کرتے دیکھنا الخ نتیجہ یہ نکالا تو کیا درحقیقت خدائی کا دعویٰ کر دیا اور اس میں یہ مقدمہ لگادیا کہ سورج و چاند صرف خدا ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔ سبحان اللہ اتنی دردِ خواب تک پہنچنے اور فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اور فرشتے خدا کے سامنے اور کو سجدہ نہیں کر سکتے۔ لہذا (عیاذ باللہ) آپ کے نزدیک وہ خدا ہو جائیں گے۔ نیز بعد کے واقعہ کو کیوں نہ لیا کہ ان کے گیارہ بھائیوں اور ماں باپ نے سجدہ کیا۔ یہ خواب اس واقعہ سے بالکل بے ربط و غیر متعلق ہے نہ اس میں انہوں نے اپنے آپ کو خدا دیکھا نہ خدائی کما لیتین کیا نہ زمین و آسمان نیار کئے نہ آسمان دنیا پرستوں کے چمکائے۔ ہاں چاند سورج ستاروں کو اپنے سامنے جھکا اور اپنے آپ کو ان کا قبلہ ضرور دیکھا چنانچہ اس کے بعد ان کے یا زورہ بھائیوں اور ہر دو والدین نے اللہ کے حکم سے انہیں قبلہ بنا کر خدا کا سجدہ نہ کر ادا کیا جسے ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی وساطت سے اشیاء غیر معلومہ کا علم حاصل کر کے خدا کے حکم سے حضرت آدم کو قبلہ بنا کر خدا کا سجدہ شکر ادا کیا تھا۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ملائکہ یا سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے صاحبزادہ عیاذ باللہ غیر اللہ کو سجدہ کر کے مشرک ہو گئے حالانکہ یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام و شرک ہے۔ سجدہ صرف خالق کو ہو سکتا ہے جیسا کہ قرآن و احادیث میں مصرح ہے۔

یہ ایسا ہی ہے کہ کعبہ کو کوئی سجدہ کی وجہ سے مسجود سمجھے۔ حالانکہ کعبہ کی طرف خدا کو سجدہ ہوتا ہے یہ بات کہ پھر اور کسی کی طرف کیوں سجدہ نہیں کرتے اس کا جواب یہ ہے کہ قبلہ کی نامزدگی اپنی رائے پر نہیں بلکہ خدا کے انتخاب پر ہے۔

یہ مذکور بالا تفسیر اپنی رائے سے نہیں بلکہ اکابر دین صحابہ و تابعین و علماء راسخین سے ماخوذ ہے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گلن پہننے کا خواب آپ نے اسے اسی وقت بلا سمجھا اور پھوک کر اڑا دیا ملاحظہ ہو اہل حدیث۔

مختلف مرزا صاحب کے کہ اس پر ڈٹے رہے اور یقینت انہی ہوئے سے اپنی خدائی کے یقین ہونے کا تقارہ بجاتے رہے۔ مختار مدعا علیہ اور مرزا بٹوں کے پسے جذبات کے لحاظ سے بلکہ ہم غلامان سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ کرتے ہوئے شرم چاہیے تھا کہ مرزا صاحب کا مقابلہ اور ان کی مثل سید الاولین والآخرین کو پیش جذبات کسے جن کی نظیر نہ مخلوقات عالم میں ہوئی نہ ہو سکے نہ قدرت نے ویسا بنایا نہ بنائے خدا اپنی خدائی میں کیسا دے مثل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم محبوب خدائی میں بے مثل دے نظیر کہاں مرزا صاحب اور کہاں محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

چسداغ مردہ کجا نور آفتاب کجا
بیہ میں تفتاد رہ از کجا است بیا کجا

اس سے یقیناً مسلمانوں کے جذبات سخت مجروح ہوئے ہیں۔

ابوالوفاء

(۳) حوالہ ارشاد رحمانی۔

(۱) جدید ثبوت طلب غیر مسلم حوالہ ہے۔

(۲) حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب ج کے حالات بعد میں مرتب کی گئی۔

(۳) آپ کو معلوم نہیں ان کے مریدوں سے پوچھیے کہ اس کتاب کے متعلق ان کی کیا رائے ہے۔

(۴) مولانا محمد علی صاحب کو دیوبندیوں کا مسلم مقتدا ہونا جو تحریر فرمایا اس کا کیا ثبوت ابھی انہیں انتقال ہوئے کے دن ہوئے۔ وہ تو دیوبندی بھی نہیں۔ جرح میں بلا کسی گواہ یا فریق سے منوائے مسلم کر کے کسی کو عدالت میں پیش کرنا خلاف قانون ہے۔

تیسرا جواب

یہ استدلال صوفیاء کی اصطلاح سے نادر کیفیت پر مبنی نہیں۔ صوفیاء کے وہاں جب لفظ مادہ کا بولتے ہیں اس سے خاک مراد لیتے ہیں اور جب پدر کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے روح۔ کیونکہ کہ خاک سفلی ہے اور روح علوی۔ جفت ہونے سے مراد اپنی آپ کو خاک میں مٹانا تاکہ پوشیدہ جو سر نمودار ہو جائیں جس طرح فریاد کیا ہے

درمہاراں کے شودر سر بہر سنگ
خاک شوتاگل بر وید رنگ رنگ

۴ دانہ جب خاک میں مل لے تو شکر فہ نکلتے۔

یہ محل تفصیل نہیں درج عرض کرنا تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں کتب صوفیائے کرام اصطلاحات تصوف
التعرف وغیرہ۔ یہاں کے لائق مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ ارشاد رحمانی کے حوالے کا ایک فقرہ جو اسی جگہ
وہ غلطی سے نقل کر لیا گیا ورنہ عادت، توقع و برید کی پیش کرتا ہوں۔

صوفیائے مکھا ہے کہ تازہ مادر خود بخت نشود و برادر خود کشتہ کامل نشود الخ

اس قسم کی صوفیہ کے ہاں سیکڑوں اصطلاحات ہیں مثلاً درزی، خر، یاد حاس، صنم، بتکدہ، میخانہ، قتل حیس وغیرہ
باقی اس سے بھی مرزا صاحب کا جواب جس میں اپنی خدائی کا یقین کیئے بیٹھے ہیں۔ حل نہ ہوا۔ یہ صوفیہ کی مثالیں
آپ فضول لے رہے ہیں۔ مرزا صاحب تو اس کے ساتھ فرماتے ہیں۔

”ہماری مراد اس واقعہ سے یہ نہیں جیسا کہ وحدۃ الوجود کی کتب (یعنی تصوف) میں لی جاتی ہے۔ الخ ائینہ کمالات

انہوں نے تصوف کی تمام مثالیں غیر متعلق قرار دیں اور آپ پیش فرما رہے ہیں۔

توجیہ القول بنما لا یسر ضلی بلہ قابلہ

(۴) رایت رچی فی صورت شباب امرہ۔ الخ یواقیت ج ۲ ص ۱۲۳ (مختار مدعا علیہ)

اس کو علامہ ابن جوزی جیسے جلیل القدر محدثین اور امام جہر و تعمیل موضوع یا ضعیف بتاتے ہیں۔ جس سے
عقائد میں اسناد درست نہیں۔ باوجود اس کے یہ کبھی نہ دیکھا کہ خود خدا ہوں۔ اور یہ کبھی نہ فرمایا کہ میں نے اپنے خدا
ہو نیکیا یقین کر لیا۔ باقی پھر اس کا مطلب کیا ہے۔ تو جہاں سے یہ حدیث نقل کی ہے وہیں یواقیت والجواہر
میں لکھا ہے ملاحظہ فرمائیں تمام غیر متعلق امور یہاں مغفل و گمراہ نہیں ہو سکتے۔

(۵) حضرت اقدس عبدالکریم جلی قدس سرہ العزیز کی انسان کامل کا حوالہ۔

چونکہ مقربان بارگاہ الہی بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس اور ان کی عظمت و
جلال کے صحیح معنی میں محافظ ہوتے ہیں اس لیے اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کو ان کے دامن میں
بھی پناہ نہیں مل سکتی اس حوالہ میں ترجمہ بھی غلط کیا ترجمہ میں درمیان سے ایک سطر مغالطہ دینے کے واسطے
حذف کر دی پیچھے سے بھی قطع و برید کیا پھر بھی یہ ان کی کرامت ہے کہ کچھ پہلے نہ پڑا۔

آخر نتیجہ یہ نکالا ہے کہ یہ کشف مرزا صاحب سے اس کشف سے یعنی کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور یقین کر چکا
ہوں کہ میں ہی خدا ہوں، جس پر مختار مدعا علیہ نے یہ اعتراض کیا ہے بالکل ہی مطابق ہے میں عدالت کی توجہ
عالیہ خصوصیت سے اس کی طرف مبذول کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کا یہ کشف اور عبدالکریم جلی رحمۃ اللہ علیہ کی

نہایت کا ترجمہ دی سہی جو مختار مدعا علیہ نے پیش کیا ہے مقابلہ فرمائیں اور پھر ”بالکل ہی مطابق ہے“ جیسے مخالف کی داد دیں مرزا صاحب نے خدا ہونا دیکھا اور یقین بھی کر چکے زمین دآسمان بھی خود بنائے اور ولند زمین السماء الدینا بمصایح کا لغزہ مستانہ بھی لگایا وغیرہ وغیرہ۔

- اور بخلاف اس کے یہاں اس بزرگ کا غمزہ انکسار ملاحظہ ہو خصوصی فقرات از ترجمہ مختار مدعا علیہ۔
- (۱) جب مجھ پر یہ جھلی ہوئی تو میں نے گھسی کی آواز سنی۔
 - (۲) میں ایک بلند درخت میں ٹکے ہوئے چھتھڑے کی طرح ہو گیا۔
 - (۳) میں ظاہر میں سرائے چمکوں اور گرجوں کے اور کوئی چیز نہ دیکھتا تھا۔
 - (۴) اور بادل انوار برسا رہا تھا اور سمندر آگ میں موجیں مار رہا تھا۔
 - (۵) اور آسمان زمین ایک دوسرے میں داخل ہو کر مل گئے۔
 - (۶) اور میں سخت اندھیروں میں ہو گیا۔

- (۷) یہاں تک کہ حصف غزت جلال کے خیمے مجھ پر لگائے گئے۔
- (۸) اس جگہ درمیان سے ایک شعر کا ترجمہ جس سے پر وہ فاش ہوتا تھا اڑا کے لکھا۔
- (۹) پس اس وقت اشیاء صاف ہوئیں اور بادل خود ہواں ساتھ صاف ہو گیا۔
- (۱۰) آواز دی گئی کہ اے آسمان زمین الہ۔

ملاحظہ ہوا اس میں کسی جگہ خدا ہونا اور یقین کیا دیکھنا یا خدائی کا دعویٰ کیا یا خود زمین دآسمان پیدا کئے یہاں تو اپنے آپ چھتھڑے کی طرح فرما رہے ہیں اور بجائے ذیل مرزا صاحب ”میں نے زمین دآسمان پیدا کئے“ بے پچاسے فرما رہے ہیں۔ ”پس اس وقت اشیاء پیدا ہوئیں اور بادل خود ہواں ساتھ صاف ہو گیا“ آواز دی گئی اے آسمان اور زمین ”اس جماعت کی فظان کا راز نہی ہے کہ بزرگان دین اور پاکان خدا پر زبان درازی اور ہمتان طرازی سے باز نہیں آتی۔“

چوں خدا خواہد کہ پر وہ کس درد
میلش اندر لعنہ پاکان کفر

ترجمہ کی ایک فاش غلطی

اسل الفاظ :- فله تزل القدرة تخترم لی ما هو الا قوی فالاقوی وتخترق لی

ما هو الا هو ی فالاهو ی

ترجمہ :- ”مرزا بٹیاں۔“ پس قدرت نے میرے لئے اقوی سے اقویٰ چیز بنائی اور محبوب سے محبوب چیز دل کو بیان

کرتی۔

صحیح ترجمہ :- پس ندرت قوی سے قوی انوکھے معاملات مجھ سے کرتی گئی اور میری خاطر محبوب سے مجرب پردے اٹھانی گئی۔ دولوں کا فرق ملاحظہ ہو۔

کیونکہ باری تعالیٰ نے بادیہ کمال ظاہر ہونے سے ہزاروں جلال و جمال کے انوار و تجلیات کے اپنے پر پردے ڈال رکھے ہیں۔

بے حجابی یہ کہ ہر ذرہ میں جلوہ اشکار
اس پر گھونگھٹ یہ کہ صفت آنکھ کی نہیں

دوسرا غلط ترجمہ

اصل عبارت :- ”الی ان ضرب الجلال علی سوادق المتعال“
ترجمہ مدعا علیہ :- ”یہاں تک کہ حضرت عزت جلال کے خیمے مجھ پر لگائے گئے۔“

صحیح ترجمہ :- ”یہاں تک اللہ کے جلال نے بزرگی کے خیمے مجھ پر نصب کر دیئے“ کہاں اللہ کے خیمے اور کہاں بزرگی کے خیمے۔ اس کے بعد کی عبارت کا ترجمہ دیدہ و دانستہ چھوڑا ”ففتق فی النظر الا علی“ رفق الید الیمنی“؟ اپر نظر کرنے سے ایک داہنا ہاتھ نمودار ہوا پس اس وقت چیزیں پیدا کی گئیں اگر اس فقرہ کا ترجمہ نقل کر دیتے تو سارا راز فاش ہو جاتا کہ خالق کا دیر سے یہ قدرت محتاج کو یہی کہتا جاتا ہے کلتا یدی الرحمن الیمنی۔ محتار مدعا علیہ نے اپنی طرح ہر ایک کو صوفیاء کرام کی عبارت سے ناواقف سمجھا ہے جب تک صوفیاء کرام کی عظمت کا حقہ دل میں نہ ہوا ان کی عبارت کا مطلب کسی پر متکشف ہی نہیں ہو سکتا۔
مزا صاحب تو کہہ رہے ہیں کہ ہماری مراد صوفیہ کی کتب والی نہیں اور اب یہ نظائر پیش کرتے ہیں۔

سبحان اللہ۔

(۶) اس کے بعد ایک نیا حوالہ سوانح احمدی سے جو سید احمد صاحب بریلوی کی تاریخ ہے اور جسے مولانا عاقل صاحب شہید دہلوی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جس میں مندرجہ ذیل خیانتیں کیں۔

(۱) ”دیوبندیوں کے مقتدا و جناب مولانا محمد اسماعیل شہید“

(جواب)

”الف“ حالانکہ کسی دیوبندی کے سلسلہ اسانڈہ و قلامذہ میں ان کا وجود تک نہیں الیہ ان کے والد بزرگوار وغیرہ مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب دشاہ عبدالعزیز صاحب وغیرہ ضرور ہیں۔

(ب) جب تک شہادت میں مسلم یا مقتدا ہونا نہ منوالیں تو پھر بول کہنا قانوناً درست نہیں۔

(۱) معلوم ہے کہ درجی مسئلہ علماء کے ایک عالم میں قرآن و حدیث ائمہ صحابہ اقوال ائمہ کے مقابل ان کا قول بحث نہیں۔

(۲) اس مسئلہ کے نقل کرنے میں اذل و اخیر کی عبارت قطع کر دی جس سے اصل مسئلہ پر روشنی پڑتی تھی اور موضوع بحث کا پتہ چلتا ہے۔

(۳) یہ مسئلہ وحدۃ الوجود اور نفاذ بقائے مسلم مگر ایک غیر ذمہ دارانہ تاریخی رسالہ کا حوالہ اس شد و مد سے کھردر اترنا اور ایمانیات و عقائد کے سلسلہ میں پیش کر دیا جس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ و گواہان تسلیم کریں قطعیات کا اعتبار ہو احادیث احادیث کا معتبر نہیں۔

(۴) سوانح احمدی کے اثبات کے سلسلہ میں مختار مدعا علیہ کو علماء کی رائے کا پتہ نہیں ورنہ اس کا ذکر نہ کرتا ملاحظہ ہو النقد الجدید علی تصانیف الشیخ مصنف مولانا حافظ عبدالشکور صاحب مرزا پوری۔

اصل جواب

اور اگر مختار مدعا علیہ کی خاطر یہ حوالہ بالکل قطعی فرض کر لیں تو بھی اس کا مدعا اس سے حل نہیں ہو سکتا یہاں پر حضرت مولانا شہید رحمہ مقام فنا و بقا۔ مقام محبت۔ اور وحدۃ الوجود کا وہ انتہائی درجہ بیان فرما رہے ہیں کہ یہاں ”سیر الی۔ اللہ“ متناہی ختم ہو کر ”سیر فی اللہ“ غیر متناہی ابد الابد تک کے لیے شروع ہو جاتی ہے اور انسان اس وحدت محبت کے بے کیف دریا ناپید اکائیں غوطہ مارنے لگتا ہے اور پھر ”انا الحق سبحانی ما اعظم شأنی“ یس فی جنتی سوی اللہ وغیرہ کے نعرہ مستانہ لگائے جاتے ہیں اور ہم من نمی گوئیم انا الحق یا رمی گوید بگو زبان پر ہوتا ہے۔ اس وقت نہ انہیں اپنا ہوش ہوتا ہے نہ دنیا دہانہا کا نہ جنت کا شوق نہ دوزخ کا کھٹکا۔ نہ نماز کلمہ نہ روزے کی اطلاع بس انا اللہ الحق بلکہ آخر میں انا بھی ختم ہو جاتا ہے اور حق ہی حق رہ جاتا ہے ہم خود زدی بانگ انا الحق خود سیر دار آمدی۔

اس کی تفصیل کے واسطے التعارف الشہود فی وحدۃ الوجود وغیرہ متقدمین کے رسائل ملاحظہ فرمائیں یہ ذوقی چیزیں ہیں پلیٹ فارموں پر کہنے سننے کی نہیں ہے

مصلحت نیست کہ از پردہ برد افتر راز

در مدخل مدخل خبر نیست کہ نیست

یہ ذوقی امور ہیں نہ ان کا کوئی نصاب ہے نہ کسی سعی کا نتیجہ یہ صرف مولے کی دین اور ان کی انتخاب کا

نتیجہ ہے۔

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے،
آج بھی جن پر نظر ہو جاتی ہے۔ یہی ہوتا ہے کہ انہیں سوائے اس کے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔

کچھ نہیں دیکھا ہے جب سے تو نظر آیا مجھے
جس طرف دیکھا مقام ہو نظر آیا مجھے
یہ عدالت ہے اور عدالتی مسل ہے یاران طریقت اور اہل ذوق کی محفل ہوتی تو مقام فنا و بقا پر
کیف اور طرب انگیز نظارے پیش کئے جاتے یہاں تو یہی کہہ کے پشیمان ہوں کہ کون عتاب ہو جائے۔

بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی

بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں

عبارت پیش کردہ سے اس امر کے خواہد کہ مقام فنا و بقا یعنی وحدت الوجود اور سو فیاء کرام کے انا الحق
وغیرہ کا یہاں فلسفہ بیان ہو رہا ہے۔

فقرات ذیل ملاحظہ ہوں۔

- (۱) خلعت مکالمہ اور سرور حاصل ہوتا ہے۔
 - (۲) اور اس کی رحمت اُس سے بدل جاتی ہے۔
 - (۳) مقام فنا و بقا کے پردہ انقار سے ظاہر ہو جاتے ہیں۔
 - (۴) ”اس وقت دریائے وحدت میں ڈوب کر اس کی عجیب حالت ہو جاتی ہے۔“
 - (۵) ”اور کلمہ انا الحق اور لعین فی جہنم سوی الشہ کہنے لگتا ہے۔“
- اس کے بعد اس مسئلہ کو قرآن و احادیث اور فلسفہ سے ثبات کر کے فرماتے ہیں۔
- (۶) مگر یہ بات بہت باریک اور مسئلہ نہایت نازک ہے اس کے پیچھے پڑنا نہیں چاہیئے۔ الخ
- مگر یہاں مدعا علیہ کے واسطے یہ کسی طرح مفید نہیں بلکہ محض بے سود ہے کیونکہ یہاں وحدت الوجود کا ذکر ہے اور مرزا صاحب اپنے دعویٰ خدائی کے ساتھ ایسی کشف میں فرمادیا کہ ہماری مراد اس واقعہ سے یہ نہیں جیسا کہ وحدت الوجود کی کتب میں مراد لی جاتی ہے۔

(ایضاً کمالات اسلام صفحہ ۱۵۶)

ایسی غیر متعلق مثالوں سے جسے مرزا صاحب خود تسلیم نہیں کرتے بلاوجہ مختار مدعا علیہ نے اپنا اور عدالت
کا دقت راگ ان کر کے مقدمہ کو طول دیا تاکہ دنیا کے سامنے یہ کہہ سکے اتنے صفحات کی بحث پیش کی ہے۔

علامہ عبد الوہاب شمرانی کی یو ا قیت ص ۱۲۰ علم ان الی اطال ذلک جس کا خلاصہ یہ کہ رویت باری تعالیٰ خواب میں بھی نیکے اندر سولے سید المرسلین علیہ السلام اور کسی کو نہیں ہو سکتی کیونکہ خواب میں بھی کسی صورت اور مثال پر ہوگی اور وہ بے مثال وہ نظیر ہے کیونکہ وہ رب العالمین ہے فرماتا ہے لا تقصروا علی اللہ الامثال - لیس کمثلہ شی - ولم یکن له کفواً احد آخری تفسیر یہ کہ جو خدا کو یوں دیکھے

اور خیال کرے کہ وہ الہ ہے - نذالک من ارادة الشیطان واغواۃ و تھلیلہ و تھویشہ یعتقد کذا الذ فی الیقظ - یعنی یا تو یہ شیطانی دوسو سو اس کے بہکانے اور گمراہ کرنے کے واسطے ہے یا حقیقت وہ خدا کے جسم و صورت کا معقد ہے جسے وہ یوں دیکھ رہا ہے ملاحظہ ہو - صوفیاء کرام اسے شیطانی شرکت قرار دیتے ہیں -

س جس کسی بزرگ کو ایسا کشف ہوا انہوں نے اسے شیطانی ہی قرار دیا ملاحظہ ہو گواہ مدعیہ کے مسلم حضرت علامہ امام عبد الوہاب شمرانی یو ا قیت ص ۱۲۸ بحث ۲۲ قال الشیخ عبدالقادر - الی - انہی - علامہ یہ کہ سید الطائفہ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عظیم الشان نور دیکھا جس نے آسمان کے کنارے بھر دئے ہیں - اس سے ایک صورت نمودار ہوئی اور مجھے پکارا - اے عبدالقادر نار بک

فرماتے ہیں میں نے کہا - ذلیل ہو اے لعین - پس وہ عظیم الشان نور یکدم اندھیرا بن گیا - اور وہ صورت دھواں بن کر وہ لعین مجھ سے کہنے لگا کہ عبدالقادر چونکہ آپ کو اپنے رب کے احکام اور اپنے مرتبے کی سمجھ تھی - اس لئے بچ نکلے - میں نے اس قسم کا واقعہ سترے سے زائد اہل طریق صوفیاء کرام کو گمراہ کر چھوڑا - الحمد للہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے بے سرتاپا امرد کو شیطانی دوسو سو قرار دیتے ہیں - نہ کہ قابل تعبیر خواب - مشکوٰۃ کتاب الرؤیا

حدیث : خواب قابل تعبیر کب ہے اور کب دوسو سو ہے - ملخص قرآن پاک میں بھی اس قسم کے خوابوں کا لقب اضغاث احلام پراگندہ غیر قابل تعبیر خواب ہے -

(نوٹ) یہ بھی واضح رہے کہ عبدالغنی نابلسی کوئی فن تعبیر کے امام نہیں - ابن سیرین جو اس فن کے امام ہیں جنہوں نے یہ علم صدیق اکبر رض سے اور انہوں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا - انکی کتاب التفسیر کا دیباچہ ملاحظہ ہو اور یہ اس قسم کے خواب سب شیطانی دوسو سو ہیں جن پر یقین نہ کرنا چاہیے نہ کسی سے بیان کرنا -

نیز داغ البلاء الوصیت کشتی نوح وغیرہ سے عقیدہ توحید نقل کرنا بالکل بے سود ہے - اس کے بعد اور اس کے ساتھ اور اس سے قبل تمام مشرکانہ عقائد و احوال موجود ہیں جن میں سے ایک سے بھی رجوع ینقل نہیں - البتہ اس امر (یعنی اس کا یقین کہ میں خدا ہوں) سے تو یہ صاف لفظوں میں غیر مشتبه طور پر پیش کر دو ہم یہ کفر واپس لے لیں گے رہیں ان سے کوئی ذاتی نزاع ہے نہیں - صرف باری تعالیٰ اس کے حبیب پاک م

اولوالعزم انبیاء کرامؑ صحابہ و اہل بیت عظام اور خاصانِ خدا و نیز مذہب اسلام کی توہین و دشمنی کا باعث ہے۔ جب تک اس سے توبہ نہ کر لیں مرتد اور اسلام سے خارج ہیں۔

(۲)

جواب خالق ارض و السموات کا دعویٰ

اس جواب میں بھی حسبِ عادت عدالتِ مغالطہ کی ناکام سعی کی گئی ہے اور گواہ سے سابق جو مفصل جواب عرض کر چکا ہوں اس کے جواب کی ضرورت نہیں مگر چونکہ اس پر ۲ کا ہیڈنگ قائم کر کے مختار مدعا علیہ نے ایک لمبی بحث کی ہے جس سے یہ چاہتا ہے کہ پہلی بحث دہن سے نکل جائے اس لیے مختصر جواب عرض ہے کہ دوسرے تکفیر صرف خالق ارض و السماء کو علیحدہ کر کے اگر گواہ مدعیہ ۲ قرار دیتا تو شاید یہ لایعنی تقریر پر کچھ بار بطن تو ضرور ہوجاتی یہاں تو دعویٰ خدائی کے مضبوط کرنے کے لیے ایک قرینہ بنایا ہے یعنی دعویٰ خدائی اور اس پر یقین کر کے خلق ارض و سما کا دعویٰ اس خدائی دعویٰ کو اور پکا کر کے ایسا کفر ثابت کرتا ہے کہ جس کا جواب ہی ناممکن ہے اسی کی تائید میں مختار مدعا علیہ ہی کی پیش کردہ عبارت ملاحظہ ہو۔

”اگر کوئی شخص خدائی کا دعویٰ اور اپنے آپ کو خالق جانے وہ اسلام سے مرتد ہو جائے ملاحظہ ہو کہ منشأ اعتراض اور وجہ استدلال صرف خالق ہونا نہیں بلکہ خدائی کا دعویٰ اور اپنے کو خالق جاننا۔ مختار مدعا علیہ محض مغالطہ کے طور پر صرف خالقِ زمین و آسمان ہے اور دراز کار عقل میں نہ آنے والی تاویلات کر لیں۔“

باقی یہ کہنا کہ اس کا ترجمہ خواب ہے جیسا کہ گواہ مدعیہ ۲ نے بھی کیا ہے محض لغو ہے کیونکہ وہ ترجمہ لغوی لکھا یا ہے مگر مراد تو ترجمہ ہوگا جو متکلم مرزا صاحب نے خود کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کشف میں دیکھا کتاب البیریہ

نیز وثیقت انبی ہو۔ خارج میں خدا ہونے کا یقین کر لیجئے اعتراض تو یقین کرنے کے بعد پیدا ہوا ورنہ

اگر وہ اس خواب کو اہتفاتِ احلام پر آگندہ خواب اور اس کشف کو شیطانی وسوسہ قرار دیتی جیسا کہ حضرت سید الطائفہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے کیا تو پھر اعتراض بھی نہ تھا۔ آج اگر مختار مدعا علیہ یا مدعا علیہ اس کا اقرار کرے کہ یہ شیطانی وسوسہ تھا اس پر اعتراض نہ رہے گا۔ ہمیں کسی کو خواہ مخواہ کافر تو بنانا نہیں مگر جب کہ اسے وحی ربانی اور مثل قرآن کے منہز اور قابلِ ایمان سمجھا جائے تو ہزار تاویل کریں اور مجملات اس پر لکھ ڈالیں

کفر و نفاق مل نہیں سکتا۔

نوح ہے حکیم کام نہ نکلے بناؤ سے
بیزرا بھی نہ پار ہو کا نڈ کی ناؤ سے

اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے اس کا تفصیلی جواب دینے کے واسطے تین نمبر قائم کئے ہیں۔
(۱) کیا خواب میں آپ نے موجودہ زمین و آسمان بنانے کا ذکر کیا۔

(۲) اگر نئے آسمان و زمین بنانے کا ذکر ہے تو اس سے کیا مراد ہے۔

دس کیا آپ اپنے آپ کو موجودہ زمین و آسمان کا خالق سمجھتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کو جوابات۔ پہلے کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو عین اللہ عین خدا مان لیا تو نئے آسمان و زمین بنائیں یا وہی مثلاً کہ یہ لائیں یا ازل میں پہنچ کر ابتدائیدہ کریں ایک ہی جیسا ہے کہ اپنی تصریح کے مطابق ادلاً عین خدا بنتے ہیں۔ جس پر یقین کامل ہے پھر آسمان و زمین بنائے جاتے ہیں۔ پس اس کی ذات میں بھی شرک کیا اور افعال میں شرک اور نئے آسمان و زمین مانتے ہیں تو شرک دو۔ الا ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خدا کے مقابل خود خدا بن گئے اور اس کے نظام اور زمین و آسمان اور آدم کے مقابل اپنا نیا نظام نئی زمین کا بنا کر کھڑا کیا اور نیا آسمان نئی زمین بنا کر جو خدا نے فرمایا خود بھی بول اٹھے کہ ولقد نرینا السماء الدنیا بمصا بیح۔ پھر آدم کو صلاۃ طین سے بنایا۔ بنانے کی قدرت کی اپنے اندر محسوس کی۔

دوسرے نمبر میں یہ کہنا کہ اس سے مراد یہ ہے اور وہ ہے اور دوسری مرزا کی کتب کا حوالہ سب بے سود ہے کیونکہ انسان کا اصول ہے کہ جب گرفت میں آجاتا ہے تو تاویلیں کرتا پھر مٹا ہے کفار کہ بھی بتوں کو خدا سمجھتے ہوئے عبادت کرتے تھے اور جب گرفت میں آجاتے تو کہتے کہ مانعید ہم الا لیقر یونانی اللہ نر لغی ہم تو صرف انہیں خدا تک رسائی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ عیسائی بھی دیکھو تثلیث کی التثلیث فی التوحید والکس تینوں ایک ہیں تین ایک کی تاویل کرتے ہیں اور مطلب بناتے ہیں تو کیا وہ بھی موصد ہو جائیں گے۔ نیز عیسائی رب دہان کی بھی تاویلات کرتے ہیں۔ باقی تو یہاں بنیاد اعتراض اولاً دعوتے خدائی اور اس کا یقین اور پھر زمین و آسمان اور آدم و انسان کو پیدا کرنا وہی الفاظ جو خدا نے قدس نے خلق کے بعد یا اسی وقت استعمال فرمائے استعمال

کرنا اور عباداً باللہ خدا کے مد مقابل ہو کر اس کا منہ چڑھاتا ہے لہذا یہ تائیدیں محض بے کار ہیں جب تک یہ خدائی کے دعویٰ کا کشف جو بیستھے اعتراض ہے۔ شیطانی نہ مانا جائے اور اس کی یقین سے مرزا صاحب کا رجوع اور غیر مشتبہ الفاظ میں مرنے سے قبل توبہ نہ دکھائی جائے بات بنانے کے واسطے تائیدیں تو اور کفر و استداد کو مضبوط کریں گی۔ قرآن پاک پڑھئے۔

يخلقون بالله ما قالوا ولقد قالوا كلمة الكفر الخ

باقی پطرس اور یسوعا کا حوالہ اولاً وہ کتابیں محض اور ناقابل اعتبار ہیں نیز قرآن سے منسوخ ہو چکیں ہر سال اس میں ترمیمات ہوتی رہتی ہیں اس کی اصلی و نقلی کیا پتہ۔ ہم پر قرآن و حدیث مجتہد ہے نہ یہ محرف توراۃ و انجیل۔ دوسرے یہ حوالہ بیان محض بے ربط ہے اعتراض توبہ ہے کہ پہلے دعویٰ خدائی کا اور اس کا یقین ہو اور پھر زمین آسمان کی بنا۔ صرف زمین و آسمان کا ذکر کافی نہیں۔ اور محرف توراۃ و انجیل تو کیا شیطان یسوعا کی تاریخ میں بھی دعویٰ خدائی کے بعد اس کا یقین اور زمین آسمان کا خلق نہ دکھا سکیں گے۔

فرعون نے بھی انکار کیا کہ لا علیٰ کہا مگر خلق زمین آسمان چاند و سورج کا دعویٰ نہ کیا اور جب موسیٰ نے اپنے ایک مخالف خدا کا ان صفات سے تعارف کر لیا تو لا جواب رہ گیا۔ مگر یہ وہی وہی صدی کے مدعی نبوت اور اس کے متبعین پر حیرت ہے کہ اتنی بد بھی البطلان چہیزہ جیسے ہوئے کمال مضبوطی سے تائیدات دیکھ کر رہے ہیں۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں

موجہ جہت ہوں کہ دنیا کا سے کیا ہو جائے گی

ہاں اگر مرزا صاحب یہ نہ فرما دیتے کہ میں وحدۃ الوجود اور صوفیاء کرام کی یہ اصطلاح پر نہیں کہہ رہا تو ہم درہمہ دوست "پیر ضرور نیک نیتی سے محمول کہہ لیتے مگر انہوں نے تو کفر کے وہ مضبوط ستون قائم کئے ہیں کہ ساری عمر مرزائی کو شش کریں کفر دفع نہیں کر سکتے۔ باقی مشنوی صبح امید سے علامہ شبلی کے یہ اشعار سے بحث مدعا علیہ۔

ان کے متعلق یہ ہے کہ یہ وہی قدیمی عادت ہے کہ جب قرآن اور حدیث نیز کسی منقول دلیل سے یا بزرگوں کے قول سے مرزا صاحب کا ثبوت نہیں ہوتا۔ تو انگریزی تعلیم یافتہ اڈیٹران اخبار۔ شعراء زمان کی آڑ بن جاتی ہے۔ میں علالت پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کشف والہام روایہ صالحہ وحی وغیرہ کا ذکر ہے وہ کشف

وہی جس کے متعلق یہ ہے کہ

ہمچو قسداں منزہ اش دامن
از خطا ہا ہیں است ایمانم
(در زمین)

یہ کسی شاعر کے شاعرانہ تخیل کی آڑ کافی نہیں نیز علامہ شبلی کے کلام میں نئے آسمان و زمین کی پیدائش کا کوئی تذکرہ نہیں بلکہ اسی قدیمی چرخ کی نئی اداؤں اور سیاروں کی نئی چمک اور فلک کے موسمی بہار و تبدیلی کو مجازاً نئی صورت زمین و زمان پیش کر رہی ہے۔
آسمان فضا کے تکرر و صفائی اور تغیرات کو شعر ابرار و زمین و آسمان کہا کرتے ہیں۔
نظامی فرماتے ہیں۔

زستم ستوران دراں پہن درشت
زمین کشش شد و آسمان گشت ہشت

کوکب :-

بام پر چڑھ کے ابر کو دیکھا
ایک نیا آسمان نظر آیا

باقی اس کشف کے آخری الفاظ آئینہ کمالات صفحہ ۵۶۶ سے جو الفاظ نقل کر کے اس کی شرح بتانا چاہا ہے۔ وہ محض مغالطہ ہے۔ کیونکہ بنیاد اعتراض راہیختی فی المقام عین اللہ و تبیقنت انہی ہو چکے کہ ادا دعویٰ خدائی اور اس کا یقین تام جب تک اس سے نائب نہ ہوں کوئی تاویل قبول نہیں (زمین و آسمان کے تکرارے ملائے رہیں)۔

باقی مختار مدعا علیہ کہنا کہ در پس شاید مختار مدعیہ کا اس تشریح کو عمداً نظر انداز کر کے عدالت کو مغالطہ دینا اس کو ثقہ شاہد کی حیثیت سے بالکل گرا دیتا ہے کہ اس کے فہم کا قصور ہے مثلاً اعتراض ہی یہ نہیں بلکہ دعویٰ خدائی کا اور پھر زمین و آسمان پیدا کرنا۔ یہ تشریح دعویٰ خدائی اور اس کے یقین سے غیر متعلق ہے۔

رہ گئی ثقہ شاہد کی حیثیت اس کے واسطے میری بحث کا جہیز تک گواہان مدعا علیہ کا پوزیشن ملاحظہ فرمائیں۔ اور مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کی بحث سے کاپی حیلالت تاکہ مدعا علیہ کے گواہوں کی حیثیت اور عدم ثقہ ہونا واضح ہو جائے۔

باقی تیسرے نمبر کے سلسلہ میں یہ ثابت کرنا کہ مرزا صاحب نے دوسری کتابوں میں خدا کو خالق ارض و

سمانا سے محض بے کار ہے۔ کیونکہ ان بزرگوار کی عادت ہی دورخی باتوں کی ہے کیا حمامۃ البشریٰ میں مدعی نبوت کی لعنت نہیں بھیجی اور دعویٰ نبوت کو کفر نہیں بتایا۔ اور جو لوگ مرزا صاحب کو نبی کہتے ہیں انہیں دجال قرار نہیں دیا۔

پھر اس کے خلاف بھی سب کچھ کہا۔ مثیل مسیح کا دعویٰ بھی ہے انکار بھی پوری تفصیل میری بحث سے ملاحظہ فرمائیں۔ اس کی ایک لسٹ درج ہے ان مغالطہ آمیز اور متعارض مخلوط باتوں سے ایسا انداز ہونا کبھی مرزا صاحب کے معیار پر دجال ہونا لازم آئے گا۔ ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت۔

اللہ تعالیٰ کو میندے سے تشبیہ

مختار مدعا علیہ کا یہ جواب سراسر مغالطہ ہے۔ میندے سے تشبیہ کا اعتراف نہیں نہ تمثیل سے اس کا کوئی علاقہ ہے۔ عقیدہ تغلیث کا ہیڈنگ ۳ ہے اور یہ ہیڈنگ در عقیدہ جمیت ۳ کے تحت میں ہے محل اعتراض صرف ابتدائی حصہ ہے۔ اس وجود اعظم کے بے شمار با تھ بے شمار پیر ہیں عرض طول رکھتا ہے۔

اور خصوصیت سے آخری فقرہ عرض و طول رکھتا ہے، قابل غور ہے کیونکہ عرض و طول خدا کی شان کے سراسر خلاف اور خواص جمیت سے ہے۔ اس کے متعلق مختار مدعا علیہ نے باوجود طول و لاطال بحث کرنے کے ایک حرف نہ کہا اور گویا اس الزام کو اپنے اس رویہ سے لاجواب تسلیم کر لیا۔ لہذا غیر متعلق امور کا جواب دینا حالاً مضرب نہیں نہ عدالت ہی اتنا وقت دے سکتی ہے ورنہ اس جواب کی ہر سطر اپنے اندر ایک انوکھا مغالطہ رکھتی ہے جو بال فہم پر محض نہیں۔

رہنما عاجز

مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں لاجواب ہو کر اپنی طرف سے منکھڑت استدلال گھڑ کر جواب کی لا حاصل سعی کی کہ ”مختار مدعیہ نے اس الہام کے متعلق کہا ہے کہ اس سے شرک فی الصفات لازم آتا ہے۔ اور اس امر کے لیے ایک فارسی شعر پڑھ کر یہ ظاہر کیا ہے کہ لفظ بنوں کے لیے مستعمل ہوتا ہے اور یہ لفظ فارسی ہے۔“ الی آخر۔ حالانکہ مختار مدعیہ کے بحث میں یہ دوسرے نمبر کے ہیڈنگ کے تحت میں بیان کیا گیا ہے جس کا عنوان شرک فی الالہام ہے۔

اور بحث یہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات و اسماء سب لاشریک ہیں اور ہونے پائین

مرزا صاحب نے اپنی طرف سے خدا کا ایک یہ اسم تراشا ہے جو ناجائز اور شرک فی الاسم کے مراد ہے۔ اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اس کے معنی اب تک معلوم نہیں ہوئے لغو حیلہ ہے کیونکہ توفی اور خلعت وغیرہ کے معنی کے واسطے سیکڑوں لغات دیکھی جاتی تھیں اس کے واسطے ایک لغت بھی نہ دیکھی۔ عربی میں یہ لفظ ہاتھی دانت کے واسطے صرف حقیقہ استعمال ہوا ہے اور اگر عربی کی توفیق نہ ہوئی تھی تو بوستان کا شعر ہے

بیتے دیدم از عاج در سومات

موضع چو در جاہلیت منات

پڑھ لیا ہوتا یہاں بھی اسی عربی ہاتھی دانت کے معنی میں مستعمل ہے الخ۔

نہ اس میں اس لفظ کو فارسی بتایا ہے نہ شرک فی الصفات ثابت کیا ہے۔ ہمارا مدعا تو بہر طور حاصل ہے یہ لفظ فارسی بنائے یا عربی مصل ہو یا ہاتھی مشتق ہو یا جلد اللہ تعالیٰ کی ذات پر بلا شائع علیہ السلام سے ثبوت کے ہونا جائز نہیں کیونکہ باری تعالیٰ کے اسماء توفیقی ہیں۔ جب تک شرع میں اس کی استعمال کی تصریح نہ ہو ہرگز جائز نہیں۔ اور بالخصوص اسماء صفاتیہ میں تو کسی کو اختلاف نہیں۔ اور یہ مسئلہ کہ اسماء باری تعالیٰ توفیقی ہیں کوئی فردعی مسئلہ نہیں بلکہ اعتقادی مسئلہ ہے ملاحظہ ہو گواہان مدعا علیہ کے مسلم بزرگ (باب اسماء توفیقی) ہیں امام عبد الوہاب شہرانی کا ارشاد "المبحث الخامس عشر فی وجوب اعتقاد ان اسماء اللہ تعالیٰ توفیقیۃ فلا یجوز لنا ان نطلق علی اللہ تعالیٰ اسماً الا ان دردد فی الشرع۔"

(البیہاقیت والجاہر ص ۳۲)

یعنی پند ہویں بحث اس بیان میں کہ اعتقاد اس امر کا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توفیقی ہیں اللہ تعالیٰ کی نسبت کوئی بھی اسم استعمال کرنا جائز نہیں جب تک وہ شرع میں ثابت نہ ہو۔ پھر سے مدلل بیان کیا ہے۔ اور اسی ضمن میں و للہ الا اسماء اللہ تعالیٰ کی یہ تفسیر کی ہے کہ "یعنی الواردۃ فی الکتاب والسنۃ" یعنی خدا تعالیٰ کو انہیں اسماء حسنی سے پکارو جو کتاب و سنت میں آئے ہیں۔

لہذا شرک فی الاسم بدستور باقی رہا اور یہ استدلال بھی للا جواب ہی رہا اس کے بعد عقار مدعا علیہ نے اس کے عربی سے ماخذ نکال کر چاہا ہے مگر ادلاً تو یہ گزارش ہے کہ مرزا صاحب تو کہتے ہیں کہ معنی معلوم نہ ہوئے اور گواہ اس میں معنی ڈال رہے ہیں۔ دوسرا یہ کہ آپ کے پیش کردہ معنی اوجب درست ہوں گے کیونکہ بالشدید ہو۔ عائذ یا عاج دایع کی طرح ہو حالانکہ اس کی کوئی تصریح نہیں۔ بلکہ ظاہر عاج ہے جو جلد یعنی ہاتھی دانت ہے اور کوئی بھی معنی ایسے اس کا اطلاق بلا اذن شرع درست ہی نہیں اور شرک فی الاسم کا اعتراض خصوصاً جب کلام سے عربی مانیں۔ اور بھی اہل ہے۔

(۵)

انت منی بمنزلہ توحیدی و تقریدی

یہاں بھی نقل استدلالی میں ملاحظہ فرمائیے اس کا عنوان ادعای یکتائیت سے یہاں ہرگز یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو توہید و تقریر میں شریک کیا یہاں تک یہ لا طائل بواب قابل توجہ ہو یہاں تو صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو بمنزلہ اللہ کی توحید و تقرید کے قرار دیتے ہیں یعنی اس طرح اس کی توحید و تقرید یکتائیت مرزا صاحب بھی یکتا ہیں پھر صرف اس کو توحید نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ ہی اس کے موید اور قرائن ہیں مثلاً انت منی بمنزلہ لا یملکھا الخلق اربعین ۳

نوٹ سے ایسے مرتبے پر ہے کہ ساری مخلوق اسے نہیں جان سکتی۔ ہر مرزا صاحب کی اربعین ۳ کی تشریح جو لوگوں کی گرفت کے بند گھڑی ہے اور بھی قباحت و دہالہا ہو جاتی ہے کیونکہ خدا کی توحید و تقرید اس کی ذات سے غیر نہیں بلکہ عین ہے تو لازم آئے گا کہ مرزا صاحب عین ذات باری کی طرح ہو جائیں پھر بڑا سوال تو یہ ہے کہ اگر مخلوق کے واسطے یہ استعمال جائز تھا تو کسی اور نبی حتیٰ کہ سید المرسلین علی اللہ علیہ وسلم کو نہ فرمایا۔

تینوں فقروں کو اربعین ۳ و ۲۵ جس حوالہ سے پیش کیا ہے ملاحظہ فرمائیں جو واضح قریبہ ہے۔

(۱) انت منی بمنزلہ توحیدی و تقریدی - انت منی بمنزلہ مری۔

انت منی بمنزلہ لا یملکھا الخلق۔

اس سے صاف واضح ہے کہ اپنی نہ صرف یکتائی بلکہ ہر تہ نہ ثابت کر رہے ہیں جو مخلوقات کے علم سے بالاتر ہے یہ خدائی تک پہنچنے کا تیرا زینہ ہے بتدریج دعویٰ کیا ہے جیسا کہ ان کی عادت دوسرے دعاوی میں ہے۔
باقی مرزا صاحب کی کتب میں توحید کے تذکرے بھی ہیں اور شرک کے بھی ان کی عادت ہی متضاد بیانی کی ہے جس کے نمونہ کے لیے بحث میں ایک لسٹ دے چکا ہوں نیز جو جرح میں مفصل مذکور ہیں۔

(۶)

انت اسمی الاعلیٰ

یہ الہام بھی اربعین ۳ ص ۲ سے نقل کیا ہے مرزا صاحب نے خود ہی اس کا ترجمہ کیا ہے کہ ”اور تو میرا سب سے بڑا نام ہے۔“ جس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ مرزا غلام احمد اللہ کا سب سے بڑا نام ہے یعنی اسم ذات اللہ سے بھی بڑا پس جو شخص یہ نام خدا کے تمام ناموں حتیٰ کہ اللہ سے بڑا سمجھے لا الہ الا اللہ پھر کیا ایمان رکھ سکتا ہے ؟۔

باقی یہاں اسم اعظم وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں جس کے کیلئے مختارہ عالیہ نے تریاق القلوب کی تشریح پیش کر کے مغالہ

دینے کی ناجائز سی کی ہے ان مغالطوں سے جواب نہیں ہوتا اور نہ اسے کوئی عقلمند جواب قرار دے سکتا ہے الحمد للہ کہ اب تک مختار مدعا علیہ نے ہمارے پیش کردہ پوائنٹ میں سے ایک کو بھی چھوڑا نہیں اور ان شاء اللہ کبھی ان کا جواب دے سکتا ہے۔

(۷)

انت منی بمنزلہ لا یعلمہا الخلق

یہ فقرہ ادا علیہ کیا ثبت ہے انت منی بمنزلہ توحیدی و تسبیہی کی تائید میں ذکر کیا گیا ہے مستقل کوئی عنوان نہیں دیدہ و دانستہ ہو کر ملے کر کے مختار مدعا علیہ نے غیر مرتب جواب دینا شروع کیا ہے تاکہ اصل مدعا ضبط ہو جائے اور یوں مغالطہ کی تکمیل ہو سکے۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے خود مرزا صاحب کا ترجمہ آپ نے نقل کیا ہے کہ مجھ سے تو وہ مقام و مرتبہ رکھتا ہے جس کو دنیا نہیں جانتی (اربعین)۔۔۔۔۔ اور اس کے ساتھ یہ ترجمہ بھی ملا لیجئے کہ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید و تفرید پھر یکتائی کے ادعا کے ثبوت میں کوئی کمی رہ جاتی ہے اور جو شخص اپنے آپ کو خدا کی توحید کی طرح سمجھتا ہو وہ بھی کہہ توحید لا الہ الا اللہ پر ایمان دار شمار ہو تو پھر کافر کون ہو گا۔

بیریں عقل و دانش بباہر گریست

(۸)

انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون

یہ ایک کھلا ہوا شرک تھا اور اس کے بعد ناممکن تھا کہ مرزا صاحب کا ایمان لا الہ الا اللہ پر ہو سکے اس لیے حسب عادت اس کو رلانے اور اس میں دیدہ و دانستہ مغالطہ ڈالنے کی ناکام کوشش مختار مدعا علیہ نے ختم کر لی مگر الحمد للہ جواب تو کیا ہوتا نامرادی ہی رہی۔

مختار مدعا علیہ نے عدالت کے رد برویہ الہام شرک فی الامر کے تحت میں پیش کیا ہے اور مدارا اعتراض انما امرک ہے یعنی کسی کی امر کی سوائے اس کے کوئی شان نہ ہونا کہ سبب بھی وہ کسی چیز کا ہونا چاہے کہ ہو پس وہ فی الفور ہو جائے یہ اللہ تعالیٰ کی خاص خصوصیت ہے اس میں کوئی کمی دلی مرسل ملائکہ شرک نہیں کسی کو شرک ماننا شرک فی الامر والکون ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولما الخلق والامر پیدا کرنا اور امر کا مالک ہونا صرف اس کی شان ہے۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون اور اس آیت اور اس کے ترجمہ و مطلب کا مختص ہونا ذات الہی کے ساتھ جواب بحث میں مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے وہ لکھتا ہے کہ کن فیکون کے کامل اختیارات کہ جس بات کا ارادہ

کرے وہ فی الفور ہو جائے صرف خدا ہی کو حاصل ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں (یعنی مرزا صاحب) حکم اس کا (یعنی خدا کا) اس سے زیادہ نہیں کہ جب کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے ہو پس ساتھ ہی ہو جاتی ہے پس وہ ذات پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر ایک چیز کی بادشاہی ہے (دعوت مقدس ص ۸) جب کہ اس آیت کا مضمون و ترجمہ باری تعالیٰ سے محض رہا تو یہی مضمون کی اور کے واسطے کیونکر استعمال ہو سکتا ہے۔

چنانچہ اسی اقرار کرانے کو یہ صرف خدا ہی کی شان ہے سب سے پہلے استفتاء سے یہ پیش کیا انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لکن فیکون۔ استفتاء ص ۸۳ یہی مد ترجمہ اس سے قبل حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۰۵ پر بھی ہے اس سے پہلے براہین احمدیہ وغیرہ میں بھی یہاں گواہ مدعا علیہ نیز مختار مدعا علیہ نے اسے شرک تو تسلیم کر لیا ہے صرف اپنی طرف سے یہ (ناجائز) تاویل کرتا ہے کہ اس سے مرزا صاحب مراد نہیں بلکہ خدا تعالیٰ مراد ہے اور ضمیر (ک) خطاب خدا تعالیٰ کی طرف ہے ملاحظہ ہوں الفاظ گھر یہ خطاب اللہ تعالیٰ کو ہے اور یہ بالکل صحیح تھا چنانچہ وہاں الہامات کی وہی ترتیب ہے جو حقیقۃ الوحی ص ۸۱ میں ہے۔ الی قولہ تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں جو محاور خطاب ہیں وہ جناب الہی کے متعلق ہیں الخ۔ اس کا شرک اور محض بجناب الہی ہونا مابہ النزاع نہیں بلکہ اس کی شرح یہ کی جاتی ہے کہ اس سے مرزا صاحب مراد نہیں بلکہ اس ضمیر سے خود باری تعالیٰ مراد ہیں۔

مرزا صاحب کی براہین احمدیہ حصہ پنجم جس کو مرزا صاحب نے ان تمام قابل اعتراضات الہامات و نشاؤں کی تشریح کے لیے لکھی ہے اس میں تشریح و تصریح فرماتے ہیں کہ اس الہام میں میں خود مراد ہوں اور یہ خدائے تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا ملاحظہ ہو براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۰۷ و ۱۰۸ اب جب مصنف نے خود اس الہام کی شرح کر لی اور اس کے ساتھ محض کر لیا اور ضمیر خطاب سے اپنے آپ ہی مراد لے لیا۔

نیز گواہ مدعا علیہ نے بھی بحجاب جرح ۲ مارچ ۱۳۳۳ء تسلیم کر لیا کہ ”لیکن اس الہام میں مرزا صاحب کو خطاب ہے۔“

پس ثابت ہو گیا کہ وہ خصوصیت الہی جو صرف اکی کو زیبا سے جس کی تعبیر۔ انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لکن فیکون یا انما امرک الخ ضمیر غائب یا متکلم سے خدائے اپنی کامل اختیار کے اظہار کے لیے قرآن پاک میں اختیار فرمایا جسے گواہ اور مختار مدعا علیہ نے بھی استفتاء کے اندر ضمیر خطاب سے بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ محض قرار دیا اور مرزا صاحب کو شرک سے بچانے کے لیے جھوٹی تاویل کی۔

مگر مرزا صاحب نے بتصریح اپنے واسطے ثابت کر کے ایسا اٹل اقراری شرک تسلیم کیا ہے جس کا جواب قیامت کی مجلس مرزا صاحب یا کسی مرزائی سے ناممکن ہے۔ اس سے یہ امر بھی معلوم ہو گیا کہ ہمارا اعتراض اسی استفتاء یا حقیقۃ الوحی اور براہین یا یہاں بھی یہ الہام ہے اس پر ہی ہے براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۰۸۔

مختار مدعا علیہ یا اس کے شاہد کی انکھی طبع زاد تاویل کو باطل کرنے کے واسطے پیش کی ہے تاکہ تو حیرہ القول بمالایر معنی بہ قائلہ - اور مدعی مست و گواہ حجت کا نظارہ ہو جائے اور دنیا سمجھ لے کہ اس بحث کا ابتدائی حصہ کس قدر بامعنی ہے۔

اولیاء اللہ پر صریح بہتان

باقی اولیاء اللہ اور مقرران باری تعالیٰ (ہمارا احقر ان کے ساتھ فرمائیں) کبھی کن کہیں اور وہ چیز باذن یا حکم الہی چھائے یا کوئی نبی مردہ کو قلم باذن اللہ کیے اور وہ زندہ ہو جائے وہ بطور کرامت یا اعجاز کے اسیانہی دائمی نہیں مدعی معنی ہیں کہ اب اس امر کے سوا اس کے کوئی معنی نہیں کہ جب ہی وہ کسی چیز کو چاہے ہو جائے اور کہے کہ ہو جائے وہ فی الفور ہو جائے۔

انما امرہ اذا ادا د شیشا ان یقول لہ کن فیکون

اور یہ کامل اختیار کلاس کے امر کے سوا اس کے کوئی معنی نہ ہو خدا ہی کے لائق ہے کوئی اس میں اس کا شریک نہ ہو۔ ہم نہیں بد قسمتی سے مختار مدعا علیہ کو بلکہ مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے بحث کے مندرجہ ذیل کوٹیشن (Quotation) ملاحظہ ہوں۔

(۱) کہ کن فیکون کے ایسے کامل اختیارات کہ جس بات کا ارادہ کرے وہ فی الفور ہو جائے صرف خدا ہی کو حاصل ہے۔ الخ

(بحوالہ جنگ مقدس صفحہ ۱۰۵)

(۲) یاد رکھنا چاہئے کہ جو تکوین کشتگان محبت الہی سے صادر ہوتی ہے اس میں اور خدا تعالیٰ کی تکوین میں فرق ہے ایسے انسان کا کن کہنا، ہمیشہ نتیجہ پیدا نہیں کرتا چنانچہ کہ خدا تعالیٰ کا الخ۔

(۳) ”اور اذا اردت شئیاً سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہر وقت مقرران باگاہ الہی کو یہ مقام دیا جاتا ہے۔“

(۴) ”پس اسی طرح کامل انسان کا کن دائمی طور پر نتیجہ نہیں کرتا بلکہ الخ۔“

اس کامل طور پر اور دائمی کے مقام حاصل ہونے کی تعبیر بتصریح مرزا صاحب اور مختار مدعا علیہ انما امرہ اذا

ادا د شیشا ان یقول لہ کن فیکون ہے ملاحظہ ہو کوٹیشن (Construption)

بحوالہ جنگ مقدس مکمل انما امرہ یا انما امرنا یا انما امرک کے اصناف کے صرف کسی کے کن کہنے سے کسی چیز کا کبھی ہونا دائمی اختیار تکوین اور مقام تکوین حاصل کرنا نہیں کہلاتا بلکہ انما امرک اذا اردت شئیاً کے صرف اتنا لفظ ہوگا کہ نقول للشیء کن فیکون۔

خلاصہ یہ کہ اعتراض صرف ان الفاظ اور اس کامل اختیار پر ہے جو انما امرک اذا اردت شئیاً میں جو خدا کے ساتھ متفق ہے قال اللہ تعالیٰ انما امرہ اذا اردنا امرنا اذا اردنا شئیاً ان یقول لہ کن فیکون (قرآن حکیم)۔

پس مرزا صاحب کی عبارت والہام میں بعینہ وہ تعبیر ہے کہ انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول له

کن فیکون (بحوالہ سابق)

مگر حضرت سید الطائفہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ ان کے طریقے پر چلائے گی عبارت میں متفقہ قابل اعتراض دائمی اور کامل مقام تکوین پر دلالت کرنے والے خدا تعالیٰ کے ساتھ مخصوص مفرد فقرہ انما امرک اذا اردت شیئا کا کہیں پتہ و نشان نہیں۔ وہاں تو صرف بطور کرامت کبھی کسی کے یہ صرف تقول للشیء کن فیکون (ملاحظہ ہو فتوح الغیب مقالہ ۳۱)۔

اسی طرح حکم الاشراف مطبوعہ لہان کی ص ۱ کی جو طول لا طائل عبارت پر بھی اس میں کہیں بھی انما امرک اذا اردت شیئا کا ضابطہ تک نہیں اس میں صرف یہ لفظ ہے ”پس وہ خدا کے نور کو نفس اشارہ کرتا ہے پس وہ چیز اشارہ سے موجود ہو جاتی ہے“ کسی کے اشارہ سے مخصوص حال میں بطور کرامت کسی چیز کا ہو جانا اور چیز ہے اور یہ کامل اختیار دائمی ملنا کہ انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون اور بات ہے ان مقدس و مقربان الہی کی عبادت سے یہ مطلب سمجھنا مدعا علیہ کی قلت وراثتہ کی کمالی نشانی ہے اور اولیاء اللہ کو بلا وجہ ہدف ملامت بنکر اپنی عاقبت بگاڑنا ہے اور وعید من عاد لی ولیا فقد اذنتمہ بالحرب کا مصداق بن کر دنیا و آخرت کا دائمی خسران خریدنا ہے۔

جو ہشونوی سخن اہل دل ملکہ خطا است

سخن شناس نہ دہر خطا اینجاست

مگر ایسی جماعت سے کیا بعید ہے جو حضرت سید الطائفہ کو عیاذاً باللہ مرزا صاحب کے مقابل اس قدر ذلیل سمجھتے ہوں کہ۔

سرزمین چشم بنائے تیری خاک پا کو

غوث اعظم شیعہ جیلان رسول قدنی (رسالہ مولانا محمد الیاس برنی فاروقی)

رسول قدنی کے وزن پر مرزا صاحب رسول قدنی ہیں اور ان کا یہ مرتبہ ہے کہ حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر عج الدین جیلانیؒ مرزا صاحب کے پیر کی خاک سرسہ کی طرح آنکھوں میں لگاتے ہیں۔ استغفر اللہ باقی رہا (رسالہ برنی) ہمارا عقیدہ تو بالفاظ افاضائے کائنات معلوم یہ ہے کہ دہ مغیرہ مرفوع۔ بالا بواب لواء قسمہ علی اللہ

سعدی۔ خاک سالن جہاں را بحقارت منگر
در بہاراں کے شود سر سبز سنگ
تو چہ دانی کہ درین گرد سوائے باشد
لیکن ز خدا جدا نہ باشند

انبیاء کرام پر بہتان

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سرکارِ دو عالم صلیم کے کچھ معجزات بھی اسی مرزا صاحب کے شرک کی تائید میں نقل
ہیں۔ الحیاذ باللہ شمر العیاذ باللہ کہاں کہاں معجزات جو اپنے اختیاری نہیں بلکہ باذن اللہ ہوتے ہیں قال
للہ تعالیٰ ما کان ان یأتی بآیتہ الا باذن اللہ اور کہاں مالک امر و رادہ کن فیکون ہوتا۔ لنبی
یہ صرف اسی کی دلیل ہے کہ جب بھی کوئی گندے گندہ عقیدہ یا الہام یا واقعہ مرزا صاحب کا پیش کیا جاتا ہے تو فوراً وہ کسی
نبی اور خصوصیت سے مسلمانوں کی غیرت اور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ غلامی کو مجروح کرنے کے واسطے
آقاؐ کی دو جہان جاسے ماں باپ اُن پر قربان ہوں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اسے چسپان کرتے ہیں مگر ادب ہم یہ کہتے
کہ مسلمان اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہرگز برداشت نہیں کر سکتے
جو جان چاہو تو جان لے لو جو مال مانگو تو مال دیں گے
مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا نبی کا جاہ و جلال دیں گے
اور اگر احتیاط نہ ہوتی تو نتائج کے خود ذمہ دار ہیں

ہم اس کے متعلق صرف اتنا واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ تمام اولیاء اللہ مقربان الہی قطبِ غوث ابدال اولوالعزم انبیاء
کرام حتیٰ کہ اللہ کے پیارے حبیب سید الاولین والآخرین خاتم النبیین رحمۃ اللعین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہزاروں بلکہ
بیشمار خرق عادات کرامات معجزات صادر ہوئے۔ جس مخلوق سے جو کہا وہی ہوا پھر بھی خدائے تعالیٰ نے کسی نبی رسول
ولی قطب غوث کو یہ نہ فرمایا کہ انما امرک اذا اردت شئینا ان تقول لہ کن فیکون۔
ساری دنیا میں ایک نظیر نہیں مل سکتی کہ انما امرک اذا اردت شئینا الخ خدا کے سوا کسی کے واسطے
استعمال ہوا ہو۔ یا خود خدا نے کسی کے واسطے کسی الہام یا کتاب یا صحیفہ میں فرمایا ہو۔ یہ ایسا کھلا ہوا مشرک اور کفر ہے کہ اگر
ایک بھی کفر یہ نہ ہو تو بھی صرف یہ ہی ایک وجہ ان کے لاکھ الا اللہ پر ایمان نہ ہونے کی آفتاب سے زیادہ روشن دین
دلیل ہے ان اقوال و الہامات کے بعد دعویٰ اسلام کیونکر باور ہو سکتا ہے

ہرگز ہم باور نہی آید ز روئے اعتقاد
ایز ہمہ با گفتن و ایز ہمہ داشتن
شیطان اور دجال نے بھی اپنے لیے یہ امر پسند نہ کیا کہ یہ الہام تراشے کہ خدا نے مجھے فرمایا انما امرک الخ۔
فأعتبروا یا اولی الابصار

(مدعا علیہ کی قابلیت)

ایک جگہ اسی بحث میں یہ بتایا ہے کہ یہ قیضہ شرطیہ کلیہ نہیں ہے بلکہ مہملہ ہے و فقرہ میں جزئیہ کے ہوتا ہے اور اکمال شرح مسلم کے حوالہ سے (ذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا) الخ کی عبارت سے استدلال کیا ہے اولاً یہ خوش فہمی ملاحظہ ہو کہ حملہ انما امرک پر اعتراض ہے نہ کہ صرف اذا اردت پر اور مثال صرف اذا احب کی ہے دوسرے اس سے واضح ہو گیا کہ منطق اور فقہ میں بھی وہی مغالطہ دیا جو مذہب میں کیونکہ ہمارے مدارس عربیہ کا ادنیٰ طالب علم مبتدی بھی جانتا ہے کہ اذا سے قبل انما آنے سے کلیہ بنتا ہے اور ایک نظیر بھی اس کے مہملہ ہونے کی نہیں مل سکتی۔ فیا۔۔۔۔۔ للعجب و لفضیحة الادب۔

نیز منطق کا کوئی ابتدائی رسالہ صغریٰ مرقات بھی دیکھی جاتی تو معلوم ہو جاتا کہ قیضہ مہملہ محصورہ طبعہ وغیرہ اس قیضہ کے اقسام ہیں۔ جن کا موضوع کلی ہو اور بیان موضوع امرک جزئی اور شخصی ہے یہ مہملہ میں مندرج بھی نہیں ہو سکتا۔

(۹)

مرزا صاحب کا خدا کے مانند ہونا

(۱)

مختار مدعا علیہ کے جواب کا خلاصہ -

- (۱) اس پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے مرزا صاحب یہ نہیں فرماتے کہ میں خدا کی مثل ہوں -
- (۲) آپ کو تحفہ گوڑوہ میں خدانے آدم کی مثل کہا ہے اور حدیث میں ان اللہ خلق آدم علی صورتہ ہے - یعنی اللہ نے آدم کو اپنی شکل پر پیدا کیا - لہذا مرزا صاحب گویا کہ خدا کے مشابہ ہو گئے کیونکہ مرزا صاحب آدم کے مثل ہیں اور وہ اللہ کی شکل پر پیدا ہوئے ہیں -
- (۳) میکائیل کے معنی اچانکہ خدا کے مانند ہیں اس لیے تمام مسلمان جو قرآن شریف کی رو سے میکائیل فرشتہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں - مشرک قرار پائیں گے -
- (۴) پیشگوئیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا خدا کا آنا قرار دیا گیا چنانچہ استثنائاً ۳۳ کی پیشگوئی کہ خدا فاران پر ظاہر ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائی گئی چنانچہ مختار مدعیہ کے مقبول و مسلم مسلمان سرسید انج وغیرہ وغیرہ نے یا ہے - (مقبول و مسلم کا لفظ خلاف منابطہ ہے) -

جواب

- (۱) اول کا جواب یہ ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ الفاظ کہ ”میں خدا کے مثل ہوں“ - اگر مرزا صاحب نے نہیں فرمائے تو یہ ان سے پوچھیں یہاں تو مطلب واضح ہے کہ ”اور دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل لکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کے مانند الخ - حاشیہ اربعین ص ۲۵
- اب مرزا صاحب اپنا نام دانیال کے حوالہ سے میکائیل بتاتے ہیں اور اس کا معنی خود ہی خدا کے مانند کہتے ہیں - جس سے صاف ظاہر ہے کہ خود کو خدا کے مانند ہونا بہت پسند ہے بلکہ دعویٰ ہے -
- رہا یہ امر کہ میکائیل کے معنی عبرانی میں یہ ہیں اس کے واسطے یہ گزارش ہے کہ نہ تو مرزا صاحب عبرانی جانتے تھے نہ مختار مدعا علیہ عبرانی کجا مرزا صاحب باوجودیکہ سلطان القلم اپنی جماعت میں مسلم ہیں اور اردو یہ ہے کہ جمیعہ کی آمدن ہونے والی ہے -

البشریٰ ص ۱۳۳ - ۱۳۴

اور عربی بالخصوص قصیدہ اعجازیہ کی علاوہ بے شمار عربی نحوی غلطیوں کے یہ ہے

۱۔ اما حسین فاذا کروا دشت کربلا ۔۔۔ الخ (قصیدہ اعجازیہ ہے و علیٰ ہذا القیاس اور زبانیں۔ چونکہ مجھے غیر متعلق امور مختار مدعا علیہ کی طرح ذکر کر کے طول دینا نہیں ورنہ کئی جہتوں پر ہو سکتے ہیں۔

البتہ مختار مدعا علیہ نے ایک حوالہ اقرب المواریث کا پیش کر دیا ہے۔ جس کی حقیقت واضح کرنا ہے

جواب یہ ہے کہ کسی مسلمان یا ایمان کا حوالہ پیش کرتے تو ہم بھی دیکھتے۔ ایک متعصب عیسائی کا جدید حوالہ پیش کر دیا کیونکہ یہ عیسائی کی تصنیف ہے۔ ملاحظہ ہوا اکتفاء القنوع ص ۳۲۹ اور یہ اصول گواہان مدعا علیہ کو مسلم ہے۔ کہ لغت زبانی محاورات کا نام ہے۔ لغت اور ڈکشنری کی کتابیں چونکہ اپنے اپنے عقائد کے تحت میں لکھی جاتی ہیں۔ لہذا جب تک کوئی مسلم شریعت اور عقیدہ کا حوالہ پیش نہ ہو صرف کسی لغوی کا لکھنا معتبر نہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ ص ۱۸۰۔۔۔۔۔ اور یہاں کوئی شعر وغیرہ کی سند نہیں لہذا لغو باطل ہے۔

نیز یہود و نصاریٰ نے اس قسم کے تشابہ الفاظ خدا۔ ابن۔ اب وغیرہ کا عبرانی سے ترجمہ کرنے میں اپنے تخیل فاسد کی بنا پر سخت دھوکہ کھایا ہے۔ اور ان کی انتہا اکثر انہیں لوگوں پر ہے جن کا مفہوم کے ہیر پھیر سے گمراہ کرنا اور کلام الہی میں تحریف کرنا ایک پسندیدہ شغل اور محبوب شیوہ تھا (ملاحظہ ہو بیضاوی صفحہ ۱۱۲۔۔۔ بحر فون الکلم عن مواضع الخ معہ تفسیر۔

مخلاف اس کے مسلمانوں نے ہرگز یہ معنی قبول نہیں کئے۔ بلکہ عبرانی صحیح معنی لئے۔ کثرت حوالجات موجب طوالت ہیں۔ میں صرف اسی کتاب سے حوالہ دیتا ہوں جسے مختار مدعا علیہ بار بار بڑے القاب اور شد و مد سے پیش کرتا رہا ہے۔ کہ میکائیل کے معنی عیہ اللہ کے ہیں۔ بلکہ اصول باندھا کہ جس کے آخر لفظ ایل ہو اس سے مراد خدا کا بندہ ہی ہوگا۔ اور قول بھی ایسے مسلم بزرگ کا ہے جو تمام امت میں جبر الامت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جی کے متعلق اہل علم کتاب والہکمت کی بشارت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب سمجھنے کے اہل ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر اتقان ص ۱۳۱۔۔۔ اخراج ابن جریر من طرق عکرمہ عن ابن حبتاس قال جبریل عبد اللہ و میکائیل عبد اللہ وکی اسم فیہ اہل فہو عبد اللہ الخ یعنی ابن عباس فرماتے ہیں کہ جبریل کے معنی عبد اللہ اور میکائیل کے معنی عبد اللہ ہیں لہذا یہ معنی مرزا صاحب اور مختاران مدعا علیہ کی ناواقفی یا مغالطہ پر مبنی ہیں ورنہ خدا کے کلام میں میکائیل کے ہرگز یہ معنی نہیں۔ بلکہ عیہ اللہ کے ہیں۔ یعنی خدا کا ادنیٰ بندہ اس سے متکا بھی جواب معلوم ہو گیا کہ تمام مسلمان با اتباع حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ دین و برکات اسلام میکائیل معنی خدا کا ادنیٰ بندہ قرآنی رو سے سمجھ کر ایمان رکھتے ہیں۔

البتہ بعض لوگ عیسائیوں کے اتباع میں میکائیل کو خدا کی مانند یا خدا سے بھی بڑھ کر سمجھیں تو کچھ تعجب نہیں۔ ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ میکائیل کجا مخلوقات میں کوئی بھی حتیٰ کہ اشرف المخلوقات باعث الکل سید الکل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی خدا کے

مثلی نہیں۔ لیس کمثلہ شئی۔ لا تضرہوا۔ لا مثلاً۔ قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تظرونی کما ظرت
الیهود والنصارى الحدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود نصاریٰ کی طرح مبالغہ مدح کو وصال کے وقت تک سختی سے روکے
جواب :-

(۲) تحفہ گوڑویہ کا حوالہ اڈیشن اول کا جو ختم اور نیا باب ہو چکا صرف مختار مدعا علیہ کو تنگ کرنے کے واسطے دیا گیا۔
اب ہم وہ اڈیشن کلمات سے لائیں اور باوجود تلاش کے اس موجودہ ایڈیشن میں اس کے قریب قریب بھی نہ ملا۔ مگر ہم
ان کی خاطر تسلیم کر کے جواب دیتے ہیں۔ کہ مثیل آدم ہونے سے خدا کے مثل کیونکر ہو گئے اور اگر اپنے اس الہام سے
خدا کے مثل سمجھتے ہیں تو اور اچھا ہے یہی ہمارا مدعا ہے ملاحظہ ہو جو بھی الہام ترلشتے ہیں وہ مشرک نہ۔
باقی رہا حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورۃ ہما سے آقا و مولیٰ مدنی تاجدار محبوب کردگار صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہمارے سر آنکھوں پر مگر یہ دامن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جسے آقا سے نکھر غلاموں سے جوڑنے والے
کو پناہ نہیں دے سکتا۔

کاش کسی محدث کی کشف برداری کا غرض حاصل ہوتا تو اس کی نورانیت سمجھ میں آتی یہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
کا کلام ہے جو تمام مخلوق کے بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور کلام الملوک ملوک الکلام مشہور ہے۔ اس حدیث پاک صاحب
لولائے صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمانی بخش تحقیق تو بعد میں پیش ہوگی اولاً ان بزرگ کا حوالہ پیش کرتا ہوں جن کی محض کرامت سے
گواہ مدعا علیہ مل انہیں مسلم مان گیا ہے حالانکہ ان کے نزدیک مطلقاً مسلم صرف مرزا صاحب اور ان کے ہر دو خلفاء ہیں
ملاحظہ ہو جرح گواہ مل یکم مارچ ۱۹۲۳ء میں ابن عربی مجدد الف ثانی امام عبدالوہاب شمرانی وغیرہ کے متعلق پوچھا گیا تو کہا کہ
ہاں مسلم بزرگ ہیں کتاب الیواقیت والجواہر۔ ص ۱۱۸ مصنفہ حضرت العلامة امام عبدالوہاب شمرانیؒ فان فی الحدیث تناقض
یعنی حدیث ہیں کہ خدا نے ہر ایک مخلوق کا ایک نقشہ عرش کی ساق میں قبل پیدائش کھینچا جس صورت پر اسے پیدا کرنا تھا
پھر آدم کو اسی صورت پر جو اپنی پہلی کھینچی ہوئی تھی آدم کو پیدا کیا اسی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں ارشاد
ہے کہ ان اللہ خلق آدم علی صورۃ یاء علی صورۃ الرحمن۔ یعنی آدم کو اللہ نے اسی صورت
پر پیدا کیا جس کو عرش یا لوح میں قبل پیدائش آدم کھینچی تھی۔ و ربی تعالیٰ و تقدس کی کوئی صورت ہی نہیں کیونکہ وہ تمام
مخلوق سے جدا گانہ و لگانہ ہیں تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً۔ پس آدم خدا کی صورت
پر نہیں بلکہ اس کی تجویز کی ہوئی صورت پر پیدا ہوئے پھر بعض مفسرین نے ضمیمہ آدم کی طرف پھیری ہے یعنی
آدم کو آدم کی صورت پر پیدا کیا جو کہ ان کے شایان شان تھی اور تمام مخلوق سے ممتاز۔

مگر اہل اللہ کی یہی رائے ہے کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا جس کے یہ معنی کہتے ہیں کہ اپنی مرغوب و
پسندیدہ و برگزیدہ شکل پر۔ اور فرماتے ہیں کہ جہی تو خواب میں باری تعالیٰ کی زیارت سوائے انسانی شکل کے اور کسی شکل

ہیں نہیں ہوتی حالانکہ درحقیقت ان کی کوئی بھی شکل نہیں نیز اپنی طرف باری تعالیٰ انسانی اعضاء کا نام بوجہ محبوب ہونے کے منسوب کرتا ہے حالانکہ ان کی ذات اس قسم کے اعضاء اور ان کی مشابہت و کیفیت سے پاک ہے قال اللہ تعالیٰ دینقنی وجہہ دبدک - ید اللہ فوق اید یہہ یوم یکشف عن ساق - وغیرہ وغیرہ۔

جن پر ہمارا ایمان بلا تفصیل کیفیت ہے کیونکہ اُن کی شان کا نظیر نہ ولا مثال نہ - ولا ضد ولا ضد - سبحانه ما اعظم شأنہ لا یحد ولا یتصور ہے چونکہ یہاں اس کا زیادہ تعلق نہیں ہے اس لیے طول نہیں دیتا صرف یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں کہ یہ مصلحت نیست کہ ان پر وہ برون افتد راز ، ورنہ در محفل رندان خیرے نیست کہ نیست

جواب :-

(۴) باقی پیش گوئی میں خدا کا فاران پر اترنا اولاً انجلی اصطلاح میں خدا و خداوند کا لفظ برابر نبی کے معنی میں مستعمل ہے اور ترجمہ میں وہی تحریف منسوی متحقق ہے۔

فاران پر خدا کے اترنے سے اس کی وہ تجلیات خاصہ اترنا مراد ہیں جو کسی نبی کے وجود سے اترتی ہیں۔ جیسا کہ کوئی کہے کہ وہ طور پر خدا اترایا ہرگز مراد نہیں وہ نبی خدا یا خدا جیسا ہو گیا نہ کسی نے یہ مطلب مشرکانہ لیا نہیں پیش کردہ حوالجات کو بغور ملاحظہ فرمائیں مطلب بالکل واضح ہے بیجا ضد کا کوئی علاج نہیں من یرد اللہ بہ خیراً یعفہ فی الدین۔

پس مرزا صاحب کا خدا کے مائد ہونے کا خیال بھی گویا لا جواب اور مسلم ہونے کے قریب لا جواب ہے۔ کیونکہ جو اس مشرکانہ بات کے واسطے اڑیں ڈھونڈتی تھیں اور تلاش کی تھیں۔ وہ سب محمد اللہ بے نقاب ہو گئیں۔ باقی مرزا صاحب کے دوسرے عقائد اور تعارض بائیں نقل کر کے صفائی بے سود ہے۔

(لا جواب) انا نبشروک لغلام مظهر الحق والعلا وکان اللہ نزل من السماء۔ مختار مد علیہ نے دراصل میرا مفہوم ہی نہ سمجھا یا حسب عادت اپنے لفظوں میں اعتراض نقل کر کے جواب دے ڈالا۔ بہر حال میرا یہ اعتراض بالکل لا جواب اسی قسم کا ہے جو بحث کے جواب میں لا جواب ہونے کی وجہ سے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ مختار مد علیہ کی بحث میں یہ الہام عقیدہ مشیت کے تحت میں مذکور ہے۔ اور نوٹس میں اسی سیدنگ عقیدہ مشیت کے تحت میں اولاً اس سے ماقبل کا حوالہ اربعین ہے اور پھر یہ حوالہ۔

اعتراض یہ ہے کہ یہ کہنا انا نبشروک الہ یعنی ہم تجھے ایک ایسے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو حق و ہرگز کی کو ظاہر

کرنے والا ہو گا گویا ہو۔ ہو خدا آسمان سے اتر آیا۔ خدا کے ساتھ غیر خدا کو اُس کے ہو ہو قرار دینا ہے جو کھلا ہوا شرک بلکہ شرک عظیم ہے۔ مثلاً اعتراف کائنات اللہ کا تشبیہی لفظ ہے جو کمال تشبیہ یعنی کسی کے ہو ہو وہی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نہ کہ لفظ نزول اور نزول باری کی کیفیت و معنی پر۔ مختار مدعا علیہ نے اسی اعتراف لفظ کائنات اور تشبیہی لفظ سے انکس بند کر کے لفظ نزول کے معنی شروع کر دیے۔ کہ نزول سے مراد رحمت خداوندی کا نزول یا جلال و تجلی وغیرہ ہے۔ اور اس کے واسطے تبلیغ رسالت آئینہ کالات۔ مشکوٰۃ۔ حاشیہ مشکوٰۃ کے پانچ حوالے نقل کیے۔ مگر یہ نہ ہو سکا کائنات کی تشبیہ کا اعتراف کردہ بیٹا وہ ایسا ہو گا جیسے ہو ہو خدا آسمان سے آگیا۔ مرزا صاحب سے اٹھا سکتے۔ یا اس کے متعلق کوئی بھی حوالہ دیتے۔ گویا مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب پر اس کفر کو بلا جوں و چرا تسلیم کر لیا۔

کچھ اس اداسے کیا میں نے شکوۃ الحاد
نگاہیں جھک گئیں اُن کو نہ کچھ جواب آیا
نوٹ۔ چونکہ نزول کی بحث غیر متعلق تھی اس لیے اس کے متعلق مفصل ضرورت نہیں اگر تفصیل منظور ہو تو فتح الباری
عمدۃ القلادی شرح بخاری نیز نووی شرح مسلم ملاحظہ فرمائی جائے۔

(۱۱)

(الاجواب) متعلقہ نشان ۱۰۳۱ حقیقۃ الہی صفحہ ۲۵۵۔

اس میں بھی اسی قدیمی مغالطہ سے کام لیا ہے کہ اعتراف کچھ اور جواب کچھ یہ نشان بھی عقیدہ جمیعت کے ہیڈنگ کے تحت میں پیش کیا گیا تھا۔ اور بتلایا تھا کہ مرزا صاحب اور ان کے مرید خدا کی ذات و صفات میں جمیعت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اصل نشان ۱۰۳۱ کا الفاظ ملاحظہ ہوں۔

نشان ۱۰۳۱۔ ایک دفعہ تمثیلی طور پر مجھے خدا تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور میں نے اپنے ہاتھ سے کئی پیشگوئیاں لکھیں جن کا یہ مطلب تھا کہ ایسے واقعات ہونے چاہئیں۔ تب میں نے وہ کاغذ مستحضر کرانے کے لیے خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تاویل کے سرخی کی قلم سے اس پر دستخط کیے اور دستخط کرنے کے وقت قلم کو چہرہ کا جیسا کہ جب قلم پر زیادہ روشنائی آجاتی ہے تو اسی طرح پر بھٹاڑ دیتے ہیں اور پھر دستخط کر دیے۔ اور اسی وقت میری آنکھ کھل گئی اور اسی وقت میاں عبد اللہ سنوری مجھ کے حجرے میں میرے پیر دہا ہوا تھا کہ اس کے ردبر و غیب سے سرخی کے قطرے میرے کرتے اور اس کی ٹوپی پر بھی گرے۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ اس سرخی کے قطرے گرنے اور قلم کے بھاڑنے کا ایک ہی وقت تھا ایک سکیٹ کا بھی فرق نہ تھا ایک غیر آدمی اس راز کو نہیں سمجھے گا اور شک کرے گا کیونکہ اس کو صرف ایک خواب کا معاملہ محسوس ہو گا۔ مگر جس کو روحانی امور کا علم ہو وہ اس میں شک نہیں کر سکتا اسی طرح خدائیت سے ہست کر سکتا ہے۔ غرض میں نے یہ سارا قصہ

میاں عبداللہ کو سنایا اور اس وقت میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

عبداللہ جو اس رویت کا گواہ ہے اس پر بہت اثر ہوا اور اس نے میرا کرتہ بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیا۔ جواب تک اس کے پاس موجود ہے (حقیقۃ الوحی ص ۲۵۵) محل اعتراض خط کشیدہ الفاظ ہیں خدا کو خواب یا کشف میں دیکھنا محل اعتراض نہیں۔ بلکہ یہ کہ سرچی سے دستخط کرنا اور صرف یہ بھی نہیں بلکہ روشنائی چھڑکنا اور روشنائی کا کپڑے پر گرنا پھر اس کپڑے پر عالم بیداری میں روشنائی کا باقی رہنا اور پھر اُسے تبرک بنا کر اس عقیدہ سے رکھنا کہ یہ خدا کے قلم کی روشنائی ہے اور صرف خواب نہ سمجھنا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اعتراض تو تھا یہ اس کا جواب لا جواب سمجھ کر بالکل نظر انداز کر دیا اور جواب یہ دے رہے ہیں کہ

”بطور تمثیل خدا نے تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا ہرگز قابل اعتراض نہیں“ پھر اس کی تائید میں بحر المعانی۔ اور سوانح مولانا ناتوی رضی اللہ علیہ۔ دو جدید کتابوں کے حوالے درج کیے ہیں۔ جو نہ مسل پر ہیں نہ عدالت کے سامنے آئے مطالبہ پر بھی پیش نہ ہوئے جواب یہاں خواب میں دیکھنے پر اعتراض کیا ہے اعتراض تو روشنائی چھڑکنے اور کپڑے پر پڑنے اور باقی رہنے اور تبرک بنا کر اس اعتقاد سے رکھنے پر کہ یہ خدا ہی کی روشنائی پڑی ہے اس پر ہے جس کے ایک حرف کا ہی خواب نہ دیا بلکہ زبان پر بھی نہ لائے اور اسے بھی بالکل لا جواب مان لیا۔ درمیان میں اپنی عادت کے مطابق علماء دیوبند کثر ہم اللہ تعالیٰ سواد ہم اور ان کی جماعت پر ذاتیات کے حملے کیے ہیں جنہیں عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔ پھر غیر متعلق۔ نزول کے حوالہ مشکوٰۃ۔ ترمذی۔ مسلم۔ ابن ماجہ۔ نیز رویت کے متعلق بحر الرائق بروایت۔ بحر المعانی کے پڑھے جن کے متعلق اپنی اپنی جگہ پر آئے گا مگر ان کا مقصد ان غیر متعلق اور اکثر جدید مسل کے باہر خلاف قانون حوالوں کی بھرمار سے مقدمہ اور مسل کو طول دینا اور مدعیہ کو بلا وجہ تنگ کرنا تھا۔

فالی اللہ المتشکلی

(۱۲)

انت منی بمنزلۃ ولدی

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ۔ یہ غلط نتیجہ نکالا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے خدا کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا ہے اصل ملاحظہ ہو۔ ۱۸ دسمبر ۱۳۳۵ھ

جو اباً گذارش ہے کہ میرا استدلال تو زور موز کر اپنے الفاظ کے رنگ میں ڈھال لیا تاکہ خواب ضابطہ کا دیکر لوگوں کو حسب عادت مغالطہ میں ڈال سکے حالانکہ یہ بھی انہیں اعتراضات میں سے ہے جس کا جواب تا قیامت ناممکن ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور اس شریک بلکہ عظیم الشان ناقابل عفو جرم سے جب تک مرزا صاحب کی توبہ و رجوع غیر مشتبہ الفاظ میں نہ

اس لیے اُسے اور بھی شہود سے قرآن حکیم نے ذکر فرمایا۔ تکاد السموات يتفطرون منه وتنشق الارض و
تخر الجبال صدًا ان دعوا للرحمن ولدا الاية — ایضاً۔

اور یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ مذکورہ بالائینوں استعمال یا کسی طرح یہ لفظ وَلَدًا آج تک کسی مسلمان کی عالم دلی ابدال قطب
غوث نبی رسول حتیٰ کی خاتم الانبیاء نے باوجود حبیب خدا ہونے کے نہ اپنے لیے نہ کسی اور کیلئے استعمال کیا بلکہ تمام عمر تردید
فرمائی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے کسی پیارے حتیٰ کہ حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم جس سے زائد کوئی اللہ کا پیرا نہیں
ہو سکتا خود بھی فرماتے ہیں انا اکرم ولد بنی آدم ولا فخر۔

جی کے کمال پیار و تقرب کا نظارہ شب معراج کے نقشہ سے فرمائیں۔ خدا نے آپ کے واسطے بھی بمنزلتہ وَلَدِ حَتّٰی کا
لفظ نہ فرمایا۔

دعویٰ یہ تھا کہ لفظ وَلَدِ کی نسبت ایک محاورہ بھی گویا مجازاً ہو مسلم یا غیر مسلم کا ہو آدمؑ سے قیامت تک کسی سے
دکھادیں۔

مگر محمد اللہ نہ دکھا کے لہذا لا جواب ہے۔

اُسی وقت میں نے یہ پوزیشن صاف کر دی تھی کہ طفل وغیرہ الفاظ میں گفتگو نہیں کر مثنوی سے۔

ع۔ اولیاء اطفال حتیٰ اند لے پسر۔ یا اور اسی قسم کے الفاظ کے محاورہ پیش کروائے جائیں۔

مگر پھر بھی ان کی آڑلی اور مندرجہ ذیل تاویلات بریکہ کیں بھی عدالت خود جواب بحث اصل بحث سے ملا کر
ملاحظہ فرمائے۔

کہیں ایک استعمال بھی لفظ وَلَدِ کا فرضی ہی نکل آئے تو ہمارا استدلال باطل و درہ باد جو وصف کے صفحہ سیاہ کرنے کے
یہ اعتراض بھی بالکل لا جواب ہی رہے گا۔ کیونکہ منشاء اعتراض کو ہاتھ بھی نہ لگایا جواب کیا دے سکتے۔

خلاصہ تاویلات

(۱) فاذا كود الله كذا كوكبا جاء حكا۔ مجازی طور پر اب بمعنی باپ کے قائم مقام رکھ کر لے پاؤں
کی طرح یاد کرنے کا حکم فرمایا ہے تو یاد کرنے والوں کو استعارہ کے رنگ میں وَلَدِ اور ابن کے قائم مقام نہ ہونے
کی کیا وجہ۔

(۲) مرزا صاحب نے استعارہ کے رنگ میں اسے بمعنی طفل استعمال کیا ہے اور اطفال حتیٰ کے الفاظ اولیاء کے معنی استعمال
ہوئے ہیں۔

(۳) کوئی کسی کو انجی اور ولد استرانا کہہ دے تو اس کا وارث نہ ہوگا۔ معلوم ہوا وَلَدِ استرانا و تقریباً بولتے ہیں (ہو ایت)

(۴) فوراً لکیر شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور ازالہ ادہام مولانا رحمۃ اللہ صاحب مہاجر کی سے لفظ ابن کے مجازی استعمال معنی عزیز نقل کیا۔

(۵) مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی سے بحوالہ حجۃ الاسلام نقل کیا کہ جیسے رعیت کے لوگ اپنے حاکموں اور بادشاہوں کو بوجہ مزید التفات مان باپ (مجازاً) کہہ دیا کرتے ہیں ایسی ہی اگر گاہ بگاہ (کسی حالت میں) کسی بزرگ نے خدائے تعالیٰ کو باپ کہہ دیا تو اس کے بھی یہی معنی ہوں گے کہ خدائے تعالیٰ ان پر مہربان ہے نہ حقیقی ابوت و بتوت الخ۔

اولاً مجھے جواب کیا اس کی طرف توجہ کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ایک سوال میں بھی لفظ ولد جس میں لگتا ہے استعمال ہی نہیں۔ اور نہ ساری دنیائے اسلام میں ایک نظیر مل سکتی ہے کسی بزرگ نے سکر اور جذب کے حال میں بلا اختیار بھی اسے استعمال نہ فرمایا۔

جیسا کہ عدالت حوالجات بالا سے ملاحظہ فرما سکتی ہے۔

پھر بھی چونکہ دوسرے رنگ میں ان بزرگوں کے اللہ ہمارا اور آپ کا حشر ان کے ساتھ فرمائے دامن تقدیری کہ مرزا صاحب کی اذیکر۔ آلودہ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اور باری تعالیٰ نے بزرگوں کی ناموس کے حفاظت کرنے والے کے لیے میدان حشر میں حفاظت ناموس کا زبردست وعدہ فرمایا ہے۔ اس تقرب و ثواب کی نیت سے جواب عزم ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما کہ ذخیرہ آخرت فرمائیں۔

جوابات مرتب

(۱) پہلی آیت سے یہ مراد لینا کہ استعارہ کے رنگ میں خدا تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ولد ہو گئے صرف مختار مدعا علیہ کی خوش فہمی ہے عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کہیں دور کا بھی اس سے تعلق نہیں۔ ترجمہ آیت اور مطلب کی بھی مترجم قرآن اور اردو تفسیر سے دیکھ لیا جائے۔ تاکہ اس ترجمہ اور مطلب کی خیانت بھی واضح ہو جائے۔

واقعہ صرف اس قدر ہے کہ اہل مکہ ایام جاہلیت میں مکہ معظمہ کے مخصوص مقامات پر بڑے شہر مد بڑے خود مہلات کے ساتھ اپنے آباء و اجداد کے محلد و مناقب ذکر کیا کرتے تھے۔ اللہ نے یہ حکم فرمایا کہ جس طرح تم شہر مد سے اپنے آباء کا ذکر کرتے تھے۔ بجائے اس کے اس اہتمام سے اللہ کا ذکر کرو۔ بلکہ اس سے زائد شہر مد سے۔ فا ذکر وا اللہ کذکرکم اباؤکم او اشد ذکراً مختار مدعا علیہ نے دیدہ و دانستہ آیت کا آخری ٹکڑا کٹ کر نقل کیا تاکہ مغالطہ دے سکے۔ اور اصل حقیقت بے نقاب نہ ہو۔ تقریباً اکثر حوالے ایسے ہی بے ربط

قطع و برید سے پُر کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ بحث میں گذر چکا۔

(۲) میں لفظ طفل یا اطفال یا ابن بمعنی عزیز استعمال ہونے سے لفظ ولد کا استعمال جو ولادت اور تولد کے معنی کو مشعر تھے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ نہ ہمارے مدعی پر اس سے کوئی زد آتی ہے۔

پھر بھی لفظ ولد - طفل - ابن کا فرق پیش کرتا ہوں۔ لفظ ولد لغت میں جننے کے معنی میں آتا ہے چنداں حوالہ درکار نہیں۔ ولادت یا تولد کے محاورہ سے ہے۔ اسی وجہ سے کسی طور پر خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔

(الف) اور لفظ طفل طہولت سے ماخوذ ہے جس کے اصل معنی جننا تھیں بلکہ ناز پر درودہ کے ہیں ملاحظہ ہو محاورہ طُفُلُ طُفَالَتِهِ و طُفُولَتُهُ نریم و ناز پر درودہ گروید۔ (منہی الارب)

پس طفل بمعنی ناز پر درودہ اولیاء اللہ کے حق میں مستعمل ہے۔ جس میں جننے کی طرف لغوی بھی اشارہ نہیں اور کون اولیاء اللہ کے ناز پر درودہ بارگاہ الیزوی ہونے سے انکار کر سکتا ہے ان کے ناز پر درودہ مسلم کرنے کے واسطے ان کے حالات و تذکروں کا مطالعہ و عنایت اقرب کر کے دیکھا جائے کہ دل نوا و سرور سے کس قدر معمور ہوتا ہے۔ میں تو اختصاراً بتیں اور حدیثیں تبرکاً بلا ترمیم نقل کرتا ہوں۔

(۱) اِلَا اِنْ اَدْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْا دِيْنََ اللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنْ كَانُوْا

تَحٰۤا وَاَوْ لَا تَحْزَنُوْا وَاَبَشُرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ۔

(۱) (قال صلى الله عليه وسلم) من عاد لي وليا فقد اذنته بالحرب

(الحديث القدسي مشکوٰۃ)

(۲) دب مغبر من فروع بالاجواب لو اقسّم على الله لا بدّ

پس مختصراً اتنا کافی ہے ورنہ مقرر بان الہی کے تذکروں کو تو زمین و آسمان کے دفاتر بھی کافی نہ ہوں گے۔ رضی اللہ تعالیٰ

عنہم و رضوا عنه : ۷

طوفان نوحؑ لانے سے اسے چشم فائدہ ،

دوا شک بھی بہت ہیں جو کچھ فائدہ کریں ،

(ابوالوفاء)

(ب) ابن جس کی اصل بنو یا بنی ہے جو بنائے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی انہی چیز کے بنانے یا اس کے ہم معنی کے ہیں۔

پیشا بھی باپ کی مجازی ساخت ہے۔ لہذا اس کی طرف منسوب ہوا اور یہ ابن یا بنت کا لفظ ولادت اور جننے کے معنی میں لغت عرب میں ملتا دشوار ہے بخلاف اس کے نہ صرف عربی بلکہ اردو فارسی میں بھی کثرت سے دوسرے

معنی میں مستعمل ہے : ملاحظہ ہو - ابن الوقت - ابتداء زمان - ابن الارض - ایک قسم کی تکراری ہے بنت الکرم - بنت الرز - شراب - نبات الدرصر حوادث زمانہ - نبات الفکر اشعار نبات اللیل حوادث وغیرہ وغیرہ - ملاحظہ ہو قاموس لسان العرب - تاج العروس وغیرہ -

ایک ضمنی اعتراض کا جواب

ربایہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ابن اللہ کہنے والے کافر ٹھہرائے گئے - اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو انہیں ولد کہتے ہیں اور ان کا مذہب و اصطلاح متعین ہے کہ ولد کی نسبت وہ جائز سمجھتے ہیں - لہذا اس قرینہ سے ان کا لفظ ابن بمعنی ولد مراد ہو کر کفر ہو جائے گا - جیسے کہ مرزا صاحب استعمال اور خدا کی طرف نسبت جائز سمجھتے ہیں - لہذا ان کا لفظ ابن استعمال کرنا بھی سراسر کفر ہوگا - بخلاف ان مسلمانوں کے جو ولد کی نسبت بھی جائز نہیں سمجھتے - اگر کسی حال میں لفظ ابن استعمال کر جائیں گے تو ایسا کرتے نہیں تو بمعنی عزیز و مخلوق یا جاسکتا ہے - کیونکہ مراد متکلم خارجی قرآن سے متعین ہے - مگر لفظ ولد - میں جو صریح ہے کوئی قرینہ درکار نہیں قرینہ کنایات وغیرہ میں درکار ہوتا ہے -

پانچویں تاویل کا جواب

حضرت حجتہ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی ح کا حوالہ اس سے بالکل غیر متعلق ہے اس میں تو صرف اس قدر ہے کہ اگر کوئی ولی مقرب بارگاہ جس پر اللہ تعالیٰ کی مخصوص نظر عنایت ہو اور اس مخصوص التفات کی وجہ سے کبھی کسی مخصوص حال اور سکر میں خدا کی نسبت لفظ ابن استعمال کر جائے تو اسے کفر نہ سمجھو نہ تحقیقی معنی مراد لو دیکھو تمہارے بول و چال میں بوجہ کثرت التفات بادشاہ و سلطان کو کہہ دیتے ہیں کہ تم ہمارے ماں باپ ہو یعنی بڑے مہربان - اسی طرح اسے سمجھو -

یہاں کہیں لفظ ولد کا جو ما بہ النزاع ہے پتہ تک نہیں - پس ثابت ہو گیا کہ یہ محاورہ یہ تفسیر قرآن و بیجا امت کفر و شرک و باطل ہے - اس کا کوئی جواب اور کوئی تاویل بھی نہیں ہو سکتی - اللہ ہدایت اور توفیق تو بہ رحمت فرمائے باقی اس میں ہماری اور فریق کی نسبت جو تیز کلامی ہے اس کا جواب صرف اس قدر ہے کہ اللہ انہیں ہدایت ازہر شرفانہ اخلاق کی توفیق مرحمت فرمائیں -

(ابوالوفاء)

(نوٹ) یہ بھی یاد رہے کہ ایسے الفاظ خدا کی نسبت استعمال کرنا حتیٰ پر شریعت شاہدہ ہو زندہ سے خالی نہیں اور نہ

صرف علماء ظواہر کی رائے ہے بلکہ سید الطائفہ ثوث اعظم سید عبدالقادر عیلامی رضی اللہ عنہ جو امام الصوفیہ اور ان کے پیشوا ہیں فرماتے ہیں کہ حقیقتہً لا تشہد لہا الشریعۃ فہی ذنباً۔ جس حقیقت پر شریعت شاہد نہ ہو وہ چھپا ارتداد و الحاد ہے فتوح الغیب مقالہ سنایہ اصول ملحوظ خاطر ہے دوسرے مقامات پر بھی کارآمد ہے۔

(۱۳)

اسمع ولدی

اس کو چونکہ جرح میں صاف کر لیا تھا اور یہ حوالہ البشری عدالت نے نوٹ نہیں کیا تھا بحث کے وقت مختار مدعا علیہ خود ہی کہتے تھے کہ اسے بھی پیش کر دے مدعیہ کے مختار اور عدالت نے کہا کہ جب وہ کوئی نہیں تو کیوں پیش کیا جائے اور ادھر سے پیش نہ ہوا پھر بھی مختار مدعا علیہ نے محض طول دینے کے لیے کہ وقت گزاری ہو بلا وجہ اسے بھی لکھ دیا۔

ہم صرف ان کی تسلی کے لیے نہ کہ جواب کے طور پر کہتے ہیں کہ یہ بھی مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے یہ تو کہتے ہیں کہ مؤلف نے اس کے خلاف اعلان شائع کر دیا ہے مگر باوجود شدید مطالبہ کے جرح میں پیش نہ کر سکے کہ جرح سے اس کی حقیقت کھل جاتی اور خود باوجود منظور الہی نے آخری ایڈیشن میں جو حال میں شائع ہوا ہے ایک صحت نامہ دیا ہے اس میں بھی اس کی اصلاح نہیں آپ یہ کہنا کہ اصل منقول عنہ میں نہیں یہ بھی زیادہ قابل لحاظ نہیں مختلف ایڈیشنوں میں الفاظ کا ہیر پھیر بھی ممکن ہے جرح میں شہادت کے وقت پیش کرتے تو معلوم ہوتا جو لوگ مسلمانوں کی مسلم کتابوں میں قطع و برید کریں ان کا اپنے گھر کی کتابوں میں کیا اعتبار کہ محمودی قادیانی پارٹی مرزا صاحب کے تصانیف و عقائد میں روز تبدیلیاں کرتی رہتی ہے عدالت چاہے تو میں خود مہیا کر کے پیش کر سکتا ہوں اور یہ کتاب لاہوری جماعت کے آدمی کی مرتب کی ہوئی ہے۔

پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب ہماری طرف سے مناظروں اور مقدمات میں گرت ہوئی اور اعتراض ہوا تو اس سے پروہیگنڈہ کے واسطے کوئی تحریر شائع کرادی ہو، یہ حدیث جست نہیں ہم نے تو کتاب پیش کی ہے۔

نیز جرح میں گواہان مدعا علیہ نے یہ کہہ کر اس البشری کو گال دیا کہ جب تک اصل کتاب منقول عنہ سے نہ پیش ہو ہم پر جست نہیں اور خود کہتے حوالے اسی سے بحث میں پیش کئے جو معائنہ مثل سے واضح ہوں گے۔

اخطی و اصیب

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ (۴) امور ہیں۔

(۱) مرزا صاحب کی یہ نیت نہیں ظاہر معنی مراد نہیں ہے۔

(۲) اس کا تشریحی نوٹ نیچے لکھا ہے۔

(۳) حدیث میں لفظ تردد خدا نے استعمال ہے۔

(۴) مرزا صاحب کے الہام میں ان دبی کا یغل و لدیخی ولا یخفی علی اللہ خافیہ۔ و
انه یعلم الرواخی۔۔۔۔ الخ وغیرہ بھی موجود ہیں جو خدا کے قدس و تنزه پر
دال ہیں۔

(جواب)

میری غرض یہ نہیں کہہ کر مراد لیا۔ مطلب تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرنا جو کسی بعید
یا اپنے ظاہری معنی سے اُس کی شان گھٹاتے اور شایان شان نہ ہوں ہرگز جائز نہیں بلکہ سراسر توہین اور اس کی جلال
توحید کے خلاف ہے۔

مرزا صاحب یا محد مدعا علیہ کی نسبت کیسی تاویل معنی سے لفظ خطا و غلطی کو منسوب کیا جائے تو چرچا ہو
جائیں اور جوابات دیں مگر خدا کی طرف منسوب کر کے تاویلیں نکالیں۔ پھر جس اصل مذہب اس کے اس قدر مندرجہ بالا صریح
اور لا جواب کفریات سے واضح ہو چکا ہو۔ اس کے لیے تو کسی تاویل کی گنجائش نہیں مختار مدعا علیہ نے اس ہیڈنگ کا حوالہ
اس ہیڈنگ کے تحت اور اُس کا اس کے تحت خلط ملط کر کے اسی لیے جواب دیا ہے تاکہ میری قائم کردہ ترتیب میں جو
صریح قرائن ہیں وہ مختلط ہو کر عدالت کی توجہ سے او بھل ہو جائیں اور وہ مغالطہ دہی میں کامیاب ہو سکیں بہر حال میرا
یہ اعتراض بھی صرف لفظ خطا کی خدا کی طرف نسبت کرنے پر تھا۔ جو بھی نیت ہو صریح نظر اور توہین میں نیست کا
اعتبار نہیں۔

اس کا جواب تو یہ تھا کہ کسی اسمانی کتاب و صحیفہ و کسی حدیث یا بزرگ یا ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کے استعمال میں
دکھا دیتے۔ کہ اس نے خدا تعالیٰ کی نسبت لفظ خاکی یا خطا کا استعمال کیا ہے اور میں عدالت کو یقین دلاتا ہوں کہ کہیں بھی
خدا کی طرف خطا کی نسبت سوائے مرزائی لٹریچر کے نہیں مل سکتی۔ کیونکہ ایسے جاہ جلال۔

فَعَالَ لَمَّا يَرِيْدُ عِلَامَ الْغَيْبِ - کی نسبت کوئی ایسا شخص جو اپنے آپ کو بندہ کہتا ہو اور اسے مالک سمجھتا ہو کیونکر کر سکتا ہے۔

اور پھر یہ کہ جسے کہ یہ خدا کا الہام ہے ایسے الہامِ رحمانی نہیں بلکہ شیطانی ہوتے ہیں جیسا کہ فتوحات وغیرہ میں مذکور ہیں ان کو حکایتاً نقل کرنے سے ہی روکنگے کھڑے ہوتے ہیں حاشا للہ عیا ذابا للہ - ثم عیا ذابا للہ - خدا بھی غلط کرنے لگ جائے تو صواب پھر کون کرے گا ہمارے نزدیک تو نبی بھی معصوم اور ولی بھی محفوظ ہوتا ہے۔ جب کہ اس لفظِ خطا کی نسبت جو صراطِ تنقیصِ جلالِ توحید ہے ایک عوارہ بھی نہ پیش ہو سکا تو گو اور بہت سے غیر متعلق حوالوں سے کاغذ سیاہ کیا ہو یہ اعتراض بھی لا جواب ہی رہا۔ یہاں نیست اور مراد پر اعتراض ہی نہ تھا بلکہ استعمال لفظ پر تھا۔ جو بدستور قائم ہے۔

تاویلات ریکہ پر ایک سرسری نظر

گو اس توضیح کے بعد ہمیں مدعا علیہ کی پیش کردہ تاویلات کی طرف توجہ کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی مگر اس کے شائع ہونے پر کوئی نا سمجھ انسان مغالطہ میں پڑ جائے اس لیے اس کی حقیقت بے نقاب کرنا بھی ضروری ہے پس مختصر یہ گزارش ہے۔

تاویل مختار مدعا علیہ -

(۱) اس کا تشریحی نوٹ نیچے لکھا ہے۔

(جواب)

نوٹ کے ابتدائی الفاظ میں ”اس وحی الہی کے ظاہری الفاظ یہ معنی رکھتے ہیں کہ میں خطا بھی کروں گا اور صواب بھی“ پھر تردید کی مثال دے کر لکھتے ہیں کہ اُنہی طرح یہ وحی الہی کہ کبھی میرا ارادہ خطا جاتا ہے اور کبھی پورا ہو جاتا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ میں کبھی انہی تقدیر و ارادہ کو منسوخ کر دیتا ہوں اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہے ہوتا ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص ۱۰۱)

عبارت بالا کے خط کشیدہ الفاظ خصوصیت سے قابل توجہ ہیں۔

ہمارا اعتراض ان الفاظ کی نسبت اور ظاہری معنی پر ہے جو مرزا صاحب کو بھی مسلم ہیں کہ ”میں خطا بھی کروں گا“ یا یہ کہ کبھی میرا ارادہ خطا ہو جاتا ہے اور کبھی پورا ہوتا ہے۔

باقی جو تاویل کی ہے وہ خود ایک مستقل کفر اور عظیم الشان کفر ہے۔ اولاً الفاظ مکرر ملاحظہ ہوں۔

”کبھی میں اپنی تقدیر و ارادہ کو منسوخ کر دیتا ہوں اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہا ہوتا ہے۔“ (تفصیل کفریات)

(۱) پہلا کفر اس میں یہ ہے کہ خدا کے ارادہ کو منسوخ اور ایسا مانا ہے کہ کبھی نہیں بھی ہوتا ہے حالانکہ یہ صریح نص قرآن کے خلاف اور سراسر کفر ہے قال اللہ تعالیٰ - انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون کہ اس کے امر کا یہ حال ہے کہ جب بھی کبھی کسی چیز کا ارادہ بصورت کن کرتا ہے وہ چیز فی الفور ہو جاتی ہے۔ یعنی اس کے ارادہ اور چیز کے ہونے میں کوئی وقفہ نہیں ہوتا کہ منسوخ یا کبھی نہ پورا ہونے کا احتمال ہو اور یہ مطلب کہ ارادہ کے ساتھ ہی فی الفور ہو جانا یو اقیقت والجاہر میں جو ان کے بھی مسلم امام عبدالوہاب شغرافی کی ہے موجود ہے مزید براں مرزا صاحب کو بھی یہ مسلم ہے اس آیت کا ترجمہ مندرجہ جنگ مقدس طبع سوم ص ۱۵۱ ملاحظہ ہو حکم اس کا (یعنی خدا کا) اس سے زیادہ نہیں کہ جب کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے ہو جا پس ساتھ ہی وہ ہو جاتی ہے۔
مختار مدعا علیہ نے بھی بحث انما امرک الخ کے تحت میں مانا ہے کہ خدا کے کن والا وہ ہمیشہ منتہی ہوتا ہے۔ پس یہ مانا کہ کبھی اس کا ارادہ پورا نہیں ہوتا کھلا ہوا کفر ہے۔

(۲) دوسرا کفر اس میں یہ ہے کہ ”کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہا ہوتا ہے۔“ یہ ماننا کہ کبھی اس کا ارادہ جیسا چاہا ہوتا ہے اور کبھی جیسا چاہا نہیں ہوتا مسلم کفر ہے۔ یہ تو انسان کا حال ہے۔ جیسا چاہا ہو کبھی ہو کبھی نہ ہو خدا تو وہ ہے کہ جب بھی جو چاہے جیسا چاہے فی الفور ویسا ہی ہو یہی معنی ان اللہ علی کل شیء قدير کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اُسے ہیں جو چاہے جیسا چاہے ویسا ہی ہمیشہ ہو اگر ہمیشہ نہ ہو یا ویسا نہ ہو تو قدیر کا لفظ استعمال نہیں ہو سکتا اسی لیے یہ صفت مختصر باری تعالیٰ ہے ملاحظہ ہو تفسیر بیضاوی تحت آیت ان اللہ علی کل شیء قدير - والقادر وهو الذی انشاء الفعل وان لم یشاء لم یفعل والقدير الفعل لما یشاء وعلی ما یشاء ولذلك فلما یوصف به غیر الباری تعالیٰ۔

یعنی قدیر جو فعال ہے کہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے اسی لیے غیر خدا کی یہ صفت نہیں ہو سکتی۔
(۳) تیسرا کفر یہ کہ خدا کا ارادہ منسوخ اور نہ ہونے والا کہا حالانکہ ارادہ منسوخ ہی نہیں ہو سکتا نسخ صرف وقتی احکام کا ہے وقت پر ختم ہو جانے کو کہتے ہیں۔ جیسے آج کل کی اصطلاح میں ہنگامی آرڈیننس کہا جاتا ہے نسخ صرف احکام میں ہوتا ہے اختیار قدرت ابدات عقائد و ذات صفات باری تعالیٰ میں ماننا کفر ہے۔ ملاحظہ ہو۔ معنی نسخ و حکم نسخ کے واسطے بیضاوی تحت آیت ما ننسخ من آیتہ الخ اور بیان نسخ شرح عقائد شرح مواقف و شرح مقاصد وغیرہ۔

(۴) چوتھا کفر آیت انما امرک اذا اراد الخ کے مفہوم کی مخالفت اعتقادی۔

(۵) پانچواں کفر صفت قدیر کا انکار۔

لفظ تردد کی اسط

اس لفظ اور لفظ خطا میں بڑا فرق ہے تردد صرف تامل کا نام ہے اور یہ توہین کے حق میں ایسا صریح نہیں جیسا کہ لفظ خطا کہ ایسی صریح توہین پر دال ہے کہ انسان کے واسطے بھی اگر اس نے ارتکاب خطا نہیں کیا اس کا استعمال کیا جرم ہے کہ بخلاف کسی معاملہ میں تردد و تامل ۔

باقی اس حدیث کی شرح کا یہ موقع نہیں اس کی شرح کے واسطے اس کے تحت ۔ فتح الباری و عمدۃ القاری شرح بخاری علامہ حافظ ابن حجر مکی و علامہ حافظ بدر الدین عینی رحمہما اللہ تعالیٰ یا نووی شرح مسلم ملاحظہ فرمائیں ۔ اگر اس میں کوئی لفظ خطایہ اس کا ہم معنی ہوتا تو زیادہ تفصیل کی جاتی ۔

مرزا صاحب کے بعض الہام بطو شرح

باقی مرزا صاحب کے یہ الہام ان دبی لایصل و کاشفی ۔ لایخفی علی اللہ خافیہ ۔ انہ یعلم السر و اخفی الخ جواریعین ص ۳۱ البشری ج ۱ صفحہ ۳۳ البشری ج ۲ صفحہ ۵۸ سے پیش کیے تو یہ تو قرآن پاک کی آیات ہیں جو بطور الہام مرزا صاحب ۔ مکرر نقل کرتے ہیں اس سے ان کے عقیدہ کو کیا تعلق (۱۵)

الارض والسماء معك كما هو معي

خلاصہ جواب مختار مدعا علیہ ۔

(۱) ”ہو اس تاویل سے واحد ہے کہ اس کا ترجمہ مخلوق ہے“

(۲) ہو کی خبر واحد تاویل مافی السموات والارض ہے“

(سراج منیر صفحہ ۸۱)

(براہین جلد ۴ صفحہ ۴۸)

گواہ مدعیہ ص ۱ نے اس الہام سے مرزا صاحب پر یہ بہتان باندھا ہے کہ گویا مرزا صاحب نے اس الہام سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر و ناظر بنا ہے حالانکہ نہ تو مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کو ”الہ“ ۔

(۳) اس الہام کا وہ مطلب ہے جو براہین حصہ پنجم صفحہ ۶۱ پر ہے ۔

(۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان سے آپ کی صداقت کے نشانات ظاہر ہوئے ہ

آسمان بار و نشان الوقت نے گوید زمین الخ تو نے طاعون کو بھی بھیجا مری نصرت الخ ۔

(۵) ”اس قسم کی معیت سے شرک مراد لیا حد درجہ کی نادانی ہے کیونکہ اگر اس سے شرک لازم آیا تو جو خدا کی معیت کا مدعی ہو زیادہ مشرک ہونا چاہیئے“ الخ (آیات)

(۶) مشابہت نامہ مراد نہیں بلکہ یہ ہے کہ صداقت کے نشان ہیں۔“

(۷) اس میں حاضر و ناظر ہونا مراد لینا بعید از عقل نہیں بلکہ پرلے درجہ کی جہالت کا مظاہرہ کرتا ہے۔“

جواب

(۱) یہ گواہ مادیہ کا ہرگز استدلال نہیں عدالت خود گواہ مادیہ کا بیان ملاحظہ فرمائیے وہاں اس تقریر کا نام نشان بھی نہیں۔

اور دراصل جو اس سے استدلال کیا گیا ہے اور بحث میں متعدد مرتبہ تذکرہ آیا وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جس طرح اپنی ذات میں بیکتا ہے ان ہی صفات اور تمام امور میں۔ پس کسی چیز کی خدا سے تشبیہ دینا خواہ وہ کسی قسم کی تشبیہ ہو مومن متیقن و شرک ہے اور دوسرے مشرکانہ عقائد کی روشنی اور متکلم کے دیگر اقوال کے قریب سے یہ بھی ایک مشرکانہ عقیدہ ہو چلے گا۔

اس الہام میں کہ الارض والسماء معک کما ہو معی۔ یعنی زمین و آسمان تمہارے (یعنی مرزا صاحب کے) ساتھ ویسے ہی ہیں جیسے کہ وہ میرے ساتھ۔

کسی قسم کی معیت ہو خواہ علمی خواہ کوئی اور جس طرح خدا کے ساتھ کوئی چیز ہے اسی طرح کسی اور سے معیت ثابت کرنا خدا کے ساتھ شرک نہیں تو توحید کا کونسا حصہ ہے۔ (مفصل جواب تاویلات)

(۲) مختار مدعا علیہ نے اولاً ضمیر ہو کی بحث کی کہ مخلوق مراد ہے الخ۔
جواب۔ جواب خواہ مخلوق مراد ہو یا ہر ایک زمین و آسمان اعتراض تشبیہ کا کہ خدا جیسی معیت کو بدستور باقی اور شرک ثابت کرنے کو کافی دواتی ہے۔

(۳) براہین حصہ پنجم صفحہ ۶۱ پر عدالت خود ملاحظہ فرمائیے اس الہام کا کوئی مطلب بیان نہیں کیا گیا اس سے استنباط بھی نہیں ہو سکتا۔ البتہ مختار مدعا علیہ کی خوش عقیدگی سے یہ مطلب اگر نکلتا ہو تو وہ نہ کسی پر بحث ہے نہ مرزا صاحب کی مراد۔

(۴) یہ کہنا کہ اس سے مراد صداقت کے نشان ہیں اور چند مثالیں دینا محض غلط ہیں یہ تمام صداقت کی مثالیں محض غلط اور جھوٹ اور خدا تعالیٰ پر افتراء ہیں مرزا صاحب کی صداقت کا ایک نشان بھی مدۃ العمر صداقت کی کسوٹی پر نہ اترا موضوع بحث نہیں ورنہ مفصل عرض کرتا نیز اس کھلے ہوئے مشرکانہ عقیدہ سے مراد صداقت کا نشان قرار دینا صرف مختار مدعا علیہ کی ذاتی اور غلط رائی ہے یہ تو ایسا مشرکانہ قول ہے کہ اسلام میں ہم کیا ہمارے باپ دادا نے

نہ سنا ہو گا یہ صداقت کی دلیل ضرور ہیں۔

مگر مرزا صاحب کی نہیں بلکہ ہر مسلمان کی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی باتیں کرنا دجال و کذاب کی نشانی قرار دیا ہے ارشاد ہے کہ۔

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَبْعَثَ دَجَالُونَ كَذَابُونَ يَأْتُونَكَ مِنَ الْأَحَادِيثِ مَا لَمْ تَسْمَعُوا
أَنْتُمْ وَلَا آبَاءُكُمْ وَلَا إِهْلَامُكُمْ وَلَا يَفْتَنُونَكُمْ -

(ترمذی شریف و مسلم شریف)

یعنی قیامت نہیں آسکتی جب تک اس قسم کے دجال و کذاب نہ اٹھیں کہ تمہیں وہ باتیں کہیں جو تم نے اسلام میں سنیں اور نہ تمہارے آباؤ اجداد ان سے بالکل علیحدہ رہنا۔ دیکھو تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں نہ پھنسائیں۔ اس سے محتار مدعا علیہ خود فیصلہ کرے کہ کیا مطلب ہے۔

(۵) محتار مدعا علیہ کا اس میں سخت کلامی کے بعد یہ ارشاد ہے کہ اگر معیت آسمان و زمین سے شرک ہو تو جس سے خدا کی معیت ہو وہ بھی مشرک ہو گا۔

جواب۔ یہاں معیت کا اعتراض ہی نہیں بلکہ تشبیہ کا ہے کہ جیسی خدا کی معیت ہے ویسی کسی کی نہیں ہو سکتی اور مرزا صاحب کا الہام ہے کہ زمین و آسمان میرے ساتھ ہیں جیسے کہ وہ میرے ساتھ ہیں یہ ایسے کھنڈہ شی کی ایک تائیدی کڑی ہے اور وہاں تمام قرآن بھی مجتمع ہیں اُسے کاٹ کے علیحدہ جواب ہی اس لیے دیا گیا تاکہ غلط ہو سکے اور مغالطہ کا موقع مل جائے۔

(۶) تاویل قول محتار مدعا علیہ۔ مشابہت تمامہ مراد نہیں بلکہ صداقت کے نشان مراد ہیں الہ۔

جواب مشابہت تو تسلیم ہی کر لی جو موجب شرک ہے خواہ تمامہ ہو یا ناقصہ خدا کے ساتھ مخلوق کسی طور پر مشابہت نہیں رکھتی۔ تمامہ کا تو شاید کفار کو بھی خطرہ نہ گذرا ہو۔ ناقصہ کی وجہ سے وہ بھی مشرک ہیں ورنہ کوئی کافر اپنے معبود ان باطل کو خدا کے مشابہ تمام نہیں مانتا۔

باقی میں بنا چکا کہ یہ صداقت کا نشان یا اس کی طرف اشارہ نہیں بلکہ دجال و کذاب ہونے کی نشانی ہے۔ جواب تو بن نہ سکا محتار مدعا علیہ نے الفاظ ذیل میں اپنا دل ٹھنڈا کر لیا کہ میرے مطلب مراد لینا حد درجہ کی نادانی پر لے درجہ کی ہمت کا مظاہرہ ہے، جس پر ہم کچھ غرض نہیں کرتے۔ یہ ان کی تیز کلامی ہمارے سرانگھوں پر۔

اصلی و اصوم اسہم و انام الخ (البشری ص ۹۶)

خلاصہ جواب مختار مدعا علیہ ملاحظہ ہو۔ مختار مدعیہ نے اس الہام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی صفات منسوب کی گئی ہیں جو خدا کی شان کے بالکل مخالف ہیں اور آیت کا تاخذہ کاسنۃ و کاسومر کے مخالف ہیں اور یہ بھی اس کا ایک مغالطہ ہے کیونکہ پہلے حصہ میں مذکورہ امور خدا تعالیٰ کے متعلق نہیں بلکہ مہلم کی شان کا اظہار کر رہے ہیں اور دوسرے حصہ خدا تعالیٰ کے متعلق ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ اپنی تجلی کے نور سے تجھ میں دکھلاؤں گا اور تجھے وہ نعمت دوں گا جو ہمیشہ رہے گی تحقیق خدا ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ کرتے ہیں اس دوسرے حصہ میں جن انعامات کا ذکر کیا گیا ہے اسی کی وجہ پہلے حصہ الہام میں مہلم کی حالت ذکر کر کے بیان کی گئی ہے کہ آپ شریعت اسلامیہ کے پابند اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں

جواب :- جواب البشری کا حوالہ مذکور عدالت کے حضور پیش ہے یہ حوالہ الہامات ۱۹۰۳ء کے ہیڈنگ کے تحت درج ہے اور اس کا نمبر ۲۳۹ ہے اصل عبارت مع ترجمہ البشری درج ہے اپنا ترجمہ بھی نہیں۔

اصلی و اصوم اسہم و انام واجعل لك انوار القدا و اعطيك ما ید و مران اللہ مع الذین اتقوا - (ترجمہ) میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا جاگتا ہوں اور سوتا ہوں اور تیرے لیے اپنے آنے کے نور عطا کروں گا اور وہ چیز تجھے دوں گا جو تیرے ساتھ ہمیشہ رہے گی خدا ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں (البشری ص ۹۶) ملاحظہ ہو یہ خدا کا الہام ہے مرزا صاحب مخاطب ہیں خدا تعالیٰ متکلم - پھر کس قدر دلیری ہے ایسی کھلی ہوئی چیز میں یہ کہنا کہ ایک حصہ سے مرزا صاحب کی حالت مراد ہے اور وہ متکلم ہیں اور ایک حصہ خلا مراد ہے اصل یہ ہے کہ چونکہ مرزا صاحب خدا کی جہمیت کے قائل ہیں پس اس کے بحوالہ توضیح مرام گذر چکا کہ اس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر ہیں عرض و طول رکھتا ہے الخ۔

جس کا مختار مدعا علیہ نے یہ تک جواب نہ دیا کہ یہ غلط ہے اس کے بعد کے غیر متعلق فقرہ کی تاویل میں کس مگر ان کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا لہذا مرزا صاحب چونکہ خدا کے جسم و حدوث کے قائل ہیں اسی تخیل پر خدا ان سے یہ بھی کہتا ہے کہ ”سوتا ہوں اور جاگتا ہوں“ (البشری بحوالہ مذکور)

اور خدا کے واسطے سونا کجا اُونگھ بھی ناممکن ہے اس کی توحید کا ایک جزو اعظم منصوص مصرح یہ عقیدہ ہے کہ

اللہ لا الہ الا ہو الہی التیوم لا تاخذ کاسنۃ و کاسومر الخ

اور جس صفت سے خدا تعالیٰ اپنی پاکی کا صراحتاً اظہار کرے اور اپنے واسطے تنقیض اور عیب ٹھہرائے اسے حقیقتاً

یا مجازاً و تاویل کی طرح اس کی طرف منسوب کرنا اس کی توہین اور شرک اور لالہ اللہ کی توحید کے بالکل خلاف ہے۔ خدا کی شایان شان جو چیز نہ ہو اسے صرف اس کی طرف منسوب کرنا ہی کفر سے عقیدہ ہو یا نہ ملاحظہ ہو جو جرح گواہ مدعا علیہ نمبر ۱۲ مارچ ۱۹۵۷ء بمحکمہ فقہ اسلامی عالمگیری ص ۱۱۱ پر مذکورہ شخص کا کافر ہو گا جو خدا تعالیٰ کو ایسی چیز سے موصوف کرے جو اس کی شان کے لائق نہیں یا خدا کے نام کے ساتھ ہنسی کرے یا بیٹا بنائے یا بیوی بنائے یا اسے جہل کی طرف نسبت یا عجز کی طرف نسبت کرے اور نقص کی طرف الجھے۔

اور لالہ اللہ کے لوٹس کے ملاحظہ سے معلوم ہو گا کہ مرزا صاحب نے مذکورہ بالا کفریات سے نہ صرف ایک دو بلکہ ان سب کا مع شنی زائد از کتاب فرمایا ہے اس الہام کا یہ مطلب لینا کہ ”اوپ“ شریعت اسلامیہ کے پابند اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں کسی قدر مضحکہ خیز اور بے ربط تاویل ہے الہام مع انہیں کے ترجمہ کے اوپر درج ہے ملاحظہ فرمایا جاوے۔ اس کی تائید میں مختار مدعا علیہ مندرجہ ذیل عبادت لکھی ہے۔

”کہ آنحضرتؐ کو ان اشخاص کی باتیں پہنچیں جن میں سے ایک نے کہا کہ میں ساری رات خدا کی عبادت ہی کرتا رہوں گا اور سونگا نہیں اور دوسرے نے یہ کہا تھا کہ میں کبھی نکاح نہیں کروں گا اور ایک نے یہ کہا تھا کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا تو آپؐ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ دیکھو میں تم سے زیادہ متقی اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔ میں نے نکاح بھی کیا ہے اور روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں پس تمہیں میری سنت پر چلنا چاہیئے (بخاری کتاب النکاح ص ۳۲)۔

تو اس بات کا الہام کہ پہلے حصہ میں ملہم کی زبان پر ذکر کیا گیا ہے (ایں راہ کہ تو مے روی بہتر کنان است) کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں اور جاگتا ہوں اور سوتا بھی ہوں یعنی میں خدا کا دعویدار نہیں ہوں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والا ہوں اور ایک مسلمان بندہ ہوں۔“

جواب میں حیران ہوں اور غالباً عدالت کو بھی تحیر ہو گا کہ گفتگو تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ مرزا صاحب پر ۳ فروری ۱۹۵۷ء کو یہ الہام فرماتا ہے کہ ”میں جاگتا ہوں اور سوتا ہوں“ اور جواب میں مختار مدعا علیہ یہ حدیث پیش کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا کہ میں روزے رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں نماز پڑھتا ہوں تمہیں میری سنت پر چلنا چاہیئے اصل ضروری عبادت حدیث ملاحظہ ہو۔ ”تو آپؐ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ دیکھو میں تم سے زیادہ متقی اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں میں نے نکاح بھی کیا ہے اور روزے بھی رکھتا ہوں اور نماز بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں پس تمہیں میری سنت پر چلنا چاہیئے“

اس میں کس جگہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو الہام فرمایا کہ میں سوتا بھی ہوں جاگتا بھی ہوں“ اس میں تو آپؐ صحابہؓ کو خطبہ یعنی وعظ فرما رہے ہیں کہ میں یہ افعال کرتا ہوں باوجودیکہ تم سے زائد خدا کا خوف رکھتا ہوں تم میری

سنت پر چلو اور رہبانیت اختیار مت کرو۔ اس کا کوئی بھی جواب گو غیر مقتول ہی ہو مختار مدعا علیہ کے پاس نہیں ہے ادھر ادھر کی بے ربط باتیں اور کبھی کبھی پیش کرتا ہے جو خود اس کی پرگندگی خاطر اور تحیر کا نمونہ ہیں مختار مدعا علیہ نے غالباً خود اس جواب کی لغویت کا خیال فرمایا اور ایک اس سے زیادہ بے معنی اپنی طرف سے جواب اور پیش کیا کہ وہ یہاں قتل محذوف ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد جگہوں میں قتل محذوف ہوتا ہے۔ سورۃ فاتحہ بھی انہی میں سے ہے۔

جواب۔ یہ وہی قدیمی عادت ہے جو اعتراض مرزا صاحب پر ہو وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور جو ان کے الہام یا وحی پر ہو قرآن پاک جیسی بے مثل و بے نظیر خدا کی پاک اور آخری اور ہمیشہ رہنے والی کتاب پر کر دیا جاتا ہے اللہ انہیں ہدایت اور سمجھ دے تاکہ یہ بلا وجہ مسلمانوں کا دل نہ دکھائیں۔

اچھا جواب یہ ہے کہ قتل کے محذوف ہونے کی کیا دلیل کہیں مرزا صاحب نے فرمائی کہ یہاں قتل محذوف ہے پھر یہ ایک ہی الہام میں نصف حصہ کے واسطے قتل محذوف اور مرزا صاحب کا کلام اور نصف میں قتل نہیں خدا کا کلام آخر کچھ تو لگتی ہوئی تاویل ہونی چاہیئے سورۃ فاتحہ میں دیکھ لو اگر قتل محذوف ہے تو ساتوں آیتوں میں یوں ہی اور جہاں جہاں ہے یہ تو نہیں کہ آدھے ٹکڑے کا قائل اور آدھے کا اور۔ اور پھر کوئی قرینہ نہیں بخلاف اس کے مرزا صاحب کا اصل عقیدہ ہے کہ خدا کے پیشوا ہاتھ پیر میں طول و عرض بھی رکھتا ہے جسے مختار مدعا علیہ بھی لا جواب تسلیم کر چکا ہے اور ایک حرف بھی جواب نہ دیا کھلا ہوا قرینہ ہے کہ وہ ضرور خدا تعالیٰ کو مجسم سمجھتے ہیں۔ اور سونا جاگنا خدا ہی کا مراد ہے۔ البشریٰ سے الہام مذکور مع ترجمہ بغور ملاحظہ فرمایا جائے کوئی بھی تاویل کارگر نہیں۔ اور کھلا ہوا کفر ہے۔

مختار مدعا علیہ جب کہ مختار مدعیہ کے اعتراض سے لا جواب رہا تو اُس نے گواہ مدعیہ نمبر الف پر ایک بے معنی اعتراض کر دیا تاکہ ان کی شہادت جو نہایت معتبر و معزز اور جس طرح سے سالم ہے۔ یوں ہی محذوف ہو جائے۔ اصل الفاظ ملاحظہ ہوں۔

”جیسے مختار مدعیہ نے ملہم کے صریح اقوال کے خلاف الہام کا مطلب لے کر عدالت کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ویسے ہی بلکہ اس سے کہیں زیادہ مدعیہ کے چار گواہوں کے علاوہ دو گواہوں میں سے نمبر الف نے عدالت کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے اور اس الہام کے لیے البشریٰ صبح کا حوالہ دے کر یہ مطلب لکھوایا ہے اور جس طرح میں قدیم انبیاء میں اس طرح میں نے تیرے لیے اذیت کے انوار کر دیے ہیں اور تو بھی اذلی ہے حالانکہ نہ یہ الہام کا مطلب ہے اور نہ ہی البشریٰ میں یہ ترجمہ لکھا ہے اس میں اس فقرہ کا یہ ترجمہ درج ہے اور تیرے لیے تا اختیار کرتے ہیں کیا ایسے گواہ جو بات کو اپنی طرف سے بنا کر دوسرے کی طرف منسوب کرنے سے نہیں ڈرتے وہ اس قابل ہیں کہ ان کی شہادت قبول کی جائے؟“

اس میں عدالت کو یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ انہوں نے یہ ترجمہ البشریٰ سے لکھا ہے اور یہ غلط ہے البشریٰ کا

ترجمہ اس کے مغایر ہے۔
جواب - اولاً یہ ترجمہ نہیں۔ بلکہ اپنا استنباط اور مطلب ہے۔ جو مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے ملاحظہ ہو کوٹیشن
مذکورہ بالا کا ابتدائی حصہ۔

”اور اس الہام کا البشریٰ سے حوالہ دے کر یہ مطلب لکھوایا ہے۔“
صرف البشریٰ سے الہام کا حوالہ ہے نہ ترجمہ کا اور مطلب یعنی اپنا استنباط لکھوایا ہے نہ ترجمہ۔ لہذا
اعتراف ہی لغو ہے۔
نیز البشریٰ کا ترجمہ نہ تو مرزا صاحب کا ہے نہ کسی معتبر عربی دان کا پھر اگر وہ خود صحیح ترجمہ اس عربی کا کر دیں
تو کونسی قباحت ہے۔

یہ ترجمہ مؤلف البشریٰ بابو منظور الہی کا ہے جس کے متعلق مختار مدعا علیہ نے ۱۸ دسمبر کی بحث میں اسمع و لدی کی
تحت میں یہ لکھا کہ ”اس کے مؤلف بابو منظور الہی ملازم محکمہ تارریلوے نے دیباچہ میں لکھ دیا ہے۔ کہ وہ کوئی عربی
دان نہیں۔“

پس ایک جاہل آدمی کا ترجمہ کسی عربی دان عالم پر کیا جنت تھا وہ غلط تھا اپنا صحیح ترجمہ مطلب خیر پیش کر دیا یہ
اور گواہ کے علم و فضل و دیانت کی دلیل ہے کہ غلط ترجمہ پر بنیا د نہ رکھی بلکہ صحیح پیش کر دیا اسے مختار مدعا علیہ مغالطہ سمجھ کر گواہ
کو ناقابل اعتبار کہے یا مختار مدعیہ اور گواہ مذکور کے واسطے ناشائستہ الفاظ استعمال کرے اس کی خوشی عدالت کو نہ اس
سے مغالطہ ہو سکتا ہے اور نہ وہ بے لوث غیر مجروح شہادت اس طرح مجروح ہو سکتی ہے اس کے بعد مرزا صاحب کا
مسلمانوں جیسا عقیدہ براہین وغیرہ سے خدا کے متعلق نقل کیا ہے اس کا اصولی جواب یہ ہے کہ وہ عقیدہ ابتدائی ہے جب
دعویٰ نبوت اور یہ تمام کھرباات نہ تھے کیونکہ براہین تو بڑی مقدم کتاب ہے جب تک تمام مسلمان اسی کے ساتھ تھے
اور بقول مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے دشمن اور متہمد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی مداح ہے اور ان کا یلوواں
پر موجود ہے یہ الہام ۱۹۰۳ء کا ہے اس کے بعد کا کوئی حوالہ اس کے خلاف یا تردید کا نہ پیش کر سکے لہذا یہ بھی لا جواب
کفر رہا۔

(۱۷)

اعطیت صفة الاحیاء و الافناء من الرب الفعّال

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ۔

(۱) مرزا صاحب کے مذکورہ بالا الہام سے مختار مدعیہ نے یہ غلط استدلال کیا کہ مرزا صاحب نے اس قول سے اپنے

آپ کو خدائے تعالیٰ کی صفت محی و ممیت میں شریک مانا ہے۔

(۲) پھر مختار مدعیہ پر حسب عادت بہت ناراضی اور تیز کلامی کا اظہار فرما کے لفظ اعطیت من الرب الفعّال - کا اپنی مراد پر قرینہ بتانا چاہا ہے۔ اور یہ بھی فرما رہے ہیں کہ مختار مدعیہ نے مغالطہ کے واسطے لفظ من الرب الفعّال - نہیں ذکر کیا۔

(جواب)

اس جواب میں بھی ہمارے اعتراض کو اپنے الفاظ میں غلط نقل کیا۔ اعتراض یہ ہے کہ کسی کا خدا کے اذن سے بطور معجزہ و کرامت مردہ زندہ کرنا اور چیز ہے اور مائے جلالت کی صفت اور قدرت حاصل ہو جانا اور چیز ہے یہ تو ہو سکتا ہے اور ہوا ہے کہ انبیاء اولیاء نے باذن الہی بعض مرتبہ مردہ زندہ کیا مگر دائمی صفت مارنے جلالت کی نہ دی گئی تھی کہ جب چاہیں ماریں جب چاہیں جلا لیں۔

پیدا کرنا۔ رزق و اولاد دینا مارنا جلانا یہ وہ صفات ہیں کہ بہ اتفاق اہل سنت والجماعت غیر اللہ میں بطور صفت کے نہ ذاتی ہو سکتے ہیں نہ عطائی۔

باذن اللہ کسی کے ہاتھ پر مردہ زندہ ہو جائے۔ مگر اس صفت کے مالک نہیں کر دیے جاتے کہ اللہ نے یہ صفت دیدی جب چاہیں اپنے اختیار سے کام لیں جیسے کہ صفت بنائی عطا فرمائی جب چاہیں اس سے دیکھیں۔ صفت سماعت بخشی۔ جب چاہیں سنیں۔

صفت ملنا دہی کہلاتا ہے کہ مٹنے کے بعد استعمال کا ہر وقت ہر طرح مجاز ہو۔ اور معجزہ میں اختیار کو کوئی نقل نہیں یہاں قال اللہ تعالیٰ ھا کان لنبی ان یأتی بایتہ الا باذن اللہ (قرآن حکیم)

پس مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مائے جلالت اختیار و انشاء کی صفت عطا فرمائی ہے سراسر کھلا ہوا شرک ہے۔ یہ صفت صفات مختصہ باری تعالیٰ سے ہے کسی کو عطا نہیں ہو سکتی۔ قرآن پاک میں تصریح موجود ہے ہوا الذی یحیی و یمیت صرف اللہ ہی کی شان مارنا جلانا ہے تمام کتب عقائد اس سے پُر ہیں کہ یہ اور اس قسم کے صفات مختص بذات باری تعالیٰ ہیں۔ پس مرزا صاحب اپنے آپ کو اس صفت میں خدا کا شریک مان کر لا الہ الا اللہ پر مومن نہیں ہے۔

(۳) اور یہ کہنا سراسر افتراء ہے کہ مختار مدعیہ نے لفظ من الرب الفعّال حذف کر کے پیش کیا ہے۔ کیونکہ اولاً تو میرے نوٹوں میں موجود ہے نیز جرح میں کُلّی نوٹ کرایا گیا اور بحث میں اصل کتاب سے اس دعویٰ کے ساتھ پیش ہوا کہ اگر شبہ ہو تو مکمل لیں۔ باقی جواب مابقی سے واضح ہو گیا کہ لفظ اعطیت اور من الرب الفعّال کی آڑ شرک سے بچا نہیں سکتی۔ کیونکہ یہ صفت ذاتی تو کسی کو کیا ہوتی۔ عطائی بھی یہ صفت اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دی۔

جنہوں نے مردہ زندہ کیے سنگرزوں نے جن کا کلمہ پڑھا اُمتن حناہ جن کے واسطے سسکیاں بھر کر رویا انہوں نے بھی نہ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے صفت امتیاد و امامتہ و افتاد دی ہے اور تمام انبیاء صحابہ کرام۔ ائمہ دین۔ صوفیائے کرام ابدال قطب۔ خوث کسی سے ایک نظیر بھی پیش نہ کر سکے نہ پیش کی جاسکتی ہے۔

اللہ کے پاک بندے اس سے مبرا و منزہ ہیں۔ باقی تاویلیں خواہ خطبہ السامیہ سے ہوں یا کہیں اور سے محض لغو ہیں۔

(۱۸)

نئی زندگی نیا خدا الہ

تزیاق القلوب ص ۳۹۷

اس کا کچھ بھی جواب مختار مدعا علیہ پیش نہ کر سکا اصل الفاظ جواب مختار مدعا علیہ یہ ہیں۔ اس عبارت سے مختار مدعیہ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مرزا صاحب نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کو متغیر و متبدل مانتے ہیں اور یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک مفاظ ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب خدا تعالیٰ کو ازلی وابدی غیر متبدل مانتے ہیں اور نیا خدا ہونے سے ہرگز آپ کی یہ مراد نہیں ہے کہ خدا پُرانا ہو گیا تھا۔ اور اب نیا ہو گیا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ جب انسان خدا کی طرف جھکتا ہے اور ایک نیا رنگ عبودیت کا اختیار کرتا ہے جس کو نئی زندگی سے تعبیر کیا گیا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر نئے رنگ کی تجلی فرماتا ہے اور بندہ سے اس کا معاملہ ایک نیا معاملہ ہوتا ہے الہ مختار مدعا علیہ نے یہ اپنی طرف سے ایک معنی باہر سے ڈالے ہیں جن کا وہاں کہیں پتہ نہیں نہ کوئی خارجی سیاق و سباق میں نام و نشان ہے۔ نہ مختار مدعا علیہ اس کے جواب میں کوئی دلیل پیش کر سکا نہ پیش کر سکتا تھا۔ مرزا صاحب کی عبارت اس شریکہ میں بالکل واضح اور غیر مشتبہ ہے نیز دوسرے کفریات سے ملا کہ تو عظیم الشان کفر ہو جاؤ گے جس سے مخلوق کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ ایک نیا یقین پیدا نہ ہو اور کسی نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا جب تک موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں۔ نئی زندگی انہیں کو ملتی ہے جن کا خدا تیار ہو یقین نیا ہو نشان نئے ہوں اور دوسرے تمام لوگ قصوں اور کہانیوں کے جال میں گرفتار ہیں۔

(تزیاق القلوب ص ۳۹۷)

باقی اللہ کے متعلق مرزا صاحب کی خوش عقیدگی جو کشتی نوحؑ اور اشتهار طحہ شہادت القرآن سے پیش کی ہے۔ اور

اس سے اس کی شرح چاہی ہے یہ معلوم ہونے کے بعد کہ مرزا صاحب کی عادت ہی کھلے ہوئے متعارفات اور اختلاف بیانی کی ہے۔ محض بے سود ہے جو شخص برابر متعارض کلام بولتا ہو اس کا ایک کلام دوسرے کی شرح نہیں ہو کرتا۔

نمونہ ملا حظہ ہو

متعارض اقوال

- ایک قول: مسیح موعود ٹیٹل مسیح کے متعلق
- (۱) میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔
(تحفہ گوڑویہ صفحہ ۱۹۵)
- نوٹ: مسیح موعود (۲) وہ ابن مریم آئیوا ہے کوئی نبی نہیں ہوگا
(ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۰)
- مسیح کا امتحان (۱) یہ ظاہر ہے کہ مسیح ابن مریم اہل امت کے شمار میں آگئے ہیں۔
(ازالہ اوہام دوم صفحہ ۶۲۳)
- مہدی کے متعلق (۱) اور وہ آخری مہدی جو منتزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پائیواں۔ اس آسمانی مائدہ کو نئے سرے سے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلعم نے دی تھی وہ میں ہی ہوں (متذکرۃ الشہادتین صفحہ ۲۰)

پہلے قول کا متعارض

- (۱) اس عاجز جو ٹیٹل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔
(ازالہ خور و صفحہ ۱۹۵ کلاں صفحہ ۶۹، گواہ نمبر ۲ صفحہ ۸، گواہ نمبر ۸ صفحہ ۸)
- (۱) میں نے صرف ٹیٹل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف ٹیٹل ہونا میرے پر ختم ہو گیا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ ٹیٹل میرے جیسے اور دس ہزار بھی ٹیٹل مسیح آجائیں۔

ازالہ صفحہ ۱۵ کلاں ۸۳

- (۲) جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ چلتا ہے اس کا حدیثوں سے یہ نشان دیا گیا کہ وہ نبی ہے

(تحقیق: الوی صفحہ ۲۹)

- (۳) حضرت عیسیٰ کو امتی قرار دینا ایک کفر ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۱۹۲)

- (۱) میرا دعویٰ نہیں ہے کہ میں وہ مہدی ہوں جو مصداق من و لد فاطمہ و عترتی وغیرہ ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۱۸، گواہ نمبر ۲ صفحہ ۱۸)

نوٹ:- مرزا نے یہ تفسیر اس لیے کیا کہ فہم لوگ ابتداء میں یہ ہو جائیں اور ہندوستان کی ذہنیت پیر کے متعلق یہ ہے کہ پیر میں خض است الہ اعتقاد میں اس است پھر جو چاہا سنوایا۔

(۱) ہمداد دعویٰ ہے کہ رسول و نبی ہیں اخبار بدر ۱۹۰۸ء -

(۲) نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

(۳) سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا (دافع البلاء صفحہ ۱۱)

نوٹ:- باقی حوالوں کے لیے شیخ الجامعہ گواہ مدعیہ نمبر الف کا بیان ملاحظہ ہو۔

ہمارا مذہب قویہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔۔۔ ہم پر کئی سال سے وحی نازل ہو رہی ہے۔۔۔ اس لیے ہم نبی ہیں بدر ۵

مارچ ۱۹۰۸ء حقیقۃ النبوت صفحہ ۲۷۲

مگر باوجود اس شد و مد کے خصوصاً ۱۹۰۸ء کے بعد کھلا ہوا دعویٰ نبوت ہے۔

تکفیر مسلمان

(۱) خدا نے میرے اوپر ایمان لانے کے واسطے تاکید کی میرا دشمن جہنمی ہے۔

(انجام آتھم صفحہ ۶۲)

(۲) بہر حال خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری حق پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے حقیقۃ الوحی ۱۹۰۸ء

(ب) میں خدا سے حکم پا کر کہتا ہوں کہ میں نبی فارسی ہوں۔ بموجب اس حدیث کے جو کثر العمال میں درج ہے نبی فارسی بھی بنی اسرائیل اور اہل بیت میں سے ہیں اور حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی زبان پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

ضمیمہ حقیقۃ النبوة صفحہ ۲۲۶
دعویٰ مہیرت و نبوة الف نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ مہیرت کا دعویٰ ہے جو خدا نے تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے (ازالہ ابام صفحہ ۱۴ گواہ نمبر ۲ صفحہ ۵۳ - و قریب منہ توضع موسوم صفحہ ۴۷ حماۃ البشری صفحہ ۷۹)
(۱) و ما کان لی ان ادعی النبوة و اخبر من الاسلام و الحق بقوم الکافین اور یہ مجھے کہاں پہنچتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں۔ اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافین سے جا کر مل جاؤں۔۔۔۔۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ مسلمان ہو کر نبوت کا ادعا کروں۔ صفحہ ۷۹ حماۃ البشری طبع اول،

(۲) اور خدا کی پناہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اور سردار دو جہان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قائم النبیین بنادیا میں نبوت کا دعویٰ بنا۔ (حماۃ البشری صفحہ ۸۳)

(۳) میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ میں نے نہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی۔ (حماۃ البشری صفحہ ۸۳)

(۳) خط بنام عبدالجلیلم مرتد حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۱

(۴) ہمارا فرض ہے کہ غیر احمدی کو مسلمان نہ سمجھیں۔
(انوار خلافت صفحہ ۳۵)

(۵) سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت شامل نہ ہوئے خواہ انہوں نے ان کا نام تک نہ سنا ہو وہ کافر طائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

(آئینہ صداقت صفحہ ۲)

(۴) بعد ختم المرسلین میں کسی دوسرے مدعی رسالت و نبوت کو کاذب و کافر جانتا ہوں وہی رسالت حضرت آدم صلی اللہ سے شروع ہوئی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ استخارہ ۲ اکتوبر ۱۴۱۱ھ حقیقۃ النبوة صفحہ ۸۹۔

(۵) ان پر واضح ہو کہ ہم مجی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور کہہ لا الہ الا اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔

(تبلیغ رسالت ج ۶ صفحہ ۲۲)

تکفیر مسلمین۔

(۱) یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنی دعویٰ سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان بیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعہ کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گوہر کیسے ہی جتنا الہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت ہکالمہ الہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔

(تربیان القلوب حاشیہ صفحہ ۱۱۳)

لہذا یہ بطور کلیہ کے ملاحظہ عدالت کے لیے پیش ہے کہ جس کی عادت اس قسم کی خلاف پہانی کی ہو اس کی عبارات ایک دوسری کی شرح نہیں ہو سکتیں۔ اور مختار مدعا علیہ نے جو دروازہ کاربے ربط اور بلاقرینہ کچھ اس قسم کے متعلقات میں تاویلات کر کے تطبیق کی شکل نکالی ہے۔ وہ محض لا حاصل اور بے معنی ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا اور عدالت خود مسل سے ملاحظہ فرما سکتی ہے۔

تشابہات

قول مختار مد عالیہ :

اُن اعتراضات کا جواب دینے کے بعد جو مختار مدعیہ نے اس امر کے ثبوت میں پیش کئے ہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مانتے اور خدا تعالیٰ کی طرف ایسی صفات منسوب کرتے ہیں جو ان کے شان کے شایان نہیں ہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ الہی کلام ہمیشہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک محکم دوسرا متشابہ اور خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے الذین فاضلہم ذیہ فیتبعون ما کشنا بہ البغاء الفتنہ جن کے دلوں میں زلیغ اور کجروی کا مادہ ہوتا ہے وہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فتنہ پر پا ہوا اور لوگ حق سے معترف ہو جائیں چنانچہ قرآن مجید میں بھی دونوں قسم کا کلام پایا جاتا ہے اور بعض کو تہ اندیش متشابہات کو ظاہری مضمون میں لے کر جادہ مستقیم سے معترف ہو گئے اور خدا تعالیٰ کو بھی ایک مجسم چیز کی طرح سمجھنے اور اس کے لیے ہاتھ آئیکہ وغیرہ ماننے لگے اور یہ سمجھا کہ واقعی عرش پر وہ ایک بادشاہ کی طرح بیٹھا ہوا ہے لیکن سمجھدار اور عارفانہ الہی نے ایسے کلمات کو محکمات کے تابع کیا۔ اور ان کے ایسے معنی کئے جو محکمات کے مخالف نہ تھے ۔

جواب : عبارت مذکورہ بالا کے خط کشیدہ الفاظ خصوصیت سے قابل ملاحظہ ہیں جس میں اصول ٹھہرایا ہے کہ کلام الہی ہمیشہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک محکم دوسرا متشابہ ۔

مگر واضح رہے کہ یہ اصول مرزا صاحب کے کلام پر اس وقت چسپان ہو گا کہ ان کے تمام کلام یا الہامات کو الہی کلام اور الہام تسلیم کر لیا جائے اور انہیں دعویٰ نبوت میں سچا اور ان کے الہامات وحی الہی مان لیں حالانکہ یہ چیز خود مابہ النزاع ہے ہم تو یہ سارے اقوال والہامات یا تو خود ساختہ ملتے ہیں یا دوسروں شیطانی وہ ہرگز کلام الہی نہیں ہو سکتے تاہم یہ نمونہ ملاحظہ ہو ۔

(۱) یعنی یہ الہام ہوا تھا کہ عورت کی چال (ایلی ایلی لما سبقتانی بریت اذا کففت عن بنی)

(مسوا شیل - مکاشفات صفحہ ۵)

(۲) ”ہیضہ کی آمد ہوئی ہوتی ہے“۔ (البشری ص ۱۳۲ نقل از بدر جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۳)

(۳) ”غلام احمد کی بیٹے“۔ (البشری ص ۱۳۲)

(۴) ”یریدون ان یروا طمشک“ یعنی وہ تیرا حیض دیکھنے کا ارادہ کرتے ہیں (اس الہام کی تشریح جو مرزا صاحب کی زبانی اس طرح ہے بالوالہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی یا ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ

تجھے اپنے انعامات دکھائے گا تو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے جو مقررۃً اطفال اللہ کے ہے“
(تمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۲)

(۵) ”ہو شفا نعا“ (یہ الہام شاید عبرانی ہے جس کے معنی نہیں کھلے) (البشری ص ۲۳) نقل از بدجلد دوم نمبر ۱۴ مطبوعہ ۸ مئی ۱۹۰۳ء از حضرت مسیح موعود۔

(۶) پیرلین عمر براطوس یا بلاطوس۔ (نوٹ) آخری لفظ بڑا موس ہے یا بلا موس ہے بباعث سرعت الہام دریافت نہیں ہوا اس جگہ برا موس اور پیرلین کے معنی دریافت کرنے میں کہ کیا ہیں اور کس زبان کے یہ لفظ ہیں۔

(البشری ص ۲۱) نقل از مکتوب احمدیہ ص ۲۸

(۷) غم غم غم غم لہ دفعہ الیہ من مالہ دفعۃً دیالیا اس کو مال اس کا اچانک (البشری ص ۲۵) نقل از الحکم جلد ۲ ص ۲۶۷۔

(۸) آئی تو یو۔ (ترجمہ) میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔ (A) I love you.

آئی ایم وڈ یو (ترجمہ) میں تمہارے ساتھ ہوں۔ (B) I am with you.

آئی شیل ہیلپ یو (ترجمہ) میں تمہاری مدد کروں گا۔ (C) I shall help you.

آئی کین ڈاٹ آئی ویل ڈو (ترجمہ) میں کر سکتا ہوں جو چاہوں گا۔ (D) I can what I will do.

وئی کین ڈاٹ آئی ویل ڈو (ترجمہ) ہم کر سکتے ہیں جو چاہیں گے۔ (E) We can what we will do.

وئی ازمائی انیمی (ترجمہ) یہ میرا دشمن ہے۔ (F) This is my enemy.

ان الہامات کے نزول کے وقت ایسا لہجہ اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا ہوا بول رہا ہے (البشری ص ۲۱) نقل از براہین احمدیہ ج ۴ صفحہ ۴۸۔

(۹) ”خاکسار پیپر منٹ“ (کشف ۱۵ الحکم جلد ۹ نمبر ۱ البشری ص ۹۴)

(۱۰) ”وَرْدُ لَیْنْدُ لُو کَر لَس“ (ترجمہ الہامی) ایک کلام اردو لڑکیاں (البشری ص ۱۰۴)

(۱۱) ”کیسا کی طاقت کا نسخہ“ (البشری ص ۱۱) بدجلد نمبر ۱۹ ص ۱

(۱۲) ”اب تک پیچھا نہیں چھوڑتی“ (البشری ص ۱۱) کشف نمبر ۲۲۹

(۱۳) ”کترین کا بیڑا غرق ہو گیا“ (البشری ص ۱۳)

(۱۴) ”آمین الملک بے سلطہ بہادر“ (البشری ص ۱۱)

(۱۵) ”خیر“ کشف نمبر ۲۲۹ بدجلد ۲ نمبر ۳۸ صفحہ ۳ البشری ص ۱۱۹

خود مختار مدعا علیہ بھی اس میں تاویلات کر کے یہ ثابت کر رہا ہے کہ یہ متشابہات نہیں کیونکہ اسی آیت پیش کردہ کا آخری حصہ جسے اسی مغالطہ کے لیے قطع کر دیا ہے کہ ”وما یعلّمہ تآویلہ الا اللہ“ الایۃ

متشابہات کی تاویل کوئی بھی نہیں جانتا سوائے اللہ کے اور علماء و راہبین بھی خدا کی طرف سے مان کر اس پر اعلان کرتے ہیں پس یہ متشابہات نہ ہوئے۔

یہ کہنا بھی سراسر لغو ہے کہ یہ مرزا صاحب کا کلام متشابہات سے ہے اور جن کے دلوں میں زینغ اور کجروی کا مادہ ہوتا ہے وہ قلم پر یا کرنے کے واسطے اس کے پیچھے پڑتے ہیں الخ

کیونکہ اگر اس جیسے کھلے ہوئے کفریات اور لاجواب مشرکانہ خیالات کسی کو کفر سے بچا سکتے ہیں تو مختار مدعا علیہ کے اصول پر فرعون و نمرود ابولہب

بلکہ شیطان لعین کے کلام کو بھی متشابہات میں مان کر عین ایمان کہلاتے پڑیں گے فرعون کا۔ انا ربکم الاعلیٰ۔ نمرود کا۔ انا ہی و اہمیت۔ ابولہب کا۔ بتا ملک۔ یہود کا۔ استام علیکم شیطان لعین کا۔ انا خیر من الخ کیا یہ اسی اصول کے کلمات نہیں کہ تاویل ہو سکے۔ بلکہ مرزا صاحب کے کلام سے اس میں زیادہ آسانی سے تاویل ہو سکتی ہے۔

اول دونوں نمبر۔ انا ربکم الاعلیٰ انا احب و اہمیت کے مقابل مرزا صاحب کا انت اسمی الاعلیٰ اور اعطیت صفتہ الاحیاء والافناء من الرب الفعّال کا مقابلہ کر کے تاویلیں دیکھ لی جائیں۔ اگر یہ کہیں کہ مذکورہ بالا اشخاص کا کفر دوسرے ادلہ سے متفق علیہ ہے۔ تو مرزا صاحب کو دنیا سے اسلام کا کوئی نافرست مسلمان مان رہا ہے، عرب ہوں یا عجم۔ ہندوستان ہو یا افغانستان مصر ہو یا شام۔ غیر مقلد ہو یا مقلد۔ حنفی ہو یا شافعی مالکی ہو یا حنبلی صوفیہ کا گروہ ہو یا علماء ظاہر کا دیوبندی ہوں یا بریلوی۔ اہل سنت والجماعت ہوں یا شیعہ حضرات و اہلقرآن غرض کوئی ان کا کفر واضح ہونے کے بعد انہیں مسلمان نہیں سمجھتا۔

اور اس قدر آفتاب۔ یہ زیادہ روشن و واضح کفریات کے بعد یہ مجمل اور متشابہ کفریات بھی مختار مدعا علیہ کے اسی ترشید اصول کے تحت کفر ہی پر محمول ہونگے۔ نہ اسلام پر۔ اور متشابہات کا حکمت پر محمول کرنا متفقہ اصول قرار دیا ہے اور ہم نے بھی اولاً بنیادی طور پر حکمت سے کفر ثابت کر کے تائید میں ان گول مول اہلکات کو پیش کیا ہے اصل بنیاد کبھی دیکھیے کہ لا الہ الا اللہ کی تحت میں سب سے اول و الوہیتہ تتموجہ فی بنیادی اصول ہے کہ اس کی الوہیتہ میرے اندر موجزن ہے۔ اور جس میں الوہیتہ ہو وہ اللہ کہلائے گا اور جس میں ربوبیت ہو وہ رب پھر جب کوئی شخص اپنے کو بھی اللہ مانے اور منوائے۔ اور لا الہ الا اللہ بھی پڑھے ایک مرتبہ کیا کرے مرتبہ ہرگز ایمان دار نہیں ہو سکتا

کیونکہ لا الہ الا اللہ میں صرف ایک اللہ الہ ہے اور بھلا نہ بھی الہ ہے۔ نیز اُس کے سامنے مریدین جن میں مدعا علیہ لڑنا ہی بھی ہے ان کے اس قول پر کلمۃ الوہیت تہتموجہ فیہ - ایمان رکھتے ہیں یعنی لا الہ الا اللہ بظاہر پڑھ کر ظاہر الوہیت کا حصہ صرف خدا تعالیٰ میں مانتے ہیں مگر مرزا صاحب کے اندر بھی الوہیت کے معتقد ہیں۔ پس جب کہ خدا کے سوا کسی ایک میں بھی الوہیت مان لی۔ تو کلمۃ توحید پر جس کا مطلب صرف ایک خدا ہی کے اندر الوہیت منحصر کرنا تھا ہرگز ہرگز ایمان دار نہ ہے۔ اس سے زائد کیا وضاحت چاہتے ہیں اور اس سے زائد حکم کیا ہو گا کہ اور دن کا الٹا سیدھا ربط بے ربط جواب تو دیا مگر اس کے جواب کا باوجود سینکڑوں صفحات سیاہ کرنے کے نام تک نہ لیا۔

۷ ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زیلخانے کیا خود پاک دامن شاد کنگال کا۔

قول مختار مدعا علیہ۔

”اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کاملین امت محمدیہ کو متشابہات ورنہ میں ملے جی پر خشک ملاؤں نے جہالت و نادانی سے اعتراضات کیے اور ان کے موردوں کو کافر و مرتد و واجب القتل ٹھہرایا“ تمام علمائے کرام حتیٰ کہ علمائے حرمین شریفین کثر ہم اللہ تعالیٰ سوا ہم اور تمام صوفیاء کرام اور بلا استثناء تمام فرق اسلام نے مرزا صاحب اور ان کے اذئاب و اتباع و مریدین و معتقدین کو بلکہ ان کفریات پر مطلع ہونے کے بعد۔ مرزا صاحب کو مسلمان سمجھنے والوں کو بھی کافر و مرتد قرار دیا ہے۔

اب مختار مدعا علیہ کی خوشی جی چاہیئے انہیں خشک ملا جا بل و نادان کہے یا اس سے بڑھ کر کوئی گالی دے جب کہ ان کے معتقدانے تمام انبیاء کرام حتیٰ کہ سیدالرسل فخر کل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل بیت کرام و صحابہ علیہم السلام کو سب کچھ ان کی کہہ ڈالی تو ان سے یہ کوئی غیر متوقع نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعیان نبوت اور ان کی امت عکایہ شیوہ ہی ہونا تھا ورنہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد یا تو نکھر من الاحادیث ما لہم تسمعوا افتخروا اباءکم - کیونکہ ہوتا اگر یہ نہ کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صادق و مصدق کی یہ پیشگوئی غلط ہو جاتی اور دین درہم برہم ہو جاتا۔ الغیاذ اللہ صدق اللہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

قول مختار مدعا علیہ۔

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں قرآن مجید میں متشابہات مثل ید التواء..... بنا..... (صحیح ہوش)

میں تجھے (مقالات امام ربانی صفحہ ۵۰)

اگر مختار مدعیہ کی طرز استدلال صحیح سمجھی جائے تو امام ربانیؒ کی اس منقولہ حدیث سے خدا کا مجسم ہونا اس سے بہت بڑھ کر ثابت ہو سکتا ہے جیسا کہ مختار مدعیہ نے مرزا صاحب کے متشابہات الہامات سے آپ کے نشاء اور کھلی کھلی تشریحات

کے خلاف معنی لے کر ثابت کرنا چاہا ہے کیونکہ اس میں ٹھٹھک اللہ کے لفظ ہیں جس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہنسنا اور مختار مدعیہ کی طرز استدلال کے لحاظ سے ہنسنے کے لیے ان چیزوں کی جن سے ہنسنے کا فعل منحصر ہے یعنی رخسار اور لب وغیرہ کی ضرورت ہے اور جس میں یہ چیزیں پائی جائیں اس کے مجسم ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔

جواب یہ مختار مدعا علیہ کا اپنا اختراء ہے کہ اس حدیث میں ٹھٹھک کے معنی ہنسنے کے ہیں جس کے واسطے لب و دندان منہ درکار ہے۔

یہاں ضحک کے معنی کسی نے ہنسنے کے نہیں کسی حدیث یا تصوف کی کتاب سنی یا کراپنے مسلم و مقبول امام عبد الوہاب شہرانی کی کتاب یوا قیت کو دیکھتا تو بھی یہ بہتان نہ باندھ سکتا اور اگر کچھ توفیق نہ ہوئی تھی تو کسی ڈکشنری لغت کی کتاب ضحک کے معنی دیکھ لیتا کہ اس کے حقیقی معنی راضی ہونے اور قبول کرنے کے ہیں اور وہی راضی ہونے کے معنی حدیث میں مراد ہیں کہ اللہ راضی و خوش ہوا۔ ملاحظہ ہو مہتمی اللارب۔

”ضحک ضحکاً بالفتح وضحکاً بالکسر وکسرین۔۔۔۔۔۔ راضی شد و قبول کرد۔“

یوں ہی متعدد محاکمات تاج العروس و لسان العرب میں موجود ہیں جو مرزا صاحب کی بھی مسلم لغات میں ملاحظہ ہو۔ جرح گو امام عیسیٰ علیہ السلام

اس حدیث نبوی جس میں خدا کی طرف نسبت ضحک ہے۔ جس سے مختار مدعا علیہ الزاماً خدا کا مجسم ہونا ثابت کر رہا ہے اور مرزا صاحب کی غیر مشول لاجواب عبارت کہ ”اُس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر ہیں طول و عرض رکھتا ہے“ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے وہاں ضحک ہے جس کے معنی اصل لغت میں راضی و قبول کرنے کے ہیں اور یہاں صراحتہً نہ صرف ہاتھ پاؤں بلکہ طول و عرض جو بالاتفاق جس کے لوازم ہیں موجود ہیں جن کی کوئی بھی جھوٹی سچی الٹی سیدھی ربط دے ربط تاویل مختار مدعا علیہ سے بھی نہ بن پڑی اور اس کا نام کنگ نہ لیا اور اس سے اگلے فقرات کی شرح شروع کر دی۔

یہ چیزیں صرف فریقِ مدعیہ کے جذباتِ مجروح کرنے کے واسطے معرضِ بیان بلکہ ریکارڈِ مسل پر لائی گئیں کہ جو جو اعتراضاتِ مدعیہ کی طرف سے ہمارے رسولِ قدسی پر کئے جائیں گے وہ سب ان کے رسولِ تاجدارِ مدنی صلی اللہ علیہ وسلم پر دہرا کے دل ٹھنڈا کر لیں گے۔

ہم عدالت کو یقین دلاتے ہیں کہ اس قسم کے امور باوجودیکہ ہمارے واسطے انتہائی صبر شکن اور ناقابل برداشت ہے مگر ہم نے خلا جانے کیوں کر برداشت کیا اور سوائے عدالت کی توجہ مبذول کرانے کے کوئی احتجاج روا نہ رکھا ہے

دائے ناکامی الفت ہائے محرومی عشق

غیر سے کرنی پڑی ہے التجا میرے لیے

باقی مجدد صاحب کی عبارت کے الفاظ ملاحظہ ہوں بالکل عبارت بے غباہت ہے کوئی ان کی تائید نہیں محض اپنی طبیعت سے بہتان باندھا ہے۔ رہی حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورۃ - اس کا مفصل جواب اوپر بحوالہ انہیں کے مسلم امام عبد الوہاب شعرانی کی ربانی ایواریت والجاہر ص ۱۱۸ سے گزریکا اعادہ کی ضرورت نہیں۔
قول مختار مدعا علیہ۔

”سب امور موجب کفر و امتداد ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی کی تحریر میں یہ بھی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو مدینہ کی گلیوں میں ایک بے ریش و نوجوان کی شکل میں دیکھا اور اس نے اپنا ہاتھ میرے شانوں پر رکھا اور میں نے اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور یہ تمام باتیں بھی مختار مدعیہ کی عجیب و غریب مگر خلاف اہل اسلام طرف استدلال کے رد سے خلکو محسوس ٹھہرتے ہیں چونکہ بے ریش نوجوان اور اس کا ہاتھ اسی کی ٹھنڈک وغیرہ امور تعجب کو چاہتے ہیں اور صرف مجدد الف ثانی ہی کو جنہوں نے یہ حدیث نقل کیا ہے۔ نعوذ باللہ مشرک و کافر مرتد نہیں ٹھہراتے۔ بلکہ نعوذ باللہ دور دور اور بہت دور تک نوبت پہنچائی ہے دیوبندی مولوی بظاہر تو مجدد الف ثانی کو برہمنی شد و مدت سے اپنا قتلہ و کبریا بتلاتے ہیں مگر جب دوسروں کو کافر کہنے کا شوق زور کرتا ہے تو ان پر ہاتھ صاف کر جاتے ہیں۔“

اس میں جس قدر سو فیانہ لہجہ اور تیز گلائی ہے وہ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہ جوابات کس جذبہ عداوت کے تحت میں دیے گئے ہیں اور ان کی اصولاً کیا حیثیت ہے میں اصل مدعا یعنی حدیث ”میں نے مدینہ کی گلیوں میں اللہ تعالیٰ کو ایک بے ریش نوجوان کی صورت میں دیکھا الخ۔ کا جواب پیش کرتا ہوں جس سے مختار مدعا علیہ خدا کا مجسم ہونا کائنات چاہتا ہے۔

جواب

اولاً اس حدیث کو تمام مسلم ائمہ جرح و تعدیل جیسے امام مکیلی ابن سعید قطان جو جرح و تعدیل کے امام ہیں اور ابن معین وغیرہ اس حدیث کو مختلف طرق سے مجروح بتاتے ہیں بلکہ علامہ ابن جوزی تو اسے موضوع قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہوں کتب رجال نیز تذکرۃ الموضوعات ملا علی قاری وغیرہ اور مجروح حدیث تو مختار مدعا علیہ بلکہ مرزا صاحب کے نزدیک بھی ناقابل اعتبار ہے (ملاحظہ ہو جرح گواہ ص ۸ مانع ۱۹۳۳) حدیث بشرطیکہ جرح سے خالی ہو معتبر ہوگی ازالہ ص ۳۳۔

نیز عقائد میں اگر مجروح نہ بھی ہو تو بھی قطعیات کا اعتبار ہے اور متواترات کا اعلیٰ درجہ کی صحیح احادیث معتبر نہیں چلتے احاد مجروح ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ ص ۸ و ۹ نیز جرح گواہ ص ۸ حارج ۱۹۳۳ء

صرف جلال الدین سیوطی (جن کو ان کے زمانہ کے علماء اور معلم ائمہ علامہ سبکی وغیرہ حاطب لیل رطب و یابس جمع کرنے والا قرار دیتے ہیں

اور محمد طاہر صاحب مجمع البحار تصحیح کرتے ہیں اور یہ دونوں حضرات امام جرح و تعدیل نہیں اور ہر فن میں صرف

اسی فن کے اہل اور امام کی رائے معتبر ہوتی ہے جو مرزا صاحب اور گواہ مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے ملاحظہ ہو جرج گواہ ۱۸ مارچ ۱۳۳۳ء باقی صاحب تذکرۃ الموضوعات کا ابوزرعہ سے حدیث ابن عباس کی تصحیح نقل کرنا تو اول تو وہ اور حدیث ہے دوسری اسی میں یہ بھی اسی جگہ منقول ہے کہ راہ بغواۃ کہ یہ دل اور قلب کا دیکھنا مرا ہے نہ آنکھوں کا حتیٰ کہ مجسم ہونا لازم ہے۔

اسی تذکرۃ میں مطلب حدیث یہ لکھا ہے۔

”حدیث اگر خواب میں دیکھنے پر محمول ہو تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر بیداری پر محمول کریں۔ تو ہلکے استاد کمال الدین ابن ہمامؒ کہ یہ خدا کا دیکھنا نہیں بلکہ حجاب صوریہ کا دیکھنا ہے جو باری تعالیٰ کے تجلیات سے ہے اصل عبارت والحدیث ان حمل علی رویتہ الملتام فلا اشکال وان حمل علی البقظۃ فاجاب استاذنا کمال الدین ابن ہمام بان ہذا حجاب الصورة الخ (تذکرۃ الموضوعات مصری ص ۱۲۳)

اور مختار مدعا علیہ کے یہی مسلم امام ابن عربیؒ عبدالوہاب شعرانیؒ رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح فرماتے ہیں کہ یہ خدا کی صورت نہیں دیکھی بلکہ اس کے آئینہ جلال میں خود اپنا نقشہ دیکھا جیسے کہ آئینہ میں ہو اگر تاہے کہ وہ اپنی صورت ہوتی ہے نہ آئینہ۔ ملاحظہ ہو (بلا وقت والجوہر ج ۱ صفحہ ۱۲۳) اصل عبارت۔

فان قلت فاذا ما دای (العبد الا صودة نفسه في مراة معرفة الحق وما دای الحق حقيقة قلت نعم وهو كذلك فحكمه الانسان الذي راي وجهه في المرأة المحسومة فانه يرى صودة نفسه حاجته له عن مشهود جرم المرأة۔

اولاً مرزا صاحب کے کلام پر جو ہمارا اعتراض تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مجدد صاحب وغیرہ پر دہرایا پھر وہی اعتراض خدا کے قدوس اور اس کے پاکیزہ کلام پر چسپاں کرنے کے واسطے مندرجہ ذیل آیات پیش کر کے وہی اعتراض دہرایا ہے۔

آیات

استوی علی العرش۔۔۔ حمل عرش ربك فوقه۔۔۔ مثلاً ثمانیہ۔۔۔ یداہ مبسوطتان ان آیات کی تفسیر چونکہ یہاں سے غیر متعلق ہے اور طول طویل ہے جس کی عدالت کی جانب سے اجازت نہیں جنہیں دیکھن ہو تفسیر برضاوی۔ کشف تفسیر ابن عربیؒ تفسیر کبیر ملاحظہ فرمائیں۔

باقی مختار مدعا علیہ کا یہ حوالہ بالکل مفید نہیں کیونکہ ہم نے مرزا صاحب کی یہ کلام کو بنیاد قرار دیا ہے (الوجہ تہتویج نے کاؤ

طول و عرض رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ لہذا اس قسم کے متشابہات کی آڑ ہی بے کار ہے اسی پر اصغر لہ العرش وغیرہ کو قیاس فرما لیں قول مختار مدعا علیہ آخر میں اتنا کہ مدینا ضروری ہے کہ مرزا صاحب کے الہامات میں بھی حکم اور متشابہ دونوں قسم کا کلام ہے اور یہ کوئی قابل اعتراض امر نہیں حسب قاعدہ متشابہ کو محکم کے تابع کرنا چاہیے یعنی مہم کے متشابہ الہام کے معنی..... خود بیان کر دیے ہوں تو کسی دوسرے کو حق نہیں پہنچ سکتا کہ وہ ان مضمون کے خلاف کوئی اور معنی نکالے متشابہ الہام تو الہام ہے کسی مہم یا ذوالوجہ عبارت کے معنی بھی منشاء منظم کے خلاف نہیں نکالے جاسکتے اور یہ وہ اصل ہے جس سے دنیا میں کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا حتیٰ کہ دیوبندیوں کے ابن شیر خدا علی المرتضیٰ سابق ناظم دارالعلوم دیوبند مختار مدعیہ ۲ بھی بضرع دہل اس کی تصدیق و تائید کا اعلان فرما رہے ہیں چنانچہ مولوی احمد رضا خان کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ اب اپنی طرف سے خلاف منشاء منظم کلام کے معنی تجویز فرماتے ہیں ان آیتہ و انا الیہ راجعون (الساب الممدار صفحہ ۴۴) علاوہ انہیں تصنیف رامہنٹ نیکو کنڈریان جب مصنف خود فرماتے ہیں کہ میرا مطلب یہ ہے تو اب کسی کو چون و چرا کی گنجائش کیا ہے (الساب الممدار صفحہ ۵۵)

اور مفتی دیوبند مولوی محمد شفیع گواہ مدعیہ ۱ نے بھی ۲۰ اگست کو جرح کے جواب میں اس اصل کو تسلیم کیا ہے کہ اگر مختلف اقوال مذکور ہوں تو مہم قول مفصل اقوال کی طرف راجع کیا جائے گا۔

الجواب

اسی مسئلہ متفقہ اصول پر ہم نے بھی مرزا صاحب کی کلام کی تاویلات جو مختار مدعا علیہ نے کیں نا قابل التفات سمجھتے ہیں اور اس کے الہامات کا مطلب والوہیت تہ تتصور فیہا۔ اور طول و عرض رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ۔
 الجواب اور صریح اقوال کی روشنی میں مراد لے کر کفر کا حکم لگاتے ہیں ورنہ خواہ مخواہ ہمیں کوئی ان سے ذاتی عناد نہیں کہ کافر بنائیں اور عاقبت خراب کریں یہ ضرور ہے کہ کافر کو کافر نہ سمجھنا اور اس کے کفر پر راضی رہ کر دنیا کو مخالطہ میں رکھنا یہ بھی کفر اور رضائے بالکفر ہے۔

(نوٹ) آخر میں یہ بھی گزارش کر دوں کہ یہ بلاوجہ متشابہات کی بحث صرف اس لیے پھیر مٹی گئی کہ ہم اسے جذبات مجروح ہوں کیونکہ اس سے صاف واضح ہے کہ مرزا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اور ان کا کلام قرآن پاک کی طرح ہے اور مرزا صاحب کا بھی یہی مذہب ہے۔

سے آنچہ من بشنوم نہ دجی خدا بخدا پاک دامنش ز خطا ،
 ہجو قرآن مسخرہ اش دامن از خطا ما ہمیں است ایسانم ، (در شیں)
 اگر حسن ظن کو مختار مدعا علیہ کی نسبت ہم کام میں لائیں گواب اس کا کوئی موقعہ نہیں۔ تو یہ عرض کر دیں کہ مختار مدعا علیہ کو یہ بحث پھیرنے میں مخالطہ ہو گیا ہے کہ اس نے مرزا صاحب کو حضور کی طرح اور ان کی کلام کو قرآن پاک کی طرح

سمجھ لیا ہے۔ ورنہ کبھی وہ حکم جو هو الذی انزل الیک الکتاب منہ آیات محکمات الخ میں ہے جو صراحتاً صرف کتاب اللہ قرآن حکیم سے مختص ہے مرزا صاحب کی کلام پر چسپاں نہ کرتا۔

اب میں اپنے لاجواب حوالوں کو جو اس ہیڈنگ میں ہیں حسب وعدہ فہرست اپنے جواب کی تائید و تکمیل کے لیے عرض کرتا ہوں کہ باوجود اس طول طویل و دراز کار تاویلات کے ہمارا مدعا بدستور ثابت رہا کہ مرزا صاحب اور ان کے متبعین خواہ کتنی ہی مرتبہ لا الہ الا اللہ نمائشی زبان پر لائیں مگر ان عقائد کفریہ منافی تو حید کے ہوتے ہوئے لا الہ الا اللہ پر کسی طرح ان کا ایمان ثابت نہیں ہو سکتا لا الہ الا اللہ کے خلاف بالکل لاجواب حوالے جن کا تذکرہ تک نہ کیا۔ تمہیداً جرح گواہ مدعا علیہ ص ۳۳ و ص ۳۴ مارچ ۱۳۳۳ء۔

- (۱) ادعائے الوہیت والوہیتہ تتمہ ج ۱ و ۲ وحی - اور اس کی الوہیت مجھ میں موزن ہے
- (۲) تمہید غیبت - انت فی وانا منذک دافع البلاء صفحہ ۶ (ایضاً کلمات و کتاب السیرہ)
- (۳) عقیدہ جسمیت - اس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر ہیں عرض و طول رکھتا ہے۔

(توضیح المرام صفحہ ۷۵)

- (۴) تحسین و تاویل عقیدہ تثلیث - اور ان دونوں مجتہدوں کے کمال سے اس کا نام پاک تثلیث

ہے اس لیے یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لیے بطور ابن اللہ کے ہے (توضیح مرام صفحہ ۴۱)۔

- (۵) شرم و امتیگر ہونا - لیکن تعجب کہ کیسے بڑے ادب سے خدا نے نجر کو پکارا ہے کہ مرزا نہیں کہا بلکہ مرزا صاحب کہا ہے اچھ دوسرا تعجب یہ کہ باوجود اس کے کہ میری طرف سے یہ درخواست تھی کہ الہام میں میرا نام ظاہر کیا جائے۔ مگر پھر بھی خدا کو میرا نام لینے سے شرم و امتیگر ہو گئی اور شرم کے غلبہ نے میرا نام زبان پر لانے سے اس کو روک دیا۔

(حقیقۃ الہی صفحہ ۳۵۶)

- (۶) صیاد کے ساتھ تشبیہ - اب سے پہلے خدا خاموش بیٹھا رہا اور اسی طرح بیٹھا رہا جس طرح صیاد جال کے نیچے دانہ ڈال کر بیٹھتا ہے۔

(تقدیر الہی صفحہ ۲۹)

- (۷) تنقیص امر باری تعالیٰ - یتما امرک ولا یتما امری - وہ لاجواب حوالے جن کا جوابی بحث میں مذکور ہے مگر اعتراضی پوائنٹ نظر انداز کیا گیا۔

(۱) شرک فی الاسم - اعترف و ادحر من السماء ربنا عا ج - (براہین احمدیہ ص ۵۵۵)

(۲) ادعائے یکتائی - انت بمنزلتہ توحیدی و تقویدی - (اربعین ۳۳ عاشرہ صفحہ ۴۵)

(۳) شرک فی الامر - انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون (استفتاء معبراہین حصہ پنجم صفحہ ۱۰۷)

و جرح گواہ مدعا علیہ ص ۲۴ مارچ ۱۳۳۳ء۔

”لیکن اس الہام میں مرزا صاحب کو خطاب ہے“

(۴) عقیدہ تثلیث : انا نبشرك بعلام مظهر الحق والعلاء كان الله نزل من السماء منشاء (ستفطار صفحہ ۷۵) منشاء اعتراض کائن کی تثلیث و تشبیہ ہے۔

(۵) عقیدہ جسمیت : روستائی چھڑکنے والا نشان : حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۵۵ -

(۶) نسبت ولایت - انت فی بمنزلتہ و لدی حقیقۃ الوحی

(۷) عقیدہ ابوت - ان الله يبشرك بعلام مظهر الحق والعلاء كان الله نزل من السماء (بحوالہ مذکورہ)

(۸) خطاب و صواب کی نسبت - انی مع الرسول اجیب اخطی و اصیب - (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۳)

(۹) خدا کا اسم اعلیٰ ہوتا - انت اسم الاعلیٰ (اربعین ۳ صفحہ ۳۴)

(۱۰) استعمال لفظ خواب و بیداری : اسہر و انام سوتا بھی ہوں جاگتا بھی (البشری ص ۶۹)

(۱۱) نیا خدا - بحوالہ تریاق القلوب صفحہ ۳۹۷ - جو گزر چکا۔

(۱۲) صفتہ الاحیاء والافناء - اعطیت صفتہ الاحیاء والافناء من الرب الفعّال۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۳)

مختار مدعا علیہ نے سیکڑوں تائید کے نام پر اور اس کی آڑ لے کر تائیدی حوالے پیش کئے ہیں اور میں صرف ایک حوالہ اس جواب کی تائید میں پیش کرتا ہوں جس سے حضرت باری تعالیٰ جل و علاء شانہ کی نسبت مرزا صاحب کا نظریہ واضح ہو جائے گا اور تمام ان کے اجمالی الہامات کفریہ کے حل کرنے کو معیار ہوگا۔ نیز اس کے متعلق میرا یہ دعویٰ ہے کہ ایسا کشف اور عظیم الشان کفریہ کیونکہ وہ گمان میں نہ ہوگا۔

(۲۰)

کشف مرزا صاحب : ایک مرتبہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی گویا کہ آپ عورت میں اور اللہ نے طاقت رجولیت کا اظہار فرمایا۔ سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے (کشف مرزا صاحب منقول از اسلامی قربانی قاضی یار محمد صاحب بی ایس پیٹنڈ - بحوالہ صدع النقب مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی = عشرہ کاملہ -

قاضی یار محمد صاحب مرزا صاحب کے مرید خاص ہیں اور مرید کی شہادت باقرار مرزا غلام احمد صاحب پیر کے حق میں سب سے زائد معتبر ہے ملاحظہ ہو۔

(حقیقۃ الوحی)

آنچه من بشنوم زوجی خدا،
بخدا پاک و انشن زخطا،

ہے ہرچو قرآن منزہ اشش دامن از خطا با ہمیں است ایمانم
ایسا شخص اگر ایک نہیں ایک کروڑ بلکہ بے شمار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے ہرگز ہرگز ایمان دار اور کلمہ توحید کا قائل
اور اس پر مومن شمار نہیں ہو سکتا ورنہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ شیطان لعین بھی عیاذ باللہ کلمہ گو مسلمان ہے کیونکہ اس کا صرف
ایک کفر یہ ہے اور عدالت خود مقابلہ کرے کہ ان کی نسبت کس قدر بدکا اور کتنی آسانی سے قابل تاویل ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن
کے متبعین کو ایمان کی توفیق عطا فرمائے۔

استدعا

یہ حصہ ثابت ہونے کے بعد کہ مرزا صاحب اور ان کے متبعین جن میں مدعا علیہ بھی منسک ہے ایمان کے بنیادی
اور سب سے زیادہ ضروری جزو کلمہ لا الہ الا اللہ پر ایمان نہیں مقدمہ بحق مدعیہ دیگر ہی ہونا چاہیے گو کسی اور چیز کا جواب
نہ دیا جائے اور نہ کوئی اور کفر یہ عقیدہ ثابت کیا جائے بلکہ لا الہ الا اللہ پر ایمان نہ ہونے کی صورت میں گو تمام ایمانیات
اُس میں مکمل اور متفقہ طور پر موجود ہوں پھر بھی کافر و مرتد ہی رہے گا اور مدعا علیہ کو اپنے مرزائی احمدی ہونے کا اقرار ہی
ہے پس مدعا علیہ باقرار خود مرزائی ہے اور مرزائیت سے لا الہ الا اللہ پر کسی طرح ایمان نہیں رہ سکتا لہذا اس سے
نہ صرف ارتداد بلکہ کھلا ہوا متفقہ ارتداد لازم آیا۔

جس سے یقیناً نکاح فسخ ہونا چاہیے کیونکہ ارتداد پر فسخ نکاح کا حکم ہونا نہ صرف فقہ حنفی کا مسلم قانون ہے بلکہ
مطہن لا کا بھی۔ اور گواہان مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ مسلم یکم ماریج کے الفاظ اگر مرتد ہو جائے تو
عام فتویٰ بھی ہے کہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔

اور ملاحظہ ہوں الفاظ گواہ مدعا علیہ مسلم بحجاب جرح ۲۱ ماریج ”مرتد ہونے سے تعامل یہ ہے کہ نکاح فسخ
سمجھا جائے گا۔ تعامل سے تمام مسلمانوں کا تعامل مراد ہے۔“

ہو ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زبیر نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعانی کا

فللہ الحمد حمداً کثیراً و صلی اللہ علی حبیبہ و صحبہ وسلم تسلیماً کثیراً
کلمہ توحید کے جزاؤں لا الہ الا اللہ کا جواب ختم ہوا۔

کلمہ توحید و سراجۃ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قول مختار مدعا علیہ :

”مختار مدعیہ نے کلمہ کے دوسرے جزو یعنی محمد رسول اللہ سے بھی مرزا صاحب کو اسی طرح منکر قرار دینا چاہا ہے اور اس امر میں بھی عدالت کو اسی طرح مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے جس طرح کہ پہلے کی تھی اور اس لغو و باطل امر کو ثابت کرنے کے لیے کہ لغو و بالئد آپ کلمہ کے جزو دوم کے بھی منکر ہیں جو بحث اس نے عدالت کے سامنے کی ہے وہ اس کی پہلی بحث سے بھی زیادہ مخدوش و لغو ہے۔“

الجواب

پہلے کی بحث کا جواب مفصل عدالت کے سامنے آچکا اور واضح ہو چکا کہ مختار مدعا علیہ نے کس قدر حوالہ لا جواب پھوڑ دئے اور سوائے ایک حوالہ کے کسی میں بھی مختار مدعیہ کے اعتراض کو ہاتھ نہ لگایا اور ادھر ادھر کے مسل کے خلاف غیر متعلق امور سے بحث کے حجم میں زیادتی کی۔ اور وہ ایک حوالہ بھی جس کا بزم خود جواب دیا ہے۔ وہ جواب اس کے اور مرزا صاحب کے مسلمات کی رو سے بالکل لغو و باطل و مخدوش ہے جو قابل التفات بھی نہیں کیونکہ خود مصنف کی تصریحات اس کے خلاف موجود ہیں۔

قول مختار مدعا علیہ :

”مقبل اس کے کہ میں اس کے ایک ایک الہام کے متعلق علیحدہ علیحدہ کلام کروں عدالت سے اس طرف توجہ مبذول کرنے کی خصوصیت سے درخواست کرتا ہوں کہ کسی شخص کا عقیدہ اس کے صاف الفاظ سے معلوم کیا جاسکتا ہے نہ کہ اس کے مخالفوں کے ان معانی سے جو انہوں نے اس کی کسی نشاید یا مجمل و مبہم عبارت سے اس کی منشاء کے خلاف نکالے ہوں خاص کر ایسی حالت میں کہ اس شخص کے کفر و اسلام کا مسئلہ زیر بحث ہو۔“

الجواب

اسی اصول کے تحت میں اصل بحث کی بنیاد متکلم کی نہایت واضح اور مصرح قول پر رکھی تھی جو اس کی نیت پر برہان قاطع تھا۔ اور جس کا جواب میں جواب کجا مختار مدعا علیہ نے نام تک نہ لیا۔ جیسا کہ مفصل اوپر گذر چکا۔ اب دوسرے حصہ میں بھی ان شاء اللہ وہی ملاحظہ میں آئے گا۔

کفر و اسلام کے نزاک مسئلہ کی بنیاد ہم نے تو معتبر مسلم کتب اور مرزا صاحب کے قطعیات پر رکھی تھی بخلاف مختار مدعا علیہ کے کہ اس نے غیر مسلم خلاف واقع غیر کاتب شدہ زید عمر و بکر کے رسائل و قصہ کہانیوں پر رکھی ہے۔ ۴۔

بہیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

ع

قول مختار مدعا علیہ :

لیکن مختار مدعیہ نے نہ تو پہلی جزو کے متعلق مرزا صاحب کی کوئی ایسی عبارت پیش کی ہے جس کے صاف الفاظ سے انکار توحید باری تعالیٰ موجود ہو اور نہ دوسری جزو کے متعلق کوئی ایسی صاف عبارت پیش کی ہے جس کے صاف الفاظ سے انکار رسالت نکلتا ہو بلکہ متشابہ الہامات تشریحات مہم کے خلاف مفہوم لے کر اس سے یہ نتیجہ نکال رہے کہ نفوذ باشد آپ کو کلمہ کی دونوں جزوں سے انکار ہے الخ۔

الجواب

انکار توحید اور لا الہ الا اللہ کا اس سے صاف کیا ہو گا کہ لا الہ الا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ الوہیت صرف اللہ ہی میں ہے نہ کسی اور مخلوق میں اور مرزا صاحب اپنے اندر سر تپا الوہیت کا صاف اعلان فرما رہے ہیں والوہیتہ تتموج قبیہ جس کا مختار مدعا علیہ کے پاس کچھ بھی جواب نہ تھا۔ اور اس کا نام تک نہ لیا باقی لا جواب حوالہ اوپر گزرنے کے ملا سطر ہوں۔ اسی طرح ثانی جزو کے متعلق تھا مگر چونکہ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کو تقلید انبی اور معصوم اور تمام انبیاء سے افضل مان چکا ہے بلکہ اُس کا ذریعہ معاش ہی یہ ہے کہ دنیا کو مرزا صاحب کی خانہ ساز نبوت اور یہ تمام کفریات منوائے اُسے میری بحث میں صراحت بوجہ تعصب نظریہ نہیں آسکتی۔ مگر غیر متعصب وغیرہ جانبدار منصف مزاج کے واسطے آفتاب سے زائد روشن عبارت ہیں جن کی موجودگی میں مرزا صاحب اور مرزا نبیوں کے کفر و ارتداد میں شبہ کرنا بھی ایمانی خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

اس مذکورہ تقریر کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ”مختار مدعیہ کو کوئی صریح حوالہ نہ ملا اس کے خلاف حوالے ہیں“ بیشمار عبارتیں ہیں ”عدالت کو مغالطہ دیا گیا ہے یہ مشابہات ہیں“ یہ سب اپنے اپنے متبعین کو خوش کرنے کو ممکن ہیں کافی ہوں مگر دلائل و براہین کے میدان میں یہ خطابت کے الفاظ محض بے سود و بیکار ہیں۔

قول مختار مدعا علیہ :

”کیونکہ کفر کا فتویٰ دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس پر فتویٰ دیا جائے اس کا قول صراحت کے ساتھ موجب کفر ہو متشابہ مبہم ذوالہوہ عبارت پر کسو طرح کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا“

جواب۔ ہماری جانب سے محمد اللہ بالکل صاف صاف واضح عبارات پیش کی گئی ہیں جن کے مقابلہ میں کیا ایسے شخص کا جو کسی شخص یا جماعت کا اسی کے جاو بجا پروپیگنڈے کے لیے ملازم؟ اپنے آقا یا جس جماعت کا ملازم ہے اس کی طرف سے تاویلات اور کھلی ہوئی تشریحات کو متشابہ اور مبہم قرار دینا چاہیئے تعجب نہیں وہ معذور و مجبور ہے مدعا علیہ ایک بھی گواہ یا مختار جماعت مرزا نیہ کا غیر تنخواہ دار پیش کرنا تو شاید قابل التفات بھی ہوتا۔ ان کی شہادتیں قانوناً جو وقعت رکھتی ہیں وہ

عدالت پر پوشیدہ نہیں۔

باقی رہا یہ قول کہ

”کفر کا فتویٰ دینے کے لیے یہ ضروری ہے جس پر فتویٰ دیا جائے اس کا قول صراحت کے ساتھ موجب کفر ہو، کیا مختار مدعا علیہ یہ بتانے پر قادر ہو سکا کہ اس کے خلیفہ برحق ثانی یعنی جناب مرزا محمود صاحب قادیانی کا یہ فتویٰ ”سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں“ (ایضاً صداقت ص ۳۵)

”بولوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راست باز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ یکے کا کافر ہیں عدالت خود غور فرمائے کہ یہ فتویٰ کسی صریح عبارت پر دیا گیا ہے اور اس کی رو سے چالیس کروڑ مسلمان عرب و عجم علماء و مفتیان مشائخ سلاطین و نوابان اسلام جو بھی مرزا کو رسول نہیں مانتا یا بیعت میں شامل نہ ہوا وہ نہ صرف کافر بلکہ کافر ہوا۔ اور مرزا صاحب نے خود اپنے تمام نہ ماننے والوں کو جہنمی قرار دیا ہے۔

ایسی صورت میں مختار مدعا علیہ کو چاہیے تھا کہ اس قسم کی ریکٹ تاویلات کی آڑ تلاش نہ کرنا اور اگر ان تاویلات میں ذرہ برابر صداقت کا شائبہ تھا تو اسے اسی اصول کے تحت میں کہ کفر اور الکفرین ضروری جیسا کہ گواہان مدعا علیہ کو بلکہ مرزا صاحب کو بھی مسلم بلکہ مسلمہ فریقین ہے مرزا صاحب اور خلیفہ محمود کے کفر اور ارتداد کا اقرار کر کے ثابت ہو جانا چاہیے تھا۔

واللہ اللہ اسے سبیل الاسلام

مختار مدعا علیہ اس کے بعد کچھ جرح گواہ مدعیہ کے ربط حوالہ جن کا جواب اوپر گزر چکا ہے لکھ کے فٹا کر ہیں۔ چونکہ مختار مدعیہ کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ مرزا صاحب کے متشابہ الہامات اور مجمل عبارات کے جو معنی اس نے خود گھڑے ہیں وہ آپ کی منشاء و تصریحات کے بالکل خلاف ہیں اور صرف خلاف نہیں بلکہ ان کے خلاف آپ کی بہت سی عبادتیں موجود ہیں اس لیے اس نے مرزا صاحب کی متناقض باتیں ہونے پر بڑا زور دیا ہے اور کہا ہے کہ ہر امر کے متعلق مرزا صاحب کے کلام میں تناقض موجود ہے اور کوئی ایسا قول نہیں جس کے خلاف دوسرا قول موجود نہ ہو لیکن یہ اس کا سراسر مغالطہ ہے اور اس سے اس کا مقصود یہ ہے کہ مرزا صاحب کے متشابہ الہامات اور مجمل اقوال کے غلط جو معنی اس نے گھڑے ہیں وہ صحیح قرار پائیں اور آپ کے اقوال اس کے ان گڑھے ہوئے غلط معنی کے خلاف پیش کئے جاویں وہ متناقض و متعارض تصور ہو کر نظر انداز ہو جائیں حضرت مسیح موعود کے کلام میں درحقیقت کوئی متناقض و متعارض نہیں ہے“

الجواب

اب مختار مدعا علیہ کو یہ جواب بالکل ہی مفید نہیں ہو سکتا جب کہ بنیاد اعتراض پر ہیڈنگ کے صریح اور غیر متنبہ الفاظ پر ہے اور میں اوپر محل و متنازعہ کے متعلق عنوان متناہیات کے تحت میں اس آڑ کی حقیقت ابھی طرح آشکارا کر چکا ہوں ایسی صریح واضح عبارات کے ہوتے کسی جگہ کی عبارت سے اس کے خلاف مختار مدعا علیہ کا استنباط ناقابل عفو ہے اور پھر یہ اصول قرار دیا ہے کہ چونکہ مرزا صاحب کی عادت ابتدا سے متعارض و متہانت اقوال و دعادی کی ہے اور جیسا موقع دیکھا ویسا ہی کہہ دیا۔ مسلمان۔ سنی۔ شیعہ۔ عیسائیوں کے واسطے مسیح موعود و مہدی مسعود آریوں ہندوؤں کے واسطے گوپال سری کرشن مہاراج آریوں کے بادشاہ مکھوں کے لیے بے سنگھ بہادر جو نبی ماننے سے گھبرائیں۔ اُن کے واسطے محدث و مجدد مبلغ اسلام جیسے لاہوری پارٹی جو غیر تشریعی مابین جیسے قادیانی پارٹی کے لوگ ان کے واسطے غیر تشریعی اور جو مستقل صاحب کتاب صاحب شریعت بدین و قبلہ جدیدہ و کلمہ جدیدہ پر تیار ہو جائیں اُن کے واسطے مرزا صاحب کی وحی کتاب اللہ ناسخ قرآن اور ان کی شریعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو ناسخ بجائے کعبۃ اللہ کے قادیان قبلہ اور اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں بجائے کلمۃ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے مرزا صاحب کا جدید کلمہ لا الہ الا اللہ الحمد جری اللہ موجود جیسا کہ مرزائیوں کے تیسرے فرقہ اروپائی کے سلسلہ میں خود بانی فرقہ ظہور الدین اروپائی مرزائی کے حوالہ سے اوپر آچکے ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ ۲۱ مارچ ۱۳۳۱ء ایسے شخص کی ایک عبارت دوسری عبارت کی شرح نہیں بن سکتی بلکہ اس کا کفر اور کفار کے کفروں سے خطرناک و مخدوش ہوگا اس کی وضاحت معہ لست متعارضات اوپر مستقل گزر چکی۔

قول مختار مدعا علیہ :

”مرزا صاحب کے کلام میں درحقیقت کوئی تناقض و تعارض نہیں ہے آپ کا ہر قول اپنے محل میں چسپاں اور اپنے مقام پر بالکل درست ہے جیسا کہ اس بحث میں ظاہر ہوگا۔“

جواب :

بحث سے تو تعارض نہ اٹھ سکا جیسا کہ جواب الجواب سے واضح ہو چکا اور آگے آئے گا البتہ مختار مدعا علیہ کے اس قول اور اصول سے گواہان مدعیہ پر تعارض کا الزام تھا اس کا جواب انہیں الفاظ کو دہرا کر عدالت کے سامنے پیش ہے۔

قول ”گواہان مدعیہ کے کلام میں درحقیقت کوئی تناقض و تعارض نہیں ہے اُن کا ہر قول اپنے محل میں چسپاں اور اپنے مقام پر بالکل درست ہے جیسا کہ اسی بحث میں ظاہر ہوگا۔“

ان شاء اللہ تعالیٰ

تفصیل جواب

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی نہیں

غلامہ استدلال مختار مدعا علیہ معہ جواب

(۱) مختار مدعیہ نے پہلا مقالہ یہ دیا ہے کہ آخری نبی ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے ؟ جواب: اگرچہ مختار مدعا علیہ نے تسلیم کر لیا کہ آخری نبی ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے نہیں۔ بلکہ مختار مدعیہ کا مقالہ ہے۔ یہی دراصل خصوصیت آخری نبی ہونے کا انکار ہے جو علاوہ مستقل کفر ہونے کے گواہ ۱۔ ۲ مارچ ۳۳ء کی جرح کے جواب سے عین ذات نبوت کی انکار کے مرادف ہے الناطق ملاحظہ ہوں۔

و خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، انکار خصوصیات انکار ذات ہے، جرح ۲ مارچ ۳۳ء۔ اب ہم اسے ذمہ صرف یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ دلائل سے یہ ثابت کر دیں کہ آخری نبی کا مفہوم اور لفظ آخر نبی آخر الانبیاء وغیرہ آپ کے خصوصیات سے ہے کسی اور نبی کے واسطے قرآن و حدیث صحابہ کرام و ائمہ فقہاء عظام کی عبادت میں یہ استعمال نہیں ہوا بلکہ جب ہی ہوا آپ ہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے ہوا یہی معنی کسی سے کسی لفظ یا معنی کے محض ہونے کے ہیں۔

تفصیل دلائل

- مفہوم آخری نبی کا محض بذات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہونا۔
- (۱) ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین
 - (۲) قل یا ایہا الناس انا رسول اللہ الیکم۔ میثاق
 - (۳) والذین یؤمنون بہما انزل الیک وما انزل من قبلك
 - (۴) واذا اخذ اللہ میثاق النبیین الایۃ
 - (۵) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الایۃ
 - (۶) فان تنازعتم فی شئ فردوه الی اللہ والرسول الایۃ
 - (۷) وما ارسلناک الا کاحۃ للناس بشیرا ونذیرا
- ان پر تفصیلی تقریر کے واسطے ملاحظہ ہو شہادت گواہ مدعیہ نمبر الف و ۳ و ۴ نیز بحث مختار مدعیہ۔

(آیات)

(قرآن حکیم)

(قرآن حکیم)

(قرآن حکیم)

(قرآن حکیم)

(قرآن حکیم)

(قرآن حکیم)

(قرآن حکیم)

میں نے صرف ثبات آیات کے حوالہ پر اکتفا کی جو مسل پر مفصل موجود ہیں اور انہیں ان کا یہی مطلب ثابت کرنے کو نہ صرف صحابہ کرام اور ائمہ دین کے اقوال پیش کئے ہیں بلکہ مرزا صاحب کے صحابی خاص محمد علی صاحب اہم اے احمدی کی بھی یہی تفسیر درج ہے جو غیر احمدی ہونے کے الزام سے بری ہیں۔ اگر میں چاہوں تو محمد اللہ صریح کم از کم (۱۰۰) آیات پیش کر سکتا ہوں تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو رسالہ ختم نبوت فی القرآن مؤلف مولانا محمد شفیع صاحب اور یہ ٹیٹو بھی نمونہ ہوں گی ورنہ تمام قرآن شریف اسی سے پُر ہے احادیث اس مفہوم پر شہادتوں میں احادیث متواترہ کا دعویٰ غیر مجروح گزر چکا معہ دلیل اور گواہ ۳ نے دوسو سے زائد عدد کی تعداد ظاہر کی ہے جس پر بھی کوئی ہرج نہیں اور (۷) احادیث اعلیٰ صحیح مقفل مرفوع نمونہ شہادت میں پیش کی جا چکی ہیں جن کی صحت پر کوئی کلام نہ ہو سکا ملاحظہ ہو شہادات گواہان مدعیہ اور بالخصوص علامہ ۱ و ۲ و ۳۔

اجماع و اقوال صحابہ

فیصد صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اجماع صحابہ مدلل گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ ۱ و ۲ و ۳ میں گزرا تفصیل کے واسطے آیت خاتم النبیین کے تحت میں ابن جریر ملاحظہ ہو (۶۴) سے زائد آثار صحابہ نقل ہیں۔
انار سلف صالحین ،

(۲۶) ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ ۔

فیصلہ مفسرین (۱۵) حوالہ شہادت گواہان مدعیہ ملاحظہ ہو۔
اٹھ لغت

قاموس مجمع البصائر مفرجات امام راعب جس جیسی کوئی کتاب قرآنی لغات میں بقول علامہ سیوطی، روئے زمین پر نہیں قطر البیضا منتہی الارباب منجد کے حوالے گواہان مدعیہ نے شہادتوں میں پیش کئے اور دواہم حوالہ لسان العرب اور تاج العروس کے بحوالہ آخری نبی مؤلفہ محمد علی صاحب ایم اے جو مسل پر آپکے ہیں اور یہ وہ دونوں کتابیں ہیں کہ مرزا صاحب کو یہ مسلم ہیں ملاحظہ ہو جرح گوشت ۲۶ / مارچ ۱۹۳۳ء تاج العروس - خاتم النبیین الخ ای آخر ہم یعنی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں ۔

(۲) لسان العرب میں و خاتم النبیین الخ آخرہ قال وقد قرع خاتمہ یعنی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں اور خاتم کی جگہ خاتم بھی پڑھا گیا ہے آخری نبی محمد علی ایم اے ص ۱۔

فیصلہ ائمہ مجتہدین

(۱) بحر الرائق - مسلمہ فریقین - ملاحظہ ہو جرح گواہ نمبر ۱۷ / مارچ ۱۹۳۳ء ۔

(۲) شرح اشباہ -

(۳) شرح فقہ اکبر ملا علی قاری -

(۴) فتاویٰ عالمگیری -

(۵) فتاویٰ ابن حجر مکی -

(۶) رد المحتار -

(۷) اشباہ والنظائر -

ایک پچھلے حوالہ کی اصل عبارت بطور نمونہ مع ترجمہ پیش ہے -

”اذا لم يعرف ان محمداً صلى الله عليه وسلم آخر الانبياء فليس بمسلم لانه من ضرورات الدين -
یعنی اگر کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ مانا تو وہ مسلمان نہیں کیونکہ آپ کا آخری نبی ہونا اور ان کا ماننا ضروریات دین سے ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ و بحث مختار مدعیہ اس حوالہ میں آخری نبی ہونا نہ صرف خصوصیات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے بلکہ ضروریات دین سے ہے جس کا نہ ماننے والا منفقہ کافر ہے۔
حوالہ جات لفظ آخری نبی یا آخر الانبیاء کی تخصیص کے متعلق احادیث صحیحہ -

(۱) قال النبو صلى الله عليه وسلم انا آخر الانبياء و انتم آخر الامم

(مسلم کتاب الفضائل شہادت گواہ مدعیہ نمبر ۱)

(۲) في حديث المعراج قال تعالى ---- جعلتك اول النبيين خلفا و اخرهم بعثا -

(ابو نعیم حفاص کبریٰ ص ۱۹۶)

(۳) كنت اول النبيين في الخلق و اخرهم في البعث

(کنز العمال ج ۳ ص ۱۱۱ گ الف)

(۴) كنت اول الناس في الخلق و اخرهم في البعث -

(بحوالہ صدر)

(۵) انا اخر الانبياء و مسجدي اخر مساجد الانبياء - (کنز)

یہ وہی پانچوں لاجواب حوالے ہیں جو بحث میں اور شہادتوں میں آپ کے اور باوجود ان کے اس قدر واضح ہونے کے مختار مدعیہ یا اس کے گواہان نہ مجروح کر سکے نہ کچھ جواب دیا۔ اس کے علاوہ ابن ماجہ کا ایک حوالہ آخر الانبیاء کے لفظ کا تھا اُس کے بعض راویوں کے متعلق بعض محدثین کے اقوال گو وہ قول فیض نہ ہوں نہ ہی وہ مسلم ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال ہوں قطع برید کر کے پیش کیا جس کے برعکس بڑے بڑے ائمہ اور ماہرین فن جرح و تعدیل کی رائے موجود ہے۔ ان راویوں کو مختار

ٹھہرا ہے میں اور بقول مرزا صاحب ہر فن میں اُس کے ماحر کی شہادت معتبر ہوتی ہے۔ (برکات الدعاء ص ۱۲)

نیز جرح گواہ مدعا علیہ۔

اولاً تو یہ حدیث مجروح نہیں راویوں کی توثیق موجود ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا۔ دوسرے اس مخصوص سند کی حدیث ابن ماجہ کو اگر کوئی مختار مدعا علیہ کی خاطر نظر انداز ہی کر دے پھر بھی مذکورہ بالا چار اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیثیں (جس میں مسلم شریف جیسی اعلیٰ پایہ کتاب کی بھی حدیث ہے جو صحیحین میں شمار ہے جس کی احادیث جرح و تعدیل کی محتاج نہیں موجود ہیں جو نہ انشاء و کنایت بلکہ صریح واضح الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت مطلقاً بلا کسی تفصیل و تفسیر کے آخری نبی یا آخر الانبیاء کے ساتھ کر رہی ہیں اور جمع معروف باللام کی طرف مضامین ہونے سے تنقید کا دروازہ ہی بند ہو جاتا ہے۔

یہ کہنا کہ یہ احادیث احاد ہیں بالکل ناواقفیت ہے بلکہ یہاں تو اثر ثابت ہے۔ گواہان مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب کے مسلم رئیس المفسرین حضرت علامہ حافظ ابن جریر طبریؒ کا فیصلہ ملاحظہ ہو کہ و بذلك وردت الاحادیث المتواترة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم (شہادت گواہان مدعیین) بھی نقل حافظ ابن کثیر سے بھی موجود ہے۔

اب ایک طرف صرف مختار مدعا علیہ کا یہ قول ہے کہ یہ احادیث احاد ہیں۔ باوجودیکہ وہ حافظ حدیث اور امام حدیث بلکہ کسی مسلم در کس گاہ کا سند یافتہ بھی نہیں۔

دوسری طرف، ایک نہیں دو مسلم ائمہ حدیث و تفسیر بلکہ حافظ حدیث علامہ ابن کثیر و علامہ ابن جریر طبریؒ کا فیصلہ ہے۔

کہ اس بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث جلیل القدر صحابہ سے مروی ہیں عدالت خود ہی توازن فرمائے کہ مختار مدعا علیہ عدالت کو کس قدر مغالطہ دینا چاہتا ہے یہ کوئی نئے حوالے نہیں تقریباً کل مدعیہ کے شاہدوں نے پیش کیا ہے بحث میں متعدد مرتبہ پیش کیا گیا اسے لا جواب کہے کہ جواب بحث میں مذکورہ تک نہ آیا۔ (فلما الحمد)

صحابہ کرام کی تصریحات

مقتضیٰ اور کثیر التعداد حوالے گواہان مدعا علیہ اور مرزا صاحب کے مسلم رئیس المفسرین حافظ ابن جریر طبریؒ کی تفسیر میں ملاحظہ ہو ج ۲۲ ص ۱۱ میں صرف ایک نمونہ نقل کرتا ہوں۔

(۱) عن قتادة قال قال رسول الله و خاتمة النبیین ای اخرهم یعنی خاتم النبیین کے معنی۔ تمام نبیوں سے آخری نبی ہیں ابن جریر ج (۲) ص ۱۱

ائمہ مفسرین

- (۱) مسلمہ فریقین رئیس المفسرین امام ابن جریر طبری ج ۲۲ تفسیر ابن جریر۔
- (۲) حافظ حدیث امام التفسیر علامہ ابن کثیر ج ۸
- (۳) ابن کثیر جلد سوّم۔
- (۴) ابن کثیر جلد چہارم۔
- (۵) تفسیر کبیر ج ۶ و ۲۔
- (۶) تفسیر پنهانوی۔
- (۷) تفسیر کشاف۔
- (۸) تفسیر روح المعانی۔
- (۹) تفسیر ابی السعود۔
- (۱۰) تفسیر درمنثور۔

میں نے انہیں حوالوں پر اکتفا کیا جو شہادت مدعیہ کی طرف مثل پر آپکے ہیں ورنہ جدید حوالے بشمار موجود ہیں۔

ائمہ لغت

اوپر لسان العرب و تاج العروس کے حوالہ سے گزر چکا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں اور بھی سات حوالے وہیں ذکر ہیں انکی اپنی جگہ پر آئے گی نیز گواہان مدعیہ کے بیان میں موجود ہے

اجماع اُمت

اجتمعت الامة على حمل هذا الكلام على ظاهره من دون تأويل و تخصيص الا
جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ بلا تاویل و تخصیص اس کے ظاہری معنی (یعنی آخری نبی)
مراد ہیں اور بلا شک و اشتباہ اس کا منکر قطعاً و سمعاً کافر ہے یہ مضمون شرح فقہ اکبر ملا علی قاریؒ وغیرہ میں موجود ہے۔
شفاء علامہ قاضی عیاضؒ (۲) ملاحظہ ہو۔
شہادت گواہان مدعیہ۔

فیصلہ ائمہ عقائد ،

- (۱) اول الانبیاء اذکر و اخرهم محمد صلی اللہ علیہ وسلم (شروح عقائد ص ۹۹)
یعنی پہلانی آدم علیہ السلام اور تمام نبیوں کے آخری محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
- (۲) مواہب لدنیہ (۳) صبح الاعشی (۴) عقیدہ طحاوی (۵) غنیۃ الطالبین (۶) شرح فقہ اکبر (۷) کتاب الفضل
(۸) نسیم الریاض (۹) الصائم السلول (۱۰) الملل والنحل (۱۱) شفاء قاضی عیاض (۱۲) شرح شفاء ملا علی قاری (ج)
(۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)
- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ و محنت مختار مدعیہ۔

فیصلہ ائمہ مجتہدین ،

- اگر کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں کا آخری نبی نہ سمجھے تو وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ یہ مسئلہ ضروریات
دین سے ہے الاشباہ والنظائر ۲ شرح فقہ اکبر (۳) شرح اشباہ (۴) فتاویٰ ہندیہ (۵) بحر الرائق جو مسلمہ فریقین
ہے (۶) در مختار۔
- تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ و محنت مختار مدعیہ۔

فیصلہ صوفیائے کرام رضی اللہ عنہم

- (۱) محی الدین ابن عربی سید الطائفہ -
(۲) علامہ امام عبدالوہاب شعرانی ج یوا قیت ج ۱ ص ۱۲۵ -
(۳) سید الطائفہ غوث اعظم حضرت سید شاہ عبدالقادر جیلانی ج جویمینوں حضرات مسلمہ فریقین ہیں۔
ملاحظہ ہو جرح گواہ مل یکم مارچ ۱۳۳۷ء۔
(۴) انسان کامل یہ بھی مسلمہ فریقین ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی حوالے ہیں تفصیل کے واسطے شہادت گواہان مدعیہ و محنت
مختار مدعیہ ملاحظہ ہو۔

شہادت قطب الوقت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب

- اس کے آخر میں مسلمہ فریقین شہرہ آفاق صاحب علم و فضل و تقدس بزرگ کی شہادت پیش ہے جو بقول گواہ
مدعا علیہ ص ۲ بھی ہزار ہا شہادتوں سے زیادہ با عظمت شہادت ہے۔ کیونکہ یہ اس مرد خدا نے ادا کی ہے جو صلحائے روزگار

اور داسلاں کو رگزار میں سے پنجاب کے علاوہ اس کی جلالہ نشان ہندوستان میں بھی مسلم ریاست بہار، پور کے رجا بادشاہی کے دلوں میں اس کی بزرگی اور تقدس کا اثر کا نقش فی الحجر ہے جو ہر سائنس نواب صاحب بہادر فرمائے بہادر پور اور آنحضور کے بھی واجب التعظیم ہیں ان کے اپنے قلم کی لکھی ہوئی تبرک کتاب نسخہ شریفہ فوائد فریدی صفحہ ۱۲ ملاحظہ ہوا رشاد ہے کہ ”سلسلہ نبوت آدم سے شروع ہو کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا“ سب سے پہلے نبی آدم صلی اللہ اور سب سے آخری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ممکن ہے کہ مختار مدعا علیہ کی وہ توجہ جسے اس نے بحث میں بار بار دہرایا ہے کوئی یہاں منطبق کرے کہ مرزائیوں کے اصول پر ممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عیاذ باللہ آخری نبی کی حقیقت مومنو مشکف نہ ہوئی ہو بوجہ کوئی نظیر نہ ہونے کے جیسے کہ دجال وغیرہ کی نیز صحابہ برابر ان کے اصول پر غلطی کرتے ہیں (عیاذ باللہ) ائمہ دین و صوفیائے کرام کو بقول مرزا صاحب وہ حصہ کثیر روحی الہی و مکالمہ و مخاطبہ کا عطا نہیں ہوا تھا جو مرزا صاحب کو عطا ہوا۔ بس آخری نبی کی حقیقت صرف مرزا صاحب پر منکشف ہوئی کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں یا اس میں یہ قید اور یہ تخصیص اور ان معنی کا اضافہ ہونا چاہیے نیز مرزا صاحب کے زمانہ میں اور ان کے بعد جو ان کی بیعت میں شامل نہیں وہ سب کافر اور پکے کافر ہیں اور کافر کی شہادت معتبر نہیں لہذا مرزائیوں کے مسلم کسی شخص کی شہادت ہونی چاہیے بس ہم مرزا صاحب کے خاص الخاص مرید بلکہ صحابی کی شہادت پیش کرتے ہیں جسے احمدی ہونے کے ساتھ مرزا صاحب کی صحابی اور ایک بڑے فرقہ کے امیر ہونیکا فخر حاصل ہے میری مراد امیر جماعت احمدیہ محمد علی صاحب ایم۔ اسے ہیں ملاحظہ رسالہ آخری نبی کے مندرجہ ذیل اقتباسات اور یہ حوالہ بھی دیا نہیں ”آخری نبی“ رسالہ مسل میں درج ہے۔

(۱) اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطابق تعلیم قرآن و حدیث آخری نبی ہیں تو آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ بطور مجاز یا استعارہ کوئی اس لفظ کو استعمال کرے اور اگر کوئی قطعی شہادت نہ ملے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد باب نبوت مسدود ہے تو بلاشبہ کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا ہمارے سامنے سوال تہیات مختصر ہے جس کو حل کرنا ہے یعنی یہ تو میرا اور میاں صاحب دونوں کا ایمان ہے کہ قرآن کریم میں خاتم النبیین کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آیا ہے بحث صرف اس قدر ہے کہ ان الفاظ کے معنی کیا ہیں میاں صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی ہیں وہ شخص جس کے اتباع سے آئندہ نبی بنا کریں گے۔ میرے نزدیک اس کے معنی ہیں آخری نبی میاں صاحب نے دعویٰ سے بیان کیا ہے کہ جو معنی وہ کرتے ہیں وہ لغت میں لکھے ہوئے ہیں اور جس طرح وہ معنی کرتے ہیں اسی طرح لکھے ہوئے ہیں مابہ النزاع خاتم النبیین کے معنی ہیں یعنی وہ الفاظ کی کوئی تاویل قطعاً نہیں کرتے۔ اور آخری نبی لغت میں معنی نہیں چنانچہ ان کے بیان کے الفاظ ان کے اخبار الفضل میں شائع شدہ بیان کے مطابق یہ ہیں ”ہمیشہ سے اُس کے یہ معنی لائے جاتے ہیں ہم اس کی تعبیر نہیں کرتے۔ بلکہ یہ معنی لغت کے ہیں بعض لوگ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی بھی کرتے ہیں مگر لغت میں اس کے معنی آخری نبی کے نہیں۔

(الفضل ۲۶ جون ۱۳۳۹ء)

اب میں لغت سے میاں صاحب کی نئی تفسیر کی رو سے محاورہ عرب ہی مراد لے لیتا ہوں تو یہ تو میاں صاحب نے بھی مان لیا کہ وہ اپنے معنی محاورہ عرب میں بغیر کسی تاویل کے صفائی سے لکھے ہوئے بتا دیں گے اور بالمقابل میرا بھی بدھوکی ہے کہ جو معنی میں کرتا ہوں وہ میں محاورہ عرب میں صفائی سے لکھے ہوئے بتا دوں گا اول میں اپنے حصہ کو لیتا ہوں اور لغت تین طرح پر میں دکھا دوں گا کہ محاورہ عرب کے رو سے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں یعنی اول اس طرح پر کہ خود ان الفاظ خاتم النبیین کے معنی لغت یا محاورہ عرب کی کتابوں میں آخری نبی لکھے ہیں دوسرے اس طرح پر کہ عرب نے خاتم القوم کا محاورہ عربی کی کتابوں میں آخری نبی لکھے ہیں دوسرے اس طرح پر خاتم القوم کا محاورہ جس کے مطابق خاتم النبیین ہے صرف ایک ہی یعنی آخر القوم میں بولا جاتا تھا۔ دوسرے اس طرح پر کہ لفظ خاتم معنی آخری عرب میں استعمال ہوتا تھا میاں صاحب نے اس بات کو بھی تسلیم کیا ہے کہ لغت عرب کا بہت سا علم ہمیں کتب لغت کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

پھر اس کے بعد صفحہ ۵ - ۶ - ۷ - پر متعدد عربی انگریزی ہے مستند لغت کے حوالے نقل کر کے ص ۸ پر ابن حبان کا قول نقل فرماتے ہیں کہ۔

(۳) من ذهب الى ان النبوة مكتسبة لا ينقطع --- فهو ذنديق يجب قتله -

اور جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ نبوت اکتسابی ہے جو منقطع نہیں ہوئی ہے تو وہ زندیق ہے جس کا قتل واجب ہے۔ پس خاتم النبیین کے معنی وہ بھی آخری نبی کرتا ہے نہ کچھ اور یہ میاں صاحب کی خوش فہمی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ خاتم کے معنی مہرے کہ کچھ اور معنی خاتم النبیین کے بن جاتے ہیں۔ ص ۸۔

”اب اس قدر لغت اور تفاسیر کی شہادت خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونے پر ہوتے ہوئے کس قدر جرات ہے کہ ایک شخص یہ کہے کہ لغت میں یہ معنی خاتم النبیین کے نہیں اور یہ سب لوگ غیبتہ تا ایک بات کو ماننے لگے پیچھے معنی بنائے“ ص ۸۔

پھر بہت سی اسی مضمون پر صحاح کی احادیث پیش کر کے فرماتے ہیں۔

”میاں صاحب نے اپنی تائید میں صرف ایک حدیث پیش کی ہے اس کا عنوان یوں قائم کیا ہے“ اس اجماع کے خلاف رسول کریم کی آواز۔ کیا تعجب نہیں کہ چالیس حدیثوں میں میاں صاحب کے کان کے پردہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی آواز نہ پڑی اور اعلیٰ پایہ کی حدیثوں کی طرف ایک لمحہ کے لیے بھی توجہ نہ کی اور ایک حدیث کی آواز نہ ہونے سن لی یہ رسول کریم کی آواز نہیں یہ اپنے نفس کی آواز ہے میاں صاحب ان ترکا دیکھنے والوں میں سے ہیں جن کو شہتیر نظر نہیں آیا کرتا جو ہاتھی کو لنگل جاتے اور مکھی پر گھبراتے ہیں بھلا اگر رسول کریم کی آواز کی میاں صاحب کو کوئی پروا تھی تو اس قدر مکھی آوازوں کی کیا پروا کی جن میں بار بار یہ کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی صورت میں نبی نہیں ہو

سکتا اس شخص کی مثال ہے جس نے کہا تھا کہ قرآن شریف کے اوامروں سے مجھے کواطر و شروایا دے اور نہیوں میں سے لاتقربوا الصلوٰۃ اگر چالیس حدیثوں کی کھلی شہادت کو ایک حدیث رو کر سکتی ہے جس پر بلحاظ مضمون اور بلحاظ روایت دونوں طرح حرج ہوئی ہے تو شاید ہمارے میاں صاحب کلی کو قرآن شریف کو بھی غیر محفوظ مانیں گے“ (آخری نبی ص ۱۳۷)

پھر تمام ان دلائل کا مفصل جواب دے کر جو مرزائی پیش کیا کرتے ہیں آخر میں فرماتے ہیں۔

”خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ میاں صاحب نے کہا تھا کہ خاتم النبیین کے معنی لغت میں آخری نبی نہیں اور جو معنی وہ خود کرتے ہیں۔ یعنی ایسا نبی جس کے اتباع سے نبی بنا کریں گے وہ صراحت سے اور بلا ناویل لغت میں موجود ہیں مگر میں نے لغت کی قریباً سب کتابوں سے اور احادیث سے اور اقوال ائمہ سے دکھایا ہے کہ وہ سب کے سب خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرتے ہیں اور یہی معنی حضرت مسیح موعود بھی کرتے ہیں میاں صاحب نے اپنے معنی پر ایک ٹوٹی ہوئی سند بھی پیش نہیں کی نہ لغت کا محاورہ پیش کیا نہ ہی حضرت مسیح موعود کا قول کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں ایسا نبی جس کے اتباع سے آئندہ نبی بنا کریں گے خاتم کے معنی مٹھ ہوں یا آخری خاتم النبیین کے معنی دونوں صورتوں میں آخری نبی ہیں اب یا تو میاں صاحب اپنے معنی کی حدیث سے ثابت کریں یا کم از کم ائمہ دین کے اقوال سے ہی دکھادیں یا یہ دکھادیں کہ لغت عرب میں یہ محاورہ تھا کہ وہ خاتم القوم کے معنی کیا کرتے تھے۔ ایسا شخص جس کے اتباع سے قوم بنے اور ایک قوم کا آخری شخص اس کے معنی نہ کرتے تھے صرف اسی صورت

میں وہ اپنے بیان میں پسے ٹھہر سکتے ہیں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اسی بحث سے مسئلہ نبوت کا فیصلہ ہو جاتا ہے کیونکہ اگر خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہے تو پھر حضرت مسیح موعود کی نبوت کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے آخری نبی کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا“ (آخری نبی ص ۱۳۷) ہماری عدالت سے استدعا ہے کہ اس سلسلہ میں رسالہ مذکورہ کا ملاحظہ فرما لیا جائے۔

ان قطعی اور مسلم دلائل کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ جاننا چاہیئے قرآن مجید و احادیث کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جن معنوں کی رو سے آخری نبی ہونا ثابت ہے ان معنوں کے لحاظ سے آپ نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے سے انکار نہیں کیا۔

نہ صرف لغو بلکہ مضحکہ خیز ہے بہر حال یہ تو مان لیا کہ انکار آخری نبی کا ضرور ہے مگر اس معنی سے نہیں جو قرآن و حدیث میں ہیں۔

مگر میں نے مفصل قرآن و حدیث و دیگر مستند دلائل قاطعہ سے ثابت کر دیا کہ معنی کی کوئی تفصیل نہیں آخری نبی کا انکار مطلقاً کفر ہے مرزا صاحب بھی قبل دعویٰ نبوت فرماتے تھے۔

”اور برائے یلٹنے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے“ (ایام الصلح ص ۱۴۷)

پھر مختار مدعا علیہ نے ایک عبارت کشتی نوح ص ۱۳ کے حوالہ سے ”نوع انسان کے لیے بتا کے لیے زندہ رہے“ نقل کی اور خلاف عادت مغالطہ کے لیے صرف حوالہ نقل کیا حالانکہ غیر متعلق طویل عبارتیں نقل کرتا رہا ہے اور اس حوالہ سے اس امر کے ثبات کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ مرزا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے قائل ہیں۔

اولاً جواب کے لیے اصل عبارت کشتی نوح صفحہ ۱۳ سے نقل ہے۔ ”نوع انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سونم کو ششمن کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دقتا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا بیع ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی لیے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لیے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریفی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخر کار اس کی روحانی فیض مسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا نام اسلامی عمارت کی تکمیل کے لیے ضروری تھا۔“

اب عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ اس میں بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ماننے کے اس کے خلاف تصریح موجود ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اپنے آپ کو مسیح موعود مانتے ہیں جو بقول مرزا صاحب نبی بھی ہوگا گو غیر تشریفی ہو۔

اور اس نتیجہ کے طور پر ممکن تھا کہ کوئی دروازہ زکاہ تاویل کر کے اس کا مطلب یہ بناتا کہ اس سے مراد بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں مگر مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت اور مرتے وقت تک اسی پر قائم رہنے نے تاویل کا دروازہ بند کر دیا ملاحظہ ہو البند ۵ مارچ ۱۹۰۸ء

”ہم خدا کے حکم کے مطابق نبی ہیں اور رسول۔“

نیز خط مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء جو ۲۳ مئی کو اپنی وفات سے تین یوم قبل لکھا ہے۔

(اقتباسات)

”میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں۔“

”سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔“

”اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھا ہے تو میں کیوں کر انکار کر سکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک کہ

اس دنیا سے گذر جاؤں۔

اب خواہ وہ کسی معنی سے ہو جب کہ مرزا صاحب خود بھی نبی ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً تمام نبیوں میں آخری مبعوث ہونے والے نبی نہ رہے جو بدلائل سابقہ آپ کی خصوصیات اور ضروریات دین میں سے ہے جس کا منکر اجماعاً کا فر ہے۔

اور خصوصیت کا انکار یعنی اس کا انکار ہے ملاحظہ ہو برج گواہ مدعا علیہ مارچ ۳۳ء۔

پس بعد انکار خصوصیت محمدیہ جس سے تسلیم گواہ انکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لازم آتا ہے کلمہ کے جزو اخیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیوں کر ثابت رہ سکتا ہے پھر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرزا صاحب آخری نبی مانتے ہیں مختار مدعا علیہ نے حسب ذیل اشعار براہین سے پیش کئے ہیں۔

اول آدم آخر شال احمد است
اے خنک آنکس کہ نہ رہ آخرے

دوسرا ارشاد۔

احمد آخر زمان کو دین راجبائے فخر
آخرین را مقتدا و بجا رکب و حصار

جواب یہ یہاں احمد کو آخر زمان بتلایا ہے اور احمد سے خود مرزا صاحب مراد ہیں چنانچہ نہ صرف یہاں بلکہ ہمیشہ رسول یا قی من بعدی اسمہ احمد میں بھی جو خصوصیت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے محمد کی طرح احمد بھی ایک نام ہے مرزا صاحب کو حقیقی مصداق بتلایا جاتا ہے اور مرزا صاحب کا نام احمد بتلاتے ہیں نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ ملاحظہ ہو۔

”پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کیا سورہ صفہ کی آیت جس میں ایک رسول جس کا نام احمد ہوگا بشارت دی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یا حضرت مسیح موعود کے متعلق۔ اسمہ احمد کی پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود ہیں۔“

میرزا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ کی ہنک ہے لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہے میں اس بات کے ثبوت میں اپنے پاس خدا کے فضل سے دلائل رکھتا ہوں اور تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کے سامنے بیان کرنے کے لیے تیار ہوں حتیٰ کہ میں انعام رکھنے کے لیے بھی تیار ہوں اگر کوئی میرے دلائل کو غلط ثابت کر دے۔

(انوار خلافت صفحہ ۱۸)

اس تصریح کے کبھی جواب کی حاجت ہی نہیں۔ کیونکہ احمد آخر زمان سے خود مرزا صاحب مراد ہیں۔ چنانچہ اپنے مرید خاص شاہزادہ عبد المجید صاحب سے اپنی شان کا ایک قصیدہ نقل کرتے ہیں جس کے دو شعر یہ ہیں۔ سے

طور جلال خدا عرش بریں ولت نور جمال خدا صورتت ... ملے رہنما
امت احمد کہ بود بسترہ جور و جفا احمد آخر زمان کرد بندش رہا۔

(ایام السلطۃ ص ۱۳۲)

مرزا صاحب کے احمد آخر زمان ہونے کی ساف تصریح ہے اگر کوئی سمجھے کہ پہلے شعر میں۔

اول آدم آخر شان احمد است۔

میں آدم سے احمد تک ذکر ہے۔

نو جواب ہے کہ مرزا صاحب آدم بھی ہیں اور احمد بھی نیز دین کی تکمیل بھی اپنے پر مانتے ہیں۔ لہذا آخر وہی ہوئے ملاحظہ ہو قول مرزا صاحب سے

آدم نیز احمد مختار۔ در برم جامہ ہمہ ابرار،
روضہ آدم کہ تھا وہ ناکمل اب تلک میرے آنے سے ہوا کامل بجلد برگ و بار۔ (درغین)

بلکہ صحیح تو یہ ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کا محمد رسول اللہ کہنا جب کہ مرزا صاحب خود محمد اور رسول بھی ہیں زیادہ قابل اعتبار نہیں ملاحظہ ہو درغین سے

میں کبھی آدم کبھی موسے کبھی یعقوب ہوں

نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

نیز ایت محمد رسول اللہ والذین معہ الہ کے مصداق بھی مرزا صاحب ہیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے پس جو خود محمد رسول اللہ بن بیٹھے اس کا ایمان لالہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر کیا پھر آئینہ کمالات کا یہ حوالہ چالاکی سے مختصر پیش کیا ہے ”مگر وجود ملائک اور ان کے منشی خدمات کے ماننے کے بعد اس قدر تو ضرور دریافت کرے گی کہ ان کا کوئی نفل بعثت اور یہودہ طور پر نہیں اس اقرار کے بعد اگرچہ عقل منفلاً تساقط شعب کی ان اغراض کو دریافت نہ کر سکے جو ملائک کے ارادہ اور تمیز میں ہیں لیکن اس قدر اجمالی طور پر تو ضرور سمجھ جائے گی کہ بے شک اس نفل کے لیے بھی مثل اور افعال ملائک کے دیپروہ اغراض و مقاصد ہیں پس وہ بوجہ اس کے کہ ادراک نفسی سے عاجز ہے اس تفصیل کے لیے کسی اور ذریعہ کی محتاج ہوگی جو محدود عقل سے بڑھ کر ہے اور وہ ذریعہ وحی اور الہام ہے جو اسی غرض سے انسان کو دیا گیا ہے تا انسان کو ان معارف اور حقائق تک پہنچا دے کہ جن تک عقل پہنچا نہیں سکتی اور وہ اسرارِ قدس اس پر کھولے جو عقل کے ذریعہ سے کھل نہیں سکتے اور وحی سے مراد ہمارے وحی قرآن ہے جس سے

ہم پر یہ عقدہ کھولایا کہ استناط شہب سے ملائکہ کی غرض جم شیاطین ہے۔

ملاحظہ ہو اس میں کہیں آخری نبی کی نبوت کی کوئی بحث ہی نہیں نہ معلوم مختار مدعا علیہ نے یہ حوالہ کس عالم سے

نقل کیا ہے

پھر یہ بیکار حوالے ذکر کرنے کے بعد ۱۹۰۱ء کے بعد کے (سہ) حوالے بزرگ خود مختار مدعا علیہ کی مغالطہ اندازی الم نشرع کرنے کے واسطے پیش کئے ہیں۔

اور اسی مغالطہ اندازی سے مختصر نقل کے ہیں تاکہ اصل مدعا کا پتہ نہ چلے۔

(۱) حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۴ اور تمام بیوں نے جو بنی اسرائیل میں آتے ہے اس بیگوئی کے یہی معنی سمجھتے تھے کہ وہ آخر الزمان نبی اسرائیل سے پیدا ہوگا الخ۔

جواب۔ اس میں تو اپنا عقیدہ مرزا صاحب نے نبی آخر الزمان کے متعلق نقل نہیں کیا۔ بلکہ تمام ان بیوں کا عقیدہ اور سمجھنا مذکور ہے جو بنی اسرائیل میں آتے ہے۔ مرزا صاحب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزمان کہا ہو۔ اس کا ایک حوالہ کہیں نہیں مل سکتا۔ کیونکہ پھر خود مرزا صاحب کیسے نبی کا ذب بن سکیں گے۔

(۲) سو تقویٰ کے دائرہ سے باہر قدم مت رکھو کیا جیسا کہ یہود نے اور ان کے بیوں نے سمجھا تھا آخری نبی بنی اسرائیل میں سے آئے گا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۴)

یہاں بھی اپنی رائے کچھ نہیں بلکہ یہودیوں اور ان کے بیوں کے الفاظ میں آخری نبی کا لفظ ہے مرزا نواس کے منکر ہی ہے اور مرتے وقت تک نبی بنے رہے۔

(۳) اور سب کے آخر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۴)

اس میں لفظ آخری نبی تو نہیں مگر یہ ہے کہ سب سے آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔ اس سے استنباط بھی آخری نبی نہیں ہو سکتا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا صاحب کو سی نبوت رسالت پر رونق افروز ہیں اور نہ صرف نبی بلکہ تمام انبیاء سابقین کے ہم پلہ بلکہ بڑھ کر ہیں۔

انبیاء گریہ بودہ اندیسے من بھر فال نہ کمتر نہ کسے

آئینہ داد است ہر نبی را جام داد انجام را ملا بہ تمام

مختار مدعا علیہ نے اس کے بعد اور سب احادیث مسلم و کنز العمال وغیرہ ترک کر کے ایک مخصوص سند کی این ماہر کی حدیث پر غیر مسلم جرح نقل کی جس کے متعلق میں اوپر کہہ آیا ہوں اور مفصل آگے ختم نبوت کی بحث میں آئے گا۔ مختلف معنی سے جو آخر میں بے سود تاویلیں کی ہیں وہ اوپر کے دلائل سے لغو ثابت ہو چکیں لہذا مکملہ اس پر کچھ کہنے

کی ضرورت نہیں۔

قول مختار مدعا علیہ۔

”مختار مدعیہ اپنے مسلمہ عالم کا قول پڑھے مولوی خلیل احمد صاحب لکھتے ہیں۔ اعتقادات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ ظنیات کا الخ (برائین قاطعہ صفحہ ۱۸۹)۔

نوٹ مسلمہ عالم کا لفظ خلاف قانون ہے۔ کہیں مسل میں پترہ نہیں۔ اسی اصول پر ہم نے خصوصیت مجزیہ لفظ آخری نبی اور اس کے مفہوم کے ساتھ قرآن پاک۔ احادیث قطعیہ متواترہ۔ اقوال صحابہ۔ ائمہ مفسرین۔ صوفیاء کرام حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رضی اللہ عنہما کہ مرزا صاحب کے صحابی خاص الخاص جناب محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ سے پیش کر دیا۔ بلکہ شاید مختار مدعا علیہ آپ کو معلوم نہ ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی آخر الزمان ہونا نہ صرف قرآن پاک بلکہ کتب متقدمہ کا مسلح مسلم مسئلہ ہے۔ ملاحظہ ہو تورات مقدس۔“

جو شخص آخر الزمان نبی کو نہیں مانے گا میں اُس سے مطالبہ کروں گا (تورات استثناء باب ۱۸) ترجمہ میں شک ہو تو مرزا صاحب کی گواہی پیش ہے۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۱۔

اب نوا آخری جی یا آخر الزمان نبی کی خصوصیت قرآن و حدیث کتب سابقہ سادہ سب سے ثابت ہو چکی اور اس سے انکار کے بعد کسی طرح محمد رسول اللہ پر ایمان نہیں ہو سکتا۔ اس پر مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ ”اور مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ گواہان مدعا علیہ نے جرح کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات پر ایمان لانا ضروری مانا ہے یہ ایک مغالطہ ہے گواہان مدعا علیہ میں سے کسی نے نہیں کہا کہ جو خصوصیات نہ تو قرآن مجید سے ثابت ہیں اور نہ کسی حدیث متواترہ سے بلکہ گواہان نے اپنی طرف سے چند مفروضات گھڑ کر انکا نام خصوصیات رکھ لیا ہے۔ ان پر بھی ایمان لانا ضروریات دین میں سے شمار کیا جائے۔“

نہ صرف مضحکہ خیز بلکہ محض مغالطہ ہے جو کہ عدالت پر پوشیدہ نہیں۔ کیونکہ یہ خصوصیت اور تمام خصوصیات قرآن پاک احادیث اقوال صحابہ و ائمہ بلکہ اسامی امت سے ثابت ہیں پس ان کا انکار تو متفقہ کفر ہو گا۔



خاتم النبیین کے معنی

قول مختار مدنا علیہ :-

”مختار مدینہ نے مرزا صاحب کے کلمہ کے دوسرے جزو کے انکار کی دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ مرزا صاحب خاتم النبیین کے منکر ہیں۔“

جواب

مختار مدنا علیہ نے یہ وجہ محض اپنی طرف سے تراشی ہے خاتم النبیین کے متعلق اس موقعہ پر کچھ نہیں پیش کیا گیا بلکہ آخری نبی کے لفظ اور اس کے ہجوم کے متعلق تھا جو اوپر کے سیدنگ کے تحت مفصل گزریا مگر اب ہم اس کی خاطر اس کے متعلق بھی بہت ہی مختصر عرض کرتے ہیں۔

مختار مدنا علیہ نے یہ بات کا حوالہ دے کر یہ فرمایا ہے کہ ”مرزا صاحب اور آپ کی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کو بصد دل یقین کرتے ہیں۔“

جواب

خاتم النبیین معنی آخری نبی میں گفتگو ہے نہ کہ صرف لفظ خاتم النبیین میں۔ اصل بات یہ ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے پہل جب تک کہ مرزا صاحب کی نبوت سے پردہ نہ اٹھا تھا۔ جب بھی مرزا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرماتے تھے اور یہی لفظ میں بھی تھا اور بعد کو بھی آج تک خاتم النبیین کا لفظ مغالطہ آمیز فرماتے رہے لیکن معنی بدل ڈالے اور پہلے مطلقاً اہلسنت کی طرح تھا اور اب معنی کفر پر رکھ لئے کیونکہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اس کے معنی مسلمانوں کے مطابق یہ کرتے رہے ملاحظہ ہوں اصل الفاظ مرزا صاحب۔

(۱) اور جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو ماننا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں یہ یقین ہے کہ وہی رسالت حضرت آدم صلی اللہ سے شروع ہوئی اور مناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگی۔“

(دین الحق صفحہ ۲۷ بحوالہ حقیقۃ النبوت)

حضرت قبلہ عالم خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ و قدس سرہ کو بھی ۱۹۰۱ء سے پہلے خط لکھا ہے جس میں مصرع ہے کہ ہا ہر نبوۃ را بروشد افتنام۔ (اجتہادات یا م صلح)

(۴) ”ہم اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ہی چاہتا ہے کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے اور سلسلہ نبوت کا منقطع منظور ہو سکتا ہے اور اگر فرض بھی کر لیں کہ حضرت عیسیٰ امتی ہو کر آپ کے تو شان نبوت تو ان سے منقطع نہیں ہوگی گواہیوں کی طرح وہ شریعت اسلام کی پابندی بھی کریں مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اس وقت وہ خدا تعالیٰ کے علم میں نبی نہیں ہوں گے اور اگر خدا تعالیٰ کے علم میں دنیا میں وہ نبی ہوں گے تو وہی اعتراض لازم آیا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی دنیا میں آیا اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا استحقاق اور نص صریح قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا کمال نص صریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لابی بعدی میں بھی نفی عام ہے پس یہ کس قدر دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات کی لکڑی کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے۔ اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا اور بعد اس کے بودی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ بس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وجہ بلاشبہ نبوت کی وجہ ہوگی۔“ (ایام الصلح صفر ۱۴۶۹)

خصوصیت سے خط کشیدہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

(۵) ”کیف مآلی ان ادعی النبوة“ اخر جہ من الاسلام والحق بقوم کا فریب
تو ”مجھے یہ کب پہنچتا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے نکل کر کافروں میں مل جاؤں“ (حما مۃ البشیری)
”مجھے نبی ماننے والے دجال ہیں۔“

(۶) ”اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا کیا ہو یا پرانا“ (نشان آسمانی صفحہ ۳۰ جون ۱۹۹۲ء بحوالہ حقیقۃ النبوت صفحہ ۹۳ حصہ اول)
اب ۱۹۰۱ء کے بعد کے حوالے ملاحظہ ہوں۔

اب اپنی نبوت سے پردہ اٹھ چکا آپ بیلٹے اس کے کہ۔
ج - ہر نبوت مابرو شد اختتام۔ اور کسی قسم کا نیا یا پرانا نبی آنا خاتم النبیین کے معنی ہے اگر اور مگر اور قیودات و ذائدات کا اضافہ ہے گو لفظ تو وہی خوش آئند منالط اعمیر خاتم النبیین ہے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔
”وَنُوْثِنُ بَاۡنَهُ خَاتَمَ الْاَنْبِیَآءِ لَاۤ اٰتٰیۤ اٰیۃًۢ بَعْدَ الْاٰیۃِۤ اٰیۃً“

مواعظ الرحمان ۶۷۹-۶۸۰ جنوری ۱۹۳۰ء۔

یعنی ہم ایمان لاتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہ ہوگا مگر وہ جو آپ کا فیض یافتہ ہو ملاحظہ ہو کہ یا تو لابی بعدی مطلق تھا کسی قسم کی تخصیص شرارت اور قرآن و حدیث کے خلاف بیحدی تنہی جیسا کہ ایام الصلح ص ۱۱

پر ہے یا اب تخصیص شریعت نہ رہی اور ایک ”مگر“ لگا کے تخصیص خلاف حدیث و قرآن کر دی کہ آپ سے فیض یافتہ امتی نبی آسکتے۔

اس کے نتیجے کا شہرہ کی نوٹ مرزا صاحب کے خلیفہ ثانی کا بھی پر گواہان مدعا علیہ کا ایمان ہے حقیقتہ النبوت ص ۹۷ سے ملاحظہ ہو۔

(۳) ”تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے۔“ چشمہ معرفت ص ۳۲ حقیقتہ النبوت صفحہ ۸۵ اس قسم کے صدہا حوالہ موجود ہیں جس کو تفصیل منظور ہو۔ حقیقتہ النبوت مرزا محمود صاحب کے ہیڈنگ۔

”۱۹۰۱ء کے بعد کے حوالجات“ کے تحت صفحہ ۹۷ سے صفحہ ۱۱۸ تک ملاحظہ فرمائیں۔

خلاصہ جواب یہ کہ لفظ خاتم النبیین کا اقرار نواز خٹک ہے مگر سلسلہ ۱۹۰۱ء سے پہلے حسب قول گواہ مسلمان تھے تو اسلامی معنی بھی ہیں جیسا کہ ایام الصلح سفر ہما نشان آسمانی ص ۳۱۳ درن الحق صفحہ ۲۷ ازالہ صفحہ ۳۱۰ پر تصریح ہے بعد ۱۹۰۱ء و اول تو صرف لفظ ہی استعمال میں ہے جیسا کہ فارم بیعت پیش کردہ گواہ مدعا علیہ منسلکہ مسل سے واضح ہے اور اگر معنی کہیں کچھ کہتے تو یا وہ اسی دلیل کے ساتھ گول مول اور اگر وضاحت کی کبھی ہمت کی تو وہی کفر یہ معنی بیان کئے ہیں جو کھلا ہوا انکار بلکہ موجب مزید توہین ہے ملاحظہ ہوا مستفتا، عربی صفحہ ۲۳ و سمرکار دو عالم تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق، یہ مغالطہ وہی ضروری تھا کیونکہ ہمارے آقا و مولیٰ کی پیشگوئی میں تمام اپنے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کو جال و کذاب بتایا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ دار نبوت اگر ایسا مغالطہ نہ کرے تو عیاذ باللہ صادق و مسدوق جیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر حرف آجائے جو متفقہ فریقین محال و ناممکن ہے۔

قول شاعر مدعا علیہ۔

”اور اس کے جو معنی قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ اور ائمہ اور لغت عرب کی رد سے ثابت ہوتے ہیں ان پر ایمان رکھتے ہیں“

جواب

محض غلط اور مغالطہ ہے مرزا صاحب کے قائم کردہ معنی کہ جس کی کامل پیروی و اتباع سے نبی بنا کہیں جس کی اتباع نبیہ تراش ہو نہ کسی ایک آئینہ میں صراحتہ کجا اشارة و کنایہ نہیں مدعی ایک حدیث میں ”ضعیف سے ضعیف سہی نہ کسی مسلم امام کے معتبر قول میں نہ کسی لغت کی کتاب یا محاورہ عرب میں پائے جاتے ہیں۔“

مخلاف اس کے ہمارے پیش کردہ معنی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور آخری نبی تمام نبیوں سے پیچھے آنے والے ہیں آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا نہ آپ کے بعد ایسا یہ منصب نبوت کسی کو عطا ہوگا نہ تقریباً یکصد

آیات دوسو سے زیادہ احادیث حوالہ گواہ مدعیہ ۱۲۴ سے زائد آثار صحابہ ۲۶ اقوال سلف صالحین دس عظیم اشان مفسرین کے فیصلہ آٹھ نہایت ہی مستند لغات تقریباً چھ نہایت ہی معتبر کتب فقہ پر متعدد حوالہ صوفیائے کرام رحمہم اللہ مرزا صاحب کے بھی فیصلہ ۱۹۰ کے پہلے کے پیش کر کے روز روشن کی طرح واضح کر دیا گیا کہ خاتم النبیین معنی آخری نبی جس کے بعد کسی قسم کا نبی نہ بن سکے اور اسلامی سلطنت ہو تو بفرمان رسول اکرم بتصریح امام عی الدین ابن عربی قابل گردن زنی ہے جو وہ اس شریعت کے متبع ہو یا مخالف ملاحظہ ہو۔ (بوانیت ج ۲ محبت ۳۵ صفحہ ۳۸)۔

سواء دافق شرعنا وخالفت فان كان مكلفاً صنوبنا عنقه والاصفحنا عنه صفحاً۔
مفصل بیانات گواہان مدعیہ میں گزر چکا اور آگے اپنی جگہ پر ان شاء اللہ آئے گا۔

(۳)

معراج جسمانی کا انکار،

قول مختار مدعا علیہ :

مختار مدعیہ نے مرزا صاحب اور اس کی جماعت کے کلمہ جزو ثانی سے منکر ہونے کی ایک وجہ یہ قرار دی ہے کہ وہ معراج جسمانی کے منکر ہیں اور تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آپ کو عرش تک معراج جسمانی ہوئی تھی جس میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں دوسری معراجوں کا یہاں ذکر نہیں اگر کوئی اپنے یا کسی اور کے لیے معراج مانے تو شرک فی الرسالہ ہوگا اور مرزا صاحب نے ازالہ اہام میں لکھا ہے کہ یہ آنحضرت کا ایک کشف تھا اور ایسے کشف میں خود مؤلف بھی صاحب تجربہ ہے اس قول سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے لیے ایک نہیں بلکہ کئی معراج ثابت کئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی کا انکار کیا ہے اس لیے آپ کلمہ کی ثانی جزو کے منکر ہوئے کیونکہ معراج نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے اور اس انکار کی وجہ سے کافر و مرتد ہوئے لہذا مدعیہ کا نکاح فسخ ہونا چاہیئے۔

الجواب

حسب عادت یہاں مختار مدعا علیہ نے مسئلہ کو جو غلط ملط کرنے کی سعی کی ہے۔ اور جس تمہید پر یہ اعتراض مبنی تھا اسے دیدہ و دانستہ ماسبق کی طرح نظر انداز کر دیا۔

بیان یہ کیا گیا تھا کہ آقا و مولیٰ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ باری تعالیٰ کے محبوب اور تمام مخلوق کمالات کے منبع و مخرج بتصریح اننا قاسمہ و اللہ یعطی۔ نیز تمام کمالات میں بے نظیر و بی مثال عجلہ قدرت نے ان کمالات کا نہ کوئی پیدا کیا نہ آئندہ کبھی پیدا کرے گا تمام مخلوق جن داس اولیا و ابدال غوث و اقطاب اولو العزم انبیاء کرام بلکہ مقررین کی یہ حدود و شمار تعداد مصادق لا یعلم جنود ربک الا هو سب کے تمام کمالات ایک پلے میں رکھے

جائیں۔ اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت نہیں۔ بلکہ اس کا ایک ذرہ ایک پلہ میں رکھا جائے تو یہی ایک ذرہ شان محبوبیت بڑھ کر ہو گا بلکہ یہ تمام مذکورہ بالا اولیاء اور ملکہ مغفرتین انبیاء کرام علیہم السلام ان کے مرتبہ علی کو کیا پہنچتے۔ ان کا وہم و گمان بھی وہاں تک رسائی نہیں کر سکتا۔ بلکہ یہاں تک اس سید گل غفر کل فی السکال صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ نے قدم اور نعلین شریفین پہنچائے ہیں۔ کسی کا سر بھی نہیں پہنچتا۔ جبرئیل علیہ السلام بھی باوجود انتہائی اور اعلیٰ تقرب کے ہم رکابی میں ایک مخصوص مقام پر پہنچ کر رک جاتے ہیں۔ پھر وہی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تنہا اللہ کی رحمت کی معیت میں وہاں تک جاتے ہیں جس کو دنیا والے یوں تعبیر کرتے ہیں کہ۔

کس نہا نست کہ منزل گہ دلدار کجا است

ایں قدر مست کہ بانگے جو سے می آید

مگر دراصل ہمارے لفظوں میں اس کی تعبیر ہی ناممکن ہے۔ شہ دنا فندلی فکاک قاقب قوسین ادا فی فادوحی الی عبدہ ما اوحی۔

سے بیج کہو ان آنکھوں سے کوئی اور بھی دیکھا پایا ہے کسی اور نبی نے بھی یہ تہہ بتلا تو سر عرش بریں کون ہے پہنچا البدر سے زینت تری وہ عرش معلّا جو رہے ترا نقش کف پائے محمد

باری تعالیٰ بھی وحدہ لا شریک لہ اور عجیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی وحدہ لا شریک لہ فرق یہ ہے کہ باری تعالیٰ اپنی خدائی میں وحدہ لا شریک اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم محبوب خدا ہونے میں وحدہ لا شریک تان کی خدائی میں کوئی شریک و ہم نہ ان کی شان محبوبیت و کمالات میں کوئی شریک ان کی الوہیت میں شریک ماننا شرک فی الاوہیۃ ہے۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و کمال محبوبیت میں کسی کو شریک ماننا شرک فی الرسالۃ ہے۔ شرک فی الاوہیۃ کے بعد جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا لا الہ الا اللہ کلمہ کے پہلے جزد پر ایمان ناممکن ہے۔ شرک فی الرسالۃ کے بعد (جسے بھی مرزا صاحب نے نہ چھوڑا) کلمہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا۔

بھریہ بتلایا تھا۔ کہ چونکہ مسئلہ معراج جہانی نہایت طویل الذیل ہے۔ اس لیے میں اس وقت اسے نہیں چھیڑتا۔ اور وہ تو سر سید علیہ الرحمۃ کی بھی سمجھ میں نہ آیا۔ اور کشفی رنگ کا سمجھتے بہتے مگر ایسا کشف جو نہ کسی نبی کو ہوا نہ ولی کو نہ کسی کو ہو سکے لیکن مرزا صاحب نے یہ کیا۔ کہ کشف بتا کہ یہ کہہ گئے۔ کہ وہ اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہیں۔ یہ عبارات کبھی ہوتی شان رسالت و محبوبیت کے شرک پر دال ہے اور شرک فی الرسالت کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رہ سکتا ہے۔ ہر نبی کو کسی نہ کسی رنگ میں معراج ہوئی ہے۔ کسی کو آگ کے بھڑکنے ہوئے شعلوں

میں کسی کو کوہ طور پر کسی کو کشتی میں۔ کسی کو چاہ کنعان میں اور کسی کو شکم ماہی میں ادرہ سب بیداری اور جسم کی حالت میں تھی۔ مگر ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم اقدس کے ساتھ عرش اعظم پر ہوئی۔ اس میں آپ کا کوئی بھی شریک و ہم نہیں اور کشف مان کر بھی اس جیسا کسی کو کشف ناممکن ہے۔

پس اعتراض صرف تنبیہ پر تھا۔ مسئلہ کو طوالت کی وجہ سے نظر انداز کر دیا تھا۔ اور بنا اعتراض صرف یہ فقرہ کہ ”اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے“ قرار دیا تھا۔

پھر بھی محض مدعا علیہ نے باوجود شدید احتجاج غیر متعلق ہونے کے اصرار کو پورا مسئلہ طول و طویل تقریر یا پندرہ صفحات پر سپرد قلم کیا ہے جس کی بناء پر ہم بھی مفصل جواب دینے پر مجبور ہو گئے۔
قول مشار مدعا علیہ :

”مختار مدعیہ کے اس اعتراض میں تین باتیں قابل غور ہیں (الف) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی (ب) اور کیا صحابہ اور ائمہ سلف صالحین اور تمام اہل سنت معراج جسمانی کے قائل تھے اس کا مفصل جواب تو آگے آئے گا۔ اجمالاً پہلے حصہ الف کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی۔

جواب :

مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ امام عبد الوہاب شعرانی اور ابن عربی کے حوالہ سے پیش کرتا ہوں جنہیں مختار مدعا علیہ جواب جرح مانع سکتہ میں مسلم مان چکا ہے۔

”قال الشيخ وكان هذا الاسراء بجسمه الشريف ولو كان الاسراء بروحه صلى الله عليه وسلم ويكون رويًا رُأى كما يروى النائم في نومه وانكراه من قرأه لا تاذعه فيه. وإنما انكروا عليه كونه أعلمهم أن الاسراء كان بجسمه الشريف في تلك المواطن التي دخلها كلها رفان قلت فكيف كانت اسراءه صلى الله عليه وسلم (فالجواب) كما قاله الشيخ في الباب الرابع عشر وثلاثمائة انها كانت أدباً وثلاثين مرة واحدة بجسمه والباقي بروحه رويًا رُأى قال ومما يدل لك على أن الاسراء ليلته فرض الصلوة كان بالهجوم ما ورد في بعض طرق الحديث أنه صلى الله عليه وسلم استوحش لما زجر به في النوم ولم يرمعه أحدًا إذا الارواح لا توصف بالوحشة ولا بالاستبحاش قال وكذلك مما يدل على أن الاسراء كان بجسمه ما وقع له من العطش فإن الارواح المسجودة لا تعطش۔

(بواقیت ص ۳۵)

امام عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ معراج جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی حضور علیہ السلام کو جسم سمیت ہوئی

اور اگر صرف رسانی اور ایک کشف یا خواب ہو تا جیسا کہ لوگ نیند میں دیکھتے ہیں۔ تو کوئی بھی قریش میں سے انکار کر کے
 نہ ہوگا۔ بلکہ ان کا انکار صرف اس بنا پر تھا کہ وہ ان تمام مقامات (قریش سے عرش تک) آپ کا رات میں جانا جسمانی یقین
 کرتے تھے۔

پھر تعداد معراج کا سوال کر کے شیخ محی الدین عربی کا فیصلہ فتوحات کے صفحہ ۱۴۳ (باب سوم) سے نقل کیا ہے کہ حضور
 علیہ السلام کو چونتیس معراجیں ہوئی ہیں ایک شریعتی اور باقی روحانی کشتی۔ پھر فرمایا کہ وہ معراج کہ جس میں بیچگانہ نماز فرض ہوئی جسمانی
 ہے اور منجملہ دیگر دلائل جسمانی کے اس کے جسمانی ہونے پر ایک دلیل ہے کہ حدیث میں استوحش کا لفظ بھی آئے ہے کہ حضور علیہ السلام
 کو توحش ہوا حالانکہ ارواح توحش کے سابقہ متصف نہیں کیجاتی۔ یوں ہے ایک اس کے جسمانی ہونے کی دلیل منجملہ اور اور یہ
 ہے کہ آپ کو پیاس لاحق ہوئی اور صرف روح کو کبھی پیاس نہیں لگ سکتی۔ یہ معلوم ہوا کہ یقیناً یہ معراج جسمانی تھی۔

ایسے واضح احوال کھینچے ہوئے مسلمہ بزرگ کی شہادت کے بعد سرسیدؒ اور سید سلیمان ندویؒ مولوی خندانہ اللہ قمری
 کی اڑ نہایت لغو اور ناقابل التفات ہے۔ خصوصاً جب کہ مسل پران کا تذکرہ تک نہیں۔ اور عدالت تو مسل کی پابند ہے۔
 دوسرے حصہ کے جواب کہ اور کیا صحابہ اور ائمہ سلف اور تمام علماء اہل سنت معراج جسمانی کے قائل تھے۔
 مفصل جواب تو آگے آئے گا۔ صرف دو حوالے نقل کئے جاتے ہیں جس سے واضح ہو گا کہ اس معراج کے جسمانی ہونے
 پر تمام سلف و خلف کا اتفاق ہے۔

(۱) امام المحدثین حافظ بدر الدین عینی فرماتے ہیں۔

وہمور السلف والخلف علی ان الاسراء کان بعدہ درودہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ تمام اگتے پھلوں سلف و خلف کا
 اتفاق ہے کہ یہ معراج جسم اور روح دونوں سمیت تھی نہ صرف روحانی (عمدة القاری شرح بخاری شریف باب الاسراء)
 (۲) تاصنی القضاۃ ابو الفضل عباس ابن عمر و رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فیصلہ۔

ذهب معظم السلف والمسلمین الی انہ اسراء بالجسد وفي الیقظہ وهذا هو الحق وهو قول
 ابن عباس وجابر والنس وحذیفۃ وعمرو وابو ہریرۃ ومالك ابن صعصعۃ وابی حمیہ البدہی۔۔۔۔
 الخ (شفاء شریف قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ معہ شرح شفا ملا علی قاری) یعنی جمہور سلف صالحین یعنی صحابہ و تابعین
 و جمہور مسلمین کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت پیداری اسٹیجیم کے ساتھ معراج ہوئی اور یہی حق ہے۔
 اور یہی مذہب حضرت ابن عباسؓ اور جابرؓ اور حذیفہؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اور ابو ہریرہؓ اور مالک ابن صعصعہ اور
 ابو جہرہ بدری اور ابن مسعود اور شحاک و سعید ابن جبیر اور قتادہ اور سعید ابن مسیب اور ابن شہاب اور ابن زید اور حسن
 بصری اور ابراہیم اور مسروق اور مجاہد اور عکرمہ اور ابن جریر طبری اور امام احمد بن حنبل رضوان اللہ علیہم ورحمہم اللہ
 اور مسلمین کی جماعت عظیمہ کا یہی عقیدہ ہے۔ یوں ہی فقہاء ائمہ مجتہدین و محدثین و متکلمین و مفسرین کا مذہب ہے۔ الخ

نہ ہو اور ابن عباس نے عین کا لفظ رؤیا کے ساتھ اسی مقصد سے بولا ہے کہ رؤیا سے رؤیت یا تعین فی البقظ مراد ہے تو وہ بھی مجملہ اس گروہ کے ہوں گے جو معراج فی الیقظہ کے قائل ہوئے ہیں مگر ہم اس گروہ میں نہیں جو واقعہ معراج کو حالت خواب میں تسلیم نہیں کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک خواب میں ماننا لازم ہے (تفسیر سر سید صفحہ ۱۰۷) جب مختار مدعیہ کے نزدیک سر سید احمد خاں معراج جسمانی کے منکر ہو کہ صرف مسلمان نہیں بلکہ ایک بزرگ مسلمان ہیں جو خطاب علیہ الرحمۃ کے متبع ہیں تو وہ اسی بنا پر کسی اور کو دائرہ اسلام سے خارج اور کلمہ شہادتین کے منکر کس طرح قرار دے سکتا تھا۔ جیسا تو اس تفریق و اختلاف کی اس کے سوا اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ مرزا صاحب نے جو مسیح موعود اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور قدیم نوشتوں کی بنا پر ضروری تھا کہ زمانہ کے مولوی حسد اور تعصب کی وجہ سے انہیں کافر و مرتد کہتے ہیں۔ الخ یہ پچھلے لفظ حسب ضابطہ مسل سے کلمے کے لائق ہیں میں خصوصیت سے عدالت کی توجہ اس طرف مبذول کرتا ہوں۔

الجواب

جواب میں کوئی اور دلیل جیسے کہ میں نے دلائل قاطعہ پیش کئے ہیں مدیث کر سکا صرف سر سید احمد صاحب رحمہ اللہ اس پر رحم کرے، اُن کی غلط فہمی اور مختار مدعا علیہ کا اُن کے لیے علیہ الرحمۃ کے استعمال کرنے کو دلیل سمجھ لیا مگر مختار مدعا علیہ کو واضح ہونا چاہیے کہ یہ دلیل نہ قرآن کی ہے۔ نہ حدیث کی نہ اقوال سلف نہ ائمہ ہدای کی۔

سر سید احمد صاحب ہرگز کوئی مذہبی پیشوا نہیں بلکہ ایک دنیا دار بنچری خیال کے آدمی ہیں جو معراج جسمانی معجزات انبیاء اور کلمات اولیاء اللہ وجود ملکہ جن شیطانیین بصر طائفہ کھنے امور ہیں جن میں تاویلات کرتے ہیں اور صحابہ کرام اور عامہ مسلمان کی طرح قائل نہیں پس سر سید کی تحقیق دینی معاملہ میں اور ان کی تفسیر اللہ کی مراد بیان کرنے میں محض غلط اپنی ذاتی رائے کسی پر حجت نہیں۔ باقی علیہ الرحمۃ کا لفظ مسلم بزرگان دین کے ساتھ مختص نہیں ہر شخص اپنے والد استاد اپنے بزرگ زندہ کو صاحب وغیرہ اور مدظلہ دام برکاتہ اور مردہ کو مرحوم اور رحمۃ اللہ۔ علیہ الرحمۃ کہتا ہے جیسے ہم کہیں مولانا محمد علی مرحوم اور اس کو ان کی بزرگی اور مسلم ہونے کا اشارہ نہیں اسی طرح علیہ الرحمۃ اور رحمۃ اللہ علیہ بھی عربی زبان میں مرحوم ہی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے ایک ذرہ کافر نہیں۔

اول تو سر سید احمد نے آخری عمر میں ان تمام خلاف شرع عقائد سے رجوع کر لیا ہے اور ان تاویلات پر ندامت و معذرت پیش کی ہے۔ جس کے واسطے تفصیلاً العقائد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ناٹو قوی رحمۃ اللہ علیہ جس میں اُن کی خط و کتابت کا اکثر حصہ چھپا ہے۔ اور امیر الروایات امیر شاہ خان صاحب رحمۃ اللہ کی ملاحظہ فرمائی جائے اور میں نے اپنے مستند اکابر سے بھی اُن کے رجوع کی معتبر روایت سنی ہے لہذا مجھے حق ہے کہ انہیں مسلمان سمجھ کر مرحوم اور اس قسم کے لفظ سے یاد کروں مگر مسلمان ہونا اور چیز ہے۔ اور مسلم ہونا اور۔ یوں اگر مرزا صاحب کی ان کفریات سے کوئی توبہ اور اس سے رجوع مختار مدعا علیہ دیکھا

دیتا تو ہم مرزا صاحب کو بھی مرحوم۔ علیہ الرحمۃ وغیرہ اسلامی نام والقاب سے یاد کرتے۔

دوسرے یہ کہ سر سید احمد صاحب مرحوم کی سمجھ میں نہ آیا اور اپنی غلط فہمی سے معراج جسمانی کے قائلین سے علیحدہ ہو گئے مگر کسی قسم کی گستاخی یا شرک فی الرسالہ کا ارتکاب نہ کیا۔ جیسا کہ اُن کی دوسری تصانیف نقاب بر احمدیہ وغیرہ سے واضح ہے۔

نیز یہ عبارت ضرور ملاحظہ ہو۔ اور خصوصیت سے طرز خطاب میں لحاظ ادب۔

(تفسیر سر سید صفحہ ۱۰۷)

کس قدر تہذیب اور ادب سے لکھ رہے ہیں اور مرزا صاحب کی گستاخی بارگاہِ نبوۃ کی ملاحظہ ہو۔

”سیر معراج جسم کشف کے ساتھ نہ تھا“

تا اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحبِ تجربہ ہے۔

(ازالہ اوہام)۔

جسم کو کشف کہہ کر اس کی معراج نہ ماننا اور اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل ”الرحمہما“ یہ رائے صحیح نہ ہو اور ابن عباس نے عین کا لفظ ردیائے ساتھ اسی مقصد سے بولا ہے کہ ردیاء سے رویت یا تعین فی الیقظہ مراد ہے تو وہ بھی منجملہ اس گروہ کے ہوں گے جو معراج فی الیقظہ کے قائل ہیں مگر ہم اس گروہ میں ہیں جو واقعہ معراج کو حالت خواب میں تسلیم کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک خواب میں ماننا لازم ہے (تفسیر سر سید صفحہ ۱۰۷)۔ کس قدر تہذیب اور ادب سے لکھ رہے ہیں اور مرزا صاحب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

سیر معراج جسم کشف کے ساتھ نہ تھا تا اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحبِ تجربہ ہے۔

(ازالہ اوہام ص ۲۳)

معراج پاک جیسے کشفوں میں بارہا صاحبِ تجربہ بنانا کس قدر کھلی ہوئی گستاخی ناقابلِ عفو و جرم ہے۔ پس میں نے یہ عرض کیا کہ مدارِ اعتراض اس مشارکت پر ہے۔ صرف جسمانی اور روحانی پر نہیں اور سر سید کو یہ نہیں سوجھا بلکہ وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا کوئی ثانی و شریک و ہمہم نہیں سمجھتے۔ ان کی دوسری تصانیف و مضامین ملاحظہ ہوں۔

لہذا مرزا صاحب اس توہین اور شرک فی الرسالہ اور اس کے توبہ نہ کرنے کی وجہ سے لا الہ الا اللہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ پر ایمان دار نہ رہے۔ بخلاف سر سید صاحب کے اتنی کہ اولاً کوئی گستاخی نہیں دوسرے آخر میں ان سب سے رجوع کیا ہوا ہے۔

قول مختار مدعا علیہ۔

”دوسری بات کے لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ ذریعہ مخالف کے ایک مسلم عالم کی تحقیق بیان کردوں علامہ سید سلیمان

ندوی سیرۃ النبی جلد ۳ صفحہ ۲۹۳ میں بذیل عنوان الخ:

الجواب

مختار مدعا علیہ نے کذب بیانی کی حد کر دی۔ سید سلیمان صاحب ندوی فریق مدعا علیہ کے نزدیک مسلم عالم ہونا ایسا سفید بھوٹ ہے۔ جس کی نظیر تمام عالم میں نہ ملے گی۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ سید صاحب کا تذکرہ تک تمام کا دوائی مقدمہ میں مل پر نہیں نہ یہ دیوبندی ہیں کہ اس آڑ میں تناویل کر کے کام نکالا جائے۔ بلکہ دیوبندیوں سے ان مسائل میں ان کے اور ان کے استناد شبلی صاحب کے اختلافات مشہور ہیں۔ تفصیل کے لیے اقام دور جدید اور العرف الشہقی علی الترمذی اور تعزیرات بخاری حضرت سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ ہوں۔

پس ان کی آڑ فریق مدعا علیہ پر حجت نہیں۔ مرزا یوں کی مسلم ہوں میں اعتراض نہیں ہم اس کا جواب پیش کرتے ہیں۔ مختار مدعا علیہ نے سیرت النبی جلد ۳ کی عبارت صفحہ ۲۹۳ سے صفحہ ۳۰۶ تک تقریباً ۳۴ صفحوں کی نقل کی ہے۔ جس کی غرض محض طول دینا ہے۔ میں ان کے استدلال کا خلاصہ چھوٹے چھوٹے فقروں میں نقل کر کے مختصر جواب اولاً پیش کرتا ہوں تفصیلی جواب آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱) خلاصہ دلیل وما جعلنا الرویا التي اربنا لك الا فتنة للناس الایۃ اور رویا عام طور سے خواب کے معنی میں ہوتا ہے۔ الخ

رویائے معنی کی بحث بعد میں آتی ہے یہاں تو یہ تسلیم سید صاحب رویا عین میں ہے یعنی خواب نہیں بلکہ مشاہدہ ہے۔

ملاحظہ ہو بخاری شریف باب المعراج۔

• عن ابن عباس ہی رویا عین اور بها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری یعنی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رویا سے خواب کے معنی مراد نہیں بلکہ رویا سے رویت عین یعنی مشاہدہ بصری مراد ہے۔

اور ابن عباسؓ علاوہ خبر امت اور صحابی خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علم الناس بالتفسیر القرآن۔ ہونے کے مختار مدعا علیہ کے نبی مرزا صاحب کے دہن سے بازو اور مسلم صحابی مولوی محمد اسلم صاحب امروہی کے اصول پر ایسے

لسہ : ان کی توثیق مرزا صاحب ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ۔

”مولوی صاحب موصوف اس عاجز سے کمال درجہ کا اخلاص و محبت اور تعلق روحانی رکھتے ہیں۔ ان کی تالیفات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ لیاقت کے آدمی اور علوم عربیہ میں فاضل ہیں بالخصوص علم حدیث کی نظر محبت محیط و بقیق معلوم ہوتی، ازالہ غلطی“

مسلم ہیں کہ ان کے مقابل کسی مسیح موعود مہدی مسعود کی بات معتبر نہیں چونکہ یہ بالاتفاق قریش ہیں اور قریش کے متعلق ارشاد ہے -

اب خلاصہ تفسیر سورۃ قریش کا یہ ہوا کہ قریش بالقرآن تمام ذبیات میں قبووع اور مقتداو ہیں - کہ الفضل للمتقدم اور سائر امت مرتومہ ان کے تابع ہے - خواہ امت میں کوئی خلیفہ رسول کا ہو یا امام ہو یا مجدد ہو یا مہدی ہو یا مسیح موعود - الخ (الفرقان مولوی احسن امروہی صفحہ ۸)

اب اس کے بعد مختار مدعا علیہ کو مرزا صاحب کا بھی ان کے مقابل حوالہ نہ دینا چاہیئے - چہ جائے کہ سید سلیمان ندوی اور مولوی ثناء اللہ امرت سہری دوسرے سید وغیرہ - عبارت سیرت النبی -

”صحیح بخاری صحیح مسلم مسند ابن جنبل اور حدیث کی دیگر کتابوں میں جن میں معراج کے مسلسل اور تفصیلی واقعات درج ہیں ان سب کو ایک ساتھ پیش نظر رکھنے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ان روایتوں کے الفاظ یا خواب و بیداری دونوں پہلوؤں میں سے خاموش ہیں یعنی ان میں مطلقاً اس کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ یہ خواب تھا یا بیداری اور یا یہ کہ ان میں خواب منام اور رؤیا کی تصریح ہے بخاری و مسلم و مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی روایت میں جو شریک کے واسطے سے یہ تصریح تمام مذکور ہے کہ یہ واقعہ آنکھوں کے خواب اور دل کی بیداری کی حالت میں پیش آیا“

الجواب

چونکہ سید صاحب نیز شبلی صاحب صرف مورخ تھے محدث نہ تھے اس لیے احادیث اور تطبیق میں سخت غلطیاں کی ہیں - خود اسی سیرۃ النبی میں بخاری شریف کی حدیث بدر پر ناواقفی سے بدر صغریٰ کو بدر کبریٰ پر قیاس کر کے تنقید و تبصرہ کر کے انکار کر دیا ہے جس پر محدثین نے گزٹ کی ہے اور بھی احادیث کے متعلق غلطیاں کی ہیں جس کے واسطے تقریر بخاری شریف حضرت سید الفارشاہ صاحبؒ ملاحظہ ہو - (جدید حوالہ)

بہی دیکھ لیا جائے کہ راوی شریک کی روایت کو معیار اور مدار ٹھہرایا ہے - حالانکہ اس حدیث کے متعلق حضرت علامہ محدث امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں -

”قد جاء في رواية شريك في هذا الكتاب او هام انك عليه العلماء قد نيبه مسلم على ذلك بقوله فتقدم و اخر و زاد و نقص منها قوله الخ

(شرح مسلم نووی صفحہ ۹۱)

یعنی معراج کی روایت جو شریک نے کی ہے - اس میں بہت اوہام ہیں - جن پر علماء کے سخت اعتراض ہیں امام مسلمؒ

نے مسلم شریف میں اس پر تنبیہ کی ہے کہ ان بزرگ نے اسی روایت میں تقدیم و تاخیر اور کمی و زیادتی کر ڈالی ہے۔ پھر اگے تفصیل میں یہ تمام امور انہیں غلطیوں میں شمار کئے ہیں جن میں سید صاحب معیار حل احادیث فرماتے ہیں، اس سے ملاحظہ فرمائیں کہ جس حدیث میں محدثین ادھام بنائیں اسی کو معیار قرار دینے والا حدیث کے متعلق کیا فیصلہ دے سکے گا۔

تحقیقی جواب

اب ان متعارض احادیث کی تطبیق مجھ سے سینے حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم ستم معترض ہوئی میں جن میں ایک معراج جسمانی ہے جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی ہے باقی (۲۳) روحانی ہیں پس جن روایات میں فاسیق و غیرہ کے الفاظ ہیں روحانی یا منامی پر دلالت کرنے والے ہیں گو سطح ظاہری ایک جیسی اور روایات میں الفاظ رادیوں کے متناہ اور مختلط ہو گئے ہوں۔ اور جہاں جہاں جسمانی کی تصریح کی ہے وہ سب اسی ایک معراج جسمانی کے متعلق ہے۔ جس پر قریش نے انکار کیا اور ابوہریرہؓ کے کہنے پر ابوہریرہؓ اور سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے کہنے پر یہ اپنی تو جہہ نہیں بلکہ عند مدعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ عبد الوہاب شعرائی اور امام الصوفیہ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے ملاحظہ ہو کتاب یو ایت والحوار ج ۲ صفحہ ۳۵ بحث (۳) حوالہ اوپر مفصل نقل ہو چکا۔

تعب ہے کہ مرزا صاحب کے الہام و اقوال کی تطبیق کے واسطے بڑی بڑی تادرات و کتب تلاش کی جائیں اور سرکارِ دو عالم سید الاولین والاخرین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلال باقی رکھنے اور ناموس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے واسطے اپنے مسلم بلکہ مسلمہ فریقین بزرگ کی کتاب تک نظر انداز کر دی جائے۔ فیا سرتاہ۔ اس مختصر تقریر سے احادیث حضرت ابوبکرؓ، انس بن مالک، مالک ابن صعصہ الانصاریؓ وغیرہ کے جس قدر حوالے مسند احمد بخاری وغیرہ سے آئے تھے حسب کا جواب آگیا تفصیل آگے آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

قول سید سلیمان ندوی بحوالہ مختار مدعا علیہ۔

» دلائل پہنچی میں ایک روایت ہے جس میں ابوسعید خدریؓ کے واسطے سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں عشاء کے وقت کعبہ میں سو رہا تھا ایک آنے والا (جبریل) آیا اور اس نے مجھے اگر اٹھایا اور میں اٹھا۔ اور اس کے بعد واقعہ معراج کی تفصیل ہے۔ لیکن اس کا دوسرا راوی ہی جو تھا دروغ گو اور ناقابل اعتبار ہے اور اس میں جو منکر اور غرائب امور بیان کیے گئے ہیں وہ سرتاپا لغویں ہیں۔

جواب

اس کے راوی کو دروغ گو اور ناقابل اعتبار کہنا ایک شخص کی رائے ہے کسی امام جرح و تعدیل کا فیصلہ نہیں دوسرے محدثین کے نزدیک وہ راوی قابل اعتبار ہے ملاحظہ ہو میزان الاحتمال وغیرہ جہاں اس راوی کے متعلق تمام اقوال ثبوت و تعدیل

منقول ہیں پھر دوسرے صحیح صریح احادیث اس کی مؤید ہیں چونکہ اس روایت سے صریح سید صاحب کے مدعا کے خلاف نکلتا تھا کہ ”جبرئیل نے مجھے اگر بیدار کیا اور میں اٹھا“ اس لیے اسے مجروح قرار دیا اور اس سے زیادہ مناکیر جس روایت شریک راوی میں تھے اسے حل احادیث کا معیار بنا گئے سچ ہے۔ **حبك الشيء يعنى ويصم**۔ باقی اس میں معراج کے واقعات کو غرائب اموء اور سر تپاؤ لغو بتلایہ دی ہی پیچہ بہت ہے کہ نقل میں نہ آئے تو ان سے انکار کرنے لگے اور ایک اصولی ہمارا کہ ان کا یہ بھی اختلاف ہے کہ ان کے نزدیک ہر ایت و عقل روایت و نقل پر مقدم ہے (جو اصول روپ کی تاریخ نویسی کا ہے) اور ہمارے نزدیک صحیح نقل سے ثابت ہو جائے خواہ ہماری ناقص عقل میں آئے یا نہ آئے اُسے درست مانیں گے کیونکہ روایت نقل صحیح درایت و عقل کی کسوٹی پر مقدم اور افضل ہے۔

قول سید صاحب

”ابن اسحاق نے سیرۃ میں اور ابن جریر طبری نے تفسیر سورۃ اسرار میں حضرت حسن بصری سے اس قسم کی روایت کی ہے کہ میں سورہا تھا کہ جبرئیل نے پاؤں ہلا کر مجھے اٹھایا الخ لیکن اس کا سلسلہ حسن بصری سے آگے نہیں بڑھتا“

جواب

سید صاحب کو معلوم نہیں کہ جس سے جو سلسلہ آگے نہیں بڑھتا اس کے واسطے حضرت حسن بصری نے قاعدہ باندھا ہے کہ میں جہاں کہیں یہ کہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا وہاں مراد یہ ہے کہ یہ روایت بواسطہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہے میں ایسے زمانہ میں ہوں کہ انکا نام نامی زبان پر نہیں لاسکتا (مراد زمانہ حجاج ظالم ہے جو حضرت علیؑ کے نام لینے پر قتل کرتا تھا) ملاحظہ ہو خلاصۃ التہذیب صفحہ ۷۷ حاشیہ اور اتحاف الفرقہ بوصول الخرقۃ لمیوطی صفحہ ۲)۔

پس اصل سند یوں رہی کہ ملا سلسلہ صوفیاء کرام حضرت حسن بصریؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام الاولیاء مولا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے اور وہ روایت کرتے ہیں فخر د عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اب اس سے صحیح سند اور کیا ہو سکتی ہے کوئی علم حدیث سے واقف نہ ہو اس کا کیا علاج۔

قول سید صاحب بحوالہ مشارع عالمیہ

پھر حال جیسا کہ پہلے ہم نے لکھا ہے کہ صحیح روایتوں میں یا مطلق خواب و بیداری کی تفصیل نہیں اور یا خواب و بیداری کی درمیانی حالت کی تصریح ہے سیرت ابن ہشام اور تفسیر ابن جریر طبری میں محمد بن اسحاق کے واسطے سے حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ سے دو روایتیں ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ یہ بزرگوار معراج کو روحانی اور رؤیاء صادقہ کہتے ہیں صفحہ ۲۹۳ و ۲۹۶، پھر لکھتے ہیں کہ حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اس حقیقت کو ان الفاظ میں رد کیا ہے..... تا..... الحسن البصریؒ و نحو ذلک الخ

حضرت عائشہؓ معاویہؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ دونوں نے کہا ہے کہ معراج میں آپ کی روح بجا لی گئی اور آپ کا جسم گویا نہیں گیا یعنی وہ اسی دنیا پر اپنی جگہ پر موجود تھا اور حسن بصریؒ سے بھی اس قسم کی روایت کی ہے۔
الجواب

یہ چونکہ سید صاحب کی عقل میں معراج کا واقعہ نہیں آتا اس لیے جو بھی روایت کے نام سے صحیح غلط ملے مگر ان کے مدعا کے لیے ٹھیک ہو وہ ان کے قائم کردہ عقلی معیار پر صحیح ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا عبارت میں حضرت عائشہؓ کا قول کہ ”ما فقدت جسدي رسول الله ﷺ عليه وسلم ليلة المعراج“ کہ شب معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اظہر میں نے گم نہ کیا یعنی بستر پر موجود تھا۔ اور یوں ہی قول حضرت معاویہؓ اور حسن بصریؒ نقل کرتا ہوں مفصل جواب ملاحظہ ہو۔

قول سیدہ عائشہؓ

مرزا غلام احمد صاحب نے بھی ازالہ اوہام میں معراج جسمانی پر اور تمام صحابہ کرامؓ کا اتفاق نقل کیا ہے اور صرف حضرت عائشہؓ کو مستثنیٰ کرتے ہیں اصل عبارت ملاحظہ ہو کہ۔

باوجود کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع جسمی کے بارہ میں کہ وہ جسم سمیت معراج میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تقریباً تمام صحابہ کا یہی اعتقاد تھا لیکن حضرت عائشہؓ اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں۔

(ازالہ اوہام مکمل ۱۱۹ کلاں خور د صفحہ ۲۴۰)

دوسرا سوال۔

”اور مولوی صاحب کو معلوم ہو گا کہ خلاف اجماع صحابہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے دونوں ٹکڑوں کی نسبت یہ ظاہر کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسم کے ساتھ سمیت المقدس پر گئے نہ آسمان پر بلکہ وہ ایک ریڑا صالحہ تھے۔ (ازالہ اوہام کلاں صفحہ ۱۲۱ صفحہ ۲۹۲)

ان دونوں عبارتوں میں مرزا صاحب نے معراج جسمانی یعنی جسم سمیت آسمان پر جانے کے متعلق تمام صحابہ کا اعتقاد اور ان کا منفقہ مجمع علیہ مسئلہ ثابت فرما رہے ہیں صرف جناب صدیقہؓ کے قول کا سہارا لے رہے ہیں۔ پس اگر میں نے عقلی و نقلی درایت و روایت سے ان کا بے بنیاد ہونا ثابت کر دیا تو مرزا صاحب کے اقرار سے بھی اجماع صحابہ ہو جائے گا جس سے ایک مستثنیٰ نہیں اور بالاتفاق اجماع صحابہ قطعی حجتہ اور اس کا منکر بلاشبہ کافر ہے۔

ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ص ۳۳

(حدیث عائشہ)

باعتبار سند اور روایت تنقید کے یہ حدیث بالکل غلط بلکہ موضوع اور گھڑی ہوئی ناقابل اعتبار ہے۔ ملاحظہ ہو زرقانی شرح مواہب مقصد خامس ج ۲ صفحہ ۴۔

وحد بثھا هذا ليس بالثابت عزه المأني عتبه من العلة القادحة وفي سنده من انقطاعه واد مجهول وقال ابن حجر في التنوير انه حديث موضوع عليها وقال في معراج الصنف قال امام الشافعي ابو العباس ابن شريح هذا حديث لا يصح وانما وضعه دأ الحديث الصحيح..... وكان المعراج لمحمد الروح جيزا زرقانی شرح مواہب مقصد ۵ ج ۵ ص ۵۔

اس حدیث عائشہؓ کو لکھ کر زرقانی شارح مواہب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہرگز ثابت نہیں اس کا متن بھی سخت معطل و ناقابل اعتبار ہے اور سند بھی سند میں ایک راوی کا درمیان سے پتہ نہیں رکھ دینا درنہا یا یہ دینا ایک مجہول راوی ہے (نہیں معلوم مقبہر ہے یا غیر مقبہر) امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث یقیناً موضوع اور گھڑی ہوئی ہے امام شافعیہ امام ابو العباس ابن شریح فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بالکل غلط ہے اور صرف معراج جسمانی کی اعلیٰ صحیح حدیثوں کو رد کرنے کی غرض سے وضع کی گئی ہے بہر حال معراج جسم اور روح و دروں کے ساتھ ہوئی“ زرقانی ج ۲ صفحہ ۴۔ اتنے بڑے بڑے مسلم ائمہ حدیث کا یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث ان سے ثابت ہی نہیں صرف پیرویوں کا اختراع و ایجاد ہے۔

صحیح حدیث حضرت عائشہؓ اس کے خلاف ہے

اخبر الحاکم وصحیحہ وابن مرویتہ والبیہقی فی الدلائل عن عائشۃؓ قالت لما اسرعت بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المسجد الاقصیٰ اصبح یحدث الناس بذلك فادتدناس فممن کانوا امنوا بہ وصدقوه وسعوا بذلك الی ابی بکر..... قال نعم انی اصدقہ بما هو ابعدا من ذلك اصدقہ بنجد السماء فی عددہ اور وحیۃ فذلك سمی ابو بکر الصدیق۔

(در منشور ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸)

حضرت عائشہؓ سے با..... صحیح حاکم ابن مرویتہ بیہقی نے روایت کیا کہ جب معراج کی صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ معراج ذکر فرمایا تو بہت سے لوگ (باور نہ کرے) مرتد ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ کے پاس دوڑ کر پہنچے کہ تمہارے دوست (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہتے ہیں..... (آخر میں ہے کہ) صدیق اکبرؓ نے فرمایا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں کیونکہ جب میں اس سے زیادہ مستبعدہ و اقل میں نہ آنے والی آسمانی چیزوں کی تصدیق کرتا ہوں تو اس کی تصدیق کیوں کر کر

اسی پر آپ کو صدیق کا لقب بارگاہِ نبوت سے عطا ہوا۔ (ابن کثیر ج ۴ صفحہ ۳۸)

ملاحظہ ہو کہ اگر خواب ہی تھا اور معراج جسمانی نہ تھی تو بہت سے مسلمانوں نے مستبعد سمجھ کر ازداد کیوں اختیار کیا۔ اور صدیق اکبر نے تصدیق میں کیا انوکھی بات کی جس پر صدیق کا خطاب ملا۔

حضرت صدیقہ سے بہت سی روایتیں صحیح معراج جسمانی کی ہیں جن کے ذکر میں طوالت ہے میں زرقانی کے فیصلہ پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ وہ ایجاب نقل میں نہایت معتبر امام ہیں ان کی نقل پر کسی کو لب کشائی کا موقع نہیں۔

امام زرقانی کا فیصلہ

بل الذی یدل علیہ صحیحہ قولہا انہ بعسدہ الشریف لانکارہا دو بیتہ ربہ دو بیتہ عین ولو کانت عندها مناما لہ تنکرہ۔۔۔۔۔ الخ (زرقانی ج ۴ صفحہ ۴)

یعنی حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صحیح قول یہی ہے کہ معراج پاک جسم شریف کے ساتھ ہوئی کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یتیم یعنی باری تعالیٰ میں اختلاف رکھتی ہیں اگر ان کے نزدیک معراج روحانی یا خواب تھا تو اختلاف روایت کی کوئی بھی وجہ نہ تھی۔

(زرقانی شرح مواہب ج ۴ صفحہ ۴)

(درایتہ حدیث عائشہ پر تنقید)

نقل و درایتہ کے لحاظ سے بھی ان کا یہ ارشاد کہ شعلہ جسم اطہر کو میں نے ٹھوٹا تو بستر پر نہ ملا ہرگز قابل قبول نہیں کیونکہ اس معراج کے وقت جنابہ صدیقہؓ کی عمر شریف بقول ملا علی قاری (۳) ماہ اور بہ تحقیق صحیح ایک سال کے اندر ہی تھی۔ جس وقت نہ تو یہ شعور ممکن ہے نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں ان کا شب گزارنا کیونکہ چھ سال کی عمر میں ان کا پیغام دیا گیا اور نکاح ہوا اور مدینہ منورہ جا کر ہجرت کے بعد نوٹھ سال کی عمر میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر قدم رنجہ فرمایا۔ لہذا یقیناً یہ واقعہ کسی نے اپنے طور پر خلاف واقعہ بنایا ہے۔

امور تنقیح طلب۔

- (۱) معراج کا سنہ کیا تھا۔
- (۲) جنابہ صدیقہ کی عمر اس وقت کیا تھی۔
- (۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اول کماں اور کس سنہ میں تشریف لے گئیں اور محرم راز نہیں۔

(جوابِ ثبوت)

ادل کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ تعیین سنہ معراج میں پڑوہ کے قریب قابل لحاظ اقوال ہیں اور کافی اختلاف

نفسیل -

(۱) قبل نبوت (روایتہ شریک)

(۲) نبوت کے ۱۵ ماہ بعد -

(۳) نبوت کے تین سال بعد - قول ابن اسحاق -

(۴) نبوت کے پانچ سال بعد - قول امام زہری -

(۵) مکہ اور قبائل میں اسلام شائع ہو چکا تھا (ابن اسحاق)

(۶) ہجرت سے ۶ ماہ قبل ۸ ماہ - ۱۱ ماہ - ۱۲ ماہ - ۱۴ ماہ - ۱۵ ماہ - ۱۷ ماہ - ۱۸ ماہ قبل آٹھ اقوال یہ ہیں پس

تیسرہ تو یہ ہوئے ۱۴ سال قبل -

(فیصلہ)

بادیود اس اختلاف کے مسئلہ کمزور نہیں ہو سکتا کیونکہ جانچنے کا صحیح معیار موجود ہے یہ غلط ہے کہ اختلاف کسی مسئلہ کو کمزور کرتا ہے بلکہ اکثر دیکھنے اور پڑھنے کا موقع نکل آتا ہے اور حق واضح سے واضح تر ہو جاتا ہے۔ درنہ ناقابل التفات اختلاف تود باری تعالیٰ - نبوت رسالت جنت دوزخ قیامت بھی میں ہے۔

پہلی روایت شریک بالکل غیر معتبر ہے خصوصاً اکلایہ فیصلہ کہ معراج پاک آپ کے نبی ہونے سے قبل ہوئی۔

(نودی شرح مسلم ص ۹۱)

دوسرا اور تیسرا قول بھی روایتہ "درایتہ" نہیں آگے معلوم ہوگا نیز ملاحظہ ہو نودی صفحہ ۱۹ چھٹے قول سے جو دہویوں تک علاوہ روایتہ "کمزور ہوں گے اس لیے بھی ناقابل قبول ہیں کہ محدثین میں کسی کو بھی اس امر میں اختلاف نہیں کہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ نے آپ کے ساتھ نماز پنجگانہ فرض ہونے کے بعد پڑھی ہے اور ان کی وفات ہجرت سے تین بلکہ پانچ سال قبل ہوئی ہے ملاحظہ ہو نودی صفحہ ۱۹۔

پس اب صرف قول سالم رہ جاتے ہیں۔

(۱) نبوت کے پانچ سال بعد قول زہری -

(۲) اسلام مکہ اور قبائل میں پھیلنے کے بعد اور دونوں کا ماحصل ایک ہی ہے کیونکہ تین سال تو تبلیغ کا زیادہ موقع ہی نہ

نصحا آپ معہ اہل و عیال شعب ابی طالب میں محصور تھے اور آپ کا مکمل بایںکاٹ تھا جو تھے سال سے تبلیغ کافی شروع ہوئی اور پانچویں سال اکثر قبائل میں اسلام پہنچ گیا۔

فیصلہ

امام دہری کے صحیح قول کے موافق معراج ۷ نبوی یعنی نبوت کے پانچ سال بعد ہوئی۔

پیدائش حضرت عائشہ رضی

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ۷ نبوی کے بعد یعنی پانچویں سال نبوت کے ہے ملاحظہ ہو (زر قانی بردایتہ طبقات ابن سعد) نیز اس کی تصریح سیرۃ النبی شبلی میں بھی ہے جو خود مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ ہے۔

پس ۷ معراج اور ولادت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک ہی یعنی پانچواں سال نبوت ۷ نبوی رہا۔ اب عدالت خود ہی غور فرمائے کہ چند ماہ کی بچی جن کا ہنوز کوئی دربار رسالت سے خصوصی تعلق نہیں نہ وہاں شب باشی ہے نہ کچھ سمجھ مگر فرمائیے ہیں کہ معراج کی شب میں نے ہنس مبارک کو بستر ہی پر پایا۔ پس یہ قول ردایتہ دربارہ کسی طرح بھی درست نہیں۔ لہذا فیصلہ یہ رہا کہ تمام صحابہ کرام تسلیم مرزا صاحب یہی عقیدہ اور اسی پر اجماع رہا کہ معراج جہانی یعنی جسم سمیت آسمان پر جانا ہوا اب تو اس کے منکر کا کفر بلاشبہ داخل ثابت ہو گیا۔

ایک اور گزارش

اگر بادبود ناقابل قبول ہونے کے اس قول کو کوئی تسلیم بھی کرے تو پھر اس معراج جہانی کے سوا کوئی اور (۳۳) روحانی معراجوں میں ہوگی کیونکہ اس قول و تحقیق کے لائق وہ ہجرت کے بعد ہوئیں اس وقت روحانی معراجیں منعقد ہوتی ہیں۔

حضرت صدیقہ کے مقابل ان کے والد بزرگوار کا صحیح فیصلہ

تعجب ہے کہ مرزائی یا دوسرے منکرین معراج ایک موضوع قول چند ماہ کی بچی کا لیکر اڑ بکرتے اور اسے حجت بناتے ہیں مگر خاندان قریش کے دکن رگین تمام اُمت سے افضل صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار جتنا بہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والد بزرگوار حضرت صدیق اکبر کے صاف اور صریح قول کو نظر انداز کر دیتے ہیں ملاحظہ ہو درمنثور بحوالہ سابق۔

اخرج البزار وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردويه والبيهقي في الدلائل وصححه

عن شداد بن اوس قلنا یا رسول اللہ کیف اسری بک ۔۔۔۔۔ الخ ان قال ابو بکر یا رسول اللہ ان کنت اللیلۃ قد رالت مستک فی مکانک الخ یعنی شداد بن اوس سے

باسناد صحیح مروی ہے کہ شب معراج کی صبح تذکرہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نے آپ کو رات بھمت تلاش کیا مگر حضور (مستتر پر) نہ ملے اس پر فرمایا کہ مجھے رات معراج ہوئی الخ۔
(در مشورہ ابن کثیر ج ۲ ص ۷۱)

شفاء تاضی عیاض ج ۲ کے صفحہ ۸۷ پر ہے۔

”عن ابی بکر بوایتہ شداد بن اوس انہ قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسوٰی یہ طلبتک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البادحة فی مکانک فلم اجدک فاجابہ ان جہ برئیل حملہ الی المسجد الاقصی الخ“

یعنی صدیق اکبر نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے شب گذشتہ حضور کو حضور کی جگہ پر تلاش کیا آپ موجود نہ تھے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبرئیل بیت المقدس اور آسمان پر لے گئے تھے“ ۱۔

(شفاء شریف ص ۷۱)

ملاحظہ فرمائیں اتنی وضاحت ترک کر کے موضوعات کو محبت بنانا یہ دینی نہیں تو اور کیا ہے یہ فیصلہ صدیق اکبر۔ مختار مدعا علیہ بلکہ تمام مرزاہٹوں کو مسلم ہونا چاہیئے کیونکہ صدیق اکبر نہ صرف قریشی بلکہ مابینہ قریش اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب امت سے انسل ہیں

اور قریش کے متعلق ان کے مسلم بزرگ جن کی شان میں مرزا صاحب یوں رطب اللسان ہیں۔ جی ٹی فی اللہ مولوی سید محمد حسن صاحب امر دہی معتمد مسارف ریاست بھوپال۔

مولوی صاحب موصوف اس عاجز سے کمال درجہ کا اغلاص و محبت اور تعلق روحانی رکھتے ہیں ان کی تالیفات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ لیاقت کے آدمی اور علوم عربیہ میں فاضل ہیں بالخصوص علم حدیث میں ان کی نظر بھمت محیط اور عمیق معلوم ہوتی ہے حال ہی میں انہوں نے ایک رسالہ اعلام الناس اس عاجز کی تائید و دعویٰ میں بکمال متانت و خوش اسلوبی لکھا ہے جس کے پڑھنے سے ناظرین سمجھ لیں گے کہ مولوی صاحب موصوف علوم دینیہ میں کس قدر محقق اور وسیع النظر اور دقیق آدمی ہیں انہوں نے نہایت تحقیق اور خوش بیانی سے اپنے رسالہ میں کئی قسم کے معارف بھر دیے ہیں ناظرین اس کو ضرور دیکھو۔

(الراہ اہام صفحہ ۲۱۱ و ۲۲۰)

فیصلہ مولوی احسن امروہی

قریش بالضرورت تمام دینیات میں متبوع اور مقتدا ہیں کہ الفضل للفقہاء اور سائر امت مرحومہ ان کے تابع ہے خواہ امت میں کوئی خلیفہ رسول کا ہو یا امام ہو یا مجدد ہو یا مہدی ہو یا مسیح موعود ہو۔
پس اس صدیقی فیصلہ کے مقابل مرزا صاحب کا قول بھی ناقابل التفات ہے گو وہ بزعم خود مہدی و مسیح موعود کیوں نہ ہوں چہ جائیکہ سید سلیمان ندوی و مولوی نثار اللہ و سرسید وغیرہ۔

نتیجہ نمبر دوم

ادپر کی تحقیق میں بحوالہ طبقات ابن سعد و زقانی گزر چکا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت معراج چند ماہ کی تھی مزید ثبوت کی ضرورت نہیں۔

نتیجہ نمبر سوم

اوپر ثابت ہو چکا نیز مسلم ہے کہ حضرت صدیقہ کی رخصتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آبادی ہجرت کے پہلے سال ہوئی جب کہ ان کی عمر ۹ سال تھی اور یہی وہ آپ کی صحیح معنی میں محرم لازم ہوئیں (تفصیل کے واسطے طبقات ابن سعد میں حضرت عائشہ کا تذکرہ ملاحظہ ہو)۔

حضرت معاویہؓ کے قول کا جواب

چونکہ مرزا صاحب نے اجماع صحابہ سے صرف حضرت عائشہ کو مستثنیٰ کیا تھا اس لیے اس کے جواب میں اتنی تفصیل کی گئی باقی حضرت معاویہؓ کا معراج جسمانی پر عقیدہ ہونا مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے کیونکہ وہ جسم سمیت آسمان پر شرب معراج جانے کا عقیدہ بلکہ حسرت سے یہی عقیدہ سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سب صحابہ کا نقل کرتے ہیں بلکہ اجماع صحابہ بتایا ہے ملاحظہ ہو ازالہ کلاں صفحہ ۱۱۹ و ۱۲۱۔

پس مرزا صاحب بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو معراج جسمانی کے معتقدین کی فہرست میں منسلک کرتے ہیں۔

والفضل ما شهدت به الاعداء

لہذا بجائے زیادہ تفصیل کے صرف اجمالاً اس قدر عرض ہے کہ اہل توبہ انکا قول قابل اعتبار سند سے ثابت نہیں بلکہ مجرد ادعا قابل اعتبار ہے۔ دوسرے شیعہ نبوی تک توبہ ایمان نہ لائے تھے۔

بلکہ یہ تو ہجرت کے ہرمت بعد تریب فتح مکہ تقریباً ۱۴-۱۵ سال واقعہ معراج کے بعد ایمان لائے ہیں پھر ان کی اس دقت کے متعلق شہادت کہ آپ کا جسم شب معراج بستر ہی پر غلیا غلط یا سنی کسانا بات ہوگی پھر صبح ملنے پر یہ شہادت اسی معراج کے متعلق ہو سکتی ہے جو (۳۳) روحانی ہیں نہ کہ چوبیسویں جس کی جیسا کہ یواہریت سے گزر چکا۔

(شہادت حضرت ابی سفیان)

حضرت امیر معاویہ کا غیر ثابت شدہ ضعیف اور کمزور بلکہ موضوع قول تو کیا حالانکہ سراسر صاحب کی تصریح کے بھی خلاف تھا مگر ان کے والد برگوار کی نہایت صحیح شہادت جو ہر قتل شہید، روم کے دربار میں بادشاہ کے حضور میں کی گئی نظر انداز کر دیا یہ کہاں کی دیانت ہے۔

ابن کثیر وغیرہ میں صحیح سند سے موجود ہے کہ ابوسفیان نے ہر قتل شاہ روم کے رد پر معراج جسمانی کا تذکرہ اس لیے کیا کہ وہ اسے مستبعد سمجھ کر تنفر ہو جائے گا اس کے سر ہانے بیت المقدس کا چابی بردار موجود تھا اس نے کہا کہ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ بادشاہ نے وجہ دریافت کی اس نے عرض کی کہ میں حسب دستور جو وقت اور تاریخ یہ بتا رہے ہیں بیت المقدس کو مقفل کرنے لگا تو کواڑ بند نہ ہوئے اعزہ سے مدد لی کامیاب نہ ہوا راجوں کو دکھایا معلوم ہوا کہ اس کا ایک پتھر نیچے سرک آیا ہے بلا ٹوڑنے دروازہ بند ہی نہیں ہو سکتا اسی طرح کھلا چھوڑ کر چلا گیا صبح آیا تو آدمی کے آنے کے نشان نھے اور جس پتھر سے انبیاء سابقین اپنے جانور باندھا کرتے تھے اس میں ایک مزید حلقہ کا اضافہ اور جانور بندھنے کا نشان تھا اور دروازہ بالکل درست پتھر اپنی جگہ پر تھا جس سے میں نے یقین کیا کہ ضرور نبی آخر الزماں پیدا ہو چکے۔ الخ۔

(حسن بصریؒ کے قول کے متعلق)

حسن بصریؒ کی طرف بھی انکار معراج جسمانی کی نسبت محض غلط وہ کسی روحانی معراج کا تذکرہ کرتے ہوں گے گو اس قول کی سند بھی ناقابل التفات ہے شفاء تائمی حیا ص ۱۶ کے صفحہ ۱۶ سے حوالہ نقل کر چکا۔ جس میں حضرت حسن بصریؒ کو معراج جسمانی بحالت بیداری میں ملنے والوں سے منسک کیا ہے نیز ایک حدیث بھی ابن جریرؒ کے واسطے حسن بصریؒ یہاں واضح گزر چکی کہ معراج جسمانی تھا اور اس پر انقطاع کا ہوا اعتراض تھا اس کا جواب بھی وہیں دیدیا کہ وہ حسن بصریؒ حضرت علیؑ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کیونکہ جہاں وہ انقطاع کریں وہاں حضرت علیؑ مراد ہوں گے۔

(خلاصۃ التہذیب حاشیہ صفحہ ۷۷)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف غلط نسبت

حضرت حذیفہ ابن یمانؓ کی طرف بھی انکار معراج جسمانی کی نسبت صحیح نہیں حضرت حذیفہ کی تصریح اجماع صحابہ کے بھی خلاف ہے نیز اس نقل کی سند ناقابل اعتبار ہے کسی معتبر محدث نے تصحیح نہیں کی اور شفاء قاضی عیاض صفحہ ۸۶ پر تصریح ہے کہ حذیفہ ابن یمانؓ معراج جسمانی بحالت بیداری کے قائل ہیں۔

نتیجہ

تقریر بالاسے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ جن بزرگوں کی طرف انکار معراج جسمانی کی نسبت کی ہے اولاً صحیح نہیں دوسرے ردحانی (۳۲) معراجوں کے متعلق ہے جس میں ہماری گفتگو نہیں اس معراج جسمانی کے متعلق جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی کسی ایک کا بھی سلف صالحین صحابہ و تابعین سے اختلاف ثابت نہیں اور یہ مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے۔

لفظ رویاء کی بحث ،

بلا وجہ اس آیت وما جعلنا الرویا التي ادینا لك الا فتنة للناس کی تحت ایک حاشیہ کا اضافہ کر کے لفظ رویاء کی بحث کا اضافہ کر لیا کہ رویاء کے معنی خواب کے ہیں۔ پھر شہاب تسہیل الیابان۔ مجمع البحار تحریری ذخیر کے قطع برید کر کے کچھ حوالے نقل کئے ہیں

الجواب

ہمیں اس پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں جب کہ مخصوص اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا فیصلہ موجود ہے کہ یہ رویاء یعنی مشاہدہ معراج کا ہے نہ ردحانی و منامی۔

(بخاری باب الاسراء فتح الباری ج ۷ صفحہ ۷۸)

اور چونکہ ابن عباسؓ علاوہ حیر امتہ اور قرآن کے متعلق تمام امت سے زائد واقف ہو سکے بوجہ اس کے کہ قریشی ہیں ایسے مسلم ہیں کہ ان کے مقابل دوسرے عالم شہاب تحریری وغیرہ کی ہمدی مسعود اور مسیح موعود کا فیصلہ بھی قابل اعتبار نہیں ملاحظہ ہو۔

(القرآن مولوی احسن صاحب امرہی صفحہ ۸)

پھر یہی تبرعاً صرف ایک حوالہ نہایت ہی مستند لغت سے جس میں معجم مدارہ اہل زبان یا گیا ہے پیش ہے۔

(توالہ لسان العرب ج ۱۴ صفحہ ۹)

قال ابن بوی وقدر حياء الرویا فی الیقظة قال الراعی فکبر للرویا دھش

فؤادہ و بشر نفسا کان قیل یلوہما۔۔۔ الخ

امام لغت ابن بری فرماتے ہیں کہ یقیناً رویا و بیداری کے منہاد پر بھی مستعمل ہے اور عرب کے مشہور مستند شاعر جاہل لاطعی کا شعر سند میں پیش کیا ہے الخ۔

(لسان العرب ج ۱۴ صفحہ ۹)
اب یہ نہ صرف مستند دکنشہری کا حوالہ ہے بلکہ محاورہ عرب اور شعر بھی معتبر شاعر کا پیش ہے جس کو گواہان مدعا علیہ بھی لغت اور معتبر لغت کہتے ہیں ملاحظہ ہو بیان گواہان مدعا علیہ و بروج مارچ ۱۳۳۲ھ

ایک عظیم الشان مغالطہ اور اس کا جواب

علماء اسلام میں کم از کم ایک شخص تو ایسا ہے جو صوفی اور صاحب حال بھی ہے اور محدث اور متکلم بھی یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اپنے حجتہ اللہ البالغہ میں معراج کی حقیقت ان الفاظ میں لکھی ہے وائمری سے لے کر واللہ اعلم تک۔

ترجمہ :- آپ کو معراج میں مسجد اقصی پہنچایا گیا پھر سدرۃ المنتقی اور جہاں خدا نے چاہا اور یہ تمام جسم مبارک کے لیے بیداری کی حالت میں ہوا لیکن اس مقام میں جو عالم مثال اور عالم ظاہر کے بیچ میں ہے۔ اور جو دونوں عالموں کے احکام کا جامع ہے اس لیے جسم پر روح کے احکام جاری ہوئے اور روح پر معاملات روحانی جسم کی صورت میں نمایاں ہوئے اور ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک تعبیر ظاہر ہوئی اور اسی طرح ہر واقعہ حضرت تزیل اور موسیٰ علیہم السلام کے لیے ظاہر ہوئے تھے اور اویارامت کے سامنے ظاہر ہونے میں خدا کے نزدیک ان کے درجہ کی بلندی مثل اس حالت کے ہوتی ہے جو ربیاد میں ان کو معلوم ہوئی واللہ اعلم گنا بڑا عظیم الشان مغالطہ اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ پر سفید گھوٹ اور بدترین بہتان ہے جو نادانفی سے نہیں بلکہ دیدہ و دانستہ لگایا گیا ہے اگرچہ ترجمہ میں خیانتیں بھی ہیں مگر میں مختار مدعا علیہ ہی کا پیش کردہ ترجمہ حضرت شاہ صاحب کے دامن قدس کی صفائی کے واسطے پیش کرتا ہوں۔

”آپ کو معراج میں مسجد اقصی پہنچایا گیا پھر سدرۃ المنتقی اور جہاں خدا نے چاہا اور یہ تمام جسم مبارک کے لیے بیداری کی حالت میں ہوا“

عدالت ملاحظہ فرمائے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتنے واضح الفاظ میں تفسیر فرما رہے ہیں کہ یہ تمام (واقعہ) جسم مبارک کے لیے حالت بیداری میں ہوا۔ نہ کہ کشف و خواب میں۔ پس کس قدر جرات اور دیدہ دلیری ہے کہ ان کی طرف انکار معراج جسمانی کی نسبت کی جائے اور اتنے عظیم الشان مغالطہ کے بعد مختار مدعا علیہ کی حقیقت عدالت پر پوشیدہ نہیں۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز لیکن سے واللہ اعلم تک اپنے مذاق متعلق اس معراج جسمانی کا ایک فلسفہ صوبانہ

اصول پر بیان فرمایا ہے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ واقعہ عالم ظاہر اور عالم مثال کے درمیان کا ہے جو مقام جامع کہلاتا ہے یہاں جسم پر ایسی لطافت طاری ہو جاتی ہے کہ اس پر روح کے احکام یعنی سرعت حرکت رفع الے السماء وغیرہ جاری ہو سکتے ہیں اس مقام میں اُس جسم لطیف کی حرکت اور سرعت اور رفع الے السماء وغیرہ کوئی مستبعد نہیں جس طرح روح کے متعلق یہ امور مستبعد نہیں۔

پھر ان امور کے جواب نے معائنہ فرمائے نتائج فلسفیانہ بیان فرماتے ہیں جن کو مختار مدعا علیہ یا وہ بزرگ جن سے اُس نے نقل کیا ہے خوش فہمی سے تغیر خواب سمجھ رہے ہیں بعینہ یہی فلسفہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری کا حوالہ

مختار مدعا علیہ نے تفسیر ثنائی ج ۵ صفحہ ۲۴ سے دو عبارتیں قطع برید کر کے نقل کی ہیں جس کے جواب میں اولاً یہ گزارش ہے کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری مدعیہ یا اس کے فریق یا کسی دیوبندی عالم کے مستند و مسلم نہیں بلکہ سخت اختلاف ہے اور نہ صرف فروغی امور میں بلکہ تقلید جیسے اہم مسئلہ میں یہاں تک اختلاف ہے کہ وہ ائمہ کرام کی تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں اور سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ کی شان گرامی میں زبان درازی کرتے ہیں ہمارے ان کے مناظرہ اختلافات اختلافی رسائل تمام پنجاب و ہندوستان میں شائع و ذائع ہیں ممکن ہے کہ یہ بزرگ مرزا یوں کے مسلم ہوں کیونکہ مرزا صاحب کا وہ مد مقابل تھے اور مرزا صاحب نے ان کے متعلق آخری فیصلہ میں اعلان کیا تھا کہ میرے اور ثناء اللہ میں یہ فیصلہ ہے کہ بھوٹا پیچھے کے آگے مر جائے گا۔ ہر حال ہم پر ان کا قول حجت نہیں ان کی ذاتی رائے ہے۔ نیز اگر خود کیا جائے تو وہ بھی تو یہی فرماتے ہیں ”پس ان بزرگوں کے ذیعنی شاہ ولی اللہ صاحب (کلام سے جو امر ثابت ہوتا ہے خاک اُسے مانتا ہے“ باقی آگے اُس کی تعبیرات کا دست بڑھنا یہ انکی غلطی ہے خود ان کی جماعت اطمینان سے اس تفسیر پر سخت تنقید و تبصرہ کیا ہے اور اس سے ان کے ایمان میں شبہ کیا ہے اُس تنقیدی رسالہ کا نام انکار ثناء اللہ بیجمع اجزاء امانت باللہ ہے پس جب ان کی جماعت کو وہ تفسیر خود مسلم نہیں تو ہم پر کیا حجت ہوگی۔

نیز مولوی ثناء اللہ صاحب کی اس مسئلہ پر سرسرخ و پیڈنگ و عنوان ملاحظہ ہو۔

”اسراء اور معراج دو واقعہ الگ الگ ہیں اور یہ دونوں بیداری میں بحسبہ الشریف ہوئے ہیں۔“

پس جب مصنف کا واضح مذہب اس پیڈنگ سے معلوم ہو گیا تو عبارتیں قطع و برید کر کے مدعا کے خلاف نکالنا صریح بہتان ہے اصل یہ ہے کہ سرسید اور سلیمان ندوی مولوی ثناء اللہ سے اس کا جواب مرزا صاحب کی طرح نہ بن آیا اور مخالفین کے خوف سے ناویلیں کرنے لگے جیسے کہ مرزا صاحب صاف منکر ہو کہ تو ہیں پر اتر آئے۔

قول مختار مدعا علیہ۔

”بہر حال اس تمام بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ سلف صالحین میں سے اکابر صحابہ و ائمہ نے معراج کو اس بسم غفری سے تسلیم نہیں کیا؟“

الجواب

یہ محض غلط اور بہتان ہے تفصیلاً جواب عرض کر چکا تمام صحابہ کا اتفاق عمدۃ القاری اور شفاء شریف سے پیش کر چکا۔

چار عادل شاہد اور پیش ہیں۔

(۱) ابن کثیر ج ۴ صفحہ ۴۱ -

(۲) نووی شرح مسلم ج ۱ صفحہ ۹۱ -

(۳) ابن جریر ج ۱۵ صفحہ ۱۳ -

(۴) زاد المعاد ج ۱ صفحہ ۳۰۲ -

ہر علامہ عصر حافظ ابن کثیر اور امام نووی محدث اور امام ابن جریر طبری اور حضرت حافظ ابن تیمی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہم تصریح فرمایا ہے ہیں کہ معراج بسم اور روح دونوں سمیت ہوئی اور یہی مذہب تمام سلف صالحین اکابر صحابہ و ائمہ متقدمین و متاخرین کا نقل فرمایا ہے۔ جس کے بعد یہ ایک تاویلات مختار مدعا علیہ قابل التفات بھی نہیں۔

اور مرزا صاحب بھی سوائے حضرت عائشہؓ کے تمام صحابہ کا متفقہ اجماعی عقیدہ یہی نقل کرتے ہیں کہ معراج بسم سمیت ہوئی (ازالہ کلاں صفحہ ۱۲۱ و ۱۱۹) حوالہ معاد اصل عبارت گزر چکا اور حضرت عائشہؓ کے قول کی بھی حقیقت واضح ہو چکی پھر مختار مدعا علیہ کا یہ قول مذکورہ بالا محض غلط اور بلا دلیل ہے۔

انبیاء سابقین،

دیگر انبیاء کی معراج روحانی جو سیرۃ النبی ج ۴ صفحہ ۲۷۱ اور صفحہ ۲۷۲ سے نقل کی وہ بالکل غیر متعلق ہے ہم خود علاوہ ایک معراج جسمانی کے اور آنحضرتؐ کے واسطے بھی روحانی مانتے ہیں۔

مرزا صاحب کے دوسرے حوالے

حماتہ البشری وغیرہ سے جو حوالے مرزا صاحب کے گول مول ذوالجہود پیش کئے ہیں وہ بے سود ہیں کیونکہ اُس میں تو بعد خاتم النبیین مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے اور دعویٰ نبوت کو کفر اور اپنے کو نبی ماننے والوں کو دجال کہتے ہیں اور پھر یہ

سب امور جز ایمان ہو گئے لہذا اس کا کیا اعتبار میں نے تو صریح تو ہیں اور انکار کا حوالہ ازالہ ادہام کا پیش کیا ہے جو مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے جہی تو وہ یہ بہتان انکار معراج جہان بزرگوں پر باندھ رہا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز اجمیریؒ

قول مختار مدعا علیہ۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں۔

از حرم تا صوب اقصیٰ می روم	گر چو احمد در شب معراج وصل
بر براق برق آسمی روم	از زمین تا سدرہ واز سدرہ بعرش
از دلتے سوئے تملک می روم	از فلک بگذشت و از انس و ملک
بے حجب تاتقی تعلق می روم	قاب قوسین است و او ادنیٰ حجاب

(دیوان خواجہ معین الدین چشتی صفحہ ۴۵)

ہیچو نور باد کو خورشید کرد دست اکھٹاب	نور تست آن مجسم گشتہ در ذات نبی
در شب اسرا چو آرد پائے ہمت در رکاب	نقرہ تنگہ جرج از زمہ کشد زریں لگام
۵۔ کشیف اسرار لدنی کے کشف ام الکتاب	ستیا دوجی گنجہ در ضمیر جبریل (۴۔۵)

(دیوان معین صفحہ ۶ نیز صفحہ بھی ملاحظہ ہو)

گر عروج جان معین بایست ہر نہ تا فلک در رکاب خواجہ لولاک می باید شدن (دیوان معین صفحہ ۵)
 باوجودیکہ یہ دیوان صرف حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی طرف منسوب ہے ورنہ دراصل یہ ملا معین الدین کا شفی مصنف معارج النبوت کا ہے جیسا کہ المعارف میں سید سلیمان ندوی نے اس پر کافی تنقید کی ہے مگر میں اسے تسلیم کر کے جواب پیش کرتا ہوں۔

الجواب

اس سوال کے نقل میں اگر مختار مدعا علیہ خیانت و قطع دہریدہ نہ کرتا تو ہرگز یہ شبہ بھی پیدا نہیں ہو سکتا تھا بہر حال اس کا پہلا جواب یہ ہے۔

(۱) خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ ہمہ اوست اور وحدۃ الوجود کے صوفی مشرب بزرگ ہیں جس پر اسی دیوان کے مندرجہ ذیل اشعار دلیل ہیں

کیکہ عاشق معشوق خویشی ہمہ اوست حریف خلوت و ساتی انجن ہمہ اوست

اگر بندیدہ تحقیق ہنسگری دانی
کہ ناظر دل منظور جان دکن ہمدست
اگر تو خزنہ ہستی خویش پارہ کنی
نظر کنی کہ دریں زیر سر ہستی ہمہ ادست
ز جام عشق نہ منصور بخود اندر بس
کہ دارمیر ہینگفت بار سن ہمہ ادست
ملکہ کثرت اشیا نقیض وحدت گشت
تو در حقیقت اشیا نظر نکلن ہمہ ادست
تعیینست گزار اعتبار ما دنست
اعتبار گزر کنی کہ مادر سن ہمہ ادست (دیوان معین ص ۱۳)
من نیگویم انا الحق یار می گوید بگو
یوں نیگویم یوں مراد لاری گوید بگو
(دیوان معین صفحہ ۲۵)

زیادہ تفصیل کے واسطے دلیل العارضین ملاحظہ ہو۔
پس یہ ہمہ ادست اور وحدۃ الوجود کا رنگ جو مکر و بخودی کہل ہے اس میں جو بھی زبان پر جاری ہو وہ قابل مواخذہ نہیں
جیسا کہ اسی میں دعویٰ انا الحق وغیرہ موجود ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ اشعار دیوان پاک میں ”قطعہ“ کے ہیڈنگ کے تحت میں مندرج ہیں اور دنیا
جانتی ہے کہ قطعہ وہ اشعار کہلاتے ہیں جو سب مل کر ایک مضمون بنیں اس میں قطع و برید نہیں ہو سکتی مگر مختار مدعا علیہ کی خیانت ملاحظہ
ہو کہ اس کا صرف آخری شعر باوجود قطع ہونے کے حذف کیا اور باقی پیش کیا تاکہ مغلطہ دے سکے حالانکہ وہ شعر اصل معاملہ پر نہایت
صفائی سے روشنی ڈال رہا ہے کہ یہ تمام کلمات عالم بخودی کے ہیں اصل کتاب ملاحظہ عدالت کے لیے پیش کی تاکہ اصل بے ایمانی کا
پتہ چل جائے وہ شعر یہ ہے۔

من نمید انم دریں بحر عمیق ،

نشتہ ام استادہ ام یا میروم ،

کس قدر مدہوشی کی تصریح ہے اس سے واضح ہو گیا کہ یہ عالم بخودی پر ہے جس پر کوئی گرفت نہیں ہو سکتی۔ اور مرزا صاحب
وحدة الوجود وغیرہ کے خلاف ہیں جیسا کہ گزر چکا۔ دوسرے شعر میں فرما رہے ہیں جس پر کوئی اعتراض ہی نہیں۔ عالم صحو و ہوش میں معراج
پاک کے متعلق ارشاد ہے۔

قول مختار مدعا علیہ =

”تیسری بات کہ کیا مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی طرح کئی معراجوں کا اپنے لیے دعویٰ کیا ہے
سو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنی کسی کتاب میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح معراج ہوئی اور
جس عبارت سے غلط استدلال کر کے مختار مدعیہ نے مرزا صاحب پر یہ افترا کیا ہے سیر معراج اس جسم کشف رعنصری خاکی۔
شمس ... تا ... مولف خود صاحب تجربہ ہے ازالہ ادہام حاشیہ صفحہ ۲۲۔ مختار مدعیہ نے اس حوالہ کو ایسے طریق پر پیش کیا ہے

جس سے یہ ظاہر ہو کہ مرزا صاحب اپنے کشتوں کے مقابلہ پر معراج کو استخفاف کی نظر سے دیکھتے ہیں اور یہ مختار مدعیہ کا دیوہ والستہ عدالت کو مخاطب دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

الجواب

یقیناً معراج کو ایک کشف بنا کر اسی قسم کے کشفوں میں اپنے کو صاحب تجربہ کہنا مختار مدعا علیہ کے نزدیک تو بیہ نہ ہو مسلمانوں کے نزدیک تو ناقابلِ برداشت توہین اور شرک فی الرسالہ ہے جو معراج محمد رسول اللہ کے افسار کے منافی ہے۔ مرزائیوں کے نزدیک تو کھلی ہوئی تنقیص و تشبیہ بھی توہین نہیں مرزائیوں کے ایک مشہور بزرگ ان کے ارگن رسالہ نتیجۃ الاذہان قادیان کے ادیٹر قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل فرماتے ہیں۔

محمد پھر تراسے ہیں ہم میں اور بڑھ کر پیٹے سے ہیں عز و شال میں
محمد دیکھنے ہوں جس کو کل غلام احمد کو دیکھنے قادیان میں

پھر مختار مدعا علیہ نے اس الزلہ ادہام کی بھی متنازعہ عبارت کی تاویل کی ہے اور حاشیہ میں اپنی طرف سے ذاتی و صفاتی کی تقسیم اور ذاتی تشبیہ کی شرط لگا گئے پھر آگے فرماتے ہیں ”اور مرزا صاحب کے اس قول سے کہ اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے یہ مراد نہیں کہ آپ کو ایسے ہی معراج ہوئی جیسے آنحضرت صلعم کو الخ“

مطلب بالکل واضح ہے تاویل محض بیکار ہے عدالت اصل عبارت مکرر ملاحظہ فرمالیں کہ۔

صیر معراج جو کشف کے ساتھ نہ تھا بلکہ ایک اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔۔۔ اور اس قسم کے کشتوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے نہ اور اس میں صرف کیا تاویل کریں گے مرزا صاحب تو اپنے آپ کو تمام صفات میں ان کا ظل اور بروز بتاتے ہیں اور الود احمد کے اصول پر پیٹے سے بڑھ کر جیسا کہ خطبہ الہامیہ و حقیقتہ النبوت کے حوالے سے آگے اپنے محل پر آئے گا جس میں مدلل اپنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ثابت کیا ہے پھر مختار مدعا علیہ نے کشف و بیداری کی تاویل اور اجلی و اصفیٰ کی بحث شروع کر دی مگر عالی جاہ جو بھی ہستی جسمانی نہ سہی کشفی اجلی ہو یا اصفیٰ داخلی ہمارا اعتراض تو دراصل ”اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے“ پر ہے جو بدستور شرک فی الرسالہ کی بین دلیل لاجواب موجود ہے جس کے ہوتے ہوئے کلمہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ پر ایمان قیامت تک نصیب نہیں ہو سکتا۔

کیا معراج جسمانی کا منکر کا فیس ہے

و اجمعنا ان من انکر المعراج الی بیت المقدس یصیر کافرًا شرہما ثلثة اشیاء
الاسراء والمعراج والاعرج فاما الاسراء من مکة الی بیت المقدس فہذا مما لا ینکرہ
المعتزلۃ ومن انکر یصیر کافرًا لان هذا ثبت بالخص الخ (تہمید ابوالاشکور صفحہ ۱۳)

یعنی ہم تمام اہل سنت کا اجماع ہے کہ جس نے معراج جسمانی کا ہیبت المقدس تک کا انکار کیا وہ ضرور کافر ہو جائے گا۔ پھر یہاں تین امور ہیں اسراء - معراج - اسراء جو مکہ سے ہیبت المقدس تک ہے اس کا انکار تو معتزلہ بھی نہیں کرتے اور جو انکار کرے گا کافر ہوگا کیونکہ آیت قرآنی سے نصاً و صراحۃً ثابت ہے۔

(۲) و فی کتاب الخلاصۃ من انکار المعراج ینظر ان انکر المعراج فهو کافر خارج
(شرح فقہ اکبر ملا علی قاری مطبع احمدی شہادرہ)

تقریباً مضمون سابق کی طرح منکر معراج جسمانی پر کفر کا فتویٰ خلاصہ سے نقل کر کے اس پر دلائل پیش کئے ہیں۔ پس دو شاہد عادل امام شہادت کے لیے کافی ہیں

طوفان نوح لائے سے لے چشم فائدہ

ددا شک بھی بہت ہیں جو کچھ فائدہ کریں ابو الوفاء

گو سب ایک حد تک اجمالی رنگ میں آپ کا مگر مختار مدعا علیہ نے ایک فقرہ اور لگا دیا کہ۔

”اور اگر معراج کے واقعات پر بھی غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عالم اعیان کا واقعہ نہیں ہو سکتا۔“

الجواب

معراج پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف کے ساتھ بیت اللہ شریف سے مسجد اقصیٰ اور وہاں سے آسمانوں پر ہوتے ہوئے سدرۃ المستویٰ اور پھر عرش اور لا مکان تک پہنچنا مختار مدعا علیہ کے نزدیک خلاف واقعہ ہے اس کے نزدیک ہو ہی نہیں سکتا کہ سوائے کشف یا خواب کے عالم اعیان میں جسم کے سانہیہ واقعہ ہو۔

مگر مرزا صاحب کا ابن مریم بننے کے واسطے پہلے مریم کے رنگ میں پیدا ہونا پھر حاملہ ہونا پھر دردِ دزدہ کی شدت سے نوماہ بعد تنے کھجور کے نیچے جلا اور پھر اپنے سے خود ہی پیدا ہو جانا اور یوں اُن کا مریم اور ابن مریم دونوں بن جانا قرین قیاس اور عقل سلیم کے بالکل مطابق ہے۔

(ملاحظہ ہو حقیقۃ الوحی نظم صفحہ ۳۳۶)

ہست او غافل زراز ایزدی

در براہین نام من مریم نہاد

دست نادادہ بہ پیران زنی، ؟

از رفیق راہ حق - نا آشنا،

روح یعلیٰ اندران مسیم دمید

زادزان مسیم مسیح ابن زمان

آنکہ گوید ابن مریم چوں شدی

اُن خدائے قادر در رب العباد

مدتے بودم برنگ مسیمی

بہجو بکرے یافتم نشود نما،

بعد ازان اُن قادر در رب مجید

پس بہ نفخش رنگ دیگر شد عیان

زیریں سبب شد ابن مریم نام من زانکہ مریم بود اول گام من
بعد ازان از قیام حق عیسیٰ شدم شدز جائے مریمی برتر قدم
این ہمہ گفت است رب العالمین گر نمیدانی براہین راہین
حکمت حق را زہا دارو بے نکستہ مستور کم ہند کسے
خیر ہیں ان کے ذاتی عقائد سے اس وقت سرکار نہیں۔

معراج کے متعلق عقلی طور پر قابل غوامر

(۱) سرعت حرکت - (۲) ارتفاع جسم خاکی (۳) کوہ نار و زمہریا زمہریا ہوا کا حائل ہونا (۴) آسمان میں شگاف و خرق الیقام کیونکہ ہو سکتا ہے (۵) شق صدر (۶) رویت باری (۷) رویت انبیاء (۸) رویت جنت و درجہ وغیرہ تفصیل تو اس موقع پر ناممکن ہے اجمالاً گزارش ہے کہ ان میں سے کوئی بھی امر ایسا نہیں کہ عقل سلیم کو اس کے بارہ کرتے میں متاثر ہو بلکہ میں تو مذہب اسلام اور ان کے تمامی جزئیات کو تصریح قرآنی نظرۃ اللہ اور عقل کے مطابق سمجھتا ہوں مگر نظری ہوں گے یہ معنی نہیں کہ انہیں صرف عقل سے ثابت کیا جاوے۔ ثابت تو وہ نقل ہی سے ہوں گے البتہ مجھے عقل سے جائیں گے۔

اور عقل بھی قسیم کیونکہ ایک تو عقل نظری ہے اور ایک مخصوص ماحول سے متاثرہ سوسائٹی شرائع اور احکام عقل نظری کے مطابق ہیں نہ سوسائٹی کے جس کا فرق واضح ہے مثال سے واضح ہو۔

ایک بدری کی عقل یہ ہے کہ البعبیۃ تعدل علی البعبیۃ والاثر علی المسبب الذی کہ ایک میگنی اونٹ کا اور قدم کے نشان قافلہ کا پتہ دیتے ہیں پس یہ زمین و آسمان وغیرہ ایک علیم و خیر کا پتہ کیوں نہ دیں گے اور ایک دوسری کہ تباہ ہے اے صی الا حیاتنا الدنیا موت ونحی لما یصلکنا الا الدھو کہ خدا کوئی نہیں سب دہر و زمانہ و گردش زمانہ کے کرشمہ ہیں۔

اب گزارش یہ ہے کہ ایک کسی نشئی کا امکان یعنی ہو سکتا ہے اور ایک وقوع یعنی درحقیقت ہوئی بھی یا نہ عقلی دلیل تو صرف ہو سکتے پر قائم ہو سکتی ہے باقی یہ امر کہ ہوتے بھی یا نہ صرف درایتہ اور نقل سے مل سکے گی۔

نمبر وار مرتب اجمالی جواب

(۱) ”سرعت حرکت“ اس کے امکان میں کہ آن کی آن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک فرش خاکی سے عرش تک کیونکہ پہنچا۔ نہ فلسفہ قدیم یونان کی بنا پر کوئی اشکال ہے اور نہ جدید سائنس کے اصول پر۔

فلسفہ قدیم یونانی

کیونکہ فلسفہ قدیم میں یہ امر مسلم ہے کہ جتنی دیر میں آفتاب کی ٹھیکہ جرم شمس بتماہ طلوع ہوتا ہے (جو پندرہ منٹ اور دقیقہ کا دنت ہے) اتنی دیر میں فلک الافلاک فلک اعظم جو اعظم ترین مخلوقات سے ہے پانچ لاکھ پندرہ ہزار پچھ سو (۵۱۵۶۰۰) فرسخ مسافت قطع کرتا ہے جس کے (۱۵۵۸۸۰۰) پندرہ لاکھ اٹھاون ہزار آٹھ سو میل چوتھے (روح المعانی ج ۳ صفحہ ۷۷۷) پس اتنے بڑے تمام مخلوق سے وزنی جسم کی اس قدر سرعت حرکت مستبعد نہ ہو اور یہ اللہ تعالیٰ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم لطیف کو کثیف بنا کر سرعت حرکت کے استبعاد پر معراج جسمانی کو ناممکن اور کثیف بنا جائے

بع سوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ لوا عجیبست

فلسفہ جدید اور سائنس

فلاسفہ جدید اور سائنس دانوں میں یہ مسئلہ اسول ہے ایک ساعتہ میں برق بجلی زمین کے گرد پانچ سو (۵۰۰) مرتبہ زمین کے گرد چکر لگا کے اپنی اصلی جگہ پر پہنچ جاتی ہے پھر برق سوار کے متعلق کیا استبعاد ہے مولانا گرامی فرماتے ہیں ہے

قضا گیر قدر گیر دزل گیر دابد گیر
رکائش راعنائش راعنائش رارکائش را
سوار برق شد ماہی فلک آمد غنا گیر
یہ تو ان کے واسطے در مثالیں اختصاراً پیش کر دیں جو عقلی دلیل کے دلدلہ ہیں باقی خطا پرستوں اور موحذین کے واسطے قرآن پاک کی صرف ایک آیت کافی ہے

و قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتيک به قبل ان یوتد الیک طرفک فذلما
داک مستقرا عندہ قال هذا من فضل ربی لیبلو فی اشکوا امر اکفر ومن شکر فانا بشکر
لنفسه ومن کفر فان ربی غنی کوبیر

مگر بقیس کے تحت منگلنے کی سیدنا سلیمانؑ نے سزورت محسوس فرمائی تو ایک جن نے دربار کے برخاست ہونے کا وقت نصف دن مانگا مگر ان کے وزیر اصف ابن برخیا نہیں خدا تعالیٰ کی کتاب کا علم تھا فرمایا کہ میں طرفہ العین میں لانا ہوں اور ایک ماٹے ہی وہ عظیم الشان تخت اقتصار میں سے ہزار ہا میل کی مسافت پر اقتضائے شام میں لائیش کر دیا جسبجان اللہ ما اعظم شانہ زہود برہانہ - پس ایک خدا کا ادنیٰ بندہ تو صرف اس کا نام لے کر یہ کر سکے اور مستبعد نہ ہو مگر خود قدرت والا خدا کرے تو عقل میں نہ آئے تو عجیبہ -

ارتفاع جسم خاکی،

قریٰ حرکت کے ناسفہ قدیم بھی قائل ہیں اور آج بھی مشاہدہ اور سائنس دان بلکہ اب تو کسی ہندوستانی کے واسطے بھی جلتے تعجب نہیں ہوتی جہاز خصوصاً وہ اگر نمبر ۱۰۱ جو نیاہ ہو گیا ستر آدمیوں کے ضروریات زمین سے اس قدر بلند سرف ایک پانی یا پٹرول کی اسٹیم سے ایک عاجز انسان لے جاسکے اور جسم خاکی بلکہ اجسام خاکیہ مرتفع کر دیکھائے مگر خدا نے قادر دوزان اپنی لازمال اور بمثال قدرت کے کرشمہ سے اپنے پیسہ پاک کے جسم لطیف کو زمین سے بلند نہ کر سکے اور اگر کوئی قائل ہو تو یہ بیان نقل اس پر تمسخر اڑائیں ہجہ بریں عقل و دانشیں بیاہد گریست ابوہم سنان کے واسطے نہ جدید فلسفہ کی ضرورت نہ قدیم کی صرف ترکان پاک کی ایک اہمیت کافی ہے۔

شہر (قرآن مجید)

وسلیمان الریح غد دھا شہر دھا احما شہر

کہ حضرت سیمان کے تابع ہوا کر دی تھی ان کا تخت ہوا پر سج کے تیل ترین لمحہ میں ایک ماہ کی مسافت اور شام کے ٹائم میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیا کرتے تھے۔

کہہ نار باز مہریر باز ہری ہوا کا حامل ہونا

(۱) کون عقلمند نہیں جانتا کہ آگ کا جلانا ٹھنڈک کا ضرر رساں ہونا ایک مخصوص دقت تک جسم کے اس میں پہننے پر منحصر ہے در نہ نور میں باد چرچی روزانہ ہاتھ ڈالتے اور نکالتے مگر جلتا نہیں۔ پس مذکورہ بالا سرعہ پر ضرر ناممکن ہے۔

(۲) طب قدیم اور جدید میں ایسی دوائیں اور لباس ایجاد ہو چکے ہیں جن پر آگ اور سردی بلکہ ہندوئی کی گولی تک اثر نہیں کرتی سردی کے ملازم ایک مخصوص لباس پہن کر برن کے پہاڑوں کی پیمائش کو وہاں تک جاتے ہیں جہاں آگ ٹھہر ہی نہیں سکتی۔ پس انسانی دوا اور لباس و ایجاد تو ان حضرات کو روک لے مگر وہ جنت کا پانی بو خدا نے شب معراج غسل کو بھیجا اور وہ حملہ نورانی جو زیب تن فرمانے کو جبریلؑ لائے تھے اگر کہہ نار اور زہریلی ہواؤں سے بچا لیا گیا تو استعجاب کیا ہے۔

(۳) آگ کا کام جلانا اور ٹھنڈک زہریر کا دکھ دینا ضرور ہے مگر یہ خاصیت ان کی اپنی خانہ زاد نہیں بلکہ خدا داد ہیں پس جس طرح خزانہ شاہی کا پھرہ دار سنتری خزانہ کی طرف ہر گونے والے کو روکتا اور اسرار پر گولی کا نشانہ ضرور اور حیشہ بناتا ہے مگر شہزادی فرمان یا شہنشاہ دربار اگر کسی کے ساتھ ہو تو بچلے گولی کے نشانے کے آداب شاہی بجا لاتا ہے پس اگر کسی کے پاس فرمان یا ناکار کوئی بودا و سلاما علی ابراہیمہ اور کسی کے ہمراہ جبریلؑ شہید الفتویٰ ذومرہ اور پروانہ راہ داری ہوا اور آگ نہ جلائے یا سردی نہ ستائے بلکہ وہ آرام مہیا کرے اس پر تعجب کیا ہے۔

اور ہم مسلمانوں کے واسطے آدم و حوا کا بنیاد قرآن اذہر سے اترنا صحف ہدایم و کوسلی کا یصح و سالم کتابی رنگ میں آنا حضرت عیسیٰؑ پر مائدہ دسترخوان اترنا کافی ہے۔

آسمان کا بیٹھنا اور چڑھنا

قدیم فلاسفہ کے پاس سوائے انکل کے ایک بھی دلیل نہیں اور وہ انکل بھی ان کے پاس فرض طبع زاد نجیبی آسمان میں تو شاید نافذ ہو اس حدائی آسمان سے بالکل الگ ہے اور سائنس نے تو آسمان کے وجود ہی سے انکار کر دیا ہے اور حد نظر کا نام بتاتی ہے ہمارے واسطے یہی کافی ہے کہ یفتح لہذا الابواب السموات۔
کہ آسمان کے دروازے ہیں کھلتے اور بند ہوتے رہتے ہیں آسمان بنانے والے کی رائے اور فیصلہ یہ کہ ہم نے دروازے اس میں رکھے نہیں اور عقلاء کی سمجھ میں بھی نہیں آتے اس کا کیا علاج۔

شق صدر

آج اس پر دلیل کی ضرورت ہی نہیں جب کہ فن جراحی کے غیر العقول کرشمے موجود ہیں تنگی وقت ہے مثالیں نہیں دیتا اور ہمارے لیے ایک آیت کافی ہے۔ ”انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون۔“ (قرآن حکیم)

جنت و دوزخ

دنیا میں اصول مسلم ہے کہ ہر مرکب کے مفردات کا علیحدہ گرام ہوتا ہے اور ہر ایک شخص مرکب یا کسی معجون کو دیکھ کر سمجھ لیتا ہے کہ علیحدہ علیحدہ اس کے اجزاء اپنی اپنی جگہ ضرور موجود ہیں انسان کو اربعہ عناصر سے مرکب پاکر یہ فیصلہ دشوار نہیں کہ کائنات عالم میں کہ تار کرہ ہوا کرہ آب کرہ خاک علیحدہ علیحدہ بھی موجود ہیں۔

پس جب کہ دنیا اور اس محسوس عالم اور مخصوص دار میں رنج اور خوشی خار و گل شکھ اور دکھ تندرستی و بیماری ساتھ ساتھ ہیں تو عقلاً کوئی ایسی جگہ ضرور تہی چاہیے جہاں صرف پھول ہی پھول ہوں خار کا پتہ نہ ہو صرف تندرستی ہو اور مرض کا دہود نہ ہو۔ صرف خوشی آرام شکھ ہو رنج تکلیف دکھ کا پتہ نہ ہو۔

اور ایک جگہ اور مکان ایسا ہی ہونا چاہیے جہاں صرف خار ہوں گل ناپید ہو۔ صرف غم و تکلیف و بیماری ہو اور خوشی و آرام تندرستی کا فقدان ہو اور دل کا نام اسلامی اصطلاح میں جنت دوسرے کا نام دوزخ ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب ،

اب کون سوال کرے کہ کئی دکھاؤں میں پتہ دو تو اس سے میں پوچھوں گا کہ یہ ہندوستان کا نقشہ ہے اس میں مکہ مدینہ اور کربلا کی جگہاں دکھاؤ اگر یہ جواب ہو کہ وہ اس محدود نقشہ ہندوستان میں کہاں ملیں گے وہ تمام دُنیا کے نقشہ میں ہیں سارے ریلوے مسکن کا نقشہ لاؤ دکھا دیں گے پس یہی گزارش میری بھی ہے کہ وہ آپ کے دینیوی نقشہ میں نہیں بلکہ خلائی نقشہ میں ہیں ساری خلائی کا نقشہ جبرئیل کی لائبریری سے لاؤ جنت و دوزخ ان شاء اللہ انگلی رکھ کر بتا دیں گے۔

ملائیک و شیاطین

خُدا نے دلائل کا ایک اصول سکھایا ہے کہ دنی الفسکم اذ لا یسر دن اپنے ہی نفسوں میں دلائل سوچو ایسے زیری اصول پر گزارش ہے کہ جیسے اندر شرکی عداوت ہے اور خیر کی بھی بھلائی اور نیکو کاری کی اور بُرائی اور بد کاری کی بھی پس مذکورہ سابق اصول پر ایک مخلوق بھی ایسی ہوئی ضروری ہے جس میں صلاحیت صرف خیر اور بھلائی اور نیکو کاری کی ہو شر اور بُرائی اور بد کاری اُن سے سرزد ہی نہ ہو سکے اور ایک اُن کے برعکس مخلوق ہوئی اسی طرح ضروری ہے۔ اول کو ملک فرشتہ اور دوسرے کو شیاطین کہتے ہیں باقی جیسے واسطے قرآنی تسبیحات جنت و دوزخ جس داس ملک و شیاطین کافی ہیں قرآن پاک کا مطالعہ فرما دیں۔ خیرہ تسبیحات لکھ لکھتی سب کچھ اس میں ہے۔

ایک اعتراض کا جواب

سوال یہ ہو گا کہ میں دکھاؤں عرض کروں گا کہ پانی اور ہوا کے جراثیم محسوس دکھاؤ دو جواب یہ ملے گا کہ بہت تک امریکہ کا پانی مخصوص پاور کے لائسنس کا چشمہ استعمال نہ کر دے اسے نہ دیکھو سکو گے پس گزارش یہ ہے کہ جن ملک شیاطین جب تک مخصوص پاور کا بنایا ہوا مدنی چشمہ صحابہ کرام اہل بیت عظام ائمہ دین سید شاہ عبدالقادر جیلانی خواجہ غریب نواز کے کارخانے سے حاصل کر کے نہ استعمال فرمائیں گے انہیں مشاہدہ نہیں کر سکتے۔

اور ہمارا ایمان تو مشاہدہ سے زیادہ ان کے خالق اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت پر ہے (و کشف الغطاء لما اذد دنیا یقیمتاً مشاہدہ پر کوئی اضافہ نہ ہو گا۔ درودت باری تعالیٰ)

یہ مسئلہ بہت ہی طویل ہے اور اختصار ناممکن ہے اس لیے صرف کتاب یواقیت والنجوا ص ۱۱۹ بحث ۲۲ کا حوالہ کافی سمجھتا ہوں جو گواہ مدعا علیہ کو بھی مُسَلِّم ہے۔

خداوند ہمہ انرا بے جہت دید

کلام سمدی بے نقل بشنید

رویتہ انبیاء

اور تو انبیاء کرام کے جسم محفوظ رہتے ہیں قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبياء۔ (روانظنی وغیرہ) کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس جسم کو دیکھنا کیا محال۔ نیز آج مسمریزم کی معمولی پریکٹس سے تو انسان ارجح کو دیکھ لے اور ہم کلام ہو سکے مگر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے مراقبہ کا یہ بھی اثر نہ ہو کہ انبیاء کی رویت دہمگامی ہو جائے۔ نیز جب کہ وہ ذات گرامی باد بود انتہائی لطافت کے ملائک کو دیکھنے اور فرش خاک سے عرش پاک کا جلوہ دیکھتے ہوں انبیاء کی ملاقات و رویت میں کیا استبعاد ہے۔

اجمالی کل واقعات کی ایک دلیل

دنیا میں مشاہدہ کہ کسی شہنشاہ یا کوئی معزز مہمان آئے تو اس کی تمام حکومت اور تمام عاملوں تمام کارخانوں و محکموں میں یکدم تعطیل کر دی جاتی ہے تاکہ اس کا اکرام سب پر ہویدا ہو جائے۔ کاشٹے والی مشین نہیں کاشتتی چلنے والی نہیں چلتی بیسنے والی نہیں بیستی۔ جو کام پورا پورا دھوراجس جگہ ہو دیں بند ہو جاتا ہے۔ اور تعطیل ختم نہ ہونے پر وہیں سے یکدم شروع ہو جائے گا۔ باری تعالیٰ جیسا شہنشاہ مطلق اور سید الاولین و الاخرین قائم النہیں جیسا چوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم معزز مہمان اگر تمام کارخانہ عالم یکدم تعطیل کر کے بند کر دیا جائے۔ نہ آگ جلے نہ سردی سنلے نہ ہوا رکے نہ آسمان اور زمین یا چاند سورج دن و رات ساعات و لمحات زمانہ حرکت کریں تو کیا تعجب نہ تو کوئی وقت لگنا چاہیے نہ کوئی گزند پہنچے گا۔ امکان ہے نہ کوئی اعتراض مگر اللہ بصیرت نہ دے اس کا کیا علاج۔

تہی داستان قسمت راہم سوزاں راہبر کامل
کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

نفس مسئلہ معراج پر ایک کلی عقلی دلیل

انسان کے وجود میں ایک جسم جس کی ترکیب اجزا عنصریہ سے ہے۔ اور جس کی بقا و ارتقاء بھی عنصری اشیا سے متعلق ہے۔ دوسرا تزویر ہے جس کی حقیقت سمجھنا تو دشوار ہے قیل الروح من امر ربی وہ مولیٰ کا ایک حکم ہے جس کا جہں کا حقہ علم نہیں۔ مگر اتنا مشاہدہ ہے کہ انسانی اعضاء کی شکم مادی میں تکمیل کے بعد ایک برقی طاقت اس کے اندر اگر اسے متحرک کر دیتی ہے۔ اور وہ زندہ کہلانے لگتا ہے۔ اسی برقی اثر کا نام روح ہے۔ یہ ہے تو انسان زندہ ہے وہ مؤہم انسانی افعال کا منبع یہی روح ہے یہ خارج ہو جائے۔ تو انسان بیکار مرد سپر و زین کے لائٹ بن جاتا ہے پس

انسان دراصل روح ہے۔ اور جسم اس کا آلہ ہے۔ جسے حرکت بخلا برقرار نہیں کرتا ہے۔ مگر حرکت اسٹیم سے ملا اسٹیم انجن ایک انجن ہے۔ حرکت نہیں کر سکتا اور اسٹیم سے ہی کام کرتا ہے۔ اسی اسٹیم کا پاءور جب زیادہ ہو جاتا ہے۔ تو سمس انجن بکارتی اور دھات کافی یوجہ اور کتنے انسانوں کو اٹھا کر ہوا پر اڑتا ہوا نظر آتا ہے۔

اسی طرح انسانی روحانیت کا اسٹیم جب زیادہ تیز اور طاقت ور ہو جاتا ہے۔ یہ کاذبیتا یعنی عوہو لہر تمسہ نار نور سے شوس۔ تو انسان کو اٹھا کر آسمان پر لے اڑتا ہے جس چیز کو انسان جیسا عاجز و بے بس اپنی ناقص نسل اور محدود فہم سے ایک محدود حد تک لے جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر و توانا اپنی نامحدود قدرت اور لفظ کن کو کام میں لا کر غیر محدود جگہ تک پہنچا سکتا ہے۔

جب انسان مثلاً لوہا لکڑی آدمی و میل اڑایا جاتا ہے۔ تو کیا خدا کی قدرت میں دو کر وڑ دو سنگھ دو ارب اور وما قدر و اللہ حق قدرہ ہے غیر متناہی مسافت پر لے جاتا ہے۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان دہم
داز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
دقت تمام گشت و پیا یاں رسید عمر
ماہچنان در اقل و صف تو ماندہ ایم

(وقوع پر دلیل و شہادت)

امکان یعنی ہو سکتا تو بحد اللہ ثابت ہو گیا۔ صرف یہ باقی رہا۔ کہ ہوا بھی یا نہ اس کے واسطے معتبر و معنی شہادت پیش ہیں۔ کیونکہ وقوع پر سوائے شہادت کے کوئی عقلی دلیل ہی ناممکن ہے۔

(خدا کی شہادت اللہ شہید بینی و بینکم)

سفر سراج کی زمین منزلیں ہیں۔

(۱) بیت اللہ الحرام مکہ سے بیت المقدس شام تک۔

(۲) مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک۔

(۳) سدرۃ المنتہیٰ سے لامکان اور تقرب خاص تک۔

خلاصہ جواب

بس تو شخص اپنے اندر الوہیت بتاتا ہو اور خواہ الہیہ حلال نہ گواہ مدعا علیہ مل جرح سر مارے
میں تسلیم کر چکا ہے کہ خدا کے سوا کسی میں الوہیت نہیں پائی جاسکتی اور یہ کہنے کے خدا نے مجھے یہ کہا کہ تو مجھ میں سے ہے
اور میں تجھ میں سے اور خدا نے پاک کے نہ صرف پیشا رہا تھو پاؤں بلکہ کھنڈے ہوئے مصرع لفظوں میں باری تعالیٰ میں
طول و عرض کا قائل ہو اور جسے مغرب و بیان سے یہ کہے کہ خدا کو میرا نام لینے سے شرم، انگیر ہوئی اور شرم کے غلبہ نے میرا
نام زبان پر لانے سے اس کو روک دیا جس کے خلیفہ یہ اعلان فرمائیں کہ مرزا صاحب کے آنے سے قبل خدا (عیاذ باللہ)
ناکام اسی طرح خاموش پیشا رہا جیسا کہ عیاد جال پکا کر پیشا رہتا ہے جو خدا پر یہ بہتان عظیم باندھے کہ اُس نے مجھے فرمایا کہ
تیرا کام پورا ہوگا اور میرا پورا نہ ہوگا جو خدا کا اپنی طرف سے نیا نام خلاف شرع عاج تجو بزرگ کے شرک قی الاسلام کا ٹکڑ
ہو اپنے کو خدا کی توحید و تفرید کی طرح اس سے مقرب سمجھتا ہو خدا کے امر کا جو اندھا امراء ادا شدت ان یقول نہ
کن ذرہ کن میں ہے شریک و ہم ہوا اور اپنے لیے خدا پر یہ بہتان باندھے کہ اُس نے مجھے فرمایا انما امرک اذا
اددت شئیثا ان تقون لنا کن ذرہ کن کہ اے مرزا صاحب آپ کا امر اس سے سوا نہیں کہ جب کبھی
مجھے آپ کسی چیز کا ارادہ کریں اور اُن کہیں وہ ساتھ ہی نے الفور ہو جائے جو اپنے کو یوں کہے کہ گویا یہ بیشا کیا خدا ہو ہو آسمان
سے اتر آیا جو اپنی پیش گوئیوں پر کشفی حالت میں خدا سے دستخط کرائے اور زائد روشنائی پھر مے جو عالم محسوس میں اس کے
کرتے اور ٹوپی پر نمودار ہوا اور پھر اس سرخ واغوں والے کرتے کو خدا تعالیٰ شانہ کی روشنائی سے آلودہ سمجھ کہ تبرک بنا کر رکھیں
اور یوں خدا کے مجسم ہونیکے عقیدہ کی عملی تکمیل کر دکھائے۔ جو اپنے آپ کو فخر کے ساتھ اُس بیٹے کا باپ سمجھے جو ہو ہو آسمان
سے خدا ہو کر آیا ہے جس کے الفاظوں میں خدا کا یہ قول ہو کہ میں خطا بھی کروں گا اور صواب بھی اور جو اپنے نام (غلام احمد) کو جو
مشرع عہدیت بھی ہے خدا کا سب سے بڑا نام قرار دے اور خدا کے سبح اسم ربک الاعلیٰ کی طرح انت اسمی الاعلیٰ کا قائل ہو جو
خدا کی طرف پیداری و خواب کو منسوب کرے اور جو ایک نئے خدا کا قائل ہو اور بھی کہی اپنے اندر صفات اور قوت صلاحیت
احیاء فناء کی بتائے زمین و آسمان کی خلق پر اپنے کو قادر پائے اور وہ لفظ ولذہ جس کی خدا کی طرف نسبت کرنے سے منقہ قرآن آسمان
مکڑے ٹکڑے ہونے کے قریب ہو جائے زمین شق ہونے لگے پہاڑ بڑے بڑے ہونے لگیں۔

لیکن فخر و بیان سے اپنی نسبت استعمال کرے اور اسی پر اکتفا نہ ہو بلکہ عیاذ باللہ خدا جانے کیا ہے کیا دعاوی اور
پھر ان و سادس پر یہ ناز ہو کہ یہ سب وحی و الہام الہی ہیں ما ینطق عن انفسہ ان ہوالا وحی یوحی کے مصداق ہیں
نہ صرف یہی بلکہ قرآن پاک کی طرح بلا فرق ایک ذرہ پاک و منورہ اور قابل ایمان سمجھے۔

چونکہ معراج پاک کو تمام کائنات عالم انسان جن و ملک زمین و آسمان کے واسطے آیت اور نشان بنایا تھا لہذا پہلی منزل وہ رکھی جہاں تک وہاں مخاطب انسانوں کی تہذیب و ادب جتنی ان کی دنیا تھی تاکہ اس کو وہ جانچ پڑتال سکیں اور اُس کے کو اسی پر تکیا کر لیں۔
 دوسری منزل جن ملک کی جہاں تک رسائی اور سردرة المنتہی ہے قرار دی تاکہ وہ بھی گواہ ہو جائیں۔
 تیسری منزل کا کسی کو علم نہ دیا کہ کیا ہوا۔ کیونکہ ہوا کیسے ہوا کیا کہا اور کیا سنا۔ عقل بھی متحیر وہم بھی خائب
 خاسر بس صرف امانا باللہ و رسولہ ہے

پہلی منزل کے جسمانی ہونے پر قرآنی شہادت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الْآيَةُ
 تشریحی نوٹ - ۱

”سبحان“، کا لفظ اہم اور نادر واقعات پر مستعمل ہوتا ہے کوئی خواب و کشف ہوتا تو اس کی ضرورت نہ تھی
 ”واللہ فالسبیم انما یکون عند الامور العظام فلو کان منّا ما لم یکن فیہ کبیر شیء“ ولہ یکن
 مستعظماً۔ (ابن کثیر ج ۴ صفحہ ۴۱)

”و اسرّی“، اسراء کا لفظ سوائے جسمانی کے کشف یا نوم پر نہیں بولا جاتا ہے۔

”واللہ“ لانہ لا یقال فی النوم اسرّی الخ شفاء قاضی عیاض ص ۵۵۔

قرآن میں صرف اسی معنی میں مستعمل ہے۔ ”فاسرّ باہلک“ ”فاسرّ بعبادی“ ”مطہرنا بعبدہ“۔ ”عبد مرت
 روح کو نہیں کہتے بلکہ روح اور جسم کے مجموعہ کو کہتے ہیں اور بلا کسی دلیل شرعی کے مجازاً روح مراد لینا بہاں درست
 نہیں۔

ثبوت

فان العبد عبادة عن مجموع الروح و الجسد۔ (ابن کثیر ج ۴ صفحہ ۱۵ ہریرج ۱۳)
 قرآن میں جب کبھی اللہ تعالیٰ بولا کیا اس سے جس مجموع الروح مراد لیا گیا۔

مشئلہ ”مما نزلنا علی عبدنا“ ”اذ کونا عبدنا ایوب“ ”عبدنا شلوا“ ”انزل علی عبدہ
 الکتاب“ ”نزل الفرقان علی عبدہ“ ”ان عبادی لیس لک علیہم سلطان“ ”کونوا عباداً لّی“
 ”الاعبادک منهم المخلصین“ ”وعد الرحمن عبادہ“ ”وعباد الرحمن الذین یمشون علی

الارض "فوجد اعبداً من عبادنا" ادايت الذی ینہی عبد اذا صلی "انه لما قام عبد اللہ"

اور سینکڑوں مثالیں ہیں۔

ایک مغالطہ کا جواب

مخارمہ علیہ نے عبد کے معنی روح کے لینے کے واسطے فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی پڑھ کر مغالطہ دیا ہے کہ نفس سے کہا جائے گا کہ بندوں کی ارجح سے لمجاو الخ۔

حالانکہ یہ محض مغالطہ ہے یہاں بھی لفظ عبادی بسم مع الروح کے معنی میں مستعمل ہے اور یہ قول اس سے قیامت میں کہا جائے گا جہاں جسم اور روح دونوں موجود ہوں گے زیادہ تو بہت زیادہ جلالین، ہی دیکھ لی ہوتی، "و يقال لها في القيامة فادخلی فی جملہ عبادی الصالحین وادخلی جنتی معہ" کہ یہ قیامت میں کہا جائے گا الخ۔

چونکہ مخارمہ علیہ اور خود مرزا صاحب بھی حشر و جہاد کے منکر ہیں اس لیے انہیں بھی نظر آیا مگر مسلمانوں کے نزدیک حشر روح مع الجسد ہوگا جیسا کہ آگے اپنے محل پر آئے گا لہذا یہاں بھی عبد سے مع الجسد مراد ہوگا۔ ان تشریحی نوٹوں کی بجائے کسی تفصیلی تفسیر کا صرف صحیح ترجمہ پیش ہے۔

سبحان الذی اسرای بعبدہ لیلۃ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا اتمہ هو السميع البصیر ۛ

تمام اعترافات مشکوک و شبہات سے وہ ذات الہی مبرا و منزہ ہے جس نے اپنے بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مع جسم کے ہمت ہی قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی تاکہ اُسے اپنے عجائبات قدرت دکھائے الخ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صاحب واقعہ کی شہادت

بخاری۔ مسلم۔ ابن کثیر۔ ابن جریر۔ درمنثور۔ روح المعانی میں صحیح مرفوع متصل کافی تعداد میں احادیث اور اکثر صریح جہانی ہونے کی منقول ہیں۔ چونکہ وہ مفصل اور طویل ہیں۔ لہذا حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور بعض اوپر بقدر کفایت گزر چکی ہیں۔

صاحب خانہ کی شہادت

روی الطبرانی عن امہانی قالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہ فی

بیت فقعقدتہ من اللیل فامتنہ من النوم مخافتہ ان یکون عرضہ بعض قریشی فقتال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان جبرئیل اتانی۔۔۔۔۔ الی ان قال وانا اذیدان اخرجہ الی قریش فاخبرہم بما ربیت فاخذت بثوبہ فقلت فی اذکرک اللہ تا قی قومًا بکذبونک ویکون مقامک فاحاف ان یسطوبک قالت فضربت ثوبہ من یدی ثم خرج الیہم فاقامہم و ہم جلوس الحدیث۔
(ابن کثیر ج ۴ صفحہ ۳۹)

یعنی حضرت ام حانی رضی جن کے گھر سے معراج ہوئی فرماتی ہیں کہ شب معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے بستر پر نہ دیکھا سخت پریشان ہوئی اور اس ڈر سے میری نیند اڑ گئی کہ "یا ادا قریش کی کوئی کارستانی ضرور سامنی ہو۔ حتی کہ آپ تشریف لائے اور واقعہ بیان فرمایا۔ اور فرمایا کہ میں یہ سب قریش کو کہنے جا رہا ہوں۔ میں دوڑ کر دامن پکڑ لیا اور خدا کی قسم دیکر عرض کی کہ ان سے نہ بیان فرمائیں۔ دشمن بھٹلائیں گے اور ناشاقی حملہ کریں گے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دامن چھو کر باہر تشریف لے گئے اور حاضرین کو سارا واقعہ سنایا الخ۔

آپنی زبردست شہادت کے بعد کہ جن کے گھر میں معراج ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پائیں اور حضرت عائشہؓ کی طرف نسبت کرنا کہ میں نے بستر پر دیکھا جو اس وقت بقول ملا علی قاری پیدا ہی نہ ہوئی تھیں یا چند ماہ کی نہیں کس قدر ظلم صریح ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خاندانی شہادت

جب شب معراج نبی عبدالمطلب نے آپ کو بستر مبارک اور دو لنگہ پر نہ پایا تو مختلف جانب تلاش کو نکلے۔ اور آپ کے شفیق چچا حضرت عباسؓ تو بے چینی میں وادی ذی طوی تک یا محمدؐ یا محمدؐ یا محمدؐ پکارتے پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو عدم موجودگی کا سبب بیان فرمایا کہ مجھ کو معراج ہوئی اور بیت المقدس وغیرہ گیا تھا۔

(روح المعانی ج ۴ صفحہ ۴۶۹)

شفاء قاضی عیاضؒ میں صفحہ ۸۷ پر صدیق اکبرؓ کا بھی اسی کے قریب قریب واقعہ لکھا ہے۔

درمیانی سفر کی شہادت

قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتلایا تھا کہ تمہارا فلاں قافلہ فلاں مقام پر ملا تھا ان کا اس رنگ کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا اس کو میں نے فلاں جھاڑی کی فلاں طرف باندھ دیا تھا جب قافلہ آئے دریافت کرنا۔ فلاں منزل پر فلاں ابن فلاں نے ایک کوزہ پانی سر ہو نیکو رکھا تھا اسے پی کر میں نے الٹ کر رکھ دیا تصدیق کرنا

پھر بیت المقدس وغیرہ کے نشانات بتائے اور تائفہ کی آمد کا وقت سب حرف بحرف صحیح آتھا۔
(روح المعانی درمنثور ابن جریر وغیرہ)

پہلی منزل کی آخری شہادت

بیت المقدس کے چابی بردار ابو سفیان کا واقعہ اوپر نقل کر چکا ہوں جو ہر قتل شاہ روم کے دربار میں پیش آیا تھا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

دوسری منزل کا ثبوت

چونکہ اس کا تعلق ملا اعلیٰ سے تھا اس لیے ستارہ کی قسم کھا کر والہ فہم میں بیان فرمایا
فما ستوی وهو بالافق الاعلیٰ - یا۔ عند سدرۃ المنتہی عندہا جنتہ السماوی۔
اذ یغشی السدرۃ ما یغشی الآیۃ
تشریح کی نوٹ ان معانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں نہ کہ جبریلؑ جیسا کہ بعض کا قول ہے صرف ایک
حوالہ پیش ہے۔ (درمنثور ج ۴ صفحہ ۱۵)

”انحر ج ابن مردویہ عن النبیؐ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما انتہی الی سدرۃ المنتہی
رئی خواش من ذہب یلوذ بہا۔ (درمنثور ج ۴ صفحہ ۱۰، اسی طرح ج ۴ صفحہ ۴ پر بہت صریح توالہ
موجود ہے۔

(ترجمہ) پھر آپ مسجد اقصیٰ سے شب معراج اوپر افق اعلیٰ تک پہنچے۔۔۔۔۔ اور پھر سدرۃ المنتہی تک۔

تیسری منزل

”شردنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ فاوحی الی عبدہ ما ووحی ما کذب الفؤاد
ما داء، افتما دونہ علی ما یلوی۔ (سورہ نجم پ ۲۷)
(ترجمہ) کسی مترجم قرآن سے دیکھ لیا جائے۔
(تشریح کی نوٹ) اس امر کے واسطے کہ اس سے مراد جبریلؑ نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ روایات شریعہ
ابن عباس کی ابن جریر ج ۴ شفاء صفحہ ۸۴ روح المعانی ج ۸ صفحہ ۴۵۵ وغیرہ سے ملاحظہ ہوں۔

(خلاصہ)

الحمد للہ دلائل وبراہین کی روشنی میں عقلی و نقلی قلعی دلائل سے واضح ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معراج جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی جسم اطہر کے ساتھ بیداری میں ہوئی ہے۔ یہی مذہب تمام صحابہؓ ائمہ ذابعدین اور خلف و سلف رالین کا ہے جس کے منکر کا ایمان قابل اعتبار نہیں۔ نیز خناس کبریٰ سیوطی و مواہب و غیرہ سے گذر چکا کہ یہ خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس کو کسی کے واسطے ایسا ملنے والا منکر فی الرسالہ ہے اور کسی طرح اس کا ایمان کلمہ کی جزو ثانی محمد رسول اللہ پر صحیح معنی میں نہیں ہو سکتا فالحمد للہ اولاً و آخراً و صلی اللہ علی حبیبہ وانا متوالیہ۔

معجزہ شق القمر

قول مختار مدعا علیہ۔

”مختار مدعی نے مسیح موعود کے کلمہ کے جزو ثانی کے قائل نہ ہونے کے ثبوت میں آپ کا مندرجہ ذیل شعر پیش کیا ہے۔
 له خست القمر المتیر وان لی «عسا القمران المشرقان اتنکر» کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنے لیے شق القمر کا معجزہ اقویٰ طور پر ثابت کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کمزور کر کے دکھایا ہے اور اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آتی ہے لہذا مرزا صاحب کا نہ ہوئے اور دائرہ اسلام سے خارج ہوئے اور یہاں یہ تاویل نہیں چل سکتی کہ چاند گہن مراد ہے میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کبھی چاند گہن ہوا ہی نہیں۔“

الجواب

مختار مدعا علیہ اپنی عادت سے مجبور ہے کہ میرے اعتراض اور میری مراد کو اپنے لفظوں میں دھال کر کچھ نہ کچھ جواب دے۔ اور یہی ایک قسم کا اقرار لاجوابی ہے۔ ورنہ وہ اس طور پر توڑ موڑ کے میرے مدعا کو مضبوط نہ کرتا۔ جس طرح مسئلہ معراج جسمانی کو بلا وجہ طول دینے کے واسطے داخل کیا گیا۔ حالانکہ اعتراض صرف تقابلی پر تھا کہ اصل مسئلہ اس وقت زیر نزاع نہیں جو بھی ہو یہاں صرف اس قدر بحث ہے۔ کہ جو چیز سید الاولین والآخرین میں صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک مرتبہ بدقت اقرار ہے۔ وہ اپنے واسطے کم از کم دو چند اور اس سے زائد زور دار ثابت کرنا مرزا صاحب کی ایک خاص عادت ہے۔

مسئلہ معراج جسمانی میں وہ پوائنٹ بجا کر جسمانی اور روحانی کی بحث چھیڑ دی۔ اور یہاں بھی وہ پوائنٹ لاجواب سمجھ کر بدل دیا۔

اس اعتراض صرف یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر کو خسوف قمر بتلایا۔ جو اس

کی ناقص اور گھٹیا تیسیر ہے۔ اور پھر اسے آپ کا نشان ثابت کر کے اپنے واسطے اُس جیسے آسمانی دو نشانی یعنی خسوف قمر اور خسوف شمس چاند اور سورج دونوں کا گہن لگنا قرار دیا۔ اس مقابلہ میں سخت ترین توہین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور وہ معجزہ شمس و قمر اور حادثات متواترہ سے ثابت ہے اُس کا استخفاف کیا۔ اور ایسے اہم معجزہ کو نہایت معمولی اور اپنے نشان سے کم کر دکھایا۔

اس کے ثبوت میں مختار مدعیہ نے کوئی بحث ہی نہیں کی۔ بلکہ مرزا صاحب کا اصل شعر مرزا صاحب کے ترجمہ سے پیش کر دیا جس میں کسی تائید کی گنجائش بھی نہیں مگر ملاحظہ ہو

لہ خست القمر المنیر والی

غسا القمران المشرقان انتکر

ترجمہ: مرزا صاحب کہیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کرے گا
قصص العجاذیر صفحہ ۷۱۔

ملاحظہ فرمادیں۔ کہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نشان صرف خسوف (یعنی چاند گہن) اور اپنے لیے چاند اور سورج دونوں کے گہن کا نشان قرار دے کر کس طرح ٹھانٹھ سے اس ذات گرامی کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ جس کے مقابل باری تعالیٰ نے جن والنس ملک اور کائنات عالم میں کوئی پیدا نہیں کیا۔ اور قدرت نے نہ صرف زمانہ گذشتہ میں اس کی نظیر پیدا نہ کی بلکہ یہ امر یقین اور عقیدہ کے حد تک ثابت ہو چکا ہے۔ کہ آئندہ ناسیات اس کی نظیر ناممکن ہے، مقابلہ اس سے تو اظہر من الشمس ہے۔ ممکن ہے کہ یہ قائل ہو کہ یہاں خسوف القمر سے شاید کوئی آپ کے زمانہ میں آپ کا نشان چاند گہن ہوا ہو اس کی طرف مرزا صاحب نے اشارہ کیا ہو۔ اور درحقیقت شمس و قمر کا استخفاف نہ ہو۔

تو اولاً یہ گذارش ہے کہ وہ اعتراض تو بحال ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جس قسم کے ایک نشان کا قول ہے۔ اپنے واسطے اسی قسم کے دو چند بتائے جا چکے ہیں۔ دوسرے یہ کہ مرزا صاحب نے یہاں خسوف قمر سے معجزہ شمس و قمر ہی کو مراد لیا ہے اور اُسی کو استعارہ کی آڑ لے کر خسوف قمر یعنی چاند گہن سے تعبیر کر رہے ہیں۔ تاکہ اس کی اہمیت لوگوں کی نگاہ میں کم ہو جاوے اور اپنا مقابلہ اچھی طرح ہو سکے۔ اس ثبوت میں بجائے کسی دلیل کے خود مختار مدعا علیہ کے الفاظ اسی بحث سے نقل کرتا ہوں۔

”پس مرزا صاحب نے بھی خسوف کا لفظ شمس و قمر کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا ہے“

ہج مدنی لاکھ پربھاری ہے گواہی تیری

مذکورہ بالا تقریر سے اصل مدعا اس طرح واضح ہے۔ کہ کسی اور جواب کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ قابل اعتراض

دوا سر تھے۔

(۱) معجزہ شق القمر اور اس کا محمول کردہ کھانا۔

(۲) آپ کے اس آسمانی نشان جیسے اپنے واسطے در ثابت کرنا۔

پہلے کا ثبوت اس سے ہے کہ معجزہ شق القمر کو مرزا صاحب نے خسوف قمر یعنی چاند نہی کا نام دے کر کس قدر معمولی کر دکھایا ہے۔ اور ایسا استخفاف کیا ہے جس کی نظیر کفار مکہ میں بھی نہ ملے گی۔ انہوں نے بھی اس کو دیکھ کر خسوف قمر (چاند نہی) نہ بتایا بلکہ اسے جادو قرار دیا۔ مگر مرزا صاحب نے سرے سے اس کی ماہیت ہی بدل دی۔ اور ایسا معمولی روزمرہ کا خسوف قمر چاند گہن کے لفظ سے تعبیر کیا۔ جس سے کوئی استعجاب اور اعجاز کی شان ہی پیدا نہ ہو۔ اور دونوں کو ایک ہی میں جمع کر دکھایا جو بہ نسبت اس کے نادر الوقوع اور شانِ اعجاز رکھتا ہے۔ اس سے زائد تو یہ کیا ہو سکتی ہے دوسرے متعلق ضرور آج کا اپنا ترجمہ ملاحظہ ہو کہ۔
”اُس کے لیے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کرے گا۔“

(تفسیرہ اعجازیہ صفحہ ۷۷)

عدالت نور ملاحظہ فرمائیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صرف خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور اپنے لیے خسوف قمر اور شمس چاند و سورج دونوں کا فرمایا ہے۔ یہ کھلی ہوئی توہین سرکارِ دو عالم محبوب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور ایسی کہ جسکی کوئی اور مخالفت نہ کر سکا جادو تو انہوں نے کہیدیا۔ مگر کسی اور میں اس جیسا جادو نہ ثابت کرے اُس کا استخفاف استہزاء نہ کر سکے۔

میر کی مذکورہ بالا تقریر سے عدالت پر واضح ہو گیا ہو گا۔ میرا یہ اعتراض محض بالکل ہی لا جواب ہے۔ اور مختار مدعا علیہ کا اصرار دھڑکی غیر متعلق باتیں لانا اور اس مخصوص پوائنٹ کو دید و دانستہ ترک کر دینا۔ دوسرے نغظوں میں اپنے عجز اور اس کے لا جواب ہونے کا کھلا ہوا اقرار ہے۔

مختار مدعا علیہ کی غیر متعلق باتوں کا جواب

”آخری حصہ کا جواب میں تو صرف اس ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کبھی چاند گہن ہوا نہیں اس کو سمجھنا عقلمندوں کی قدرت سے باہر ہے اس میں صرف اپنے غصہ اور ناراضگی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ جس کا جواب سوائے دساک میری طرف سے کیا ہو سکتا ہے۔ باقی میرا یہ دعویٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نشان چاند گہن کا ظاہر نہیں ہوا۔ اس میں بھی معمولی تفسیر کے مطلب کو نگار ہے۔ اصل الفاظ یہ تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نشان خسوف قمر چاند گہن کا محمد بنی کے نزدیک ثابت نہیں نہ کسی حدیث کی ایک کتاب میں مذکور ہے۔ بخلاف اس کے سورج گہن کا واقعہ تمام کتب احادیث صحاح ستہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ میرا یہ دعویٰ اب بھی الحمد للہ مستور لا جواب ہے جواب یہ ہے۔ ہوتا۔ کہ کسی ایک حدیث یا کسی مسلم

محدث کا قول پیش کر دیتے۔ مگر یہ تا قیامت ناممکن ہے۔

کسی ایک محدث نے بھی خسوف قمر کو زمانہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر نہیں کیا۔ اگر یہ خسوف قمر آپ کی بعثت کا کوئی نشان ہوتا۔ جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ ”اُس کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا“ تو کسی ضعیف سے ضعیف حدیث یا کسی محدث کے قول میں تو ہوتا۔

مختار مدعا علیہ کی احادیث نبویہ یا سیر اسلامی پر اتنی نظر کب تھی۔ کہ انہیں کوئی ایک حوالہ مل جاتا میں حوالہ پیش کرتا ہوں ”ولہ یذکر احد من المحدثین خسوف القمر فی عہدہ علیہ السلام الخ“ کسی ایک محدث نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمارے کہیں کا تذکرہ نہ کیا۔

(العرف الشذی علی الجامع الترمذی صفحہ ۲۵۶)

دعویٰ تو یہ تھا۔ کہ اس کا نشان میں جیسا کہ مرزا صاحب بتا رہے ہیں ناسات نہیں۔ کیونکہ اُنسا بڑا نشان ہو۔ اور محدثین جنہوں نے استنباط تک کے حالات جمع فرمائے ہیں۔ اس کو نظر انداز نہ کیا بادیں۔ تو محمد اللہ یہ تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔

مزید فائدہ کے طور پر یہ بھی ذکر کر دوں کہ حدیث کی کتابیں تو اس تذکرہ سے خالی ہیں۔ علاوہ بریں کتب سیر میں بھی اس کا تذکرہ عام طور پر نہیں۔ باوجودیکہ وہ احادیث کی طرح قابل استناد نہیں ہوتیں۔ صرف سیرت ابن حبان میں ایک قول اس کا موجود ہے۔ جس کو محدثین نے ناقابل اعتناء قرار دے کر قبول تو کیا تذکرہ تک بھی نہ کیا۔

ماہر فن ریاضی محمود شاہ فرسادی نے مستقل اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس میں خسوف شمس کا ایک مرتبہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہونا ضرور مذکور ہے۔ مگر خسوف قمر کا اس میں بھی تذکرہ نہیں۔

(العرف الشذی صفحہ ۲۵۲)

بہر حال میرا یہ دعویٰ کہ چاند کے گہن کا نشان ظاہر ہوا بالکل لاجواب رہا کیونکہ اگر نشان ہوتا تو محدثین عظام کیوں ذکر نہ کرتے نشان تو خدا کی طرف سے اظہار ہی کے واسطے ہوتا ہے اس کا پلو شیعہ رہنمائی تعالیٰ کے منشاء اور غرض اظہار نشان کے سراسر خلاف ہے لہذا نشان ہونا تو کسی طرح ثابت نہ ہو سکا اور نشانوں سے ناواقفی نہ صرف مختار مدعا علیہ کی ثابت ہوئی بلکہ یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ مرزا صاحب بھی اس سے یکسر ناواقف ہیں۔

اصول ریاضی کی آڑ اس کا جواب

میرے مطالبہ کے مطابق مختار مدعا علیہ جب کوئی ثبوت نہ لاسکا کسی حدیث کی مستند کتاب حوالہ نہ لاسکا تو یہ کہہ کر مسئلہ کو رانا چاہا۔ کہ علم ہیئت دورہ ارضی کے قانون اور طبیعیات سے خدات ہے یہ کہ آپ کے زمانہ میں خسوف قمر نہ ہوا اور پھر اس کے ساتھ

مختار مدعیہ کے حق میں گواہ فاشانی فرمائی ہے۔

میں اس کا جواب اپنے لفظوں میں نہیں دے سکتا۔ بلکہ مرزا صاحب کے لفظوں میں پیش کر کے یہ عرض کروں گا۔ کہ یہ تمام الفاظ مرزا صاحب کے واسطے بھروسہ پر مبنی تھے۔

”علم ہیئت و ریاضی کے اصول کے متعلق مرزا صاحب کا نظریہ“

اس کے بواب میں یہ کہنا کہ ایسا وقوع میں آنا خلاف علم ہیئت ہے یہ سراسر فضول باتیں ہیں۔
(ضمیمہ چشمہ معرفت صفحہ ۴۱)

پس لیتینی طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ واقعہ ضرور ظہور میں آیا ہے۔ اور اس کے مقابل پر یہ کہنا۔ کہ یہ قواعد ہیئت کے مطابق نہیں۔ یہ عبارات بالکل فضول میں۔

(ضمیمہ چشمہ معرفت صفحہ ۴۲)

”علاوہ اس کے علم ہیئت کی کس تہ حد بست کر لی ہے۔ ہمیشہ نئے نئے عجائبات آسمانی ظاہر ہوتے ہیں کہ جن کے بحسب کچھ صحیح سمجھیں آتے۔“

(ضمیمہ چشمہ معرفت صفحہ ۴۲)

پھر اس کے بعد مدار ستارہ کے نشان کا تذکرہ لکھ کے فرماتے ہیں۔

”اب کوئی ہیئت دان بنلا دے کہ یہ کیا ماجرا تھا۔“ (صفحہ ۴۳)

اب کیا مختار مدعا علیہ یہ جرات کرے گا۔ کہ مرزا صاحب کو علم ہیئت اور طبیعیات اور دورہ دار فنیہ کے قانون سے حد درجہ ناواقف اور غافل وغیرہ القاب دے۔

معلوم ہونا چاہیے۔ کہ قواعد واقعات کے تابع ہوتے ہیں۔ واقعات اور مشاہدات کے بعد قانون رد ہو جاتا ہے۔

ہیں۔ خواہ وہ قواعد طبیعیات کے ہوں یا فلکیات کے۔ بلکہ فلسفہ الہیات کے اکثر قواعد کلیہ جو خلاف شرح ہیں۔

ایک تخمینہ اور اٹکل سے زائد حیثیت نہیں رکھتے اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے اپنی قابلیت کے اظہار کرتے ہوئے مختار

مدعیہ پر بدزبانی کرتے ہوئے ایک حوالہ روح المعانی کا پیش کیا ہے۔ اس حوالہ میں اسی معجزہ شق القمر اور آیت اقلوت الساعات

والشق القمر کے نزول کا تذکرہ ہے اس میں یہ نہیں ہے۔ کہ آپ کے زمانہ میں علاوہ اس معجزہ شق القمر کے کوئی اور نشانی

منوت قمر چاند گہن کا ظاہر ہوا۔ اسی معجزہ شق القمر کو ایک راوی ضعف القمر سے تعبیر کر رہا ہے۔ جس کے متعلق وہ مفسر

صاحب روح المعانی خود لکھ رہے ہیں۔ کہ لیساق النجر عربی، کہ اس حدیث کا سیاق غریب نا قابل قبول ہے یعنی

اولاً یہ روایت ہی درست نہیں۔ اور اگر کسی حد تک مان لی جائے تو اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہوگا۔ کہ معجزہ شق القمر

چود ہوئی شب کو ظہور میں آیا۔ کیونکہ اکثر چاند گہن چود ہوئی کے شب کو ہوتا رہتا ہے۔

اس میں کسی جگہ بھی مختار مدعا علیہ کا مدعا مرزا غلام احمد صاحب کی تائید نہیں۔ محض مغالطہ ہے اس سے غرض صرف اس قدر ہے کہ معجزہ شق القمر جو دہویں شب کو واقع ہوا اور اس امر کی نہ یہاں کوئی بحث ہے نہ یہ مابہ النزاع ہے۔

بہتان عظیم

صاحب روح المعانی پر کس قدر عظیم الشان بہتان ہے۔ کہ وہ مرزا صاحب کسی طرح معجزہ شق القمر کو خسوف قمر بتا رہے ہیں حالانکہ اس روایت کا سقم ثابت کرنے اور اس کی تاویل حسن پیش کر کے واسطے انہوں نے نقل کیا ہے۔ اُن کا اصل مذہب مختار مدعا علیہ لے دیو و دانستہ پیش نہ کیا۔ اور عبارت قطع و برید کر کے پیش کر دی اصل عبارت صاحب روح المعانی ملاحظہ ہو۔

(۱) انفصل بعنہ عن بعض فصا فرقتین و ذلک علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الهجرة بنحو خمس سنین فقد صح من رواية الشيخين وابن جرير عن النس ان اهل مكة سالوه عليه الصلوة والسلام ان يريهم ايتة فاداهم القمر شقتين حتى راوا حراء بينهما واخبر ابو نعیم من طریق الضحاک عن ابن عباس ان احباء اليهود و سالوا ايتة فاداهم الله تعالى القمر قد انشق لا يعول عليه - و فی الصحيحین وغیرہما من حدیث ابن مسعود انشق القمر علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت قریش هذا سحر ابن ابی کبشة فقال رجل انتظروا ما یا نیکم به السفار فان محمد الا لیستطیع ان یسحر الناس کلهم فجاء السفار فاخبروهم بذلک " رواه ابوداؤد والطیالسی فی رواية البیهقی فسالوا السفار وقد قد مو من کل وجه فقالوا رایناہ فانزل الله تعالی اقتربت الساعة وانشق القمر الايتة

(روح المعانی ج ۱ ص ۶۴۷)

یعنی اس چاند کا بعض حصہ بعض سے بالکل جدا ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا اور یہ واقعہ (شق القمر) حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے تقریباً پانچ سال قبل کا ہے۔ شیخین اور ابن جریر نے حضرت انس سے بسند صحیح یہ روایت بیان کی ہے کہ اہل مکہ نے آنحضرت علیہ السلام سے ایک معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا تو حضرت نے ان کو چاند دو ٹکڑے کر کے دکھایا یہاں تک کہ انہوں نے غار حراء کو ان دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ اور ابو ابی نعیم نے صفا کی سند سے

حضرت عباس سے یہ روایت بیان کی ہے کہ علماء یہود نے آنحضرتؐ سے معجزہ مانگا یہ یہود کا سوال اور اس پر دکھانا معتبر نہیں اور صحیحین (بخاری و مسلم) وغیرہ میں حضرت ابن مسعود کی حدیث سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا ایک ٹکڑا پہاڑ پر تھا اور دوسرا اس کے ورے تو آنحضرتؐ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے لوگو تم گواہ رہو اور ان کی حدیث سے یہ روایت بھی ہے کہ آنحضرتؐ علیہ السلام کے زمانہ میں جب چاند دو ٹکڑے ہوا تو قریش نے اس پر یہ کہا کہ یہ تو ابن ابی کبشہ (آنحضرتؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا سحر اور جادو ہے۔ ان میں سے ایک شخص گویا ہوا کہ ٹھہر جاؤ اور باہر والے قافلوں کا انتظار کرو وہ اس کے متعلق کیا خبر دیتے ہیں اس لیے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام دنیا کے لوگوں پر جادو کی استطاعت نہیں رکھتے۔ جب باہر سے قافلے آئے تو انہوں نے اس کے متعلق انہیں خبر دی اور تصدیق کی۔ اس حدیث کے راوی ابو داؤد اور طیالسی ہیں۔ اور بیہقی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ قریش نے باہر کے تمام اطراف و جوانب سے آئے والے قافلوں سے اس امر کے متعلق دریافت کیا اور ان تمام نے بھی جواب دیا ہے کہ ہاں ہم نے ایسا دیکھا ہے۔ تو اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ اقتربت الساعة الاية۔

والاحادیث الصحيحة في الالتحاق كثيرة واختلت في تواتره فقل هو غير متواتر في شرح المواقف الشريفة، انه متواتر وهو الذي اختار العلامة السبكي قال في شرحه لمختصر ابن الحاجب الصحيح عندى ان الالتحاق القم متواتر منصوص عليه في القرآن روى في الصحيحين وغيرهما من طرق شتى بحيث لا يمتري في تواتره انتهى باختصار

وقد جاءت احاديثه في روايات صحيحة عن جماعة من الصحابة منهم على رضى الله تعالى عنه والنس بن مسعود و ابن عباس وغيرهم۔

روح المعانی ج ۹ ص ۴۳۲

یعنی اشتقاق قمر کے متعلق بکثرت احادیث صحیحہ موجود ہیں لیکن ان کے تواتر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ احادیث صحیحہ غیر متواتر ہیں اور شرح شریفی میں ہے کہ وہ سب متواتر ہیں اور علامہ سبکی نے اس کو پسند کیا ہے۔ اور شرح مختصر ابن حاجب میں کہا ہے کہ میرے نزدیک صحیح اور مختار یہی ہے کہ معجزہ شق القمر متواتر احادیث سے ثابت ہے اور قرآن میں اس کی نص موجود ہے اور صحیحین وغیرہ میں مختلف طرق سے اس کی روایات موجود ہیں اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس کے تواتر میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

اور احادیث صحیحہ میں صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے روایات صحیحہ موجود ہیں۔ جن میں سے حضرت علی اور حضرت انس اور ابن مسعود اور ابن عباس (رضیوان اللہ علیہم اجمعین) بھی ہیں۔

پس مذکورہ بالا روایات نے نہ صرف معجزہ شق القمر کی حقیقت واضح کی بلکہ ثابت ہو گیا کہ یہ اسی طرح نص قرآنی اور متواتر احادیث میں بھی موجود ہے جس کے بعد شک کی گنجائش نہیں در نہ ایمان بھی خطرہ میں ہو جائے گا۔

ایسی عظیم الشان شہادت کو مختار مدعا علیہ نے خیانتاً نقل نہ کیا اور صاحب روح المعانی نے جس قول کو رد کرنے کے لئے نقل کیا تھا اسے اُن کا اصلی مذہب بنا کے اُن پر بہتان عظیم باندھا اور اُس میں یہی کتنے مغالطہ دیئے۔ جس سے اُس کی نقل مذاہب کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ بلا وجہ بزرگوں کی طرف خلاف واقعہ امور افتراء منسوب کر دیتا ہے جیسا کہ یہ خیانتیں متعدد مرتبہ عدالت کے دربرو آچکیں۔

اس سے یہ امر بوضاحت ثابت ہو گیا۔ کہ معجزہ شق القمر کوئی استعارہ یا نظر بندی و کرشمہ نہ تھا۔ بلکہ دراصل یہ ایک عظیم الشان کھلا ہوا معجزہ تھا۔ کہ آپ نے درحقیقت چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے اس طور پر متاز کہ کوہِ حرّاء بھی اس کے درمیان میں آگیا۔ البتہ یہ ضرور علماء میں بحث جاری رہی ہے کہ آیا یہ معجزہ صرف آپ کی صداقت کا نشان ہے یا اس چاند کے پھٹنے اور ٹرنے میں قرب قیامت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک کے الفاظ اقتربت الساعة والشق القمر بتلارہے ہیں کہ قیامت قسریب آگئی۔ اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے فلسفہ اور ہر درجہ حدیث کریمہ کے ربط پر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام غزالی نے تقریریں کی ہیں۔ جس سے مختار مدعا علیہ اور بعض دیگر مصنفین اس مغالطہ کی سعی میں ہیں کہ دراصل معجزہ ہوا ہی نہیں۔ صرف نظر بندی تھی یا ان اکابرین کلام سے مناسبت نہیں۔ اور غلط فہمی ہو گئی۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ صرف اس قدر ہے۔ کہ دنیا میں جب کوئی اجلاس قائم کیا جاتا ہے۔ اور اُس کے تمام مراحل اختتام پذیر ہو جاتے ہیں۔ اور جس ذات گرامی کے واسطے وہ مغل منقذ کی جاتی ہے۔ جب تشریف لے آئیں۔ اور خطبہ صدارت بھی ہو چکا تو پھر گیس یا شمع کی لاٹ کم یا شق کر دیتے ہیں۔ تاکہ حاضرین کو اختتام جلسہ کا پتہ چل جائے اور معلوم ہو جائے کہ اب کوئی اور مقصد اور رسالت منظور نہیں سوائے اس کے کہ یہ منشور سامان مجتمع کر لیا جائے دراصل جلسہ ختم ہو چکا۔

باری تعالیٰ نے دنیا کے عظیم الشان اجلاس کو سجایا زمین کا فرش پھیلا۔ آسمان کا نیلگوں شامیلہ اُس پر تلاء سے مختلف رنگ کے چھوٹے بڑے ققمقوں سے آراستہ پیراستہ کیا اس میں روشنی کے دو جہندے چاند و سورج روشن کئے۔ نیز آؤ تمام انتظامات کی تکمیل فرمائی۔ آدم سے عیسیٰ علیہ السلام تک انبیاء کرام اس کے اعلان کے لیے بھیجے۔ انبیاء کے ہمراہ دعوتی خطوط آسمانی صحائف کی شکل میں روانہ فرمائے آخر میں وہ صدر الانبیاء اور بدر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز جلسہ ہوئے۔ اور پیغام الہی اور خطبہ صدارت تو یہ حدیث سب تک پہنچا دیا۔ اور جلسہ کی غرض و غایت اور تخلیق کائنات کی مصلحت پوری ہو چکی۔ تو صدر کے ہاتھوں چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے۔ کہ اصل جلسہ ختم ہو چکا۔ اب صرف سامان منشور کے مجتمع کرنے کا وقت ہے اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت بھی قیامت کا پیش خیمہ قرار دیا ہے۔ کہ

بعثت اناء الساعة کہاتین یعنی میں اور قیامت ان دونوں انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ ہیں۔ اسی لیے باقی تھلنے انشقاقِ قمر کے ساتھ اقتربت الساعة لگایا۔ کہ قیامت قریب آگئی۔ اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس فلسفہ اور حکمت بیان کرنے سے ان بزرگوں کی غرض معجزہ شقِ القمر کی اور تائید مزید ہے۔ نہ کہ انکار۔ یہ محض مختار مدعا علیہ کی خوش فہمی ہے۔

آراءِ اہم القمر فرتین کا غلط مفہوم

اس حدیث کا یہ غلط مفہوم تھا کہ واقع میں دو ٹکڑے نہ ہوئے تھے۔ بلکہ انہیں نظر آئے تھے۔ یعنی ایک قسم کی نظر بندی تھی محض بیداری اور مجرات کے انکار کا راستہ اختیار کرنا ہے۔ اس کے یہ معنی اور مفہوم ہرگز نہیں صاف اور صحیح ترجمہ یہ ہے۔ کہ آپ نے اہل مکہ کو چاند دو ٹکڑے کر دکھایا۔ یعنی آپ کے اعجاز سے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اور انہوں نے دو ٹکڑے دیکھے۔ یہ ہرگز مراد نہیں کہ چاند سالم رہا اور نظر بندی کے طور پر صرف انہیں دو ٹکڑے نظر پڑے۔ کیونکہ انشقاقِ قمر کا مشاہدہ علاوہ عرب کے اطراف کے دور دراز ملکوں حتیٰ کہ ہندوستان کے ایک بڑے راجہ نے بھی کیا۔

واقعات کتب تواریخ میں موجود ہیں۔

مرزا صاحبِ معجزہ شقِ القمر

مرزا صاحب نے اس مسئلہ معجزہ شقِ القمر میں بھی حسبِ عادت اقرار و انکار کے دونوں مسلک اختیار کئے ہیں اور جہل کے معنی ہی یہی ہوتے ہیں۔ کہ ذومعنی 'مشتبہ الفاظ بولے جاویں۔ تاکہ دنیا گمراہ ہو۔ اور سہ خدا بھی خوش رہے اور بت بھی راضی کوئی ایسا قریب چاہتا ہوں' کا مصداق ہو مختار مدعا علیہ نے تین حوالے پیش کئے ہیں۔

(۱) سرسہ چشمِ آریہ۔

(۲) آئینہ کالاتِ اسلام۔

(۳) چشمہ معرفت۔

مگر غائرِ نظر سے معلوم ہو گا کہ ۱۹۰۱ء سے قبل جب تک کھلا ہوا دعویٰ نبوت نہ تھا یا بقول مرزا محمود صاحب نبوت سے پردہ نہیں اٹھایا تھا۔ معجزہ شقِ القمر کا اقرار و اثبات بڑے شد و مد سے اسلامی پیرایہ میں ہے۔ مگر ۱۹۰۱ء کے بعد

وہ بلند آہنگی کچھ پھٹکی ہے۔ اور اس میں انکار کی جھلک بھی موجود ہے۔ چنانچہ سرمہ چشم اکبر مرزا صاحب کی بہت بڑی مہلی کتاب ہے۔ جس کا سہ ماہی ستمبر ۱۸۹۶ء ہے اس وقت تو مرزا صاحب جیلوۃ عینی علیہ السلام کے قاتل تھے اور صرف اکبر وغیرہ کے مقابل مناظر اسلام کی حیثیت رکھتے تھے اور آئینہ کلمات اسلام فردوسی ۱۸۹۳ء کی کتاب ہے۔ اس میں معجزہ شق القمر بلا کسی دسیہ کاری کے اسلامی رنگ میں بیان کر رہے ہیں۔ اور کفر کی بنیادیں حمار ہے ہیں۔ مگر بہت ہی پوشیدہ۔ لیکن چشمہ معرفت جو بہت آخری کتاب ۱۸۹۸ء کی ہے۔ اس میں الفاظ تو اقرار ہی بظاہر ہیں لیکن تاویل کر کے اس سے گویا انکار ہی کر دیا ہے الفاظ ملاحظہ ہوں :-

”اس سے ظاہر ہے کہ کوئی امر ضرور ظہور میں آیا تھا جس کا نام شق القمر رکھا گیا۔“

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۳)

تمام تقریر کے بعد اس حقیقت پر پردہ ڈال دیا کہ کوئی امر تھا اس کا نام شق القمر رکھا گیا دراصل چاند دو ٹکڑے نہیں ہوا۔ اگلے بات صاف کر دی ہے۔ کہ :-

بعض نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ وہ ایک عجیب قسم کا خسوف (چاند گہن) تھا جس کی قزاق شریف نے پہلے خبر دی تھی۔

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۳)

یہاں ایک قسم کا چاند گہن قرار دیا۔ گو بعض کی اڑلی۔ پھر تاویل کا واسطہ یوں نکالا۔ کہ قرآنی آیات جو اس کے متعلق ہیں ان میں بیش گوئی نہ تھی۔ تاکہ برعکس خود انہیں استعارہ قرار دیکر تاویل کر سکیں۔ اور دنیا کی آنکھوں میں اس طور پر دھول ڈالی جاسکے چنانچہ اسی کے بعد آخری اپنی رائے کا اظہار ان الفاظوں میں کر دیا۔

”اور یہ آیتیں بطور پیشگوئیوں کے ہیں۔ اس صورت میں شق کا لفظ محض استعارہ کے رنگ میں ہوگا۔ کیونکہ خسوف قمر و کسوف میں جو حصہ پوشیدہ ہوتا ہے گویا وہ بھٹ کر علیحدہ ہو جاتا ہے ایک استعارہ ہے۔“

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۳)

عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کس قدر صفائی سے معجزہ شق القمر کا آخر میں انکار کر دیا۔ کہ دراصل چاند گہن خسوف تھا۔ اور خسوف میں گویا پوشیدہ حصہ بھٹ جاتا ہے اس لیے استعارہ کے طور پر لفظ شق القمر بول دیا گیا ہے۔ ورنہ دراصل چاند دو ٹکڑے نہیں ہوا تھا۔

محمد اللہ اس سے مرزا صاحب کا شق القمر کے معجزہ کا انکار صاف ہویدا ہو گیا۔ گو لفظ شق القمر بولتے ہیں اسی معنی میں خسوف کا لفظ استعارہ اپنے شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں معجزہ شق القمر کی اعلیٰ کیفیت پر پردہ ڈالنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا اعتراف عثمان مدعا علیہ کو بھی ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں :-

”پس مرزا صاحب نے بھی خسوف کا لفظ شق القمر کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا ہے الخ“

اب اس تقریب کے بعد میرا اعتراض بھی بالکل لاجواب رہا۔ کیونکہ مرزا صاحب نے اولاً اسلامی معجزہ شق القمر کو استعارہ قرار دیکر ایک قسم کا چاند گہن خسوف قرار دیا۔ پھر اپنے واسطے مد مقابل چاند اور سورج دونوں کا خسوف و کسوف نشان بتایا۔ پس ایک طرف تو معجزہ شق القمر کا استحفاف اور انکار ہے۔ اور دوسری طرف مقابلہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور ایسا استحفاف اور مقابلہ توہین کرنے والا کبھی کلمہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان دار نہیں ہو سکتا۔

سیاق و سباق کی تاویل ،

محض مغالطہ کے واسطے دو چار ماہیاتی اشعار نقل کر دیے مگر جب عدالت خود کرے گی تو صاف معلوم ہوگا کہ وہ بھی محض ایک تاویل ہے۔ جو ناقابل قبول ہے۔ اور دواصل اس کفریہ مضمون کی تمہید ہے۔ کیونکہ اس میں اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برگزیدہ آل قرار دیا ہے۔ جو سراسر اہل بیت رسول اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

”اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کمال کا وارث بنایا گیا ہوں۔ پس اس کی آل برگزیدہ ہوں، جس کو درجہ پہنچے گا۔“

آخر میں لکھتے ہیں۔

”پس وہ روشنی جو اس میں ہے مجھ میں چمک رہی ہے۔“

ماشاء اللہ ثم ماشاء اللہ ہرگز اللہ کے محبوب کی روشنی کبھی اس قسم کے شخص میں نہیں چمک سکتی۔ اس تنازعہ شعر کے بعد پھر قرآن پاک کی عظمت و جلال پر ہاتھ ڈالا ہے۔ کیونکہ کسی نبی پر آیا ہوا کلام اعجاز قرار نہیں دیا گیا ہے۔ سوائے اس کلام نبی جو اللہ کے آخری نبی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا۔ مگر مرزا صاحب بڑے فخر سے اسی شعر کے منقول لکھتے ہیں۔

وكان كلامه معجزاً آيتاً ۵۔ كذالك لي خول على الكلى يهجو

خود ہی ترجمہ کرتے ہیں۔ کہ اُس کے معجزات میں سے معجزانہ کلام بھی تھا۔ اسی طرح مجھے وہ کلام دیا گیا ہے۔ جو سب پر غالب ہے۔

قصیدہ اعجاز احمدیہ صفحہ ۷۷

عدالت خود بلا منتظر ملے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صفت میں مشارکت اور مقابلہ کا جذبہ مدعی نبوت میں کس قدر موجود ہے۔ اور کوئی بھی صفت نہیں جس میں اپنے آپ کو اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک اور سیم قرار نہ دیں۔

مختار مدعا علیہ کی سیاق و سباق سے تاویل عند گناہ بدتر از گناہ سے زائد نہیں۔ بلکہ سیاق و سباق سے اور اس سے بڑھ کر توہین ثابت ہوئی ہے۔ جس کا نمونہ ابھی اوپر عرض کر چکا ہے۔

قول مختار مدعا علیہ۔

(۱) اگر روایتوں میں یہ خبر نہ ہوتی کہ چاند اور سورج کا گہن مہدی موعود کی صداقت کی دلیل ہوگی تو وہ نشان کیونکر ہو سکتا تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے اپنی متعدد کتب میں اس بیہنگونی کا ذکر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کی ہے اور درود بھیجا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا چنانچہ آپ اپنی کتاب نورالحق حصہ دوم میں لکھتے ہیں ترجمہ از اشعار عربی - تیرہ سے پر جان قربان ہوا اے بہتر مخلوقات، ہم نے تیری خبر کا نور اندھیرے میں دیکھ لیا ہم نے سورج اور چاند کو دیکھ لیا جیسا کہ تو نے اشارہ کیا تھا۔“

(۲) ”اور یہ بھی واقع ہے کہ روایت میں مہدی موعود کی صداقت کا ایک نشان ماہ رمضان میں سورج چاند گہن قرار دیا گیا اور وہ گہن تیرہ سو گیارہ میں وقوع پذیر ہوا۔“

مختار مدعا علیہ نے باوجود عدالت کے بار بار روکنے کے مرزا صاحب کی صداقت کا دنیا مسئلہ یہاں چسپاں کر دیا اس میں قابل غور دو امور ہیں۔

(۱) کیا کسی صحیح حدیث میں مہدی کی یہ ضمانت قرار دی گئی ہے۔

(۲) کیا صرف مرزا صاحب کے زمانہ میں یہ ہوا، کہیں اور نہیں ہوا۔

الجواب

(۱) اس نشان کے ثبوت میں مرزا صاحب اور مرزائی صاحبان حدیث کا نام لے کر یہ ٹکڑا پیش کیا کرتے ہیں کہ حدیث دار قطنی جس کا ذکر کسوف خسوف ماہ رمضان کے بارہ میں آیا ہے اس کے الفاظ ہیں

ان لم ھدینا آیتین لھن ھذا خلق السموت والارض وینکسف القمر لا ھول لیلة من رمضان و تنخسف الشمس فی النصف منه۔

ترجمہ: ہمارے مہدی کے دو نشان ہیں جو ابتدائے پیدائش زمین و آسمان سے آج تک نہیں ہوئے یعنی چاند گہن رمضان کی پہلی شب میں ہوگا اور سورج گہن اس کے نصف میں۔

الجواب

(۱) امام محمد باقرؑ کا قول ہے اور وہ بھی ضعیف کہ اس کے دو راویوں عمر اور جابر جعفی کو اسمائے رجال میں کذاب اور واضح لغاد بیان کیا ہے۔ اس کو حدیث قرار دینا درست نہیں حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمتان ہوگا۔

(۲) الفاظ کے لحاظ سے بھی یہ قول درست نہیں کیونکہ چاند گہن پہلی رات کو نہیں ہوتا اور سورج گرھن نصف مہینہ میں۔

علاوہ اس کے ماہ رمضان کی ان تباہیوں میں باب اور مجاہد اللہ کے زمانہ میں بھی رمضان میں کسوف و خسوف ہوا۔ جو ۳۶۷ھ میں دکھایا (ملاحظہ ہو کتاب یوزائف دی گلوبس و کتاب کانا و قبال مصنف مولوی عبدالحکیم ایم بی مقتول از قذافی الشیخ حصہ دوم برہان صریح صفحہ ۶۲)۔

پس معلوم ہوا کہ یہ نشان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھنا ہے۔
اور اس سے مرزا صاحب کی تصدیق کا کاذب ہونا لازم آتا ہے۔

(عنوان نمبر ۵)

یہ نمبر (۵) اشرک اللہ علی کل شیء - اور نمبر (۶) آسمان سے کئی تخت اترنے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا - اور نمبر (۷) اقل فی ما لحدیوت احد من العلمین -
یہ تینوں الہام مختار مدعیہ کے بحث میں ایک ہی عنوان اور ایک ہی ہیڈنگ کے تحت درج ہیں اور دراصل ان پر کوئی مستقل حکم نہیں بلکہ مرزا صاحب کی تدریجی ترقی دکھانا منظور ہے۔

کہ متروغ میں اپنے کو اولیاء اللہ اور صلوات امت و انبیائے اولوالعزم پر ترجیح دی اور پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پلہ اور ان کے خصوصیات میں شریک و ہم بن بیٹھے۔ اور تمام ان امتیازی خصوصیات میں اپنے کو شامل کر لیا۔ جن میں نہ آدم کو شرکت کا فخر نصیب ہوا نہ ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو مختار مدعا علیہ نے تینوں کو علیحدہ علیحدہ مستقل طور سے پیش کر کے اصل استدلال پوائنٹ سے پہلو تہی کرتے ہوئے اپنے الفاظ میں ایک استدلال قائم کر کے ایک ایک طول لا طائل غیر متعلق جواب دے ڈالا۔

آتا تو مختار مدعا علیہ کو بھی تسلیم ہے کہ ان اہلسنت میں مرزا صاحب اپنے آپ کو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اولیاء اللہ اقطاب غوث و ابدال پر فضیلت دیتے ہیں اور اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹ پر مرزا صاحب بھی اس مضمون کو ان الفاظ میں ظاہر فرما رہے ہیں غرض اس حصہ کثیر دوجی الہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر چھ پہلے اولیاء اہل ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔

اولیاء اللہ اور اقطاب و ابدال پر فضیلت اس میں مسلم ہے انبیاء سابق پر فضیلت کا بلباد اعلان ہے۔

انبیاء گر چہ بودہ اند بے
من بعر فال نہ کمتر از کسی
آنچہ داد است ہر بنی را جام
داداں جام را مرا بتمام
کم نیم زان ہر صبر و یقین
ہر کہ گوید دروغ ہست و لعین

(دریشی، نزول المسیح)

پس مذکورہ بالا اہلسنت و اہل اہل بیت نے ایک تمہید اور نیزہ قرار دیا ہے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات مخصوص میں شریک و ہم بن بننے کا کہ اولاً اولیاء اللہ اقطاب غوث و ابدال پر فضیلت دی پھر انبیاء سابقین پر بعد ازاں حب مریدین اور کوثر تعلیق کے مقلدین نے اسے تسلیم کر لیا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات تک رسائی کا دعویٰ کر رہے گئے۔
(اس تدریجی ترقی کے ثبوت کے واسطے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۵ و ۱۴۶ ملاحظہ ہو)

لہذا جہاں تک میرے استدلال اور مدعا کا تعلق تھا وہ مختار مدعا علیہ کو بھی خواہ دانستہ یا دانستہ مسلم ہے اور مرزا صاحب کا یہی مسلک اور مذہب ہے لہذا اس طولانی بے معنی بحث کے جواب کی بھی عین حاجت نہیں۔ تاہم مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ استدلال کی بنیاد ہم کہنے کو تیار ہیں کہ ان الہامات ثلاثہ میں تمام انبیاء کرام حتیٰ کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تو ہیں ہے کہ نہ جب بھی کسی کی فضیلت بیان کی جائے تو وہ فضیلت اس کے ہم جنسوں پر ہوتی ہے مثلاً کوئی آدمی کہے کہ یہ گھوڑا سب سے منتخب ہے تو دنیا یہی سمجھتی ہے کہ گھوڑوں میں سب سے افضل ہے آدمی اور دوسرے جانور اس میں شامل نہیں۔ بنی اسرائیل کو باری تعالیٰ نے فرمایا کہ اتنا کہ مالکہ بیوت احد من العلمین یا فضلک علی العلمین۔ چونکہ مخاطب بنی اسرائیل امتی ہیں پس مطلب یہ ہوا کہ تمہارے زمانہ اور تم سے قبل کی امت پر اس قدر انعام نہیں کیا اور تم کو تمہارے زمانہ اور زمانہ گذشتہ کے تمام امتیوں پر فضیلت بخشی البتہ اس میں انبیاء اور وہ امتیں جو اب تک پردہ عدم سے منصفہ شہود پر نہیں آئیں داخل نہیں۔ اگر کسی نبی کے حق میں یہ کہا جائے تو اس کے زمانہ اور اس سے قبل کے تمام انبیاء مراد ہوں گے غیر انبیاء یا بعد کے انبیاء بالذات اس میں شامل نہ ہوں گے۔

مرزا صاحب چونکہ بزعم خود نبی ہیں اور نبی کا امتی سے مقابل نہیں بلکہ انبیاء سے ہے چنانچہ انبیاء سابقین پر مرزا صاحب برابر اپنے فضائل کی وجہ خوائی کیا کرتے ہیں پس مرزا صاحب کے ترجمہ کے مطابق الہام نمبر ۱۵ ان شاء اللہ علی کل منشی۔۔۔ خدائے تجھے ہر ایک چیز میں سے چن لیا۔ مرزا صاحب کا ہر چیز پر برگزیدہ ہونا ثابت ہو گیا حالانکہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہر چیز پر برگزیدہ صرف ذات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس چیز میں آپ کا کوئی بھی شریک اور ہمسر نہیں۔ جو اپنے کو یا کسی اور کو تمام اشیاء سے برگزیدہ سمجھے وہ یقیناً سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کر کے توہین کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برگزیدگی پر دھبہ لگاتا ہے۔ جس کے بعد محمد رسول اللہ پر صحیح معنی میں ایمان مافی نہیں ہو سکتا۔

اس کے ضمن میں بنی اسرائیل کے متعلق آیات کو استدلال میں پیش کرنا مناسب نہیں۔ وہاں تو اہم سابقہ پر فضیلت دی جا رہی ہے۔ اور ان کا مقابلہ صرف امتیوں سے ہے۔ اور یہاں مرزا صاحب خود نبی بن جیتے ہیں۔ اور ہر چیز پر اپنی برگزیدگی کا قصیدہ پڑھ رہے ہیں۔ لہذا اس پر قیاس مع الفارق ہے۔

اس الہام کے مابین دو ابعد کو قرینہ قرار دینا ہی لغو ہے کیونکہ یہ کوئی مسلسل عبارت نہیں۔ کہ سیاق و سباق سے اس کا تعلق ہو۔ بلکہ مختلف الہامات مختلف اوقات کے آئے ہوئے۔ مختلف و متضاد معانی رکھنے والے کسی میں مرزا صاحب مراد اور کس میں ذات الہی۔ چنانچہ مختار مدعا علیہ اخلائی و اصیب کے تحت میں خود ہی پیش کر چکا ہے کہ اس ایک الہام کے نصف حصہ میں ضمیر متکلم سے مرزا صاحب اور نصف آخر کے ضمیر متکلم سے ذات خداوندی مراد ہے۔ پس جب کہ ایک ہی جملہ کے سیاق و سباق کا ربط نہیں۔ تو مختلف جملوں اور علیحدہ علیحدہ بے ربط فقروں اور عبارتوں کا سیاق و سباق کیا قائم ہو سکے گا۔

عدالت خود تمام الہامات کو ملاحظہ فرما کر میرے اس دعویٰ کی تصدیق کر سکتی ہے۔ کہ وہاں کوئی مسلسل مربوط عبارت نہیں۔ بلکہ بے ربط علیحدہ علیحدہ فقرات مختلف الہامات بنائے کچا نقل کئے ہوئے ہیں۔

نمبر (۶)

آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر پھیلا گیا۔

ظاہر ہے کہ آسمان سے نبوت کے تخت اُترتے ہیں۔ نیز اگر مرزا صاحب مدعی ولایت ہوتے۔ اور اپنے آپ کو صرف ولایت کا تخت نشین شمار کرتے تو ان تختوں سے ضرور ہم بھی ولایت ہی کے تخت مراد لیتے۔ مگر مرزا صاحب تو بزرگ خود دعویٰ دار نبوت ہیں۔ اور گھٹیا یا مجازی نہیں۔ بلکہ بقول مرزا محمود صاحب قرآن نے جو معنی نبوت کے قرار دیئے ہیں۔ اُس کے رو سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں۔ بلکہ حقیقی اور گھٹیا نہیں۔ بلکہ بڑھیا نبی ہیں۔ پس جب کہ مرزا صاحب تخت نشین نبوت ہیں۔ تو یہ آسمانی تخت نبوت ہی مراد ہوں گے۔ اور مطلب بالکل واضح ہے۔ کہ آسمان سے نبوت کے تخت اترے مگر تیرا (یعنی مرزا صاحب) تخت سب تختوں سے اوپر پھیلا گیا اس میں کسی تخت اور کسی نبی کی تخصیص نہیں۔ اور جیسا کہ آگے معلوم ہو گا کہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل خصوصاً تک با تھمارتے ہیں بس بلاشبہ اس مرزا صاحب کے تراشیدہ الہام میں نہ صرف انبیاء سابقین بلکہ سید الاولین سرور عالم محمد بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین ہے۔ جس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان خظہ میں پڑ جاتا ہے۔

اس کے مقابلہ میں مولوی منظور احمد صاحب سنبھلی کی سیفِ بمانی یا تقویٰ سہ الایمان و عوارف المعارف سے حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین بہروردیؒ کی اڑ لینا بالکل بے سود ہے۔ کیونکہ وہاں مقابلہ خدا کے جلال و جبروت کا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی مخلوق خدا کے ہم پلہ نہیں۔ بلکہ سب اُس کچھائے ننگوں میں۔ نبی یا ولی۔ لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً للہ ولا الملائکۃ المقربون حضرت مسیحؑ جنہیں اُن کی قوم خلیا خدا کا بیٹا اور ملائکہ جنہیں یہود اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ خدا کی عبودیت سے منہ نہیں موڑتے۔ بلکہ اتنا ہی عجز و نیاز کا اعتراف کر رہے ہیں۔ خود سید الاولین والآخرین امام البیین محبوب الالین صلی اللہ علیہ وسلم بار بار انما اتانا عبداً و رسولاً فرماتے وہے اور اُس انتہائی عجز و انکساری و نیاز بارگاہِ ایزدی میں پیش فرما رہے ہیں جس کی حد نہیں بخلاف مرزا صاحب کے وہ چونکہ نبی ہیں۔ اور بزرگ و باطل خود تخت نبوت پر متمکن ہیں۔ پس آسمانی تختوں سے تخت نبوت اور مرزا صاحب کے تخت کا سب سے بالا ہونے سے تمام انبیاء ماسبق اور ان کے تختوں کی کھلی ہوئی توہین ہے۔ جس کی کوئی بھی تاویل نہیں ہو سکتی۔

پیران میر سید الطائفہ عبد القادر جیلانیؒ غوث زمان اور قطب وقت ہیں۔ اُن کے ارشاد قدحی ہذا علی

دقبتہ کل ولی میں ولی کی تصریح خود موجود ہے۔ نیز وہ خدا خواستہ دعویٰ دار نبوت نہیں۔ بلکہ اولیاء امت سے ہیں۔ لہذا

اُن پر نہ کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔ نہ باہر سے کوئی تخصیص کی گئی ہے۔ بخلاف مرزا صاحب کے کہ وہ مدعی نبوت ہیں۔ اور وہی کی کوئی تصریح نہیں۔ بلکہ وہ تمام انبیاء سابقین پر اپنی فضیلت کے مدعی ہیں اور بطرحت فرما چکے ہیں

انبیاء گمچہ۔ بودہ اندھے من بعرفان نہ کم نرم زکے
انچہ دادہ است ہرنی راجام دادا آن جام را مرا بہتام
کم نیم زان ہمہ بروی یقین ہر کہ گوید دروغ ہست ولعین

(۷)

اتانی مما لہ یوت احد من العلمین۔

مختار مدعا علیہ دہی بنی اسرائیل کے متعلق جو فضیلت کی آیتیں ہیں۔ اُن کی اڑ چاہی ہے۔ حالانکہ میں اوپر تفصیل سے عرض کر آیا ہوں۔ کہ ہر ایک کا مقابلہ اُس کی ہم جنس وہم ملک سے ہوگا۔ نبی کا نبی سے امتی کا امتی سے پس بنی اسرائیل یقیناً اپنے زمانہ اور ماسین کے امتیوں پر افضل ہیں ہاں جو امتیں اب تک معرض وجود میں نہیں آئیں۔ وہ اس سے مراد نہیں۔ اسی طرح مرزا صاحب چونکہ بزم خود مدعی نبوت ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اللہ نے وہ جابو کسی کو عالمین سے نہ دیا۔ مقال پر انبیاء ہی مراد ہوں گے۔ اُن کے زمانہ کے ہوں۔ (جیسا کہ آج کل تقریباً اٹھارہ^۸) مدعیان نبوت پنجاب میں موجود ہیں دیکھو چار سے میں خود مل چکا ہوں۔ اکثر سے خط و کتابت ہے۔ خود قادیان میں نور احمد کا بی مدعی نبوت موجود ہے (یا زمانہ سابقہ کے عرض یہ کہ انبیاء کرام پر فضیلت کا دعویٰ ہے۔ اور اس سے مختار مدعا علیہ نہ معلوم کیوں پینتا چاہتا ہے۔ جب کہ مرزا صاحب خود بھی کھلے الفاظ میں فرما چکے ہیں

انبیاء گمچہ۔ بودہ اندھے من بعرفان نہ کم نرم زکے،
انچہ دادہ است ہرنی راجام دادا آن جام را مرا بہتام
کم نیم زان ہمہ بروی یقین ہر کہ گوید دروغ ہست ولعین

(نزدول المسیح صفحہ ۹۹-۱۰۰)

باقی رہا اگر یہ شبہ ہو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شلیلہ اس سے مستثنیٰ ہوں۔ تو اس کا ازالہ اُن کی تقریر سے ہو جائے گا کہ یہ تمام کفر و شرک کی عمارت آہستہ آہستہ قائم کی گئی ہے تاکہ لوگ بدک نہ جائیں۔ جیسا کہ مرزا محمود صاحب نے حقیقتہً النبوت کے صفحہ ۱۴۵ پر اس امر کا صاف لفظوں میں اقرار کر لیا ہے۔

اُسی سہبت قدیمہ کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود سے سلوک کیا اور آپ کی جماعت کو بہت سے ابتلاؤں سے بچا لیا اگر آپ کو یک لخت مسیح کی وفات اور اپنی نبوت کے اعلان کرنے کا حکم ہوتا تو آپ کی جماعت کے لیے سخت مشکلات کا سامنا ہوتا۔۔۔

پچھروس سال بعد وفات مسیح کے مسئلہ پر سے پردہ اٹھایا لیکن مسئلہ نبوت پر ایک پردہ پڑا رہا تاکہ جماعت اپنے اندر ایک مضبوطی پیدا کرے۔“

مرزا صاحب کا ترجمہ اس میں بھی وہی عادت ہے۔ کبھی کبھی کچھ کہیں مطلب کفر یہ بیان کر دیا۔ کہیں مجبور ہو کر اسلامی طرز کا اظہار کر دیا۔ اور یہ تو لازماً ہونا تھا۔ کیونکہ بتصریح ارشاد نبوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت دجال و کذاب ہو گا۔ اور خود مرزا صاحب ہی دجال کا یہ معنی بتاتے ہیں۔ کہ اس حدیث کے مفہوم کو ناپید مندرجہ ذیل حوالہ سے ہوتی ہے۔

(۱) ”دجال کے لیے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر مسیح کے ساتھ باطل ملا دے۔“

(۲) ”اگر خنی محض پر زیارت کی جائے تو اس کا نام عربی زبان میں دجل ہے اور اس کے مرتکب کا نام دجال ہے اور چونکہ آئندہ کوئی نیامی نہیں آسکتا اس لیے پہلے نبی کے تابع جب دجل کا کام کریں گے تو وہی دجال کہلائیں گے۔“

(تبلیغ رسالت صفحہ ۳۰۰ جلد سوم)

(۸)

علم نبوی میں مقابلہ

خلاصہ عبارت مرزا صاحب -

”ابن مریم اور دجال اور یاجوج و ماجوج کی حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف نہ ہوئی چونکہ سابقہ کوئی نمونہ نہ تھا۔ اور اب مرزا صاحب پر وہ ہو ہو منکشف ہو گئی۔“

(ازالہ کلال صفحہ ۲۸۲)

یہ عبارت جس غرض سے پیش کی گئی ہے اُس سے مختار مدعا علیہ کو بھی انکار نہیں۔ اُسے یہ بھی مسلم ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم - دجال - یاجوج و ماجوج - کی حقیقت ہو ہو منکشف نہ ہوئی۔ اور کا حقہ اُسے نہ سمجھے۔ بلکہ اُن کی حقیقت سمجھنے میں اجتہادی غلطی رہی۔ اور مرزا صاحب نے کا حقہ سمجھ لیا۔ اور اُن پر امور مذکورہ کی حقیقت منکشف ہو گئی۔ اب نزاع صرف مندرجہ ذیل امور میں ہے۔

(۱) کیا یہ اجتہادی امور ہیں۔

(۲) انبیاء سے اجتہادی امور میں غلطی ہو سکتی ہے۔

(۳) ان امور میں اگر مرزا صاحب کا علم باوجود امتی ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھ جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تنفیص و توجہ نہیں۔

الجواب

(۱) ابن مریم - اور دجال - ویاجوج و ماجوج کا علم اعتقادیہ میں سے ہے نہ کہ اجتہادیہ میں سے۔ ہر مسلمان اس سے واقف ہے۔ علامات قیامت امور دینیہ ایمانیہ میں سے ہیں۔ تمام کتب عقائد میں امور اعتقادیہ ایمانیہ کے تحت مذکور ہیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا تذکرہ کرنے کے بعد آپ نے یہ تمام امور دین قرار دیئے ہیں۔ کہ
 ”هَذَا جَبَرِيلُ اتَاكُمْ يَعْلَمُكُمْ دِينَكُمْ الْخِ او كما قال صلی اللہ علیہ وسلم کہ یہ جبریلؑ تھے۔ تمہیں دین سکھانے آئے تھے۔“

اور تمام دنیا دینی کہ مرزا صاحب کا بھی اتفاق ہے کہ امور دینیہ ایمانیہ میں انبیاء غلطی سے پاک ہوتے ہیں۔ اور خطا کی گنجائش نہیں ہوتی۔ ملاحظہ ہو عبارت مرزا صاحب۔

ور لیکن امور دینیہ میں اس خطا کی گنجائش نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کی تبلیغ میں منجانب اللہ بڑا اہتمام ہوتا ہے الخ

(ازالہ کلاں ص ۲۸۱)

ابن مریم کے نزول وغیرہ میں مرزا صاحب اور مرزائیوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ تعجب ہے کہ پھر بھی اسے امور ایمانیہ میں قرار نہیں دیتے۔ میں اس کے واسطے گواہان اور مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ عبد الوہاب شرعی کا فیصلہ پیش کرتا ہوں۔ کہ۔ فقد ثبت: نزول الحق انه رفع بجسده الى السماء والایمان بذلك واجب۔ (دلائل اثبت ۲ صفحہ ۱۳)

یعنی جسے آسمان سے کتاب اور سنت سے ثابت ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ حق یہی ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

لہذا یہ تمام مذکورہ امور دینیہ ایمانیہ ہیں۔ جن میں نبی سے کسی قسم کی اجتہادی غلطی ناممکن ہے۔ اور ان امور میں کسی امتی کا علم نبی سے ثابت ماننا کھلا ہوا کفر ہے کیونکہ یہ امور غیبیہ سوائے وحی ربانی کے عقل سے معلوم ہی نہیں ہو سکتے۔ اور نبی بلکہ سید الانبیاء اگر ان امور غیبیہ اور اس وحی کے سمجھنے میں غلطی کریں۔ تو اصلاح پھر کون کرے گا لہذا ان امور میں مرزا صاحب کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ماننے کے بعد کسی طرح محمد رسول اللہ کلمہ کے دوسرے حصہ پر ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔

دس ”انبیاء سے اجتہادی امور میں غلطی ہو سکتی ہے“

اس سلسلہ میں بلاوجہ مختار مدعا علیہ نے قبرا اس۔ فتوح الغیب۔ ہدیۃ الشیعہ۔ اشاعت السنۃ وغیرہ کے متعدد جدید اور قانوناً غیر مسلم حملے پیش کئے۔

الجواب

پہلا جواب تو وہی ہے۔ کہ جن امور میں یہاں گفتگو ہے۔ وہ امور دینیہ ایمانیہ ہیں۔ جن میں خود مرزا صاحب کے نزدیک بھی غلطی ممکن ہے۔ دوسرے یہ فریقین کو مسلم ہے۔ کہ انبیاء سے اگر خدا نخواستہ اجتہادی لغزش ہو۔ تو وہ اس پر قائم نہیں رہتے۔ حفاظت الہی ان کو کسی غلطی پر باقی نہیں چھوڑتی بلکہ منجانب اللہ انہیں اس پر متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ لہذا ان کو خدا نخواستہ یہ اجتہادی امور بھی ہوتے۔ تو بھی وحی الہی اس میں متنبہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جس علم کو منکشف کر سکتی ہے۔ کسی امتی کو اتنا علم ہونا ناممکن ہے۔ بہر حال امور دینیہ ایمانیہ میں کسی طرح نبی کے علم پر کسی امتی کے علم کو فضیلت نہیں ہو سکتی۔

ایک مغالطہ کا جواب

یہ بھی مرزائیوں کا محض مغالطہ ہے۔ کہ ابن مریم اور دجال یا جوج و ماجوج کی حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف نہ ہوئی تھی۔ اور مرزا صاحب پر منکشف ہو گئی۔ میں مرزا صاحب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیقات کو سامنے رکھ کر عدالت سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ خود توازن کر لے۔ کہ مرزا صاحب یا مرزائیوں کے ادعائی باطل میں ذرہ برابر صدق کا شائبہ نہیں۔

ابن مریم کے متعلق مرزا صاحب کی رائے

کہ خود مرزا صاحب اولاً مریم کے رنگ میں پیدا ہوئے۔ پھر ان میں عیسیٰ کا حامل قرار پایا ہے۔ پھر تقریباً ۹ ماہ بعد دروزہ اٹھا۔ اور تنہ کھجور کے نیچے لے گیا۔ پھر اپنے آپ سے خود ہی پیدا ہو گئے لہذا وہ مریم بھی ہوئے اور ابن مریم بھی۔

ہست او غافل ز راز ایزدی	آنکہ گوید ابن مسدیم چوں شدی
در برابین نام من مسدیم نہاد	آں خدائے قادر و رب العباد
دست نادادہ بر پیراں نئی	مدتے بودم برنگ مسیدی
از رفیق راہ حق نا آشنا	بچو بکرے یا فتم نشود نما
روح عیسیٰ اندران مسدیم دید	بعد از اں آں قادر و رب الحمید
نادان مسدیم مسیح ابن زمان	پس بہ نقش رنگ دیگر شدی عال
زانکہ مسدیم بود اول گام من	زین سبب شد ابن مسدیم نام من

بدر ازال از فتح حق عیسیٰ شدم
 ایں ہمہ گفت است رب العالمین
 شذ جائے مربی ہر تر قدم
 گرنے دانی براہین راہین
 حکمت حق راز ہا دارہ بسے
 نکتہ مستور کم ہمد کسے
 (حقیقۃ الہی صفحہ ۳۳۹)

مختار مدعا علیہ باوجود غیر متعلق ہونے کے اس بحث میں متعدد جگہ ابن مریم دجال یا جوج و جوج وغیرہ کی پیشگوئی کے مرزا صاحب کے زمانہ میں وقوع اور ہو چکنے کی تصریح کی جس کی بنا پر ہم بھی مجبور تھے کہ ان ہر سدا مود کے متعلق اور ان کے وقوع پر ایک مفصل بحث کریں اور عدالت کے سامنے ایک مکمل مرزا صاحب کے خیالات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی کا نقشہ پیش کر دیں تاکہ عدالت خود توازن فرمائے مگر چونکہ عدالت عالیہ کی رائے گرامی میں وقوع وغیرہ کی بحث غیر ضروری اور موضوع مقدمہ سے بالکل علیحدہ ہے اس لیے میں عدالت کے حکم کی پابندی اور احترام کو مد نظر رکھتے ہوئے جس قدر حصہ وقوع سے تعلق رکھتا تھا حذف کر رہا ہوں۔

اب صرف اس حصہ کو لیتا ہوں جو مرزا صاحب کی پیش کردہ اصل عبارت میں مصرع اور بابہ التزام ہے۔
 عالی جاہا۔ ہمارے آقا و مولا علم الاولین والآخرین پر مرزا صاحب کا یہ محض بہتان اور اتہام صریح ہے کہ ابن مریم دجال یا جوج و جوج کلمہ حقیت منکشف نہ ہوئی اور نہ وحی الہی نے اس کی عمیق نہ کا پتہ دیا بلکہ مثلہ قریبہ اور متناہل و مقشایہ چیزوں سے قہم کی گئی۔ تفصیل کا موقع نہیں میرا دعویٰ ہے کہ کسی چیز کی وضاحت اور انکشاف تام کی جس قدر بھی صورتیں ممکن ہیں وہ صاف صاف واضح اور صریح الفاظ میں بیان فرمادیں۔

عیسیٰ ابن مریم نے ان کے نزول کی تصریح فرمائی ان کا حلیہ شریف درمیانہ قدر تک سفید سرخی مائل بال دونوں شانوں تک مہمت سیاہ اور چمکدار جیسے نہانے کے بعد ہوتے ہیں گھونگروالے عروہ بن مسعود صحابی سے ملتی جلتی شکل ان کی خوراک کی تصریح کہ لوبیا یا جوج چیزیں ہلک پر نہ لگیں وہ تناول فرمائیں گے دقت نزول دو کپڑے زرد رنگ کے پہنے ہوئے سر پہ ایک طویل ٹوپی جسم مبارک پر ذرہ دونوں ہاتھ فرشتوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے ہاتھ میں ایک چھوٹا نیزہ حربہ جس سے دجال کو قتل کریں گے جس کا زکو آپ کی سانس پہنچے گی وہ فوراً سر جلے گا شہر دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ و گوشہ پر ان مسلمانوں کی جماعت میں انہیں گے جو مسلمان مع مہدی دجال سے لڑنے کو مجتمع ہوں گے۔ جن کی تعداد آٹھ سو مرد اور چار سو مستورات کی ہوگی وہ لوگ نماز کے واسطے صفیں درست کر رہے ہوں گے امام مہدی ان کے امام ہوں گے حضرت مہدی عیسیٰ کو امامت کے لیے بلائیں گے اور وہ انکار کریں گے جب امام مہدی پیچھے بیٹھے لگیں گے تو حضرت عیسیٰ ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کر انہیں کو امام بنائیں گے اور وہ نماز پڑھائیں گے وہ نماز صبح کا وقت ہوگا۔ بعد نزول صرف چالیس سال دنیا میں رہیں گے ان کا نکاح حضرت شعیب کی قوم کے قبیلہ میں ہوگا جس سے اولاد بھی ہوگا کسر صلیب و قتل خنزیر فرمائیں گے نماز سے

فارغ ہو کر دروازہ مسجد کھلوائیں گے جس کے پیچھے دجال آگاہ اس کے احوال یہودیوں کے ساتھ جہاد کریں گے اور اسے باب لڈ پر قتل فرما کے اس کا خون اپنے نیزہ پر لوگوں کو دکھائیں گے کوئی شے اسے پناہ نہ دے گی درخت و پتھر بیکار کے کہے گا کہ جائے پیچھے یہودی چھپا ہے اس وقت اسلام کے سوا تمام مذاہب مٹ جائیں گے مال و زر لوگوں میں اتنا عام کر دیں گے کہ کوئی قبول کرنے والا نہ رہے گا مقام فسیح الروحاء میں جائیں گے جہاں عمرہ یاد دہن کریں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پاک پر جائیں گے اور اسلام کریں گے اور آپ جواب سلام و تحیت فرمائیں گے ہر قسم کی دینی دنیاوی برکات نازل ہوں گی سب کے دلوں سے بغض و کینہ نکل جائے گا ایک انار اتنا بڑا ہو گا کہ ایک جماعت کے لیے کافی ہو گا اور ایک بکری ایک قبیلہ کو پھر نیش والے زہریلے جانور دنگا نیش نکال دیا جائے گا حتیٰ کہ سانپ کے منہ میں بھی ہاتھ ڈالنا ضرر رساں ہو گا شیر و اس بھیر بکریاں مجتمع ہو جائیں گے ساری زمین مسلمانوں سے یوں پر ہوگی جیسے پانی سے برتن یہ برکات سات سال تک رہیں گے قرب و فات لوگوں کو وصیت فرمائیں گے کہ میرے بعد مقصد نامی شخص کو غلیف بنائیں اس کے بعد آپ وفات فرمائیں گے اور ورنہ اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں مدفون ہوں گے آپ کی چوتھی قبر ہوگی۔

پھر مقصد خلیفہ ہو گا جس کے تین سال بعد قرآن سینوں سے اٹھایا جائے گا اور قیامت نمودار ہوگی الح۔
اس کے واسطے ملاحظہ ہو رسالہ التفریح بما تواتر فی نزول المسیح جس میں یہ تمام احادیث ۶۴ کے قریب مصرح ہو چکی ہیں۔ میں نے مہایت انتصار سے اقتباس کیا۔ تعجب ہے کہ اس قدر انکشاف نام کو یہ کہنا کہ مویہ منکشف نہ ہو اور انکار نہ ہو مٹا ہمت کے رنگ میں سمجھا گیا۔

اور مرزا صاحب خود ہی اپنے آپ کو مریم اور ابن مریم فرماتے ہیں۔
بہیں تفاوت رہ از کجا است تا کجا۔

دجال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے متعلق تو یہاں تک فرمایا کہ ہر نبی نے اس سے ڈرایا مگر میں سب سے زیادہ دشمنی سے کہتا ہوں اگر میں ہوتا تو خود تمہاری طرف سے مقابل ہوں گا ورنہ ہر شخص خود سمجھ لے اور اللہ میری طرف سے معین و مددگار ہوگا۔ وہ ایک معبود شخص ہوگا (نہ کہ جماعت) شام و عراق کے درمیان ظاہر ہوگا اس کی پیشانی پر کافر بصورت ک۔ ف۔ م لکھا ہوگا وہ بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اس کی آنکھ میں سخت ناخن ہوگا۔ تمام دنیا میں پھر جائے گا کوئی جگہ باقی نہ رہے گی جسے وہ فتح نہ کرے۔ البتہ حرمین مکہ۔ و مدینہ اس کے شر سے محفوظ رہیں گے حرمین کے ہر راستہ پر فرشتوں کا پہرہ ہوگا کہ دجال کو روکیں وہ حرمین کے باہر ظریف احرار میں (خجہ) شور زمین کے ختم پر جا کر ٹھہرے گا۔ اس وقت مدینہ میں تین زلزلے آئیں گے جس سے منافق مرد و عورت مدینہ سے نکل کر دجال کے ہمراہ ہوں گے۔ اس کے ساتھ ظاہری طور پر

جنت و دوزخ ہوگی مگر درحقیقت اس کی جنت دوزخ اور دوزخ جنت ہوگی۔ اس کے زمانہ میں ایک دن سال بھر کے برابر دو سو ایک ماہ اور تیسرا ایک ہفتہ کے برابر ہوگا باقی ایام حسب دستور ہوں گے۔ وہ ایک گدھے پر سوار ہوگا جس کے دونوں ہاتھوں کا درمیانی فاصلہ چالیس ہاتھ ہوگا اس کے ساتھ شیاطین ہوں گے۔ جو لوگوں سے کلام کریں گے۔ جب وہ بادل کو کہے گا وہ پانی برساتے گا جب منع کر دے گا قحط ہو جائے گا۔ مادر زاد اندھے اور ابرص کو درست کر دے گا۔ زمین کے پوشیدہ خزانے اس کے حکم سے باہر آکر اس کے پیچھے ہو جائیں گے۔

ایک نوجوان آدمی کو بلا کر تلوار سے دو ٹکڑے کر دے گا تو پھر اسے بلانے گا تو وہ صبح سالم ہنستا ہوا سامنے آجائے گا۔ اس کے ساتھ ستر ہزار بیہودی ہوں گے جن کے ساتھ جڑاؤ تلواریں ہوں گی۔ لوگوں کے تین فرقہ ہو جائیں گے ایک دجال کا اتباع کرے گا دوسرا اپنا کاشتکاری میں لگا ہے گا اور تیسرا دیائے فرات کے کنارہ پر اس کے ساتھ ساتھ جہاد کئے گا۔ مسلمان ملک شام کی بستیوں میں جمع ہو کر ایک ابتدائی لشکر دجال کے پاس پہنچیں گے۔ اس لشکر میں ایک شخص ایک سرخ یا سیاہ یا سفید گھوڑے پر سوار ہوگا۔ اور یہ سارا لشکر پوشیدہ ہو جائے گا۔ ان میں سے ایک بھی واپس نہ آئے گا۔

دجال جب حضرت عیسیٰ کو دیکھے گا تو اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں اس وقت تمام بیہودیوں کی شکست ہوگی۔ پھر عیسیٰ اسے باب لہ پر قتل کر کے اپنے نیزہ پر اس کا خون دکھائیں گے وغیرہ وغیرہ۔

عدالت ملاحظہ فرمائے اس انکشاف نام کو بخلاف مرزا صاحب کے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ”مسیح دجال جس کے آنے کی انتظار تھی یہی پادریوں کا گروہ ہے جو ٹڈیوں کی طرح تمام دنیا میں پھیل گیا ہے“

(الزلاہ اوبام صفحہ ۲۰۴)

در نصاریٰ کے علماء ہی بیشک دجال مہمود ہیں۔

(حاشیہ حمانہ البشری صفحہ ۶۶)

یا جوج و ما جوج

قرآن پاک میں ہی کافی ذکر ہے ان باجوج و ما جوج مفسدون اٰلایہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یا جوج و ما جوج کو نکلے گا جن کا سیلاب تمام عالم کو گھیر لے گا اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام مسلمانوں کو کوہ طور پر جمع فرمائیں گے یا جوج کا ابدانی حصہ جب دریائے طبرہ پر گزرے گا تو دریائے سب پانی کو پی کر صاف کر دے گا اس وقت بوجہ قحط وغیرہ ایک راس نیل لوگوں کے لیے سودینار سے بہتر ہوگا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا جوج کے واسطے بد دعا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ ان کے گلے میں ایک گھٹی نکال دے گا جس سے سب کے سب دفعۃً مر جائیں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو لے کر کوہ طور سے زمین پر اتاریں گے مگر تمام زمین یا جوج و ما جوج کے مردوں سے پر بدلو

ہوگی پھر بدلو کے ددر ہوئے کی خدا سے دعا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جس سے تمام زمین اصل جائے گی پھر زمین اصلی رنگ پر پھولوں اور پھلوں سے بھر جائے گی وغیرہ وغیرہ یہ سب مسلم شریفیہ سند احمد ابوداؤد دارقطنی وغیرہ میں موجود ہے۔

اس قدر کشف تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و مطومات میں ہے مگر مرزا صاحب کو نظر نہیں آتا اور نزد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی اس تحقیقات کو ترجیح دے رہے ہیں کہ۔

”یا جوج ویا جوج سے مراد وہ نصاریٰ ہیں جو دوس دہر طائیفہ کی قوموں سے ہیں“

اب عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ مرزا صاحب کا کس قدر صریح بہتان ہلکے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر تھا اور اس مقابلہ میں کس قدر صریح توہین تھی جو کلمہ شریف پر ایمان کے سر اسرنا فی ہے۔

فَیَیْمَا هُوَ كَذَلِكَ اِذَا وَحِیَ اللّٰهُ اِلٰی عِیْسٰی اَنِیْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّیْ لَیْدِیْنَ اِلَاحِدٌ یُّقَاتِلُ مَ فُحْرُزْ عِبَادِیْ اِلِی الطُّورِ وَبَعَثَ اللّٰهُ یَا جُوجُ وَیَا جُوجُ وَهُوَ مِنْ كُلِّ حِجَابٍ یَنْسِلُوْنَ فِیْمَا رَاَ کُلُّهُمْ عَلٰی حِجَابٍ طَبَرِیَّةٍ فِیْ شَرْبُوْنَ مَا فِیْهَا وَیَمِ اٰخِرُهُمْ فِیْقُولُ لَقَدْ كَانَ بِهَذِهِ مَرَّةٍ مَا عَثِمُ سِیْرُوْنَ حَقَّ یَنْتَهَوْا اِلِیْ جِبِلِّ الْخَمْرِ وَهُوَ بَیْتُ الْمَقْدِسِ فِیْقُولُوْنَ لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِی الْاَرْضِ هَلُمُّ فَلَقَتْلُ مَنْ فِی السَّمَاءِ خِیْرُ مَنْ بِنَشَابِهِمْ اِلِی السَّمَاءِ فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ نَشَابَهُمْ مَخْضُوعِیَّةٌ دَمَا وَیَحْصِرُ نَبِی اللّٰهُ وَاصْحَابَهُ حَقَّ تَكُوْنِ رَاسِ الشُّرُ اِلَاحِدُهُمْ خِیْرًا مِنْ مَا نَزَّ دِیْنَارٌ اِلَاحِدُكُمْ الْیَوْمَ فِیْ رَغَبِ نَبِی اللّٰهُ عِیْسٰی وَاصْحَابَهُ فِیْرَسَلِ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْغَفَّ فِی رِقَابِهِمْ فِیْصَبْحُوْنَ فَرَسِیْ كَمُوتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ شَمِیْهِطِ نَبِی اللّٰهُ عِیْسٰی وَاصْحَابَهُ اِلِی الْاَرْضِ فَلَا یَجِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ مَوْضِعَ شَبْرٍ اِلَّا مَلَأَهُ زَهْمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ فِیْ رَغَبِ نَبِی اللّٰهُ وَاصْحَابَهُ اِلِی اللّٰهُ فِیْرَسَلِ اللّٰهُ طَیْرًا كَا عُنَاقِ الْبَحْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَنْظُرُهُمْ حِیْثُ شَاءَ اللّٰهُ وَفِی رَاِیْتَا نَظَرُهُمْ بِالْاَنْهَابِ وَیَسْتَوِی الْقَدَمُ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ قَسَمٍ وَنَشَابِهِمْ وَجَبَابِهِمْ سَنِیْنٍ ثُمَّ یُرْسَلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَا یَكُنْ مِنْهُ بَیْتُ مَدَارٍ وَلَا دَبْرٍ فِیَنْخَسِلُ الْاَرْضُ حَتّٰی یَتَرَکُهَا كَا الزَّلْفَةِ الْحَمْرِ (رواہ مسلم) (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۸)

ترجمہ و نوٹ: اسماعیل نے ایک لمبی حدیث میں فرمایا ہے کہ ذکر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے..... پس اسی اثناء میں کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو مطلع فرمائیں گے کہ میں ایک ایسی مخلوق کو نکالوں گا جن کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا لہذا میرے ان بندوں کو تم طوطی کی طرف لے جاؤ۔ اور یا جوج ویا جوج کو نکالیں گے جو نہایت عجلت کے ساتھ ساری دنیا میں پھیل جائیں گے اہل حصان کا جب بحیرہ طبریہ پر کوئی میل کا لمبا دریا ہے گدے گا تو اس کی پانی پی لے گا پھر پی لیں گے جو اس میں ہوگا اور آخر ان کا جب وہاں سے گدے گا تو کبھی یہاں پانی تھا پھر چلے جائیں گے یہاں تک کہ جبل النحر

ہک پہنچیں گے وہ بیت المقدس کا پہاڑ ہے پھر کہیں گے ہم نے تمام زمین والوں کو قتل کر دیا اور آسمان والوں کو قتل کریں پھر اپنے تیردوں کو آسمان کی طرف مائیں گے اللہ تعالیٰ ان کے تیرخون اکودہ کر کے واپس لوٹائیں گے اور اللہ کا نبی اور اس کے اصحاب محصور رکھے جائیں گے تاکہ واپس الشوران کے نزدیک سودبار سے زیادہ قیمت ہوگا پس اللہ کا نبی ﷺ علیہ السلام اور اس کے اصحاب اللہ تعالیٰ کے جناب میں دعا کریں گے پھر اللہ تعالیٰ ان یا جوج و ما جوج پر لعنہ کے جانور پر بھیج دیں گے پس وہ (یا جوج) زمین پر مگر گڑھیں گے جیسے ایک نفس کے موت۔

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ ابن مریم دجال یا جوج و ما جوج کی حقیقت کا حقد کس قدر آشکارا ہے ہوتی ہے مرزا صاحب کجا انبیاء اولو العزم نے بھی یوں بیان نہیں کی نہ اس قدر تفصیل کسی آسمانی کتاب میں پائی جاتی ہے پھر بھی مرزا صاحب کا یہ بہتان کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال یا جوج و ما جوج کی حقیقت مومنوں کو منکشف نہ ہوئی جیسی کہ پھر بر اس قدر توہین عظیم ہے کہ جس کے بعد کسی طرح ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔

قول مختار مدعا علیہ۔
”ان امور میں اگر مرزا صاحب کا علم باوجود امتی ہونے کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھ جائے تو آنحضرت کی تفسیر توہین نہیں۔“

الجواب

جب یہ ثابت ہو چکا کہ یہ علم علوم کمالیہ اور احمد دینیہ ایمانیہ سے ہیں اور مرزا صاحب کے امتی تمام مسلمانوں کو انہیں امور سے اختلاف کی بنا پر کافر کہتے ہیں پس ان اہم امور میں کسی شخص کو علمی مغیبت دینا اور اس کو علم پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قرار دینا عدالت خود ہی دونوں تحقیقوں میں توازن کر کے رائے قائم کر سکتی ہے کہ مرزا صاحب کے خیالات محض مجنونانہ ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اپنے علم کو ترجیح نہ دیتے۔

یا جوج و ما جوج،

مرزا صاحب

یا جوج و ما جوج سے مراد وہ نصاریٰ ہیں جو روس اور برطانیہ کی قوموں سے ہیں حاشیہ حجامۃ البشری صفحہ ۸۰ (۱۸۱۸)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیقات

یہ مسئلہ ایک حدیث قرآن پاک کی وحی الہی نے صاف کر دیا ہے کہا قال اللہ تعالیٰ ان یا جوج و ما جوج مفسدون فی الارض فهل نجعل لك خرجا علی ان تجعل بیننا و بینهم سدا۔ قال ما مکتفی فیہ دی خیر فاعینونی بقوة واجعل بینکم و بینہم ردا ما اتونی زبر الحدید حتی اذا ساوی بین الصدفین

قال انفعخوا حتى اذا جعله نادا قال آتوني افزع عليه قطرا فما استطاعوا ان يظهروه وما استطاعوا له نقباً - قال هذا رحمة من ربي فاذا جاء وعد ربي قبله دكا وكان وعد ربي حقاً -

ان آیات میں کس تفصیل سے یا جوج و ماجوج کا تذکرہ ہے اور لوگوں کی درخواست پر ذی القرنین کا سد سکندری قائم کرنے اور اس کے ٹوڑنے یا سوراخ کرنے پر ناقرب قیامت قادر نہ ہونے اور پھر قرب قیامت اُس سد سکندری و دیوار کے حکم خلاف کیا ٹوٹنے وغیرہ کا اس سے عدالت اندازہ کر سکتی ہے کہ روس و برطانیہ اور نصاریٰ کا وجود بھی نہ تھا یہ توین موجود ہیں اور یلیوج و ماجوج کے نام سے موسوم ہیں اور قیامت کے قریب نکلیں گے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) عن حذيفة من اسيد الغفاري قال اطلع النبي صلى الله عليه وسلم علينا ونحن نتذاكر فقال ما تذكرون قال نذكر الساعة قال انها لن تقوم حتى تروا قبلها عشر آيات فذكر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها وتوول عيسى بن مريم وياجوج ماجوج - - - هم قبيلتان من ولد يافث من نوح عليه السلام -

(مشکوٰۃ صفحہ ۸۶ باب علامات میں یدی الساعۃ)

ترجمہ :- حذیفہ بن اسید غفاری سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر ظاہر ہوئے اور ہم ذکر کر رہے تھے تو فرمایا کہ کیا ذکر کر رہے ہو عرض کیا کہ قیامت کا ذکر کر رہے ہیں فرمایا کہ وہ ہرگز نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے قبل دس نشان دیکھو گے پس ذکر فرمایا دھواں اور دجال اور دابۃ الارض اور مغرب سے سورج کا نکلتا اور عیسیٰ بن مریم کا آسمان سے نازل ہونا اور یاجوج اور ماجوج کا اُٹنا الخ۔

یہی السطور حاشیہ میں ان یا جوج و ماجوج کا یافت ابن نوح کی اولاد سے ہونے کی ہی تصریح ہے۔

(۲) عن السواص بن سمعان (قال فی حدیث طویل) ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - - - کھلا ہوا کفر ہے جس کی دنیا میں نظیر نہیں مل سکتی۔

ہمارا تو ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام علوم اولین و آخرین کے جامع ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں کہ اعطیت علم الاولین والآخرین - تمام وہ علوم جن کا تعلق کمالات سے تھا جن کی شان محبوبیت کے لیے

ضرورت تھی بنامہا ونبی اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں تمام دنیا کے ادیان، انبیاء و ملائکہ اور دیگر کائنات عالم کا علم ایک پلہ میں رکھ دیا جائے اور سید الانبیاء کا علم نہیں بلکہ ایک ذرہ علم محمدؐ سے ایک پلہ میں رکھا جاوے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا پلہ بھاری ہوگا۔ تمام انبیاء و اولیاء و ملائکہ مقربین اس کا اندازہ کیا کر سکیں کسی کا وہم و گمان بھی وہاں تک رسائی نہیں کر سکتا حضرت امام بوعلیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ومن جودك الدنيا وضرتها
ومن علومك علم اللوح والقلم

روح قلم کا علم ایک جھلک ہے علم محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کہیں کوئی مسلمان تو اس توہین کو پسند بلکہ برداشت نہیں کر سکتا ہاں مرزا صاحب کے متبعین کے نزدیک مرزا صاحب کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر علمی فوقیت میں کوئی توہین نہ ہو تو پھر خطبہ الہامیہ ملاحظہ فرمائیں وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دور کو ہلال اور اپنے بروزی رنگ کو بدر کامل قرار دیتے ہیں جیسا کہ آگے سلسلہ توہین ان شاء اللہ آئے گا۔ ابو الوفاء۔

حضرت مولانا تھانوی اور مولانا سہانپوری پر اتہام

مرزا صاحب کی جماعت جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان بولنے میں تامل نہیں کرتی تو بزرگان دین اور علماء ربانین اس کی دست درازی سے کب بچ سکتے ہیں۔

چونکہ حفظ الایمان اور براہین فاطمہ کی مفصل بحث آگے جہاں پر حسام الحرمین اور بریلوی اور دیوبندیوں کا ذکر آئے گا اُس ہی ہے اس لیے تفصیلاً تو عرض نہیں کرتا صرف مختار مدعا علیہ کا قول نقل کر کے اجمالی جواب کی طرف اشارہ کر کے بہتان عظیم عداوت پر واضح کرتا ہوں۔

قول مختار مدعا علیہ۔

”تجب کی بات ہے کہ یہ اعتراض ان اشخاص نے کیا ہے جن کے مقتدا اور پیشوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ لکھ چکے ہیں پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صبح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بکر بلکہ ہر صبی اور محمول بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے پر مخفی ہے۔“

(حفظ الایمان مصنف مولوی انور علی صاحب تھانوی ص ۷۶)

مختار مدعا علیہ نے تمام مبذار و خبر استفتا سوال و جواب حذف کر کے درمیان سے ایک عبارت کاٹ کر جو وہ دوسرے کی حکایتہ نقل فرماتے ہیں کہ اگر بقول زید صبح ہے اپنی رائے اور عقیدہ نہیں قطع و برید کر کے پیش کیا اور اس

سے اس ناجائز مخالف کی سعی کی کہ خدا نخواستہ حضرت مولانا تھانوی کا مذہب ہے حالانکہ یہ ایک افسر کا جواب ہے جس میں زید کا ایک عقیدہ نقل کیا گیا ہے وہ جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ قول زید صحیح ہو تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آئے گی کیونکہ زید کے اس قول سے لازم آئے گا کہ یہ لفظ عالم الغیب معاذ اللہ جانوروں اور باطلوں تک بولا جاسکے حالانکہ یہ سراسر ناجائز و باطل ہے وہ تو زید کے قول پر حکم لگا رہے ہیں ادا اس باطل عقیدہ کو رد کر رہے ہیں ادا مختار مدعا علیہ عدالت کو یہ مخالف دے رہا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جانوروں جیسا بتایا اننا سفید جھوٹ شلید ہی کوئی بول سکتا ہو مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کو بھی ایسا مخالف ہوا۔ جس پر خود مولانا تھانویؒ اس عبارت کے متعلق ایک سوال کیا گیا ادا انہوں نے جواب مرحمت فرمایا۔

ہر رد سوال و جواب بحکمہ مدع ذیل ہیں۔

درجہ خدمت اقدس حضرت مولانا مولوی الحافظ الحاج الشاہ اشرف علی صاحب مدت فیو حکم العالمیہ۔

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی یہ بیان کرتے ہیں اوجسام الحرمین ہیں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی کہ خیب کی باتوں کا علم جیسے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچے اور ہر یاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے اس لیے امور ذیل دریافت طلب ہیں۔

(۱) آیا آپ نے حفظ الایمان یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

(۲) اگر تصریح نہیں تو بطریقِ لودم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے؟

(۳) آیا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے۔

(۴) اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارہ مفاد عبارت ہے نہ آپ کا مراد تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے

یا صراحتاً یا اشارہً کہ اسے آپ سلمان سمجھتے ہیں یا کافر۔

بینوا و تو جدوا۔

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عقلمند

الجواب

مشفق مکرم سلیم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم آپ کے خط کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ۔

(۱) میں نے یہ غیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گذرا۔

(۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا چنانچہ اخیر میں عرض کر دوں گا۔

(۳) جب میں اس مضمون کو غیث سمجھتا ہوں ادا میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گذرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے۔

(۴) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارۃً یا بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھنا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ یہ تو جواب ہوا آپ کے سوالات کا اب آئیں اس جواب کی تہمید کے لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کی مزید توضیح کروں جس کی بنا پر مجھے تہمت لگائی گئی ہے گو کہ وہ خود بھی بالکل واضح ہے۔

اول میں نے دعویٰ کیا ہے کہ علم غیب جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بلا واسطہ ہو وہ مخلوق کے لیے ہو سکتا ہے مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں اور اس دعویٰ پر دو دلیل قائم کی ہیں "۱۔ اس کے آگے بڑی وضاحت اور صفائی سے بیان فرمایا ہے (۲۔ بسط البنان صفحہ ۹ و ۱۰)

آخر کتاب میں فرماتے ہیں کہ "بفضلہ تعالیٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المحفوظات فی جمیع الکالات العلیہ والعلیہ کے باب میں یہ ہے کہ عابعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

ملاحظہ ہو

حفظ الایمان و بسط البنان صفحہ ۱۵

اس دیہود و نسب بہتان کا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ اخوض امری الی اللہ ان اللہ صمد بالعباد قول محتاجہ علیہ۔

"اور کہتے ہیں کہ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے (براہین قاطعہ مؤلف مولوی خلیل احمد ڈیوبھوی - معہ مقدمہ مولوی رشید احمد صاحب گلگوجی ص ۵) اس میں ابلیس لعین کا مقابلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہے شیطان ملعون کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتلایا ہے کیا اس میں آنحضرت علیہ السلام کی توہین نہیں ہے اور یہ عبارت سوء ادبی کی مشعر نہیں؟

"یہاں اصل عبارت قطع و برید کے سبب متضاد ایک کفریہ مضمون بنایا ہے اگر کل عبارت نقل کر دیتے تو یہ دہم نگان بھی نہ ہوتا تفصیل تو آگے آئے گی صرف اجمالاً گزارش ہے کہ یہ عبارت جہاں سے شروع ہے وہیں سبب پیش کر دوں ایک سطر اوپر سے اگر یہ عبارت لی جائے تو معلوم ہو جائے کہ کس علم میں گفتگو ہے اور یہ اپنا عقیدہ ہے یا کسی اور کا۔

"در الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کوئی ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے؟

(براہین قاطعہ صفحہ ۵۱)

اصل یہ ہے کہ یہ کتاب براہین قاطعہ ایک اور کتاب انوار ساطعہ مؤلف مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری کی شرح ہے

اور وہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محیط زمین اور گہرائی وغیرہ کا جو شیطانی علم سے متعلق ہے یوں ثابت کرتے ہیں کہ جب یہ علم شیطان کو حاصل ہے تو کمترین خلأقی ہے تو سرور صلی اللہ علیہ وسلم جو افضل المخلأقی ہیں انہیں کیوں نہ ہونا چاہیے حضرت مولانا غلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کفر و شرک سے انہیں منع فرما رہے ہیں نہ کہ کوئی حماقت و جہالت ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شیطان لعین جیسے دشمن خدا پر قیاس کیا جائے پھر شیطان کو علم درجہ ارض کا شیطانی علم ہے جو نصوص سے ثابت ہے یہ شیطانی علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صرف قیاس فاسد سے ہلکی نص سے ثابت کرنا عظیم الشان کفر و شرک اور توہین نبوی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ شیطانی علوم سے ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پاک صاف تھی البتہ رحمانی علوم کے ذرہ ذرہ کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہے بخلاف مرزا صاحب کے کہ وہ علوم دنیویہ ایمانیہ میں اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل اور اعلیٰ جانتے ہیں حالانکہ مرزا صاحب کجا کوئی بھی اولو العزم نبی مقرب فرشتہ ان علوم میں آپ سرور کائنات سے افضل کیا مادی بھی نہیں ہو سکتا اور یہی عقیدہ ہے مولانا غلیل احمد صاحب کا اسی براہین قاطعہ کے شروع صفحہ ۳ پر تحریر فرماتے ہیں پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر و وعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقرب و شرف و کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا۔

اس مخصوص عبارت کے اور اس بہتان عظیم کے متعلق حضرت مولانا سے خود دریافت فرمایا گیا ہے سوال اور جواب درجت فرمایا۔ مجنبہ صحت ذیل ہے۔

”بخدمت شریف مخدوم مکرم جناب مولانا مولوی غلیل احمد صاحب مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور انیسٹھ مامت برکاتیم بعد عرمین نیتہ ماورہ عرمین ہے مولوی احمد رضا خاں بریلوی حسام الحرمین میں آپ کی نسبت تحریر فرماتے کہ آپ نے کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی کہ ابلیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے امور ذیل دریافت طلب ہیں۔“

- (۱) کیا اس مضمون کی آپ نے براہین قاطعہ یا کسی دوسری کتاب میں تصریح فرمائی ہے۔
- (۲) اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم کے اشارۃ و کنایہ بھی یہ مضمون آپ کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے یا نہیں۔
- (۳) اگر یہ مضمون صراحتہ مفہوم نہیں ہوتا اور نزہاً مفہوم ہوتا ہے تو یہ معنی آپ نے مراد لیے ہیں یا نہیں۔
- (۴) اگر یہ مضمون آپ نے صراحتہ بیان فرمایا نہ کنایتہ اشارۃ آپ کے کلام کو لازم نہ آپ کی مراد تو جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا کہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے ابلیس کا علم زیادہ ہے اس کو آپ مسلمان ملتے ہیں یا کافر۔

(۵) جس عبارت کو خان صاحب براہین سے نقل کرتے ہیں اور اس مضمون مذکور کو اس کا مفاد صریح بیان کرتے ہیں اس

عبارت کا صحیح مطلب کیا ہے۔ ————— بینوا و توجروا۔

(بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ)

مخلص عبادات جواب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدنیو مضم -

الجواب ومنه الوصول الى الصواب - مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے جو بندہ پر یہ الزام لگایا ہے بالکل بے اصل اور لغو ہے اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر و مرتد و ملعون جانتے ہیں جو شیطان علیہ اللعن کیا کسی مخلوق کو بھی جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم میں زیادہ کہے چنانچہ براہین قاطعہ صفحہ ۴ میں یہ عبارت موجود ہے پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا انتہی خان صاحب بریلوی نے مجھ پر یہ محض اتہام لگایا ہے اس کا صاحب روز جزا ہو گا یہ کفریہ مضمون کہ شیطان علیہ اللعن کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے براہی کی کسی عبادت میں نہ صریح ہے نہ کنایتہ -

غرض خان صاحب بریلوی نے یہ محض اتہام اور کذب خالص بندہ کی طرف منسوب کیا ہے مجھ کو تو مدت العزیم ہی و سوسہ بھی اس کا نہیں ہوا کہ شیطان کیا کوئی ولی فرشتہ آپ کے علوم کی برابری کے کے چہ جائیکہ علم میں زیادہ ہو یہ عقیدہ جو خاں صاحب نے بندہ کی طرف منسوب کیا ہے کفر خالص ہے اس کا مطالبہ خان صاحب سے روز جزا ہو گا میں اس سے بالکل بری ہوں اور پاکہ و کفی باللہ شہید اہل اسلام عبادات براہین کو بغور ملاحظہ فرمادیں مطلب صاف اور واضح ہے - حودہ خلیل احمد وقفہ اللہ للترک و بعد

خلیل احمد

عدالت ملاحظہ فرمائے کہ یہ کیسا جھوٹ اور اتہام ہے ہم اس کے متعلق کیا لکھیں عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہ کس قدر اتہام ہے جو شخص جس عقیدہ کو کفر کہے اس کو اس کے ذمہ مقرر دیا جائے کس قدر ظلم صریح اور تکفیر کا شوق ہے۔

(قطع التین صفحہ ۱۰۹)

جمعہ معالیہ گٹ ۳۹ مارچ ۱۳۳۷ھ

اب یہ مسئلہ واضح ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ یہ بہتان صرف اپنا عیب چھپانے کے لیے تھا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہمارے اعتراض کا جواب کوئی بھی نہیں دے سکتا مرزا صاحب نے ان امور دینیہ میں ابن مریم اور دجال و باجوج و باجوج کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اپنے علم سے کم اور اپنا دتیر افضل بنا کر وہ عظیم الشان زہرہ گداز توہین کی ہے جسے کوئی مسلمان بھی برداشت نہیں کر سکتا اور پھر اس کے بعد مدۃ العمر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ہتھی ہیں جب تک صاف تفکروں میں نہ کریں ایمان دار نہیں ہو سکتے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا

قول مختار مدعا علیہ

مختار مدعیہ نے خطبہ الہامیہ مسئلہ کی عبارت مندرجہ ذیل پیش کی ہے اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت سے لے کر آتا....
 سبب حکن الذی اسرای الایۃ اور اس نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ نعوذ باللہ مرزا صاحب نے آنحضرت کے فتح مبین
 کو نظر استحضات سے دیکھا ہے اور اپنی فتح کو بڑا بتایا ہے حالانکہ یہ نتیجہ نکانہ سراسر باطل اور خلاف منشاء مشکم ہے جس فتح مبین
 کی طرف آپ نے مذکورہ بالا عبارت میں اشارہ کیا ہے اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اور بزرگان امت
 محمدیہ بھی مانتے پہلے آئے ہیں اور خود مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ مسیح موعود اور مہدی کے زمانہ
 میں اسلام کو دوسرے مذاہب پر ایسی فتح اور غلبہ حاصل ہوگا جو پہلے کسی زمانہ میں نہیں ہوا بلکہ ان کا تو یہ بھی عقیدہ ہے کہ مسیح اور مہدی
 دیگر مذاہب والوں سے سوائے اسلام کے اور کچھ قبول نہ کریں گے اور جو مسلمان نہیں ہوگا اسے تلوار کے گھاٹ آنا ریگے اور
 دنیا میں سوائے مذہب اسلام کے اور کوئی مذہب نہ ہوگا اگرچہ ہمارے نزدیک دین کے مقابلہ میں ہیر کرنا مذہب اسلام
 کی رو سے جائز نہیں ہے لیکن اتنا ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اسلام دلائل قاطعہ اور حج باہرہ کی رو سے تمام
 ادیان پر غالب آئیگا اور جن ممالک میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت نہ ہوئی تھی وہاں بھی شمس اسلامی طلوع کرے گا اور ظلمات
 میں زندگی بسر کرنے والوں کو بھی اپنی شمعوں سے نورانی بنا دینا چاہیے کہ آہستہ آہستہ کوہ معبود کے لوگ اسلام کو اختیار کر لیں گے۔

اور دنیا میں دیگر مذاہب کے پیرو اتنی قلیل تعداد میں رہ جائیں گے کہ وہ معدوم کے حکم میں ہوگا۔

حسب عادۃ مختار مدعا علیہ نے غیر متعلق اور لایق تاویلات سے طویل دے کر وقت گزاری کی ہے اور اصل مسئلہ کو
 لا کر مطلب کو خط کرنا چاہا چاس مسئلہ پر ہیڈنگ یہ تھا کہ وہ اپنی فتح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح پر ترجیح دینا، عدالت
 خود غور فرمائے کہ بلا کسی تاویل کے یہ مضمون مرزا صاحب کی عبارت اور ان کے ترجمہ سے واضح ہے اور جس کتاب،
 کا حوالہ ہے یعنی خطبہ الہامیہ اس کا موضوع بھی ہے کہ اپنی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے زمانہ پر ثبات کی
 جائے اصل عبارت اولاً مرزا صاحب کے ترجمہ کے ملاحظہ ہو۔

وقد مضی وقت فتوح مبین فی زمن نبینا المصطفیٰ وبقی فتح اخر و هو اعظم و اکبر و اظہر

من غلبۃ: اولی وقد ران وقته وقت المسیح الموعود من اللہ الرؤف الودود وارحمہم الراحمین
والیہ اشار فی قوله تعالیٰ سبحان الذی اسرٰی بعبدہ لیلًا من المسجد الحرام الی المسجد
الاقصا الذی بارکنا حولہ ففکر فی ہذا الایۃ ولا غرر کا لغافلین ۔

ترجمہ حسب ذیل ہے ۔

اور ظاہر ہے کہ فتح میں ہی کا وقت ہمارے نبی کریم کے زمانہ میں گزر گیا اور دوسری فتح باقی رہی کے پہلے غلبہ سے بہت
بڑی اور زیادہ ظاہر ہے اور مقدر کہ اس کا وقت مسیح الموعود کا وقت ہو اور اسی طر ت خدائے تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ
ہے کہ سبحان الذی اسرٰی بعبدہ اس آیت میں فکر کرو اور غافل کی طرح مت گزر خطبہ الباہیہ ص ۱۹۲ اور ۱۹۱۔

اب عدالت خود ہی ملاحظہ فرماوے کہ مرزا صاحب کس فخر سے اپنے زمانہ کی فتح کو بزم خود حضور کی اس فتح میں پر
ترجیح دے رہے ہیں جس کی شہادۃ باری تعالیٰ نے انا فتحناک فتحا مبیناً دی ۔ اور الیوم اکملت لکم
دینکم واتممت علیکم الخ سے اس کی ربطی کر دی اس فتح میں کی عظیم الشان بشارت آدم علیہ السلام سے لیکر
عیسیٰ علیہ السلام تک کسی نبی کو میسر نہ ہوئی ۔ حتیٰ کہ خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتح کے وقت اعلان فرمایا کہ آج شبطان
اس بات سے مایوس ہو گیا کہ اللہ کے گھر میں اُس کی پرستش کی جاوے ۔ تعجب ہے کہ پودھوں صدی کے مدعی نبوۃ اور کفر
امت جس نے چالیس کروڑ پرستار ان توحید اور علامان سرور دو عالم فخر نبی آدم صلعم کو یک لخت صرف اپنے زمانے کی
دعویٰ سے کافر و دائرہ اسلام سے خارج کر دیا اپنے زمانے والوں کو سور حرامی ولد الزنا بنایا ان کی حسرت مآب متورات کو
کیمان بنایا اسلامی توحید دنیا سے نابود کرنے اور شان رسالت محمدیہ صلعم کے مٹانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ۔
علماء اسلام جو اس کی اس اسلام دشمنی کا پروردہ بے نقاب کرتے ہیں انہیں بد ذات ، فرقہ مولویان ۔ اور گندے گندے
خطابات عطا کیے غرض بجائے اسلام کی ترقی کے محدود دے چند اپنے ہم نوا کفر نواز مسلمان باقی رکھ باقی سب کو کافر
اور بزم خود دائرہ اسلام سے خارج کر دیا اپنے زعم میں باطل میں اسلام اور خدا کے مشن کو شکست دی جو تیرہ سو سال
میں کوئی بھی نہ دے سکا اس پر یہ ستم ظریفی کہ سرور دو عالم فخر نبی آدم صلعم کی فتح میں بزم میری فتح بہت زائد رائج اور
غالب و ظاہر ہے ۔ پھر میں تک تنازع نہ کی بلکہ اللہ پر بھی افتراء اور ہتھان باندھ کر کفر کی تکبیل کر دی کہ میری اس
فتح پر خدا نے سبحان الذی اسرٰی بعبدہ لیلًا من المسجد الحرام الخ کی آیت میں اشارہ فرمایا ہے جو شخص
مسلمان کے گھر پیدا ہوا وہ جانتا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی کا بیان ہے جو نہ خود
مرزا صاحب اس کے منکر ہیں اس لیے اس آیت میں وہی سرور دو عالم کا اشارہ بتا سہے ہیں کہ میری فتح حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح پر بہت زیادہ غالب و رائج ہے اتنی رافض جہالت کے ہوتے ہوئے مختار مدعا علیہ
کی طول لاطال تاویلات قابل التفات ہی نہیں ۔ علاوہ اس کے اس کا نوا قرار ہی ہے کہ مرزا صاحب کی فتح میں حضور فخر

دو عالم کی فتح پر غالب دراج ہی ہے ہاں یہ تاویل کر رہا ہے کہ مسیح کے زمانہ کا غلبہ سب کے نزدیک اس سے بڑھ کر ہو گا وغیرہ وغیرہ حالانکہ یہ صریح منظر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مبین اور آپ کے بابرکت زمانے سے بڑھ کر کوئی بابرکت اور فتح و عزت کا زمانہ ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی فرما رہے ہیں۔ خیر القون قونی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم (ہماری شریفیت) میرا زمانہ تمام قرونوں سے بہتر ہے پھر وہ جو اس کے قریب آئے پھر وہ جو اس کے بعد آئے بس۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء راشدین کا زمانہ وہ تھا کہ رابع سکون کے مراکز پر پرچم اسلام لہراتا تھا اور علاوہ دینی ترقیوں کے صاحب تخت و تاج تھے۔ اور آج مسلمانوں اور اسلام پر جو مصائب و آلام ٹوٹ رہے ہیں اس سے کوئی بائبر انسان ناداقت نہیں جہاں سے کبھی اللہ الیک صدامیں آتی تھیں وہاں آج گر جا کے ناقوس کی آوازیں آرہی ہیں مسجد ابا صوفیہ اور اسپن کے صرف حالات بڑھنے اور تو اور خود بزم خود مسیح موعود نصارے کے مٹانے اور پرچم اسلام لہرانے اور اسلام ہی دنیا میں پھیلانے آئے تھے تمام پرستان تو سید کو اسلام سے بزم خود خارج کر کے خود اور ان کے اتنی نصارے کے غلام بنے ہیں اور اس پر اس قدر نازاں ہیں کہ نصارے کی ٹائیڈ میں ستر اماریاں تصنیف کر کے بھردی ہیں جب بندا شریف مسلمانوں سے نکل کر نصارے کے قبضہ میں گیا تو اس پر چرغاں کیا اور مبارک باد، خوشیاں منائیں۔ ملکہ معظمہ کو عیسائی سلطوت پر مبارک باد کا عریضہ لکھا کہ یہ عریضہ مبارک باد دی اس شخص کی طرف سے ہے کہ جو یسوع مسیح کے نام ہر طرح کی بدعتوں سے دنیا کو چھوڑانے آیا ہے (تحفہ قیصریہ مل)

جہاں جیسے پاکیزہ مسئلہ کو محض خوشنودی نصارے اور گورنمنٹ برطانیہ کے واسطے قراب بنا کر منوع قرار دیا اور اسلئے اس کے خلاف عربی و فارسی لکھ کر ممالک اسلامیہ میں صرف خوشنودی نصارے کے لئے شائع کئے ملاحظہ ہو کتاب البریہ نصارے کی حکومت کو اللہ کی رحمت اور اس زمانہ کو مذہبی لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت زمانہ سے بڑھ کر بتایا جس کی تفصیل آگے رہی بلکہ آئیگی غرض یہ کہ تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اور پھر خلفاء راشدین کا زمانہ ہر لحاظ سے بالاتر ظاہری و باطنی فتوحات سے پر ہے اس سے بڑھ کر ناممکن ہے ہاں حدیث میں ہے کہ خیر القون کے بعد ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ جس میں جھوٹ قریب شائع ہو جائے گا اور امانت کی جگہ خیانت رائج ہوگی۔ ثم یاتی من بعدہم قوم یحیون دلا یوقنون (الحديث بخاری شریف)

پھر یہ درمیانی فتنے حضرت امام مہدی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے ہاتھوں پر اختتام پذیر ہوں گے۔ یہ آج تک کوئی بھی نہ سمجھا کہ ان کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور ان کی فتوحات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوحات پر دراج ہوں گے یہ محض افتراء اور کذب خالص ہے۔

حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمہ کی منصب امامت ۵۶ھ سے ۵۷ھ کاٹ کر پیش کیا علاوہ اس کے قطع برید میں بہت کچھ

اصل مطلب یہ فوت ہو گیا پھر بھی اس میں کہیں اس منحوس مضمون کا پتہ نہیں کہ امام مہدی کا زمانہ یا ان کی فتح آں حضرت علیؑ علیہ السلام کے زمانہ کی فتح میں پر راجع وغالب ہوگی۔ وہاں تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا الذی ارسل دسولہ یا مہدی و دین الحق الخ میں علیہ دین و اسلام کا وعدہ فرمایا تھا وہ آپ کے زمانے میں وقوع پذیر ہوا اگر یہ علیہ ختم نہیں ہوا بلکہ جاری رہا اور جاری رہے گا جب تک دنیا ختم نہ ہو اور جب آخر زمانہ میں دنیا کے ختم ہونے پر امام مہدیؑ ظہور فرمادیں گے۔ تو چونکہ دنیا تمام ہو چکی ہے ان کے ہاتھوں یہ علیہ بھی انجام کو پہنچ جائے گا۔

یہ مختار مدعا علیہ کا اپنا اشتراع ہے کہ ان پر اختتام ہوگا لہذا وہ بڑھ گئے اس طرح قرآن مجید میں ہے یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً حضرت مولانا شہید فرماتے ہیں حضرت کی رسالت قیامت تک کے لوگوں کے لیے عام ہے حضرت نے اپنے زمانے میں خود بلا واسطہ تبلیغ کی پھر اس تبلیغ رسالت کا سلسلہ یونانیوں یا برصغیر ہوا چلا گیا گو بلا واسطہ خلفہ راشدین و ائمہ مہدیہ میں و علماء ربانین و اولیاء امت جاری رہا یہاں تک کہ زمانے کے ختم ہونے پر امام مہدیؑ آخر مبلغ اسلام پر سلسلہ تبلیغ ختم ہوگا۔ اس میں معلوم کس طرح مختار مدعا علیہ کو یہ نظر آیا کہ حضرت مولانا شہید رحم امام مہدی کے زمانہ یا ان کی تبلیغ یا فتح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح میں سے بڑھ کر غالب اور راجح بتا رہے ہیں محض اس مغالطہ کے لیے یہ عبارتیں نقل کر دیں تاکہ اس مغالطہ سے لوگ سمجھ لیں کہ اور بزرگوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے حالانکہ بزرگ اس بد بھی بات کے خلاف کوئی منصف مزاج کافر اور دشمن بھی لب کشائی نہ کر سکے۔

قول مختار مدعا علیہ

اگر مختار مدعا علیہ یہ سمجھ لیتا کہ نبی کے اتباع کے ذریعہ جو فتوحات اور دین کی ترقیاں حاصل ہوتی ہیں وہ دراصل اس نبی کی طرف منسوب ہوتی ہیں اور اس میں اس نبی کی توہین نہیں بلکہ مکرم و اعزاز ہوتا ہے تو یہ اعتراض نہ کرتا۔

(الجواب)

اعتراض صرف فتوحات پر نہیں گو فتوحات کیا جو نبی مرزا صاحب کے زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کی جو تبدیل ہوئی تاریخ عالم میں اس کی نظیر نہیں سوائے چند اپنے مریدین کے سب مسلمان کافر اور ولد الزنا و اثرہ اسلام سے خارج اور سور بنا دئے گئے پیسہ گناہ بیگمات کتاباں قرار دی گئیں کوئی خدا اور سولی کی توہین نہیں جو ان دوست نما دشمنوں کے ہاتھوں عمل میں نہ آئی ہو عیسائیوں کو گندی گالیاں دے کر مجبور کیا کہ باقی اسلام اور ازواج مطہرات پر وہ ناپاک حملے کریں وغیرہ وغیرہ۔

اعتراض تو صرف یہ ہے کہ کبھی کس انتہی کی فتح اس کے نبی سرور دو عالم کے اس فتح میں سے بڑھ سکتی ہے جیسے باری تعالیٰ نے انا فتحنا لک فتحنا مبینا کے شان دار الفاظ میں ذکر فرمایا۔

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا بھر کے فتوحات ایک پہلے میں رکھے جائیں اور یہ انا فتحنا لک الخ کی فتح میں

جس میں اللہ کا گھر ہمیشہ کے لیے توں اور شیطانی تسلط سے پاک کیا گیا ایک پل میں رکھا جائے تو وہی راج اور غالب رہے گا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوحات میں سے ادنیٰ درجہ کی فتح بھی تمام عالم کے فتوحات پر راج اور غالب ہے۔ مگر جن کے قلب سے باری تعالیٰ سرور دو عالم کی عظمت سلب کر کے اس عظمت عظمیٰ و نعمت علیا سے محروم کر دے وہ اس حقیقت کو کیا سمجھ سکتے ہیں آخر الوہل والوہب پر شان مجوسیت کو پوشیدہ ہے خدا کا فیصلہ ہے کہ قیامت تک دائرہ محمدی اور پیروان بولہبی کی جنگ جاری رہے گی۔

باقی خطہ الہامیہ سے جو ایک ٹکڑہ کاٹ کر پیش کیا ہے میں عدالت کی توجہ اس طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں کہ وہ خود بزرگ صغیر بلکہ ماقبل اور مابعد کو ملا کر ملاحظہ فرمائے کہ اس میں تعریف و تہنیت بجا اور توہین و تکبر کی پیش کردہ عجارت سے پہلے منہ ۲ پر بھی ہیں موجود ہے وہ اس لیے خدا کے نزدیک اس کا اپنی مرزا غلام احمد صاحب کا ظہور نبی مصطفیٰ کا ظہور مانا گیا ہے اور اس کا زمانہ رسول کریم کے زمانے معراج کا منتہا اور خیر الوداع کی روحانی بجلی کا آخری سرا شمار کیا گیا ہے، عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ مرزا صاحب نے اپنا ظہور یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اور اپنا زمانہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا منتہا اور تجلیات کا آخری سرا قرار دیا ہے کیا اس سے اور بھی بڑھ کر کوئی فضیلت موجب توہین ہوگی کہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور کہاں مرزا غلام احمد صاحب اور کہاں ان کا زمانہ معراج زمانی اور کہاں یہ چودہویں صدی سولے کفر و شرک کے اور کیا ہے غرض یہ کہ عنوان بھی درحقیقت لا جواب ہے گو غیر متعلق اس قدر باتیں مختار مدعا علیہ نے پیش کر دیں مگر جب تک مرزا صاحب کا اہرج صاف لفظوں میں اس کفر یہ عقیدہ سے پیش نہ کیا جاوے کسی تاویل سے مرزا صاحب کا ایمان محمد رسول اللہ پر ثابت نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات

قول مختار مدعا علیہ

مختار مدعی نے مرزا صاحب کے مندرجہ ذیل دس الہامات کا ذکر کیا ہے۔

- ۱۔ ہوالذی ارسل رسولہ بالہدای و دین الحق لیظہرہا علی الدین کلہ۔
- ۲۔ انا اعطیتک الکوثر۔
- ۳۔ عسی ان یمعتک ربک مقاما محمودا۔
- ۴۔ وما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔
- ۵۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فأتبعونی یحبکم اللہ۔
- ۶۔ وما یذطق عن الہوی ان ہوا لا وحی یوحی۔

- ۷۔ وما دمیت اذ دمیت ولكن الله رحی ۔
 ۸۔ ما كان الله ليعذبهم وانت فيهم ۔
 ۹۔ لولاك لما خلقت الافلاك ۔
 ۱۰۔ سبحان الذي اسرى بيده ۔

ان الہامات کے متعلق مختار مدعیہ نے یہ اعتراض کیا کہ ان میں جن مقامات اور مراتب کا ذکر ہے وہ آنحضرت کی خصوصیات ہیں اور جو ان خصوصیات کا انکار کرے اُس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیا وہ اگر نیر مرتبہ بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے تو قابل قبول نہیں۔

سوان تمام امور کا جواب گواہ مدعا علیہ نبی کے بیان میں مفصل مذکور ہے اور اس میں ائمہ اور کارا بر اولیاء امت محمدیہ کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے کہ اگر کسی پر ان آیات کا القاء ہو جن میں سے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہو تو بطریق اعتبار یہ مطلب نکالا جائے گا کہ وہ مرتبہ یا مقام بطریق وراثت جس لائق کہ ملیم ہے علی حرب المنزلتہ اس کو نصیب ہو گا اور اس امر وہی میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مال میں شریک سمجھا جائے گا اس لئے ملاحظہ ہو بیان مطبوعہ گواہ نبی مدعا علیہ ص ۱۰ تا ص ۱۲۔

اولاً بیان مطبوعہ کوٹ نہیں جس کا حوالہ ہے اکثر جگہ لکھا گیا ہے اور اس بحث میں اکثر حوالے اسی سے ہیں جو اصل ریکارڈ میں نہیں جیسا کہ آخر میں آئے گا۔

دوسرے مختار مدعا علیہ نے حسب عادیہ مغالطہ کے لیے ان خصوصیات کے دلانے کی انتہائی کوشش کی ہے اور بلاوجہ قبل از وقت اس جگہ اس بحث کو اٹھا دیا ہے کہ کسی کو قرآنی آیات الہام ہو سکتے ہیں یا نہ حالانکہ قرآنی آیات کا الہام ہونا اور امر ہے جس کی مفصل بحث اپنی جگہ پر آئیگی اور خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی غیر کو شریک مانکر نہ صرف خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ ان کے واسطے سے اصل ذات و شان محمدیہ اور ان کی رسالت کا انکار اور امر ہے صرف مدعا علیہ ہے کہ ان آیات مثلاً انا اعطیناک الکوثر ۔ حسنی ان یبعثک ربک مقامک محمود او ما دسلناک الا رحمة للعالمین ۔ لولاک لما خلقت الافلاك وغیرہ کے مصداق صرف سید الانبیاء محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ خصوصیات ہی جن میں آپ کا شریک کائنات عالم میں کوئی نہیں نہ جبرئیل و میکائیل اور نہ ملائکہ مقررین نہ اولیاء اولوالعزم اور نہ انبیاء علیہم السلام کسی کو شریک ماننا صرف شرک فی الرسالت نہیں بلکہ سرے سے آپ کی خصوصیات کا انکار کر کے آپ کی رسالت ہی کا انکار کرنا ہے جس کے بعد کوئی کتنی ہی مرتبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ زبان پر لائے۔ کلمہ پر ایمان دار نہیں ہو سکتا۔

یہاں مندرجہ بالا امور متقی قابل بحث ہیں۔

(۱) کیا کسی شخص کی خصوصیات کا انکار مستلزم اس کے انکار کو ہے۔

(۲) کیا مندرجہ بالا دس انقیابات و خطابات خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔

(۳) کیا مرزا صاحب کے علاوہ کسی نبی ولی فرشتہ نے اپنے کو ان آیات کا مخاطب اور ان انقیابات خصوصیات میں کسی طور پر اپنے کو یا کسی کو شریک و ہمہما بنا ہے۔

الجواب۔

(۱) کیا کسی شخص کی خصوصیات کا انکار مستلزم اس کے انکار کو ہے اس کے ثبوت میں میں نے تہمیدی طور پر گواہ دعا علیہ السلام مارچ ۳۳ء کا حوالہ پیش کیا تھا کہ خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اور انکار خصوصیات انکار ذات ہے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں در خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے انکار خصوصیات انکار ذات ہے، (جرع گواہ ما ۲/ مارچ ۳۳ء)

بمحد اللہ یہ نتیجہ ثابت اور مسلم ہے لہذا اس پر کسی دلیل کی حاجت نہیں۔

نتیجہ (۲) کیا مندرجہ بالا دس انقیابات و خطابات خصوصیات محمدیہ سے ہیں، اصل بحث مخصوص لانا انقیابات اور انہیں خصوصی خطابات میں ہے نہ کہ ان کا وہ مفہوم جو اپنے الفاظ میں تو لموزہ کڑا لایا ہے اور مخصوص ان امتیازی خصوصیات و انقیابات و خطابات کا مخاطب و مصداق صرف سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا ایسا بدیہی امر ہے کہ کسی مسلمان کے روبرو اس پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی حاجت ہی نہیں کون نہیں جانتا لولا ان لما خلقت الافلاك وما ارسلناك الا رحمة للعالمین انا اعطیناک الکوثر عسی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً وغیرہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے اور حضور کے سوا اس خصوصی انداز میں کسی نبی یا ولی کو خطابات نہیں کئے گئے مگر اگرچہ وہی صدی کے مدعیان نبوت کے دور کی ایک یہ بھی بول بھی ہے کہ ان بدیہات پر بھی دلائل پیش کرنے پڑتے ہیں۔

مختار دعا علیہ نے ادھر ادھر کی غیر متعلق باتیں لاکر معاملہ کو رو لانے کی ناجائز سعی انتہا کو پہونچا دی۔ مگر بعد اللہ ایک حوالہ ضعیف سے ضعیف بھی ایسا پیش نہ کر سکا جس میں مخصوص ان انقیابات و خطابات سے کسی اور نبی یا ولی کو خواہ بذریعہ الہام خاص ہی سے نوازا گیا ہے کسی بزرگ کا اس مقام سے فیض حاصل کرتا اس سے اپنے قلب کو منور کرنا اور چیز ہے مگر ان خطابات و انقیابات مخصوصہ کا مصداق و مخاطب ہونا اور بات ہے اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام بعض خدا کی صفت و قدرت سے فیض پاتے ہیں بعض مغفہ غلغی سے بعض مغفہ تزئینی سے مگر وہ مصداق قدیر اور خالق اور رازق تو نہیں ہو جاتے بعض باری تعالیٰ کے مقام جلال سے وابستہ ہوتے ہیں بعض مغفہ جمال سے مگر اللہ کے جلال و جمال کے مصداق یا اس کے شریک و ہمہما نہیں کہلاتے نہ ان خدائی انقیابات کے مستحق ہوتے ہیں اس سلسلہ میں مفصل بحث تو لقب کے تحت میں علیحدہ علیحدہ آئیگی اس جگہ عموماً بحث میں مختار دعا علیہ نے غیر متعلق حوالوں سے مبالغہ فرمنا

چاہا ہے اور اسے بے نقاب کرنا ہوں۔ مختار مدعا علیہ نے نتیجہ کے طور پر اپنے مطبوعہ بیان کے مثل و مثلاً کے حوالے دے کر لکھا ہے کہ ان صفحات میں اس امر کی تائیدیں کہ مقام محمود وغیرہ مراتب میں اولیاء اللہ کو حصہ ہے اور اولیاء امت بھی بطریق وراثت اس میں آپ کے شریک ہو سکتے ہیں۔

الجواب ان کے پیش کردہ حوالہ جات کی حقیقت تو آگے معلوم ہو جائے گی۔

اور صرف یہ گزارش ہے کہ ان مقامات سے اولیاء اللہ کو حصہ ملتا اور ان کا اس سے وابستہ ہو کر فیض حاصل کرنا اور پیر ہے اور ان القابات و خطابات کا مصداق و مخاطب ہوتا اور امر ہے جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں۔ ان مقامات سے فیض حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسے ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض کا حصہ لینا ہے مگر ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض اور حصہ لینے والا عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں ہوتا۔ اس طرح ان مقامات سے حصہ لینے والا ان خطابات کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

غالب مختار مدعا علیہ صوفیائے کرام کے مشاغل اور ذکر و اشغال سے نا بہد ہے صوفیائے کرام کے بیان مختلف استعاروں کے لحاظ سے مختلف مراتبات سے تعلیم ہوتے ہیں، کوئی مقام فناء کا مراتب ہے کوئی مقام بہاد کا کوئی مقام ابراہیمی کا کوئی موسوی کا کوئی عیسیٰ کا کوئی مقام محمود کا کوئی مقام دُنا فتدٰی کا اور ان سے حصہ لینے کا یہ مطلب ہے کہ یہ مقامات سالک پر منکشف ہو جائیں اور ان کے خصوصی فیض سے اُس کا قلب منور ہو جاوے یہ مطلب نہیں کہ ان خصوصی قرآنی امتیازی خطابات و القابات کے مستحق یا شریک و ہمیں ہوں گے۔ اس سلسل میں مندرجہ ذیل باب بخ حوالہ مختار مدعا علیہ نے پیش کئے ہیں شرح مننوی بحر العلوم ۷ ہدیہ مجددیہ (فتوح الغیب) (۳) بولڈ دیوان معین ۷ شرح قصص الحکم اس میں حوالہ ۷۲ وہ ہے کہ جرح میں ہر دو گواہ نہ وہ کتاب پیش کر سکے نہ اس کے مصنف کا نام و مذہب بتا سکے نہ وہ کوئی مسلم قابل اعتماد کتاب ہے اس کے مصنف ایک معمولی شخص وکیل احمد سکندر پوری ہیں۔

یہی ہے حوالہ ۷۲) بھی قصص الحکم ایک غیر متعارف شرح کا حوالہ ہے جو صوفیائے کرام کے نزدیک دوسرے شروح کی طرح مسلم و معتبر نہیں اور نہایت قطع و برید سے پیش کیا ہے۔ باوجود اس کے کسی ایک حوالہ میں یہ نہیں کہ ان مخصوص مذکورہ بالا القابات و خطابات سے اسی انداز پر کسی نبی یا ولی کو نوازا گیا ہو۔ لہذا میرے یہ تمام اعتراضات بالکل بدستور لا جواب ہیں۔

تفصیلی جواب۔

حوالہ ۷۲ شرح مننوی مولانا روم

”پس در آور کارگر یعنی عدم“ تا یہ بھی صنوع و مائع را بہم۔

کی شرح میں: عبد العلی صاحب بحر العلوم نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک مقام فناء صفات کا ہے جو حدیث قریب

الذوال میں بیان ہوا ہے کہ خدا بندے کا کالی آنکھ ہو جاتا ہے اور دوسرا مقام فنائے ذات ہے اور تیسرا مقام جمع الجمع و فناء تو سین اور مقام کمال ہے جیسا کہ آیتہ ان الذین یبایعونک انما یمینون اللہ سے ظاہر ہے کہ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں اور جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں اور اس کو مقام ادنیٰ کہتے ہیں (یعنی خدا سے بہت ہی قریب) جو کہ آیتہ دما دمیبت اذ رمیت ولكن الله راحی میں بیان کیا گیا ہے یہ لکھ کر فرماتے ہیں و این مقام باصالت خاص بنام البین است۔ اور اشت و کمال متابعت اوکل اولیاء را ازین حلقہ است (منقولی و فقر دوم حاشیہ ص ۸) کہ اگرچہ یہ مقام اصل میں تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے مگر بطور وراثت اور کمال پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیاء کو ان مقامات سے حصہ ملتا ہے، (منقول در بیان گواہ مدعا علیہ ص ۸)

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ اس میں مذکورہ بالا دس القابات و خطابات محمدیہ مثلاً لولاء لما خلقت الافلاک۔ انا اعطینک الکرث و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین عین ان یمینک بک مقامات و غیرہ سے کسی ایک خطاب یا لقب کا مخاطب علاوہ ذات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو نہیں بتایا گیا نہ کسی کو ان امتیازی خصوصیات مذکورہ میں شریک و سہم ہونا ہے یہاں تو صوفیائے کرام کے مشائخ و مراقبات قرب خداوندی کے مدارج و مقامات مثلاً فنا فی الذات، و فنا فی الصفات اور مقام جمع الجمع جس کا دوسرا نام مقام کمال اور مقام احدیت جس کا دوسرا نام مقام اولیٰ ہے چار مقامات کا ذکر ہے۔

کون نہیں جانتا کہ سالک مقام ذات میں عین ذات باری اور مقام صفات میں عین صفت خداوندی کیوں ہی مقام احدیت میں اللہ وحدانیت ہو جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان میں فنا ہو کر ان کی تنہا اور حقیقت تک بقدر طاقت بشریہ رسائی کر لیتا ہے یا وحدۃ الوجود اور ہمہ اوست کے رنگ میں رنگ جاتا ہے پھر فرماتے ہیں کہ یہ انتہائی تقرب کے مقامات تک حقیقی اور اصلی رسائی تو مجوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو میر نہیں ہو سکتی البتہ آپ کے خدام اور کمال اولیاء اللہ کو آپ کے صدقہ میں کچھ حصہ بقدر مراتب ان مقامات فنا در فناء سے ضرور مل جاتا ہے ورنہ اصل تقرب خداوندی تو صرف مجوب خدا ہی کو حاصل ہے اب اس بحث کو اصل مدعا یعنی خصوصی القابات میں مشارکت سے کس قدر ربط و تعلق ہے اسے میں عدالت کے امتیاز خصوصی پر چھوڑتا ہوں۔ (حوالہ ص ۸ ہدیہ مجددیہ)

دھوالمقام المحمود الذی لا یشترک فیہ لد من الانبیاء والوسل والاولیاء امتہ۔ (ہدیہ مجددیہ ص ۸) میں ادا عرض کر چکا ہوں کہ ہدیہ مجددیہ ہماری غیر مسلم کتاب ہے اور اس خوف سے باوجود یہیم مطالعہ کے نہ کتاب پیش کر سکے اور نہ اس کے مصنف کا نام بتا سکے۔ پس ہم اگرچہ اس کے جواب کے مکلف نہیں مگر صرف اس لیے کہ شاید شائع ہوئے پر بندگان خدا کو اس سے غلط فہم ہو جو اب بھی عرض ہے۔

۱) ”مقام، محمود، یعنی مرتبہ شائستہ میں گنہگار نہیں بلکہ گفتگو صرف اس میں ہے آیت کریمہ علی ان یمینک

ذلك مقاماً محموداً اصدق اور مخاطب کون ہے مگر ہدیہ مجددیہ کی عبارت میں کوئی بتا نہیں سکتا کہ آیت مذکورہ کا مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نبی و ولی ہو سکتا ہے بخلاف اس کے قرآن پاک و احادیث نبویہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ اس آیت کریمہ کا خطاب صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور یہ آپ کے ایسے خصوصیات میں سے ہے جس میں اولین و آخرین میں سے کوئی نبی یا ولی شریک نہیں ہو سکتا قرآن حکیم ومن الیل فتھجد بہ نافلة لك عسلو ان یبیتک دیک مقاماً محموداً ۱۔ یہ آیت اپنے سیاق و سباق کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے اور اس کا خطاب ہی صرف آپ ہی کو ہے تمام قرآن پاک اور احادیث آثار صحابہ ائمه اور بزرگان دین کے اشادات میں کہی اس خصوصی کیں لقب اور آیت کا استعمال کسی اور نبی و ولی فرشتہ کے واسطے نہیں کیا گیا۔

ہاں مقام محمود کا مراتبہ موفیانے مانا ضرور ہے مگر وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ مقام فنا اور مقام دنا وغیرہ جس کا مدعا صرف اس قدر ہے کہ سالک پر اس کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے اور اس کے فیوض و برکات کا اس کے آئینہ قلب بر انعکاس اور پرتو پڑتا ہے اور یہی مطلب اولیاء اللہ کو مقام محمود سے حصہ ملنے کا ہے ورنہ تصریح قرآن حکیم یہ خطاب اور اس آیت کے مصداق نبی رحمتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کوئی بھی اس کا شریک و سہیم نہیں بلکہ اس میں کسی کو شریک و سہیم ماننا شرک فی الرسالۃ ہے جس کے بعد کلمہ شریف کے جزو ثانی پر ایمان ناممکن ہے اور ہدیہ مجددیہ میں باوجود غیر مسلم ہونے کے اس آیت کا خطاب اور اس کا مصداق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو قرار نہیں دیا جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں صرف مختار مدعا علیہ نے مقابلہ دیا ہے۔ اگر اس آیت کے خطاب اور اس کے مصداق میں کسی کو شریک مان لیا جائے تو ان احادیث نبویہ کے خلاف ہوگا جو صحت و تسلیم میں اعلیٰ پایہ کی نہیں۔ ملاحظہ کے واسطے نمونہ اس کے متعلق مختصر فیصلہ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پیش ہے۔

مقام محمود کے متعلق سید الانبیاء صلعم کا فیصلہ

۱۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذاکسی حلقۃ من مل الجنة ثم اقوم عن یدین العرش لیس احد من الخلاق بقوم ذلک مقام المہمود غیری۔ ترمذی شریف و مشکوٰۃ شریف باب فصل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۵۹۔ اس حدیث کے تحت میں لغات میں شیخ رحمۃ اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ مقام محمود ہے پس صاف نفلوں میں واضح ہو گیا ہے کہ اس موعود مقام محمود میں کوئی بھی مخلوق میں ایسا نہیں جو اس پر فائز ہو سکے۔ سوائے ایک ذات گرامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو قائم النبیین ہیں۔

(۲) بخاری شریف میں ایک باب پہلے باب قولہ عسلو ان یبیتک دیک مقاماً محموداً یعنی صرف اس آیت کا خطاب اور اس کا مصداق قائم اور مخصوص کرتے کے واسطے متعلق باب باندھا پھر ایک طویل مفصل حدیث نقل فرمائی

ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں یوم یبعثہ اللہ المقام المحمود۔ یعنی وہ دن ہوگا کہ جس دن اللہ صرف اپنے حبیب کو مقام محمود پر فائز فرماوے گا۔ بخاری شریف ج ۲۔ ص ۶۸۶۔

(۳) بخاری و مسلم میں متفقہ حدیث موجود ہے جس میں مفصل شفاعت نبویہ کے ذکر کے بعد یہی آیت علی ان یبعثک ربک مقاما محمودا تلاوت فرما کر ارشاد ہے وھذا المقام الذی وعدہ دیکم۔

(۴) دارمی شریف میں اس مقام محمود کی تعریف میں یہ لفظ موجود ہیں۔ دیاب الشفاعۃ مشکوٰۃ ص ۲۱۱

شما قوم عن یمین اللہ مقاما یبعظن الاولون والاخرون مشکوٰۃ ص ۲۱۲ یعنی مقام محمود خدا کے دایستے طرف ہے جو صرف مجھے ملے گا اور اس پر تمام اولین و آخرین الکلے پچھلے بلا استثناء غبطہ اور رشک کریں گے۔

(۵) اولاد ان اور اس کی دعا کی حدیث میں بھی مقام محمود کی تشریح اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تخصیص کی تصریح کی ہے مشکوٰۃ ص ۶۵۷

مرزا محمود صاحب خلیفہ تادیان کا فیصلہ

مختار مد علیہ اور اس کے گواہوں کے نزدیک کتاب اللہ اور کتاب الرسول سب مرزا صاحب کے اور ان کے خلفاء کے تابع ہے اور ان کے مقابل دراصل کسی آئینہ یا حدیث کو نہیں مان سکتے ملاحظہ ہو صبح گوہار ۲ مارچ ۱۹۳۳ء لیکن مرزا محمود صاحب کی تمام تصانیف پر ایمان ہے اور وہ سب کی سب بلا استثناء مسلم ہیں ملاحظہ ہو جرح گوہار ۱۰ مارچ ۱۳۳۳ھ لہذا میں ان کے خلیفہ ثانی کا فیصلہ پیش کرتا ہوں اگر اس آیت کریمہ کا خطاب اور اس کا وعدہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، اور یہ حضور کو انعامات الہیہ میں سے ایک انعام عظیم ہے ملاحظہ ہو انوار خلافت خلیفہ محمود صاحب۔

کیونکہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام ہے جس کی نسبت خدا نے تعالیٰ نے فرمایا ہے علی ان یبعثک ربک مقاما محمودا اگر ہمارا رسول کریم سے اس عظیم الشان درجہ کے ذریعہ سے تعلق قائم ہو جسے اللہ تعالیٰ نے مقام عظیم کے طور پر آپ کے لیے وعدہ فرمایا ہے۔

ہو اسے یعنی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں زینحانے کیا خود پاک دامن ماہ کنعان کا (اس سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے)

(۱) آیت علی ان یبعثک ربک الخ میں وعدہ الہی صرف آنحضرت کے واسطے ہے۔

(۲) یہ مقام محمود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا انعام ہے۔

(۳) یہ مقام محمود اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے بطور انعام عطا فرمایا۔

نتیجہ

پس مختار مدعا علیہ کے نزدیک قرآن و حدیث قابل اسناد ہوں یا نہ ہوں ان کے غلیفہ دوم صاحب یعنی مرزا محمود صاحب کا فیصلہ بہر حال ناقل ہو گا اس کے بالمقابل بدیہ مجدیہ کجاسی نبی یا ولی کا فیصلہ قابل التفات نہیں۔
لہذا ثابت ہو گیا، کہ مقام محمود جس کا وعدہ عسلیٰ ان بیعتک دیک مقام محمودؑ میں ہے خصوصیات محمدیہ اور انقاب مصطفیٰ سے ایک ایسا امتیازی طعنی ہے جس میں کسی بھی شرکت نہیں ہو سکتی اور کسی کو اس کا مخاطب سمجھنا جیسا کہ مرزا صاحب نے اس آیت کو چیل کیا ہے کہ خدا نے مجھے فرمایا کہ اے مرزا صاحب عسلیٰ ان بیعتک دیک مقام محمودؑ ایسا کھلا ہوا شرک فی الرسالہ و مرتب تو ہیں جس کے بعد کلمہ شریف پر ایمان ممکن ہی نہیں۔

مختار مدعا علیہ نے مغالطوں کی بہت سی کی مگر کسی ایک نبی و ولی کی کجاسی عالم صوفی کے قول سے بھی یہ پیش نہ کر سکا کہ اس نے اپنے یا کسی کے واسطے عسلیٰ ان بیعتک دیک مقام محمودؑ کا استعمال یقینی یا مجازی اصلی یا نقلی اور زری کی طرح بھی جائز رکھا اور گفتگو صرف لغوی معنی کے لحاظ سے مقام محمود یعنی قابل ستائش مرتبہ نہیں بلکہ مخصوص اس آیت عسلیٰ ان بیعتک میں چاہا اس کے معنی اراد اللہ ان بیعتک دیک مقام محمودؑ میں۔ پس باوجود اس طویل تقریر کے مرزا صاحب کا کفر و ازداد دور نہ ہو سکتا ان کی بے ربط باتوں سے میری بحث کا کوئی بھی جواب ہو سکتا ہے۔

(۱) حوالہ شرح خصوص الکلم شیخ عبدالرزاق قاشانی کا ہے) فہ المقام المحمود شرح فصوص الحکم مطبوعہ مصر ۵۳

الجواب

(۱) اولاً یہ شرح کوئی معتبر شروع سے نہیں اور نہ ہی ہماری سلم ہے (۲) خود مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ امام عبدالوہاب شرانی جن سے زائد شیخ اکبر کا کلام کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ میرزا محمود صاحب غلیفہ قادیان مقام محمود آنحضرت کے خصوصیات سے بتا رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو بواقیت والوار خلافت (۳) مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعا علیہ نے فہ المقام المحمود کا کلام اویورہ و دانستہ کٹا ہے تاکہ بے ربط ہو کر مغالطہ کے لائق ہو سکے ورنہ آیت عسلیٰ ان بیعتک دیک۔ الخ کا یہاں کوئی ذکر ہی نہیں بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ امام مہدی کا ایک بڑا مرتبہ قابل تعریف ستائش ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آیت مذکورہ کا موعودہ مقام ان کو دیا جاسکتا ہے یا وہ بھی اس کے مخاطب و مصداق ہو سکتے ہیں۔ لہذا یہ حوالہ یہاں بالکل بے ربط ہے اس میں تاہم النزاع کے متعلق اشارہ تک نہیں۔

(۴) حوالہ فتوح الغیب کا ہے)

بید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہنچتا ہے کہ وہ ہر رسول و نبی و صدیق کا وارث ہو جاتا ہے (فتوح الغیب مقالہ مہم ص ۲)۔
الجواب۔ گو یہ ترجمہ نہیں بلکہ حامل مطلب اور یہ بھی ماقبل و مابعد سے بے ربط قطع و برید اور خیانت سے پر ہے

اہم مختار مدعا علیہ کو ذرہ برابر مفید نہیں بلکہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مختار مدعا علیہ نے یہ غیر متعلق حوالہ کیوں پیش کیا یہاں نہ تو مقام محمود یا خصوصیات عشرہ کا ذکر ہے نہ کسی خصوصیت سے کسی نبی یا ولی کی شرکت کا تذکرہ یہاں تو صرف اس قدر ہے کہ انسان تمام تعلقات غیر اللہ چھوڑ کر جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو جاتا ہے تو انبیاء و صدیقین کا وارث ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ نبی کی وراثت نہ تو دنیا و دہرام میں ہے نہ کسی مقام کی مشارکت میں بلکہ وراثت انبیاء کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ نبیوں کے علوم سے فیضیاب ہو۔ اس پر سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خود شہادت پیش کرتا ہوں۔ ان العلماء و رثة الانبياء و ان الانبياء و لحد يورثوا ديننا و اولا درهماء و انما و رثوا العلم فمن اخذها اخذ بحظ و اخر (مسند احمد - ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، ابن ماجہ - دارمی) مشکوٰۃ کتاب العلم

یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کی وراثت دینار و درہم وغیرہ میں نہیں ہے ان کی وراثت صرف ایک علم میں ہے اور کسی شے میں نہیں جس نے ان کا علم حاصل کیا اُس نے ان کی وراثت کا بڑا حصہ حاصل کر لیا۔ یوں ہی بخاری شریف میں باغ فدک کے سلسلہ میں ہے کہ۔

ہم انبیاء کے گردہ کی وراثت کسی دینار و درہم میں نہیں جاری ہوتی بلکہ صرف علمی وراثت ہے علم کے سوا اور کسی شے میں وراثت انبیاء و رسل جاری ہی نہیں ہو سکتی۔

پس حضرت شیخ الطائفہ سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے ارشاد کہ ہر نبی و رسول کا وارث ہو جاتا ہے صرف اس قدر ہے کہ انبیاء و رسل کے علم سے بقدر مراتب حصہ پاتا ہے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتا ہے۔ یہ کفر یہ مطلب ہرگز نہیں جو مختار مدعا علیہ لے کر عدالت کو مغالطہ دینا چاہتا ہے کہ ان کے خصوصی مراتب میں شریک و ہمیں ہو جاتا ہے ورنہ پھر ہر ولی کو سید الرسل خزینہ آدمی شفیق المذنبین رحمۃ للعالمین محبوب رب العالمین ماننا پڑے گا اور اسے مرزا صاحب کے مریدین تو تسلیم کرینگے مگر کوئی مسلمان جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو کسی مقرب سے مقرب کو اللہ تعالیٰ کے آخری نبی محبوب خاص سردار دواعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک و ہمیں تسلیم نہیں کر سکتا بلکہ اسے سخت ترین توہین بارگاہ رسالت کی خیال کرے گا۔ پانچواں حوالہ دیوان میں ملے

انہی حقیقتیں دعاوت چھو بگڑی شاید کہ تادنا فتدلی صعود خود بینی

الجواب

اس میں کہیں کوئی بھی اشارہ مابہ النزاع امور کی جانب نہیں اور یہ شعر محض موفیاء کرام کی اصطلاح سے ناواقف کی بنا پر محال مختار مدعا علیہ نے نقل کر دیا۔ ورنہ موفیاء کرام کی اصطلاح میں مقام قناء اور بقاء کا آخری مقام دنا فتدلی ہے اور اس پر صعود سے مراد دنیوی تعلقات کا انقطاع اور رب العزۃ سے تعلق کا استقامت استوار ہونا ہے اس

سے یہ ہرگز مطلب نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عیاذاً باللہ شریک و ہم ہوتے ہیں۔ اس کی مزید تشریح کے لیے روایت الباء کی پہلی غزل ملاحظہ ہو۔

نیز حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرمودہ وجودیہ اور ہمہ ادست سے تعلق رکھنے والے ہیں جس پر ان کے مندرجہ ذیل اشعار درج ہیں۔

کسیکے عاشق و معشوق نویشتن ہمہ ادست	حریت غلوۃ دساتی انجمن ہمہ ادست
اگر بدیدہ تحقیق ینگری دانے	کہ ناکر دل و شکر ریان دن ہمہ ادست
ز جام عشق نہ منصور بنجو و آمد و بس	کہ دالیزیر ہم گفت کہ یارسن ہمہ ادست ؟
ترا مقبار گذر کن کہ مازمن ہمہ ادست الخ	(دیوان معین مس ۱۳)

من نیگویم انا الحق یا ر میگوید بگو	چوں نیگویم چون مراد دلدار میگوید بگو
خواہ اس پیش کردہ شعر کی غزل کا مطلع ملاحظہ ہو۔	دیوان معین مس ۱۳
اگر بچشم حقیقت وجود خود بینی	قیام جملہ اشیاء بہود خود بینی
پیش کردہ شعر کے بعد تیسرا شعر ہے کہ۔	

یہ بند دیدہ ز ایمان کہ تا نہ عین عیان نہ

وجود در دست ہو جان وجود خود بینی

اور مرزا صاحب صوفیاء کرام کے حصۃ الوجود سے بالکل دور اور علیحدہ ہیں بلکہ اُسے اچھا ہی خیال نہیں کرتے اور اپنے فدائی و دعویٰ کی بنیاد بھی اس پر رکھنا پسند نہیں کرتے ملاحظہ ہو آئینہ کلمات اسلام) پس مرزا صاحب کے کلام کی تائید حضرت خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے کہ ناصرت خواجہ صاحب کے مشرب سے نادانفی بلکہ خود مرزا صاحب کے مذہب سے بھی نادانفی کا ثبوت ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ شعر بھی مختار مدعا علیہ کے لیے مفید نہیں بلکہ مسئلہ متنازعہ سے بالکل بے ربط ہے۔

چھٹا حوالہ کتاب اثبات الالہام والنبیۃ ص ۱۴۲ و ۱۴۳ مؤلف مولوی عبد الجبار غزنوی، اگر الہام ناشر یک بھی جائیگا۔

الجواب

(۱) مدعیہ اور اس کا گردہ مقلد حنفی ہے۔ اور مولوی عبد الجبار غزنوی غیر مقلد و باطنی بلکہ تقلید شخصی کے شرک سمجھنے والوں کے سرگودہ ہیں۔ لہذا ان کا کوئی حوالہ جب کہ اُن سے اصولی اختلاف ہے ہم پر حجتہ نہیں جسطرح اسلامی قربانی یا ارپنی تصانیف یا وجود احمدی مصنف ہو نیکیے مختار مدعا علیہ نے تسلیم نہ کیا۔

(۲) مولوی عبد الجبار غزنوی کوئی بڑے عالم بھی نہیں بلکہ اپنے زمانہ کے عالموں میں متوسط درجہ میں شمار ہیں۔

(۲) قرآن پاک و احادیث و اقوال بزرگان سے خصوصیت ثابت ہونے کے بعد مولوی عبد الجبار کا انکار محض لغو ہے۔
 (۳) مولوی عبد الجبار نے اس سلسلہ میں جو آیات نقل کی ہیں وہ خصوصی القاب کی حد کی نہیں گو غیر خطاب مخصوص ہو بخلاف ہماری پیش کردہ آیات و ما اسئلناک الا رحمة للعالمین۔ عسنى ان یبعثک ربک مقاماً محموداً وغیرہ۔
 یہ آیات اور اس طرح خصوصی دلائل لہما خلقت الاخلاق وغیرہ خصوصی القاب ہیں۔ جب کہ در توی خطابات و القابات کسی دوسرے کے واسطے بتاویل استعمال کرنا بھی قانوناً مجرم ہے تو خداوند تعالیٰ نے جو خطابات اپنے مخصوص جیب سید الانبیاء فخر بنی آدم کو عطا فرمائے ہیں وہ کیونکر دوسرے کے لیے استعمال ہو سکیں گے
 ساؤوال حوالہ فروع الغیب مقالہ ۲۸ ”نہ ترفعہ الی الملک الاکبر فتخطب بانک الیوم لدینا مکین امین“
 یعنی جیب تو مرتبہ فناء میں کمال کو پہنچ جائے گا تو تیرا خدا کی طرف رفع کیا جائے گا اور خدا تعالیٰ تجھے مخاطب کرے گا کہ انک الیوم لدینا مکین امین۔

الجواب

انک الیوم لدینا مکین امین کسی نبی کا خصوصی لقب خدا کا دیا ہوا نہیں بلکہ یہ وہ فقرہ ہے کہ عزیز مقرر نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو جیل سے بلا کر فرمایا تھا کہ انک الیوم لدینا مکین امین۔ آج سے آپ میرے نزدیک با عزت اور امانت دار ہیں۔

پس نہ تو یہ باری تعالیٰ کا عطا کیا ہوا خطاب ہے نہ کوئی لقب نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ لہذا یہ حوالہ اس جگہ بالکل بے ربط ہے۔
 آٹھواں حوالہ مقامات امام ربانی مطبوعہ دہلی ص ۱۳۶

”مجدد الف ثانی رحمہ کے سب سے چھوٹے فرزند حضرت شاہ محمد یحییٰ کے تولد سے پہلے حضرت مجدد صاحب کو الہام ہوا تھا انا نبی شریک بخلام اسمہ یحییٰ اسی رعایت سے ان کا نام محمد یحییٰ ہوا

الجواب

(۱) مقامات امام ربانی غیر مسلم کتاب ہے تو نہ حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیف ہے نہ ان کے کسی مستند غلیفہ کی بلکہ ان کے سلسلہ کے ایک۔ ”رید کی کتاب ہے جس میں ان کے کچھ حالات قلمبند ہیں اور اہل سلسلہ کے نزدیک اُس میں رطب و یابس امور بھی ہیں۔

(۲) اس میں کوئی خصوصی لقب یا خطاب کسی دوسرے کی واسطے استعمال نہیں ہوا بلکہ جس طرح حضرت زکریا علیہ السلام کو ایک بیٹے کی بشارت دی گئی تھی اس طرح حضرت مجدد صاحب کو بھی ایک بیٹے کی بشارت دی گئی اور بشارت کی مشارکت کا کوئی اعتراض نہیں بلکہ خصوصی لقب اور خطاب کی شرکت کا سوال ہے وہ اور انبیاء کے ساتھ

نہیں بلکہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیونکہ اور انبیاء کے ساتھ تو علماء امت محمدیہ کو بھی ایک قسم کا ارتباط حاصل ہے جب کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل، امیری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ پس یہ حوالہ بھی امر متنازع فیہ ہے غیر متعلق ہے۔

تو ان حوالہ علم الکتاب خواہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ صلا

الحمد لله الذي جعلنا حاكما في المؤمنين ببركة المحمدية الخالصة وقوة النسبة لقرب مع الله ورسوله عليه الصلوة والسلام واهل بيته في قلبي بالهام الخاص ان احكم بينهم من احكام الله تعالى وادعهم الى الطريقة المحمدية بما انزل الله في كتابه من الايات التي هي شهادات البينات على حقيقتك ولا تبتم اهواءهم واستقم كما امرت فان تولوا عن طريقك الحق فقل حسبى الله ان يريده الله ان يصيبهم بما وعد للفاسقين وان كثير من الناس لفاسقون افحكم الجاهلية ينعرون في زمان يحكم الله باياته ما يشاء حسب رضاء في رسوله محمد عليه الصلوة والسلام على لسان محمد يبين الخالصين ومن احسن من الله حكما لقوم يوقنون واذا قيل لهم تعالوا الى ما انزل الله في القرآن واسمعوا كيف اقتبس بالايات وابلغكم دعوته الحق ما دعاكم احد الى الا ان على هذا نهج الرضى وتعالوا الى رسوله واخذوا المحمدية الخالصة التي هي الطريقة الحققة قالوا حسبنا ما وحدنا عليه اباءنا من الطرق الاخرى ولو كان اباءهم لا يعلمون شيئا ولا يهتدون هذا امر في الله ببيان وحكمي ان احكم به بينكم فحكمتم بحكمته بينكم بالقسط ان الله يحب المتقسطين وانا في ربي آيته الكبرى واعطاني كلماته العليا وانا في هذا الكتاب وناداني بالخطاب حيث قال لي يا خليفه الله ويا آيات الله اني شهدت بعبوديتك فاشهد انت بالوحيق و انت عبدي ومقبولي ومقبول رسولي قلت يا رب انشهد ان لا اله الا انت واشهد انك على كل شيء شهيد انت الهى ومعبودى وليس سواك مقصودى انا عترة خنيبك وبعصه عند يسبك وقال يا عبد الله ويا عارف بالله اني جعلتك مظهر اجامع لكل ظهورى الى فاذهب باياتى الى كل مخلوقاتي ودعوتك من الجمم الالهى والجمم المحمدى فمن اطاعك فقد اطاع الله والرسول قلت يا رب قبلت جميع احكامك ودعوت الخلق الى دينك واسلامك فاذهبهم الى والى ابى لا هدى لهم اليك والى رسولك وانت تهدي من تشاء وقال يا مورد الواردات ويا مصدر الايات انا جعلتك اية للناس لعلمهم يرشدون ولكن اكثر الناس لا يعلمون قلت يا رب تعلم ما في نفسي ولا اعلم ما في نفسك ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم وقال قد توكلت الحقيقة زائدة مما كشفت على لا تظهرها الله

علی لانہ تعالیٰ اکمل فی الدین واتم علو نعمتہ ورضیٰ لی
الاسلام دیناً و لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً ان دینی لذو
فضل عظیم ۔

(بحوالہ جرح ۱۱/ پارچہ ۳۲)

اسی جرح میں گواہ مدعا علیہ کے الفاظ ذیل بھی ملاحظہ ہوں در اس عبارت میں یہ فقرہ ہے ۔ واسمعو ع
کیف اقتبس بالآیات ۔ (ترجمہ سنو میں کس طرح آیات سے اقتباس کرتا ہوں)۔
الجواب

اس کے خط کشیدہ الفاظ بالخصوص ملاحظہ ہوں اس میں کہیں یہ نہیں کہ یہ آیات اُن پر نازل ہوئیں بلکہ یہ تفسیر صحیح موجود
ہے کہ ”واسمعو کیف اقتبس بالآیات سنو میں کیسے (بے تکلف) آیات قرآنیکہ کا اقتباس کرتا ہوں۔ اور اسی علم الکتاب
کے مسئلہ پر خود ہی اقتباس کی یہ تعریف فرماتے ہیں کہ، ”باید دانست کہ آیات قرآنیکہ و احادیث نبویہ رامندرج در عبارت اور
والفاظ و معانی انہا نرا بدیگر حروف مطالب ربط و ادون و ربا باز کلمات ازلان نگاشتن و انرا علامت و اشارت بر
تماش داشتن صفت اقتباس است و الاقتباس ہوان یتصف من الکلام نظماً و نثرأشیشان من القرآن و الحدیث
و در کلام محققین و فصحا می آید کہی کہ واقف علم فصاحت و بلاغت است می داند و از اینجا کہ بنیاد معارف و مطالب محمدیان
خالص بر کلام اللہ و احادیث است و نور معرفت کہ ایشان قبسی از شکوۃ نبوۃ بہمہدایت عہادی علیم و رسول کریم اکثر جایا
عبارت این متن و شرح ہمیں قسم است کہ انہا ہر مطالب بکلام اللہ و احادیث رسول و ارتباط تمام ہاں مقام کردہ
شدہذا من فضل دینی علی ما اقتبس من کلامہ بلا تکلف و هو ہدای الی هذا السبیل و ذلك من آیاتہ الباہرۃ
و تأییداتہ الظاہرۃ و ان فی ذلك لآیات لا ولی النہی و السلام علی من اتبعہ الہدای و پر جائے اقتباس از کلام و اقوال کہ اسجانب
سادات محمدیہ را در تمام احوال شرف اقتباس و اتباع وادہ است و ہمان ذات پاک لولاء لہما خلقت الافلاک
کہ عموماً باعث ایجاد ہمہ موجودات است خصوصاً نیز علت ہستی و وجود ایشان ظاہر و باطناً انتارہ است و تفسیر صحیح
این معنی برائے اُن کردہ تا کلام جاہل ناواقف از حقیقت تصرف در آیت و حدیث نہ فہمہد۔ جرح ۱۱/ پارچہ ۳۲
اس میں صاف تفسیر صحیح ہے کہ کلام اللہ کے فقرہ اور آیات بطور اقتباس کے اپنے کلام میں لائے ہیں نیز مسئلہ پر واکتب
الآیات فی کتابک و القہ الی الناس ثم قول منهم بالتجاہل العارف فانظر ما ذایرجعوت ”یعنی اور
آیات کو اپنی کتاب میں لکھ اور اسے لوگوں کو پہنچا۔“

پس یہ آیات ان پر کمر نہیں اتھریں بلکہ اللہ نے الہامیہ حکم فرمایا کہ قرآن کی آیات کا اقتباس کر کے اپنی کتاب میں لکھ
کر لوگوں کو تبلیغ کرو۔

الحجاب

اس سے مختار مدعا علیہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ آیات قرآنہ مکرر الہاماً بزرگان دین پر نازل ہوتی ہیں اور اس میں وہی مخاطب ہوا کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

یہ بحث مفصل ان مٹاؤ اللہ تعالیٰ وحی کے سلسلہ میں آئیگی یہاں صرف اس قدر گزارش ہے کہ مختار مدعا علیہ کا یہ دعویٰ کہ آیات مندرجہ علم الکتاب الہاماً مکرر ان پر نازل ہوئیں۔ محض حضرت خواجہ میر درد رحمہ اللہ علیہ پر افتراء ہے اور بہتان ہے جرح میں اس کے متعلق کافی مواد ہے جو اپنی جگہ پر آئے گا اور بہت کچھ بحث ابتدائی میں پیش ہو چکا یہاں انہیں دو نو پیش کردہ کوٹیشنوں سے یہ ثابت ہے کہ یہ آیات قرآن کی اتری ہوئی ہیں قرآن ہی سے لے کر اقباس کے طور پر یہاں مستعمل ہوئی ہیں۔

مکرر الہاماً نازل نہیں ہوئیں پہلے کوٹیشن کے ابتدائی الفاظ

”ان احکم بنہم من احکام اللہ تعالیٰ وادعہم الی الطریقۃ المحمدیۃ بما نزل اللہ فی کتابہ من الآیات الخ“

”یعنی اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا کہ ان مسلمانوں میں اللہ کے احکام سے فیصلہ کیجئے اور طریقہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انہیں ان آیات سے دعوت دیجئے جو اللہ نے اپنی کتاب (قرآن پاک) میں نازل فرمائی ہیں“ ملاحظہ فرمائیں کس قدر صاف و صحیح عبارت ہے کہ جو قرآن پاک میں اتری ہیں ان کے ذریعہ سے دعوت طریقہ محمدیہ کی مسلمانوں کو دیجئے یہ کہیں نہیں کہ الہاماً مکرر آپ پر آیات مندرجہ ذیل اتری ہیں بلکہ تصریح ہے کہ اپنے وعظ و دعوت میں وہ آیات استعمال کیجئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن میں اتاری ہیں کس قدر عظیم الشان افتراء و بہتان ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ حوالہ میں یہ ابتدائی تمہید اور اس قدر واضح فیصلہ ہو اور پھر وہ اس سے عدالت کو مغالطہ دہی کی ناجائز سعی کرے۔ عدالت کے روبرو اس عظیم الشان کذب بیانی کے بعد اس کی گواہی یقیناً ساقط الاعتبار ہونی چاہیئے۔ اور مرزا صاحب بھی فرماتے ہیں کہ جس کی ایک بات غلط ثابت ہو جائے اُس کی دوسری باتوں کا بھی اعتبار نہیں ملاحظہ ہو چشمہ معرفت ص ۲۲۲۔

دوسرے حوالہ کے ابتداء میں ہے ”واکتب الآیات فی کتابک قرآن کی آیتیں اپنی کتاب میں لکھو، پھر خدا کے ارشاد کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ (اکذبتم ما یناقی الخ) یہ سب امور تصریح ہیں اس امر کی کہ وہی قرآنی آیات ہیں جنہیں بطور اقباس کے موقع و محل پر خدا تعالیٰ کے حکم سے اپنے مضمون میں چسپاں کیا ہے اور خدا تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے یہ خدمت رشد و ہدایت اختیار کی ہے نہ اپنی رائے سے قول مختار مدعا علیہ۔

”جن آیات قرآنیہ کے متعلق خواہر علیہ الرحمۃ نے امر فی فی قلبی، بالسماء الخاص کہا ہے اس سے مراد یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان آیات کو آپ کے دل میں الہام کیا ہے الخ“ کس قدر سفید جھوٹ ہے امر فی فی قلبی بالالہام الخاص کے آگے وہ الہام خاص بھی مذکور ہے مختار مدعا علیہ کے قیاس آرائی کی حاجت نہیں ملاحظہ ہو، امر فی فی قلبی بالسماء الخاص ان احکم بینہم من احکام اللہ تعالیٰ وادعہم الی الطریقۃ المحمدیۃ بما انزل اللہ فی کتابہ من الایات الخ“ یعنی میرے قلب میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے یہ الہام فرمایا کہ ان لوگوں میں اللہ کے احکام سے فیصلہ کیجئے اور طریقہ محمدیہ کی طرف ان آیات کے ذریعہ سے دعوت دیجئے جو اللہ نے اپنی کتاب (قرآن پاک) میں نازل فرمائی ہیں۔ وہ تو وضاحت فرما رہے ہیں کہ اللہ نے مجھے صرف یہ علم الہام خاص سے فرمایا کہ قرآن میں جو میں نے آیتیں نازل کی ہیں ان کی ہند گان خدا میں دعوت و تبلیغ کیجئے اور مختار مدعا علیہ یہ شکل بار رہا ہے کہ ”اس سے مراد یہی ہے کہ خدا نے ان آیات کو آپ کے دل میں الہام کیا ہے“

اب یا تو یہ دانتہ مغالطہ دیا یا سہو ہو گیا۔ یا مختار مدعا علیہ کو اس عبارت کا ترجمہ معلوم نہ تھا غرض حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کا دامن تقدس اس افتراء سے پاک ہے مختار مدعا علیہ نے ایک فقرہ اور مغالطہ کے لیے نقل کیا ہے۔

”ولقد تلقی اللہ علی قلبی من آیات بینات مما فی لست بحافظ القرآن الخ“

الجواب

یہ بھی مغالطہ ہے وہ محض یہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اللہ نے قرآن کی آیتیں یاد کرا دیں حالانکہ میں حافظ قرآن نہیں پس میں ان کی دعوت و تبلیغ میں مصروف ہو گیا اُس کے حکم کے مطابق معروف ہو گیا اور اب بلا تامل آیات قرآنیہ اپنے مضمون میں استعمال کرتا ہوں زیادہ توضیح کے لیے علم الکتاب منہ ۶۴۷ و ۶۵۰ جرح گواہ مدعا علیہ ۱/ مارچ ۲۲ پر ملاحظہ ہو۔ غرض یہ کہ یہ حوالہ بھی محض بے سود اور کھلا ہوا مغالطہ ہے مفصل بحث وحی والہام کے سلسلہ میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱)

هو الذی ارسل رسولہ بالمدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ (ترجمہ مرزا از

حقیقت الوحی مک)

مختار مدعا علیہ نے حسب عادت اپنے الفاظ میں میرا مدعا نقل کر کے مطلب ضبط کرنیکی ناجائز سعی کی ہے۔ میں نے صرف یہ عرض کیا تھا کہ یہ مذکورہ بالا آیت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے نہ کسی اور نبی اور ولی کے نہ کسی کے واسطے اس کا ہونا ممکن ہے۔

میں نے اپنے دعویٰ کے دو حصہ قرار دیئے تھے۔

(الف) اس کا مصداق صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کوئی اور نبی و ولی۔

(ب) اس کا مفہوم یہ بتانا ہے کہ اس کا مصداق اور کوئی کسی طرح نہیں ہو سکتا

دلیل

(الف) بحث میں مفصل قرآن و احادیث و اقوال بزرگان سے یہ تمام چیزیں مدلل کی گئی تھیں چونکہ مجھے ان کا اعادہ منظور نہیں لہذا صرف ایک آیتہ کے نقل پر اکتفا کرتا ہوں۔ قرآن پاک میں جہاں یہ آیتہ مذکورہ ہے اُسی جگہ تفسیر مع موجود ہے کہ اس کا مصداق صرف ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ هو الذی ادرسل رسولہ بالہدای و دین الحق لیظہرہ علی الدین علیہم و کفی باللہ شہیداً میں ایک رسول کے بھیجنے اور اس کے دین کا تمام ادیان سابقہ پر فوقیت اور سب کا ناسخ ہونے کا ذکر فرمایا۔ ممکن تھا کوئی ناواقف اس سے کوئی اور نبی و رسول یا ولی مراد لے لیتا لہذا باری تعالیٰ نے اس کے متصل ہی اُس کا مصداق نامزد فرما دیا کہ ”محمد رسول اللہ“ یعنی وہ رسول جن کی اور جن کے دین پاک کی اوپر مدح کی گئی ہے وہ محمد اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم پس اس آیت کا مصداق کسی طور پر کسی تاویل سے کسی اور کو قرار دینا علاوہ اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شرکت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے اس نص قرآنی کا ہی انکار ہے جس میں نام پاک لے کر اُس مصداق کی تعیین ہے۔ لہذا اس میں نہ صرف ایک بلکہ مستقل دو کفر ہیں۔

(ب) اس امر کا کہ اس کا مصداق کوئی اور ہوتا ناممکن ہے یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ اس آیت کا غلامہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ہدایت یعنی شریعت اور مستقل دین کے ساتھ بھیجا جو تمام دینوں کا نسخ کر فیو الا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں اور مرزا صاحب کے امتیازی کا یہ متفقہ مسئلہ ہے۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شریعت اور دین جو سابق کا نسخہ ہو نہیں آ سکتا پس اگر اس کا مصداق کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی طور پر یا جائے تو لازم آئے گا کہ وہ صاحب شریعت ہو جائے اور اس کا دین ادیان سابقہ کا جس میں اسلام بھی شامل ہے ناسخ قرار دیا جائے جو بالاتفاق کفر ہے۔ بہر حال اس آیت کا مصداق کسی اور کو ماننا نہ صرف ایک کفر بلکہ متعدد کفروں کو مستلزم ہے۔ مختار مدعا علیہ کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔

”یہ قرآن مجید کی آیت ہے جس میں دین اسلام کے دیگر ادیان پر غلبہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور یہی آیت“

مرزا صاحب پر بذریعہ الہام نازل ہوئی الخ۔“

گویا مختار مدعا علیہ نے میرے مدعا کے اصول کو تسلیم کر لیا کہ اس آیت میں دین اسلام کے تمام ادیان پر غلبہ کی طرف اشارہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دین لے کر سوائے نبی آخر الزمان سید الانس و الجان صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور نہیں بھیجا گیا۔

نہ کسی نبی کو یہ فرما مل ہے نہ کسی ولی و فرشتہ کو نیز اس کے مصداق کو قرآن پاک نے محمد رسول اللہ کہہ کے متعین فرمادیا۔
 پر مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ”اور یہی آیت مرزا صاحب پر بذریعہ ابام نازل ہوئی الخ“ کھلا ہوا کفر کا اقرار ہے
 جو کسی تاویل سے ٹل نہیں سکتا کیونکہ یہ وہ آیت ہے کہ مرزا صاحب گجگسی اور اولوالعزم نبی پر بھی نازل نہ ہوئی بلکہ کسی اور نبی
 میں بھی اس کا نزول ماننا کفر ہے۔ (مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکبکہ)

بدی اور دین حق کی مختار مدعا علیہ نے کچھ خود تاویلیں تعصیف کیں اور کچھ مرزا صاحب سے نقل کیں مگر ایسی آیت جس
 کا مصداق قرآن پاک نے خود متعین فرمادیا ہے کسی اور کو قرار دینا خواہ کسی تاویل سے ہوں نص قطعی کا کھلا ہوا انکار اور قرآن
 پاک کلام الہی کے ساتھ ٹھٹھا کرنا ہے نہ صرف کفر بلکہ کفر علی کفر ہے اور اگر اس قسم کی تاویلات سے انسان غلامی حاصل کر سکتا
 ہے تو پھر عبادۃ باللہ کوئی قرآن پاک کی تمام آیات متعلقہ توحید و صفات باری تعالیٰ و متعلقہ رسالت و خصوصیات محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم اپنے اور اسی تاویل سے چپاں کر سکتا ہے اور کسی قسم کا کفر نہ پہنچا ہیئے۔ یوں توحید اور رسالت کا مسئلہ ہی دنیا
 سے ناپید ہو جائے گا ہر شخص اپنے لیے فدائی صفات اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم القاب استعمال کرتا رہے گا حالانکہ
 کوئی بھی مسلمان اس کے کفر و بقاوت ہونے میں متردد نہیں ہو سکتا۔

مختار مدعا علیہ نے اربعین ۱۳۵۷ھ اور سراج منیر ۱۳۵۳ھ سے مرزا صاحب کی کچھ تاویلات نقل کی ہیں کہ ر خدا وہ ہے
 جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے،
 میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآن نے اس آیت کا مصداق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے جو نص قطعی سے
 ثابت ہے مگر مرزا صاحب کہتے کہ۔

”آیت قرآنی الہامی پیرایہ میں اس عاجز کے حق میں ہے،، بحوالہ سابق اب تو کسی جواب کی حاجت ہی نہیں کیونکہ مرزا
 صاحب نے اسی قرآنی آیت کو اپنے حق میں مان لیا اور اپنے آپ کو اس کا مصداق ٹھہرایا گو الہامی پیرایہ میں یہی اور قرآن پاک
 کی نص قطعی ہے کہ یہ آیت ہر طرح سے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہے۔ لہذا یہ اعتراض بالکل لا جواب
 رہا اور الہامی پیرایہ کی آڑ میں ہرگز سود مند نہیں ہو سکتی۔

رسول کی تاویل یا امور فرستادہ مبعوث سے کرنا اور دین سے اس کا غلبہ دلائل سے مراد لینا کہ تمام ملتیں دلائل میں
 کے ساتھ ہلاک ہو جائیں گی وغیرہ وغیرہ یہ سب عذر گناہ بدتر از گناہ سے زائد وقعت نہیں رکھتا۔

نیز اصل اعتراض تو صرف اس قدر ہے کہ یہ آیت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے جو نص قرآنی
 سے ثابت ہے۔ اور مرزا صاحب اپنے حق میں یہی آیت قرآنی فرما رہے ہیں۔

پس کوئی بھی تاویل کی جائے جب تک اس آیت کی خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باقی ہے کسی اور
 کو مصداق ماننا ایسا اٹل کفر ہے جو زائل نہیں ہو سکتا اور خصوصیت کا انکار بالخصوص اس آیت کی خصوصیت مشعل ایک کفر

ہے۔ کیونکہ یہاں خصوصیت نامزد کر کے نص قطعی سے ثابت ہے کسی حدیث یا کسی بزرگ کے قول سے نہیں جس کے انکار کی گنجائش ہو۔

مرزا اور مختار مدعا علیہ کے دو عظیم الشان بہتان

(۱) مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ”(اس آیت میں) وہی پیش گوئی ہے جو ابتداء سے اکثر علماء کرتے آئے ہیں کہ یہ مسیح موعود کے تئیں ہے“ الخ

محض اقراء اور جھوٹا بہتان ہے۔ کسی عالم ربانی نے یہ آیت یا اس کی پیش گوئی علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسیح موعود کے تئیں نہیں بنائی۔

(۲) مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ ”اس آیت کے متعلق تفسیروں میں بھی مذکور ہے کہ اس آیت کے حقیقی مصداق اور اظہار دین علی المخالفین مسیح موعود اور مہدی مسعود کے وقت میں ہوگا۔

یہ بھی محض جھوٹ اور اقراء ہے کسی ایک اسلامی تفسیر میں یہ نہیں کہ اس آیت کا حقیقی مصداق مسیح موعود یا مہدی ہوں گے بلکہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی مصداق بنص قرآن ہیں۔ اس کے ساتھ ہی عدالت مرزا صاحب کا یہ فیصلہ ملاحظہ فرمائیے کہ دو ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا، حوالہ ۱۲۰ چشمہ معرفت ایک حوالہ منصب امامت مٹھ نقل کیا ہے کہ ”قال اللہ تعالیٰ ہوالذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق، لیظہرہ علی الدین کلہ ظاہر است کہ ابتداء سے ظہور دین در زمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بوقوع آمدہ و اتمام آل از دست حضرت مہدی خواہد گردید“

اس میں کہیں اشارہ تک نہیں کہ اس آیت کے حقیقی مصداق مہدی ہوں گے بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ علیہ دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہو چکا اور یہ ختم نہیں ہوا بلکہ مذہب اسلام برابر ترقی کرتا رہے گا اور چارہ دانگ عالم میں اس کی اشاعت ہوتی رہے گی حتیٰ کہ جب تک دنیا ختم ہوگی اور اس امت کے آخری مبلغ امام مہدی ظاہر ہوں گے۔ تو چونکہ دنیا ختم ہے دین بھی ختم ہوگا اور جیسا کہ حدیث میں ہے جب تک روئے زمین پر کوئی ایک شخص بھی اللہ کے واسطے ہے قیامت نہ آئے گی جب تمام اہل غیر و اہل اسلام ختم ہو جائیں گے اور دنیا میں صرف اشرار باقی رہ جائیں گے اُن پر قیامت قائم ہوگی ملاحظہ ہو مشکوٰۃ کتاب السنن و اشرط اساتذہ۔

(خلاصہ جواب)

اس آیت کے حقیقی مصداق صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنص قرآنی ہیں۔ کسی نے بھی کسی اور کو اس آیت

کا مصداق قرار نہیں دیا بلکہ کسی غیر کو اس کا مصداق بنانا کفر اور نص قطعی کا انکار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی مدارج میں شرک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین توہین ہے۔ مرزا صاحب صرف اپنے حق میں اس آیت قرآنی کو قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہو اور مجھے بتلایا گیا ہے کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے جو اللہ عزوجل نے ارسل رسولہ بالہدای و دین الحق لیظہر کا علی الدین کذلک ابجا ز احمدی ص ۷۷ ماشاء اللہ خدا تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مصداق بنائے اور مرزا صرف تمنا آپ کو۔۔۔ مختار مدعا علیہ و دیگر اس کے ہم مذہب مرزا صاحب کو اس کا حقیقی مصداق بتاتے ہیں۔ لہذا مرزا صاحب اور ان کی امت کے کفر میں کسی شک کی ذرہ بھر گنجائش نہیں۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ میرے اصلی پوائنٹ کو نظر انداز کر کے مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں صرف غیر متعلق امور پر اکتفاء کیا۔ پس میرا یہ اعتراض بالکل لا جواب رہا جو مرزا صاحب کے کفر کے واسطے کافی و دوائی ہے۔

(۲)

”انا اعطینک الکوثر“

اس آیت کریمہ اور ان الفاظ کا مصداق جو بھی لیا جائے۔ بلا اختلاف اس کے مخاطب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

کسی اور کو اس لقب سے تو از نا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت ترین توہین ہے۔
اس آیت کی تفاسیر۔

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر)

(۱) عن انس انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتدرون ما الکوثر قلنا اللہ ورسولہ اعلم قال فانہ نہر وعدنی ربی ہر حوض ترد علیہ امتی یوم القیمۃ الحدیث۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں کوثر کا پتہ ہے کہ کیا چیز ہے عرض کی خدا اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے فرمایا وہ ایک نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے وہ ایک حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت وارد ہوگی۔

(۲) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَنَا اعطِیْتُكَ الْکُوثَرَ . فی الاحادیث الصحاح ہونہر فی الجنۃ علیہ خیر کثیر ترد علیہ امتی یوم القیمۃ انیۃ عدد الکواکب الخ ترجمہ: تحقیق دیا ہم نے تجھ کو کوثر۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ وہ ایک نہر جنت میں ہے جس میں غیر کثیر ہے جس پر

میری امت قیامت کے دن ایگی جس کے برتن ستاروں کے شمار میں ہیں۔
اس سے ثابت ہوا کہ حوض نہر خیر کثیر سب کا حاصل ایک ہی ہے۔
کیونکہ اس حوض نہر پر خیر کثیر فرماتے ہیں۔

ائمہ مفسرین کا فیصلہ

(۱) تمام مفسرین نے کوثر کا مصداق وہی حوض کوثر اور نہر کوثر قرار دیا ہے اور جنہوں نے کوثر سے خیر کثیر مراد لیا ہے وہ یا تو وہی خیر کثیر مراد لیتے ہیں جو حوض کوثر ہے یا دیگر خصوصیات نبویہ کو بھی شامل کرتے ہیں جیسے کہ کمالین میں خیر کثیر کی تفسیر کی ہے کہ من النبوة والقرآن والشفاعة ونحوها مبدء اعطيه النبي صلى الله عليه وسلم من الفضائل الدنيوية والاخرية۔ کہ خیر کثیر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوہ قرآن شفاعت وغیرہ وہ فضائل نبویہ اور اخرویہ مراد ہیں جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دئے گئے ہیں بہر حال اس آیت انا اعطيناك الكوثر سے خطاب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور میں خواہ بمعنی حوض کوثر ہو جیسا کہ متبادر اور احادیث اور تفسیر سے ثابت ہے۔ یا خیر کثیر کے معنی ہیں ہو۔ کیونکہ امام المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر میں یہی خصوصیات نبویہ میں قرار دیتے ہیں۔ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال الكوثر خير الذي اعطاه الله۔ کہ کوثر سے وہی خیر کثیر مراد ہے جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے بلکہ انشکرت غیر سے عطا فرمائی گئی تھی۔

پس جب کہ مرزا صاحب نے اسی آیت انا اعطيناك الكوثر سے اپنے آپ کو مخاطب اور مصداق مان لیا خواہ وہ پھر ازناویل ہو خصوصیت محمدیہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب امتیازی اور لقب خصوصی میں شرکت یقیناً ثابت ہو گئی ہو کھلا ہوا شرک فی الرسالة ہے اور جس کے بعد کسی طرح ایمان کلمہ کے جزو اخیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں ہو سکتا۔ اب مختار مدعا علیہ کی یہ تاویلات کہ مرزا صاحب نے کسی جگہ یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مجھے حوض کوثر دیا گیا بلکہ کثرت یا خیر کثیر مراد لی ہے الخیر نے سود اور لغویں۔ اعتراض کسی معنی خاص پر نہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ یہ خصوصی خطاب محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس میں کسی اور کی شرکت ایمانی کلمہ کے منافی ہے جس کا مختار مدعا علیہ نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ پس یہ دوسرا نمبر بھی لا جواب رہا۔

قول مختار مدعا علیہ

”یہ الہام براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے جب کہ آپ کو یہ مولوی سلمان بھتے تھے الخ، وہاں صرف آیات نقل کی ہیں کہ یہ اسلام کی حقانیت کے دلائل ہیں اس وقت دعویٰ نبوہ و رسالت تھا اس کا مصداق اپنے کو قرار دیا تھا۔ سلمان اس منطابق میں تھے کہ ان کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ رسالت محمدیہ کے دلائل ہیں مگر جب نبوت

سے مرزا صاحب نے پردہ اٹھایا اور اپنے کو محمد احمد رسول و نبی بنا کے ان کا مصداق قرار دیا تو نہ صرف علماء بلکہ تمام مسلمان و فرقہ اسلامیہ عرب و عجم کے ان کی تکفیر کرنے لگے۔ اور خود مولوی محمد حسین بٹالوی جنہیں مختار مدعا علیہ نے یہاں تائید آپیش کیا ہے تکفیر میں پیش پیش ہوئے۔ اور یہی وجوہات موجب تکفیر قرار دیں ملاحظہ ہوا شاعۃ السنتہ ج ۷ و ۸۔ «مرزا غلام احمد صاحب کا دینی زمانہ تالیف براہین احمدیہ کے پہلے آپ کی سوانح عمری کا یہ فیصلی علم نہیں رکھتا، مگر زمانہ تصنیف براہین سے جو بھروسہ ملنا دھوکا دینا آپ نے اختیار کر لیا ہے خصوصاً ۸۷ سے جب سے آپ نے الہامی بیٹا تولد ہونے کی پیشگوئی کی اور اس قسم کی اور پیشگوئیاں مشہر کی ہیں علی الخصوص ۸۸ سے جب سے آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ مشہر کیا ہے اس سے آپ کی کوئی تحریر کوئی تقریر کوئی خط کوئی تصنیف خالی نہیں ہے اس پر قیاس ہو سکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں خصوصاً امتحان مختاری میں غلط ہونے اور پھر عدالت میں ساہا سال اپنے مقدمات کرنے کے وقت آپ کا یہی حال رہا ہو گا۔ (اشاعت السنتہ ج ۷ و ۸)

(خلاصہ)

اعتراف صرف انا اعطینا لکھنؤ کے خطاب میں شرکت پر ہے۔ جب تک مرزا صاحب اس خطاب میں اپنے آپ کو شریک مانتے ہیں خواہ کوئی بھی معنی میں شرک بالرسالتہ رہینگے اور کلمہ توحید پر ایمان نصیب نہیں ہو سکے گا۔

کیونکہ اوپر دلائل سے ثابت ہو چکا کہ اس کا خطاب اور مصداق ہر مصلیٰ سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کوئی اور۔ مگر مرزا صاحب اس کا مصداق صرف تنہا اپنے آپ کو بتاتے ہیں ملاحظہ ہوا مجازا حمدی مٹ کہ تو ہی اس آیت کا مصداق ہے پس علاوہ شرک کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق ہونے سے انکار ہے جو خلافت نص قرآن اور صریح کفر ہے۔

(۳)

عسیٰ ان یبعثک ربک مقامًا محمودًا

قول مختار مدعا علیہ و مختار مدعیہ نے اس الہام سے بھی عدالت کو یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ گویا مسیح موعود نے اس آیت قرآنی کا اپنے آپ کو مصداق ٹھہرایا ہے حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے مختار مدعیہ نے واقع البلاء مل کا حوالہ دیا ہے اور ص ۱۰ پر جو اس کا ترجمہ درج ہے وہ دانستہ نظر انداز کیا ہے جس پر درحقیقت کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ اور وہ یہ ہے وہ وقت قریب ہے کہ میں ایسے مقام پر پہنچے کھڑا کروں گا کہ دنیا تیری حمد و ثنا کرے گی مرزا صاحب نے یہ معنی لکھے ہیں «اس میں بھی حسب عادۃ پہلو بدلی کر جواب دینا چاہا ہے یہاں بھی معنی اور مطالب میں بحث و اختلاف نہیں بلکہ بحث صرف اس قدر ہے کہ یہ خطاب عسیٰ ان یبعثک ربک مقامًا محمودًا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو ہے اور اہل عربی بحث میں بیٹ لگ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات، کے تحت میں مفصل گزر چکا کہ یہ خصوصی خطاب آیتہ مذکورہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے اس میں کوئی نجی و دلی شریک نہیں قرآن پاک کا سیاق و سباق بھی اس تخصیص کو ثابت کرتا ہے۔ امامیث بخاری و مسلم و دیگر صحاح اس کی شہادت میں پیش کر چکا ہوں کہ اس آیتہ کے مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور یہ مقام موعود صرف ایک ہی شخص کو ملے گا کوئی دوسرا حقار و شریک و سہم نہیں۔ اور وہ صرف ذات گرامی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ امامیث نیز تفاسیر میں اس کی وجہ تسمیہ بھی مذکور ہے کہ جب آپ باری تعالیٰ کی دائیں جانب کھڑے ہو کر شفاعت کیلئے فرمائینگے جس سے تمام انبیاء سابقین انکار اور نفی نفی کہہ چکے ہوں گے اس وقت آپ اس مقام شفاعت پر کھڑے ہوں گے اسے مقام محمود کہتے ہیں اور تمام اولین و آخرین آپ کی حمد کریں گے اور یہی مراد وعدہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً سے ہے مرزا صاحب نے اس خصوصی مقام محمود اور اس آیت کے خطاب میں اپنے آپ کو بھی شامل کیا ہے جو کھلا ہوا شرک فی الرسالۃ اور توہین سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اور منافی کلمہ توحید خصوصاً اس جزو ثانی، محمد رسول اللہ کے ہے۔

مرزا صاحب نے بعینہ یہ آیتہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً اپنے آپ پر چسپاں کی ہے جو ان کے شرک فی الرسالۃ ہو نیکو کافی ہے، مختار مدعا علیہ اس کا ترجمہ خود مرزا صاحب کا اسی اجماعاً احمدی مثلاً سے یہ نقل کر رہا ہے ”کہ میں ایسے مقام پر تجھے کھڑا کروں گا کہ دنیا تیری ثنا کرے گی یہ بعینہ ترجمہ اسی آیتہ کا ہے خواہ مقام محمود کا لفظ نقل کیجئے کہ کیسے کہ ایسے مقام پر کھڑا کروں گا کہ دنیا تیری حمد و ثنا کرے گی“ ایک ہی بات ہے۔ بہر حال اس ترجمہ کو ایتہ کافی نہیں۔ مرزا صاحب کی دنیا میں سوائے ان کے متعلق تمام دنیا نے تعریف نہ کی یوں ہی تو دنیا میں کسی نجی حق کی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام دنیا نے حمد و ثنا نہ کی بہر حال آخرۃ ہی کی حمد و ثنا مراد ہے اور وہی شفاعت کیلئے کے وقت ہے جب کہ آپ اس مقام شفاعت پر قائم ہوں گے اور تمام دنیا اولین و آخرین ہر دروازہ سے باہر ہوں گے اس دروازہ پر آئیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجائے نفسی نفسی کے انا لہا انا لہا کہ ہاں میں اس کے واسطے ہوں اور یہی موعود مقام محمود ہے کہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً جس میں کوئی بڑا سے بڑا نجی و دلی مقرب فرشتہ شریک نہیں ہوئے۔ مرزا صاحب کے سوا کسی نے یہ آیتہ کسی طرح اپنے یا کسی اور پر چسپاں کی ہو یا اسے چسپاں کرنا جائز رکھا ہو۔ یس یہ اعتراض بھی بالکل لااجواب رہا اور جو کچھ بھی مختار مدعا علیہ نے اس کے تحت لکھا یا کہا سب بہلول سے غیر متعلق۔

(دو غیر متعلق وغیر مسلم حوالے اور ان کی حقیقت)

اس سلسلہ میں مختار مدعا خبیہ نے دو غیر مسلم حوالے نقل کئے ہیں۔

پہلا حوالہ شرح قصص الحکم کا۔

مختار مدعا علیہ دو گواہان مدعیہ کے مسلم پیشوا شیخ عبدالرزاق قاشانی نے مہدی موعود کے لئے بھی مقام محمود تجویز کیا ہے چنانچہ شرع فصوص الحکم میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”فذلک المقام المحمود کہ مہدی کے لئے مقام محمود ہے شرع فصوص الحکم مطبوعہ ۱۳۵۲ء“

بہلا جھوٹ مختار مدعا علیہ کا یہ ملاحظہ فرمائیے کہ عبدالرزاق قاشانی کو مختار مدعا علیہ دو گواہان مدعیہ کا مسلم پیشوا بتایا ہے حالانکہ عدالت میں ریکارڈ موجود ہے کسی ایک گواہ سے ان کے مسلم یا غیر مسلم ہونے کا سوال نہیں ہوا خاص مفید جھوٹ عدالت کو معطلہ دینے کے واسطے نسبت کیا گیا مختار مدعا علیہ مسلم بنانا جو ویش اسول پر محض لغو ہے اور مختار مدعا علیہ برابر اسے غیر مسلم بتاتا رہا یہ بھی بہتان عظیم ہے۔

علاوہ غیر مسلم اور اس شرح کے غیر معتبر ہونے کے یہ نوالہ غیر متعلق ہے کیونکہ صرف القلم مقام محمود یعنی قابل ستائش مرتبہ ما بہ الشرائع نہیں بلکہ آیتہ کریمہ علیٰ ان یبعثک دیک مقاماً محموداً کے خطاب اور اس کے اپنے یا کسی اور پر چسپال کرنے میں گفتگو ہے یہاں اس کا تذکرہ ننگ نہیں یہاں صرف اس قدر ہے کہ مہدی قابل تعریف خدمت انجام دینگے پس ان کے لئے قابل تعریف مرتبہ ہو گا یہ اور جزو ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی خطاب علیٰ ان یبعثک دیک مقاماً محموداً میں اپنے آپ کو شریک کرتا اور اپنے اوپر اسے چسپال کرتا دوسری چیز ہے اور مرزا صاحب اس پچھلے جرم کے مرتکب ہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری ہتک ہے۔

(دوسرا نوالہ بدیع مجددیہ صفحہ ۷۷ کا ہے کہ)

”وہو المقام المحمود الذی لا یشترکہ فیہ من الادیاء والمرسل الا اولیاء امتہ“
اور مقام محمود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء اور رسولوں سے کوئی شریک اور وارث نہیں مگر وہ اولیاء جو آپ کی امت سے ہوں الخ

الجواب

(۱) اولاً یہ کتاب غیر مسلم ہے ناقابل اعتبار ہے۔

(۲) جرم کے وقت باوجود بار بار سوال کے یہ کتاب پیش کر سکے نہ مصنف کا نام و مسلک۔

(۳) اس میں یہ بتایا کہ کوئی نبی اور رسول مقام محمود میں شریک نہیں سوائے دلی کے اور مرزا صاحب مدعی نبوت و رسالت ہیں۔ پس یا وہ نبی و رسول نہیں یہ دعویٰ محض جھوٹ و افتراء ہے یا مقام محمود میں شریک نہیں۔ اس شرکت کا ادعا بہتان عظیم ہے جس سے بڑھ کر نفس قرآن و نبیین کوئی گنہگار نہیں ہو سکتا۔ ومن اظلم ممن اختری علی اللہ کذبا قرآن حکیم مفتی علی اللہ سے بڑھ کر کوئی ظالم و کافر نہیں ہو سکتا۔

(۴) اس بدریہ مجددیہ کی عبارت میں جو اولیاء اُمت کو مقام محمود میں وارث بتایا ہے اُس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اولیاء اس مقام پر قائم یا اُس میں داخل ہو جاتے ہیں بلکہ وہ بطورے سیر اُن پر منکشف ہوتے ہیں جیسے شاہی دربار کی کسی کو سیر کرائی جائے اور بتایا جائے کہ یہ شہنشاہ معظم کا مقام ہے۔ یہ وزیر اعظم کا یہ وائسیرائے کا یہ خواص و مغربین شاہی کا اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ دیکھنے اور سیر کرنے والا اُس مقام پر قائم ہو گیا بلکہ صرف اس کا مشاہدہ کیا۔
(ایک اصولی ضابطہ)

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اولیاء اللہ انبیاء و کرام کے وارث ہوتے ہیں مگر نبوت اور ہر وہ شے جو مقامات نبوت سے متعلق ہو اس کی وارثت صرف اُن کا ملکی مشاہدہ ہے نہ ان میں دخول اور اُس پر قائم ہونا بلکہ مقامات نبوت کو وہ ایسے دیکھتے ہیں جیسے کوئی سمندر کے پانی میں ستاروں کا نظارہ کرے بلا واسطہ اصلی نظارہ بھی محال ہے باریزید بطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سوئی کے سرے کے برابر مقام نبوت کو دیکھا تھا کہ جلنے کے قریب ہو گئے۔
اس ضابطہ کا والد فریقین کے مسلم بزرگ شیخ عبدالوہاب شعرانی و محی الدین ابن عربی رحمہما اللہ تعالیٰ کی کتاب سے پیش کرتا ہوں، ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ص ۱۴۳

(۱) لا ذوق لنا فی مقام الانبیاء حتی نتکلم علیہ وانما نراہ کما تروی الذجوہ فی السماء
کما سیاق بسطہ فی مبحث الولایۃ۔ (ریواقیت ص ۱۹)
یعنی ہمیں نبیوں کے مقامات سے کوئی ذوق نہیں کہ اُن پر بحث بھی کر سکیں ہم تو انہیں صرف اسطور پر دیکھ سکتے ہیں جس طرح تم لوگ پانی میں ستاروں کا نظارہ کرتے ہو۔

”والہ (۲) وقال فی شرحہ لترجمان الاشواق اعلم ان مقام النبی ممنوع لنا دخولہ
وعنا یت معرفتہ من طریق الارث النظر الیہ کما ینظر من هو فی اسفل الجنة
الی من هو فی اعلیٰ علیین او کما ینظر اهل الارض الی الکواکب السماء وقد بلغنا
عن الشیخ ابی یزید انه فتح له من مقام النبوة قدر جزعرا بدة تعجلیا لا دخولا تکاد
ان یحرق (ریواقیت مبحث ۴۲ ص ۴۲)“

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی سید الصوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ اپنی شرح ترجمان الاشواق میں ارقام فرماتے ہیں کہ
جان لو کہ مقامات انبیاء میں ہمارا داخلہ بند ہے ہماری انتہائی پرواز و معرفت و ارثت کے طور پر صرف اس قدر ہے کہ انہیں
اسطور پر دیکھ سکیں جیسے کہ سب سے نیچے درجہ کا یعنی اعلیٰ علیین کو یا باشندگان زمین آسمانی ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ ہمیں
خبر ملی کہ باریزید بطنی رحمۃ اللہ علیہ پر تجلی کے طور پر سوئی کے سرے کے برابر نبوت کے مقامات سے انکشاف ہوا تھا
باوجودیکہ دخول نہ تھا پھر بھی جلنے کے قریب ہو گئے تھے (ریواقیت والخواہر مبحث ۴۸)

اس سے مندرجہ ذیل امور مسلمہ ثابت ہوئے۔

- (۱) کوئی دلی باوجود رفعت شان کے مقامات انبیاء تک نہیں پہنچ سکتا۔
- (۲) وراثت صرف یہ ممکن ہے کہ اتنے فاصلہ سے نظارہ کرے جیسے نیچے کا چشمی اعلیٰ علیین کا یا زمین کا باشندہ آسمانی ستاروں کا
- (۳) دخول تو درکنار یہ نظارہ بھی انتہائی پرواز ہے جس کی تاب بازیزید بسطای رحم بھی باوجود اس بلالت شان کے نہ لاسکے مالاکنہ نظارہ صرف موٹی کے سرے کے برابر تھا۔

(نتیجہ)

مقام محمود بھی مقامات انبیاء بلکہ فخر الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی مقامات سے ہے۔ پس اگر کوئی دلی اس سے وراثتاً حصہ پاسکتا ہے تو صرف اس قدر کہ اس کی انتہائی پرواز یہ ہوگی کہ اُس کا یوں نظارہ کرے جس طرح زمین والے آسمانی ستاروں کو دیکھتے ہیں اس میں دخول اور اس پر فائز ہونا محال قطعی ہے اور مرزا صاحب نے اپنے پرآیتہ علمی ان یبعثک دینک مقاماً محموداً چسپاں کر کے مریخ کفر اور شرک فی الرسالة کیا ہے جس کے بعد کلمہ توحید پر ایمان نصیب ہی نہیں ہو سکتا۔

بہر حال یہ حوالہ باوجود غیر مسلم ہونے کے صرف اصطلاح مونیاع سے ناواقف پر مبنی تھا۔ اور یہ اعتراض بھی سابقہ اعتراضات کی طرح بالکل لاجواب ہے۔

(۴)

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین

مختار مدعا علیہ نے یہاں بھی دانتہ اعتراضی پہلو سگریز کر کے غیر متعلق جواب دیا اور اپنے اس طرز سے اس کے لاجواب ہونے کو بھی تسلیم کر لیا۔

بحث نہ فقط رحمة للعالمین میں ہے نہ رحمة اللہ، رحمتہ عالم میں بلکہ اس آیت کریمہ وما ارسلناک الا رحمة للعالمین کے خطاب اور مصداق میں ہے۔ کہ یہ بعینہ آیت کسی اور پر چسپاں ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اور ہم نے اہل بحث میں قرآن پاک کے سیاق و سباق نیز دیگر عقلی و نقلی دلائل سے یہ امر اچھی طرح سے واضح کر دیا ہے کہ وما ارسلناک الا رحمة للعالمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خطاب اور اخص ترین مقام میں اس میں کوئی نجی و دلی و رسولی و قطب آپ کا شریک و مستقیم نہیں نہ آج تک تیرہ سو سال میں کسی نے اس آیت کریمہ کو سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نجی یا دلی یا اپنے پر چسپاں کیا جو بھی اس خصوصی خطاب میں اپنے آپ یا کسی کو شریک مانے یا اُس پر اس آیت کو چسپاں کرے وہ شرک فی الرسالة ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھک کہ نبو الا اور ان کے ناموس پاک پر حملہ کرنا بلا ہے کہ ایمان گئی طرح محمد رسول اللہ پر نہیں ہو سکتا اور مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی وغیرہ پر وما ارسلناک الا رحمة للعالمین کا خطاب اپنے کو بنلکے

یہ آیت کریمہ اپنے اوپر چسپاں کی ہے۔ لہذا ان کا ایمان کبھی کبھار توحید کے دوسرے حصہ پر نہیں ہو سکتا جیسا کہ دلائل سے ثابت ہو چکا کہ پہلے حصہ پر بھی ان کا ایمان نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی تفصیل مرزا صاحب کو بھی ستم ہے لکھتے ہیں کہ ”پھر دوسری جگہ کہا وما ارسلناک الا رحمة للعالمین یعنی ہم نے کسی خاص قوم کے لیے رحمت نہیں بھیجا بلکہ اس لیے بھیجا ہے کہ تمام جہان پر رحمت کی جائے پس جیسا کہ خدا تمام جہان کا خدا ہے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے لیے رسول ہیں اور تمام دنیا کے لیے رحمت ہیں اور آپ کی ہمدردی تمام دنیا کے ساتھ ہے نہ کسی خاص قوم سے وضمن ملحقہ بہ غیر معرفت ملا) مختار مدعا علیہ نے بھی اسے اولاً نقل کیا ہے اور گویا تخصیص مان لی ہے مگر تاویل یہ کرتا ہے کہ ”مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح موعود اور ہمدی مسعود ہونے کا ہے اور پہلے علماء اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہمدی بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح رحمت للعالمین ہوگا۔“

اس کے ثبوت میں بجائے کسی ستم حوالے کے دوسرے غیر ستم حوالے پیش کئے ہیں۔ پہلا حوالہ اشاعت لاشرط الساعة کا فالہمدی رحمة الله كما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الله تعالى وما ارسلناك الا رحمة للعالمين و الہمدی یقتضوا ان لا یخطی فلا یدان ینکون رحمة یعنی ہمدی خدا تعالیٰ کی رحمت ہے جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی رحمت تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور ہمدی آنحضرت کے نقش قدم پر چلے گا۔“

الجواب

(۱) اولاً یہ سید محمد شریف کوئی ستم عالم نہیں نہ ان کی کتاب مسلمات فریقین سے ہے۔ (۲) یہ ان کی ذاتی رائے ہے جس کے ثبوت میں نہ کوئی آیت قرآنی ہے نہ حدیث نہ کسی امام کا قول نہ کسی بزرگ کا ارشاد نہ کسی فقیہ یا متکلم و محدث و مفسر کا ارشاد اور ان کی رائے ہم پر یا کسی مسلمان پر حجت نہیں۔ (۳) یہ مایہ النزع سے غیر متعلق ہے ہمدی کا اللہ کی رحمت ہونے کا اس میں ذکر ہے اللہ کی رحمت ہونا اور شے ہے اور وما ارسلناک الا رحمة للعالمین کا مخاطب ہونا اور اس آیت کو چسپاں کرنا اور چیز سے اللہ کے تمام نیک بندے انبیاء اولیاء صلحاء صلب دنیا پر اللہ کی رحمت ہیں۔ جیسے جھوٹے مدیان نبوت اور بدکار اور دشمنان خدا دنیا کے لیے اللہ کی لعنت اور عذاب ہیں۔

مگر وما ارسلناک الا رحمة للعالمین کے یہ منہ ہیں کہ ہم نے آپ کو رسول بنا کر نہیں بھیجا مگر تمام عالموں کی رحمت کے لیے یعنی آپ صرف رحمت ہی ہیں اور سر تا پا رحمت بخلاف انبیاء و صل سابقین کے کہ وہ متبعین اور اجماع کے لیے رحمت تھے نہ مخالفین و اعداء کے واسطے کیونکہ ان کا تختہ الٹا جاتا تھا زمین میں و صنائے جاتے تھے مورتیں مسخ کر کے خنزیر بنادینا جاتے تھے پتھر برسائے جاتے تھے طوفان سے انہیں مٹھ مٹھتی سے نیست و نابود کیا جاتا تھا مگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طفرہ اُتیا نہ ہے کہ دنیا میں قدم رکھا اور یہ تمام عذاب اور عالم گیر عقوبتیں آپ کی رحمت کے

کرشمیں بند کر دی گئیں۔ دنیوی عذاب سے آپ کے اصحاب بھی مامون رہے اور اعداء البرجل والبولہب وغیرہ بھی اور نبیوں میں رحمت کی بھی شان تھی۔ اور عقوبت و عذاب کی بھی۔ مگر یہاں دنیوی لحاظ سے صرف رحمت ہی رحمت ہے اسی لیے اور کسی نبی کو یہ خطاب عطا نہ ہوا۔ بلکہ صرف مدنی تا جدار سید الارسل علیہ السلام کو خطاب ہوا کہ دما ارسلناک الا رحمتہ للعالمین پس یہ وہ مخصوص نقیب ہے جس کی تخصیص کسی دلیل کی محتاج نہیں۔ مسلمان کا پچھ پچھ واقعہ ہے کہ دما ارسلناک الا رحمتہ للعالمین صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا شرکت غیر کے امتیازی نقیب ہے جس نقیب کو نہ آدم ماحصل کر سکے نہ نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام نہ اولیاء اللہ بطور وراثت پاسکیں اُسے مرزا غلام احمد اپنے لیے استعمال کر رہے ہیں یہ ضروری کیا تھا جتنے باغیان دیکھا کئے اشیاء نشانہ ہا ہم بے زباں دیکھا کئے

یا لیتنی مت قبل هذا و کنت نسياً منسياً

دوسرا حوالہ فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲ ص ۱۲۔

دو لفظ رحمتہ للعالمین مفتاحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر انبیاء و اولیاء و دیگر علماء و مہتممین بھی موجب رحمتہ عالم کہتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہذا ایک دوسرے کے لیے اس لفظ کو بتاویل بولا جائے تو جائز ہے (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۳)

الجواب

(۱) مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا بعض گواہوں کے سلسلہ اکابر میں ہونا اور بات ہے اور ان کی طرف منسوب شدہ ہر کتاب کے ہر جزو کا مسلم ہونا اور بات۔

(۲) فتاویٰ رشیدیہ نہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے نہ ان کے زمانہ میں جمع کی گئی نہ انہوں نے نظر ثانی کی۔

(۳) فتاویٰ رشیدیہ میں کچھ فتاویٰ ہیں جن میں اکثر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور بہت سے دوسروں کے بھی پچانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بھی ان میں فتاویٰ ہیں اور مولوی لطف اللہ صاحب کے بھی۔

(۴) ان کو جمع کر کے اولاً ایک غیر منقولہ عزیز الدین مراد آبادی نے شائع کر لیا ہے اور غیر منقولہ کو حضرت سے خصوصاً عناد تھا۔

(۵) اُن پر کسی معتبر عالم نے نظر ثانی بھی نہیں کی نہ کوئی تصدیق و توثیق۔

(۶) ان میں اکثر فتاویٰ کے متعلق اکابر علماء دیوبند برابر فرماتے رہے ہیں کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں بلکہ غلط اُن کی طرف منسوب ہیں۔

(۷) القاسم الرشیدیہ وغیرہ میں اس کے کل فتاویٰ نہ معتبر ہونے کا نوٹ بھی لی سکتا ہے۔

(۸) مولانا تصانیف کثیرہ کے مصنف ہیں نیز ان کی احادیث کی کتابیں بھی چھپ چکی ہیں ان کی کسی تحریر تصنیف یا تلامذہ و اصحاب کے نقل میں یہ مسئلہ موجود نہیں بلکہ اس کے خلاف نقلیں موجود ہیں۔

(۹) مختار مدعا علیہ نے اس عبارت کے نقل کرتے ہوئے دیدہ و دانستہ خیانت کی اور اس کے اوپر لفظ الجواب تضاف کر دیا تاکہ اس کا قبل سے رابطہ معلوم ہو سکے۔

(۱۰) یہ دراصل ایک مستفی کے استفتاء کا جواب ہے جسے خیانت مختار مدعا علیہ نے نقل کیا حالانکہ تمام فتاویٰ مستفی کے سوال استفتاء کے تابع اور اس کی روشنی میں لکھے اور دیکھے جاتے ہیں۔

(۱۱) میں اوپر عرض کر آیا ہوں کہ یہاں گفتگو رحمة للعالمین لفظ رحمة عالم وغیرہ میں نہیں بلکہ مسلم ہے کہ تمام انبیاء اولیاء بلکہ صلحاء امت موجب رحمة عالم ہیں بلکہ بحث یہ ہے کہ یہ مخصوص خطاب اور یہ خاص آیت وما ارسلناک الا رحمة للعالمین کسی اور پر چسپاں ہو سکتی ہے یا نہیں اس کا یہاں کوئی تذکرہ نہیں لہذا یہ اس نکتہ سے غیر متعلق ہے۔

(۱۲) یہ فتوے بھی نظر غائر سے دیکھا جائے تو ہمارے دعوٰی کی تائید ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمة عالم ہونے میں سب سے اعلیٰ اور تمام انبیاء و اولیاء کو آپ سے ادنیٰ فرما رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ اعلیٰ کا خطاب اور خصوصی لقب ادنیٰ کو نہیں دیا جاسکتا وما ارسلناک الا رحمة للعالمین کا خطاب سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔

(۱۳) آیت میں تو خطاب خاص ہے ہی ”لفظ رحمة للعالمین“ بھی دراصل کسی کے لیے تجویز نہیں فرماتے ہیں بلکہ یوں فرما رہے ہیں ”کہ اگر دوسرے کے لیے بتا دیں تو لایا جائے تو جائز ہے“ بلا تاویل اصلی استعمال اس کا بھی جائز نہیں۔ تاویل کا لفظ بتا رہا ہے کہ اس لفظ کا استعمال بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے واسطے اعتیاد کے سخت خلاف ہے۔

(۱۴) اس میں تصریح لفظ رحمة للعالمین ”دوسرے کے لیے اس لفظ“، بار بار اس مصنف کے لفظ کو دہرانا بھی بتا رہا ہے کہ اس کے اصلی معنی یا آیت کریمہ وما ارسلناک الا رحمة للعالمین کو حضرت مولانا بھی مخصوص خطاب تسلیم فرما رہے ہیں ورنہ بار بار لفظ کا اجمالاً دہرنا فرماتے اور ہماری گفتگو صرف آیت وما ارسلناک الا رحمة للعالمین کے خطاب اور اس کے کسی پر بلفظہ چسپاں کرتے ہیں ہے جس کی آدم علیہ السلام سے آج تک سوائے مرزا صاحب کے کسی مسلمان کے کلام میں ایک نظیر نہیں گویا اس پر ایک قسم کا اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ یہ مخصوص خطاب وما ارسلناک الا رحمة للعالمین صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور یہ آیت کسی پر چسپاں کرنا شرک فی اللہ رسالت منافی کلمہ توحید موجب تنقیص شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے بعد مرزا صاحب کے کفر میں ذرہ برابر شبہ نہیں ہو سکتا مذکورہ بالا تقریر سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ ہمارا یہ اعتراض بھی بالکل لا جواب ہے اور یہ دونوں حوالے علاوہ اس قدر

شبہات اور قطعی نہ ہونیکے بالکل غیر متعلق ہیں اور مختار مدعا علیہ نے دانتہ اعتراضی پہلو بچا کر جواب دیا ہے جس میں دراصل اس کے لابو ابی کا بزبان عالی اقرار ہے قلنا الحمد۔

نوٹ! یہ بھی واضح ہو چکا کہ کوئی بھی ترجمہ اور تاویل ہو اس آیت کا کسی غیر پر چسپاں کرنا ہی شرک فی الرسالہ اور موجب تنقیص شان سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ خصوصی القاب و خطابات کسی غیر کے واسطے بلفظ استعمال کرنا کو کسی معنی میں بول جرم قرار دیا جاتا ہے اور کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ (۵۱)

قل ان کنتمہ تعبدون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ جو کام مشرکین مکہ اور کسی بدترین یہودی اور آریہ نے نہیں کہا اس پر چودھویں صدی کے مدعی نبوت نے کرباندھ رکھی ہے اور خدا جانے ہمارے اہل و موافق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے مرزا صاحب کو دیرینہ عداوت ہے آپ کا کوئی بھی خصوصی کمال نہیں پھوٹتے۔

جس پر بے باکی سے حملہ نہ کریں کون دنیا میں وہ مسلمان ہے جو اس سے واقف نہیں کہ محبوبیت خداوندی حاصل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ہے اور اسلام کا بچہ پیچہ واقف ہے کہ ”قل ان کنتمہ تعبدون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی خطاب ہے اس سے بھی اور کسی کو نہیں نواز گیا اس کو اپنے یا کسی اور پر چسپاں کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری کرنا اور موجب تنقیص و شرک فی الرسالہ منافی کلمہ توحید ہے جس کے بعد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ناممکن ہے۔

قرآن پاک کی یہ آیت اور یہ خطاب باقیل و ما بعد سے تلاوت فرمادیں نص قطعی سے اس خطاب کی تخصیص سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہے مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ”مختار مدعیہ کے اس الہام پر اعتراض کا بھی یہی جواب ہے کہ قرآن مجید میں اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں لیکن اس الہام میں موجود زمانہ کے لوگوں کو خطاب ہے کہ وہ آپ کی پیروی کریں اللہ تعالیٰ غص اور پھر عذر بلکہ عذر گناہ بدتر از گنہ ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ نزول قرآن کے زمانہ میں تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھا مگر مرزا کے الہامی زمانہ میں مخصوص نہ رہا لہٰذا حول ولاقوۃ الا بالانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا موجب محبوبیت الہی ہونا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قیامت تک ہے۔

یہ آیت کریمہ قرآن مجید میں ہو یا الہام میں کسی اور پر چسپاں ہو ہی نہیں سکتی، اور کیا کوئی الہام قرآن کے خلاف ہو سکتا ہے۔ مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ قرآن میں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے مگر یہ ہی بعینہ الہام میں اس کے خلاف مرزا صاحب کے لیے ہے۔ دراصل اس کا اقرار ہے کہ مرزا صاحب کے الہام الہی الہام ہیں کیونکہ فریقین کے مسلمہ بزرگ سید الطائفہ شیخ اکبر اور علامہ عبد الوہاب عثماني رحمہما اللہ کبریت احمد فی علوم الشیخ الاکبر کے ص ۱۱۹ پر اسے تفصیل سے بیان کیا ہے بلکہ الہام و کشف شریعت ظاہرہ یا نفس کے مقابل کفر اور تبلیس شیطانی فرمایا ہے اور ایسے شخص کو آخرین اعمال میں شمار کیا ہے۔

بہر حال یہ مخصوص خطاب اور یہ آیت کسی پر کسی طرح چسپاں ہونا جائز نہیں نہ حضرت آدم ؑ سے آج تک کسی

(۳) اس جواب کا مکمل بھی وہی ہے جو مختار مدعا علیہ کا جس کا مفصل جواب عرض کر چکا ہوں پھر حیب کہ اس آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب میں مان لیا تو تخصیص تو ثابت ہی ہو گئی اس کے بعد کسی طرح کسی پر چسپاں کرنا اس تخصیص کو باطل اور شرک فی الرسالہ کرنا ہے بلکہ شان مجربیت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھٹانا ہے جو سوائے مرزا صاحب اور مرزا یوں کے کسی کاشیوہ اور مجرب متفقہ نہیں۔

(۴) اس حوالہ میں بھی کسی آیت یا حدیث و تفسیر و فقہ کسی صحابی امام بزرگ عالم کے قول سے اس کا ثبوت نہیں کہ یہ آیت کسی اور پر چسپاں ہو سکتی ہے یا بیگنی ہے بلکہ حیب تک وہ مرزا کے معتقد مرزائی تھے مرزا یوں کی طرح تاویل میں کرتے تھے جب اللہ نے تو بہ در بوع کی توفیق دی تو جس قدر تردید و تکفیر کی ہے وہ دنیا پر واضح ہے مولوی صاحب مومن کے اس رسالہ اشاعت السنۃ کے اگلے فائل ملاحظہ فرمادیں۔ مرزا ایت کی جڑیں ہلا دی ہیں اور مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے محل و فریب اشکا لاکر نہیں کوئی حقیقت نہیں پھر طائفہ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۸۵ تا ۱۸۷ ملاحظہ دین اسلام و ادیان سابقہ کے علاوہ مجرب و مرزا اور دھوکا دینا آپ کا ایسا وصف لازم بن گیا ہے کہ گویا وہ آپ کی کمرشت کا ایک جزو ہے زمانہ تالیف براہین احمدیہ کے پہلے آپ کی سوانح عمری کا میں تفصیلی علم نہیں رکھتا مگر زمانہ تصنیف براہین سے جو مجرب و مرزا دھوکا دینا آپ اختیار کیا ہے خصوصاً ۱۸۵۸ء سے جب سے آپ نے الہامی بیانا کو لے ہونے کی بیگنی کی اور اس قسم کی اور پیش گوئیاں شہر کی ہیں غلط مخصوص سنہ سے جب سے آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ شہر کیا ہے اس سے آپ کی کوئی تحریر کوئی تقریر کوئی خط کوئی تصنیف عالی نہیں اس پر قیاس ہو سکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں خصوصاً امتحان غنائی میں قیل ہونے اور پھر عدالت میں ساہا سال اپنے مقدمات کرنے کے وقت آپ کا یہی حال رہا ہو گا ارشاد اللہ

قول مختار مدعا علیہ ”اور اس الہام میں مولویوں کی تکفیر کا رد بھی ہے چنانچہ مرزا صاحب نشان آسمانی بلکہ وہ اس الہام کو ذکر کر کے کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف مولوی لوگ فتویٰ لکھ رہے ہیں کہ اس شخص کی ہم عقیدگی اور پیروی سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف خدا تعالیٰ اپنے اس الہام پر متواتر زور دے رہا ہے یعنی مخالفین کو اس الہام میں جو اب دیا گیا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق و صادق ہے اور اس کا شیدائی ہے اس لیے اس کی پیروی اور اس کی تقلید انسان کو خدا کا محبوب بنا دیتی ہے۔“

مولویوں کا رد نہیں بلکہ ان کی تائید ہے کیونکہ مرزا صاحب کے ذخیرہ کفریات میں اس سے ایک عدد کا اضافہ ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اچھے الفاظ استعمال کرنا محض مرزا صاحب کا دھیل اور فریب ہے ورنہ وہ اپنے عقیدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر خصوصیت میں ہمسرا و شریک و پیغمبر سمجھتے ہیں اور برابر متبک و توہین میں سرگرم رہتے ہیں ان کے نمائندگی ایمان و اسلام کو کوئی اعتبار نہیں۔ دراصل جیسا کہ دلائل سے ثابت ہو چکا مرزا صاحب اور مرزا یوں کا ایمان نہ لالا لا اللہ پر ہے نہ محمد رسول اللہ پر نہ ایمان محمل پر نہ مفصل پر۔ مرزا صاحب کی تقلید انسان

کو خدا اور رسول کا دشمن اور شیطان بعین کا دوست بنائی ہے جیسا کہ سفعل گذرا اور آگے آ رہا ہے۔

(خلاصہ)

مخصوص اعتراض پہلو کہ یہ آیت کسی پر چسپاں نہیں ہو سکتی اور اس خطاب میں مشارکت شرک فہ الرسالہ ہے مختار مدعا علیہ بالکل دانستہ نظر انداز کر گیا اور اس کی ایک تفسیر سلم وغیر سلم نہ لاسکا لہذا یہ اعتراض بھی بالکل لاجواب رہا۔

(۶)

وما دمیت اذ دمیت ولكن الله دحی

یہاں بھی مختار مدعا علیہ دیکھ کر کہ اس کا بھی وہی جواب ہے جو مابقی کا اعتراض پہلو سے کرنا کیا بحث صرف اس قدر ہے کہ یہ خصوصی خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیازی طرزئے افتخار ہے اس کا کسی اور پر چسپاں کرنا موجب تنگ و تنقیص شان گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور شرک فہ الرسالہ کی یہ بھی ایک قسم ہے جس کے بعد کلمہ توحید پر ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔

اس خطاب کو آدم سے آج تک نبی صحابی ولی امام بزرگ نے اپنے یا کسی کے لیے استعمال کرنا یا اُسے چسپاں کر کے جائز نہ سمجھا۔ مختار مدعا علیہ بھی اس کی ایک نظیر بھی کسی غیر مسلم کتاب کی بھی پیش کر سکا بلکہ اس کی خصوصیت کا اعتراف مرزا صاحب کے الفاظ میں کر گیا کہ

”وہمارے سید و مولا سید المرسل حضرت قائم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ایک سنگریزوں کی مٹھی کفار پر پھلائی اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے پھلائی مگر اس مٹھی نے قدرتی طاقت دکھلائی اور مخالفت کی فوج پر ایسا عداوتی عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی ان میں سے ایسا نہ رہا، کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہونچا ہو اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے۔ اور ایسی سراسیمگی اور پریشانی ان میں پیدا ہو گئی کہ مدہوشوں کی طرح جھگانا شروع کیا اس سجزہ کی طرف اللہ جل شانہ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے وما دمیت اذ دمیت الخ یعنی جب تو نے اس مٹھی کو پھینکا وہ تو نے نہیں پھینکا بلکہ خدا تعالیٰ نے پھینکا یعنی در پردہ طاقت الہی کام کر گئی انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا، لہذا یہ اعتراض بھی بالکل بے لوث جواب ہے کیونکہ ہمارا اعتراض جیسا کہ ابھی ذکر کیا صرف خطاب میں مشارکت

اور اس آیت کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر چسپاں کرنے کا تھا جس کا جواب بن پڑا اور مختار مدعا علیہ نے پہلو بچا کر استدلال ہی خطبہ کر دیا کہ ”یہ اعتراض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کو اپنی طرف منسوب کر لیا بالکل غلط اور محض بہتان ہے،“ یقیناً بہتان ہے کیونکہ میں نے یہ اعتراض ہی نہیں کیا ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ یہ آیت خصوصیات نبویہ سے ہے جیسا کہ اصل بحث میں دلائل بینہ سے واضح کر آیا ہوں اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی پر چسپاں کرنا کسی معنی سے درست نہیں بلکہ توہین نبوی ہے اور کسی مسلمان نے کسی تاویل سے حقیقتاً یا مجازاً

اس کو کسی پر چسپاں کرنا روا نہیں سمجھا۔ مسلمانوں کے اعتراضات کے بعد مرزا صاحب کی یہ تشریح ”کہ اس سے اشارہ ان اشارات کی طرف معلوم ہوتا ہے جو حال میں شامل ہو رہے ہیں“ البشری ج ۲ ص ۹۵

علاوہ مضحکہ انگیز ہونی کے اصل اعتراض یہ یعنی آیت قرآنی کو جو خصوصیات محمدیہ سے تھی مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کیا اس کا جواب نہیں دی سکتا۔ جب تک کوئی نظیر اس کی عالم اسلامی سے پیش نہ کریں یا کوئی آیت حدیث کسی صحابی امام بزرگ عالم کا قول اس تاویل سے ہوا استعمال کا پیش کریں۔

مزید برآں جس البشری سے اسے نقل کیا ہے اُس میں بھی نقل کی خیانت موجود ہے کیونکہ وہاں آیت کا وہی ترجمہ موجود ہے جو قرآنی آیت کا اُسے درمیان سے دیدہ و نالستہ نظر انداز کر دیا اصل یوں ہے کہ ”۳۳/۲“ مئی ۱۹۵۵ء،
 دما دمیث از دمیث ولكن الله دمی (ترجمہ) تو نے مٹھی خاک نہیں پھینکی تھی جب پھینکی تھی مگر اللہ نے پھینکی تھی (تشریح)
 حضرت مسیح موعود نے فرمایا اس سے اشارہ انی استہارات، اب اس آیت کے اس ترجمہ کے بعد پھر کسی توجیہ کے کسی پر چسپاں کرنا قیامت اور کفر کو دوبالا کر دے گا۔ اس لیے مختار مدعا علیہ نے (البشری ج ۲ ص ۹۵) درمیان سے قطع فرید کی خیانت کا ارتکاب کیا۔ بہر حال یہ اعتراض بھی سابق اعتراضات کی طرح بالکل لا جواب ہے جو اب کی طرف اشارہ تک نہیں بلکہ جو تاویل کی اُس سے اصل اعتراض اور مضبوط ہو گیا۔

(۷)

وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى

تمام مسلمان اہم سابقہ کے مقابل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خصوصی امتیاز کو نہایت فخر و مبالات کے ساتھ پیش کرتے چلے آئے ہیں کہ یہ فخر کی ولی اور مشق کو کجا اول العزم انبیاء کرام صفی اللہ اور خلیل اللہ کلیم اللہ و روح اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی میسر نہ ہوا کہ ان کی تمام گفتگو اللہ کی وحی ہو۔ حضرت مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ
 گفتہ او گفتہ ما اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود۔

مرزا صاحب کو صبر نہ آیا اور اس عزت پر بھی حملہ کر ہی دیا اور اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمرین بیٹھا اور کلمہ شریف پر ایمان سے ہاتھ دھویا۔

مختار مدعا علیہ سے ان کفویات کا جواب بن نہیں آتا اور دھڑلے کی لابیغی غیر متعلق تاویلات سے وقت پورا کر نیکی سعی کرتا ہے اعتراض تو یہ ہے کہ یہ آیت انھیں ترین خصوصیات محمدیہ میں سے ہے اس کا استعمال اور اس کو کسی پر چسپاں کرنا سخت ترین توہین اور شرک ظالمرا تا ہے جس کے بعد کلمہ شریف کی جزو ثانی پر ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔ سیدنا آدم سے آج تک کسی نے اسے اپنے یا کسی نبی ولی پر چسپاں نہیں کیا۔ اگر کیا ہو تو ایک مثال غیر مسلم کتاب ہی سے دکھا دیں مثال تو نہ ملی نہ جواب بن پڑا یہ تاویل کر کے جان بچائی کہ ”مختار مدعا علیہ کا اس اہام پر وہی اعتراض ہے جو پہلے الہاموں پر کیا ہے اس

لہذا اسی طرف سے بھی یہی جواب ہے کہ قرآن مجید کی آیت کے مصداق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور مرزا صاحب کے اس الہام سے یہ مراد ہے کہ آپ کے الہامات خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں،

(الجواب)

(۱) یہ کہنا کہ یہ وہی اعتراض ہے اور وہی ہمارا جواب ہے کس قدر غور ہے اصل اعتراض سے جواب نہ بنا دیوں گا لہذا یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ جس طرح پہلے اعتراضات لاجواب ہیں اسی طرح یہ بھی لاجواب ہے اور ان شاء اللہ العزیز تحقیقات تک جواب ناممکن ہے۔

(۲) یہ عجیب مضحکہ خیز جواب ہے کہ ”ما یمنطق عن الہوی ان ہوا لادھی یوحی“۔ قرآن پاک میں جب مذکور ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہوں اور خصوصیات محمدیہ سے قرار پائے مگر مرزا صاحب کی اربعین جلد ۲ صفحہ ۲ پر بعینہ یہ آیت مرزا صاحب کی خصوصیت بن جائے۔

(۳) جواب تو جب ہو سکتا ہے کہ کسی آیت یا حدیث یا صحابی ولی غوث کے کلام سے اس کی تخصیص باطل کر دیں یا کسی اور کے واسطے جواز استعمال کی نظر پیش کریں اور یہ ان شاء اللہ تاقیامت ناممکن ہے ان بے سود تاویلات سے کفر نہیں ٹل سکتا نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا اس سے انزالہ ہو سکتا ہے۔

قول مختار مدعا علیہ۔

”چنانچہ آپ اس الہام کا ترجمہ پہلے ان دو الہاموں کے ساتھ یہ کرتے ہیں۔ پس تم قرآن کریم کو چھوڑ کر کس حدیث پر چلو گے۔ ہم نے اس بندہ پر رحمہ نازل کی ہے اور یہ اپنی طرف سے نہیں لوتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو یہ خدا کی وحی ہے۔“ (اربعین ص ۲)

صرف اس ترجمہ کو رولانے کے واسطے اس کے ساتھ دو الہام جو اس سے کچھ رابطہ نہ رکھتے تھے ساتھ ترجمہ میں نقل کر دیئے اور اس کے متصل بعد کا الہام جو مستقل ایک کفر تھا چھوڑ دیا۔ ”دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ باوجود اس تمام فہرپ کے آیت ”ما یمنطق عن الہوی ان ہوا لادھی یوحی“ کا وہی ترجمہ مرزا صاحب نے بھی کیا جو مسلمان کرنے ہیں کہ وہ اپنی طرف سے ہیں لوتا بلکہ جو کچھ تم کہتے ہو خدا کی وحی ہے، اس ترجمہ سے بچائے کسی کے جواب کے اعتراض اور مضبوط ہو گیا کیونکہ یہ خصوصی امتیاز اور یہ آیت کہ ہمہ اسی ترجمہ کے ساتھ جو خصوصیات محمدیہ سے ہے بلا کسی تاویل کے مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کی اور اپنے کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمراہ اور آپ کے کلمات و فضائل خصوصیات محمدیہ سے بلا کسی تاویل کے مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کی اور خصوصیت شریک و ہم عصم ٹھہرا دیا جس سے بڑھ کر کیا توہین ہوگی اور اس عظیم انسان شرک نے الرسالہ کے بعد کلمہ شریعت پر ایمان کیونکر میسر ہو سکتا ہے

قول مختار مدعا علیہ

”اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی توہین لازم نہیں آتی بلکہ آپ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اللہ، یہ محض غلط ہے اتنی بڑی توہین کو فضیلت سمجھنا صرف مختار مدعا علیہ کی رائے ہے ورنہ جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان کا شائبہ ہے وہ بلا تاویل اسے توہین ہی خیال کرتا ہے۔“

پھر ایک غیر متعلق حوالہ علم الکتاب ص ۱۸۷ سے نقل کیا ہے ”اہام خاص آن صمت کہ اویسمانہ بر بندگان خاص در حالت قرب مع اللہ بر تلوپ ایشان بے دخل فکر و اندیشہ و بے توسل ہو اس دیگر یا لقاء رحمانی سے انداز و درنا و نفوس ایشان کلمات بے صدائے خود میر آید ولیکن اولیاء را این حالت دائم می شود و بیچ گاہ خود در میان نمے باشند و آئندہ دلا مرتبہ مانطق عن الہوی سے گردند و بہر کلمات چنین اسے خاص الہامات الہی است و فاش از مشاہدہ و گاہ یا بعض اوقات بوسعت ملائکہ با دوازہ صلوٰۃ ہم پیغام خود حق سبحانہ با ویاء خویش سے رساند درین آواز سر و ش می خواند و احساس این صدائے سر و ش گاہ گوش ظاہری ہم کردہ می شود و اکثر بہر گوش باطن سے شود۔“

اس میں کہیں بھی اس آیت کریمہ کا خطاب و تعلق کسی اور سے نہیں بتلایا اس آیت کریمہ کو اپنی یا کسی اور پر اس تذکرہ ترجمہ سے چسپاں کیا ہے اس میں تو صرف یہ الفاظ ہیں کہ ”و بیچ گاہ خود در میان نمے باشند و آئندہ دلا مرتبہ مانطق عن الہوی می گردند۔“

یہ جسے جب کہ در میان سے خودی اٹھ جاتی ہے تو آئینہ کی طرح مرتبہ (مقام مانطق عن الہوی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

اس کی تحقیق اور پر شیخ عربی کے الفاظ میں پیش کر چکا ہوں کہ کوئی ولی مقامات نبوۃ سے کسی مقام پر فائز وارد داخل نہیں ہو سکتا اس میں دخول کی ہمیشہ کے لیے ممانعت ہے وراثت کسی مرتبہ کے مشاہدہ کی انتہاء یہ ہے کہ جیسے زمین پر سے آسمان کے ستاروں کو دیکھیں اور میر و در رحمہ اللہ کے لفظ ”و خود در میان نمے باشند“ اور لفظ ”آئندہ دلا“ میں اسی کی طرف اشارہ ہے بہر حال اس مرتبہ کا آئندہ وار مشاہدہ اور چیز ہے اور آیت، مانطق عن الہوی کا مصداق ہونا اور بات ہے اور بحث صرف آیت کے کسی پر چسپاں ہونے میں بھی جس کی ایک نظیر بھی کسی غیر مسلم کتاب سے بھی نہ پیش کر سکے لہذا یہ اعتراض بھی بدستور سابقہ لا جواب ہی رہا۔ اعتراضی پہلو کا تذکرہ تک نظر انداز کر دیا جواب کیا دے سکتے۔

(۸)

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ

یہاں بھی مختار مدعا علیہ نے وہی اصل اعتراض سے پہلو تھی کی روش اختیار کی ہے اور ہمارا اعتراض بدستور لا جواب ہے اعتراض تو صرف یہ ہے کہ یہ مخصوص خطاب اور خصوصی نقب صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مائل ہے کہ آپ کی ذات نہ صرف دوستوں بلکہ دشمنوں کے واسطے بھی رحمت ہے اور آپ رحمتہ للعالمین کے ہوتے ہوئے باری تعالیٰ دشمنان نبوی و کفار مکہ پر بھی عذاب نہیں بھیجتا اور جب تک آپ التائبین رہیں عذاب سے مامون و محفوظ رہیں گے۔

اس آیت کریمہ کا مصداق بعض قرآن اور سیاق و سباق نیز احادیث صحیحہ بلکہ اجماع امت کے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کسی آسمانی صحیفہ حدیث تفسیر تفسیر صحابی ولی عالم کے اقوال و اشارات میں اسے کسی اور پر چسپاں نہیں کیا گیا نہ مختار مدعا علیہ باوجود اتنا جدوجہد کے ایک غیر مسلم ضعیف سے ضعیف نقل پیش کر سکا۔ پس مرزا صاحب کا شرک فی الرسالہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمری اور تنقیص و توہین پورے طور پر واضح ہو گیا۔ جس کے بعد کلمہ شریف پر ایمان محال قطعی ہے۔ پس اس میں قادیان کا اضافہ یا یہ تاویل کہ قرآن میں آیت سے اہل مکہ اور اس الہام میں قادیان کے باشندے مراد ہیں محض بے سود اور اصل اعتراض سے غیر متعلق ہے کیونکہ اعتراض کسی ترجمہ یا تاویل پر نہیں بلکہ اس آیت کے کسی پر سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چسپاں کرنے پر تھا جو بدستور سابق بالکل لا جواب ہے بلکہ جواب کا اشارہ تک نہیں۔

(۹)

(سبحان الذی اسرٰی بعبدہ الخ)

اور پاک ذات ہی خدا ہے جس نے ایک رات میں تجھے میر کر آیا حقیقتہ الوحی ۵۷

یہاں بھی وہی مغالطہ ہے ہر مسلمان واقف ہے کہ سبحان الذی اسرٰی بعبدہ کی غلظت فائزہ صرف محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے ہے آدم علیہ السلام سے آج تک کسی نبی ولی کو اس سے نوازا نہ گیا۔

اس آیت کو کسی طرح اپنے کسی پر چسپاں کرنا بارگاہ رسالت کی سخت تردید تو ہیں اور شرک فی الرسالہ ہے جس کے بعد کلمہ شریف پر ایمان نہیں رہ سکتا مگر مختار مدعا علیہ اس سے پہلو بچا کر بجائے اس کے کہ اس کے چسپاں اور استعمال کرنے یا عدم تخصیص کا کوئی ضعیف سے ضعیف حوالہ پیش کرتے یہ بے سود تاویل پیش کی کہ »اس اعتراض کا بھی وہی جواب ہے کہ قرآن مجید میں جس اسرٰی کا ذکر ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے اور اس الہام میں جس اسرٰی کا ذکر ہے وہ اور ہے ۵۸

خواہ جواب ہو یا نہ متعلق ہو یا غیر متعلق یہی الفاظ جواب کے واسطے پیش ہیں۔

عدالت خود تو جو قرآن کے جیسے یہ آیت سبحان الذی اسرٰی بعبدہ الخ باقرار مختار مدعا علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے تو یہ تفصیل کہ قرآن میں مختص ہے اور حقیقتہ یا الہام میں نہیں محض لغو ہے یہ خصوصی القاب دنیا جہان میں جہاں کہیں بھی جس رنگ میں ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہیں ان کا کسی پر کسی طرح چسپاں کرنا درست نہیں نہ ابتدائے آفرینش عالم سے آج تک الہام یا اختراعا سوائے مرزا صاحب کے کسی نے چسپاں کئے ہیں تمام مذہبی ائمہ و مشرکین ایک نیز جو نہیں۔ اسی کی تشریح البیرونی ۱۱۴۸ھ سے یہ پیش کرنا کہ

” (۵۳) سبحان الذی اسرعی بعبده کبیراً - (پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت میں سیر کر لیا یعنی ضلالت و گمراہی کے زمانہ میں جو رات سے مشابہ ہے معرفت اور یقین تک لونی طور پر پہنچا یا، محض بے سود اور لغو ہے۔

(۱) اولاً اس لیے کہ یہ مرزا صاحب کی تشریح نہیں بلکہ بالو منظور الہی لکھ کر حکمت تار کی تشریح اور ترجمہ جو مرزا صاحب کے ترجمہ حقیقۃ الوحی سے کچھ متاثر بھی ہے اور بالو منظور الہی اور ان کے ترجمہ کتاب کے غیر مسلم ہونے کو مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعا علیہ اسمع ولدی کے تحت میں شد و مد سے کہہ آئے ہیں۔

(۲) جہاں مرزا صاحب کی تشریح ہوتی ہے وہاں مولف فقط تشریح یا مرزا صاحب کا اسم گرامی اضافہ کرتا ہے جیسا کہ اس کے مطالعہ سے واضح ہے۔

(۳) یہ الہام حقیقۃ الوحی مثلاً سے منقول ہے وہاں یہ ترجمہ بھی نہیں نہ اس تشریح کا پتہ ہے۔

(۴) کوئی بھی تاویل ہوا اعتراض بدستور لا جواب ہے کیونکہ اعتراض اس آیت کے چسپاں کرنے پر تھا اس کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا۔

دوسرا حوالہ براہین حصہ پنجم ص ۸۵ کا پیش کیا ہے۔

”ایک ہی رات، سے سیر کرانے سے مقصد یہ ہے کہ اس کی تمام تکمیل ایک ہی رات میں کر دی اور صرف چار پہریں اس کے سلوک کو کمال تک پہنچایا،“

اس تاویل سے بھی اعتراض آیت کریمہ کے چسپاں کرنے اور اپنے لقب کو اس خطاب میں شریک و شہیم کرنے کا بدستور باقی رہا۔ بلکہ نظر غائر سے دیکھا جائے تو مضبوط ہی ہو گیا۔ یہ راتوں رات انتہائی مدارج تک پرواز کرتا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے۔

(۲) سمیرا ایک جدید بالکل غیر مسلم حوالہ سوانح عمری امام ربانی مطبوعہ لاہور ص ۸۸ کا پیش کیا درجو کمالات اور ولی کو سالہا سال سے پیش کرتے ہیں حضرت کو آنا غائب یہ محبوی و مرادی حاصل ہوئی۔

(الجواب)

(۱) اولاً یہ کتاب غیر مسلم سوانح غیر معروف شخص محمد حسین ابن حکیم قادر بخش صاحب کی تالیف ہے باب عقائد میں اس کا تذکرہ بھی بیکار ہے۔

(۲) یہ ایک خوش عقیدہ مرید کا اپنے پیر کے حق میں حسن ظن ہے کسی پر کیا محبت۔

(۳) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے متبر سوانح حیات یا ان کی تالیفات میں اس کا پتہ تک نہیں۔

(۴) اس غیر مسلم جدید حوالے سے بھی جواب نہیں ہو سکتا کیونکہ جس آیت کی بحث ہے یعنی سبحان الذی اسرعی

بعیدہ لیلیٰ الخ - اس کا یہاں تذکرہ اشارۃً وکنایۃً بھی نہیں محض غیر متعلق ہی ہے۔
یہاں تو صرف اس قدر ہے کہ جو اوروں نے یسویٰ کو کشتش سے حاصل کیئے وہ اللہ نے آپ پر تھوڑے وقت پر
منکشف کر دیئے۔ یہاں آیت کریمہ یا اس کے کسی شخص پر چسپاں کرنے کا تذکرہ تک نہیں اتنی غیر متعلق باتوں کا وجود اصلی
اعتراض کو ہاتھ تک نہ لگایا اور وہ بدستور لا جواب رہا۔

(۱۰)

لولاک لما خلقت الافلاک

ترجمہ مرزا - اگر میں تجھے (یعنی مرزا صاحب) پیدا نہ کرتا تو آسمان کو پیدا نہ کرتا حقیقۃً الہی ص ۹۹

اگرچہ باعتبار سند اس کے حدیث ہونے میں محدثین کو تامل ہے مگر اس پر تمام محدثین متکلمین مفسرین اور ائمہ و بزرگان
دین سلف و خلف کا اتفاق ہے کہ سبب ایجاد عالم اور باعث تخلیق افلاک بلکہ تمام زمین و زمان انس و جان عرش و کرسی لوح
و قلم و تمام کائنات عالم صرف ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے نہ کوئی اور مخلوق ساری مخلوق تمام کائنات
عالم آپ کے صدقہ و طفیل پرودہ عدم سے منقہ شہود پر جلوہ گو ہوئی یہ فقرہ لولاک لما خلقت الافلاک سند ابو یحیی
ہو یہاں اس کی سند زری بحث نہیں صرف یہ گفتگو ہے کہ یہ خصوصی لقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور یہ اس تخصیص
میں اس قدر مشہور ہے کہ صاحب لولاک سید لولاک بمنزل آپ کے ام گرامی کے مستعمل ہے۔ مولانا گرامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

بگیرم دامن آن سید لولاک در محشر کہ خشر بر نہ تا بدینا حسن بے حجابش را!

گرامی در قیامت آن نگاہ مغفرت خواہ کہ در آغوش گیر و جہر جہائے بے حجابش را!

خواہ سند کے لحاظ سے اسے حدیث نہ کہیں یا صحاح میں اس کا تذکرہ نہ ہو مگر یہ لقب کسی اور پر چسپاں کرنا جب کہ
یہ باتفاق مسلمین خصوصیات نبویہ سے ہے اور سیر کی کتب میں مذکور ہے یقیناً شرک نے الرسالۃ اور تنقیص بارگاہ رسالت
صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے بعد کلمہ توحید پر ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔ اس فقرہ لولاک لما خلقت الافلاک کی
تخصیص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اصلی مصداق ہونے کا اعتراض مختار مدعا علیہ کو بھی ہے کیونکہ وہ لکھتا ہے -
در اصل مصداق لولاک لما خلقت الافلاک کا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باوجود ہی ہے کیونکہ آپ نوع انسانی
کے جو کہ اشرف انواع مخلوقات ہے اکمل داعی فروہیں جس پر کمال انسانی کا خاتمہ ہے، مگر پھر بھی مرزا صاحب کی ہمسری
و مشارکت کے واسطے تین مندرجہ ذیل تاویلیں کی ہیں۔

(۱) اس میں نئے آسمان و زمین جو نئے مصلح کے وقت پیدا ہوئے ہیں مراد ہیں جیسے حقیقۃً الہی ص ۹۹ کے حاشیہ سے

ثابت ہے یعنی مرزا صاحب روحانی آسمان سے علت غائی ہیں (ملغضاً)

(۲) اَمَلِيْ مَصْدَق لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتَ الْاَفْلَاقَ اَنْخَضَرْتُ مَعْلَى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَّلَمْ يَهِىْ لَمْ تَقْلِيْ طَوْرٍ يَّرْمِزُ اَصَابِيْ
بِجِيْ مَصْدَق لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتَ الْاَفْلَاقَ يٰى۔

(۳) مَرِيْثُ نَسَائِيْ قَتْلُ الْمُؤْمِنِ اعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا اَوْ اِيْنِ مَا يَرُ لَزَوَالِ الدُّنْيَا اَهُوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ
مِنْ قَتْلِ مُؤْمِنٍ بِمُغْيِرِ حَقِّ

کے حاشیہ سند ہی میں یہ درج ہے کہ المراد بالمومن الکامل الذی یکون عارفاً باللّٰہ تعالیٰ وصفاته
فانّہ المقصود من خلق العالم لکونه مظهرًا لایات اللّٰہ واسرارہ ماسواہ فی هذا العالم الحسی
من السنن والارض مقصود لاجله و مخلوق لیکون مسکنالہ و محلًا لتفکرہ مصداق
زوالہ اعظم من زوال التابعم (ابن ماجہ صیٹ حاشیہ مصری) کہ حدیث میں مومن سے کمال مومن مراد ہے
جو اللہ تعالیٰ اور اس کے صفات کا عارف ہو کیونکہ پیدائش عالم سے وہ ہی مقصود ہے اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے
آیات اور اسرار کا مظہر ہے۔ اور اس کے علاوہ جو عالم محسوسات میں زمین و آسمان میں اس کی خاطر ان کے بنانے کا مقصد کیا گیا
اور اس لیے وہ پیدا کئے گئے کہ تا وہ کمال مومن کہا جائے سکونت اور محل تفکر، ہوں لہذا کمال مومن کا زوال اعظم ہے تابع
کے زوال سے۔

(۱) الجواب

(۱) پہلا دوسرا نمبر آپس میں متعارض ہیں کیونکہ پہلے میں روحانی آسمان مراد ہے اور دوسرے میں یہی محسوس آسمان صرف تلی
و بروزی کا فرق ہے۔

(۲) نیز پھر انے آسمان مراد ہوں یا نئے خدا کے پیدا کیے ہوں یا بقول مرزا صاحب اپنے کشتی بنائے ہوئے تمام کائنات
عالم کے علائے غائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا وجود یا جوہی ہے نئے پُرانے جہانی روحانی کی تفصیل نہیں یقیناً
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحاظ سے مصداق لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتَ الْاَفْلَاقَ میں کسی تاویل سے
یہ لقب سیدنا آدم سے آج تک کسی نبی دلی قلب غوث نے اپنے یا کسی دوسرے کے واسطے نہ جائز رکھا نہ
استعمال کیا اس کو کسی پر کسی طرح خواہ وہ تلی و بروزی طور پر کیوں نہ ہو چسپاں کرنا شرک نے المراسلہ موجب
تتقیص سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور منافی ایمان کہ توحید ہے۔

اعتراض صرف استعمال اور چسپاں کرنے پر ہے کسی مخصوص لحاظ مخصوص معنے اور مخصوص تاویل پر نہیں نختار مدعا علیہ
اعتراضی پہلو یہاں بھی نظر انداز کر گیا اور اس اعتراض کو بھی لا جواب چھوڑا۔

تیسری تاویل کا جواب

(۱) یہ حدیث بیان سے بالکل غیر متعلق ہے کیونکہ اس میں تو صرف اس قدر ہے کہ کسی مومن کو ناسی قتل کرنا اللہ کے نزدیک دینا زائل ہونے سے زیادہ بڑھ کر ہے۔

اور ظاہر ہے کہ تمام دنیا انسان اور انسان کا مومن کی خادمہ اور وہ مخدوم ہے اور مخدوم کے متناہیہ میں خادم کی حیثیت ہی گیا۔ لولاء لما خلقت الافلاک سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

(۲) حاشیہ سندھی غیر مسلم جدیدہ حوالہ ہے نہ وہ حاشیہ کسی مسلم محدث کا ہے کہ کسی پر حجت ہو۔

(۳) اس میں کہیں بھی لولاء لما خلقت الافلاک کا خطاب مومن کا نہیں یا کسی کے واسطے نہیں بتایا ہے اس میں تو صرف مندرجہ ذیل امور مختار مدعا علیہ کے اپنے میں ماننے ترجمہ سے نکلتے ہیں۔

(۱) مومن کا مل عارف باللہ تمام مخلوق میں مخلوق بالذات ہے۔

(۲) عالم محسوسات زمین و آسمان اس لیے پیدا کئے گئے کہ تا وہ کامل مومن کی جائے سکونت اور محل تفکر ہوں۔

مومن کامل کی نفع رسانی اور محل سکونت اور جائے تفکر ہونا اور بات ہے اور کسی کا علت غائی مصداق۔ لولاء لما خلقت الافلاک ہونا کہ اگر اُسے پیدا نہ کرتا تو آسمان پیدا نہ کرتا یہ اور چیز ہے نفع اور سکونت میں انسان کے ساتھ حیوانات بھی شریک ہیں ہاں انسانی نفع مقصود بالذات ہے اور حیوانی مقصود بالطبع۔

یہ بات نہیں کہ اگر مومن کامل کو پیدا نہ کرتا تو افلاک و دنیا پیدا نہ کرتا۔ سب اسی کے صدقہ میں موجود ہوا۔

بلکہ یہ شان صرف سید بنی آدم باعث ایجاد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے جن کو باری عزاسمہ نے فرمایا۔

لولاء لما خلقت الافلاک۔

اور مختار مدعا علیہ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اصل مصداق ماننا پڑا بہر حال بابہ التضرع سے اسے کوئی تعلق نہیں نہ پہل لولاء لما خلقت الافلاک کسی پر چسپاں ہے نہ کسی کو علت غائی وجود افلاک قرار

دیا ہے صرف یہ ہے کہ زمین انسان کامل کے رہنے اور آسمان اُس کے تفکر میں بھی مشتمل ہے باقی پیدا وہ بھی صدقہ میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے بلکہ مومن کامل اور خود ایمان کا وجود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا صدقہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کیا جاتا تو نہ صرف زمین و آسمان بلکہ مومن اور ایمان جنت و دوزخ عرش و کرسی کائنات عالم کا ایک ذرہ بھی پیدا نہ ہوتا مہرزا صاحب کے متبعین مہرزا صاحب کو باعث ایجاد عالم یا ایجاد افلاک ماننے

ہیں مسلمان تو صرف اللہ کے محبوب اولین خلق سید الاولین و الآخرین کو مصداق لولاء لما خلقت الافلاک

لولاء لما خلقت الدنيا۔ مانتے ہیں اور کسی اور پر اسے چسپاں کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت

توسن تو بین اور شرک کے لڑائی

اور منافی کلمہ توجیر بتاتے ہیں جیسا کہ میں اہل بحث میں مدلل پیش کر چکا ہوں۔

”حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی پر بہتان“

مختار مد علیہ نے فتاویٰ رشیدیہ ج ۷ ص ۸۱ سے ایک فتوے پیش کیا ہے، جس میں آول ما خلق اللہ نوری وغیرہ بعضی امارت کے محبت کے متعلق سوال کیا گیا تھا مولانا جواب دیتے ہیں کہ درہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں مگر شیخ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے اول ما خلق اللہ نوری کو نقل کیا ہے کہ اسی کی کچھ اصل ہے۔

اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت مولانا اس کے منکر ہیں اور مومن نہیں تخص بہتان ہے یقیناً یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں گو دوسری امارت کی کتب میں ہے مگر سند کے لحاظ سے محدثین کو اس کے حدیث ہونے میں تامل ہے مگر مضمون پر سب متفق ہیں کہ افلاک اور تمام عالم صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود کا مدقہ ہے اور حدیث لولاء لما خلقت الدنیا جو اس مضمون کی موید ہے سند بھی درست ہے جس کی تصحیح علامہ ابن حجر کی رم نے اپنے فتاویٰ میں کی ہے۔ پھر حال سند کی توجہ سے ہی نہیں حضرت مولانا گنگوہی یا کسی اور عالم نے مصداق لولاء لما خلقت الافلاک اور باعث ایجاد عالم و تخلیق مساوات کسی اور کو بتایا ہو تو پیش کریں مگر ہرگز نہیں کر سکتے ولو کان بعضهم لبعض ظہیرا بہر حال یہ اعتراض بھی بوجہ اس کے کہ اعتراضی پہلو نظر انداز کر دیا جائے بالکل لا جواب ہے مفصل اہل بحث سے ملاحظہ فرمایا جائے۔ اعادہ بخوف تطویل نہیں کرتا۔

عنیت کا دعویٰ

محمد رسول اللہ و الذین معہ اشداء علی الکفار

شرک دوئم ہوتا ہے شرک فی الذات اور شرک فی الصفات مرزا صاحب اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک خصوصی صفات میں شرک کا دعویٰ کرتے کہتے عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن گئے، چنانچہ بحث میں اس کے واسطے مندرجہ ذیل حوالہ پیش کئے ہیں۔

(۱) منم مسیح زمان و منم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتنبے باشد (در ثمن)

(۲) اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا ہے۔ اور مجھے آنحضرت کا وجود قرار دیا ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

(۳) پھر اسی کتاب میں اس کا لہ کے قریب ہی یہ وحی الہی ہے کہ محمد رسول اللہ و الذین معہ اشداء علی الکفار اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے۔ اور رسول بھی (ضمیمہ حقیقۃ النبوة ص ۸۸)

(۴) حقیقتہً الوحی میں جہاں اپنے لیے سب نبیوں کے نام گنتے ہیں وہاں محمد و احمدوں بھی موجود ہے اور ان کے مریدین نے انہیں عن محمد علیہم بھی کر لیا بلکہ ان سے بڑھ کر جب کہ قاضی ظہور الدین اکمل ایڈیٹر تشیخہ الافغان لکھتے ہیں ۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور بڑھ کر پہلے سے ہیں عز و شائیں
محمد دیکھنے ہوں جس کو اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں !

یہ بڑھیں کہیں ظل و بروز کے الفاظ اور جیلہ معلوم ہوتا ہے ۔ اُسے خلیفہ محمود صاحب محض نے معصرت انکساری پر محمول کرتے ہیں ورنہ دراصل اس کی کچھ حقیقت نہیں ۔ ملاحظہ ہو ۔

(۱) کتاب ہینڈ بل بحوالہ الفضل ۲۶ نومبر ۱۱۳۳ھ کہ ہم جیسے خدا کی دوسری دجیوں میں حضرت اسماعیل حضرت یسے حضرت ادریس کو نبی پڑھتے ہیں ۔ ایسی ہی خدا کی اُتری وحی میں مسیح کو بھی یا نبی اللہ کے خطاب سے مخاطب دیکھتے ہیں اور اس نبی کے ساتھ کوئی لغوی یا ظنی یا بروزی یا جزوی کا لفظ نہیں پڑھتے کہ اپنے آپ کو ایک بزم فرض کر کے اپنی بریت کرنے لگیں بلکہ جیسے اور نبیوں کی نبوت کا ثبوت دیتے ہیں اس سے بڑھ کر مسیح موعود کی نبوت کا ثبوت دے دیتے ہیں ، اس سے یہ امر ثابت ہوا کہ مرزا محمود کے نزدیک ظنی بروزی فرق وحی الہی نے نہیں کیا بلکہ خود مرزا صاحب کا تسبیح کردہ ہے اور اس کی بنا کوئی حقیقتہً واقعہ نہیں ہے بلکہ محض انکساری و فرد تنی ہے جیسا کہ ہینڈ بل ص ۸ سطر ۸ پر ہے ۔

”خدا نے صاف صاف انظوں میں آپ کا نام نبی رکھا اور کہیں بروزی اور ظنی نہ کہا پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کرینگے اور آپ کی تحریریں جن میں انکساری و فرد تنی کا غلبہ ہے جو نبیوں کی شان ہے اس کو ان اہامات کے ماتحت کرینگے۔“

اس سے واضح ہو گیا کہ ظنی بروزی خدا کے کلام میں نہیں بلکہ خلاف واقع بھی ہے صرف انکساری کے طور پر مرزا صاحب نے یہ کہہ دیا ہے ۔

اب اس کی قسم کی واضح غیبت اور دعویٰ محمد رسول اللہ ہونے کے بعد کیونکہ ایمان قائم رہ سکتا ہے جو شخص اپنے آپ کو عین محمد رسول اللہ کہتا ہوا اور آیت کریمہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداً علی الکفار ۔ اپنے اوپر بعینہ چسپاں کرتا ہوا اور خود کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتا ہو ۔

وہ کہہ کر دُمر تیر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ بڑھے محمد رسول اللہ پر اُس کا ایمان محال ہے یاں اپنے اوپر ایمان غار ہو تو ہو یا ان دونوں محمد و نپر یکدم تو شرک ہے الہا ساتھ بلکہ شرک نے الذات رہا جو شرک نے الصفات سے بدرجہا بڑھ کر ہے اور سخت ترین ہے جو کسی دشمن خدا اور رسول نے نہیں کی اور اس کے بعد کلمہ پر ایمان بالکل نامسموع ہے ۔

نیز جب کہ مرزا صاحب اور تمام ان کے متبعین صاحبان مرزا غلام احمد صاحب کو بھی محمد رسول اللہ سمجھتے ہیں اور ان کے خیال میں خدا نے یہ نام اس آیت محمد رسول اللہ والذین معہ الخ میں مرزا صاحب کو دیا ہے تو جب وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں تو قابل سوال یہ امر ہے کہ اس محمد رسول اللہ سے مراد ان کے محمد رسول اللہ ہیں یا ہمارے آقا اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کا امتی محمد رسول اللہ محض مرزا صاحب ہی کو مراد لے گا لہذا کسی کا ایمان اس کلمہ پر نہیں ہو سکتا جب تک مرزا صاحب محمد رسول اللہ ہونے سے انکار نہ کریں اور ان کے متبعین اس کے ماننے سے رجوع نہ کریں۔

(۲) یہ بھی تباحت بحث میں پیش کر چکا ہوں کہ آیت محمد رسول اللہ والذین معہ الخ قطعاً بلکہ بہ شہادت خداوندی و کفی باللہ شہیداً صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بلا شرکت غیر ہے اسے مرزا صاحب کا اپنے اوپر چسپال کرنا علاوہ دعویٰ عنیت نص قطعی کا انکار و شہادت خداوندی کی تکذیب ہے جو نہ صرف ایک دو بلکہ بے شمار کفر و پرہیزگاریوں پر مشتمل ہے۔

(۳) عین محمد اور انہیں کا وجود ہونے میں مندرجہ ذیل کفریات ہیں۔
(۱) سیدہ عائشہ صدیقہ اور دیگر ازواج مطہرات کی ہتک کہ جب عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ان سے کیا رشتہ رہا (العیاذ باللہ)

(۲) سیدہ فاطمہ زہراء سیدنا ابراہیم و دیگر اولاد کی ہتک جب عین محمد ہیں تو ان کے والد (عیاذ باللہ) ٹھیکہ۔
(۳) سیدنا امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما تو ہیں کہ ان کے ناتا جان ہوئے وغیرہ وغیرہ۔
(۴) تمام صحابہ اہل بیت اولیاء اقطاب و ابدال بلکہ تمام ائمہ کی توہین توہین انبیاء کے تحت میں یہ مفصل آئے گا تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو۔ بیان گواہ مدعیہ سلسلہ توہین انبیاء و توہین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

”مختار مدعیہ کی تاویلات رکیکہ کا جواب“

اولیاء کوئی بھی تاویل کریں اعتراض ہی لا جواب ہے کیونکہ بنیاد یہاں بھی آیت کریمہ محمد رسول اللہ والذین معہ الخ کے اپنے اوپر چسپال کرنے پر ہے جس کی جڑات کسی نبی صحابی ولی قطب نے نہ کی نہ کسی آسمانی صحیفہ عادیث تغیر کلام فقہ یا کسی غیر مستند کتاب ہی میں اس کی کوئی نظیر ہے۔ نہ مختار مدعیہ علیہ اس کی ایک نظیر پیش کر سکا لہذا اصل اعتراض تو لا جواب ہی رہا اور محمد اللہ اس بیڈنگ میں ہر اعتراض پہلو بچایا اور تمام اعتراض لا جواب اور اقراری کفر ہے۔
(۲) مرزا صاحب کا دعویٰ عین محمد ہونے کا مختار مدعیہ علیہ اور اُس کے گواہوں کو سلم ہے نیز محمد رسول اللہ والذین معہ الخ کا مصداق بھی مرزا صاحب کو مانتے ہیں اور جواب میں صرف رکیک تاویل پیش

کرتے ہیں۔

- (۱) آپ نے کسی کتاب میں نہیں لکھا کہ میں جہانی لحاظ سے وہی محمد ہوں جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے آئے تھے
 (۲) آپ فرماتے ہیں کہ میں غلطی اور بروزی طور پر وہی محمد ہوں۔
 (۳) خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ میرا تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے
 جس کا روحانی افادہ میرے شمال مال ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ملحوظ رکھ کر
 (۴) مشابہت کی وجہ سے محمد کہا گیا۔

(۱) جواب

- (۱) اول جہانی در روحانی کسی طرح عین محمد بننا تو بن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے مگر مختار مدعا علیہ کی خاطر مرزا صاحب نے یہ بھی تصریح فرمادی ہے کہ
 در اور خدا نے آج سے۔ میں برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دیا، بحوالہ مذکورہ ملاحظہ فرمائیں عین محمد ہونے کے ساتھ اپنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دے رہے ہیں اس سے زائد کیا تصریح ہوگی۔
 اب یہ مختار مدعا علیہ کی رائے ہے کہ جن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عینیت کا دعویٰ ہے وہ وہی ہیں جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے دنیا میں ان ظاہری آنکھوں کے سامنے جلوہ افروز تھے یا کوئی اور۔
 (۲) غلطی و بروزی کی تاویل کا پہلا جواب یہ ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے کہ غلطی و بروزی طور پر بھی ایسے مثیل نہیں لگاؤی شیل اور ظل و بروز نہیں ہو سکتا۔ یہ کسی طرح اس کا عین بن سکتا ہے۔ اس طرح کہ اس کا وجود عین وجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو جائے جیسا کہ مرزا صاحب ہیں آپ کی شان محبوبیت کی یکتائی کا تقاضا ہے کہ کوئی ان کا شبیہ اور ہم و شریک بھی نہ ہو شیطان بعین ہر ایک کی شکل بن کر آسکتا ہے مگر اللہ کے محبوب کی شکل خواہیں بھی نہیں بن سکتا خود ارشاد فرماتے ہیں من دافی فی المنام فقد دافی فان الشیطن لا یتوای بی یا لا یتمثل بی او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ (بخاری شریف) جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میرا نقشہ نہیں پاسکتا۔ نہ میری شکل بن سکتا ہے۔

پھر حال کسی تاویل سے عینیت محمدیہ ہو اور اپنا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا جائے درست نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بروز سے ہی کوئی مغایرت پیدا نہ ہوئی، جیسا کہ مرزا صاحب خود کہتے ہیں در اور مجھے آنحضرت کا وجود ہی قرار دیا گیا بروز میں دوئی نہیں ہوتی۔ (استحار ایک غلطی کا ازالہ)

(۳) جواب یہ ہے کہ مرزا محمود صاحب جنہیں گواہوں نے اپنا ایمان بتایا ہے اور جس کی تصانیف ان پر حجۃ ہیں علی و بروری کی تفصیل خدا کی وحی میں نہیں بتاتے بلکہ محض مرزا صاحب کی انکساری و فروتنی پر محمول کرتے ہیں گویا اصل یہ واقعہ نہیں بلکہ یہ اثر غلطی و بروری کی ہے ورنہ دراصل وہ انکساری کے طور پر ہے (ملاحظہ ہو حوالہ ہینڈ بل سابقہ)

(۴) یہ کہنا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام فیوض کا واسطہ ہیں اس لیے عینیت محمدی کا دعویٰ ہے محض لغو ہے کیونکہ دیا جاتی ہے کہ واسطہ اور ذی واسطہ غیر ہوتے ہیں اور آج تک کسی عقل مند نے واسطہ اور ذی واسطہ کی عینیت کا قول نہیں کیا۔

(۵) مشابہت تامہ کی وجہ سے عین محمد کہا گیا ہو اولاً یہ تاویل لغو ہے کیونکہ خود مرزا صاحب تصریح فرما رہے ہیں کہ خدا نے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دیا ہے۔ اور ملہور الدین اکمل تو عین محمد اور پہلے سے بڑھ کر مانتے ہیں۔

محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم ہیں اور بڑھ کر پہلے سے ہیں عرفشاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس کو اکمل غلام احمد کو دیکھے قاصداں میں !

قاضی صاحب کا یہ عقیدہ مرزا صاحب کے کلام کی روشنی میں ہے جیسا اول بحث میں بحوالہ خطبہ الہامیہ گزر چکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہلال اور مرزا صاحب کا بروز بدر کال ہے پس یہی مدعا نکلا کہ مرزا صاحب نہ صرف عین محمد بلکہ پہلے سے کال ہیں عیاذاً باللہ۔ دوسرے اللہ کے محبوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کی مشابہت تامہ ماننا بھی کفر ہے۔ انتہائی پرواز مقربان بارگاہ الہی کی یہ ہے کہ ان کے مقامات و کمالات کا بولن نظارہ کریں جیسے زمین والا آسمان کے ستارے کو دیکھتا ہے جیسے کہ فریقین کی مسلم کتاب ابو ارقیت والنجواہر کے حوالہ سے پیش کر چکا ہوں۔

بزرگان دین پر مختار مدعا علیہ کا صریح بہتان

مختار مدعا علیہ نے اس سلسلے میں تین حوالہ پیش کئے ہیں اور تینوں غیر مسلم پیش کئے ہیں

(۱) مقامات امام ربانی -

(۲) شرح فصوص الحکم قاشانی -

(۳) حاشیہ مشنوی بحر العلوم -

(الحواب)

(۱) مقامات امام ربانی سلسلہ مجددیہ کے ایک غیر معروف اور غیر مسلم شخص کی مرتب کردہ موائجہ ہے جو حجۃ

نہیں ہو سکتی۔ اس کا مؤلف نہ مفسر ہے نہ محدث نہ کوئی عالم نہ مسلم بزرگ نہ کتب کی توثیق کسی بزرگ نے کی۔

عقائد اور ایسے نازک مرحلہ کفر و اسلام میں ان تصانیف کا ذکر ہی فضول ہے۔ خود گواہان مدعا علیہ اپنے بیانون اور جرح میں تسلیم کر چکے ہیں کہ عقائد میں قطعیات کا اعتبار ہے۔ نہ ظنیات کا احادیث صحیحہ جو احاد کے درجہ میں ہوں ان کا بھی اعتبار نہیں۔ علاوہ بریں گفتگو تو یہ ہے کہ عین حمد کا دعویٰ صحیح ہے یا نہ اور محمد رسول اللہ والذین معہ الا علاوہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور پر چسپاں ہو سکتا ہے یا کوئی اور اس کا مصداق کسی طرح ہو سکتا ہے اس کا اس حوالہ میں کہیں پتہ نہیں اس حوالہ ملاحظہ ہو۔

”حقیقۃ محمدی یا مقام محبت و محبوبیت ممتزجہ ذاتیہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اس مقام میں تابع کو اپنے سے ایسی مشابہت و مناسبت پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا تبعیت درمیان سے اٹھ گئی اور امتیاز تابع و متبوع زائل ہو جاتا ہے۔ اور ایسا تو ہم ہوتا ہے کہ گویا تابع و متبوع ہر دو ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں ہم آغوش ایک کنار اور ایک ستر ہی مگر تابع اپنے تابع فیضی اپنے متبوع کا جانتا ہے۔

اس میں مندرجہ ذیل فقرات قابل لحاظ ہیں۔

(۱) ”حقیقۃ محمدی یا مقام محبت و محبوبیت ممتزجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم“

(۲) ”اس مقام میں تابع کو اپنے متبوع سے ایسی مشابہت و مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ گویا تبعیت درمیان سے اٹھ گئی“، امتیاز تابع اور متبوع زائل ہو جاتا ہے۔

(۳) ”ایسا متوہم ہوتا ہے کہ گویا تابع و متبوع ہر دو ایک ہی چشمہ سے پانی لیتے ہیں“ مگر تابع اپنے تابع فیضی اپنے متبوع کا جانتا ہے۔

تفصیلی جواب

اولاً یہاں گفتگو حقیقۃ محمدیہ اور مقام محبت میں اس تعلق پر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا کے ساتھ ہے۔ جس کا ثبوت پہلا فقرہ ”حقیقۃ محمدی یا مقام محبت و محبوبیت ممتزجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم“ ہے اور وہ بھی وحدۃ الوجود کے فرزند جس سے مرزا صاحب برادر تباہ کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام بہ حوالہ سابق۔

یہاں کسی کا ذات محمدی یا وجود پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت کا تذکرہ تک نہیں جس کا مرزا صاحب کو دعوے ہے کہ ”خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دیا“،

اجواب

مولانا عبد الحلے فرنگی محلی لکھنوی نہ امام ہیں نہ محدث نہ متکلم نہ مفسر نہ فقیہ ایک منطقی اور فلسفی مشہور ہیں کسی نے ان کا صوفیہ میں بھی شمار نہیں کیا ان کی رائے کسی پر کیا جتن ہو سکتی ہے خصوصاً عقائد میں۔

(۱) نہ ثنوی شریعت میں کہیں عین محمد کا دعویٰ یا اُس کا دور کا اشارہ ہے نہ کسی شرح میں نہ کسی قطب نے کبھی عین محمد ہونیکا دعویٰ کیا ہے نہ خود بایزید بسطامی نے یہ کلمہ زبان سے نکالا نہ کبھی کسی نے یہ ہوش میں کہا نہ سکر میں۔

حاشیہ ذہ ابیر مولانا ابوالعباس بصری بحر العلوم صاحب لکھنوی لکھتے ہیں کہ چونکہ قطب کا قلب (یعنی باطن و سیرۃ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب (یعنی سیرۃ) پر ہوا کرتا ہے اور جو کسی کے قلب (سیرۃ باطن) پر ہو وہ گویا وہی شخص ہو جاتا ہے پس بایزید بسطامی چونکہ قطب وقت ہیں (گویا عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔

یہ مولانا عبد الحلے کی اپنی منطق ہے جس کا کوئی حوالہ کسی بزرگ کے کلام سے نہیں۔ لہذا قابل التفات بھی نہیں اور اصل مدعا ثابت نہیں کہ کسی نے عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا محمد رسول اللہ والذین معہ الخ اپنے یا کسی پر چسپاں کیا ہو یا کسی کو اس کا مصداق ٹھہرایا ہو۔

بہر حال باوجود غیر مسلم ہونے کے یہ حوالے غیر متعلق بھی ہیں۔

(۲) مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ عبارت اس ترتیب سے وہاں نہیں بلکہ یہ خیانتہ تقدیم و تاخیر اور قطع و برید سے پیش کی گئی ہے۔

آخر میں مختار مدعا علیہ نے یہ کہا ہے کہ ”تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو بیان گواہ ۱ وہاں بھی یہی بعینہ تاویلات اور بھی حوالے ہیں صرف مکتوبات کے دو اور حوالہ ہیں۔ جس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق اور خصوصی افعال مجتہد کا ذکر ہے اس دعویٰ عینیت یا مصداقیت محمد رسول اللہ والذین معہ الخ کا تذکرہ ننگ نہیں اولیٰ ہی کھلی ہوئی خیانت اور قطع و برید اُس کے نقل میں کی ہے کہ اُس پر انسانیت شریاتی ہے۔ چونکہ وہاں دو حوالہ تو ہیں انبیاء کے سلسلہ میں درج ہیں لہذا اُسی بیڈنگ کے تحت ان کی تفصیل تذکرہ اور خیانت بتائی جائے گی۔ ان شاء اللہ غالباً اسی کمزوری کا خیال کر کے مقامات امام ربانی اور شرح مضمون و حاشیہ ثنوی کا حوالہ کو یہاں تو مختار مدعا علیہ نے ذکر کر دیا اور ان دونوں حوالوں کا نام ننگ نہ لیا۔ اور محض مغالطہ دینے کے واسطے چند صفحات کا حوالہ دیدیا تاکہ لوگ مغالطہ میں رہیں کہ کچھ اور قوی مفصل دلائل ہوں گے حالانکہ ان مذکورہ بالا تاویلات رکیکہ کے سوا وہاں کچھ بھی نہیں الفاظ ننگ تقریباً ہی مکرر نقل کئے ہیں۔

بہر حال عین محمد ہونے کا دعویٰ اور آیت محمد رسول اللہ والذین معہ الخ اپنے پر چسپاں کرنے کا کفر بدستور سابق لاجواب رہا ایک ضابطہ کا بھی جواب نہ ہو سکا۔

(۱۲)

منم میج زبان ومنم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشند
اس کا مفصل جواب ابواب عینیت کے ہیڈنگ کے تحت پیش کر چکا ہوں۔ دعویٰ عینیت کی مذکورہ بالا
تصریحات کے بعد تریاق القلوب کے دوسرے جمل گول مول مغالطہ آمیز اشعار اور براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۹ کی مغالطہ
آمیز وہ عبارت نہ اُس کا جواب بن سکتی ہے نہ اُس کی تشریح نہ اس کا اصل اعتراض پہلو اور پیش کردہ پوائنٹ سے کسی قسم
کا تعلق ہے

(۱۲) ڈالنا بھی اسی لئے ہے ورنہ عینیت کے دعویٰ کے تحت یہ مذکور ہے اور
نیز اس شعر پر علیحدہ
اسی نمبر کا ایک حوالہ ہے۔

مرزا صاحب کا جواب

مختار مدعا علیہ نے اس ہیڈنگ کے تحت ایک عمومی جواب کا رنگ دے کر پھر مکرر بحث کا اعادہ چاہا
ہے تاکہ اپنے مغالطہ کی تکمیل کر سکے۔
اس سلسلہ میں تین جواب نقل کئے ہیں۔

پہلے جواب میں براہین احمدیہ ج ۲ اور ج ۴ اور ازالہ اوہام ص ۲۴۲ و براہین ص ۵۴ کے چند وہ حوالہ پیش کئے ہیں
جس میں وہی غلطی و پرویزی واسطہ و ذی واسطہ تابع و متبوع کی تاویلیں ہیں جن کا مفصل جواب گزچکا جن کا خود مختار مدعا علیہ
اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔

”آپ پر ان اقلام کا نزول ببرکت متابعت معطفہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مخدوم اور متبوع کے ہے اور
آپ ان کے خادم اور تابع ہیں؟“

مگر کبھی خادم عین مخدوم تابع عین متبوع و رعایا عین سلطان یا اُس کے خصوصی امتیازی القاب میں شریک و شریک نہیں
ہو سکتا نہ اُس کے القابات اپنے اوپر اس لحاظ سے چسپاں کر سکتا ہے۔

دوسرا جواب ۱۔ مرزا صاحب نے اپنی کتاب اربعین ص ۷۱ اور انجام آتھم میں تحریر کر کے مخالفین کو مباہلہ اور
بالمقابل دما کرنے کے لئے دعوت دی ہے چنانچہ الہام الارض والسماء معك كما هو معي

اربعین ص ۷۱ انجام آتھم ص ۷۱ انت منی بمنزلہ توحیدی و تقویدی اربعین

ص ۷۱ انجام آتھم ص ۷۱ انت اسم الاعلیٰ اربعین ص ۷۱ اور انت منی --- تا۔

الخلق اربعین ص ۷۱ انجام آتھم ص ۷۱ كان الله نزل من السماء انجام آتھم ص ۷۱

انافتحنالك فتحا صبينا اربعين ص انجم آتهم ص هو الذي ارسل رسوله
 بالهدى يودين الحق ليظهره على الدين كله اربعين ص انجم آتهم ص انا اعطيناك
 الكوثر اربعين ص انجم آتهم ص وما ادسلناك الا رحمة للعلمين اربعين ص
 قل ان كنتم تحبون الله اربعين ص انجم آتهم ص سبحان الذي امرى بعبد
 انجم آتهم ص ما ينطق عن الهوى اربعين ص ۳۲ -

میں مندرج ہیں اور ان تمام الہامات پر مختار مدعیہ نے اعتراض کیا ہے، انجم آتهم میں مرزا صاحب نے یہ الہامات
 مع دیگر الہامات لکھ کر انج،

یہ عجیب جواب رہا کہ مرزا صاحب نے یہ کفریات لکھ کر مخالفین کو مبالغہ اور بالمقابل بددعا کی دعوت دی ہے لہذا
 یہ سب پسے ہیں۔

اگرچہ مقابلہ و مبالغہ کی دُعا و صداقت وغیرہ مقدمہ تنازعہ سے غیر متعلق ہے اور برابر عدالت کی طرف سے ممنوع
 قرار دئے گئے ہیں مگر چونکہ جو انی بے ضابطہ بحث میں ریکارڈ پر یہ آگیا ہے اسی لیے نہایت مختصر جواب عرض ہے
 جن مخالفین کو دعوت مبالغہ ہے اس میں مولوی ثناء اللہ امرتسری بھی ہیں جنہوں نے بطور قرض کہا۔ جو ہوتا ہو۔ اس
 کا انجام یہ اس کے سامنے ہے۔

نقد مرزا صاحب نے بھی اپنے تمام مخالفوں سے فرمایا تھا اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے بارے میں لکھا۔
 یا اللہ! میں تیرے ہی تقدس کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتی ہوں کہ میں اذینہ اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ
 میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے۔ اور دعائیں یہ الفاظ ذکر کئے۔
 دینا افتخربینا و بین قومنا الخ

یہ ۲۵/ اپریل ۱۹۰۷ء پھر کیا ہوا یہ کہ

لکھا تھا کاذب مرگیا بیشتر کذب میں پکا تھا پہلے مرگیا۔
 (از مبالغہ مرزا۔ ۱۱/ ستمبر ۱۹۲۱ء)

مفصل بحث مولوی ثناء اللہ صاحب کے رسالہ فیصلہ مرزا میں موجود ہے۔
 بہر حال مبالغہ اور بالمقابل دعا سے بھی بجائے ان کفریات کی تائید کے ان کی تردید اور مرزا صاحب کا مفتی علی اللہ
 اور کافر و مرتد ہونا ہی ثابت ہوا۔
 ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں زلیخانے کیا خود نیاک دامن ماہ کنعان کا

(محمد رسول اللہ ﷺ کے لاجواب نمبر)

تہیّد۔ خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے جرح گواہ مبرا کیم مارچ ۳۲ء انکار خصوصیات انکار ذات ہے الخ۔

(وہ بھی کی مخصوص اعتراض پہلے نظر انداز کر دیا)

- (۲) اسلامی عقیدہ آخری نبی سے انکار حوالہ کی چنداں حاجت نہیں۔
- (۳) معراج جمائی کا انکار اور اپنے لیے اس جیسے متعدد وثائیت کرتا ہے معراج جسم کثیف کے ساتھ تھا بلکہ اعلیٰ درجہ ... تھا۔۔۔ اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔
(ازالہ کلاں ص ۴۴)
- (۴) شتی القمر کو ضوٹ قمر کہہ کے اُس سے دو بالا اپنے لیے بتایا یہ
لہ خسف القمر المنیر وان لی غسماً القدمان المنیران انتنکر
ترجمہ تراود اس کے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چاند کے ضوٹ کا نشان ظاہر ہوا اور میرے
یہ چاند اور سورج دونوں کا اب تو کیا انکار کرے گا۔
(قصیدہ انجازیہ ص ۴)
- (۵) اپنی فتح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح پر ترجیح۔
اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گزر گیا اور دوسری فتح باقی رہی
کہ پہلے غلیہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے اور مقدر تھا کہ اس کا وقت مسیح موعود کا وقت ہو اور اسی کی طرف
خدا تبارک کے اس قول کی طرف اشارہ ہے۔
سبحان الذی اسرای بعیدہ لیل من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی
بادکنا حولہ۔ خطبہ الہامیہ ص ۱۹۳ و ص ۱۹۴

میں اور بھی ابامات اس قبیل سے ہیں جیسے انک علی صراط مستقیم فاصد ع با تو صر البشری صک و انذر عشبیر نک
لا قدر بین ————— وغیرہ وغیرہ ہیں لیکن اس وقت ان ابامات کا نزول ہو سکتا ہے اور ایسا ہونا قابل اعتراض نہیں
یہ جواب اگر نقل کر نہ تو بھر کیا تھا اس نے تو اور کفریات کی ایک مکمل لسٹ پیش کر دی اور براہین احمدیہ وغیرہ کی تادیل
بیکار کر دیں کہ جو یہی مولوی محمد حسین بٹالوی جنہوں نے تعریف کی ہے اور براہین کی گول مول تاویلات سے مغالطہ کھایا ہے ،
جب انہیں دیگر کتب مرزا صاحب اور ان کے دعوائے سے حقیقتہً حال کا انکشاف ہو گیا تو سب سے پہلے مرزا صاحب
کی انہیں کفریات کی بنا پر زبردست تکفیر کی ہے اور مرزا صاحب کے اتباع سے تائب ہو کر ان کا کفر و زنداد آخر وقت
تک یار دانگ عالم میں شائع کرتے رہے ہیں ۔ ملاحظہ ہوا شاعۃ السنۃ ج ۱۵ ص ۷۶ بحوالہ سابق و ایک تادیل ۔

- (۶) رجالہ ان سریم کے متعلق اپنا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے فریاد بنانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی تفتیش و توہین۔ (بحوالہ ازالہ کلاں ص ۲۸۴)
- (۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی تنبیلت کی تمہید اشرف اللہ علی کل شئی۔
- (۸) قتلانے تجھے ہر ایک چیز میں سے چن لیا۔
- (۹) آسمان سے کئی تخت اترے پس تیرا تخت سب سے ابر بچھا یا گیا۔ (حقیقۃ الوحی ص ۸۹)
- (۱۰) دنیا میں کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے ابر بچھا یا گیا۔
- (۱۱) اِنَّا فَاِتٰی مَالَکَ رِبُوٰتٌ اَحَدًا مِّنَ الْمَآلِمِیْنَ۔ تمام عالموں میں جو کمالات کسی کو نہ دئے گئے وہ اللہ نے مجھے دئے۔ (استفتاء ص ۸۶)
- مندرجہ ذیل خطابات غصوی و انتقابات کو اپنے پر چپا کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک و ہمیم ہونا حالانکہ اولین و آخرین میں کسی نے اپنے یا کسی پر انہیں چپا نہیں کیا۔
- (۱۲) وَمَا رَمِیْتَ اِذْ رَمِیْتَ، وَلٰکِنْ اَللّٰهُ رَمٰی۔ (حقیقۃ الوحی ص ۸۷)
- (۱۳) قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تَحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاَتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمْ اللّٰهُ۔ حقیقۃ الوحی ص ۸۷ و ۸۸
- (۱۴) سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بَعِیْدَہٗ لَیْلًا۔ حقیقۃ الوحی ص ۸۷
- (۱۵) اور مجھے بتایا گیا تھا کہ میری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو بھی اس آیت کا مصداق ہے کہ ہو الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْہُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لَیْظْہِرُ عَلٰی الدِّیْنِ کُلِّہٖ۔ (اعجاز احمدی ص ۸۷)
- (۱۶) عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَتَآمًا مَّحْمُوْدًا۔ (دافع البلاء ص ۸۷)
- (۱۷) اِنَّا اَعْطٰیْنٰکَ الْکُوْثَرَ۔ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۸۷)
- (۱۸) لَوْلَا لَمْآ خَلَدْتَ الْاَفْلَکَ۔ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۸۷ و ۸۸)
- (۱۹) وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔
- (حقیقۃ الوحی ص ۸۷ اربعین ص ۷۷)
- (۲۰) وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْہَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحٰی یُّوْحٰی۔ (اربعین ص ۷۷)
- (۲۱) مَا کَانَ اللّٰهُ لَیْعِذَ بِہُمْ وَاَنْتَ فِیْہُمْ۔ (دافع البلاء ص ۸۷)
- (۲۲) منم مسیح زمان و منم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجھے با شہ
- (۲۳) پھر اس کتاب میں اسی کالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے کہ محمد رسول اللہ و الذین معہ اشدّاء علی الکفار اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی ضمیمہ حقیقۃ النبوة ص ۸۷)

(۲۴) میں آدم ہوں میں نیت ہوں میں نوح ہوں نا محمد و احمد ہوں (حقیقۃ الوحی ص ۸)

(۲۵) اور خدا نے آج سے میں بڑے پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا اور مجھے آنحضرت کا وجود ہی قرار دیا ہے (حقیقۃ النبوة ص ۲۶۵ و ص ۲۶۶ م)

واضح رہے کہ یہ مرزا صاحب کی عادت اتفاقاً نہیں بلکہ طرزِ فہم مستحکم ہے تلاش کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں مداخلت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ان کا محبوب ترین شغل ہے اس کی تائید میں صرت حقیقۃ الوحی سے بحوالہ سابق اتنے ابامات اور تائید کا طور پر نمونہ پیش کرتا ہوں۔

(۲۶) قل انی امرت انا اول المؤمنین -

(۲۷) قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً -

(۲۸) الرحمن علم القرآن -

(۲۹) انا فتحت لك فتحاً مبيناً -

(۳۰) يا شمس يا قمر انت مني وانا منك -

(۳۱) داعياً الى الله وسراجاً منيراً -

(۳۲) انك باعيننا (خاص الخاص خصوصیت)

(۳۳) دنا فتدلى فكان قاب قوسين او ادنى -

(۳۴) ان الذين يبغونك انما يبغون الله يد الله فوق ايديهم -

(۳۵) قل انما انا بشر مثلكم يوحى الى انما الحكم الله واحد -

(۳۶) ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر - (خاص الخاص)

(۳۷) وعلمك ما لم تعلم -

(۳۸) انا ارسلنا اليكم رسولا شاهداً لهما ارسلنا الى فرعون رسولا -

(۳۹) ليس انك لمن المرسلين على صراط مستقيم تنزيل العزيز الرحيم -

(۴۰) الم نشرح لك صدرك البشري ص ۸

(نتیجہ)

پس جو شخص باوجود اقرار لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ - خود محمد رسول اللہ سے اور میں محمد کہے اور کہلائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ مانے آپ کے معراج جہانی کا انکار کر کے اپنے واسطے بارگاہِ ثابت کرے معجزہ شق القمر کو معمولی دکھا کے اس سے بڑھ کر اپنے لیے بتائے اپنی فتح کو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح میں پرترج دے اپنا علم دینی امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر زائد بتائے اور نازل
 لما خلقت الافلاك خود بنے وما ارسلناك الا رحمة للعالمين
 اپنے کو بھیجے ما ينطق عن الهوى - علو ان يبعثك ربك متراحمًا
 معصود ۱ - اپنی شان میں ٹھہرائے سبحانه الذي اسرى - دنا فتدالي فكان
 قاب قوسين او ادنى - شارت روار کے ان الذين يبايعونك انما يبايعون
 الله - بھی اپنے اوپر چسپاں کرے انا فتحنا لك فتحا مبينًا - ليغفر
 لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر و انك باعيننا
 داعيا الى الله وسراجا منيرا - يس انك لمن
 المرسلين - جیسی ایک دودھ نہیں تقریباً چالیس خصوصیات میں شریک دسہم ہیں بیٹھے اور پھر بھی
 ان کا ایمان کلمہ پر قائم رہے کیونکہ یاد رہو سکتا ہے ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ ایسا شخص کوڑا مرتبہ لا الہ الا
 اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرے جب تک ان کفریات سے رجوع نہ کرے۔ لا الہ الا اللہ محمد
 رسول اللہ۔ بران کا ایمان ناممکن ہے۔

محمد اندر مرزا صاحب اور ان کے متبعین کا کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔
 پر ایمان نہ ہونا ۶۲ مرزا صاحب کے لاجواب دلائل و حواہل سے ثابت ہو گیا۔ جس کے فیصلہ کے لیے کسی اور دلیل
 کی ضرورت ہی نہیں یقیناً مزائیت اختیار کرنا کفر اور کھٹا ہوا الزناد ہے جس کے بعد نکاح یقیناً منسوخ ہو جائے گا۔
 جیسا کہ ابتدائی بحث میں منقجات کی روشنی میں مفصل پیش کر چکا ہوں کلمہ توحید پر ایمان ہونے کا مسئلہ ختم ہو گیا۔

مرزا صاحب اور ان کے متبعین کا ایمان ایمان مجمل پر نہیں

أمنت بالله كما هو بالسمائه وصفاته وقبلة جسيم احكامه -
 اس سلسلہ میں مفصل تقریباً ۱۲ دلائل پیش کر کے ابتدائی بحث میں ثابت کیا گیا کہ ایمان مجمل کے کسی حصہ پر مرزا صاحب
 اور ان کے مریدین کا ایمان نہیں ہے۔ نہ جب تک اسے ترک نہ کریں ہو سکتا ہے۔ مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب
 کا اشارہ و کنایہ نام تک بھی نہ لیا۔ گویا تسلیم کر لیا کہ ایمان مجمل کے کسی حصہ پر مرزا صاحب کا ایمان نہیں۔ ایمان مفصل
 پر مرزا صاحب اور ان کے متبعین کا ایمان نہیں، ایمان مفصل منقول از الزوال و اہام (۲)

(۱) أمنت بالله (۲) ملل شکستہ (۳) و کتبہ (۴) و سلسلہ (۵) والبعث بعد الموت
 (۱) أمنت بالله۔ مختار مدعا علیہ نے یہاں اس سلسلہ میں کوئی جواب نہیں دیا پہلے لا الہ الا اللہ کے

سلسلہ کے جوابات میں اکتفا کیا۔ پس ہم بھی عدالت کی ان متردک لا جواب سوالوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔
جن کا جواب میں نام تک نہ آیا اور ان کے ہوتے ہوئے آئنت بالشر پر کسی طرح ایمان نہیں ہو سکتا۔

(۲) وملتکته - ملائکہ پر ایمان کا یہ مطلب نہیں کہ زبان سے ملائکہ کہے ورنہ یہود بھی تو ملائکہ پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر انہیں ان کی حقیقت کے خلاف بنات اللہ خدا کی بیٹیاں اور فلاسفہ بھی زبانی اقرار کر رکھے تھے۔
مگر کواکب اور سیارات کو ملائکہ قرار دیتے تھے۔ بلکہ ملائکہ کی اس حقیقت اور صفت پر ایمان لاتا نصرانی ہے جو قرآن پاک اور احادیث و اصطلاح شرع میں موجود ہے۔

(۳) قرآن پاک میں ملائکہ کے متعلق اس قدر آیات ہیں کہ ان کی حقیقت اور تصور شرعی بالکل ہویدا ہو جاتی ہے
اصل بحث میں کسی قدر تفصیل عرض کر چکا ہوں۔ یہاں نمونہ چند آیات پیش ہیں۔

(۱) تَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ اِنْ كَاتَبُوْا

(۲) تَنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ -

(۳) عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غُلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ

وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُوْصُوْنَ -

(۴) وَمَنْ عَتَدَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْمِرُوْنَ -

(۵) بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ

(۶) وَاذْقَلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجِدَ وَالْاَدَمَ

(۷) وَاذْقَلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً -

(۸) جَاعِلٌ الْمَلَائِكَةَ رُسُلًا وَّ اُولٰٓئِیْ الْجَنَّةِ مَثْنٰی وَ ثَلٰثَ وَ رِبَاعَ -

(۹) وَ تَرٰ الْمَلَائِكَةَ حَافِیْنِ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یَسْبُحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ -

(۱۰) وَاَلْمَدِیْرٰتِ اَمْرًا اِلَیْهِ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

یہ صرف نمونہ ہے ورنہ بہت سی آیات مفصل موجود ہیں۔

شرعاً ملائکہ کی حقیقت

چونکہ ملائکہ کے وجود کی نسبت فلسفیانہ تاویلات اور عجمانہ توجہات بیان کی گئی ہیں اور تعلیم اسلام پر دساتیر وید کی تعلیم کو ترجیح دی گئی ہے ملائکہ کے فی الخارج وجود کا انکار کیا ہے اور دیدار و دساتیر کے مذہب کے

موانق ان کو ارجح کو اکب بتلایا ہے ان کا چلنا۔ پھرنا۔ زمین پر آنا محال کہا ہے اس لیے چند آیات و احادیث سے اس عقیدہ کی تکذیب و تردید کی جاتی ہے۔

(۱) ولما جاءت رسلنا لوطا اسى بهم وضاق بهم ذرعاً وقال هذا يوم عصيب
 --- تا۔۔۔ و امطونا عليهم حجارة من سجيل منضود۔ (ہود رکوع ۷)

ترجمہ: جب ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس آئے وہ ان کے آنے سے خفا ہوا اور اپنے بی بی رک گیا اور بولا آج کا دن بڑا سخت ہے اور اس کے پاس اس کی قوم بے اختیار دوڑتی آئی یہ پہلے سے بڑے کام کرتے تھے حضرت لوط نے کہا لوگو یہ میری بیٹیاں ہیں جو تم کو ان سے پاک تر ہیں تم اللہ سے ڈرو اور مجھ کو میرے جہانوں میں رہوانہ کر دو کیا تم میں کوئی بھی نیک راہ نہیں ہے (لوگوں نے کہا) تو جان چکا ہے کہ ہم کو تیری بیٹیوں سے کچھ دعویٰ نہیں اور تجھ کو تو معلوم ہے جو کچھ ہم چاہتے ہیں (لوط نے کہا) اگر مجھ کو تمہارے سامنے زور ہوتا یا میں مضبوط جگہ میں ہوتا تو تم ایسا نہ کر سکتے) جہاں بولے! اے لوط ہم تیرے رب کے فرستادہ ہیں یہ لوگ تجھ تک برگز نہ پہنچ سکیں گے تم کچھ حسد رات سے اپنے گھر والوں کو (اپنی عورت کے سوا) لے کر نکلو۔ اور تم میں سے کوئی شخص یہ بھیجے نہ دیکھے تیری عورت پر تو وہی کچھ آئے گا جو ان پر آئے گا ہاں ان کے وعدہ کا وقت صبح ہے کیا صبح نزدیک نہیں؟ پس جب ہمارا حکم پہنچا ہم نے وہ بستی زیر زبر کر دی اور اس پر تہ بتر پھریاں برسائیں۔

قوم لوط جیسے فساق و فجار کا ملائکہ کو جو شمشل بہ بشر تھے دیکھنا حضرت لوط علیہ السلام کا گھر گھیر لینا حضرت کی پریشانی فرشتوں کا حضرت کو اطمینان دلانا۔ اگلی صبح تمام بستی کو خراب و تباہ کر دینا۔ کیا یہ سب کچھ ارجح کو اکب کا بیان ہے روح تو حیوانات کی بھی نظر نہیں آتی ان غیر مادی اجرام کی روح نے منسل کو بونکر حاصل کر لیا اور اگر فرشتے ایک ذرہ برابر بھی آگے بھیجے نہیں ہوتے (تو صبح ۲۴) تو یہ کون تھے جو یہ سب کرشمے لوط اور قوم لوط کو دکھلا گئے۔

(۲) لئن ائتک حدیث ضعیف ابواہیم المکر مین۔ (دیکھو تمام رکوع ۲۷ والذاریا)
 ترجمہ: کیا تجھ کو ابراہیم کے عزت والے جہانوں کی خبر پہنچی۔

حضرت ابراہیم کے گھر فرشتوں کا جہان بن کر آنا خلیل الرحمن کا ان کے لیے کھانا تیار کرنا فرشتوں کا نہ کھانا بیٹے کی ولادت کا وعدہ۔ اور بشارت خدا کی طرف سے دینا کیا یہ ارجح کو اکب کا نام اور کام ہے۔

اذ تقول للمؤمنین الن یکفیک۔۔۔۔۔ مسومین (ال عمران) جب تو مؤمنین کو کہنے لگا تم کو کفایت نہیں کہ تمہارا رب تم کو مدد بھیجے تب ہزار فرشتوں سے جو آتا رہے گئے ہوں البتہ تم ٹھہرے رہو اور برہیز گاری کرو اور وہ اسی دم تم پر آویں تو مدد بھیجے تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے جو پہلے ہوئے گھوڑوں پر ہوں۔

پہلے تین ہزار فرشتوں کی تعداد کا بتانا۔ اور منزلیں ان کی صفت لانا پھر پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ امداد کا کیا جانا اور مسوین ان کی صفت بتلانا کیا یہ سب ارواح کو اکب ہی کیا ہی وہ ارواح ہیں جن کو ذرہ بھر بھی جنبش نہیں۔

فادسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشرًا سویتا۔۔۔ ترجمہ پھر ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ بھیجا اور وہ اس کے سامنے بھروسہ اور مردین کو کھڑا ہوا۔

غور کیجئے یہاں بھی کو اکب ہی بھیج گئے یا روح القدس پھر پھر مردین کو کون کھڑا ہوا تھا اور یہ جواب بھی کس نے دیا۔
 قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُول رَبِّكَ لَا هَبْ لَكَ عَلَٰمًا نہ کتا۔ ترجمہ اسی نے کہا کہ میں تو تیرے خدا کا فرشتہ ہوں اس لیے آیا ہوں کہ تجھے ایک ستھرا لڑکا دے جاؤں۔
 کیا یہ سب روح کو اکب کے ہی کرشمے ہیں جن کو ذرہ بھر جنبش نہیں۔

اب احادیث کی طرف رجوع کیجئے اول اس حدیث کو لیجئے کہ ایک سائل آیا اس کی صورت وضع لباس صحابہ کو حیرت میں ڈال دیتے والے تھے اس نے اسلام اور ایمان کے متعلق سوال کئے اور چلا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
 فَانہ جبریل اُتاکم یعلمکم دینکم۔ ترجمہ۔ یہ حضرت جبریل تھے اس لیے آئے تھے کہ تم کو تمہارا دین سکھائیں۔ اور وہ بخاری مسلم ترمذی ابی داؤد ابن ماجہ۔ پادرہے کہ اس کے راوی بھی حضرت عمار و قتیب (۲) دوسری حدیث عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یوم بد ر هذا جبریل اخذ بواس فراسہ علیہ اادات المحبوب (روح البخاری)
 ترجمہ۔ بدر کے دن فرمایا جبریل بے جرسلاح جنگ پہنچے گھوڑا پکڑے کھڑا ہے۔

مسلم ہو کر گھوڑے پر سوار ہو کر آنا روح کو اکب کا کام ہے یا خداوند کے فرشتے کا جبریل علیہ السلام کا گھوڑے پر چڑھ کر آنا جو دفرعون کا ان کو دیکھنا سامری کا خاک نعل اسب اٹھانا یا شیل اور قرآن مجید میں بھی ہے انکار کرنا آسان نہیں احادیث صحیحہ اور صحیح اس امر میں ہے شمار مل سکتی ہیں مثلاً در روز تک جبریل علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھوانا۔ رمضان میں رسول کریم کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرنا دجیہ صحابی کی شکل پر آنا رسول کریم کا ام المؤمنین عائشہ یا صدیق اکبر سے فرمانا کہ یہ جبریل ہے اور تم کو سلام پہنچانا ہے وغیرہ وغیرہ۔

پسے مسلمانوں کو لازم ہے کہ بمقابلہ ارشادات نبوی کے معتقدات مجوس کو صحیح خیال نہ کر بیٹھیں اور ادیان مختلفہ کی کتابیں دیکھ کر گمراہ نہ ہو جائیں۔ میں صرف اسی عام جواب پر اکتفا کرتا ہوں جس میں تقریباً ان تمام تاویلات رکیکہ کا قرآنی الفاظ میں جواب ہے جو مختار مدعا علیہ نے کی ہیں۔ فرشتوں کی ایک دو تعداد بھی نہیں بلکہ بے شمار ہے جیسا کہ حدیث مسلم میں ہے کہ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جن کی بوجہ کثرت دوبارہ باری نہیں آتی۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صفت بیت المعمور فاذا هو یدخلہ کل یوم

تفاسیر و کتب عقائد

تفاسیر اور کتب عقائد کے بعض والہ بحث کے وقت ذکر ہو چکا اعادہ کی ضرورت نہیں۔ مختار مدعا علیہ نے ان کے جواب کا تذکرہ تک نہ کیا۔ عقائد و تفاسیر کی کتابوں میں ملائکہ کی شرعی مکمل صفت موجود ہے میں اس وقت صرف ایک گواہ مدعا علیہ اور مختار مدعا علیہ کے سلم بزرگ امام عبد الوہاب شمرانی کی سب سے مستند کتاب ایواقیئت والنجواہر کے والہ پر اکتفا کرتا ہوں ملا خطہ ہو۔

(یواقیئت والجواہر جلد ۲ ص ۴۴ میبعت ۳۹)

وہ سارا مجتہد ہی ان کی شرعی مذکورہ بالا حقیقت اور ارواح کو اکب کی تردید میں ہے۔

(مرزا صاحب کافرشتوں کے متعلق عقیدہ)

- (۱) فرشتے نفوس فلیکہ اور ارواح کو اکب کا نام ہے (مخلص توجیع المرام ص ۴۸)
- (۲) جو کچھ ہوتا ہے وہ سیارات سے ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ (توجیع المرام بحوالہ سابق ص ۴۸)
- (۳) جبرئیل زمین پر آئے نہ آتے ہیں (توجیع مرام مخلص ص ۶۸)

اصل اعتراض

اولاً ملائکہ کو نفوس فلیکہ اور ارواح کو اکب ماننا بالکل شریعت کے خلاف ہے البتہ یونانیوں اور وہ پرستوں کا ضروری عقیدہ ہے دوسرے کو اکب و سیارات سے تمام اختلافات منسلک کرنا یہاں کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں "اور آج تک کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا کہ میں قدر آسمان میں سیارات اور کو اکب پائے جاتے ہیں وہ کائنات الارض کی تکمیل و تربیت کے لیے ہمیشہ کام میں مشغول ہیں" مشکوٰۃ باب المسطر

اور احادیث میں بخاری و مسلم کی حدیث مطلقاً بنوع کذا۔۔۔ الخ موجود ہے جس میں ان لوگوں کو باری تعالیٰ کی زبان پر کافرین بالائت قرار دیا گیا ہے جو بارش ہونے کی نسبت ستارہ یا بھڑک کی طرف کرتے ہیں نیز اس حدیث میں یہ بھی تصریح موجود ہے کہ جن نے ستاروں میں علاوہ تین امور کے کوئی اور تاثیر اور کام مانا اس نے اللہ پر زبردست اقتراف کیا (۱) نہایت سماء دنیا (۲) رجوم شیاطین (۳) ہدایت راہ۔

پس ملائکہ کی یہ حقیقت شرعی کے سراسر خلاف ہے لہذا ان عقائد کے ساتھ ایمان یا ملائکہ نہیں ہو سکتا۔

(مختار مدعا علیہ کی تاویلات عقلیہ)

(خلاصہ تاویلات) ایمان باللہ

- (۱) مرزا صاحب کے سراج منیر براہین - ایام الصلح - آئینہ کمالات چشمہ معرفت کے چھ حوالے حماۃ البشری کے -
- (۲) اور توضیح مرام سے چند گول مول حوالے تاویل کے لئے نقل کئے -
- (۳) تفسیر عزیزی - یواقیت - تفسیر سرسید -

الجواب

(جواب) یہ تقریباً کتب اس زمانہ کی ہیں۔ جب کہ مرزا صاحب کا کفر بہت کچھ مشہور تھا اور وہ بھی متفاد باتیں کر کے دنیا کو دھوکے میں رکھنے کی سعی کرتے تھے۔

(۲) میں اصل بحث اور اس جواب الجواب میں مرزا صاحب کے متعارفات کی ایک لسٹ پیش کر چکا ہوں اور ان کی یہ عادت ہی ہے مطلقاً مدعی نبوت کو کافر بھی کہتے ہیں۔ اور دعویٰ نبوت بھی کرتے ہیں اپنے کو نبی کہنے والوں کو دجال بھی کہتے ہیں اور مسلمان بھی، مدعی نبوت پر لعنت بھی بھیجتے ہیں اور رحمت بھی وغیرہ وغیرہ۔

- (۳) میں نے صریح عبارت پیش کی ہے اس کے جواب میں گول مول مجمل عبارات جواب اور تاویل کے واسطے کافی نہیں۔
- (۴) جس کی منافی اور متعارض باتوں کی عادت ہو اس کی ایک عبارت دوسری عبارت کی شرح نہیں بن سکتی۔
- (۵) کسی کا کفر دائرہ قطعی دلائل اور صریح حوالجات سے واضح ہونے کے بعد اس قسم کی تاویلات قابل التفات بھی نہیں زیادہ تفصیل کا وقت نہیں اصل بحث کے حوالہ پر چھوڑتا ہوں۔

(جواب) توضیح مرام میں نے جو حوالہ پیش کیا ہے وہ نہایت صریح ہے اور مختار مدعا علیہ نے جو حوالے پیش کئے ہیں۔ ان سے صرف اشارۃً یہ تاویل نکالنی پڑتا ہے۔ کہ تعلق ملائکہ کا ارواح سے اس قسم کا ہے یا دراصل ملائکہ ارواح کو اکاب کا نام نہیں بلکہ روح یا جان کا لفظ صرف ان کے شدید تعلق کی وجہ سے استعمال کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ مگر اہل بصیرت پر پوشیدہ نہیں کہ ملائکہ بھی امور غیبیہ میں سے ہیں۔ ان کی حقیقت ہم خود اپنی عقل سے نہیں قائم کر سکتے بلکہ شریعت غراء کی تعلیم کردہ حقیقت پر اتکا کرنا ہوگا اور بلاشبہ اب کوئی بھی تاویل کی جائے مرزا صاحب نے وہ حقیقت شرعی بدل ڈالی۔ لہذا ان کا ایمان ملائکہ پر ہو نہیں سکتا۔ جب تک اس سے صاف الفاظ میں اولاً رجوع کر کے اس شریعت کی پیش کردہ تعریف پر قناعت نہ کریں۔ تفصیل بخوف تطویل نہیں کرتا عدالت ملاحظہ فرمائے۔

جواب ۳۔

(۱) (تفسیر عزیزی کا حوالہ)

اس میں کہیں ارواح کو ایک کو ملائکہ قرار نہیں دیا مطلب بالکل واضح ہے عدالت خود اصل کتاب سے ملاحظہ فرما سکتی ہے نیز ملائکہ کی تفسیر بالکل شریعت کے مطابق ایک دو نہیں متعدد جگہ اسی تفسیر میں موجود ہے اور فلاسفہ وغیرہ کا رد ہی بخوف تطویل عبارات نقل نہیں کرتا۔

(۲) (بواقیت کا حوالہ ج ۲ صفحہ ۵۵ وادیش ۲ ص ۵۵ بحث ۲۹)

”ان جميع النجوم الى فقد استحق العزل“

اس میں مختار مدعا علیہ کے مفید مطلب کوئی بات نہیں کیونکہ ملائکہ کا کو ایک و نجوم وغیرہ پر مسلط ہونا اور بات ہے اور ارواح کو ایک ہونا اور چیز ہے مرزا صاحب تو نفوس فکلیہ اور ارواح کو ایک کا نام ملائکہ بناتے ہیں جس کی نفی صحت الفاظ میں اسی صفحہ کے الگ صفحہ پر موجود ہے۔ ان آسمانی فرشتوں کی حقیقت و صفات شریعہ بیان کر کے لکھتے ہیں کہ (قال ای الشیخ) وهذا بخلاف ارواح الكواكب السماویہ فانما تتزل بالاسماء البیخودات (اشباہ ذلك) (بواقیت ج ۲ صفحہ ۵۵ بحث ۳۹) شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی سلم گواہ مدعا علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ملائکہ ارواح کو ایک سے بالکل خلاف و متضاد حقیقت ہیں کیوں کہ ارواح کو ایک اسماء و مخورات قابو آسکتی ہیں اور فرشتے کسی عمل سے قابو میں نہیں آسکتے الخ۔ لہذا حضرت شیخ رحمہ اللہ کا دامن قدس مرزا صاحب کی تائید سے پاک ہے یہ صرف مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے۔

(جواب ۲) سرسید کی تفسیر مسلمانوں پر حجت نہیں اور اس قسم کے پیچری اور دہری نتائج کی بنا پر لوگ ان کے اسلام میں شبہ کرتے ہیں مگر چونکہ ہمیں اپنے اکابر سے موثق طور پر معلوم ہوا ہے کہ وہ آخر عمر میں ان تمام بد عقیدہ گروہوں سے تائب ہوئے تھے اس لیے ہم انہیں اسلامی زمرہ میں شامل کرتے ہیں اور اسلامی القابات سے یاد کرتے ہیں جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں۔ مرزا صاحب کی اگر تمام کفریات اور دعویٰ برف سے تو یہ ثابت ہو جائے تو انہیں بھی ہم رحمۃ اللہ علیہ کہیں گے کوئی ذاتی نزاع تو ہے نہیں۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا صاحب کا ایمان اسلامی ملائکہ پر نہیں اور ان کا عقیدہ کفریہ کی ایک بھی نظیر اسلامی طریقہ میں نہیں ملتی محض مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے۔

(نزول ملائکہ)

مختار مدعا علیہ نے بلاوجہ اس بحث کو طول دیا اختلاف اس قدر ہے کہ مرزا صاحب نزول جبریل اور ملائکہ کے سرے سے منکر ہیں اور صرف اثر اندازی بناتے ہیں۔

” نزول کی اصل حقیقت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہئے تو فیج مرام سیارات کے نفوس نورانیہ کی تاثیرات کا نام نزول ملائکہ ہے۔ تو فیج مرام منہوی تو فیج مرام خورد و غذا و ملحقہ نفوس فلکیہ۔ اوداج کو اکب ملائکہ ایک ہی ہی۔ ملحقہ تو فیج مرام خورد و غذا

جبارات بالاسے واضح ہے کہ ملائکہ کے حقیقی طور پر نزول کے مرزا صاحب صاف منکر ہیں اور انہیں سیارات یا نفوس فلکیہ اور ان کی اثر اندازی کا نام نزول بتاتے ہیں قرآن و احادیث سے ملائکہ کا نزول حقیقی پایا جاتا ہے نہ صرف اثر اندازی (۱) فتمثل لها بشرا سويا۔

انسان ہو کر ان کے سامنے آئے۔

(۲) غار حرا میں وحی لے کر اترا (بخاری شریف)

(۳) جبرئیل علیہ السلام کا کسی انسانی شکل اور دھیمہ کلمی صحابی کی صورت میں حقیقت نہ اثر اندازی کے طور پر اترا اور صحابہ کا دیکھنا (بخاری شریف)

(۴) جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ”موزنہ“ دیکھا (مسلم)

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو دیکھا ان کے پتھر سوزا (تھے) بخاری ذکر الملائکہ۔

(۶) نزول کے متعلق تفصیل اور اس کے اقسام کے واسطے مسلم قرطبی بزرگ علامہ شیخ عبدالوہاب شعرائی کی کتاب ایہوا قیست والحوار مجتہد (۳۹) ملاحظہ ہو۔

بہر حال خواہ انسانی شکل میں آئیں یا کسی اور اصلی ہو یا مثالی یہاں صرف بحث اس قدر ہے۔

کہ نزول حقیقی ہے صرف اثر اندازی اوداج کو اکب یا نفوس فلکیہ کا نام نہیں۔

مرزا صاحب کے اس ادعاء باطل پر کہ۔

نزول کی اصلی کیفیت صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر۔

مختار مدعا علیہ ایک والدیمعی اسلامی المرچر سے نہ پیش کر سکا مثالی اور غیر مثالی شکل پر بحث کرتا رہا جو موضوع سے بالکل غیر متعلق ہے تمام اہل اسلام نزول ملائکہ خواہ مثالی شکل ہو یا حقیقی واقعی طور پر مانتے ہیں اور ہی قرآن اور احادیث و کتب عقائد سے ثابت ہے۔

اور مرزا صاحب صرف اثر اندازی مانتے ہیں نہ واقعی نزول میں نزول ملائکہ کا واقعی طور پر انکار کر کے یعنی مرزا نے اپنی کفریات میں ایک اور کفر کا اضافہ کیا۔

(دکتابہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا انبیاء سابقین پر وحی یا کتب منجانب اللہ نازل ہوئیں وہ قطعی اور یقینی ہیں اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ وحی نبوت کا بالاتفاق دروازہ بند ہے ہذا یسودت وحی اگر کسی کو کچھ منکشف ہو وہ الہام ہی ہے اور وحی نبوت کی طرح قطعی نہیں ملاحظہ ہو ایساویت راجحاً بر بیان وحی الہام، آگے کے سلسلہ میں اس کی تفصیل آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اپنی وحی الہام پر جس طرح ایمان رکھتا ہے ویسا ہی ایمان اللہ کی منزلہ پاک کتابوں پر بتائے یا ان میں سے کسی ایک کی بھی توہین کرے یا قوم تقیص فقرات استعمال کرے اس کا ایمان کسی طرح کتب البلیہ پر قابل اعتناء نہیں ہو سکتا گویا ان سے کتنا ہی کتنا رہے۔

مرزا صاحب نے مذکورہ بالا امور کا ارتکاب کیا۔

ملاحظہ ہوں تو ایجابات ذیل۔

(۱) جب کہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ تورات اور انجیل اور قرآن کریم اور بعین عا

(۲) قرآن خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں، حقیقتہ الوحی

(۳) آنچہ من مشنوم وحی خدا بخدا پاک دامنش ز خطا

مبجو قرآن منزہ اش داتم از خطا ما ہمین است ایمانم در شین مع

(۴) مرزا صاحب کی عادت بد زبانی اور سخت کلامی کی تھی چنانچہ جب مرزا صاحب سے لوگوں نے اس کی گرفت کی تو جواب یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اولاً یہاں واقعہ کچھ اس طرح کا ہوا گالی نہیں دوسرے اور اگر ہر ایک سخت اور آزار دہ تقریر کو محض بوجہ اس کی مرامت اور تلقی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر قرآن کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن گلابوں سے پُر ہے ازالہ بار خیم مکیہ وہی مرزا صاحب کی نیک مادہ ہے کہ اپنی تمام غلطیاں قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم لگاتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

(۵) قرآن پاک کے سوا کسی آسمانی وغیر آسمانی الہامی یا غیر الہامی کتاب کے الفاظ محمدی کے واسطے پیش نہیں کئے گئے یہ صرف

قرآن پاک کی اخص الخاص امتیازی شان ہے کہ، ان کنتم فی دیب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسودة من مثله۔ قل لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یا توابعثوا

هٰذا القرآن لا یأتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظہیرا۔

مگر مرزا صاحب نے اپنا قصیدہ اعجازیہ بطور محمدی اور مقابلہ کے قرآن کی طرح اعجاز قرار دے کر پیش کیا مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر مرزا صاحب اور ان کے مریدین کا ایمان و کتبہ پر نہیں ہو سکتا۔ مفصل ابتدائی بحث میں ملاحظہ ہو مختار مدعا علیہ کی تاویلات

خلاصہ تاویلات۔

قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔

(۱) زبانات) چونکہ مجموعہ الہامات میں درج ہے لہذا میرے منہ سے خدا کا منہ مراد ہوگا۔

(۲) اخبار البدر ۱۱ جولائی ۱۳۱۷ء سے ایک تاویل۔

(۱) الجواب

مجموعہ الہامات میں درج ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام متکلم ضمیر میں خدا ہی کی طرف ہوں ای مجموعہ الہامات سے منورہ ملاحظہ ہو۔

(۱) نحمدک ہم تیری تعریف کرتے ہیں۔ حقیقۃً الوحی مگر اس ضمیر سے خدا مراد نہیں۔

(۲) یا بنی اللہ کنت لا اعرفک۔ حقیقۃً الوحی مثلاً یہاں بھی ضمیر متکلم سے خدا مراد نہیں مرزا صاحب خود یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ اے خدا کے نبی میں تجھے شناخت نہیں کرتا تھا۔

(۳) دب علمنی ما هو خیر عندک۔

(۴) ان ربی قوی قدیر۔

(۵) انی صادق اتی صادق و شہدا اللہ لی۔ ترجمہ مرزا صاحب میں صادق ہوں اور خدا میری گواہی دے گا۔

(۶) ان امرت من الرحمن فاستوفی۔ ترجمہ میں خدا کی طرف سے خلیفہ کیا گیا ہوں پس تم میری طرف آجاؤ مثلاً۔

(۷) انی لاجد ریح یوسف۔ الخ اور مجھے گم گشتہ یوسف کی خوش بولائی ہے، اگر تم یہ نہ کہو کہ یہ شخص بہک رہا ہے مثلاً کیا مختار مدعا علیہ ان متکلم کے ضماائر سے بھی خدا مراد ہوگا۔ اس لیے کہ یہ مجموعہ الہامات میں درج ہے۔

(مختار مدعا علیہ کا اقرار)

مختار مدعا علیہ اپنی بحث لا الہ کے ہیڈنگ کے تحت الہام نمبر ۱ میں اصلی و اصوم واسہرو انام واجعل لك انوار القدوم واعطیک ما یدوم الخ۔ میں یہ تاویل کر یہ مجموعہ الہام میں سے ہے۔ سب ضمیر میں خدا کی طرف ہونا فرض کر لیا کہ پہلے حصہ میں متکلم ضمیر میں لہم کی طرف اس کی شان کا اظہار کے واسطے ہیں اور دوسرے میں خدا کی طرف۔ لہذا اسی کے اقرار سے یہ تاویل غلط ہو گئی۔ اور ہر معمولی اردو داں بھی اس کا مطلب سمجھ سکتا ہے۔ قرآن شریف، خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ منہ سے مرزا صاحب کا منہ مراد ہے نہ خدا کے تعلق کا ورنہ اردو عبارت بالکل غلط ہو جائے گی۔ بہر حال یہ تاویل محض لغو اور بے سود بلکہ عجز کا اقرار ہے تاویل ۱

(الجواب)

ہمارا اعتراض حقیقتہً الوحی کے البام پر ہے جو ۱۵ مئی ۱۹۷۷ء کی ہے اور جواب البدل ۱۱ جولائی ۱۹۷۷ء سے عنایت ہو رہا ہے۔ سبحان اللہ۔

(۲۱)

(فبای حدیث بعد کا یومنون)

مختار مد علیہ نے اس پر طول طویل تقریر کی مگر اصل مدعی و اعتراض کو ذکر تک نہ کیا اعتراض صرف آیت سے نہ تھا بلکہ اس کی تفسیر جامع البیان و مدارک سے نقل کی تھی کہ

مع الله لا حدیث یساویہ اویدا ینہ فلا حدیث حسن بالایمان منه جامع البیان مع انه معجزه باهره من بین کتب سماویہ فبای کتاب بعد یومنون ؟ (مدارک)

یعنی کوئی کتاب کوئی وحی کوئی بات قرآن پاک کے سادی اور ہم پلہ نہیں نہ کوئی آسمانی کتاب اس جیسی معجزہ ہے بس کسی کتاب پر اس جیسا اس کے بعد ایمان نہیں ہو سکتا۔ اور مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

”مجھے میری وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن پر“

آنچه من بشنوم ز دمی خدا بعد اپاک دانش ز خطا۔

بمخبر قرآن منزه اش دانم از خطا بامیں است ایمانم (درشین)

اس کے بعد جواب میں مختار مد علیہ کا یہ کہنا کہ مختار مد علیہ نے آیت تو پیش کر دی اس کا مطلب نہ سمجھ سکا حالانکہ میں نے اپنا مطلب نہیں بلکہ ائمہ مفسرین کا نقل کیا ہے۔ پھر خود تراشیدہ اپنی تفسیر اور لاطعلی تاویلات کو تاکہ تشبیہ سے یہ مراد ہے منہ سے یہ مطلب ہے وہ نہیں محض بے سود اور ناقابل التفات ہیں۔ کیونکہ جب اصل پوائنٹ ہی چھوڑ دیا تو غیر متعلق امور کا جواب ہم سے متعلق نہیں۔ ہم نے تبرعاً جواب دیا ہے ورنہ ہماری طرف سے غیر متعلق کہنا کافی تھا۔

جواب تو یہ ہوتا کہ مرزا صاحب جیسی تو ہیں آمیز عبارت کسی مسلمان کے کلام سے پیش کرتے صرف اپنی طرف سے اس واضح عبارت میں تاویلات پیش کرنا محض بے سود ہے جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں۔ مختار مد علیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب کی وحی قرآن کے بالکل موافق ہے اس کا کوئی لکھ بھی قرآنی تعلیم کے معارض نہیں محض غلط بلکہ بالکل قرآن کے خلاف ہے جیسا کہ اوپر نمونہ گزر چکا۔

جیسا کہ مختار مدعا علیہ کو یہ مسلم ہے کہ

(۱) مرزا صاحب نے قصیدہ اعجازیہ کو بطور تحدی پیش کیا۔

(۲) اور غلیہ الہامیہ کے ٹائٹل پر لفظ آیہ لکھا اور یہ بھی کہ اس کے مثل کوئی نہیں لاسکتا۔

(۳) اس غلیہ الہامیہ پر ہے و مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يَنْطِقَ بِمِثْلِ --- الخ میری طرح کوئی بشر

نہیں کہ یوں قلم برداشتہ عبارت لکھ سکے سچہ قرآن کے مقابلہ میں کوئی کسراٹھا رکھی کوئی آسمانی کتاب یوں مقابلہ کے چیلنج سے پیش نہ کی گئی خواہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ افصح العرب تھے اور خود فرماتے ہیں۔ اَنَا افصح العرب والعجم وَلَا فخر۔ کبھی اپنا کلام یوں مقابلہ کے واسطے پیش نہ کیا یہ صرف حضرت آدم سے قیامت تک قرآن ہی کی خصوصیت تھی مگر مرزا صاحب نے اسے خاک میں ملا دیا مسلمان تو اسے تو یوں ہی سمجھتے ہیں ہاں مختار مدعا علیہ کو تو یوں سمجھ میں نہیں آسکتی وہ معذوریں

(مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ)

مسئلہ واضح ہے جواب کی حاجت ہی نہ تھی مگر تبرعات و تاویلات کا خلاصہ پیش کرتا ہوں تاکہ ان کی حقیقت معلوم ہو جائے۔
(۱) اور جب آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ کو عربی انشاء پر دوازی کا معجزہ جس میں آپ تمام دنیا کے آدمیوں پر غالب رہے اور عرب و عجم میں کوئی آپ کا مقابلہ نہ کر سکا اس سے عطا ہوا تھا الخ
(الجواب)

یہ بات کہ ان کو عربی انشاء پر دوازی کا معجزہ عطا ہوا تھا اور عرب و عجم میں کوئی آپ کو مقابلہ نہ کر سکا نہایت مضحکہ خیز ہے
قصیدہ اعجازیہ کی صرفی نحوی معانی کی غلطیاں علما نے شائع کر دی ہیں جن کو مبندی طالب علم بھی نہیں کر سکتا قصیدہ اعجازیہ کا صرف
ایک شعر بحوالہ سابق ملاحظہ عدالت کے واسطے پیش ہے۔

واما حسین فاذا كروا دشت كوبلا۔ الى هذا لا يام تبكون فانظروا۔ (قابل ملاحظہ ہے)
باقی یہ تاویل کہ قرآن کے حقائق ظاہر کرنے کو یہ معجزہ ملا تھا محض مغویہ۔ قرآن پاک کی ہمری کسی لحاظ سے ہو تو یوں
کلام الہی ہے اور قرآن کے حقائق وغیرہ کا محض متاثر ہے۔

دراویل ۲) اس سے اب تک لازم آنا بالکل باطل قطعاً ناقابل التفات ہے۔ الخ

(الجواب)

جب کوئی دلی جواب سے عاجز آجاتا ہے۔ تو یہی کہا کرتا ہے کہ بالکل باطل قطعاً ناقابل التفات ہے اس کا

ہیں کوئی شکوہ نہیں۔

(تاویل ۳) اگر اس سے قرآن کی توہین ہے تو قرآن کو بھی توہین کا مرتکب ماننا پڑے گا الخ

(الجواب)

(۱) یہ وہی بات ہے کہ مرزا صاحب نے کلام کا اعتراض قرآن پاک پر دہرایا۔

(۲) اعتراض صرف لفظ آیت پر نہیں، بلکہ اس پر یہ کہ کوئی اس جیسا لائے نہیں سکتا۔

(تاویل ۴) (الهدی وجبة المنوس - وغیرہ سے تاویلات۔

(الجواب)

اپنی بلاغت قرآن کے بعد یا نقل جو کچھ انہیں تحدی اور مقابلہ میں اپنا کلام قرآن کی طرح پیش کر کے قرآن پاک کی خصوصیت پر جو جو غلبہ ہے اس کا جواب نہیں ہو سکتا۔

(۴)

قرآن گالیوں سے پر ہے

مختار مدعا علیہ اپنی عادت کے مطابق اعتراض اور استدلال کا علامہ قطع و برید کر کے نقل کرتا ہے۔ اور مختار مدعا علیہ کے ذمہ لگاتا ہے۔

یہاں اس فقرہ مذکورہ بالا پر اعتراض نہیں، بلکہ اعتراض یہ ہے کہ مرزا صاحب کی سخت کلامی جس کا نمونہ اوپر پیش کر چکا ہوں۔ اور آگے آئے گا۔ جب اعتراض کیا گیا، تو فوراً اسے بیان واقعہ کہہ کے قرآن پاک کے ذمہ لگا دیا، کہ اگر یہ گالیاں جو بیان واقعہ ہیں گالیاں ٹھہریں، تو قرآن پاک کو گالیوں سے پر ماننا پڑے گا۔

نہیں اعتراض صرف اس قدر ہے کہ مرزا صاحب کی غش کلامی اور بد زبانی جیسا سوز کلمات کو اگر سب و شتم کو کافی کہا جائے، تو بقول مرزا صاحب قرآن پاک کو گالیوں سے پر ماننا پڑے گا یہ مقابلہ قرآن سے اپنی سخت کلامی کا ان دلائل اور دیگر حوالجات سے جو اوپر پیش ہو چکے، مرزا صاحب کے ایمان باقرآن کو خطرہ میں ڈالتے ہیں، اور ان امور کے بعد ایمان بکلمتہ کا دعویٰ محض زبانی اور غلط ہے، عجارت کاٹ کے نہیں پیش کی کہ تاویل کافی ہو جائے۔ رتہ اتنے فقرہ پر صرف اعتراض ہے کہ قرآن گالیوں سے پر ہے، یہ تو مختار مدعا علیہ کی تصنیف ہے۔ ہمارا اعتراض تو پورے مضمون اور اپنی سخت کلامی کا قرآن پاک کے پاکیزہ طرز خطاب پر قیاس کر کے کہہ جس کے جواب کی طرف مختار مدعا علیہ نے اشارہ نہ کیا، غیر متعلق باتیں اور نیز کلامی کر کے صفحہ سیاہ کر ڈالا اور یہ اعتراضی پوائنٹ لاجواب کا جواب ہی رہا۔

باقی مرزا صاحب کا کشتی نوح اور مواہب الرحمن وغیرہ میں قرآن کے حامد بیان کرنا جواب کے لیے کافی نہیں

جب کہ مریض توہین لاجواب اور پریش ہو چکی۔ اور مرزا صاحب کی چونکہ عادت ہی متعارض ہونے کی تھی۔ اس لیے ان کا ایک کلام دوسرے کی شرح کیا ہی سکیگا۔ جیسا کہ اوپر منسل عرص کر چکا ہوں۔ یہ حال مرزا صاحب کا ایمان مکتبہ اسلامی اصول پر نہایت نہ ہو سکا۔

(نوٹ) مختار مدعا علیہ نے مضمون ضبط کر کے اور منالطہ کے واسطے سلسلہ توہین کے دو نمبر (۵) بشارۃ اسمہ احمد اور (۶) حدیث کی توہین بے ربط توہین کے سلسلہ سے لیکر یہاں ایمان مفصل کے سلسلہ میں چھوڑ دیا ہے۔ اور پھر اس کے بعد دوسلہ شروع کیا۔ یہ نمبر (۵) و (۶) اسی توہین کے سلسلہ میں ذکر کروں گا۔ تاکہ یہ مضمون بے ربط نہ ہو جائے اور ایمان مفصل کے و کتبہ کے جواب کو ختم کر کے دوسلہ شروع کرے کہ تاہوں۔

(دوسلہ)

مختار مدعا علیہ نے ہماری پیش کردہ ایک دلیل کا بھی جواب نہ دیا بلکہ ذکر تک نہ کیا۔ اور صرف اس کہنے پر اکتفاء کیا کہ مرزا صاحب اور آپ کے تمام پیرو اور اللہ تعالیٰ کے تمام بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس زبانی اقرار کی تائید حقیقتہ الوحی از اللہ و ہام چشم معرفت سے پیش کی کہ وہاں رسول بھیجے یا ان پر ایمان لانے یا دیگر ایمانیات کا ذکر ہے۔ حالانکہ اعتراض یہ تھا کہ بعض انبیاء کرام اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ

انبیاء گروچہ لودہ اندیسے	من بعرقان نہ مکترم ز کسے
آنچہ دادست ہرنہی را جام	داداں جام را مرا یتقام
زندہ شد ہرنہی بآدم نم	ہر رسولے نہاں یہ پیر ہنم
روضہ آدم کہ تھا نا کمل اب تک	میرے آنے سے ہوا کالہ بجلد برگ بار
آدم نیز احمد مختار	در برم یا مدہ ہمد ایرار
منم شیخ زمان و منم کلیم خدا	منم محمد واحد کہ مجتبیٰ باشد
میں کبھی آدم کبھی موسے کبھی یعقوب ہوں	نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار
ایک منم کہ حسب بشارات آدم	یسے کجا است تا بہتہ دیا بہ منبر م
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو	اس سے بڑھ کر غلام احمد ہے

ساتھ ہی یہ بھی کہے کہ یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں۔

تو وہ گزبان سے ایمان بالرسلا کا قائل ہو گا کہ اس کا ایمان اللہ کے رسولوں پر نہیں ہو سکتا۔

مختار مدعا علیہ نے بھی اسے لاجواب سمجھ کر یہاں نظر انداز کر دیا کیونکہ مرزا صاحب کے ان کفریات اور

و عادی کے بعد ان کا ایمان بالرسول ثابت کرنا واقعی محال ہے ورنہ کچھ اشارہ کنایہ ہوا تو ہوتا۔ فَلَئِنَّ الْحَمْدَ -

(وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَالْقَدْرَ خَيْرٌ وَشَرٌّ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى)

مرزا صاحب نے بھی ازالہ اوہام میں یہ دونوں فقرات اپنے ایمانیات کی فہرست سے خارج کر دیئے ہیں ان کے کسی انتہی سے ان کے متعلق لب کشائی کی کیا توقع تھی بہر حال اس سلسلہ کے تمام حوالے و اعتراضات بھی لا جواب رہے۔

(وَالْبَعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ)

اس سلسلہ میں جو پیش کیا تھا اس کا جواب کیا بن پڑتا اس کا نام نمک نہ لیا گیا بحث میں اس کا ذکر بھی نہ تھا اور دراصل مرزا صاحب کے متبعین اس عقیدہ کے اثبات میں سخت عاجز رہے کیونکہ ایک طرف مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ مرنے والا فوراً جنت یا دوزخ میں پہنچ جاتا ہے اب اگر قیامت میں نفعِ مورد کی طلبی پر تفسیر سے اٹھیں تو جنت اور دوزخ کے بعد دخولِ خروج ماننا پڑے گا جو جائز نہیں لہذا قبر سے مردے نہ اٹھینگے بلکہ ترقی مدارج ہوگی لغض ازالہ اوہام از ص ۱۳۷ تا ۱۳۸

دوسری طرف نصِ قطعی قرآن حکم میں موجود ہے کہ مردے قبروں سے قیامت میں اٹھینگے۔

(۱) وَنَفَخَ فِي الصُّورِ فَذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَى رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ (سورة یونس)

(۲) وَإِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ - (حج پ)

(۳) إِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ -

(۴) الْإِظْنَ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ -

(۵) مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى -

مسلمانوں کا عقیدہ قیامت کے دن مردے قبروں سے نکل کر حساب کتاب کے لیے میدانِ محشر میں جمع ہوں گے

وَنَفَخَ فِي الصُّورِ فَذَا هُمْ - - - - - يَنْسِلُونَ (سورة یونس) قَالَ مَنْ

يَحْيِي الْعِظَامَ - - - - - تَا - - - - - خَلَقَ عَلِيمٌ (یس) کہما بدأنا اول - - - - -

کنا فاعلین - کذاک یحیی اللہ الموتی اِنَّ اللہ یبعث من فی القبور - منها خلقناکم و

فیہا نعیدکم و منها نخرجکم تارۃ اُخری - افلا یعلم اذا ببعثنا ما فی القبور و

اذا القبور بعثرت علمت نفس ما قدمت و اخرت یقولون ءانا لمرءودون فی الحافرة

ءاذا کنا عظما ما نخرجہ یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا و نفخ فی الصور - - - - - لرب العالمین

سے صاف ثابت ہے کسی تاویل کی حاجت نہیں۔ نیز۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ - - - - - وادخلی جنتی - و نفخ فی الصور فضعق

من فی السموات و الارض - - - - - فادخلوها خالدين و نفخ فی الصور ذلک یوم الوعد - - - - -

----- ذلک یوم الخلود -

نوٹ

مشکوٰۃ شریف ص ۴۸۷، ۴۸۸ پر مرقع حدیث صحیحہ لوگوں کے قبروں سے نکل کر خوشی میں جمع ہونے وغیرہ کی مفصل روایت
ہی بخیر طوالت ترک کی جاتی ہیں۔

ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد جنت میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ رہینگے
ماہم نجا جین اس موقع پر ہے ورنہ حضرت آدم دوا جنت سے کیسے نکالے گئے
ہاں قیامت سے پہلے دخول روحی تھا اب جسمی ہو گا۔

لہذا مرزا صاحب کا ایمان کسی تاویل سے بعث بعد الموت پر نہیں ہو سکتا اور مختار مدعا علیہ کے سکوت نے اسے اور بھی
مضبوط کر دیا۔ پس امنت باللہ و ملکثکتہ و کتبہ۔ کے جواب نہ سن سکتے اور در سلسلہ کے جواب
نا کافی اور الیوم الآخر و القدر خیر من الشر من اللہ و البعث بعد الموت
کے تذکرہ تک نہ کرنے سے ابھی طرح واضح ہو گیا کہ جس طرح مرزا صاحب کا ایمان کلمہ توحید اور ایمان محل پر نہیں اس طرح
مرزا صاحب اور ان کے ماننے والوں کا ایمان مفصل اور اس کے کسی جز پر نہیں اور جب تک ہمارے پیش کردہ عقائد سے
صاف لفظوں میں رجوع نہ کریں قیامت تک ایمانیات کے کسی شیعہ کسی جز پر ایمان نہیں ہو سکتا۔

استدعاء

یہ وہ حوالیات تھے جو مرقع میں گواہان مدعا علیہ کو بھی سلم ہیں بس میں عدالت عالیہ کی توجہ اس بات کی طرف منطقت
کرنا چاہتا ہوں کہ علمی مباحث تو آگے آئیگی فیصلہ کے واسطے یہی حصہ کافی دوانی ہے۔
کیونکہ مدعا علیہ کو اپنے احمدی ہونے کا اقرار ہے گواہ مانے یکم مارچ کی جرح میں احمدی اور قادیانی اور مرزائی ایک
ہی تسلیم کیا ہے۔

لہذا تنقیح الحکمہ حصہ دوم کیا مدعا علیہ نے مذہب قادیانی یا مرزائی اختیار کیا ہے، یا شیعہ
ثابت ہو گیا۔

تنقیح کے دورے حصہ کہ اس سے ابتدا و لازم آتا ہے

اس کے اثبات کے واسطے یہ کافی ہے کہ مرزائیت اختیار کرنے سے نہ لالہ الاشرار ایمان قائم ہے
نہ محمد رسول پر نہ ایمان محل امنت باللہ کما ہو باسمائہ و صفاتہ و قبلت جمیع احکامہ پر نہ ایمان
مفصل امنت باللہ و ملکثکتہ و کتبہ و رسلہ الیوم الآخر و القدر خیر من الشر

(۱۔ جواب)

مختار مدعا علیہ کا یہ محض مغالطہ و فریب ہے اس نے اپنی شہادت میں لکھوایا تھا کہ ”فروقی دوم نے لکھوایا کہ ادعاء دمی کفر ہے آخری بحث میں میں نے اس کی یہ کذب بیانی بے نقاب کی اور گواہ مرا کی اصلی عبارت نقل کر دی کہ وہ لکھوایا ہے میں کہ ”ایسے ہی ادعاء نبوت اور ادعاء دمی نبوت بھی کفر ہے، کتنی واضح عبارت میں دمی نبوت کی تصریح فرما رہے ہیں مگر مختار مدعا علیہ کو مطلق دمی نظر آتی ہے اس کا کوئی علاج نہیں۔

اب برائی بحث کے اس ابتدائی مذکورہ بالا حصہ میں مندرجہ ذیل الہامات پیش کئے ہیں اور اپنی مغالطہ دمی کا پورا پورا اثبوت بہم پہنچا رہے ہیں عدالت کی سہولت کے لیے ایک کالم میں اس کا بہتان اور دوسرے میں

اصل حقیقت پیش کرتا ہوں

اصل حقیقت

بہتان

(۱) چنانچہ گواہ مس نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے کہ ادعاء دمی کفر ہے اگرچہ مدعی نبوت نہ ہو۔ محض بہتان ہے اصل عبارت یوں ہے ”ادعاء دمی کفر ہے یعنی اگر کوئی شخص کہے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے مجھ پر دمی ہوتی ہے اور وہ قرآن کی طرح ہے تو وہ کافر ہے“، ملاحظہ فرمادیں کہ گواہ مس نے کس معنائی سے خود ہی معنی کر کے تفسیر کر دی کہ ادعاء اس دمی کا کفر ہے جو قرآن کی طرح (یعنی دمی نبوت) ہو اس نے کہیں مطلق دمی نہیں کہا نہ مطلق دمی کا لفظ ہے بلکہ قرآن پاک بوسلہ فریقین دمی نبوت ہے اس کی طرح جو اپنی دمی کا دعوے کرے وہ کافر۔

(۲) اگر کوئی شخص مطلق دمی کا دعوے کرے خواہ نبوت کا مدعی نہ بھی ہو تب بھی کافر ہے۔ پس گواہ مس پر یہ بہتان ہے کہ اس نے مطلق دمی کے دعویٰ کو کفر بتایا بلکہ دمی نبوت اور رسالت کو کفر بتایا ہے جو قرآن کی طرح ہو لہذا مختار مدعا علیہ کے دعوے سے سراسر موخلاف نہیں محض انشرا ہے یہ عبارت بھی پہلی عبارت سے متصل ہے اور مطلق کا لفظ ہرگز وہاں مذکور نہیں مختار مدعا علیہ کی تعینیت اور اس کا مغالطہ ہے اسی دمی نبوت کو جو قرآن کی طرح سمجھی جائے گواہ مس بیان کر رہے ہیں نہ وہاں لفظ مطلق دمی ہے نہ خواہ نبوت کا دعوے نہ ہو۔ اصل عبارت یہ ہے ”اگر کوئی شخص کہے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھ پر دمی ہوتی ہے اور وہ دمی قرآن کی طرح دینے دمی نبوت و رسالت ہے“ تو وہ کافر ہے اس کے کفر کے اثبات کے لیے تمام مذکورہ عبارات کافی ہیں کیونکہ دمی (یعنی مذکورہ بالا) لازم نبوت ہے جو شخص اس (دمی نبوت مذکورہ) کا مدعی ہو

اگرچہ بظاہر نبوتِ کامری نہیں مگر فی الحقیقت مدعی نبوت ہے (کیونکہ دجی نبوت کا دعویٰ درپردہ نبوت کا دعویٰ ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ نے گواہ برا کا بیان اپنے لفظوں میں نقل کر کے اس پر افتراء کیا درتہ وہ دراصل دعویٰ دجی نبوت کی تکفیر کو کہہ رہے ہیں نہ مجازی و لغوی کیونکہ اس دجی نبوت کو پیغمبروں کے ساتھ مخصوص کر کے لکھتے ہیں کہ وہیہ دل کے بسے کشف و الہام یا دجی لغوی ہو سکتی ہے، جب دجی لغوی کی غیروں کے واسطے مراحت فرماتے ہیں تو مطلق دجی کا دعویٰ کفر کیونکہ لکھ سکتے ہیں۔

(۳) گواہ ساتہ ۱۱/ اگست کو باکل صحیح ہے یہاں یہ آیت انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہے اور اس آیت میں جو طرق مذکور ہیں وہ اس کے شان نزول کے لحاظ سے دجی نبوت اور رسالت کے ہیں اور دجی نبوت کا تیرہ سو سال سے بند ہونا اور اس پر ہر لگ جانا تو مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے ان اقسام کی تخصیص بالانبیاء اور دجی رسالت و نبوت مراد ہونے کی دلیل درکار ہو تو بخاری شریف کی پہلی حدیث معہ شرح حافظ بدر الدین عینی ملاحظہ فرماویں۔ فی الاصطلاح الشرع ہو کلام اللہ الی قولہ کیا اوحی ربک الی النحل

(۴) گواہ ساتہ ۱۱/ و نمبر ۱ نے مطلق دجی کے بقاء سے یہ کہہ کر انکار کیا ہے کہ دجی نہیں ہو سکتی کیونکہ نبوت و دجی لازمی چیز ہے (۵) گواہ ساتہ ۱۱/ و نمبر ۱ نے محض دروغ بے فروغ ہے اس کا و شہادت اس پر موجود ہے عدالت خود ملاحظہ فرما دے کہیں ”مطلق دجی“ کا لفظ نہیں بلکہ دجی نبوت کے متعلق حکم دے رہے ہیں لازم نبوت دجی نبوت ہوتی ہے نہ مطلق دجی درتہ اوحی ربک الی النحل شہد کی کھی کو بھی دجی ہوئی ہے کہ جی نہیں ہوگی نہ وہ دجی نبوت ہے گواہ ساتہ ۱۱/ نے تو اپنے بیان میں مرزا صاحب کے مدعی دجی نبوت ہونے پر بہت سے دلائل و قرائن نقل کئے ہیں علی ہذا گواہ ساتہ ۱۱/ نے گواہ برا کے یہ الفاظ ہیں وہ ایسے ہی ادعاء نبوت اور ادعاء دجی نبوت بھی کفر ہے، بہر حال بوضاحت ثابت ہو گیا کہ یہ محض مختار مدعا علیہ کا مغالطہ تھا ورنہ گواہان مدعیہ نے بھی وہی بیان دیا ہے جو مختار مدعا علیہ نے بحث میں کہا کہ دعویٰ دجی نبوت و رسالت کفر ہے مرزا صاحب اور ان کے متبعین اگر مغالطہ نہ دیں اصل بات یہ ہے کہ میری تمہید جو میں نے اس ہیڈنگ کے تحت مسئلہ کو متنبہ کرینکے لیے پیش

کی نفی وہ چونکہ لاجواب تھی اس لیے اس اضطرابی اور ہستان طرازی کا ثبوت دیا گیا ملاحظہ عدالت کے واسطے بلفظہ پیش کرتا ہوں۔

نتیجہ بحث

کشف والہام۔ وحی تین علیحدہ علیحدہ امور ہیں جن کی تفصیل گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ مرسوم حضرت سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں مفصل درج ہے پھر سرائیک کے لغوی و اصطلاحی حقیقی و مجازی معنی میں شہد کی کبھی کو بھی لغوی و مجازی وحی کی گئی ہے قال اللہ تعالیٰ و اوحی ربک الی النحل۔۔۔۔۔ الہ کم ترے رب نے شہد کی کبھی کو وحی بھی۔۔۔۔۔ حضور والا واقف ہیں کہ اس بحث میں شہد کی کبھی والی وحی یا اس قسم کے دیگر لغوی و مجازی اقسام وحی اور مجازی محاورات زیر بحث نہیں۔ بلکہ گفتگو صرف اس میں ہے کہ وحی نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معدوم ہے اور اس کا مدعی کافر ہے ملاحظہ ہو بیان گواہان مدعیہ خصوصاً بیان گواہ عا یہاں اس کا یہ دعوے کہ ایسے ہی ادعاء نبوت اور ادعاء وحی نبوت بھی کفر ہے بڑی تفصیل سے مدلل کیا گیا ہے

پس نتیجہ سرائیک یہ ہوئی کہ مطلق وحی کی بحث نہیں بلکہ دعوے وحی نبوت کفر ہے۔

نتیجہ نیر در وجود وحی انبیاء کرام پھر خصوصاً پیرایہ میں اترتی ہے وہ وحی نبوت کہلاتی ہے وہ کسی اور پر نہیں اتر سکتی۔ بجائے اس کے کہ اس نتیجہ کے اقسام بیان کر کے اسے طول و دوں پر زیادہ مسلم ہے کہ مرزا صاحب کی عبادت وحی نبوت کی مراد اور اس کی نتیجہ میں پیش کردہ تا کہ ان حضرات پر بھی حجت ہو سکے جن پر سوائے مرزا صاحب اور ان کے دونوں خلفاء کے مطلق نہ قرآن حجت ہے نہ حدیث نہ فقہ نہ کلام نہ تعمیر نہ اللہ کا کلام اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہ صحابہ کے فیصلے نہ بزرگان دین کے اقوال نہ ائمہ دین کے استنباط، بلکہ مرزا صاحب کی بات بنانے کے لیے سب کی تاویل کر لیتے ہیں اور سب پر اتہام لگانے میں تامل نہیں کرتے۔

امرا غلام احمد صاحب کے نزدیک وحی نبوت کے معنی

(۱) ”کیونکہ جس میں شان نبوت پاتے ہیں اس کی وحی بلاشبہ وحی نبوت ہے“ ایام الصلح ص ۴۴، مسلم گواہ ص ۲

جوزخ مارچ ۱۳۲۲ھ

”نبی کی وحی وحی نبوت کہلاتی گی“ سراج منیر ص ۲

(۲) وحی رسالت وہ ہے جو متوسط جبریلؑ و راز الدواہم ص ۲۲ بیان گواہ مدعیہ ص ۲

(۳) ایک فقرہ بھی جبرئیل لائیں وہ بھی وحی نبوت و رسالت ہے جو بند ہے (ازالہ مشگ ۲۳۸ گ مدعیہ نبرد) تین سو گم بودی بندوں پر حجت ہو اور اس کی اتباع لازم ہو وہ تشریحی کہلاتی ہے یا جس میں نیا حکم ہو ملاحظہ ہو جرح گواہ ۷/۷ مارچ ۱۹۳۳ء جس میں نئے احکام ہوں وہ تشریحی ہے۔

تشریحی تشریحی ہوتا ہے اور اُس کی وحی خواہ برائی وحی کیوں نہ ہو تشریحی اور لوگوں پر حجت ہوتی ہے نیز کوئی نہ کوئی نیا حکم اس میں مستفہ ضرور ہوتا ہے خواہ صرف اپنی نبوت کے اعلان ہی کا۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ ۷/۷ مارچ ۱۹۳۳ء نیز ملاحظہ ہو ازالہ ادہام ۲۳۸ تصویراً بہت نازل ہونا برابر ہے تفصیل کے لیے بیان گواہ مدعیہ ۷/۷ ملاحظہ ہو، مرزا صاحب کی عبارت اور تیقح نمبر سو گم کی رو سے وحی نبوت کی تعریف مندرجہ ذیل ہے۔

(۶) اللہ جس میں شان نبوت ہو یا نبی ہو اُس کی وحی وحی نبوت ہے۔

(ب) توسط جبرئیل ہو خواہ ایک ہی فقرہ وحی نبوت ہے۔

(ج) جو بندوں پر حجت ہو۔ ایضاً

(د) جس کی اتباع لازم ہو "

(ه) جس میں نیا حکم ہو۔ "

(و) صرف اپنی نبوت کے اعلان ہی کا حکم ہو وہ بھی وحی نبوت بلکہ تشریحی ہے۔

یہ (۶) چھ صورتیں وحی نبوت و رسالت کی ہوتیں۔

(اقراری و دگری)

ہمارے مدعا کا جہاں تک تعلق ہے وہ نہ صرف مرزا صاحب کی امت کو بلکہ ان کے خود ساختہ صاحب کو بھی مسلم ہے کیونکہ ہمارا دعویٰ اسناد وحی نبوت و رسالت ہے اور وحی نبوت و رسالت کا اسناد مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے ملاحظہ ہوں حوالجات مندرجہ ذیل۔

(۱) لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی۔ (ازالہ ادہام ۲۳۸)

(۲) حالانکہ وحی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو چکی ہے۔ (حاملتہ البشری ۳۴)

اب اس تسلیم کے بعد کسی جدید استدلال اور بحث کی ضرورت ہی نہ تھی مگر پھر بھی عوام کو مغالطہ سے بچانے کے واسطے اصل بحث میں میں نے تمام پیش کردہ آیات و احادیث و اقوال کا مدلل جواب دیتے ہوئے ان کی خیانت اور قطع و برید بے نقاب کر دی تھی۔ اب جواب بحث میں بجائے ان کا کوئی معقول جواب دینے کے انہیں

فرمودہ دلائل کا مکرر اعادہ کیا گیا ہے اور کہیں کہیں شریک خیانتیں اور تحریفیت ہے اس لیے پھر مفصل جواب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ورنہ ضرورت ہی نہ تھی۔ یہاں تک میرے دعویٰ کا تعلق ہے مدعا علیہ اور اس کے نبی اور گواہوں کو ستم ہے مختار مدعا علیہ نے مندرجہ ذیل ہیڈنگ قائم کیے ہیں

- (۱) کیا وحی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔
- (۲) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باب وحی غیر تشریفی مسدود ہے۔
- (۳) کیا قرآن مجید سے بناء وحی پر کوئی دلیل نہیں۔
- (۴) کیا احادیث سے بناء وحی غیر تشریفی پر کوئی دلیل نہیں۔
- (۵) کیا بقاء وحی غیر تشریفی عقیدہ سلف صالح کے خلاف ہے۔
- (۶) کیا مسیح موعود۔ کچھ نزدیک ہر قسم کی وحی بند ہے۔
- (۷) کیا مسیح موعود اپنی وحی کو قرآنی وحی کے برابر قرار دیتے ہیں۔

(۱)

وحی انبیاء کے ساتھ مخصوص نہیں۔

اس سلسلہ میں بظاہر سات بے ربط و غیر متعلق آیات معانی اور مطالب بگاڑ کر تحریف معنوی کے ساتھ پیش کی گئی ہیں مگر دراصل پانچ جن کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ یہ تمام آیات وحی لغوی یا الہام کے متعلق ہیں اور ہماری گفتگو وحی نبویہ و وحی رسالت میں ہے اس کی تفصیص کا دعویٰ ہے جو مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے مطلق وحی کی تخصیص کا نہ ہمارا دعویٰ ہے نہ ہم اس کے جواب کے مکلف ہیں۔

تبرہ عافصلی جواب بھی پیش کرتا ہوں

ایة اولما كان لبشر ان یكلمه الله الا وحیا ----- الخ غلامہ

استدلال مدعا علیہ۔ بشر نبی اور غیر نبی کو عام ہے۔ لہذا وحی انبیاء سے مخصوص نہیں۔

یہ بعینہ شہادت والا استدلال مکرر دہرایا ہے جس کا جواب مکمل اور مدلل مفصل ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں خدا کے انسان سے ہم کلام ہونے کے اقسام بیان کیے گئے ہیں وحی نبوت کا انبیاء سے مخصوص ہونے کا ذکر تک نہیں اور اگر اس سے خارجی دلائل اور شان نزول کی روشنی میں وحی نبویہ مراد ہو تو بشر سے نبی مراد ہوگا۔ جیسا کہ اس کے شان نزول سے ظاہر ہے اور نبی بھی بشر ہوتا ہے صرف وحی الہی نبی کو عام بشر کے افراد سے ممتاز کرتی ہے۔

قال الله تعالى قل انما انا بشر مثلكم يوحى الي --- الخ

مختار مدعا علیہ کا جواب یہ کہ

”لیکن مختار مدعیہ۔ سے اس آیت میں بشر سے نبی مراد کیا ہے حالانکہ اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو بشر کو انبیاء کے ساتھ مخصوص کرے۔“

بالکل قایل اتفاقات نہیں کیونکہ جواب کی شق اول تو ہر سال ستم رہی اور اس آیت کا غیر متعلق ہونا ثابت ہو گیا بشر کی تخصیص نبی کے ساتھ شق ثانی پر ہے جب کہ وحی سے مراد وحی نبوۃ ہو۔ پس جس طرح وحی نبوت کی تخصیص بلحاظ شان نزول ہوگی یوں ہی بشر سے نبی کی تعیین شان نزول سے ہے نہ کہ ظاہری الفاظ سے۔ ہاں سبب کہ مختار مدعا علیہ وحی عام مراد لیتا ہے نہ کہ وحی نبوۃ اور بحث وحی نبوۃ میں تھی نہ کہ اہام اور وحی مجازی و لغوی میں پس اس آیت کا غیر متعلق و بے ربط ہونا گویا اُسے بھی مسلم ہے اور محض بحث کو طول دینے کے واسطے اسے پیش کیا ہے درتر اس کا شافی اور اُٹل جواب ابتدائی بحث میں گزر چکا ہے عدالت غور ملاحظہ فرمائے۔

فتومات مکبہ ۲۰ ص ۱۶ و ۱۷ سے مختار مدعا علیہ کا یہ نقل کرنا کہ

”ان تمام طرق سے اولیاء امت کو بھی وحی ہوتی ہے اور نبی ہوئی کی وحی میں فرق ہے ہمارے تا ئید کرتا ہے نہ کہ ہمارے خلاف کیونکہ جب یہ وحی اولیاء امت کی وحی کو بھی شامل ہے جو بالاتفاق بمعنی اہام ہے تو لا محالہ اس آیت میں لغوی وحی مراد ہوگی نہ حقیقی اصطلاحی نہ وحی نبوۃ لہذا پھر بھی غیر متعلق اور بے ربط رہی۔ مختار مدعا علیہ نے جو ملک قرار خود فتوحات کا کل مطالعہ نہیں کیا ہے ورنہ ایسی فاش غلطی نہ کرتا۔ کیونکہ حضرت شیخ نے تصریح فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف اہام باقی ہے اور وحی بالکل مسدود و بند ہے۔“

”اعلم انما لنا من الله الا الهام لا الوحي فان سبيل الوحي قد انقطع به موت

رسول الله صلى الله عليه وسلم“

فتومات مکبہ ۲۰ ص ۱۶، ۱۷ یعنی جان لو کہ ہکوا اللہ کی جانب سے اہام ہو سکتا ہے نہ کہ وحی کیونکہ وحی کا سلسلہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد یقیناً بلاشبہ منقطع ہو چکا ہے۔

ج ۲ باب ۲ ص ۱۲ پر تصریح فرمادی کہ آثار نبوۃ سے صرف بشارات یعنی روایا صالحہ بآئی ہیں اور سب مسدود و ختم ہو چکے ہیں ان تصریحات کے ہوتے ہوئے تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت قطع و برید کر کے بگاڑنا صرف مختار مدعا علیہ کا شیوہ ہے جن کا مقصد مخاطب کے سوا کچھ نہیں۔

دوسری آیت۔

واوحينا الى ام موسى ان ارضعيه الخ

خلاصہ استدلال۔ ام موسیٰ نبی نہ تھیں پھر بھی ایسی شانداران پر وحی ہوئی۔

الجواب

یہاں وحی شاندار اور غیر شاندار کا ذکر نہیں بلکہ وحی نبوت کے متعلق بحث ہے اور وحی نبوت اس میں مراد نہیں جیسا کہ مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے۔ کہ

”گواہ مدعا علیہ کا مقصد اس آیت سے غیر انبیاء پر وحی کا نزول ثابت کرنا ہے نہ وحی نبوت ملحقاً۔

نیز اس آیت میں وحی بمعنی الہام ہے جیسا کہ جامع البیان علی ہاشم جلالین ص ۱۴۲ پر ہے۔ و اوحینا الہمنا الی ام موسیٰ۔ یعنی اوحینا الہمنا کے معنی میں ہے کہ ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف الہام کیا یوں ہی جلالین پر تفسیر ہے کہ وحی بمعنی الہام ہے۔ پس جب یہاں الہام مراد ہے تو غیر متعلق ہونا اظہر من الشمس ہو گیا۔
تیسری آیت۔

اذکر فی الكتاب مریم الخ

یوحیٰ آیت۔

واذ قالت الملائكة یا مریم ان الله یمشرك الخ

پانچویں آیت۔

واذ قالت الملائكة یا مریم ان الله اصطفاك الایہ

خلاصہ استدلال۔ مریم نبی نہیں۔ پھر جبریل پیغام الہی لائے اور ان پر وحی ہوئی۔

(الجواب)

یہ بعینہ وہی استدلال ہے جو شہادت میں آپ کا اور ابتدائے بحث میں اس کا غیر متعلق دیے ربط ہونا پیش کر چکا۔ جس کے لاجوابی کا مختار مدعا علیہ کو بھی اعتراض ہے کیونکہ اس جواب کا ذکر تک نہیں کیا۔ میں مکرر اعادہ کر کے طول دینا نہیں چاہتا۔ عدالت خود ابتدائے بحث سے ملاحظہ فرما لے یہاں صرف اس قدر کافی ہے کہ غیر انبیاء پر ہمیشہ وحی بمعنی الہام ہوتی ہے اور نزول جبریل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل غیر انبیاء پر بھی ہوا ہے گو بصورت الہام ہے لہذا یہ آیت وحی نبوت کی تخصیص پر دلالت نہیں کرتی۔ اور وحی بمعنی مجازی الہام وغیرہ کی تخصیص بلا نبی کے ہم ہی مدعی نہیں۔ لہذا یہ حوالہ محض بیکار ہے۔

چھٹی آیت۔

وامراتہ قائمة فضحکت فبشرناھا باسحق الخ

الجواب

یہاں بھی وحی نبوت مراد نہیں بلکہ الہام ہے جیسا کہ تفاسیر میں مصرح ہے اور مفصل جواب ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں جس کا جواب الجواب کیا ہو سکتا نام تک نہیں لیا گیا اور اس کی لاجوابی کا زیان حال سے اعتراف ہی کرنا پڑا۔
ساتویں آیت۔

قلنا یا ذا القرنین اما ان تعذب الایۃ

یہاں بھی شہادت کا کمر راستہ دل دہرایا ہے میں بھی ابتدائی بحث کے مدلل جواب کی طرف عدالت کی توجہ مبذول کرتا ہوں جو حضرت ذوالقرنین کو نبی کہتے ہیں ان کے نزدیک تو یہ آیت انبیاء سے مخصوص ہے اور جو انہیں نبی نہیں کہتے ان کے نزدیک یہ الہام ہے جیسا کہ علامہ سیوطی نے کہا ہے لہٰذا یکن نبیاً پس انہوں نے یہ تفسیر کی ہے قلنا یا ذا القرنین۔ یا الہام۔ ہم نے ذوالقرنین سے بذریعہ الہام گفتگو کی جلالین ص ۱۹ منتظمی دہلی، لہٰذا یہ الہام ہوا۔ اور گفتگو وحی بلکہ وحی نبوت میں ہے اور یہاں وحی نبوت کجا مطلق وحی کا بھی لفظ نہیں۔ لہٰذا بالکل غیر متعلق ہے۔

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ سکندر کے متعلق نبی وغیر نبی کا اختلاف مختار مدعیہ نے ابن جریر کی طرف منسوب کیا مختار اور بہتان ہے۔ میں نے صرف تفاسیر کا ذکر کیا ہے اور مختار مدعا علیہ کے سوال پر تفسیر کبیر کا حوالہ بتایا تھا تفسیر کبیر کا اُسے بھی علم ہے جلالین کا حوالہ پیش کر دیا گیا۔

تفسیر ابن جریر کا حوالہ بتایا ہی نہیں گیا۔ جواب بن نہیں پڑتا اس قسم کے لایعنی اور شرمناک بہتان و افتراء سے عہدہ برآری چاہتا ہے۔

نتائج مختار مدعی علیہ کا جواب

قول مختار مدعا علیہ ان مذکورہ بالا آیات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہو گئے۔

- (۱) وحی انبیاء علیہم السلام سے مختص نہیں۔
- (۲) جن طریقوں سے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے کلام کرتا ہے۔ انہیں طریقوں سے غیر انبیاءوں اور اولیاءوں وغیرہ کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے جیسا کہ آیت نمبر ایک سے ظاہر ہے۔
- (۳) فرشتوں کا نزول بھی غیر انبیاءوں پر ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ اپنی بات فرشتوں کے ذریعہ سے پہنچاتا ہے جیسا کہ آیت ۴ و ۵ و ۶ سے ظاہر ہے۔

جوابات مرتبہ

جواب ۱۱ بحث وحی نبوت میں ہے اس کا غیر انبیاء پر ہونا ثابت نہ ہو سکا۔

(۲) اس آیت میں جب وحی نبوة مراد ہے تو انبیاء سے مخصوص ہے اور اولیاء کو وحی پہنچنے الہام ہوتی ہے یہ اس آیت کے تحت میں اگر داخل مانی جائے تو یہ ہم کلامی پہنچنے وحی عام یعنی لغوی ہوگی۔ جس کی یہاں بحث نہیں۔ یہاں صرت وحی نبوة کی تخصیص کا تذکرہ ہے۔ ورنہ شہد کی مکملی کو بھی وحی ہوتی ہے۔ و اھل بیت الی النحل۔ پس اس معنی سے انبیاء کے ساتھ کون عقل مند تخصیص کر سکتا ہے۔

(۳) یہ پیغام بھی گو بواسطہ ملائکہ ہو۔ مگر الہام ہے جیسا کہ فتوحات میں تصریح ہے کہ الہام بواسطہ ملک بھی ہوتا ہے۔ تفصیل کے واسطے فتوحات سے باب الہام کا بیان ملاحظہ ہو نیز اصل ابتدائی بحث میں۔

(۴) یہ وحی نہیں بلکہ الہام ہے چنانچہ آیت نمبر ۷۷ میں وحی کا لفظ بھی نہیں۔

(۵) یہاں بھی الہام مراد ہے نہ وحی جیسا کہ مفصل اوپر عرض کر چکا ہوں۔

(۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باب وحی غیر تشبیہی مسدود نہیں ہے

اس سلسلہ میں میں مختار مدعا علیہ نے دلائل انسداد وحی نبوت کے جواب میں کی لا حاصل سعی کی ہے جس کی حقیقت ابھی ان شاء اللہ آشکار ہو جائیگی۔

قول مختار مدعا علیہ

”گو ایمان و مختار ان مدعیہ نے ایک آیت یا حدیث بھی ایسی پیش نہیں کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی الہی بند ہونا ثابت ہوتا ہو انہ“

معلوم ہوتا ہے کہ مختار مدعا علیہ کے یہ مخصوص الفاظ ہیں جنہیں لا محالہ دہرانا ضروری ہے خواہ موقعہ ہو یا نہ ہو۔ یہی الفاظ تقریباً شہادت میں تھے جس کا مکمل جواب۔

(دلائل انسداد وحی نبوة بعد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم)

کا ہیڈنگ قائم کر کے دے چکا ہوں تفصیلی اعلیٰ ضرورت نہیں۔

پھر بھی مختار مدعا علیہ کی طرف سے نبوت کا مطالبہ ہے کہ ثنابت ہوا جو اب اگر اراش ہے کہ جب یہ ثنابت ہو چکا کہ جس میں شان نبوت باقی ہے اور وحی بلا تشبیہ وحی نبوت ہے ایام الصلح ۱۳۶۱ نیز نہی کی وحی وحی نبوت کہلائیگی۔

سراج میر ملک نیز وحی نبوت لوازم نبوت سے ہے گ ۳/۲۷

پس تمام وہ ادلہ جو انقطاع نبوت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم یا ختم نبوت پر پیش کئے گئے وہ سب اس مسئلہ پر واضح دلیل ہیں اسی لیے صرت ایک آیت کے اعادہ پر اکتفا کی گئی جس پر مرزا صاحب کے متبعین نے یہ مغالطہ دیا

کر کوئی بھی آیت سوائے ایک آیت کے نہیں رکھتی حدیث میں سنئے کہ علاوہ آیات کے خاتم النبیین کے تحت مندرج ہیں

- (۱) الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ -
- (۲) وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَىٰ هَٰذَا الْقُرْآنَ لِأَنْذِرْكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ -
- (۳) تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا -
- نوٹ (۱) قرآن میں بعد کے تصریح کی ساتھ وحی مطلق کا بھی کہیں ذکر نہیں جرح گ ۲ ص ۳۲)
- (۴) وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ -
- (۵) وَكَذَٰلِكَ يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ -
- (۶) قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا - - - - - مسلمون
- (۷) الْمُرْتَلَىٰ الَّذِينَ يَزْعُمُونَ إِلَىٰ بِهِ
- (۸) وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ -

اس کا ترجمہ و مطلب و استدلال وغیرہ بیانات گواہان مدعیہ اور بحث مختار مدعیہ سے ملاحظہ ہو پھر مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ کوئی بھی آیت سوائے ایک آیت کے پیش نہ کی محض منظر ملاحظہ ہے اس قدر آیات بینات شاہد ہیں البتہ ہر ہڈی لگ کے نیچے مفصل مکرر نقل نہیں کی گئی اکثر جگہ حوالوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔

نوٹ ملاحظہ ہو - (احادیث مفصل ۲۵) بلکہ دعویٰ امور حوالہ ۲۰۰ سے زائد کا)

- (۱) عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبْقَىٰ بَعْدَهُ مِنَ النَّبِوَةِ شَيْءٌ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَاَلْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّوْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ وَتُرَىٰ لَهُ (کنز العمال گ ۳ ص ۳۶)
- (۲) عَنْ عِمْرَانَ أَنَا سَأَلَ كَانُوا يُوَاخِذُونَ بِالْوَحْيِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّ الْوَحْيَ قَدْ انْقَطَعَ - (بخاری ج ۱ ص ۳۶)
- (۳) عَنْ عِمْرَانَ قَبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَارْتَدَّتِ الْعَرَبُ قَالُوا لَوْ دِي زَكَاةٌ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لَوْ مَنَعُونِي عَقْلًا لَجَاهِدْتُهُمْ عَلَيْهِ وَقُلْتُ يَا خَلِيفَةُ الْمُسْلِمِينَ -

- وَقَالَ أَجِبَارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَارِجُ الْإِسْلَامِ أَنَّهُ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَتَمَّ الدِّينُ انْقِصَ وَأَنَاسِي -
- مشکوٰۃ مناقب ابی بکر ص ۵۲ جرح گ ۳ ص ۳۵ -
- (۴) عَنْ النَّسَبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبِيَّةَ قَدْ

انقطع۔ ولا رسول بعدی ولا نبی قال شق ذلك على الناس وقال
ولاكن المبشرات قالوا يا رسول الله وما المبشرات قال رؤيا
الرجل المسلم وهر جزء من اجزاء النبوة - - - - - الخ

(جرح گ ۷ ص ابن کثیر جلد ۸ ص ۹۰۶)

مفصل ترجمہ و مطلب بیانات اور بحث ابتدائی ملاحظہ ہو۔ مخفیہ کہ اس میں مندرجہ ذیل امور صریح ہو رہے ہیں۔

(۱) نبوة کے لازم و آثار و اجزاء سے سوائے مٹو یا صالح کچھ بھی بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باقی نہیں۔

(۲) ان الوحی قد انقطع۔ وحی نبوت یقیناً منقطع ہو چکی۔

(۳) انه انقطع الوحی۔ یقیناً معاملہ یہ ہے کہ وحی منقطع ہو چکی۔

(۴) کوئی بھی نبوة در سالہ کا جزو سوائے مبشرات و ریاء صالحہ باقی نہیں (نہ وحی نہ کچھ اور)

(اقوال سلف صالحین و مسلم بزرگان دین)

گواہ مدعا علیہ و مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شیخ ابن عربی رحمہ کی تصریح و اعلم ان لنا من الله تعالى
الالهام لا الوحی فان سبيل الوحی قد انقطع بعون رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

فتوحات ۳ ج ص ۲۵۳

ترجمہ جان لو ہمارے واسطے اللہ کی جانب سے صرف الہام ہو سکتا ہے ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ وحی کا سلسلہ نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بالکل منقطع و مسدود ہو چکا۔

نیز مسلمہ گواہان مدعا علیہ و مختار مدعا علیہ میر دردور

(۲) علم الکتاب ملا حضرت خواجہ میر دردور۔ اقسام وحی کہ آں نیز مثل الہام و وقم است۔ یکے وحی عام کہ اسلام پہنچانے
نہاں و یکے وحی خاص کہ مخصوص با نبیاء است و بیان اقسام پنج اہول آن و منقطع شدن کارخانہ وحی بعد خاتم الانبیاء

و سن بعد عدم بواز الملاق لفظ وحی بمعنی عاقل نیز درج گٹ ۱۱/ مارچ ۱۰

(۳) من اعتقد و جی بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقد كفر باجماع المسلمين۔

(فتاویٰ مدنیہ علامہ ابن حجر کی گ ۷ ص ۲)

(۴) وكذلك من ادعى لهم انه يوحى اليه وان لم يدعى النبوة فهو لاء كلام كفار يكنهون

النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (شفاء جلد ۲ ص ۲۷۰ ۲۷۱ گ ۷ ص ۲۹)

(۵) و بحوالہ مذکورہ نسیم الریاض ج ۲ ص ۵۰۲

(۶) شرح شفاء گ ۲ ص ۵۱۹ و ۵۲۰

عرض یہ کہ صرف دعویٰ وحی نبوة ہی جو تکملاً مستلزم نبوت ہے اس لیے اسے بھی کفر اور تکذیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا گیا گو دعویٰ نبوت نہ ہو جیسا کہ اوپر بحوالہ شفاء و شرح شفاء ملا علی قاری نسیم الریاض وغیرہا سے عبارات نقل کی گئی ہیں۔
نیز یادہ تفصیل بیانات گواہان مدعیہ العت و سواہ و سواہ ملاحظہ ہو۔

اتنے مفصل دلائل کے بعد یہ کہنا کہ کوئی آیت اور حدیث پیش نہ کی گئی محض یہ دہانتی ہے۔

مختار مدعا علیہ نے بحث کی پیش کردہ آیات کا کوئی مکمل جواب ہی نہ دیا صرف یہ کہہ کر ٹالنا چاہا ہے کہ وحی کا ذکر نہ ہونا اور بات ہے اور صدور ہونا اور حالانکہ میں نے مفصل عرض کیا تھا کہ یہاں صرف عدم ذکر نہیں بلکہ یا وجود اقتضاء متقاً کے اس کا ترک ہے جو صراحتہً انسداد وحی پر بھی دال ہے ورنہ ذکر قصداً ترک نہ کیا جاتا۔

صرف ایک آیت کا بے ربط جواب دیا ہے گویا بحث کی پیش کردہ کل آیات سوائے ایک کے بالکل لا جواب ہیں اور احادیث و اقوال سلف کل لا جواب ہیں۔

البتہ بین آیات دگواہ نمبر ۱ کے بیان سے لے کر کچھ غیر متعلق جواب کی لا حاصل سہی کی ہے ان آیات کا جواب گو ناقابل انتفاع ہے تاہم ہماری جانب سے مختار مدعا علیہ کا مناظرہ آشکار کر نیکے واسطے مفصل چاروں آیتوں کا جواب الجواب پیش ہے۔

(۱) پہلی آیت۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ -

خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ

جواب کیا ہو سکتا تھا جواب کا نام رکھ کر تاویل میں کی ہیں۔

(۱) عدم ذکر عدم شی کو مستلزم ہمیں پس یہ لازم نہ آیا کہ آپ کے بعد وحی نازل ہونے والی نہیں۔

(۲) اس آیت میں وحی تشریحی کا ذکر ہے اور وحی تشریحی تو نہیں آسکتی لیکن غیر تشریحی آسکتی ہے جیسا کہ یواقیت ج ۲ ص ۱۸ پر ہے۔

انہ لم یجی لنا خبرا لہی ان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی

تشریحی ابدانما لنا وحی الالبہام فقال اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ اَوْحٰی اِلَیْكَ الْاٰیۃ

(۳) معجودہ پر وحی ہوگی لہذا اس آیت سے وحی بند کیونکر ہو سکتی ہے۔

(۴) اگر مطلق وحی مراد ہو تو بالآخرۃ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والی وحی جو آپ کے بعد آنوالی نبوت

یا رسالت کو مستلزم ہے مراد ہوگی اس سے اسلوب بدکر بالآخرۃ فرمایا الخ

(۱) جواب

جواب۔ (۱) یہاں عدم ذکر نہیں ہے بلکہ فہرست ایلیات سے بالقصد خارج کرنا ہے جو مرتب دلیل ہے کہ آپ کے بعد کوئی وحی نبوت نہیں ہو سکتی جس پر ایمان لانا ضروری ہو ورنہ اُسے فہرست ایلیات کے سلسلہ میں ترک نہ کیا جاتا۔ مقام ذکر میں بالقصد ترک اور عدم ذکر میں فہرست سے ترک میں نفی صراحتہ ہے اور عدم ذکر میں حکم سکوت عن رہتا ہے۔

جواب (۲) اس آیت میں صرف وحی نبوت کا ذکر ہے کیونکہ من قبلک سے انبیاء مراد ہیں اور انبیاء پر وحی بضرر مرزا صاحب وحی نبوت ہوتی ہے اگر وحی تشریحی راہ لی جائے تو ما انزل من قبلک کا عموم باطل ہو جائے گا نیز جو انبیاء مابقی صاحب شدہ بخت نہ تھے۔ ان کی وحی خارج ہو جائیگی حالانکہ یہ نطق ہے پس وحی نبوت خواہ تشریحی ہو یا غیر تشریحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بندے جو کچھ بانی ہے وہ صرف الہام یا وحی مجازی ہی تصریح و اذیت کے حوالہ میں پائی جاتی ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ اصطلاح شرع کی وحی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یا مکمل بندہ ہے صرف ہمارے لیے الہام ہے اور پھر اس کو ایک قرآنی آیت سے ثابت کیا ہے یہ حوالہ ہماری تائید ہے نہ مختار مدعا علیہ کی اس میں لفظ تشریحی سے مغالطہ دیا گیا ہے حالانکہ اس کے مقابل باقی رہنے والی چیز صرف الہام ہے، جو مجازاً وحی کہلا سکتی ہے اور شیخ کی یہ مقرر شدہ مشہور اصطلاح ہے کہ وہ الہام کے مقابل وحی تشریحی سے وحی نبوت مراد لیتے ہیں کہ وحی نبوت محدود ہے صرف الہام باقی ہے اور یہی ہمارا مدعا ہے فتوحات میں اسکا تفہیم فرمادی ہے کہ

اعلم ان لنا من الله الهام لا الوحي فان سبيل الوحي قد انقطع موت رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (فتوحات ۳۳ ب ۳۵۳ ص ۳۱۶)

کہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ہم لوگوں کے واسطے صرف ایک الہام باقی ہے نہ کہ وحی کیونکہ وحی کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے سے بالکل یقیناً منقطع و محدود ہو چکا۔

(۳) مسیح موعود پر بھی الہام ہو گا نہ کہ وحی اور جہاں کہیں وحی کا لفظ آیا ہے وہاں الہام ہی مراد ہے جیسا کہ شروع مسلم میں مصرح موجود ہے اور حضرت زکریا علیہ السلام کے سلم بزرگ علامہ عبدالوہاب شعرانی اور امام محی الدین ابن عربی یقیناً فتوحات میں نزول علی علیہ السلام کے بیان میں تصریح فرما رہے ہیں۔

(۴) وبالاخرة هم يو قنون۔ سے آخری وحی مراد لینا محض جہالت کا ثبوت دینا ہے تیرہ سو سال میں آج تک کسی کا وہم گمان بھی نہ گیا کہ اس سے مرزا صاحب کی وحی آخری مراد ہے خود بخود کہم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام تابعین معتمد تمام مقررین سلف صالحین آخرتہ سے قیامت کا دن مراد لے رہے ہیں مگر مرزا صاحب

کی امت اس سے مرزا صاحب کی وحی مراد لیتی ہے۔ ۷

بسوخت عقل زیرت کہ اہل چہ لہ العجیبیت

یہ کھلی ہوئی تحریف قرآن پاک ہے باقی تفصیل اصل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا ہوں عدالت خود ملاحظہ فرماوے۔
دوسری آیت۔

قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ اِلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ
وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اَوْقَرٰ مُوسٰى وَعِيسٰى وَمَا اَوْقَرٰ النَّبِيُّوْنَ مِنْ دُبُهْمَ لَا نَفْرَقُ بَيْنَ
اَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَدَ مُسْلِمُوْنَ۔

خلاصہ اصل استدلال گواہ مدیدہ مفصل کتاب انبیاء سابقین کی وحی پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کو باوجود مقام ذکر ہونے کے ترک کر دیا جو تصریح اس امر کی ہے کہ آپ کے بعد کوئی وحی نازل نہیں ہو سکتی جس پر ایمان لانا ضروری ہو ورنہ فہرست ایامیات سے وہ خارج نہ کیا جاتی۔ بلکہ وحی نبوت کا سلسلہ ہی بند ہے۔

اس کا مختار مدعا علیہ سے کچھ جواب نہ ہو سکا صرف یہ کہہ دیا کہ جو پہلا جواب ہے وہی اس کا جواب ہے لہذا میں بھی یہی گزارش کرتا ہوں کہ پہلی آیت کے سلسلہ میں جو تاویلات دیکھ کر جواب الجواب پیش ہو چکا وہی یہاں بھی کافی ہے۔
تیسری آیت۔

”الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ الْاٰيَةُ“

خلاصہ جواب۔ پہلا ہی جواب دہرا کے یہ کہہ دیا کہ مسیح موعود کی وحی چونکہ قرآن اور حدیث کے موافق ہے لہذا
مَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ الْحَقِّ میں شمار ہوگی۔

(الجواب)

یہ جواب قابل غور ہے تو مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ۔

فرمایا کہ جو آپ پر اور آپ کے پہلے نازل ہو چکا ہے اور مختار مدعا علیہ بعد کا نازل شدہ بھی اس میں شامل کر رہا ہے گویا ان کے نزدیک خدا نے مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ کا لفظ محض بحث اور بیکار و مہمل دعیاً ذاللاً استعمال کیا۔ مرزا صاحب کے تئیں مرزا صاحب کی تائیدی قرآن پاک اور سرکارِ دو عالم پر ہے یا کسی سے حملہ کرنے میں تامل نہیں کرتے یہ جواب تو اس قدر مہمل ہے کہ قابل التفات ہی نہیں مفصل جواب آیت نمبر (۱) کے جواب الجواب اور اصل بحث سے ملاحظہ ہو۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ پر بہتان

» یہ بات بڑی دلچسپی سے دیکھے جانے کے قابل ہے کہ مختار ان مدعیہ مرزا صاحب کی وحی کو بھی منزل من اللہ ملتے کو تیار نہیں اور ان کے خاتم المحدثین مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مجتہدین کے اجتہادات کو بھی منزل من اللہ تعالیٰ قرار دیتے ہیں۔

میں عدالت کی توجہ مختار مدعا علیہ کے اس مریخ بہتان کی طرف دلاتا ہوں اور بجائے کسی جواب کے مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ عبادت نقل کیے دیتا ہوں۔

استنباط مجتہدین بھی منزل من اللہ تعالیٰ ہیں، کیونکہ جو کچھ اشارات و دلالات نفوس سے مستخرج ہیں وہ عین حکم نص کا ہوتا ہے سبیل الرشاد و ۳۲ ملاخضر بابچہ کنتی صاف تصریح ہے کہ چونکہ مجتہد نے اسی آیت سے جو منزل من اللہ ہے یہ حکم اشارۃً یاد دلانے نکالا ہے لہذا یہ حکم بھی اسی آیت کا ہے نہ اس کا تراشیدہ اور طبع زاد۔

اور کہاں یہ پاکیزہ حکم کہاں مرزا صاحب کی وحی نوحہ اور اس کا جواب اور منزل من اللہ ہونا جس کا دروازہ بعض قطعی ہند پر چکا ہو دعویٰ کرے کافر ہو جائے استنباطات و اجتہادات مجتہدین تبصریح قرآن اور حدیث باقی ہیں پس یہ مختار مدعا علیہ کا افتراء اور محض مغالطہ ہے جو توحی آیت۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا

ان آیات کا جواب تو کچھ یوں نہ آیا عموم ترک کر کے شان نزول سے فائدہ اٹھانا چاہا حالانکہ یہی جواب ماکان للبشر ان یکلمہ اللہ۔ کاجب ہماری طرف سے دیا گیا تھا تو اس پر اعتراض تھا کہ اس کا عموم باطل ہو رہا ہے یہی جواب ہم بھی پیش کرتے ہیں۔ اعتبار عموم الفاظ کا ہے نہ خصوصی مورد کا پس یہ جواب بھی غیر متعلق ہے اور ہمارے استدلال کو مخرج نہیں کرتا اصل استدلال شہادت گواہ نبی میں ملاحظہ ہو۔

پس یہ تمام آیات یقیناً قطعی طور پر اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی وحی تشریفی نہیں آئی ہے بلکہ کارخانہ وحی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منقطع و مسدود ہے جیسا کہ انہیں اور ان جیسی آیات سے بھی مطلب بزرگان دین نے استنباط کیے ہیں تاہم میں صرف دو حوالہ گواہ اور مختار مدعا علیہ کے تسلیم پیش کرتا ہوں۔

(۱) علم الکتاب میر درد دہلوی ص ۱۱۱

اقسام وحی کہ ان نیز مثل الہام دو قسم است یکے وحی عام کہ بیچ اصلاً تخصیص ندارد و یکے وحی خاص کہ مخصوص بانبیاء است و بیان اقسام پنج اصول آں و منقطع شدن کارخانہ وحی بعد خاتم الانبیاء و من بعد عدم جواز اطلاق لفظ۔

وحی بعثے عاشق نیر (مسلم گواہ ۲)

ہیں بصر آخر انقطاع وحی نوتہ ثابت ہو گیا بلکہ یہ بھی کہ باوجودیکہ وحی لینے الہام ہو سکتی ہے مگر پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لفظ وحی کا استعمال بھی کسی کے واسطے جائز نہیں۔

یہ وجہ تکفیر ایسے دلائل قطعیہ سے ثابت ہے جس کا جواب ناقیامت ناممکن ہے ان شاء اللہ تعالیٰ

(دلائل بقا وحی غیر تشریعی از روئے قرآن شریف)

مختار مدعا علیہ نے اس سلسلہ میں مکرر وحی آیات صحیحہ طراز استدلال کے نقل کر دی ہیں جو اس نے شہادت میں پیش کی تھیں صرف ترتیب کو بدلا ہے حالانکہ ان کا نہایت مکمل اور مفصل جواب ابتدائی بحث میں دیا جا چکا ہے جس کی طرف ناتمام سا اشارہ کہیں کہیں خود کرتا ہے میں یہ صرف اشارہ کے طور پر اس کی پیش کردہ آیات پر معمولی سا تبصرہ کر کے تفصیل ابتدائی بحث کے حوالہ پر چھوڑتا ہوں۔

(۱) آیت اول۔ رفیع الدرجات ذوالعرش یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ

لیندن ۲ یوم التلاق (سورۃ المؤمن ۲۶)

خلاصہ استدلال۔ اللہ تعالیٰ کا رفیع الدرجات ذوالعرش ہونا اور اس کے بمذول کا پایا جانا نیز ضرورت انداز نزول وحی کی علت ہیں جب کہ یہ تینوں باتیں بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں تو نزول وحی کے محدود ہونے کے کیا معنی۔

روح سے صحیح یہ ہی ہے کہ وحی مراد ہوگی جیسا کہ بلا لیں اور تفسیر کبیر میں ہے۔

(المجواب)

(۱) یہ آیت بالکل اس مسئلہ سے غیر متعلق ہے کہ وحی غیر تشریعی باقی ہے کیونکہ یہ آیت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اتاری ہے اور آپ پر وحی تشریعی ہوتی تھی پس اس سے وحی غیر تشریعی مراد لینا محض غلو ہے۔

(۲) بیان نزول وحی کی علت نہیں بیان کی جاتی ہے بلکہ علی من یشاء من عبادہ کی علت پیش کی گئی ہے کیونکہ کفار مکہ کے ذہن میں نوتہ کا معیار کثرۃ مال اور دنیوی جاہ و جلال تھا اور کہا کرتے تھے کہ

«الذکر علیہ من بیننا» کیا ہم سب میں سے اس پر وحی اور کتاب اتاری گئی، یعنی یہ شخص کیوں مستحق وحی و نوتہ ہو گیا ہم سب باوجود وجاہت و عزت ظاہری و مال و منال کے کیوں محروم رہے خدا نے جواب دیا کہ یہ چیزیں صرف ہماری نظر انتخاب پر ہیں جسے چاہیں تو از دیں تمہارے خود ساختہ معیار ناقابل انتہات ہیں کیوں کہ یہ چیز کبھی نہیں بلکہ وہی ہے جا بجا قرآن پاک میں اس کی تصریح موجود

ہے واللہ یختص برحمۃ من یشاء۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے محض کرتا ہے اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ۔ خدا جانتا ہے کہ کسے رسول بنانا چاہیے کوئی اس کا معیار تصاب نہیں یہ صرف وہی شئی ہے۔
 ایں سعادت بزور بازو نیست گرنہ بخشد خدا لئے بخشندہ

وہی ہونا گواہان مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے

غرض یہ کہ یہاں صرف یلحق الروح۔ نزول کا مطلقاً ذکر نہیں بلکہ اس کے ساتھ لفظ علی من یشاء من عبادہ کا بھی ہے کہ نزول وحی کے واسطے اپنے جس بندہ کو چاہتا ہے منتخب کرنا ہے نبی بنانا اور مبیط وحی ٹھکانا اس کی نظر انتخاب پر موقوف ہے نہ کسی کسب پر۔ مختار مدعا علیہ نے امیر ثلاثہ صرف نزول وحی کی علت قرار دے کر عدالت کو مغالطہ دیا ہے مگر دراصل یہ علت نظر انتخاب کی ہے نہ نزول وحی کی جب کہ خود اس آیت اور دوسری آیات نیز تفاسیر میں مصرح موجود ہے محض جواب کے لیے اصل بحث ملاحظہ ہو۔ اس کا جواب مختار مدعا علیہ سے کچھ نہ بن سکا صرف یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت انتخاب جس طرح پہلے موجود ہے اب بھی موجود ہے جیسا کہ لفظی الروح کے منارے سے معلوم ہوتا ہے جو استمرار تجدوی پر دلالت کرتا ہے۔

(۱) الجواب

یہ محض متاعلپ ہے درتہ ہی دلیل کوئی آدمی نزول قرآن و شریعت کے متعلق قائم کرے گا یہ صفت قرآن اور شریعت یا مستقل ہی بھیجنے کی جس طرح اللہ میں پہلے موجود تھی اب بھی موجود ہے اور جا بجا ان سے اتم کامل یا مقارن سے تعبیر کیا ہے۔ جو استمرار تجدوی پر دلالت کرتا ہے لہذا وحی تشریفی قرآن تشریفی بنی برابر قیامت تک آتے رہینگے۔ حالانکہ یہ مختار مدعا علیہ اور خود مرزا کو بھی مسلم نہیں اور وہی کہتے ہیں کہ شریعت کامل ہو چکی قرآن کامل کتاب ہے لہذا کسی شریعت اور کتاب کی ضرورت نہیں ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ وحی بھی کامل ہو چکی اب کسی وحی کی ضرورت نہیں۔ قرآن اللہ کی آخری وحی ہے اس کے بعد کوئی بھی وحی نہیں بلکہ جو ہوگا ابہام ہوگا خواہ لفظ حق کا استعمال ہو جسکے ثبوت میں اس سے پہلے یہ دنگ میں متعدد آیات اور صریح مرئج احادیث نیز مرزا صاحب کی تصریحات پیش کر آیا ہوں۔

نیز مختار مدعا علیہ اور گواہ مدعا علیہ کے بھی دو مسلم پیشوا حضرت میر درد دہلوی اور شیخ ابن عربیؒ کی تصریح پیش کر دی ہے ثانی الذکر امام کی تصریح مکرر پیش کرتا ہوں کہ

اعلم ان لنا من الله الالهام دون الوحي فان سبيل الوحي قد انقطعت بموت

رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (فتوحات ج ۳ باب ۳۵ ص ۳۱۶)

کہ خوب سمجھ لو ہمارے لیے خدا کی جانب سے صرف الہام ہے وحی نہیں ہو سکتی کیونکہ وحی کا راستہ یقیناً بند وصال

بہر حال ان دونوں آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی غیر تشریحی کا سلسلہ ثابت نہیں ہو سکتا جو بعد از قرآن و حدیث بند ہو چکا ہو کچھ کہ باقی ہے وہ صرف الہام یا وحی لغوی و مجازی ہے۔ اور یہ آیتیں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئیں اور نبوت وحی تشریحی سے متعلق ہیں پس اگر اس سے نزول وحی کا استمرار بقول مختار مدعا علیہ یا جملے تو وحی تشریحی بھی بند نہ ہو سکی حالانکہ اس کا وہ بھی قائل نہیں۔

(۳) تیسری آیت :-

اذا مسئلتك عبادي عني فاني قريب احيب دعوة الداع اذا دعان
وہی شہادت والا استدلال مکرر دہرایا ہے۔

(الجواب)

اس بنا پر تو خدا کی ہم کلامی ہر کافر سے بھی ثابت ہو جائے گی یہاں تو صحابہ کرام کے اس سوال کا جواب ہے کہ خدا قریب ہے جسے ہم چیکے سے پکارا کریں یا بعد سے کہ بلند آواز سے پکار نیکی حاجت ہے جواب یہ مرحمت ہوتا ہے کہ میں قریب ہوں دعا کرتے والے کی دعا قبول کرتا ہوں یا پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب جو پکارتا یا دعا کرتا ہے۔

اور پکارنے والے کی پکار کے جواب کا مطلب بھی قبولیت ہی ہے جیسا کہ تمام تفاسیر میں مصرح ہے۔ یہاں وحی غیر تشریحی کے بقاء کا تذکرہ بھی نہیں۔ اور اگر مختار مدعا علیہ کے مسلک پر لیا جائے تو بھی مدعا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کا بندہ کی پکار کا جواب دینا بصورت الہام بھی ہوتا ہے اور بصورت وحی بھی جیسا کہ اوپر دلائل قاطعہ سے ثابت ہو چکا کہ وحی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منقطع ہو چکی صرف الہام باقی ہے تو اب جواب بھی بصورت الہام ہے نہ وحی لہذا اصل مدعا اس سے بھی ثابت نہ ہو سکا۔ مفصل ابتدائی بحث بھی ملاحظہ ہو۔ اس عمارے جواب کے لیے مختار مدعا علیہ کا حاصل اور ناقابل التفات سچی کی ہے اور باوجودیکہ مطلب بگاڑ کر نقل کیا ہے پھر بھی جواب نہ ہو سکا عدالت خود مقابلہ کر لے۔

خواہ دعا قبول کر نیکی معنی ہوں جیسا کہ عام مفسرین کا خیال ہے یا جواب دینے کے جیسا کہ بعض کا بقاء وحی غیر تشریحی کا ثبوت نہیں نکلتا جب کہ اس کا بھی اعداد و لاہی قطع سے ثابت ہو چکا اور جواب کے لیے الہام کافی ہے وحی کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شیخ محمد الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی تصریحات پیش کر چکا ہوں۔ مختار مدعا علیہ کا صرف ایک شقی یعنی احیاء کے معنی دعا قبول کرنے کے لیے ہیں۔ لیکن اس پر عقل ٹکلی سے بلا کسی سند کے احتمال قائم کرنا میرے مدلل بحث کے جواب کے لیے محض ناکافی اور ناقابل التفات ہے۔

نیز میں نے یہ بھی پیش کیا تھا کہ آج تک تیرہ سو سال میں کسی نے اس سے بقاء وحی کا استدلال کیا ہے تو بیش

کرنے جس کے پیش کرنے سے عاجز رہا اور استدلال گویا جواب تسلیم کر لیا۔
(۴) پتھری آیت -

ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا

یہاں بھی جواب کی دو شقیں تھیں ایک یہ کہ اس سے مراد نزول ملائکہ عند الموت ہے جیسا کہ بعض مفسرین کی رائے ہے یا نزول ملائکہ مطلقاً ہے جیسا بعض فرماتے ہیں دونوں صورتوں میں بقاء وحی پر اس سے استدلال صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ بحث تو وحی نبوت کے بقاء کے متعلق ہے وحی مجازی یا وحی الہام کے بقاء کے تو ہم بھی منکر نہیں اور وحی نبوت کا استدلال خود مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے جیسا کہ گزر چکا۔

باقی یہ امر کہ الہام یا وحی مجازی وغیرہ میں نزول ملک بھی ہوتا ہے اس کا جواب اصل بحث میں مختار مدعا علیہ اور گواہ مدعا علیہ کے مسلم بزرگ کے الفاظ میں دے چکا ہوں کہ کبھی الہام ملک الہام کے ذریعہ سے ہوتا ہے کیونکہ تمام کارخانہ کائنات ملائکہ کے نظام سے وابستہ ہے البتہ نزول وحی نبوت یا فرشتہ وحی کسی ایک دلیل سے بھی ثابت نہیں۔ مختار مدعا علیہ نے بجائے کسی جواب کے عاجز آکر صرف یہ کہہ دیا کہ مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ ایسا موت کے وقت ہوتا ہے ناقابل التفات ہے۔ ملائکہ نہ صرف اس آیت بلکہ متعدد آیات میں موت کے وقت نزول ملائکہ کا تذکرہ موجود ہے اور ہم کلامی بھی۔ **الذین ادعوا** **الله** **واسمعه** **الایہ** اور اس آیت کے متعلق مفسرین نے یہ تفسیر بھی فرما دی ہے بہر حال اصل بحث کا جواب کجا اس شق کا بھی یہی جواب دیا کہ ناقابل التفات ہے اور دلیل کچھ نہ پیش کر سکے جس سے عدالت استدلال کی کمزوری خیال فرما سکتی ہے۔

(۵) پانچویں آیت -

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني

خلاصہ استدلال۔ اصل غرض تخلیق محبت الہی ہے اور بندہ اور خالق میں محبت و عشق کا رشتہ ہونا چاہئے وہ یا گفتار سے ہو گا یا دیدار سے دیدار اس عالم میں ناممکن ہو کر کیونکہ اس کی ذات دراء الوداء ہے پس اگر وحی کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بندہ مانا جائے تو گفتار بھی نہیں ہیں محبت کیوں کہ ہو سکتی ہے۔

(الجواب)

(۱) یہ بقاء وحی کا ایسا اجماع اور عجیب و غریب استدلال ہے جو ساڑھے تیرہ سو سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے لے کر سوائے مرزا صاحب کسی پر منکشف نہ ہوا۔

(۲) اور زیادہ تعجب اس پر ہے کہ اپنی حالت پر خدا کو قیاس کیا گیا ہے کیونکہ مخلوق کی محبت کا اظہار گفتار اور

ویدار کی شکل میں ہوتا ہے اُسی پر قیاس کر کے خدا کی محبت کو بھی گفتار و دیدار کا یا بندہ ٹھہرایا۔ حالانکہ تمام اسلاف و مفسرین
خدا کی تعالیٰ کی محبت کا بھی مطلب یلٹے آئے ہیں کہ ایصالِ خیر اور فیوض و برکات سے مالا مال کرنا بیضاوی شریف -
اور کشف میں تو ضابطہ مقرر کیا ہے کہ محبت و غضب وغیرہ جو نفسانیات سے متعلق رکھتے ہیں جب کبھی بھی خدا کی نسبت
استعمال ہوں گے اس سے اُس کے نفسانی مبادی مراد نہ ہوں گے۔ بلکہ اُس کے نتائج انعام اور انتقام وغیرہ مراد
لیے جائیں گے۔

(۳) یہاں تو صرف مدعیانِ محبت الہی کے لیے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ وہ اگر دراصل محبت رکھتے ہیں تو اتباعِ نبوی اختیار
کریں خدا اس سے محبت کرے گا اور گناہ بخشنے دے گا۔ یہاں البقاءِ وحی کا ذکر تک نہیں بلکہ یغفر لکم
ذُنوبکم الہ خود اس کی شرح کر رہا ہے اور ہم کلامی کا ترجمہ یا تفسیر کسی ایک بزرگ عالم مفسر نے نہ کیا۔
نیز اس میں تو اتباعِ نبوی مراد محبت قرار دیا گیا ہے پس جتنے بھی نتیجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں خصوصاً گواہانِ مدعا علیہ
کے نزدیک مرزا محمد صاحب اُن سب پر نزولِ وحی اور خدا سے ہم کلامی کا فخر مانتا ہوگا۔ حالانکہ مختار مدعا علیہ اور اُس کے
فریق کو یہ مسلم نہیں۔

اگرچہ اس سے ہم کلامی مراد لینا قرآنِ پاک کی تحریف اور تفسیرِ بالراے ہے مگر اگر بفرض محال کوئی تسلیم بھی کرے تو
بھی البقاءِ وحی ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کی ہم کلامی بصورتِ وحی اور بصورتِ الہام دونوں طرح ہوتی ہے اور اوپر دلائل
سے واضح ہو چکا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کا دروازہ بند ہے صرف الہام یا وحی مجازی و لغوی ہے۔ لہذا ہم کلامی
بھی بصورتِ الہام یا وحی مجازی ہوگی لہذا البقاءِ وحی نبوت کا ثبوت نہ ہو سکا مفعول جواب بحث میں دے چکا ہوں جس
کا مختار مدعا علیہ سے کچھ بھی جواب نہ بن آیا۔ اور صرف یہ کہہ کے ٹال دیا کہ مختار مدعا علیہ نے اس پر یہ جرح کی ہے کہ
پھر وحی نبوت صحابہ پر بھی ہونی چاہیے حالانکہ بحث اس موقع پر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی غیر
تشریفی ہوتی چاہیے۔

گزارش یہ ہے کہ اگر مختار مدعا علیہ کی مراد وحی غیر تشریفی سے مجازی وحی یعنی الہام اور اُس وحی کے مراد ہے جو
شہد کی کبھی کبھی ہو سکتی ہے تو اس سے کسی کو انکار نہیں نہ اس میں بحث ہے جو قیامت تک جاری رہے گی اور وحی نبوت کا
اندرابر این قاطعہ اور دلائل واضح سے ثابت کر چکا اس کا جواب کجا یہاں بھی مختار مدعا علیہ نے تسلیم ہی کر لیا۔ لہذا یہ تمام
دلائل غیر متعلق اور بے ربط ہیں اور — ان میں وحی کا لفظ تک نہیں نہ کوئی اشارہ اور تناویلا اگر کوئی دعوے کا اشارہ
ہے تو وہ الہام اور وحی مجازی کا جو گواہ ہیں مقرر نہیں۔

۶۰ چھٹی آیت

وَمِنْ أَصْدِ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ الْخَبَرُ يَوْمَ

الفتیۃ - - - الخ

خلاصہ اسناد لال سچے خدا کی یہی نشانی قرار دی ہے کہ وہ پیکار کا جواب دیتا ہے اس کا مدلل جواب ۱۱ اکتوبر کی بحث میں دیا گیا چکا اور تیسری آیت کے تحت میں جواب الجواب کے سلسلہ میں بھی گزر چکا ہے خواہ اس کے معنی قبولیت دعا کے لیے جائیں یا پیکار کا جواب کے بہر صورت مطلب ایک ہی ہے یہ معنی نہیں کہ جس طرح انسان ایک دوسرے کی پیکار کا جواب دیتا ہے خدا بھی ویسا ہی جواب دے گا اور اگر کسی کو ویسا جواب نہ دے تو سچا خدا نہ رہے۔ انبیاء کو رام کو خدا کا جواب بصورت وحی نبوت اولیاء اللہ کو بصورت الہام عام مومنین کو بصورت ایجاب دعا و قبول رحمت وغیرہ ہوتا ہے چونکہ دلائل قطعیہ بلکہ مسلم فریقین سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسناد دوحی ثابت ہو چکا اب جواب کے یہ معنی لے کر یہی الہام مراد ہو سکتا ہے نہ دوحی۔ دوسرے یہاں یہ تو نہیں کہ ہر شخص کو ہر پیکار تے والے کو بروقت جواب بصورت کلام دیتا رہتا ہے ورنہ ہم اور آپ بلکہ کفار تک برابر ہر روز خدا کو کسی نہ کسی رنگ میں ضرور پیکار تے ہیں۔ حالانکہ ہم کلامی کاشف میسر نہیں آتا کیا مرزا صاحب کی جماعت خدا کو نہیں پیکارتی پھر کیا خدا ان سب سے ہم کلام ہوتا رہتا ہے یہاں تو صرف ان غیر ذی روح بتوں اور خدا تے کی امتیازی شان بتانا منظور ہے کہ خدا تے تعالے کی شان وسیع بصیر و مجیب الدعوات ہے یہ شان بتوں کی نہیں یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا کو پیکار دیکھو! ابھی جواب دے گا ورنہ وہ سچا خدا نہیں نعوذ باللہ من ذلک پھر تفاسیر میں ہر دو معنی مصرع موجود ہیں۔

اس پر مختار مدعا علیہ کا یہ فقرہ کہ مختار مدعیہ کے اس قسم کے اعتراضات سے علم قرآن سے اس کی محرومی ظاہر ہوتی ہے عدالت کے امتیاز خصوصی کے حوالہ کرتا ہوں۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص دلائل کے جواب سے عاجز ہو جائے اس قسم کی باتیں شروع کر دیتا ہے۔ دلائل کا جواب دلائل سے ہو سکتا ہے نہ تیز کلامی سے۔
(۴) ساتویں آیت۔

المیدوا انہ لا یکلہم

نیز اس کی تائیدی آیات۔

خلاصہ اسناد لال۔ بطلان الوہیت بخود ان باطلہ پر عدم تکلم کو دلیل ٹھہرایا ہے الخ

(الجواب)

ہم بھی تو یہ کہتے ہیں کہ خدا تے تعالے کی صفت متکلم ہونا ہے مگر اس کی یہ صفت ازلی وابدی ہے جب کوئی مخالف نہ تھا جب بھی وہ متکلم تھا اب بھی ہے جب کوئی نہ ہو گا تو بھی رہے گا اس کے تکلم کو اپنے اوپر قیاس کرنا ہی جہالت ہے اور متکلم بلا اموات ولسان وملتقط ہے اور اگر صرف معبود حق و باطل کی شناخت متکلم ہونا ہے تو جو لوگ عیسیٰ و عزیر علیہما السلام کو خدا اور معبود سمجھتے تھے وہ مختار مدعا علیہ کے نزدیک حق بجانب ہوں گے کیونکہ وہ تو متکلم تھے یہ محض تفسیر

بالرائے کا نتیجہ ہے۔

یہاں کفار کی مزید حماقت کا ذکر ہے کہ علاوہ اور وجوہ کے دیکھو یہ ایسے کی پرستش کر رہے ہیں جس سے خود افضل ہیں وہ بات بھی نہیں کر سکتے نہ وہ انہیں راستہ بتا سکتے ہیں اور یہ خود بات کرنے اور راستہ بتانے پر قادر ہیں پس یہ لوگ کس قدر احمق اور ظالم ہیں۔ یہاں کہیں ابقاء وحی کا اشارہ تک نہیں۔ مگر مختار مدعا علیہ اسے قطعی دلیل قرار دے رہا ہے کہ خدا کی صفت متکلم ہر زمانہ میں جلوہ گر رہتی ہے نہیں معلوم ان دنوں ان کے نزدیک کس سے ہم کلام ہے۔ عیاذاً باللہ خدا کی حقیقی ہم کلامی بصورت وحی نبوت تھی جس کا سلسلہ خدائے تعالیٰ نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند فرما دیا۔ جیسا کہ معصوم بنینہ اور مسلم فریقین بزرگوں کی تصریحات سے پیش کر چکا۔ اب صرف اہام اور وحی مجازی باقی ہے اس میں بحث نہیں۔ لہذا یہ آیت بھی بالکل غیر متعلق ہے اور دراصل اس کے ثبوت میں مختار مدعا علیہ کے پاس ایک ضعیف سے ضعیف بھی دلیل نہیں اس لیے غیر متعلق اور بے ربط و لائل پیش کر رہا ہے۔

(۸) اٹھویں آیت۔

”اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم“

اس کا استدلال عدالت خود اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے اگر یہی ولائل ابقاء وحی کے ہیں تو پھر استدلال وحی نبوت پر ائم سے والناس تک ایک ایک فقرہ اور ایک ایک لفظ بصرحت دلالت کرتا ہے۔ یہاں انبیاء اور صدیقین اور صلحاء کا سیدھا راستہ طلب کیا جا رہا ہے کہ صراط مستقیم پر رہیں اور گمراہ نہ ہوں مگر مختار مدعا علیہ اس سے مرتبہ نبوت مراد لے رہا ہے اور اس سے ابقاء وحی ثابت کر رہا ہے۔ پس کیا قرآن میں جہاں اللہ کا راستہ طلب کیا گیا ہے وہاں خدا تعالیٰ کا دعویٰ اور شان الوہیت بھی آجائیگی غالباً مرزا صاحب کا دعویٰ قدا فی اور اپنے اندر الوہیت کی ہوگی اس کے تحت ہوں گی۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئلت اعمالنا۔

(۹) نویں آیت۔

کنتم خیر امة اخرجت للناس۔ الایۃ۔

عدالت عالیہ یہ استدلال بھی اصل بحث مدعا علیہ سے ملاحظہ فرمائے۔

خیر اُمت۔ ہونے کی علت ظاہر ہے کہ خیر الرسل کے امتی ہیں یہاں بھی علت کی تصریح ہے کہ اخرجت

لنناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔

کہ لوگوں کے واسطے شاہد بننا امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنا اور اللہ پر ایمان لانا نیز اور بہت سی قرآن و احادیث میں خصوصیات مذکور ہیں اہم سابقہ پر ان کا گواہ ہوتا لتکونوا شہداً علی الناس

ظاہر ہوتا ہے جنت بھی ان کا اول داخل ہوتا وغیرہ وغیرہ احادیث سے ثابت ہے۔ یہ بات کہ ان پر وحی نبوتہ جوتی رہے یا انبیاء مینے رہیں بھی غیر امتہ ہوں گے محض مختار مدعا علیہ کی تصنیف کردہ طبع زاد ہے تیرہ سو سال میں ایک سطر نہیں کر سکتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ مریم اور اہل بیت علیہم السلام کے وقوع سے تائید اس میں اسلاف کے نقول پیش کر چکا ہوں کہ وہ الہام تھا الہام کے بقاؤ کا کوئی منکر نہیں گفتگو بقاء وحی نبوت میں ہے اس کی ایک ضعیف سے ضعیف دلیل بھی مختار مدعا علیہ یا اس کا کوئی گواہ پیش نہ کر سکا۔ فللہ الحمد

مختار مدعا علیہ نے اپنی تائید میں مولوی محمد حسین صاحب بلاوی سے یہ نقل کیا کہ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بلاوی نے یہی ثابت کرنے کے لیے کہ امت محمدیہ کے کالمین کو بذریعہ الہام غیب پر مطلع کیا جاتا ہے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ بعد تسلیم اس امر کے تائید کر نیکیہ اشاعتہ المستزید ج ۲ ص ۲۰۵ و ۲۰۶ اس سے تو مختار مدعا علیہ کا غانا ساز استدلال ختم ہو گیا کیونکہ خود کہہ رہا ہے کہ بذریعہ الہام غیب پر مطلع کیا جاتا ہے اور بحث الہام میں نہیں وحی ہے دونوں کے فرق کے واسطے بیان گواہ مدعیہ نمبر ۳ ملاحظہ فرمائیں۔

مختار مدعا علیہ کا مغالطہ اور ان کا جواب

- میرے اس امر کے جواب میں کہ اس آیت سے تیرہ سو سال میں کسی نے بقاء وحی نہ سمجھا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سلف صالحین بلکہ قرآنی تصریحات اس کے خلاف ہیں مندرجہ ذیل تاویلات مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں۔
- (۱) تفاسیر کے بعض حوالے میں نے پیش کئے ہیں یہ محض جھوٹ ہے اس کی تائید میں ایک حوالہ بھی نہیں کہ اس سے کسی نے بقاء وحی پر استدلال کیا ہے۔
 - (۲) قرآن کریم عربی زبان میں ہے اور اُس کے مطابق اُس کی تفسیر کی جاتی ہے اور یہ تفسیر میں نے کی ہیں وہ قرآن حدیث اور عربیت سے بالکل صحیح ہیں۔

(الجواب)

محض جھوٹ ہے قرآن و احادیث اور اقوال صحابہ میں مصرع انقطاع وحی کی تصریح موجود ہے جیسا کہ اوپر حوالہ نقل کر چکا اور اصل بحث میں آیات اور احادیث نیز اقوال صحابہ و بزرگان بلکہ اُن کے بھی مسلم بزرگ علامہ محی الدین ابن عربی کے ایک دو نہیں متعدد حوالے صاف صاف غیر مشتبہ پیش کر چکا پس یہ تفسیر علاوہ غیر منقول ہونے کے قرآن پاک و احادیث اقوال صحابہ کرام کے بالکل خلاف اور متضاد ہے ایسی تفسیر قطعاً تفسیر بالرائے اور حرام و ناجائز بلکہ بتصریح حدیث حد فرتک پہنچ جاتی ہے۔

(۳) جو تفسیر قواعد عربیہ کے مطابق ہے گو کسی اور نے تفسیر نہ کی ہو تفسیر بالرائے نہ ہوگی۔

(الجواب)

مگر شرط یہ ہے کہ قرآن و حدیث و اقوال صحابہ کے خلاف نہ ہو جیسا کہ مرزا صاحب بھی برکات الدعاء میں تسلیم کر چکے ہیں اور یہ تفسیر قرآن و حدیث و اقوال صحابہ کرام کے مخالف ہے جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا۔
(۴) تحذیر الناس منک کا حوالہ جس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جو بھی قواعد عربیہ کے مطابق ہو گو کوئی اُسے نقل نہ کرے تفسیر بالرائے نہ ہوگی۔

(الجواب)

یہ محض منالطہ ہے اس سے بالکل متصل یہ فقرات ہیں رہا اگر انصاف ہو تو اس حدیث کے معنی میں عرض کرتا ہوں ہاں اگر کوئی دلیل عقلی و نقلی ہو یا کوئی قرینہ عقل و نقلی ہو اور پھر بقدر قوت دلیل و قرینہ کوئی شخص کسی احتمال کو راجع کئے ہرگز کفر نہیں۔

پس مولانا نے اس تفسیر کو تفسیر بالرائے نہیں کیا ہے جس کی تائید حدیث یا عقلی اور نقلی قرائن سے کی ہے اور اس میں بھی نئے معنی نہیں قائم کئے بلکہ عقلی و نقلی دلائل سے مختلف معانی سے ایک معنی کو ترجیح دے دی ہے۔
اور مختار مدعا علیہ نے بلا دلیل و قرینہ جو طبع زاد تفسیر کی اور پھر خلاف تصریحات و آیات و احادیث و اقوال صحابہ و سلف صالحین کی ہے اُس کے متعلق اس سے متصل صفحہ اہم پر یہ الفاظ ہیں کہ۔

ہاں جب نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی قرینہ تو پھر ترجیح احد الاحتمالات محض اپنی عقل نارسا کا دھجک سلا ہے اس کو تفسیر بالرائے اعمیٰ تفسیر بالہوی اور تفسیر عند نفس کہہ سکتے ہیں۔ آگے چل کے نتیجہ کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں ص ۱۲۰۔
بالجملہ تفسیر بالرائے وہ ہے جو امر مجمل اور منصل میں اصلاً نہ ہو بلکہ اس امر میں کلام مجمل ساکت ہو اور مرتبہ تفسیر و تفصیل میں وہ امر داخل کیا جائے اور ظاہر ہے کہ ایسے امور کا داخل کرنا تصرفات خیالی ہیں جو ہمارے عقول ناقصہ کا کام ہوتا ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اسی اصول پر تفسیر کی ہے جو حضرت مولانا کی تصریح کے مطابق بھی تفسیر بالرائے اور ناجائز و حرام ہے باقی خود جو تفسیر فرمائی ہے اُس کے متعلق اس سے متصل ارشاد ہے کہ۔

باقی جو باتیں جو سیدہ کسی دلیل عقلی یا نقلی کے شام کی جائیں اس کو اہل ظاہر کو تفسیر کہیں پس حقیقت میں تفسیر نہیں ہو سکتی بلکہ دو کلاموں کے مضمونوں کو اکٹھا کر دیا کرتے ہیں ملا خطہ فرمائیں وہ کوئی تفسیر نہیں کر رہے بلکہ قرآن و احادیث کے مختلف دو جگہ کے مضمونوں کو یکجا کر دیا ہے اس میں اپنے عقل و رائے کو دخل نہیں بلکہ عقلی و نقلی دلیل کی روشنی میں ہے اور مختار مدعا علیہ نے تو قرآن و حدیث و اقوال صحابہ و سلف صالحین بلکہ اپنے مسلم بزرگوں کی تصریح کے خلاف محض اپنی رائے سے تفسیر کی جو قطعاً حرام ہے میں عدالت سے درخواست کروں گا کہ وہ تحذیر الناس کا ص ۱۱۷ و ۱۱۸

لاحظہ فرمائے تاکہ مختار مدعا علیہ کا منطوق اور اقراء اچھی طرح آشکار ہو جائے۔
مختار مدعا علیہ نے میرے اس اعتراض کا کہ اس سے پھر وحی نبوۃ تشریع کا بقول بھی لازم آئے گا یہ جواب دیا ہے کہ دوسری آیات مثلاً خاتم النبیین اکملت لکم دینکم ومن یتطمع اللہ وغیرہ سے وحی شریعت بعیدہ کا انسداد ثابت ہوتا ہے۔

پس ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ مذکورہ بالا آیات نیز انسداد وحی نبوۃ پر جس قدر آیات و احادیث صحیحہ و اقوال بزرگان و مفسرین صالحین اور پر پیش کر چکا ہوں ان سے صراحتہً وحی نبوۃ کا انسداد ثابت ہوتا ہے خواہ تشریحی ہو یا غیر تشریحی لہذا مکالمہ الہیہ صرف بصورت الہام یا وحی مجازی ہو سکتا ہے اس میں ہمیں بھی خلاف نہیں بہر حال کسی ایک آیت سے وحی نبوۃ کا بقاء نہ ثابت ہو سکا زائد سے زائد الہام کا بقاء ثابت ہوا وہ مدعا سے غیر متعلق ہے۔

دلائل بقاء وحی از احادیث

میں نے ابتدائی بحث میں ۲۵ سے زائد احادیث کا اس سلسلہ میں حوالہ دیا تھا کہ ان سے وحی نبوت کا انقطاع ثابت ہے کیونکہ جس قدر احادیث انقطاع نبوۃ پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ سب انقطاع وحی نبوۃ پر بھی بلا استکلاف دلالت کر چکی ہیں کیونکہ یہ تو مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے کہ جس میں شان نبوت باقی ہے اُس کی وحی بلا شبہ وحی نبوۃ ہے (ایام الصلح ص ۱۳۶) نبی کی وحی وحی نبوۃ کہلائیگی (سراج منیر ص ۱۷۷) اور لطف تو یہ ہے کہ جب تک مرزا صاحب نے نبوت کا صریح و عمومی نہ کیا تھا خود بھی اس مسئلہ میں ہمارے ہم نوائے فرماتے ہیں کہ لکن وحی نبوۃ پر تو تیرہ سو برس سے ہر لگ گئی (ازالہ ص ۲۲۱) یہاں کوئی تفصیل تشریحی اور غیر تشریحی کی نہیں تھے کہ مختار مدعا علیہ کی تاویلات قابل انتقاد ہوں۔

پھر میں نے صراحتہً انقطاع وحی نبوۃ کے سلسلہ میں (۴) صحیح احادیث کثیر العمل بخاری شریف مشکوٰۃ شریف اور ابن جریر سے پیش کیں جو صل سے پیش کی گئی تھیں پہلی میں تصریح ہے کہ شعبان نبوت سے صرف بشارات باقی ہیں۔ دوسری میں ان الوحی قد انقطع۔ کے الفاظ ہیں کہ وحی بعد آنحضرت علیہ السلام یقیناً منقطع ہو چکی تیسری میں انہ انقطع الوحی کا لفظ ہے کہ واقعہ یہ ہے کہ وحی بعد زمانہ آنحضرت علیہ السلام منقطع ہو چکی تھی یہ سبھی تمام اجزاء نبوۃ سے صرف بشارات کو باقی مانتا ہے۔

پس ان صریح احادیث کے مقابل مختار مدعا علیہ کا دو غیر متعلق مدعیین ایک محدث والی اور ایک عیسائی پر وحی آنے کی پیش کرنا یہاں تک قابل قبول ہے۔ بہر حال میں باوجود کہ دونوں کا مدلل جواب اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں مگر اب جو ابی بحث کی روشنی میں پیش کرتا ہوں۔

حدیث اول۔ و اوحی۔ اللہ الی عیسیٰ (مشکوٰۃ و مسلم) اس حدیث کی تحریف

کے لیے ہومرزا صاحب کی تاویلات نقل کی ہیں۔ اس سے ہمیں سرور کار نہیں استدلال صرف یہ کیا گیا ہے کہ مسیح موعود کو وحی ہوگی اور روح المعانی سے یہ پیش کیا ہے کہ یہ وحی بواسطہ جبرئیل ہوگی۔ انجواب حضرت عیسیٰ پر وحی ہونا نازل ہوگی اس میں لفظ وحی ضرور ہے۔ مگر یعنی الہام نہ کہ وحی نبوتہ جتنا پنجہ سلم کے شرح نے خود اس کی تشریح کر دی ہے مگر وہ وحی بطور الہام کے ہوگی، خواہ وہ دل میں ڈالی جائے یا بواسطہ فرشتہ الہام ہو جسے ملک الالہام کہتے ہیں۔

میں اس بکھرے صورت و موالہ پیش کرتا ہوں۔ جو مسلمہ فریقین ہے اور اس بزرگ سے جنہیں گواہ مامد علیہ بھی تسلیم کر چکا ہے یعنی امام عبدالوہاب شہرانیؒ اور امام محی الدین ابن عربیؒ وہ تصریح فرما رہے ہیں کہ عیسیٰؑ امتہ محمدیہ کے آخری اور خاتم الولاہیتہ ہیں، اور اگرچہ وہ اولوا الغریم اور خواص رسل سے ہیں مگر یوحہ خصوصیت زمانہ کے کہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے ان کی نبوت و رسالت کا حکم زائل ہو جائے گا۔ اور وہ اس منصب پر نہ ہونگے بلکہ ایک ولی ہو کر تشریف لائیں گے۔ جن کی نبوتہ بلا حکم کے مطلق ہوگی۔ اور ان پر شرع محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا الہام اس طرح ہوگا جیسا کہ اولیاء امتہ کو ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو الباقیت و الجواہر ج ۲ ص ۲۸ بحث ۴۴، بنا قلا عن الفتوحات لملاحقہ التام الولاہیت علی الاطلاق فہو عیسیٰ علیہ السلام فہو الولی الی قولہ ویلہم بشرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم ویفہمہ علی وجہہ کالاولیاء المحدثین فختمت النبوتہ بمحمد والولاہیتہ بعیسیؑ۔

ملاحظہ فرمائیں کس قدر تصریح ہے کہ ان پر امتہ محمدیہ کے اولیاء کی طرح الہام ہوگا۔ اور وہ خاتم الاولیاء ہوں گے جیسے نبوتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگی کوئی آپ کے بعد نبی نہیں یوں ہی اس امت کے آخری ولی حضرت عیسیٰ ہوں گے میرے خیال میں اس تصریح کے بعد مختار مدعا علیہ کو بھی لب کشائی کا موقعہ نہیں کیونکہ الہام یا وحی مجازی کو ہم بھی بد نہیں بتاتے نہ لفظ وحی پر بحث ہے نہ تو شہد کی کبھی کے واسطے بھی مستعمل ہے وادخی ربک الی النخل۔ بحث وحی نبوتہ میں ہے، وہ عیسیٰ پر نہ ہوگی۔ بلکہ وحی یعنی الہام ہوگی جیسے کہ اولیاء امت کو الہام ہوا کرتا ہے۔ اس سے صریح عبارت ملاحظہ ہو انہ عیسیٰ علیہ السلام لا یومنا الا منہ ای یستنا فہذا الکشف اذا نزل والالہام کہا فہذا الامتہ۔ یعنی ان کے نزول کے بعد انہیں اس امت کی طرح کشف والہام ہوگا فتوحات ج ۲ ص ۲۵۲ ص ۲۳۸ (س) نزول الہام بلا جبرئیل کے ہوں گے۔

(الجواب)

جبرئیل نہ آئی گئے ملاحظہ ہو الباقیت صحت ۳۵ ص ۸۹۶

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ عیسیٰ پر جبرئیل وحی لائیں گے، محض غلط اور تحقیق کے خلاف ہے اسے شاید اپنے گھر کا حال نہیں معلوم ورنہ ایسا کبھی نہیں کہتا۔ ہومرزا صاحب کی تو یہاں تک تصریح ہے روحی کچا ایک فقرہ کہ پہلی شریعت پر عمل کر دینے بھی جبرئیل نہیں لاسکتے یہ بھی بند ہے ملاحظہ ہو۔

وحی رسالت دی ہے جو توسط جبرئیل ہوا، ازالہ اوہام ۲۱۔

”ایک فقرہ بھی جبرئیل لائیں وہ بھی وحی نوحۃ ورسالت ہے جو بندہ ہے ازالہ ۲۲۔“

اب گواہیں ضرورت نہ تھی کہ حج الکرامۃ یا روح المعانی کے متعلق کچھ عرض کریں لیکن اتمام حجت کے واسطے گزارش ہے کہ۔

حج الکرامۃ۔ اولاً نہ ہمارے مسلم کتاب ہے نہ اُس کے مصنف ہم مقلدین سے ہیں۔ بلکہ ہمدان اور ان کا اصولی اختلاف ہے ہم تقلید شخصی کو واجب کہتے ہیں۔ وہ شرک تک جتا تے ہیں حالانکہ ایک حنفی پر کسی اہل حدیث یا غیر مقلد کی ذاتی رائے، خصوصاً جب کہ وہ بزرگان سلف شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کے بھی خلاف ہو جتہ نہیں ہو سکتی۔ دوسرے یہ ان کی ذاتی رائے ہے اُن کے پاس اس کے ثبوت میں کوئی آیت یا حدیث یا قول صحابی نہیں پس اس کی کوئی بھی وقعت نہیں ہو سکتی۔

ہمارے گواہوں نے نواب صدیق حسن خان مؤلف حج الکرامۃ کو مسلمان مانا ہے مسلمان ہونا اور چیز ہے مسلم ہونا اور بات ہے۔ بہت سے مسلمان ہیں بلکہ عالم بھی مگر وہ مسلم و مستند نہیں۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں مسلم کہیں نہیں لکھا۔ بلکہ انہیں رئیس عاملین یا محدث لکھا ہے یعنی غیر مقلدین کے سرگروہ کیونکہ غیر مقلدین کو وہابی اہلحدیث مدعیان عمل یا محدث عامل حدیث وغیرہ کے نقطہ سے یا رکیا کرتے ہیں جیسے مرزا یوں کو قادیانی اور احمدی کہتے ہیں۔ مطلب سب کا ایک ہی ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے ان کے حوالے غیر مقلدین پر حجت قائم کر نیکے واسطے الزام دئے ہیں۔ جیسے کہ ہم نے مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے کتے حوالہ دئے ہیں تو کیا کوئی عقل مند اس سے سمجھ سکتا ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے خلفاء ہمیں مسلم ہیں تیرمون گنگوہی کا مسلم ہونا بھی جو ڈیشل اصول سے مسل پر موقوف نہیں رہہ حال نواب صدیق حسن خان صاحب

اور وہ بھی اپنی ذاتی ہم پر بزرگوں کی تصریحات کے خلاف حجت نہیں نہ مختار مدعا علیہ کو لمسے نقل کرنا چاہیے تھا کیونکہ یہ تو ان کے نبی کی تصریح کے بھی خلاف ہے باقی رہا حوالہ روح المعانی وہاں بھی ایک شخص ابن حجر عسقلانی ذاتی رائے ہے نہ وہ ہمارے مسلم ہیں نہ امام وہ ہم پر حجت نہیں روح المعانی کے فیصلہ کا مسلم ہونا اور چیز ہے اور اُس میں کسی شخص کی ذاتی رائے نقل کی جائے اور وہ بھی ضعیف اہلحدیث دائرہ کے خلاف اس کا حجت ہونا اور بات ہے بہر حال اتنی آیات اور صحیح احادیث اور فیصلہ اسلاف بلکہ مرزا صاحب کی تائید کے باوجود نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی اور ابن حجر عسقلانی جیسے غیر مسلم اصحاب کی رائے کوئی بھی وقعت نہیں رکھتی نہ ہم پر حجت ہو سکتی ہے باقی ہمارے نزدیک حدیث یقیناً صحیح ہے۔ ہم تو مختار مدعا علیہ پر بطور الزام حجتہ قائم کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اسی حدیث کو صحیح نہیں مانا، ہم نے تو حدیث مانکر جواب دیا ہے کہ یہ وحی الہام ہے نہ وحی نوحۃ جیسا کہ تمام شراح اور خصوصیات سے مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعا علیہ کے مسلم بزرگ امام ابن عربی رحمہ اللہ نے

تصریح فرمادی ہے۔

باقی اس جواب الجواب کی روشنی میں جو تاویلات کیلئے اور جرح و حوالوں کی قطع و برید اور لایعنی طوالت وی لغو و ناقابل التفات ہے۔ عدالت خود مقابلہ فرمائے۔

(۲) دوسری حدیث۔ ابی ابن کعب روع المعانی ص ۷۷

یعنی اُس نے پیچھے سے ایک بلند آواز سنی اللہم لك الحمد انی ابی کعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یہ واقع بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ جبریل تھے۔

الجواب۔ اس سے یہاں کوئی علاقہ نہیں نہ یہاں جبریل کسی صحابی پر وحی لے کر اترے نہ اُس زمانہ میں نزول جبریل مسدود تھا۔ بلکہ صرف اس قدر ہے کہ ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے پیچھے سے اللہ کی حمد کرتے ہوئے کسی کی آواز سنی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جبریل کی آواز سنی تھی اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقاؤ وحی نبوت یا نزول جبریل کیونکر ثابت ہو ایاں جبریل کی آواز سننا ثابت ہو۔ اس میں کیا اسعجاب ہے صحابہ نے تو وحی کبھی کی شکل پر بار بار انہیں دربار رسالت میں حاضر بائیں کرتے دیکھا ہے۔ ہاں مزا صاحب کے یہ خلاف ضرور ہے جو فرماتے ہیں کہ جبریل کبھی زمین پر نازل نہیں ہوئے۔

تیسری حدیث۔ محدث ہونے کی مشکوٰۃ و بخاری سے۔

الجواب اس سے بھی وحی نبوت کا بقاء بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہ ہو سکا۔ کیونکہ محدث کی شرح خود گواہ مدعا علیہ اور مختار مدعا علیہ نے حدیث سے نقل کر دی ہے۔ کہ فرشتے اُس کی زبان پر کلام کرنے ہیں۔ اس میں خدا کے ہم کلام ہونے کا ذکر نہیں۔ نہ فرشتہ کے اتر کر وحی کرنے کا۔

مختار مدعا علیہ نے اُس کلام اور محدث کی تائید میں مولانا علی قاری ہافائیل کیا۔ اس سے اپنا تمام کارخانہ استدلال ختم کر دیا کہ۔

هوالمسلم المبالغ فيه الذي انتهى الى درجته الانبياء

في الالهام۔

یعنی محدث مراد ہے۔ میں پر ابہام کیا یا مجھے۔ اور بہت مبالغہ سے جو ابہام میں انبیاء کے درجہ کے قریب ہو جائے اس میں تصریح ہے کہ اُس پر ابہام ہو گا نہ وحی اور نہ نگو نقاؤ وحی میں ہے۔ نہ ابہام میں شاید مختار مدعا علیہ طول کی وجہ سے موضوع بحث فراموش کر گیا۔ ورنہ ابہام کو وحی کے سلسلہ میں نقل نہ کرتا۔

ان دونوں حدیثوں کا غیر متعلق ہونا ایسا اظہار من الشمس ہے کہ کسی شبہ کی بھی گنجائش نہیں عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔ اور اصل بحث میں جو مدلل تقریر کی گئی تھی اُس کے جواب کی طرف اشارہ نہ کیا گیا۔ گو یہ مختار مدعا علیہ نے

اس کی لاجوابی اور اپنا عجز تسلیم کر لیا ہماری پیش کردہ ۱۲۵ احادیث کے حوالہ کو مغالطہ اور غلط بتانا مختار مدعا علیہ کی نادانگہی کا یقین ثبوت ہے۔ میں ابتداء میں عرض کر چکا کہ جس قدر احادیث نتم نبوت کے بابت ہیں۔ ۲۵۰ کیا بلکہ اس سے بھی زیادہ سب نبوت کے اسناد کی دلیل تعلق ہیں۔ کیونکہ نبی کو وحی بقول مرزا صاحب بہر حال وحی نبوت ہوتی ہے۔ اسی واسطے گو اہل نے مکر باب وحی میں یا تفصیل نقل کی ضرورت نہ سمجھی۔ باقی یا تفصیل میں نے جو چار حدیثیں پیش کی تھیں جس میں سراحۂ وحی نبوت کے اسناد کی تصریح تھی اس میں حدیث (۱) و نمبر (۴) کو مختار مدعا علیہ نے بالکل لاجواب سمجھ کر نام تک نہ لیا۔ اور نمبر (۲) و (۳) کا طعن زافیہ جواب دے کر ٹال دیا۔ کہ اس میں ان الوحی قد انقطع اور انہ انقطع الوحی سے وحی تشریفی مراد ہے۔ حالانکہ یہ تائید محض بدیہی البطلان ہے۔ اور صریح غیر مشتبہ الفاظ کو بلا دلیل موڑنا ہے۔ الف و لام جنسی ہے جس سے جنس وحی اور اس کی حقیقت کا نہایت زور دار الفاظ میں انقطاع بتایا جا رہا ہے۔ مجازی وحی والہام کا البتہ تذکرہ نہیں پس مختار مدعا علیہ کی یہ ریکیک تادیل بالکل متوا اور الفاظ حدیث کی تخریفات معنوی کے برابر ہے جو کسی طرح قابل التفات نہیں۔ ورنہ اگر تادیلات کا دروازہ اس قدر وسیع کھول دیا جائے تو دین سے امان اٹھ جائے گا۔ اور صریح سے صریح چیزیں محدث کی طرح تادیل کر کے اس کی حقیقت بد لکر اسلام کا کفر اور کفر کا اسلام بن جائے گا۔ عیاذ باللہ۔

خلاصہ۔ اس بحث سے یہ تو وضاحت سے ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ یا گواہان مدعا علیہ کے پاس قرآن و حدیث کی ایک دلیل بھی بقاء وحی نبوت پر نہیں بلکہ محض تادیلات ریکیک ہیں یا الہام اور وحی مجازی و لغوی کو نادانگہی سے وحی نبوت سمجھ لیا ہے۔ بخلاف گواہان مدعیہ کے کہ صریح صریح آیات و احادیث انقطاع وحی پر پیش کی ہیں۔ جن کا جواب باوجود انتہائی مغالطہ دہی کے ضابطہ کا بھی نہ ہو سکا۔ فلتد الحمد۔

عدالت خود دلائل کو سامنے رکھ کر موازنہ فرمائے کہ دلائل اور سائنیت کدھر ہے اور محض تادیلات اور مغالطہ سے کون کام لے رہا ہے۔

(عقیدہ سلف صالحین بقاء وحی غیر تشرعی کے خلاف نہیں)

اس جوابی سلسلہ میں اصل جواب سے عاجز آکر مختار مدعا علیہ نے صرف مغالطہ سے کام لیا۔ میں نے صوفیاء کرام کی عبارات کے مطالب ان کی اپنی اصطلاح کی روش سے پیش کئے تھے۔ اور وہ بھی مل سے کوئی نیا حوالہ نہ تھا مگر اس نے گواہوں کا تحت اللفظ ترجمہ لے کر بحث سے ٹکراتا چاہا۔ اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ ترجمہ اور شیء ہے اور مطلب اور۔ ترجمہ سے بظاہر اکثر مراد متکلم متوا اور مجمل رہتی ہے۔ جبھی تو تفسیر اور مطلب بیان کر لینی ضرورت پڑتی ہے۔ ترجمہ کے ظاہری الفاظ اور اصطلاحی مراد و تفسیر میں تضاد سمجھنا خام خیال ہے چونکہ میری بیان کردہ اصطلاحات صوفیاء اور خود اصطلاحات شیخ اکبر مختار مدعا علیہ نے اولاً تو نظر انداز کیا۔ اور بعض کو اصل عبارات اور مطلب کے خلاف

ہوا کہ قطع و برید کر کے اصل پوائنٹ عدالت کے سامنے مستقیم کر نیکی سچی کی ہے۔ اس لیے اولاً میں اس کے پیش کردہ حواجیات جن کا وہ حوالہ بیان گواہ مدعا علیہ سے دے رہا ہے نقل کر کے ان کا اصل جواب مکرر نقل کرتا ہوں تاکہ وہ خیانت اور مغالطہ عدالت کے ٹوٹس میں لایا جاسکے جو اس نے جواب بحث میں مختار مدعا علیہ کے مطالب کے نقل میں روا رکھا ہے اور پھر جوابی بحث کی تاویلات رکلیک کر کے عدالت میں پیش کرتا ہے۔

گواہان مدعا علیہ نے اس سلسلہ میں متعلق و غیر متعلق کل (۸) حوالہ پیش کئے ہیں :-

- (۱) فتوحات مکیہ (۲) مکتوبات امام ربانی (۳) ثنوی عارف رومی (۴) منہب امامت مولانا شہید (۵) پراقتیت کا حوالہ برائے شرح ابہام رومی (۶) روح المعانی (۷) بیچ الکرمانہ (۸) پراقتیت پہلا حوالہ فتوحات مکیہ ج ۲ ص ۲۱۷ و ۲۱۸
- قال شیخ اکبر بعد ذکر الآیۃ ما کان لیشئ ان ینکلمہ اللہ الخ هذا کلام موجود فی رجال اللہ من الاولیاء والذی اخص بہ النبی من ہذون الولی الوحی والتشیع۔

(۱) الجواب

اس حوالہ کے نقل کرنے میں گواہ مدعا علیہ نے ایک زبردست شرمناک مغالطہ دیا اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے لفظ تشریع کو ان کی اصطلاح کے خلاف محمول کر لیا۔ اسی لیے انہوں نے وصیت فرمائی ہے کہ تم پر میری کتب کا مطالعہ حرام ہے جب تک میرے عمر راز نہ پورا اس کی وجہ صرف گواہ کی حضرت شیخ رحم کی کتب و اصطلاحات سے ناواقفیت ہے جیسا کہ گواہ خود اقرار کر چکا ہے۔ کہ میں نے فتوحات کل نہیں دیکھی۔ تاریخ سہ اور اصطلاحات تصوف میں کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔ تاریخ سہ۔

اصل اصطلاح یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو جو نبوت یعنی لغوی بصورت و لا بیت ہوتی ہے اور برائی یعنی عام مجازی ہوتی ہے جس کا حقیقی نام ابہام ہے اس کے مقابل اصطلاح شرح میں جو نبوت حقیقی ہے۔ اسے حضرت شیخ نبوت تشریع (یعنی شری نبوت) اور اس کی وحی نبوت و رسالت کو وحی تشریع کہتے ہیں یہ مراد نہیں کہ جو شریعت جدیدہ لائے وہ نہ تشریعی و نہ نہ تشریعی صرف اپنی اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کی اصطلاح کو محفوظ کر کے یہ مغالطہ دیا ہے۔ نبوت کے واسطے اپنی فتوحات ج ۳ کے حوالہ ذیل ذیل مدخل ہوں۔ جنہیں صرف مغالطہ دینے کے واسطے چھپایا گیا۔

نبوت تشریع یا نبوت شرائع سے مراد وہ حقیقی نبوت ہے جو اولیاء کو نہیں ہو سکتی

(فتوحات مکیہ ج ۲ باب ۵ ص ۱۵ ص ۲۵۸)

یعنی جاری یہ خاص اصطلاح ہے کہ ہم نبوت شرائع یا تشریع، بلکہ وہ حقیقی اصطلاح نبوت مراد لیتے ہیں جو اولیاء کو نہیں ہو سکتی۔ ولایت کے مقابل یہ نبوت ہے۔ وہی نبوت حقیقہ اور نبوت تشریع اور نبوت شرائع وغیرہ سے نامزد کی جاتی ہے شریعت کے معنی شریعت بدیدہ وغیرہ یہ مرزا صاحب اور ان کے متبعین کی ملیح زاد اصطلاح ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ

کا دامن قدس اس سے پاک ہے۔

وحی نبوة ورسالت مطلقاً منقطع ہے؟

اسی پیش کردہ فتوحات ۲۶ ص ۳۲۳ پر تصریح موجود ہے کہ وانما انقطع الوحي الخاص بالرسول والتي من نزول الملك على اذنه وقلبه وتحجيرا اسم النبي والرسول الخ۔
یعنی وہ وحی نبوت ورسالت جو نبی ورسول کے ساتھ مخصوص ہے کہ فرشتہ اس کے گوش وقلب پر اترتا ہے منقطع ہو چکی اور نبی ورسول کا لفظی خطاب بھی روک دیا گیا۔ اب کسی کو نہیں دیا جاسکتا۔ کسی قدر وضاحت سے انقطاع وحی نبوت ورسالت کی تصریح فرما رہے ہیں۔

فرشتہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے قلب پر وحی لیکر نہیں اتر سکتا؟

لان الملك لا ينزل بوحى على قلب غيره نبى اصلاً کیونکہ فرشتہ وحی لے کر غیر نبی کے قلب پر ہرگز نہیں اترتا۔ اسی عبارت کے تحت پر نہ صرف نبوت بلکہ ادعاء نبوت کا بھی انقطاع فرما رہے ہیں۔ وادعاء نبوة قد انقطعت ہر قسم کی نبوت کا دعویٰ منقطع ہو چکا (فتوحات ۲۶ ص ۳۲۳) یہاں لفظ نبوت کیونکہ نکر رکھا الفت لام بھی داخل نہ کیا کہ تاویلات کا موقع ہو کہ کوئی خاص قسم کی نبوت مستقلہ وغیرہ مراد ہے۔ بلکہ نکر رکھا ہو ہر قسم کی ظنی وروزی نبوت کا خاتمہ کر رہی ہے۔

مبشرات یعنی الہام اور رویاء صالحہ کے سوا کوئی بھی قسم وحی کی باقی نہیں

الانتظار الى مبادئ الوحي الالهي النبوي انما هي المبشرات وهي التي بقيت في الامت بعد انقطاع النبوة (فتوحات ج: ۳، ذک: ۳۱ ص ۳۹)
کیا تو نہیں دیکھتا۔ مبادی وحی الہی نبوی کو جو مبشرات (یعنی اچھی خواہیں یا الہام ہیں) وحی صرف امت میں نبوت کے انقطاع کے بعد باقی ہیں اور ہیں۔

دُ بَشَرَاتِ وَالْأَنْفُصِ نَبِیْ ہرگز نہیں ہو سکتا

حضرت شیخ رحمہ اللہ علیہ اسی فتوحات ۳ سوال ۱۷۲ پر مبشرات کا ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ
 وہی جزء من اجزاء النبوة وان لم یکن صاحب المباشرة نبیاً فتنظن لعموم رحمة
 اللہ فما تطلق النبوة الا من انتصت با لمجموع۔ یعنی مبشرات اجزاء نبوة
 کا ایک جزو ہیں اگرچہ صاحب مبشرات نبی نہیں ہوتا۔ کیونکہ لفظ نبوت سوائے اس شخص کے جو مجموعہ اجزاء سے متصف ہے
 کسی پر بولای نہیں جاسکتا۔

اسی ج ۳ میں تقریب موجود ہے کہ وہی مطلقاً مسدود ہے صرف الہام باقی ہے۔

واعلم ان لنا من الله الا الهام لا الوحي فان قبيل الوحي قد انقطع بموت رسول
 الله صلى الله عليه وسلم وقد كان الوحي قبله ولم يحي خبر الهی ان بعده صلى الله
 عليه وسلم وحياً لما قال الله تعالى ولقد اوحى اليك والى الذين من قبلك ولم
 يذكره وجا بعده وان لم يلزم هذا وقد في الخبر النبى الصادق فى عيسى عليه السلام
 وقد كان ممن اوحى اليه قبل رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يعمل الا لستنا فله
 الكشف اذا نزل والالهام كما لهد الامة ولا تخيل فى هذا الهام انه ليس
 بخبر الهی ما هو الا مرك ذلك بل هو خبر الهی و اخبار من الله للعبد
 على يد ملك بقيت عن هذه الملهم وقد يلهم من وجه الخاص بالرسول
 والنبي ويشهد الملك اويسيرة رويته بصر عن ما يوحى اليه ويخبر الرسول
 بحس باثره ولا يراه رويته بصره فيلهم الله يا شاعر ان يلهمه او يوتيه
 من وجه الخاص (فتوحات ۳۵۳ ص ۲۳۸) ۷

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت جزیر میں تمام تاویلات و شبہات کا خاتمہ کر دیا اور غیر مشتبہ الفاظ میں مدعیہ
 کی تائید فرمادی اور اتفاق سے یہ بزرگ گواہ مدعا علیہ کو بھی مسلم ہیں۔

ترجمہ ملاحظہ ہو۔

خوب سمجھ لو میں خدا کی طرف سے صرف الہام ہو سکتا ہے نہ کہ وہی کیونکہ وہی کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وقت
 سے یقیناً بلاشبہ منقطع ہو چکا۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل وہی آیا کرتی تھی۔ اور کوئی ایک بھی خدا کی جانب سے
 اطلاع نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وہی ہو سکتی ہے۔ یا وہی ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ

ولقد اوحى اليك والى الذين من قبلك اور آپ کے بعد کسی قسم کی وحی کا ذکر نہ فرمایا۔ اور نہایت صحیح خبر نبوی صادقہ میں عیسیٰ کے متعلق ہے (جو ان لوگوں میں ہیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل وحی ہو چکی ہے) کہ وہ عیسیٰ صرف ہماری سنت پر عمل کرینگے۔ پس ان کے نزول کے بعد صرف اُن پر کشف و الہام ہوگا۔ جیسا کہ اس امت پر ہوتا ہے اس الہام میں یہ شبہ نہ ہے کہ یہ خدا کی خبر ہی نہیں یہ بات ہرگز نہیں بلکہ وہ خدا ہی کی خبر ہے۔ مگر فرشتہ الہام کی معرفت جو ملہم سے پوشیدہ ایک الہام کرتا ہے۔ اور کبھی مخصوص طور سے الہام ہوتا ہے پس رسول و نبی فرشتہ کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اور غیر رسول اُس کے اثر کو محسوس کرتا ہے اُسے دیکھتا نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام پر جو چاہیگا۔ الہام کرے گا۔ انہ اس سے مندرجہ ذیل امور بوضاحت ثابت ہو گئے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی کے تمام سلسلے یکدم مسدود ہیں۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف کشف اور الہام باقی ہے اور بس (۳) کسی آسمانی جبرائیت میں آپ کے بعد کسی قسم کی وحی کا ذکر تک نہیں۔ (۴) عیسیٰ علیہ السلام پر نزول کشف اور الہام ہوگا (۵) کبھی الہام بھی بواسطہ فرشتہ الہام ہوتا ہے۔ (۶) الہام میں غیر رسول فرشتہ کو دیکھتا نہیں۔ نہ اس پر نزول حقیقی ہوتا ہے۔ بلکہ اس کا اثر محسوس کرتا ہے (۷) نبی ربیتہ بصری سے فرشتہ وحی کو دیکھتا ہے۔

اس سے بوضاحت ثابت ہو گیا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات ہی میں ان تمام اصطلاحات کی تصریح اور وضاحت فرمادی ہے۔

نیز اس امر کو بوضاحت فرمایا ہے کہ وحی کا سلسلہ ہر طور سے منقطع ہو چکا ہے صرف الہام اور کشف باقی ہے اس کے بعد کوئی شخص حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دامن قدس پر ہستان لگا کر کہہ دے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ وحی کے قائل ہیں۔ تو صحیح نہ ہوگا۔

مختار مدعا علیہ نے غضب تو یہ کیا کہ فتوحات کی یہ پیش کردہ عبارت بھی قطع و برید کر کے پیش کی۔ اور اسی سے متصل اگلا فقرہ ولا یشروع الا بنی ولا یشروع الا رسول کاٹ دیا۔ جس میں اُس کے مغالطہ کی حقیقت کھول دی ہے کہ تشریع کدہ معنی نہیں جو وہ تصنیف کرتے ہیں بلکہ جو بھی نبی و رسول ہے وہ مشرع کہلاتا ہے۔ گویا بنی و رسول کی وحی وحی بالشرع کہلاتی ہے۔ یعنی وحی نبوۃ و رسالہ منقطع ہے

اگر کچھ باقی ہے۔ تو الہام و کشف داہمی خواہیں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ اس زبردست خیانت کے بعد عدالت خود فیصلہ فرما سکتی ہے۔ کہ اگر اہل مدعا علیہ کی شہادت کی جو پیش چشیت سے کیا و تعدت ہے،

(نوٹ) میں نے ان حوالوں کے نقل کرنے میں بہت ہی اختصار سے کام لیا۔ ورنہ ۲۰۲۲ میں ایسے صریح صریح حوالے سو سے زائد موجود ہیں، نیز اس اصطلاح کی شرح اور توضیح مطلب اور تفسیر مراد کے واسطے بالقصد میں نے حضرت

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر تعانیات اور اصطلاحات صوفیہ کے حوالوں سے کام نہیں لیا بلکہ اسی پیش کردہ فتوحات بلکہ زیادہ تر اسی جلد کے آگے اور پیچھے سے پیش کیا تاکہ کسی تاویل اور مذکر کا موقع نہ ہو۔ اور عدالت پر اُن کی خیانت اور مغالطہ اچھی طرح آشکارا ہو جائے فلنل الحمد۔

اس کے جواب کے متعلق مدعا علیہ کی تاویلات

(۱) کبھی تو کہہ دیا ہے کہ گواہ مدعیہ نے اس عبارت کا بھی ترجمہ کیا ہے البتہ (۲) کبھی کہا کہ لفظ تشریح کی تشریح کے ساتھ فعل و بحرام و بیحرم وغیرہ الخ بھی ہے۔ اور یہ مخصوص وحی ہو گئی (۳) کبھی گواہ مدعیہ کی جرح میں قطع و برید کر کے عیسیٰ پر وحی نبوت ثابت کرنا چاہی۔

مگر میں نے جن قدر واضح عبارات پیش کر دی ہیں اُن سے اس عبارت کی شرح اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس قدر واضح ہو گیا ہے کہ مختار مدعا علیہ کی ان تاویلات کے لیکہ کی طرف کسی التفات ہی کی حاجت نہیں۔ ترجمہ عبارت کا وہی صحیح۔ مگر مطلب تو وہی ہو گا۔ جو حضرت شیخ رحمۃ اللہ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے کیا۔ ہمارے شاہدوں نے شہادت میں یہ شیخ کی مراد بالکل واضح کر دی ہے۔ لہذا ترجمہ کو اس سے مراد کوئی تفسیر نہیں۔

میں مختار مدعا علیہ نے حضرت شیخ کی عبارت میں قطع و برید تو تسلیم کر لی مگر آگے فعل سے جو تخریج کی ہے اس کی اڑے کر اپنے کفریات ثابت کرنا چاہتا ہے۔ میں عدالت عالیہ پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ”الوحی بالتشریع“ کی شرح کا جہاں تک تعلق ہے وہ ولا یشرع الا نبی ولا یشرع الا رسول خاصۃ۔ یہ فہم ہو چکی آگے۔ فیحل ویحرم ویسیح سے اس پر ایک تخریج کرتے ہیں کسی اصل کی پر کوئی مثال یا تخریج قائم کرنے سے وہ اصل کلی صرف اسی مثال میں منحصر نہیں ہو جاتی بلکہ وہ بھی ایک قسم منجملہ اقسام وحی نبوت کہ ہے میں اوپر حوالے پیش کر چکا کہ وہ وحی کے تمام اقسام سوائے کشف اور ابہام اور اچھی خوابوں کے سب بند ہیں۔ اور تشریح کی اصطلاح خود شیخ کی زبان فیض ترجمان سے پیش کر چکا کہ اس سے مراد وحی نبوت ہے خواہ مدیدہ احکام ہوں یا نہ صرف ادبیاء کے واسطے کشف و ابہام روایہ صالحہ باقی رہ گئے ہیں۔ اور تمام اجزاء نبوت منقطع ہو چکے۔ پس مختار مدعا علیہ کا یہ غدر صحیح نہیں۔

(۳) میں نزول علیہ السلام کے متعلق جو گواہ مسلمانا تمام فقرہ اُس کی مراد کے خلاف نقل کیا ہے وہ بھی ایک مغالطہ ہے۔ کیونکہ عیسےٰ چونکہ پہلے نبی ہو چکے ہیں اُن پر وحی نبوت آپسی ہے۔ اب وہ اس امت میں بحیثیت ولی ہوں گے۔ اُن پر وحی نہ ہوگی۔ مگر لفظ وحی مجازاً بوجہ اس کے کہ وہ پہلے نبی تھے اور اُن پر وحی نبوت آتی تھی بولا جائے۔ مگر دراصل وہ ابہام و کشف ہو گا۔ اس کی کافی توضیح حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے پیش کر چکا ہوں بظاہر نبوت وحی ہونا اور پھر ہے اور حقیقت وحی نبوت ہونا اور بہر حال یہ تاویل بھی محض بیکار اور صرف لاجوابی کی پریشانی میں لکھی گئی ہے۔ ورنہ شاید کوئی عقلمند

آذنی میرے مدلل اور واضح بیان پر بہ نہ کہتا۔ میں پھر مکرر عدالت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرتا ہوں کہ وہ میرا جواب ان تاویلات کو سامنے رکھ کر ملاحظہ فرمائے تاکہ تحقیقت واضح ہو جائے۔ کہ مختار مدعا علیہ نے اس موقع پر کس قدر معالطہ سے کام لیا ہے اور اس کی خیانت کس قدر واضح اور ناقابل معذرت ہے

دوسرا حوالہ مکتوبات ۲۸ مکتوب ۲۸ ص ۹۹۔

اس کا میں نے جو مفصل اور مکمل جواب دیا تھا اس کی لاجوابی کا اندازہ عدالت اس سے لگا سکتی ہے کہ جواب میں بجائے کسی محقول بات کے مختار مدعا علیہ تین کلامی اور غول پر اترا آیا اصل الفاظ مختار مدعا علیہ ملاحظہ ہوں۔

کیوں کہ مختار مدعا علیہ نے تو اس حوالہ کو اپنی مدعا کا مشق قرار دیا ہے حالانکہ گواہ مدعیہ ۲۸/۱۹ اگست کو جواب جرح کہہ چکا ہے کہ مکتوبات امام ربانی ۲۸ ص ۹۹ مکتوب ۵۱ میں جو لکھا گیا ہے وہ کشتی یا الہامی ہے جو حجتہ نہیں۔ اور یہ ایسی صورت پیدا ہو گئی ہے کہ مختار مدعیہ اور گواہ مدعیہ دونوں کے لیے یہ کہنے کا موقع ہے

زنجی کرے مجھی کو میری آہ دل افسوس

میرا یہ تیر میرے کلیجہ کے پار ہو

گواہ مدعیہ نے تو مکتوبات کے مذکورہ بالا حوالہ کو یہ کہہ کشتی یا الہامی ہے جو حجتہ قطعی نہیں۔ اور مختار مدعیہ نے یہ کہنے کے بعد بھی کہ یہ ہمارے لیے مثبت مدعا ہے غلط توجہ کر کے ٹال دینا چاہا ہے۔

اس طرز کلام کو عدالت ملاحظہ فرمائے میں تو اصل مدعا اور مختار مدعا علیہ کے معالطہ پر صرف روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

مختار مدعا علیہ سمجھ بیٹھا ہے کہ گواہ مدعیہ اور مختار مدعیہ کے جواب میں تعارض ہے حالانکہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ دو جواب ہیں۔ گواہ مدعیہ ۲۸ نے تو یہ جواب دیدیا کہ کسی بزرگ کی ذاتی تحقیقات یا اس کا کشف والہام کوئی حجتہ شرعی نہیں۔ پس جب کہ مسئلہ قرآن و حدیث اور دیگر حجج شریعہ سے واضح ہو چکا تو یہ حوالہ ہمارے مدعا کو خراب نہیں کر سکتا۔

اس میں دو امر قابل تحقیق ہیں

(۱) یہ نہ کہ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی تحقیق ہے (۲) کئی قول و کشف والہام حجت نہیں۔

اول کا ثبوت اس مکتوب کے آخر میں موجود ہے کہ فافہو فان هذا معروفة بشریفة فلما تکلموا بها احدی سے سمجھ لو کیونکہ یہ عجیب نکتہ و معرفتہ ہے۔ کوئی بھی اسے نہ کہے گا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ ان کی ذات اور کشتی یا الہامی یا علم لدنی کی تحقیق ہے۔ دوسرے کا ثبوت مکتوبات ہی سے پیش کرتا ہوں کسی بڑے سے بڑے بزرگ کی تحقیقات ذاتی شرع میں حجت نہیں۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ اقوال بزرگان دین کے متعلق

”کلام محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام درکار است نہ کلامی محی الدین ابن عربی و صدر الدین مولوی و عبدالرزاق حماسی مارا بنص کار است نہ بعض فتوحات مدینہ از فتوحات یکہ مستغنی ساختہ اند۔ (مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی (حصہ دوم و فز اول منشا) یعنی حجت شریعہ کے لیے کلام محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم درکار ہے نہ محی الدین ابن عربی و صدر الدین مولوی و عبدالرزاق قاشانی ہاں کلام نص (شرعی) ہے نہ نص فصوص الحکم) سے فتوحات مدینہ (یعنی تعلیمات آقلے مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے فتوحات یکہ (یعنی تصنیف ابن عربی) سے بے نیاز کر دیا ہے۔
حضرت مولانا فرماتے ہیں :-

نیست حجت پہنچ قول و فعل پیر
قول حق او فعل احمد را گیر

مکتوبات میں جا بجا ملے گا کہ اس شریعت کے مروجہ میدان ابو عقیقہ رحمہ اور ابو یوسف رحمہ ہیں نہ شبلی رحمہ و جنید رحمہ غرض یہ کہ پہلا جواب گواہ مدعیہ نے یہ دیدیا کہ یہ کوئی حجت شرعی نہیں۔ اُن کی ذاتی کشتی تحقیقات ہے جو طغی ہے اور عقائد میں قطعیات جتہ ہوتے ہیں۔ مختار مدعا علیہ کو شاید یاد نہیں رہا وہ بحیثیت گواہ مارچ ۱۳۳۲ء کہہ چکا ہے کہ باب عقائد میں کلیات حجتی کہ احادیث احاد کا بھی اعتبار نہیں۔

دوسرا جواب میں نے پیش کیا ہے۔ کہ اگر اُسے ہم ایک قسم کی حجت ہی فرض کر لیں۔ تو بھی ہمارے مدعا کے خلاف نہیں بلکہ مؤید ہے کیونکہ حضرت مجدد و صاحب رحمہ نے بلا واسطہ کلام الہی کی دو قسمیں کی ہیں ایک انبیاء سے مختص ہے، جسے وحی نبوۃ کہا جاتا ہے۔ اور وحی نبوۃ کی وہ ایک قسم ہے (دوسرا وہ جو اولیاء امت کو تنبیہ و دراستہ سے ہوتا ہے جس کا تنہائی کمال یہ ہے۔ کہ وہ محدث ہو جائے۔ اور اوپر مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ حوالہ سے پیش کر چکا ہوں کہ محدث پر وحی نہیں ہوتی بلکہ کثرت سے خصوصی ابہام ہوتا ہے۔

میں مختار مدعا علیہ کا پیش کردہ حوالہ معاشی کے ترجمہ کے پیش کرتا ہوں۔ الملہم المبالغہ فیہ الذی انتہی اسی درجۃ الانبیاء فی الالہام
ایسا ملہم مراد ہے جو ابہام میں انبیاء کے درجہ کو پہونچا ہوا ہو۔ پھر حضرت عمرؓ کو ان کا کمال فروبتایا ہے ہرقات ۵ ص ۳۰۔

اب علالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ اس سے صرف اُس کلام الہی کا بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ثابت ہوا جو محدث پر ہوتا ہے۔ جو ابہام کا ایک اعلیٰ درجہ ہے۔ اس سے صرف ابہام کا بقاء بعد آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم ثابت ہوا (خواہ نام الہام سے بطور حکر ہو اور جدا گانہ نام اصطلاحی کوئی کیوں نہ رکھے) اس سے بقاء وحی نبوت ثابت نہیں۔ پس یہ حوالہ ملاحظہ ہمارے موافقی اور مدعا علیہ اور اس کے گواہان و مختار کے سراسر خلاف ہے۔ اس سے یہ بھی اچھی طرح واضح ہو گیا کہ گواہ مدعیہ اور مختار مدعیہ کے جواب میں کوئی بھی تعارض نہیں بلکہ ایک جواب تقدیر عدم تسلیم اور ایک بر تقدیر تسلیم ہے۔ ات تعارض سوائے مختار مدعا علیہ کے کوئی عقلمند نہیں سمجھتا اس کا خلاصہ تو صرف یہ ہے کہ اول تو یہ حوالہ محض ہی نہیں اور ان کی خاطر اگر حجت مان ہی لیں تو یہی ہمارے موافقی اور ان کے سراسر خلاف ہے۔

تیسرا حوالہ۔ مثنوی عارف رومی کا ہے۔

خلق نفس از وسوسہ غالی شود : مہمان وحی اجید لی مشہود
نے غم است نہ دل است نہ خواب : وحی حق والہ اعلم بالصواب
از پے زرد پوش عام در میان : وحی دل گویند آنرا صوفیان

مثنوی شریف و فتوح چارم ملاحظہ مختار مدعا علیہ نے صرف اس کے چوتھے مصرع سے مغالطہ دینا چاہا تھا کہ وحی باقی ہے مگر اللہ بے شمار رحمتیں نازل فرمائے عارف رومی قدس سرہ العزیز پر کہ اگلے شعر اور چھٹے مصرع میں اصل حقیقت اور اپنی نیز صوفیاء کرام کی اصطلاح بنادی کرے وحی دل گویند آنرا صوفیان کہ اس کا نام اصطلاح تصوف میں وحی دل ہے اور بھی گذر چکا ہے کہ وحی دل اور الہام ایک ہی شئی ہے کیونکہ الہام کے معنی در دل افکندن کے ہیں مفصل اصل بحث سے ملاحظہ ہو پس اس سے بقاء الہام بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت ہوا نہ بقاء وحی نبوت۔ پس یہ حوالہ بھی ہمارا مؤید ہوا اور مختار مدعا علیہ کے سراسر خلاف ہے اس کے جواب کے لیے اب کشائی تک کی ہمت نہ ہوئی فلتنا الحمد، جو تھا حوالہ منصب امامت ۱۲۲۳۔ اس حوالہ کو بھی ماقبل و مابعد درمیان سے قطع و برید کر کے شرمناک خیانت سے پیش کیا ہے میں اس سے اول و آخر ملا کر یوں نقل کرنا ہوں جس سے ایک طرف تو اصل عبارت کا مطلب اور مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کی خیانت آشکار ہوگی دوسری طرف درمیان سے جو عبارت اڑا دی ہے وہ تمام وہی آیات ہیں جو مختار مدعا علیہ نے بقاء وحی کے سلسلہ میں پیش کی ہیں مگر حضرت مولانا شہید رحمہ نے سب کو الہام قرار دیا ہے جس سے تمام استدلال مختار مدعا علیہ کا خور و بر دہو جاتا ہے اور یہ وہی حضرت مولانا شہید رحمہ ہیں جن کو گواہان مدعا علیہ نے بھی مجتہدین ہوں صدی تسلیم کیا ہے اور اپنی تائید میں حج الکرامۃ ۱۳۹ کا حوالہ بھی پیش کیا ہے اصل عبارت منصب امامت ملاحظہ ہو۔

تنبیہ ثالث درمیان حقیقت بعثت باید دانست کہ انبیاء علیہم السلام ماموری شوند تبلیغ احکام بیوی خواص و عوام ظاہر شہیں است کہ از جانب حق جل و علا بطریق وحی یا الہام امر تبلیغ احکام یا نشان برسد پھر اس کی تفصیلات یا پنجویں تنبیہ پر ختم فرمائیں دوسری قسم کی پہلی تنبیہ کا عنوان قائم فرماتے ہیں تنبیہ اول درمیان آنکہ بعضے از بندگان مقبولین ہر چند

منصب نبوت نمی دارند اما اینکالات مذکورہ نصیب فراموش استعداد خود میدارند اس کے بعد ذکر محبوبیت بر رب العلمین و ذکر عزت در ملائکہ و ذکر ولایت و غیرہ بالا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ۔

« اما ذکر ولایت اجمالاً تا من لدنا علما تک تقریباً دو صفحہ از منصب امامت ۳۰ و ۳۱ و ۳۲۔
عبارت مذکورہ سے مندرجہ ذیل نتائج ثابت ہوتے۔

(۱) انبیاء کرام کو بھی وحی ہوتی ہے اور الہام بھی۔

(۲) چونکہ انبیاء کا الہام بھی قطعی ہوتا ہے لہذا وحی کہلاتی ہے اس کا حکم بھی وحی کا ہوتا ہے۔

(۳) جو الہام غیر انبیاء کو سپردہ وحی نہیں ہوتا بلکہ تحدیث کہلاتا ہے۔

(۴) قرآن میں اس عام الہام کو بھی مجازاً وحی کہا گیا ہے۔

(۵) مطلق الہام کی چند صورتیں۔

(۱) بصورت کلام از پردہ غیب میسر و اذا وحیت الی الموادی بن و اوحیت الی

اقر موسیٰ۔ قلنا یا ذالقرنین۔ یہ سب الہام و تحدیث ہے نہ کہ وحی نبوت۔

(۲) یہی الہام براسطہ ملکہ الہام ہوتا ہے میسر

و غیرہ وغیرہ تمام وہ آیات جو اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں۔

(۳) کبھی اس الہام کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ خود بخود صاحب الہام کے دل سے جوش مارتا ہے۔

(۴) اس میں سے جو قسم الہام کی انبیاء کرام کو ہوتی ہے اسے نقشی فی الروح کہتے ہیں اور جو ادلیا اللہ کو ہوتی ہے اسے نطق سکینہ کہتے ہیں۔

علامت خود ملاحظہ فرمائے کہ کس قدر وضاحت کے ساتھ وحی و الہام کی تقسیم فرمائی ہے اور وحی مطلقاً بمعنی وحی نبوت اور الہام کی وہ قسم جو وحی کہلا سکتی ہے انبیاء کے ساتھ مختص کر دی ہے بعد کے واسطے کوئی سلسلہ وحی نہ جھوڑا صرف الہام کے وہ اقسام جو ادلیا اللہ میں پائے جاتے ہیں اور تحدیث یا نطق سکینہ یا الہام و کشف سے تائید کئے جاتے ہیں جیسا کہ فتوحات سے مفصل پیش کر چکا باقی بتایا ہے۔ پس اس سے بھی ہماری ہی تائید ہوئی الہام باقی ہے نہ وحی نہ الہام بمعنی وحی لہذا بقا و وحی غیر ترسیخ کی دلیل نہ اس میں اشارہ تک نہیں۔

بلکہ اس کے خلاف تصریح ہے یہ صرف مختار مدعا علیہ کا متاثر تھا۔

علامت خود اصل عبارت بلکہ اصل کتاب ملاحظہ فرمائے۔

ان کلام رحمانی است بہ زبان اوجاری گشتہ کلام نفسانی این قسم الہام کہ بہ انبیاء اللہ می شود اور نفث فی الروح گویند کہ
 ما قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا ان روح القدس - نفث فی روحی واگر یہ نسبت
 انبیاء اللہ می شود اور انطق سکینہ گویند چنانچہ محایہ ذکر فرمودہ اندکان بنعدان السکینۃ تنطق علی لسان عمر و قلیہ - و بسیار قصص از مثال این
 جناب فاروق اعظم مروی است و از جملہ اقسام الہام خواب است کہ کسی را از مقبولین عالی مقام در حالت مقام بر امرے
 از امور غیبیہ مطلع می فرمایند۔

لعمریک من النبوة الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الروح
 الصالحة نبی او شری لہ (واذ عمده کمالات ولایت تعلیم غیبی است) قال اللہ
 تعالیٰ و قال لهم نبیهم ان اللہ قد بحث لکم طالوت ملکا قالوا انی یكون
 له الملك علينا ونحن احق بالملك منه ولم یوت سعة من المال قال ان اللہ
 صطفیٰ علیکم و زادہ بسطة فی العلم والجسم۔

و ظاہر است کہ طالوت نبی نہ بود و قال اللہ تعالیٰ فوجد عبدا من عبادنا و اتینا رحمة
 من عندنا و علمناه من لدنا علما (منصیطت ۳۲) عبارت مذکورہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔
 (۱) انبیاء کرام کو بھی وحی ہوتی ہے اور الہام بھی۔

(۲) چونکہ انبیاء کرام الہام بھی قطعی ہوتا ہے لہذا وحی کلماتی ہے۔ اس کا حکم بھی وحی کا ہوتا ہے۔

۳۔ جو الہام غیر انبیاء کو بروہ وحی نہیں ہوتا۔ بلکہ تحدیث کہلاتا ہے۔

(۴) قرآن میں اس عام الہام کو بھی مجازاً وحی کہا گیا ہے۔

مطلق الہام کی چند صوتیں

(۱) بصورت کلام از پردہ غیب، جیسے و اوحینا الی الحوارین و اوحینا الی امر موسیٰ و قلنا
 یا اذ القرنین یہ سب الہام و تحدیث ہے نہ کہ وحی نبوت۔

(۲) یہی الہام بواسطہ ملک الہام ہوتا ہے جیسے فادسلنا الیہا ووحنا اذ قالت الملائکۃ
 یا موسیٰ یغیر ما وغیر ما (تمام درجات حواس مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں۔

(۳) کبھی اس الہام کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ خود بخود صاحب الہام کے دل سے جوش مارتا ہے۔

(۴) اس میں سے جو قسم الہام کی انبیاء کرام کو ہوتی ہے اسے نفث فی الروح کہتے ہیں اور جو انبیاء اللہ کو ہوتی ہے

۱۔ سے لفظ سکینہ کہتے ہیں۔

عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کس قدر وضاحت کے ساتھ وحی الہام کی تقسیم فرمائی ہے اور وحی مطلقاً بمعنی وحی نبوت اور الہام کی وہ قسم جو وحی کہلا سکتی ہے انبیاء کے ساتھ مختص کر دی ہے بعد کے واسطے کوئی سلسلہ وحی نہ چھوڑا صرف الہام کے وہ اقسام جو اولیاء اللہ میں پائے جاتے ہیں اور تحدیث یا لفظ سکینہ یا الہام و کشف سے نامزد کئے جاتے ہیں جیسا کہ فتوحات سے متصل پیش کر چنا باقی جو بتایا ہے۔ پس اس سے بھی ہماری ہی تائید ہوئی الہام باقی ہے نہ وحی نہ الہام بمعنی وحی۔ لہذا بقاء وحی غیر تشریعی کی دلیل کی اس میں اشارہ تک نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف تصریح ہے یہ صرف مختار مدعا علیہ کا مخالطہ تھا۔ عدالت خود اصل بنار سے بلکہ اصل کتاب ملاحظہ فرمائے۔

اس قدر واضح اور صریح عبارت کے متعلق مختار مدعا علیہ کی مندرجہ ذیل تاویل کس قدر بہتان و افتراء پر جرأت و جبارت ہے کہ مگر دونوں کے سلم و مقتدا پیشوا جناب مولوی اسماعیل صاحب کا جو حوالہ گواہان مدعا علیہ نے پیش کیا ہے وہ ان دونوں کے خلاف اور احمدیوں کی تائید ہے۔

(الجواب)

(۱) مولانا شبیر رح کا علم و فضل روشن ہے مگر مختار مدعا علیہ انہیں مدعیہ یا گواہ مدعیہ کا مسلم مقتدا و پیشوا جو لکھ رہا ہے یہ جو ڈبیل اصول پر درست نہیں کوئی ایک سوال جرح میں ان کے متعلق نہیں آیا اس پر عدالتی یہ نوٹ موجود ہے کہ فریق اول کہ ان الفاظ پر یہ اعتراض ہے کہ یہ الفاظ انہوں نے تسلیم کئے مختار مدعا علیہ اس کا حوالہ مسلم سے پیش کرے مگر وہ نہ پیش کر سکا۔

(۲) اس کو احمدیوں کی تائید سمجھنا شاید غلط فہمی ہو ورنہ اس میں کہیں تائید کا اشارہ کنایہ تک نہیں کیونکہ مزا صاحب اے آتوں کا دعویٰ بقاء وحی غیر تشریعی ہے اور یہاں وحی مطلقاً بلکہ وہ الہام بھی جو بمعنی وحی انبیاء کو ہوتا ہے بند ہے صرف الہام اور تحدیث و لفظ سکینہ یا دریا صالحو باقی ہیں اور باقی تمام سلسلہ وحی شطط و مسدود پس اس سے اپنی تائید لگانا مختار مدعا علیہ کی غوث فہمی ہے ورنہ مطلب واضح ہے۔

(۵) پانچواں حوالہ تفسیر روح المعانی ج ۷ ص ۱۵

اس میں ابن حجر ہیتمی کا قول نقل کیا ہے کہ عیسیٰ پر وحی وقت نزول بواسطہ جبریل ہو گی۔

الجواب

اس کا مکمل جواب اوپر گزر چکا مختار مدعا علیہ حسب عادت ایک ایک چیز کو متعدد مرتبہ لاکر طول دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ابن حجر ہیتمی کی ذاتی رائے ہے جو قرآن و حدیث اور علماء سلف کے سراسر خلاف ہے جو کسی پر عینہ نہیں، مسلمہ فقیہین کے بزرگ امام محی الدین ابن عربی رحمہ فرماتے ہیں کہ

فلہ الکشف اذ نزل اللہ کہ بعد اس پر کشف والہام ہو گا نہ وحی کا مجازاً بمعنی الہام اس پر بلکہ جیسے دہرا حوالہ اس سے قبل فتوحات ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰ سے نقل کر چکا ہوں۔

گواہ مدعا علیہ کے سلم بزرگ امام شعرانی یزاقیت بحث ۳۵، ۱۸۹، ۱۹۰ پر فتوحات سے نقل کرتے ہیں کہ وہذا باب الخلق بعد موته محمد صلعم فلا بفتح لاحد الى يوم القيامة وبكى لبقى للادلاء وحى اللہ! الى قوله قال ولوان الوحي على لسان جبرئيل عليه السلام كان باقياً محمد صلى الله عليه وسلم لكان عيسى اذا نزل لايحكم بشريعة محمد صلى الله عليه وسلم وانما يحكم بشريعة انى يوحى اليه جبرئيل الى قوله علم ان الوحي لا ينزل به الملك على غير قلب النبى اصلاً۔

وحی کا بیان کر کے فرمایا کہ یہ دروازہ وحی نبوت بعد وفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم بند ہو چکا اب یہ قیامت تک کسی کے واسطے نہیں کھل سکتا اور ایسا کہ واسطے صرف وحی الہام ہے نہ کوئی وحی آگے تصریح فرمائی کہ اگر بواسطہ جبرئیل سلسلہ وحی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باقی ہوتا تو عیسائی بعد نزول شریعت محمدیہ کے کیوں پیرو ہوتے وہ اسی وحی کی اتباع کرتے جو جبرئیل لاتے! کتنی وضاحت سے امام شعرانی ۱۹۰ اور امام ابن عربی ۱۹۱ جو گواہ مدعا علیہ کے بھی سلم بزرگ ہیں تصریح فرماتے ہیں کہ عیسائی پر بعد نزول صرف کشف والہام بلا واسطہ جبرئیل ہو گا وحی بواسطہ جبرئیل ہرگز نہ ہوگی۔

اس کے مقابل پر ان جہر مینتی جیسے غیر مسلم شخص کی شخصی رائے پیش کرنا صرف مختار مدعا علیہ کی رائے ہے اور تعجب تو اس پر ہے کہ اپنے نبی کے خلاف اُس نے ان جہر مینتی کو کیوں مان لیا حالانکہ مرزا صاحب کے خلاف احادیث نبویہ بھی عیاذاً بالشر روی کی طرح پھینک دیتے ہیں اور خود مرزا صاحب ازالہ اوہام ۲۲۸ پر فرماتے ہیں کہ ”ایک فقرہ بھی جبرئیل لائیں وہ بھی وحی نبوت و رسالت ہے جو بند ہے، ملاحظہ فرمائیں وحی تو بڑی چیز ہے ایک فقرہ لانے کو بھی ممانعت فرما رہے ہیں اس سے علاوہ ہمارے جواب کی تکمیل کے مختار مدعا علیہ کی خود مرزا صاحب کی کتب سے نادانقی اچھی طرح واضح ہو گئی بہر حال یہ حوالہ بھی مدعا علیہ کے لیے مفید اور ہم پر جھٹہ نہ ہو سکا۔“

ساتواں حوالہ حج الکرامۃ، کہ

”آرندہ وحی یسوی او جبرئیل باشد بلکہ ہمیں یقین دارم“

(الجواب)

یہی سابق جواب بعینہ کافی ہے تفصیل اور پرگزریں نواب صدیق حسن خان غیر مقلد کی ذاتی اور شخصی رائے کتاب اللہ

اور کتاب الرسول اور مسلم بزرگان دین واسلاف کے خلاف ہرگز جو نہیں ہو سکتی نہ وہ ابام ہیں نہ مسلم عالم نہ ہمارے فرقہ کے نہ مرزا صاحب کے۔ ان کا حوالہ بالکل غیر متعلق ہے باقی گواہوں کا انہیں مسلمان کہنا یہ اور چیز ہے اور مسلم ہونا اور بات دنیا میں ہزاروں مسلمان فاش غلطیاں کرنے والے فاسق و فاجر بھی بیٹے اور جو مسلمان بھی ہیں۔ پھر انہیں مسلم کون مانتا ہے فتویٰ رشیدیہ میں انہی رئیس عاملین، بالحدیث یعنی غیر مقلد بتا کے ان کے حوالے غیر مقلدین پر تمام حجت کے لیے نقل کیے ہیں اس سے ان کا مسلم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا تمام مسلمان مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے حوالے الزامات نقل کرتے ہیں کیا خلفاء یا مرزا صاحب کو تسلیم کر لیا مفصل جواب اوپر دو مرتبہ عرض کر چکا ہوں راضیوں والہ بھی پہلے حوالہ کا تتمہ وہی تشریح اور غیر تشریح کے متعلق بر اقیست کا ہے۔ جس کا جواب مکمل پہلے نمبر میں آچکا ہے اور اصل بحث میں جو جواب دیا تھا مختار مدعا علیہ نے اُسے لاجواب سمجھ کر نام تک نہ لیا لہذا اسی کا حوالہ دے کر عدالت کی توجہ گرامی اصل بحث کی طرف مبذول کرتا ہوں اگر عدالت کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی مختار مدعا علیہ کی طرح باز یا رو ہی عبارت دھراتا رہتا ملا علی قاری نے صرف اس حدیث کی باعتبار سند کے تردید کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "ان جبوئیل لا یمنزل الخ" اس سے ان کا جواب صاحب کا مؤید ہوتا نہیں پایا جاتا۔ نیز کسی کا قول نقل کرنا اور چیز ہے اور تائید کرنا اور بات ہے یہی مضمون کتاب الاشاعت کا ہے مگر عرض ایک ہی چیز ہے مگر نقل سے مکر ردیل نہیں بن سکتا۔

(خلاصہ بحث)

مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہ ایک آیت یا ایک حدیث یا ایک کسی مسلم بزرگ کا قول نہ پیش کر سکے جس سے بقاء دوجی غیر تشریحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو سکتا ہاں ابام کے بقاء کے متعلق حوالے نقل کئے وہ ہمارے مؤید اور ان کے مخالف ہیں ہم تو یہی کہتے ہیں کہ دوجی نبوة مطلقاً بند ہے ابام کشف دوجی مجازی لغوی باقی ہیں۔

بجلاف اس کے انداد دوجی نبوة بدرہم نے سات آیات کا حوالہ قائم البین کی تفسیر سے اور آیات مفصل کل (۱۵) آیات اور (۲۵) مفصل اور چار صریح حدیثیں اسی سلسلہ کی نیز مسلم بزرگان دین کے فتوحات، بر اقیست، علم الکتاب، فتاویٰ ابن حجر، مکی شفاء شریف، شرح شفاء ملا علی قاری، نسیم الریاض علامہ خفاجی وغیرہ سے متعدد صریح صریح لاجواب حوالے پیش کئے جس میں اکثر تو ایسے لاجواب ہیں جن کا بحث میں مختار مدعا علیہ نے نام تک نہ لیا اور بعضوں میں مناظرہ فیض کی ناکام کوشش کی جس کی حقیقت جواب لاجواب میں آشکار ہو گئی۔ بہر حال ہم نے یہ مسئلہ مجدد الشہ ۴۰-۵۰ دلیلوں سے زرد و دشمن کی طرح واضح کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوجی نبوة کا سلسلہ منقطع و مسدود ہے۔ مرزا صاحب کے مریدین کے واسطے مرزا صاحب کی بھی سند پیش کر دی کہ جب تک دعویٰ نبوة حاتم

نہ تھا فرماتے ہیں کہ

”لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے ہر لگ گئی،“ (ازالہ مضلہ ۲۲۱)،
 ”آپ کی وفات کے بعد وحی نبوت منقطع ہو گئی ہے اور آپ کے ساتھ نبوت کو ختم کر دیا ہے (حما مۃ البشری
 کلال ص ۶۶ خور و ص ۴۸)“

(۶)

مرزا صاحب کے نزدیک صرف تشریحی وحی بند

اس سلسلہ میں بلاوجہ توجہ مرام۔ ازالہ اوہام۔ کشتی نوح۔ مستفتاء پیرانی تحریریں۔ براہین احمدیہ۔ حقیقۃ الوحی
 مواہب الرحمن۔ ائینہ کمالات اسلام۔ ضمیمہ براہین ج ۵۔ ایک غلطی کا ازالہ۔ چشمہ معرفت۔ سرمہ چشم آریہ۔ تتمہ حقیقۃ الوحی
 الوصیۃ تجلیات الہیہ کے متعدد جدید حوالہ دے کر لا حاصل طول دریا اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جس وحی کو مرزا صاحب بند
 فرماتے ہیں وہ وحی تشریحی ہے ورنہ مطلق وحی کا دعویٰ اور یہ کہ آپ کو وحی ہوتی ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی کل کتب میں
 تقریباً لکھا ہے۔

الجواب

- (۱) اس سے ہمارا نقصان کیا گویا یہ تو اقرار ہی کفر ہے۔
- (۲) مرزا صاحب کی مادہ ہی متعارض اقوال کی ہے۔ اور بھی کافی دلیل اس امر کی ہے کہ ان کے کثرت اور ابہامات رحمانی
 نہیں۔ جیسا کہ شیخ نے فتوحات میں مابجا لکھا ہے۔ اور تاکید میں ولو کان من عند غیب
 اللہ لوحد و اقلید اختلافاً کثیراً پیش فرمایا ہے۔
- (۳) ان عبارات میں یا وحی تشریحی اور غیر تشریحی کا ذکر ہے یا مطلق وحی کا۔ مگر میں نے وحی نبوت و رسالت کا انقطاع
 و انسداد مرزا صاحب کی عبارت سے پیش کیا ہے۔ جو میرا دعویٰ تھا۔ اور صریح عبارت پیش کی ہے۔
 پھر ملاحظہ فرمائیں کہ۔

- (۱) کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے۔ اس کی وحی بلاشبہ وحی نبوت ہے۔ (ایام الطبع ص ۱۴۶)
 - (۲) ”نبی کی وحی نبوت کہلائیگی۔“ (سراج منیر ص ۷)
 - (۳) ”ایک فقرہ ہے جس پر ٹکلائیں وہ بمعنی وحی نبوت و رسالت ہے جو بند ہے۔“ (ازالہ مضلہ ۲۳۸)
 - (۴) ”لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے ہر لگ گئی کیا یہ ہر روشن وقت ٹوٹ جائیگی؟“ (ازالہ اوہام ص ۲۲۱)
- ان واضح عبارات کی شرح ان گول مول عبارات سے ناممکن ہے۔

(عنوان مٹ)

کیا مسیح موعود کے نزدیک آپ کی وحی قرآنی وحی کے برابر ہے

مذکور بالا حوالہ جات جو عنوان مٹ میں درج کیے گئے۔ وہ تو جب کے ہیں۔ کہ اس وقت تک دعویٰ نبوت نہ تھا۔ اور ختم نبوت کے مسئلہ میں مسلمانوں کے ہمنوا تھے۔ اُس کے بعد دعویٰ نبوت بلکہ نبوت مستقلہ اور وحی وغیرہ کا کیا۔ اور وحی بھی کوئی گہنیا نہیں۔ بلکہ قرآن کے ہم پلہ۔ اس کی طرح منزہ قابل ایمان لائیکے۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) جبکہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ایمان ہے۔ جیسا کہ تودیت اور انجیل اور قرآن کریم پر۔ (اربعین ص ۱۰۰)

آنچه من بشنوم ز وحی خدا

بخدا پاک دامنش ز خطا

بمحو قرآن منزہ اشش دائم

از خطا ہا ہمیں است ایمانم

(در ثنیں ص ۱۰۰)

اس کی تاویلات رکیکہ جو مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں۔ یا مرزا صاحب کی دوسری عمل عبارات الہدیٰ نزول المسیح وغیرہ سے پیش کی ہیں۔ اُن کے متعلق بھی گزارش ہے۔ کہ وہ جواب نہیں ہو سکتیں۔ چونکہ مفصل بحث اوپر سلسلہ ایانیات میں گزر چکی ہے۔ اُس کا اعادہ نہیں کرتا صرف حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور عدالت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرتا ہوں کہ واضح عبارت کا حل تحمل اور تحمل المعنی عبارت سے نہیں ہوا کرتا۔ نیز جس شخص کی عادت متعارفات اور اختلاف گوئی کی ہو۔ اس کی ایک عبارت دوسری کی شرح نہیں بن سکتی۔۔

پہلی وجہ تکفیر یعنی دعویٰ وحی نبوت ختم ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ختم نبوت

دوسری وجہ تکفیر ختم نبوت کا انکار اور خاتم النبیین کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا۔ اور اپنے آپ کو تشریفی نبوة کا مدعی سمجھنا۔ اور احکام شرعیہ میں تغیر و تبدل کرنا۔

دوسری وجہ تکفیر کا رد

جماعت احمدیہ حضور معلّم کو خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔

قول مختار مدعا علیہ

دوسری وجہ تکفیر فریق مخالف نے یہ بیان کی ہے کہ مرزا صاحب اور آپ کے معتقدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین کے منکر ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرنا ضروریات دین سے ہے۔ اور جو ضروریات دینی سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہذا مرزا صاحب اور ان کے متبعین کافر ہو گئے۔“

اس مدعا کے نقل میں اسی مدعی و مخالف سے کام لیا ہے۔ صرف خاتم النبیین کا انکار نہیں۔ بلکہ خاتم النبیین کا اسلامی معنی کے رو سے انکار ہے۔ جیسا کہ میں اصل بحث میں وضاحت پیش کر چکا ہوں۔ جس کا جواب کجا ذکر تک بھی نہیں کیا گیا اور یہی خاتم النبیین بمعنی تمام نبیوں کے آخری نبی جس کے بعد کوئی نبی نہ بنایا جاوے۔ ضروریات دین سے یہی جس کے واسطے شہادت اور بحث میں حوالہ مندرجہ ذیل تفصیل سے پیش ہو چکے۔

(۱) اول الانبیاء آدم و آخرہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم (شرح عقائد ص ۹۹)

(۲) اذ لم یعرف محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بسلّم لانه من ضروریات الدین (اشبہ والنظائر ص ۲۹۶)

یہی تصریحات تقریباً ۱۵ اکتوبر ۱۸۹۷ء (بحر الرائق ص ۵۷) بھی ہے۔ جسے گواہ نے جواب جرح ۷/ مارچ ۱۹۰۳ء مسلم مانا ہے۔

پس غلامہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین بمعنی تمام نبیوں کا آخری ہونا ضروریات دین سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب آخر وقت تک اسی کفر پر قائم رہے۔ اور ان

کے امتی اس وقت تک اس کفر پر مصر ہیں۔ لہذا ان کے کفر میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

مختار مدعا علیہ نے اصل اعتراض کو نظر انداز کر کے لفظ خاتم النبیین کا اقرار مرزا صاحب کی کتب ذیل سے پیش کیا ہے۔

- (۱) انجام آتھم (۲) الحکم ۱۴ مارچ ۱۹۰۵ء (۳) ازالہ اوہام (۴) آئینہ کمالات (۵) ایام الصلح (۶) کرامات انصاریین (۷) ایک غلطی کا ازالہ (۸) مواہب الرحمن (۹) حقیقت الوحی (۱۰) استفتاء۔ نیز بیان گواہ (۱۱)

اصل معاملہ

بات یہ ہے کہ مرزا صاحب جب تک خود کھل کے نبی نہ بنے تھے اور وہ نبوت پر چھوڑ دے ڈال رکھے تھے۔ اس وقت تک تو خاتم النبیین کے لفظ کا بھی اقرار ہے۔ اور اسلامی مسخ کا بھی ملاحظہ ہو۔

- (۱) ایام الصلح ص ۱۱۱ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ولكن رسول الله وخاتم النبیین اور حدیث میں ہے لا نبی بعدی تا اور اگر کوئی نبی بنایا پرانا آوے۔ تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء رہیں۔ ہاں وحی ولایت و مکالمات الہیہ کا دروازہ بند نہیں۔

(۲) ایام الصلح اردو ص ۱۲۶

- (۳) میسج کیونکر آسکتا تھا۔ وہ رسول تھا۔ اور خاتم النبیین کی دیوار روئین اس کو آنے سے روکتی ہے سو اس کے ہمرنگ آیا وہ رسول نہیں مگر رسولوں کے مشابہ ہے ازالہ ص ۱۱۱

(۴) ایک دوسری آیت ما کان محمد ابا احد من دجا کم ولكن رسول الله وخاتم النبیین

- یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں۔ مگر وہ رسول اللہ ہے۔ اور ختم کر نیوالے نبیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا (۱۱) ازالہ ص ۱۱۱ (۵) قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں، خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو۔ کیونکہ رسول کو علم دین بنو سبط جبرئیل ملتا ہے۔ اور باب نزول جبرئیل یہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود محتج ہے، کہ دنیا میں رسول تو آوے۔ مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔ (ازالہ ص ۱۱۱)

(۶) حماۃ البشر ص ۱۲۶

الّا تعلم ان الرب الرحیم الی قوله و ختم الله به النبیون

- (۷) اور سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت

کو کافر اور کاذب جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ دوحی رسالت حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ (دین الحق ص ۲۷ تحقیقۃ النبوة ص ۷۹)

(۸) آسمانی فیصلہ ۳ وغیرہ وغیرہ

مگر یہ عقیدہ مسلمانوں کے مطابق ۱۹۰۱ء سے قبل تھا۔ اس کے بعد نبوت سے پردہ اٹھا اور خود نبی و رسول یکے تمام رسولوں سے اعلیٰ جس سے تمام رسول زندہ ہو گئے۔ تو صرف لفظ خاتم النبیین فرماتے رہے اور معنی بدل ڈالے۔ چنانچہ پیش کردہ حوالوں سے جو ۱۹۰۱ء کے بعد کے ہیں صرف لفظ خاتم النبیین مکرر رہے مگر اسلامی معنی جو ضروریات دینی سے ہے کہ ایسے آخری نبی جن کے بعد کسی قسم کا کوئی بھی نبی نہیں سکے۔ ہرگز نہیں ہے۔

لہذا لحاظ اسلامی معنی مرزا صاحب کا خاتم النبیین سے منکر ہونا بدستور رہا اس معاملہ سے اس کا جواب نہ بن سکا۔
باقی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے اپنی جگہ پر آئے گی۔

جمع مسلمان بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک نبی کا آمانتے ہیں۔

اس بیڈنگ میں بھی لغظوں کے پیر پیر کا ایک معاملہ ہے جو آگے معلوم ہو گا یہاں صرف یہ گزارش ہے کہ جمیع مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منتظر ضرور ہیں۔ مگر ایک مسلمان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا نبی بنایا جانا یا کسی کو آپ کے بعد منصب نبوت عطا ہونا جائز نہیں سمجھتا۔ بلکہ آپ کے بعد دعویٰ نبوت کو کفر سمجھتا اجماعی عقیدہ ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا۔ پس کسی گزشتہ نبی کا بحیثیت امتی یا مجدد آنا اور جبر ہے۔ اور کسی کا منصب نبوت پر فائز ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت ہو کر نبی بننا اور معاملہ ہے ہر عقل مند دونوں کے فرق کو سمجھتا ہے مختار مدعا علیہ بلا وجہ معاملہ دینا چاہتا ہے۔ فاعتبوا یا اولی الابصار

خلاصہ استدلال محتار مدعا علیہ

اس بیڈنگ کے تحت مختار مدعا علیہ نے جو پیش کیا ہے اس کا خلاصہ صرف اس قدر ہے۔ کہ اگر خاتم النبیین کے معنی یہ ہوں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ تو یہ معنی تمام مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف ہیں۔ کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا بحیثیت نبی کے مانتے ہیں۔ اور گواہ مدعیہ ۳ کی جرح سے تائید کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے۔ تو نبی ہوں گے۔ یوں ہی ملا علی قاری سے کہ جس نے یہ کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملوب النبوت ہو کر آئیں گے۔ وہ کافر ہو گیا۔ کیونکہ نبی سے اس کی موت کے بعد بھی وصف نبوت زائل نہیں ہوتا۔ پس اگر خاتم النبیین سے مراد ہر قسم کے نبی ہیں تو عیسیٰ بھی دوبارہ نہیں آ سکتے

اگر کہو۔ نئے کا انا منع ہے۔ پرانے کا نہیں۔ تو ہم بڑے ادب سے کہیں گے۔ کہ اگر پرانے نبیوں کا استثناء ہو سکتا ہے تو نئے انہی غیر تشریفی کا بھی استثناء ہو سکتا ہے (ملخصاً بلغظہ)

(خلاصہ)

اس میں نقلی متعدد مغالطہ ہیں۔ وضاحت کے واسطے حسب ذیل عنوانات قائم کرتا ہوں۔

- (۱) خاتم النبیین کے معنی مسلمان کیا کرتے ہیں۔
- (۲) کیا مسلمان حضرت یعلیٰ علیہ السلام کا انا بحیثیت نبی کے مانتے ہیں۔
- (۳) کیا حضرت یعلیٰ علیہ السلام مسلوب النبوة ہوں گے۔
- (۴) کیا ان پر وحی بواسطہ جبریل ہوگی۔

(الجواب)

(۱) خاتم النبیین کے معنی مسلمان کیا کرتے ہیں۔
مختار مدعا علیہ نے خاتم النبیین کے جو یہ معنی مسلمانوں کی طرف منسوب کئے ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا یہ محض مغالطہ ہے۔ بلکہ مسلمان یہ معنی کرتے ہیں۔ اور ان کا عقیدہ ہے۔ کہ "حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و رسل اور نبوة و رسالت کے ختم کرنے والے اور آخر الانبیاء ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا نے تعالیٰ کسی کو نبی نہیں بنائے گا۔ نہ کسی کو آپ کے بعد منصب نبوة و رسالت عطا کیا جاسکتا ہے۔ باب نبوة و رسالت آئندہ مطلقاً مسدود ہے۔"

(اس کا ثبوت ملاحظہ ہو)

- (۱) مرزا صاحب کے مسلم رئیس المفسرین فرماتے ہیں۔
"وَلَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ الَّذِي خَتَمَ النَّبُوَّةَ فَطَمَعَ عَلَيْهِمْ أَفْلَا تَفْتَحُ بَعْدَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔"
نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ جنہوں نے نبوة کو ختم کر دیا۔ اور اس پر مہر اختم تمام لگ گئی اب باب نبوت قیامت تک کسی کے واسطے کھلے گا۔"
- (۲) علامہ مافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقد اخبر الله تعالى في كتابه ورسول صلعم في السنته المتواتر لابی بعدی
 ليعلموا ان كل من ادعى هذا المقام كذاب دجال مصل وصال الخ (ابن کثیر جلد ۸ ص ۹۱)
 ترجمہ۔ یعنی خدا نے اپنی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت متواترہ میں خبر دیدی۔ کہ لابی بعدی تاکہ معلوم
 ہو جاوے کہ جو بھی آپ کے بعد اس منصب پانے کا دعویٰ کرے۔ وہ کذاب دجال۔ گمراہ گنبدہ اور گرد گمراہ ہے۔
 (۳) ومعنی کوئہ آخر الا نبیاء انہ لا نبی احد بعدہ۔ وعلی نبی قبلہ فحین یمنزل
 ینزل عاملا علی شریعتہ محمد صلعم مصلیاً الی قبلتہ کانہ بعض امتہ
 تفسیر کشاف۔ ج ۲ ص ۲۳ (گ مدعیہ ۱)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین و آخر الانبیاء کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا
 اور حضرت عیسیٰ پہلے نبی بن چکے ہیں اور دعوائے قبل ہو چکا ہے پس وقت نزول شریعت محمدیہ پر حال اور محمدی قبلہ
 کی سمت پر نازا ادا کرینگے گویا آپ کی امت کے ایک فرد ہوں گے۔
 (۴) ولا یقدر فیہ نزول عیسیٰ بعدہ فانہ اذا نزل کان علی دینہ مع
 ان المراد منه انہ اخر۔

یعنی خاتم النبیین اور آخر الانبیاء کے معنی پر آپ کے بعد نزول عیسیٰ کی زوجین پر ہو سکتی کیونکہ وہ بعد نزول آپ کے ہی دین
 پر ہوں گے اور خاتم النبیین کی یہ مراد ہے کہ آپ نبی بننے والوں اور منصب نبوت پانے والوں کے آخری نبی یعنی آپ
 کے بعد کسی کو منصب نبوت عطا نہیں ہوگا (تفسیر بیضاوی ص ۲۴ گ مدعیہ ۱)
 (۵) ابی السو دین اسی قسم کی تفصیل کے بعد ہے۔

فان معنی قوله خاتم النبیین لانہ لا نبیاً احد بعدہ وعلی
 بنی قبلہ۔
 یعنی خاتم النبیین کے یہ معنی نہیں کہ آپ کے بعد کوئی شخص غلعت نبوت سے نوازا جائیگا اور حضرت عیسیٰ ان انبیاء
 سے نہیں کہ آپ کے قبل یہ غلعت عطا کیا جا چکا ہے۔

(۶) المراد بكونه خاتم النبیین انقطاع حدوث وصف النبوة فی احد
 من الثقین بعد تخلیہ بہما۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر کے کتے ہیں :
 كان نبیاً قبل تحلی نبینا صلعم بالنبوة روح المعانی
 (جلد ۹ ص ۲ گ مدعیہ ۱)

یعنی خاتم النبیین سے مراد ثقین جنس والنس ہیں حدوث وایجاد وصف نبوة کا انقطاع ہے بعد اس کے کہ اس عالم

بی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غلعت نبوت سے سرفراز ہو چکے اور عیسیٰ علیہ السلام کو تو یہ غلعت اس عالم میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل مل چکی تھی۔

(۷) اس سلسلہ میں گواہ مدعا علیہ کے سلم بزرگ شیخ محمد محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں۔

وَادْعَاءُ الْبُتُوۃِ قَدْ انْقَطَعَتْ (فتوحات ج ۳ ص ۳۰۷ ص ۳۰۸)

یعنی آنحضرت کے بعد ہر قسم کا دعویٰ نبوت یقیناً منقطع ہو چکا۔

(۸) خود مدعا علیہ اور اس کے گواہان و محتاران کے نبی قبل دعویٰ نبوت مسلمانوں کے ہم نوا ہی تھے۔

مَا كَانَ اللَّهُ اَنْ يَّرْسِلَ نَبِيًّاۢ بَعْدَ يَسٰۤىءِ خَاتَمِ النَّبِيّٰنِ وَمَا كَانَ يَجْدِثُ

سَلْسَلَةُ الْبُتُوۃِ بَعْدَ انْقِطَاعِهَا

یعنی ہمارے نبی کریم خاتم النبیین کے بعد اللہ تعالیٰ کسی نبی کو بنا کر نہیں بھیجے گا اور نہ سلسلہ نبوت بند و منقطع ہو سکے

بعد و دوبارہ از سر نو ایجاد کرے گا آئینہ کلمات الاسلام ص ۳۲ فروری ۱۸۹۲ء۔

پس ثابت ہو گیا کہ مسلمان یہ نہیں کہتے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ کوئی نبی نہیں آئے گا بلکہ یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد

کوئی نبی نہ آیا نہیں جائے گا اور نہ سلسلہ نبوت بند ہونے کے بعد از سر نو جاری ہو گا اور نہ کوئی آپ کے بعد دعویٰ

نبوت کرے گا بلکہ ہر مدعی نبوت بعد آنحضرت کے سب ارشاد گرامی و جلال و کد اب ہو گا۔

یہ محض مختار مدعا علیہ کا کھلا ہوا مغالطہ اور افتراء و بہتان تھا۔

دوسری شریعہ کا جواب کر گیا مسلمان حضرت عیسیٰ کا آنا بحیثیت نبی مانتے ہیں۔

یہ بھی ایک مغالطہ ہے اور عقیدہ جھوٹ و افتراء ہے۔ ان میں صفت نبوت ہونا اور چیز ہے جیسا کہ گواہ رہے

مدعیہ نے کہا ہے کہ جب نازل ہوں گے نبی ہوں گے یعنی متصف بے صفت نبوت اور منصب نبوتہ پر ہونا اور

بحیثیت نبی کے ہونا اور چیز ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ

حضرت عیسیٰ نبی ہی آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اس عالم میں غلعت نبوت سے نوازا گیا یہ صفت

آپ کی بحال مگر اس امت میں زمانہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیری کی وجہ سے بحیثیت نبی نہیں آئی بلکہ بحیثیت

مجدد و خلیفہ رسول اللہ اور امتی کے ہوں گے منصب نبوتہ پر نہ ہوں گے۔

اور مرزا صاحب یا کسی اور امتی کو آپ کے بعد نبی ماننے سے بعد خاتم النبیین کے نبی کا بننا اور از سر نو سلسلہ

نبوتہ بند و منقطع ہونے کے بعد کھٹنا پایا جاتا ہے یہ بالاتفاق کفر ہے نبوت ملاحظہ ہو۔

احادیث

قال النبي صلى الله عليه وسلم كانت بنو اسرائيل لتسوسهم الانبياء كلما هلك نبي بعد خلف لا نبي وانته لا نبي بعدى وسيكون خلفاء فيكثرون (الحديث)
بخاری شریعت جلد ۱ ص ۱۹۱ مسلم شریف جلد ۲ ص ۲۶

حضور نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کرتے تھے جب بھی ایک نبی مرتا تھا تو دوسرا بنی اس کا خلیفہ ہوتا تھا اور میرے بعد یقیناً کوئی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا ہاں خلفاء ہوں گے اور بکثرت ہوں گے۔
کس صفائی سے سلسلہ نبوت کو ہمیشہ کے لیے ہر طرح سے ختم کر کے سلسلہ خلافت کو جاری فرمایا ہے۔
(۲) ابن عساکر قال النبي صلى الله عليه وسلم الا ان ابن مريه ليس بيني وبينه نبي ولا رسول الا انه خليفى فى امتى من بعدى

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خبردار اور واقف ہو جاؤ کہ ابن مریم اور میرے درمیان نہ کوئی نبی غیر مستقل وغیرہ تشریحی ہے نہ رسول مستقل صاحب شریعت ہے یقیناً ابن مریم میری امت میں میرے بعد صرف خلیفہ ہوں یعنی جیٹھیندی نہ ہوں گے بلکہ بحیثیت امتی و خلیفہ ہوں گے (فتاویٰ ابن حجر)۔

(۳) عیسیٰ بنی اللہ کے بحیثیت امتی آنے کا فیصلہ گواہ دعا علیہ کے سلم بزرگ امام شعرانی و امام ابن عربی رحمۃ اللہ کی زبان فیض ترجمان سے عن الشیخ الاکبر قال فا ما خاستوا لولایة علی الاطلاق فهو عیسیٰ علیہ السلام فهو الولی با لنبوة المطلقة فی زمان هذه الامة وقد حیل بینہ وبين التشریع والرسالة فینزل آخر الزمان وادشا وخاستوا لولی بعده نبوه مطلقة کما ان محمداً صلعم خاتم النبوة لا نبوة تشریع بعده فیعلم ان عیسیٰ ولو کان بعده ومن اولى السرم وخواص الرسل وقد زال حکم من هذا المقام بحکم الزمان علیہ الذی هو یغیره فیوسل ولیا ذ النبوة مطلقة ویلهم بشرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم ویفهم لا علی وجهه کالاولیاء والمحدثین فهو منا فهو سیدنا فان آخر الانبیاء کما ان آدم اول من نبیا فتخمت النبوة بمحمد والولایة بعیسی۔

یروایت ۲۶ بحث ۴۸ ص ۸۶

یعنی بہر حال مطلقاً ہر قسم کی ولایت کا اختتام کرنے والے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں پس وہ دل میں

اس صفت نبوة کے ساتھ جس کی ڈیوٹی اور منصب اس امت کے زمانہ میں ختم ہو گا پس وہ آخر زمانہ میں وارث نبی اور قائم ولایت ہو کر اترینگے جن کے بعد کوئی کسی قسم کا دلی نہ ہو سکے گا اور اس صفت نبوة پر ہوں گے جس کا حکم و نفاذ و تدبیر ختم ہو چکا ہو گا۔ پس معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ آپ کے بعد نبی ہوں گے اور اولوالعزم و خواص رسل سے ہیں مگر ان کی نبوة کا حکم اور منصب نازل ہو چکا ہے اور یہ زمانہ نبوة غیر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہذا وہ متعین بصفۃ نبوة مطلقہ جس کا زمانہ و حکم ختم ہو چکا ہو گا۔ اور اولیاء امت محمدیہ کی طرح ان پر شرع محمدی کا اہام ہو گا اور اس امت کے اولیاء میں ملحق ہوں گے اور ہم سب کے سردار ہوں گے۔ پس نبوة آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی اور ولایت حضرت علیؑ پر ختم ہو گئی مفصل حوالہ سلسلہ وحی و اہام جس میں یہ مضمون بھی واضح کیا گیا ہے فتوحات ۲۶۰ ۲۵۲ س ۲۳۸ سے اوپر پیش کر چکا ہوں ان حوالہ جات میں نہایت مفاتیح سے تفسیر موجود ہے کہ علیؑ بحیثیت نبی نہ اترینگے بلکہ بحیثیت ولی و امتی مجدد ہوں گے ان پر شریعت محمدیہ کے متعلق اہام ہو گا نیز یہ بھی وضاحت موجود ہے کہ ان میں پہلے کی عطا شدہ نبوة ہی ہوگی سلب النبوة نہ ہوں گے البتہ چونکہ زمانہ نبوة نبی آخر الزمان کا ہے اس لیے اس نبوة کا حکم نازل شدہ ہو گا اور وہ منصب نبوت پر نہ ہو گا کیونکہ حکم اور حکومت نبوت نبی آخر الزمان ہوگی۔ کوئی بھی نبی یا نہیں بن سکتا پرانا یا موجود صفت نبوت کے منصب نبوة پر نہیں رہ سکتا۔

اس سے گواہ ملے کہ فقرہ جرح حضرت علیؑ نازل ہوں گے تو نبی ہوں گے کی بھی شرح ہو گئی نبی تو ہوں گے اور صفت نبوة ان سے سلب نہ ہوگی مگر خصوصیت زمانہ نبوی کی وجہ سے اس کا حکم نازل ہو گا وہ منصب اور ڈیوٹی نبوت پر نہ ہوں گے بلکہ امتی ہوں گے اور خلیفہ و مجدد نیز لماعی قاری رحمہ کے ارشاد کی بھی شرح ہوگی کہ جو صفت نبوت سے انہیں سلب ماننا ہے وہ کافر ہے کیونکہ مسلمان تو انہیں متعین بصفۃ نبوة مانتے ہیں ہاں منصب نبوة پر بوجہ خصوصیت زمانہ نہیں مانتے اور قائم النبیین کے معنی اس پیش کردہ عبارت کے آخر میں تو خود مسلمانوں کے موافق کر رہے ہیں کہ ومعناہ عند العلماء انہ لا یحدث بعده بنی کہ علماء کے نزدیک لاینبی بعدی کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی یا نبی بنایا نہ جائے گا یا نہ بنے گا لایحدث کا لفظ ہے جس کے معنی نیا بنانا یا نیا ایجاد کرنا ہوتا ہے اس کی نفی فرما رہے ہیں اسی کے مستطاب پر ہے

فہو علیہ السلام ان کان خلیفۃ فی الامۃ محمدیہ فہو رسول و نبی علی حالہ یعنی اس امت میں صرف خلیفہ ہوں گے ورنہ پہلی صفت نبوة بحال ہے۔

چوں کہ اس سلب نبوت کے مسئلہ کو درمیان میں متعدد جگہ چھیڑا ہے لہذا اس کو میں ایک محسوس مثال سے واضح کرتا ہوں تاکہ نبی ہونے اور منصب نبوة کے حکم پر نہ ہونے کا فرق اچھی طرح واضح ہو جائے

بر شخص واقف ہے کہ اگر کسی خصوصی کام یا اعانت کے واسطے حضور سرکار نظام فرمان روائے دکن خلد اللہ
ملکہ ہمارے سرکار فرماں رواائے ریاست بہاولپور حفظہ اللہ ملکہ کے حدود مملکت میں تشریف
لائیں تو ظاہر ہے کہ کوئی معاند پڑنے پر وہ ہمیں کے قوانین کے پابند ہوں گے اور یہاں جو کام یا سرکاری
اعانت فرمایا گئے تو ہمیں کے قوانین کے ماتحت ہوگی باوجودیکہ کہ وہ بدستور وادی ریاست دکن ہی اور
صفت سلطانہ اُن سے سلب نہیں مگر منصب سلطنت ادا اس کی دیوٹی و مکرانی بوجہ حدود سلطنت
غیر یعنی ہمارے سرکار عالی جاہ جاکندہ ہو سکے گا کیونکہ ملک اور یہاں کا زمانہ سلطنت دوسرے کا ہے
یوں ہی حضرت عیسیٰ نبی ان کی صفت نبوت سلب نہیں کی گئی مگر ملک اور زمانہ سید المرسلین آقائے
دو عالم نبی آخر الزمان کہے ہیں اُن کا مذہب نبوۃ نہ ہوگا بلکہ تابع ادا امتی اور مجدد اور معین شریعت
و قوانین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے نہ سلب نبوت کا اعتراض ہو سکتا ہے اور نہ آپ کے بعد نبی ہونے
کا نہ نیابتی بنے گا نہ کوئی اور اس سے

(۳) ”تیسری تنقیح بھی کہ کیا حضرت عیسیٰ سلب النبوة ہو کر آئیں گے“
بالکل صاف ہو گیا اور مدلل بلکہ مسلم حوالوں سے اس کا قطعی جواب کیا ہو گیا۔
(۴) چوتھی تنقیح کہ کیا انہیں وحی بواسطہ جبریل ہوگی۔“

اس پر سلسلہ انداد وحی نبوۃ بہت کچھ بحث ہو چکی ہے اور سلسلہ فریقین حوالے پیش کئے جا چکے ہیں صرف مسلمہ
فریقین بزرگ امام شرفی و امام ابن عربی رحمہ اللہ کے دو مختصر فقرہ اس میں سے کمر نقل کرتا ہوں۔
فلہ الکشف اذا نزل والالہام کما لہذا الامۃ (فتوحات جلد ۳۔ ص ۲۳۸)
یعنی گو مجازاً لفظ وحی بولا جائے مگر اس پر صرف کشف والہام نزول کے بعد ہوگا جیسا کہ اولیاء امت محمدیہ پر ہوتا ہے
ولو ان الوحي علی لسان جبریل کان باقیا بعد محمد صلعم لکان عیبی اذا
نزل لایمکو بشریۃ محمد صلعم وانما بحکمہ بشرع الذی یوحی بہ الیہ جبریل۔
برائیت بحث ۲۵ ص ۱۸۸ و ۱۸۹ منقول از فتوحات باب ۲۲۔

ادھر سے یہ لکھ رہے ہیں کہ وحی نبوۃ کلمۃ گو بند ہو چکی صرف الہام باقی ہے اور عیسیٰ پر بھی الہام ہی ہوگا اور اگر
وحی بواسطہ جبریل بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالفرض باقی ہوئی تو عیسیٰ بعد نزول شریعت محمدیہ پر عمل نہ کرتے بلکہ جبریل کی
لائی ہوئی وحی پر عمل پیرا ہوتے پھر نہایت مفصل مدلل الہام عیسیٰ پر اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انقطاع
نزول وحی و جبریل پر بحث کی ہے۔

بحمد اللہ چاروں تنقیحیں مدلل ثابت ہو گئیں اور مختار مدعا علیہ کا مسلمانوں پر بہتان اور مناظرہ آشکارا ہو گیا

غالباً اسے اپنے ہاں کا پتر نہیں کہ سلسلہ پہلے مرزا صاحب بھی حضرت علی علیہ السلام کے تعلق جو نبی اللہ کا لفظ آیا ہے اس کے تعلق مسلمانوں کی طرح عقیدہ رکھتے ہیں کہ مجازاً ہی حقیقی نہیں ملاحظہ ہو۔

سراج منیر ص ۳ ۱۸۹۷ھ

”ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لیے آیا ہے۔ وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پایا وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے۔ جس نے سمجھا ہو سمجھ لے۔“ ملاحظہ فرمادیں وہ بھی نزول کے وقت انہیں مجازی نبی باقتدار کا نام مانتے ہیں۔

خاتم النبیین سے کیا مراد ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لفظ خاتم النبیین سے کیا سمجھے؟

اس سلسلہ میں ان کے پاس ایک حوالہ بھی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کسی ایسے شنبہ لفظ میں کی ہو جہاں مغالطہ ہی کی گنجائش ہو۔ انک سے ایک غیر متعلق یا رابط حدیث جو خاتم النبیین کی تفسیر کے سلسلہ میں آپ نے نہیں فرمایا۔ اور نہ وہاں لفظ خاتم النبیین ہے اور حدیث بھی سنداً متناً معاً قابل استناد نہیں پیش کی ہے کہ گواہی مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں حدیث لوعاش ابراہیم لکان مدیقاً نبیاً کی بنا پر یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاتم النبیین سے ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ نہ سمجھے۔

(الجواب)

اس کی صحت و سقم و مطلب کی بحث آگے آرہی ہے میں عدالت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ کس قدر مغالطہ اور حق پوشی ہے کہ جہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کی ہے اور اس کی مراد بتائی ہے اُسے پوشیدہ رکھ کر جہاں اس کی تفسیر سے دور کا تعلق بھی نہیں اُسے پیش کیا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لفظ خاتم النبیین سے کیا سمجھے اور مخصوص اسی لفظ کی کیا تفسیر فرمائی۔ یہ گواہان مدعا علیہ کے بیان میں مفصل ہے غلام یہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر لفظ خاتم النبیین (

(۱)۔ ابی ہریرہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

یعنی میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی بھی قسم کا

نبی نہیں ہو سکتا۔ (بخاری مسلم)

لا تقوم الساعة حتى تبعث دجالون كذابون كلهم انه بنی وانا خاتم النبیین لانی بعدی (الوادد و ترمذی رحمہ اللہ)
یعنی قیامت نہ آئیگی جب تک بہت سے دجال و کذاب نہ آئیں۔ جن سب کا یہ دعویٰ وزعم ہوگا کہ وہ نبی ہیں حالانکہ
میں خاتم النبیین ہوں۔ لانی بعدی میرے بعد کسی قسم کا کوئی بھی نبی نہیں ہو سکتا۔

(۳) بخاری جلد اول صفحہ ۱۵ اور مسلم ج ۲ صفحہ ۱۲۸ پر ایک محل کی محسوس مثال سے اس حقیقت کو سمجھایا اور اپنے آپ
کو خاتم النبیین یعنی اس نامکمل محل کی آخری اینٹ قرار دیا کہ فانا للہ وانا خاتم النبیین
ملاحظہ فرمائیے کہ خاتم النبیین کے نقطے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لانی بعدی بلا کسی قسم کی تخصیص
کے سمجھ رہے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی کسی قسم کا نہ ہوگا۔ اب اگر کوئی تخصیص کرے تو یقیناً وہ بقول مرزا صاحب یے دین
وشر ہوگا۔ ملاحظہ ہو ایام الصلح ص ۱۲۶

(مرزا صاحب کی اس پر مہر تصدیق)

مرزا صاحب بھی ۱۸۹۰ء سے قبل جب کہ دعویٰ نبوت نہ تھا۔ یہی لانی بعدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی تفسیر اور اسی عمومی نفی کے معنی میں قرار دیتے تھے۔ اور کسی قسم کی تخصیص کرنا شرارت بتاتے تھے۔ ملاحظہ ہو ایام الصلح
جوزی ۱۸۹۰ء ص ۱۲۶

دیکن ختم نبوت کا کمال تصریح ذکر ہے۔ اور پرانے یا نئے نبی کی تقریراتی کرنا شرارت ہے نہ حدیث میں نہ
قرآن میں یہ تقریرات موجود ہے اور حدیث لانی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔

بس یہ کس قدر جرأت ہے اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نفوس صریحہ و قرآن کو
عمداً چھوڑ دیا جاوے اور خاتم النبیین کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جاوے اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی
تھی۔ پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جاوے۔ الخ اب کسی امتی کو حق نہیں کہ لانی بعدی میں اس کے نبی تو نفی عام
کہتے ہیں اور وہ کسی قسم کی تخصیص کرے۔ یا لا فتی الا علی لانسیف الا ذوالفقار یا اذا هلک
کسوی فلا کسوی بعدہ وغیرہ کی آڑ لے کر اپنے نبی کے فتویٰ کی رو سے شریر گستاخ خیالات رکیکہ کی پیروی
کرنے والا عمداً نفوس صریحہ قرآنہ کو چھوڑنے والا ٹھہرے گا۔

(۲) اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واضح فیصلہ اور کھلی ہوئی خاتم النبیین کی تفسیر کے بعد اس سے روگردانی
کرنا کسی مومن مسلمان کا کام نہیں۔ بلکہ کافر اور گمراہ ہوگا جو اس فیصلہ سے روگردانی کرے

قال الله تعالى ما كان لمومن ولا مومنة اذا قضی الله ورسوله امرا ان یکون
لهم الخیرة من امرهم ومن یعص الله ورسوله فقد ضلّ مبینا۔

حدیث نو عاشق ابراہیم دکان صدیقانیا

اگرچہ اس حدیث کا تفسیر لفظ خاتم النبیین سے کوئی دور کا تعلق بھی نہیں جیسے کہ اوپر عرض کر چکا۔ مگر فقہ مدعا علیہ کے پاس صرف ہی ایک مجروح اور ضعیف حدیث کے نام پر ہے جس کی وجہ سے صرف صحیح بلکہ اصح الصحاح بخاری و مسلم نیز دیگر صحاح ستہ وغیرہ کی کثیر التعداد صحیح اور واضح احادیث روکی جاتی ہیں۔ اور مرزا صاحب کی بیجا حمایت میں حضرت علیؑ کے ارشادات مجھ و افصح کی توہین اور غلط تاویلات کر کے تحریف کی جاتی ہے۔ لہذا اس کے متعلق کچھ تفصیل سے گزارش کرتا ہوں اور ان کے استدلال اور اپنے جواب کا خلاصہ عدالت کے اولاد ذہن نشین کرنا ہوں تاکہ جوابی بحث کی تاویلات رکیکہ سمجھنے میں سہولت ہو اور واضح ہو جاوے کہ جواب تو بن نہ آیا بلکہ بجا کر منالہ دینے کی ہاکمہ و لاعامل سعی کی جو مدعی علم کی ششایان شان نہ تھی

منتار مدعا علیہ کے استدلال کا خلاصہ نو عاشق ابراہیم دکان صدیقانیا
گواہ مدعا علیہ (۱)

استدلال (۱) اگر نبوة ختم ہو چکی تھی تو اس میں فضیلت ہی کیا تھی۔ بلکہ لغو تھا۔ پھر نبی۔ اے۔ ایف اے رایم کی مثالیں دیں ملاحظہ ہو گواہ (۱) و (۲) مدعا علیہ۔

(۲) نبی کی اولاد کا نبی ہونا ضروری نہیں لہذا اسے نبوت کا اجراء بتاتا تھا۔

(۳) خدا کو ایسا ڈر تھا تو پیدا ہی نہ کرتا۔

(حدیث کی تصحیح)

(۱) شہاب علی البیضاوی نے صحیح کہا

(۲) ملا علی قاری نے موضوعات نے کہا

(الجواب)

ہمارے مفصل جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث باعتبار سند اور اصول حدیث کے ضعیف غیر قابل احتجاج باعتبار متن اور الفاظ کے امکان کے واسطے نفع قطعی نہیں باعتبار صحیح معنی کے مرزا صاحب کے مریدین کے خلاف اور مسلمانوں کے موافق ہے۔

(۱) سند حدیث۔ یہ حدیث دو طرح نقل کی جاتی ہے نو عاشق ابراہیم دکان صدیقانیا یہ تو بالکل حدیث ہی نہیں۔ علامہ شوکانی نے فوائد مجموعہ فی بیان احادیث المومنونہ مسئلہ ۱۴ پر لکھا ہے کہ

”قال السنوی ماروی عن بعض المتقدمین لعاش ابراہیم فیا طل وجسارۃ علی الغیب وقال ابن عبد البر لا ادی ماہذ فقد ولدنوح غیر بنی۔“

امام نووی فرماتے ہیں کہ بعض متقدمین جو ابو عیسیٰ مروی ہے یہ باطل ہے اور غیب پر جسارت ہے ابن عبد البر فرماتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا یہ کیا ہے کیونکہ نوح کا بیٹا بنی نہیں تھا، ہر حال ان الفاظ میں حدیث ہی نہیں۔ باقی روایت ابن مایہ لوعاش ابراہیم لکان صدیقاً ندیاً۔

اس میں ایک راوی ابراہیم ابن عثمان ہے جس کے متعلق ائمہ جرح و تعدیل کا فیصلہ فن جرح و تعدیل کی مسلم کتب میں حسب ذیل ہے۔

(۱) میزان الاعتدال علامہ حافظ شمس الدین ذہبی۔ یہ جرح کی کتاب ہے۔ جسے ۸ مارچ ۳۲۰ھ کی جرح میں گواہ ملا تسلیم کر چکا ہے کہ یہ فن جرح کی کتاب ہے۔ یہ راوی ثقہ یعنی قابل اعتبار نہیں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ضعیف ہے امام بخاری نے اس سے سکوت اختیار کیا، امام مسلم فرماتے ہیں موقوف الحدیث ہے جس کی حدیثیں ترک کردی گئیں تقریب التہذیب میں بھی ابی بن یحییٰ ابن مین فرماتے ہیں۔ موقوف الحدیث (۲) مدارج النبوة ج ۲ ص ۲۶۷ اس کے متعلق سخت جرح منقول ہے۔

(۳) تہذیب التہذیب میں ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ راوی منکر حدیث ہے جسکی بات ثقہ کے مقابل بالکل غیر معتبر ہے امام نسائی فرماتے ہیں موقوف الحدیث امام ابو حاتم فرماتے ہیں ضعیف الحدیث۔ ائمہ حدیث نے اس سے اعراض کیا ہے اور اس کی حدیثیں ترک کر دی ہیں۔

(۴) وہی ابن مایہ کے بن السطور میں لکھا ہے کہ وہ راوی ناقابل اعتبار ہے۔“

اب امام بخاری امام مسلم امام جرح و تعدیل ابی بن معین امام احمد ابن حنبل جنہیں امام بخاری امیر المؤمنین فی الحدیث فرماتے ہیں۔ امام ترمذی امام ابو حاتم رحمہم اللہ جیسے علیل القدر ائمہ کے قطعی فیصلہ کے بعد ماوشما اور شہاب علی البیضاوی جیسے لاکھ بلکہ کروڑ آدمی اس حدیث کو صحیح ثابت کرنا چاہیں صحیح نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مرزا صاحب کی برکات الدعا حاشیہ ص ۱۲ سے پیش کر چکا ہوں کہ وہ ہر ایک فن میں اس کے ماہر کی شہادت معتبر ہوتی ہے ملاحظہ ہو جرح ۸ مارچ ۳۲۰ھ اور امام ابی بن مین کا امام فن جرح و تعدیل اور بڑا محدث ہونا۔ میزان الاعتدال کا فن جرح و تعدیل کی کتاب ہونا گواہ ملا کو مسلم ہے ملاحظہ ہو جرح ۸ مارچ ۳۲۰ھ اور شہاب کے متعلق جب گواہ سے ۸ مارچ ۳۲۰ھ کو پوچھا گیا کہ وہ امام جرح و تعدیل یا محدث ہیں۔ تو جواب دیا کہ مفسر ہیں امام حدیث نہیں۔ لہذا ان کی رائے تفسیر میں قابل لحاظ ہو تو ہو حدیث کے متعلق محض بیکار قابل رد ہے خصوصاً ائمہ حدیث اور امام جرح و تعدیل کے فیصلہ کے مقابل۔ لہذا یہ حدیث نہ صرف مجروح بلکہ شدید ترین مجروح سے پر ہے۔ اور مجروح حدیث عقائد میں کجا اعمال میں بھی حجت نہیں بلکہ غیر معتبر ہوتی ہے۔ مختار مدعا علیہ کے المہینان خاطر کے واسطے ان کے نبی کا فیصلہ پیش ہے کہ وہ حدیث بشرطیکہ جرح سے خالی ہو معتبر

اور یہ حدیث جرح سے خالی نہیں لہذا بالاتفاق غیر معتبر ہوگی۔

(اس کے متعلق مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ)

مختار مدعا علیہ سے اس علمی بحث کا جواب ناممکن تھا نہایت اضطراب کا اس کی تاویلات میں ثبوت دیا ہے
(غلامہ تاویلات)

- (۱) میزان میں لکھا ہے کہ وہ قاضی تھے اور منصف قاضی بھی ہوں گے اور ایسا شخص قاضی کیسے ہو سکتا ہے۔
- (۲) شعبہ نے ایک مخصوص روایت کی وجہ سے انہیں جھوٹا قرار دیا۔
- (۳) شعبہ کی تکذیب کا معنیست میزان الاعتدال نے خود رد کر دیا ہے۔
- (۴) ابن معین نے اس کا عادل ہونا یزید ابن ہارون سے نقل کیا ہے۔
- (۵) وہ قاضی تھے اور فیصلہ کرتے وقت کسی کی رعایت نہ کرتے ہوں گے اس لیے مخالفوں نے انہیں بدنام کیا۔
- (۶) ابن عدی انہیں معتبر کہتے ہیں۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲
- (۷) اس حدیث کی تصحیح بڑے بڑے علما نے کی ہے۔ جیسے شہاب علی البیضاوی۔
- (۸) مختار مدعیہ اصل میں شہاب سے ناواقف ہے ان کا یہ نام ہے یہ تصانیف ہیں۔
- (۹) ملا علی قاری نے موضوعات کبیرہ ص ۹۹ پر لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں۔ بلکہ صحیح ہے۔
- (۱۰) مرقات میں ملا علی قاری نے اس پر بحث کی ہے۔ اور ابن حجر کا قول نووی کی تردید میں نقل کیا ہے۔
- (۱۱) ابن ابی اوفی کا قول اس کی محنت کی دلیل ہے۔
- (۱۲) ان ائمہ کو یقین نہیں جمی تو مختلف الفاظ کہے۔

(الجواب)

اجمالی جواب۔ عدالت خود مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ ملاحظہ فرمائیے کیا ان ائمہ محدثین اور امام جرح و تعدیل کے واضع فیصلوں کے بعد یہ تاویلات اور انکلیں جو مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں ذرہ برابر بھی قابل انتقادات ہیں جن میں ایک ثبوت بھی اس کے معتبر ہونے کا کسی مسلم امام جرح و تعدیل سے نہ پیش کر سکا گوہر حسب عادت بہت ہی سخت اور درشت کیا۔

مفصل و مرتب جواب

(۱) قاضی ہے اور عادل ہوں گے اور ایسا شخص کیسے عادل ہو سکتا ہے۔

یہ عجیب و غریب مسخکہ خیز جواب ہے۔ قاضی ہونے سے توثیق کیا ہوگی وہی علامہ ذہبی جنہوں نے قاضی ہونا لکھا ہے (اور عادل ہونا بھی مختار مدعا علیہ کی لمبغز و تصنیف ہے) انہیں علامہ نے خود اور تمام بڑے بڑے اکابر ائمہ حدیث و جرح و تعدیل سے غیر ثقہ۔ متروک الحدیث۔ ضعیف اور منکر الحدیث۔ وغیرہ نقل کیا ہے۔ اور یہی قطعی فیصلہ قرار دیا ہے کیا انہیں قاضی ہونا معلوم نہ تھا پھر قاضی کیا قاضی بنانے والے عالم اور سلطان تک غیر ثقہ ہوتے ہیں کوئی ان میں سے کسی عالم سے توثیق نقل کرتے تو تھا بھی یہ تو اور اپنے عجز اور پریشانی و اضطراب کی دلیل ہے۔

(۲) شعبہ نے ایک مخصوص روایت کی وجہ سے انہیں جو ٹھا قرار دیا۔

(الجواب)

شعبہ سے ہم نے نقل نہیں کیا نہ جو ٹھا ہونا یہ ائمہ حدیث نقل کرتے ہی یہاں تک کہا جاسکے کہ یہ شعبہ کی تقلید میں کہتے ہیں۔ یہ شعبہ کے مقلد و پیرو ہیں۔ یہ ائمہ مستقل اپنی تحقیقات سے اُسے ضعیف منکر الحدیث۔ متروک وغیرہ لکھ رہے ہیں نہ کسی مخصوص روایت کی وجہ سے بلکہ مطلقاً اور نقل کرنے والے امام بیہی ابن معین امام احمد ابن حنبل امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری۔ امام مسلم امام ترمذی امام نسائی وغیرہ جیسے۔ تعجب ہے کہ مختار مدعا علیہ ان ائمہ کی تحقیق کی اصلاح کر رہا ہے اللہ شاہد انہیں بھی علم حدیث سے ناواقف بلکہ بہرہ خیال کر رہا ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ علم حدیث کی وہ مایہ ناز ہستیاں ہیں۔ کہ جن کے شفقہ فیصلہ کے بعد تمام دنیا کے علماء ملکر اسے بھیجے قابل اسناد ثابت نہ کر سکیں گے۔

۵ ابن معین نے اس کا عادل ہونا بیزید بن ہارون سے نقل کیا ہے۔

(الجواب)

مگر نقل کر کے اسی کی تردید میں ہی ائمہ اور اعیان علم حدیث کے فیصلے پیش کئے ہیں۔

مختار مدعا علیہ کسی ناواقف کو معاملہ دیتا تو تھا بھی اور کسی اجنبی نا در کتاب کا ہوتا تو شاید کامیاب ہو جاتا۔ اللہ اللہ بیزید بن ہارون کا مقابلہ امام بیہی ابن معین امام بخاری امام مسلم اور امام احمد بن حنبل امیر المؤمنین فی الحدیث وغیرہ سے بسوخت مغل و حیرت لہ این چہ بر العجیبست

۵ وہ قاضی ہیں اور فیصلہ کرتے وقت کسی کی رعایت نہ کرتے ہوں گے۔ اس لیے مخالفوں نے انہیں بدنام کیا۔

(الجواب)

اس قدر برا احتمال اور لغو تاویل ہے۔ جس کی کوئی مدہ نہیں اول تو یہ مختار مدعا علیہ کی خود ساختہ انکلی

ہے جو قابل اعتبار نہیں دوسرے اس کے معنی نفوذ بالائید ہوئے کہ امام بخاری اور امام مسلم اور امام یحییٰ بن معین امام احمد بن حنبل امیر المومنین فی الحدیث امام ترمذی امام نسائی جیسے بزرگ بھی قابل اعتبار نہیں کہ انہوں نے محض ذاتی کاوش کی وجہ سے کہ وہ قاضی صاحب حق فیصلہ کرتے تھے دشمنی سے انہیں بدنام کیا۔ اس میں مراحتہ ان کی دیانت اور امانت پر جو حملہ ہے وہ عدالت پر پوشیدہ نہیں۔

انہیں پتہ نہیں کہ وہ قاضی عادل ہی نہ تھے۔

اس وجہ سے محدثین نے انہیں غیر ثقہ کہا۔ غیر ثقہ کبھی عادل ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ حق بجانب فیصلہ کر سکتا ہے۔

یہ بڑا جواب ایسا اچھوتا ہے کہ تیرہ سو سال بھی کسی مصنف مورخ کو تو کیا چکڑالویوں کو نہ سوچھا۔

۶ ابن عدی انہیں مغبر کہتے ہیں،

(قابل مراجعت میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۷۱)

اسی بگ میزان الاعتدال میں اس کی تردید میں تمام مسلم ائمہ حدیث اور ائمہ جرح و تعدیل امیر المومنین فی الحدیث جیسوں کا فیصلہ موجود ہے۔ اس قسم کے مغالطے یہاں کار آمد نہیں ہو سکتے۔ کہاں ابن عدی اور کہاں امام یحییٰ بن معین امام بخاری امام مسلم امام ترمذی امام نسائی امیر المومنین فی الحدیث امام احمد بن حنبل کے متعلق محدثین فرماتے ہیں کہ جیسے وہ کہہ دیں کہ یہ حدیث نہیں وہ حدیث ہو ہی نہیں سکتی۔ ہم نے تو متفقہ فیصلہ پیش کیا ہے صرف کسی شخص کا قول نہیں۔

۷ اس حدیث کی تصحیح بڑے بڑے علماء نے کی ہے جیسے شہاب علی البیضاوی

(الجواب)

ماشاء اللہ شہاب علی البیضاوی بڑے محدث ہیں جن کے متعلق جب گواہ مدعا علیہ سے ۸ مارچ ۳۲۰ھ کی جرح ہو چکی ہو گی کہ شہاب کوئی امام جرح و تعدیل یا کوئی بڑے محدث ہیں۔ تو جواب دیا کہ مفسر ہیں امام حدیث نہیں،،

نہیں معلوم وہی گواہ سزا مختار ہونے کی حیثیت میں اپنا وہ اقرار کیوں بھول گیا۔ جب وہ مفسر ہیں امام حدیث نہیں تو ان کا فیصلہ ائمہ حدیث اور ائمہ جرح و تعدیل امام یحییٰ بن معین امام بخاری امام مسلم امام ترمذی امام نسائی امام احمد بن حنبل جیسے بزرگوں کے مقابلہ میں کیا وقعت رکھتا ہے۔ ایک شہاب کیا کروڑوں شہاب اور تمام مفسرین ملکر حدیث کے متعلق ایک فیصلہ دیں اور یہ ائمہ حدیث جو اس فن کے مسلم امام ہیں اس کے خلاف کریں تو انہیں کا فیصلہ ناطق ہو گا۔ غالباً مختار مدعا علیہ یہ بھی بھول گیا ہے۔ کہ خود ان کے نبی کا یہ فیصلہ ہے کہ ہر ایک فن میں اس شخص کی شہادت معتبر سمجھی جاتی ہے جو اس فن کا ماہر ہو۔

قول مرزا صاحب برکات الدعا ماشیہ ص ۱۲،،

(۸) اور غالباً مختار مدعا علیہ اپنا بیان بھی فراموش کر چکا ہے۔ جن مفسرین کے متعلق ایک مسئلہ بیڈنگ ہے کہ جس کے چند فقرات درج ذیل ہیں وہ بہت بڑی غلطی ہے کہ مفسرین کے اقوال کو بلا سوچے سمجھے من و عن تسلیم کر لیا جائے۔

”اور جو کچھ وہ اپنے خیال و عقیدہ کے ماتحت لکھ گئے ہیں اسے حرف بحرف مان لیا جائے۔“
 ”مستقین کی تفسیریں عمدہ اور ہندی دونوں باتوں سے پر ہیں۔“

”پس مفسرین کے اقوال پر عقائد کی بنیاد رکھنا کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے وغیرہ۔“

مگر چونکہ تنخواہ دار مرزا صاحب کے لازم ہیں جب کہ ان کی طرف داری مفسرین کے غیر معتبر بنانے میں ہونے پر غیر معتبر کہنا یا معتبر کہنے میں طرف داری نکلتی تھی اب یہ کہنے لگے نہ یہ صحیح نہ وہ۔

تعب ہے کہ وہ مفسر ہیں۔ ان کا مفسر ہونا مختار مدعا علیہ اور گواہ کو بھی مسلم مگر تفسیر میں وہ ناقابل اعتبار اور باوجودیکہ امام حدیث نہیں پھر بھی حدیث کے متعلق ان کی رائے تمام چوٹی کے ائمہ حدیث کے فیصلہ کے خلاف معتبر مختار مدعیہ اصل میں شہاب سے ناواقف ہے اس کا تمام ہے یہ تعین نہیں ہیں۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ نے واقفیت کا کیا ثبوت دیا۔ ۸ مارچ ۱۳۳۲ء کی جرح میں انہیں صرف مفسر مانا ہے۔ امام حدیث نہ ہونے کی تصریح کر دی ہے۔ اس کے بعد نام و پتر سے کیا کام چلتا ہے۔ جب کہ اسے بحیثیت گواہ اس فن میں ماہر ہونا مسلم ہے۔ پس ان کی رائے اس فن میں کیونکہ معتبر ہوگی۔ خصوصاً تمام ائمہ دین کے خلاف

۹ ملا علی قاری نے موضوعات کبیرہ ۵۹ پر لکھا وہ کہ یہ حدیث موضوع نہیں بلکہ صحیح ہے۔

(الجواب)

(۱) مختار مدعا علیہ نے اپنی جرح اور شہادت کو بالکل فراموش کر دیا ہے۔ اور آج اس کے خلاف بحث کر رہا ہے۔ انہیں ملا علی کی نسبت ۸ مارچ ۱۳۳۲ء کو جرح میں اس سوال کے جواب میں کہ کیا ملا علی قاری حافظ حدیث یا امام جرح و تعدیل ہیں۔ یہ تسلیم کر چکا ہے کہ ملا علی قاری حافظ حدیث اصطلاحاً نہیں در اور اصطلاحاً امام جرح و تعدیل کے بھی نہیں۔

پس حافظ حدیث اور ائمہ جرح و تعدیل کے مقابلے میں ان کی رائے کوئی بھی وقعت نہیں رکھتی۔

(۲) ملا علی قاری نے کہیں بھی موضوعات میں یہ نہیں کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ یہ محض مختار مدعا علیہ کا ان پر اقترا اور ہمتان ہے ان کی اصلی عبارت اس حدیث کے متعلق اسی صفحہ سے بعینہ وہی نقل کرتا ہوں۔

و قد اخرج ابن ماجه وغيره من حديث ابن عباس قال لعمامات ابراهيم ابن ابني
صلعم قال ان له صومعاً في الجنة ولو عاش ابراهيم لكان صديقاً نبياً ولو عاش لاعتقت
احواله من القبط وما استغرق قبطي الا ان في سنده ابا شيبة ابراهيم بن عثمان
الوسطى وهو ضعيف ولكن له طرق ثلثة يقوى بعضها ببعض - ابن ماجه

یعنی ابن ماجہ اور اس کے علاوہ دوسروں نے ابن عباس سے یہ حدیث نقل کی ہے لیکن اس کی سند میں
ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان واسطی ہے جو ضعیف ہے ہاں اس کے تین طریقہ ہیں جو بعض بعض سے ملکر فی الجملہ
قوی ہو جائینگے۔

ملاحظہ فرمادیں کہ نہ صرف ابن ماجہ بلکہ اس کے سوائے دوسری سندیں بحالی ہیں اور اسی سے افرج ابن ماجہ
کے ساتھ وغیرہ کا لفظ اضافہ کیا کہ ابن ماجہ اور اس کے سوائے دوسروں نے جو حدیث نقل کی ہے سب کی سند
میں ابو شیبہ ابراہیم راوی ہے جو ضعیف ہے۔ صحیح یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ نہیں آفریں یہ فرمادیا کہ اس کے صرف
تین طریقے ہیں جو سب ملکر فی الجملہ کچھ ہوں گے۔ یعنی یہ کہہ سکتے ہیں کہ محض باطل اور موضوع خود ساختہ نہیں باقی
صحیح ہوتا تو نہ نکلا۔ جب کہ ہر سند میں وہ ضعیف راوی موجود ہے نہ اور اس کے ضعف کا ملائی قاری نے کوئی بھی
جواب نہیں دیا اور نہ ہی اسے دفعہ کیا۔ ۸ مارچ ۳۳۲ کو گواہ ملے نے جواب جرح تسلیم کر لیا ہے کہ اس کتاب
میں راوی کے ضعف دفع کرنے کے متعلق کوئی بحث نہیں کی ہے۔ پھر وہ تینوں طریقہ افرج ابن ماجہ وغیرہ
اور سب میں وہ ضعیف راوی موجود ہے۔ اس راوی کے علاوہ کوئی بھی اس کا طریقہ نہ منوعات کبیر میں ہے
نہ کہیں اور پتہ ہے جیسا کہ گواہ ملے نے ۸ مارچ ۳۳۲ میں جواب جرح خود تسلیم کیا ہے۔

پس یہ مختار مدعا علیہ کا اپنی شہادت اور جرح کے خلاف ملائی قاری پر صریح بہتان اور انتر ہے اور کہیں
بھی انہوں نے غیر ضعیف یا صحیح نہیں فرمایا۔

مذا - مرقاة میں ملائی قاری نے اس پر بحث کی ہے اور ابن حجر کا قول نووی کی تردید میں نقل کیا ہے۔
و ہاں مرقاة میں جس حدیث کی بحث ہے اور جسے امام نووی باطل قرار دے رہے ہیں وہ یہ
حدیث نہیں۔ ولو عاش ابراهيم لكان صديقاً نبياً بلکہ وہ ان الفاظ کی حدیث ہے کہ لو کان
ابراہیم جیسا مکان نبیاً صرف ان الفاظ کی حدیث پر بحث ہے۔ مگر مرقاة کا مسالہ
فرامیں نیز انہیں الفاظ لو عاش ابراهيم مکان نبیاً کے متعلق امام نووی سے مرقاة
موضوعات کبیر میں قواعد مجموعہ میں پر ہی منقول ہے کہ حدیث لو عاش ابراهيم مکان
نبیاً قال النووی فی تہذیبہ ہذا حدیث باطل و جساد علی الکلام بالمغیبات
مجازفة و هجوم علی عظیم و قال ابن عبد البر لا ادري ما هذا اس کے بعد ہے

قال ابن حجر ابن حجر مکی اس حدیث کے متعلق نووی کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ مگر ملاحظہ فرمائیے۔
 نووی کی تائید کر رہے ہیں ملاحظہ ہو۔

مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کی مسلم کتاب موضوعات کبیر مجتبیٰ ص ۵۵

واما قول ابن حجر المکی فبعید جداً ان لا یفہم الامامات الجلیلان مثل هذه المقدمة الخ
 کہ ابن حجر کی یہ تردید بہت ہی بعید از عقل ہے کہ اتنے بڑے بڑے امام امام نووی اور امام ابن عبد البر جیسے
 محدثین یہ معاملہ نہ سمجھیں بہر حال ابن حجر کے قول کو موضوعات میں روکیا ہے، نیز ثابت ملنے کے بعد ہی اس
 حدیث کے متعلق نہیں بلکہ وہ حدیث ہے کہ جس کو میں نے شروع بحث میں لکھا ہے۔ اس متنازعہ فیہ
 حدیث کے وہی تین طرق سب نے حتیٰ کہ ابن حجر نے نقل کئے ہیں اور سب میں وہی ضعیف لاوی ہے۔
 اور حدیث کی تصحیح کسی امام نے نہیں کی۔ بہر حال یہ مغالطہ بھی بے سود رہا۔
 ”ابن ابی اوفی کا قول اس کی صحت کی دلیل ہے“

(الجواب)

اسی جوابی بحث میں اسی شبہ کے بعد تیسرے شبہ کا بیان ایک بیڈنگ قائم کر کے خود مختار مدعا
 علیہ نے لکھا ہے کہ یہ فہم صحابی ہے۔ اور علم حدیث سے واقف شخص پر محقق نہیں کہ فہم صحابی حجتہ نہیں ہے
 اور نہ ہی اس کا قول حجت ہو سکتا ہے جب کہ اس کے مخالفت صحابی کا قول موجود ہے کیونکہ صحابی فہم قرآن و حدیث
 میں غلطی کر سکتا ہے۔

پس اس کے بعد مختار مدعا علیہ کو ابن ابی اوفی کے قول کو صحت حدیث کی تائید بتانے کا کوئی تہمتی رہتا ہے
 یہ محض بے سود ہے دوسرے وہاں اس حدیث یا اس کے الفاظ تک کا پتہ نہیں وہاں تو وہ ایک اپنی رائے
 اور اپنا فیصلہ فرما رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ بخاری شریف جلد ۲ ص ۹۱۴ ہاشمی

وحدثنا اسما عیل قال قلت لابن ابی اوفی اسما عیل بن ابراہیم بن ابی اسلم قال
 مات صغیراً ولو قضی ان یکون بعد محمد صلعم بنی عاش امینہ ولكن لا بنی
 بعد ۵۰

کہ میں نے ابن ابی اوفی صحابی سے پوچھا کہ آپ نے ابراہیم صاحب زادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا فرمایا ہاں
 صغیر سن میں وہ فوت ہو گئے تھے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے فیصلہ میں بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی نبی کا ہو سکتا
 ہوتا۔ تو آپ کے صاحب زادے زندہ رہتے مگر فیصلہ یہ ہے کہ لاجبی بعدی آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم
 کا نبی نہیں ہو سکتا۔

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہاں اس حدیث لو عاش ابراہیم لکان صدیقاً دنیا کا نام و نشان تک بھی نہیں۔ بلکہ تمام اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ بھی فرمان منقول نہیں یہ بھی مختار مدعا علیہ کا متناظر اور سرسبز بہتان ہے۔

۱۲ ان ائمہ کو بھی یقین نہیں جیب ہے تو مختلف الفاظ لکھے

(الجواب)

مختار مدعا علیہ جو چاہے دیدہ و دانستہ یلکواتہ الزام لگائے یہ تاویل ہی مضحکہ خیز ہے ایک امام سے بھی متعنا و امور منقول نہیں نہ آپس میں کوئی تعارض ہے مختلف عیوب ہیں مختلف ائمہ نقل کرتے ہیں۔ جیسے کسی کے متعلق ایک کہے کہ جھوٹا ہے دوسرا کہے دغا باز ہے تیسرا کہے سود خور ہے چوتھا کہے بے نازی ہے ان میں کوئی تعارض نہیں بلکہ وہ شخص اور بھی بے اعتبار ہو جائے گا۔

یوں ہی اس راوی کے متعلق ایک امام کی رائے ہے کہ وہ ثقہ نہیں امام احمد فرماتے ہیں ضعیف ہے امام مسلم متروک الحدیث امام ترمذی منکر الحدیث کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ پس اتنے محقق عیوب اور ضعف کے بعد وہ معتبر کیونکہ ہو سکتا ہے۔

بحمد اللہ ان تمام تاویلات رکیکہ کا جواب ہو گیا۔ اور روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حدیث نہایت مجروح ہے۔ جو کسی طرح معتبر اور قابل استناد اور حجت نہیں چہ جائیکہ صحیح احادیث کا مقابلہ اس سے کیا جاوے۔ یہ مختار مدعا علیہ کے دوسرے شبہ کا جواب ہے جو سند کے متعلق تھا۔

حدیث مذکورہ بالا باعتبار تن اور الفاظ حدیث کے بھی اپنے مدعا کے اثبات میں نص قطعی نہیں۔ پس ایسی دور از کار تاویلات رکیکہ سے ایک محتمل وہ بھی غیر منقول اور خلاف منقول معنی لے کر قطعیات کے ذخیرہ اور نصوص کو کس طرح رد کیا جاسکتا ہے۔ اور سرسبز قطعی آیات و احادیث صحیحہ واضحہ اور اجماع خلف و ملت کے خلاف ایک جدید کفریہ کی اس ضعیف آڑ سے بنیاد ڈالنا کہاں کی دیانت ہے۔ اس حدیث سے مختار مدعا علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قطعی طور پر امکان نبوت ثابت کرنا ہے مگر اس کے متن میں لفظ (لو) موجود ہے۔ اور اس کے قرآن پاک سے متعدد حوالہ پیش کر کے گواہ ۷۱ سے ۸۱ مارچ میں سوال کیا گیا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ۔
لو جس جگہ داخل ہوتا ہے۔ اکثر وقوع نہیں ہوتا۔

اس طرح دوسرا گواہ بھی اس کے فرضی طور پر استعمال کا مؤید ہے۔ لہذا بیان ایک فرضی صورت ہے جس سے امکان یا وقوع مقصود نہیں۔ قرآن پاک اور احادیث میں اس کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔ اور اگر یہاں لو عاش ابراہیم الخ سے امکان نبوت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختار مدعا علیہ کے طرز پر لیا جاوے۔ تو یہ آیت

لو كان فيها الهة الا الله لفسدنا میں خدا کے سوا اور دوسرے مبودان ہی کا بھی امکان نکل آئے گا۔ اگر یہ عذر کیا جاوے کہ دوسرے دلائل توحید واضح اور قطعی موجود ہیں۔ تو ادھر بھی گذارش ہے۔ کہ ختم نبوت کے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ اس قدر موجود ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے ایک لمحہ کے واسطے کوئی مسلمان بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امکان نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے لفظ سے جو عموماً اور اکثر فرضی طور پر استعمال ہوتا ہے۔ امکان کے معنی تمام قرآن و حدیث و اجماع کے خلاف لینا درست نہ ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ محض فرضی ہے۔ امکان میں نص نہیں۔ بخلاف لابی بعدی وغیرہ کے جو امتناع کے واسطے نص قطعی ہیں۔

اور مرزا صاحب کو بھی قبل دعویٰ مسلم ہیں پس یہ امکان نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی طرح دلیل نہیں ہو سکتی۔

مفصل اصل بحث ملاحظہ ہو۔

تاویلات مختار مدعا علیہ

- خلاصہ تاویلات جن کو پہلے شبہ کا جواب کا عنوان دیکر حوالی بحث میں لکھا ہے مندرجہ ذیل ہیں۔
- (۱) یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ بلکہ یہ ہے لو انہم صلبوا الایۃ لو عاش لا اعتقت الخ میں ہے
 - (۲) مقام مدح میں محال اور ناممکن وقوع شئی سے فضیلت کا اظہار عبرت نہیں۔ جیسے ایک ایعت اسے پاس پاس شدہ کی وفات پر کہا جاوے کہ اگر یہ زندہ رہتا۔ تو ضرور بی اسے پاس کر لیتا۔ اس سے ہر عاقل و فرزندانہ یہ سمجھ گیا۔ کہ بی اسے کوئی درجہ ہے۔ جیسے وفات شدہ طالب علم جو ہر موت حاصل نہ کر سکا۔ نہ یہ کہ بی اسے کوئی درجہ نہیں۔ اس کا حصول ناممکن ہے۔
 - (۳) یہ کیا ضرورت ہے کہ نبی کی اولاد بھی ضرور نبی ہو۔ کہ ان کی وفات کی علت نبی نہ ہو سکتا۔ قرار دیا جاوے
 - (۴) اگر یہی درجہ وفات کی تھی۔ تو ان کو پہلے سے پیدا کر نبی کیا ضرورت تھی۔ جب کہ انہیں اس ڈر سے مارنا پڑا کہ کہیں نبی نہ ہو جاوے۔

(الجواب)

اولاً ہم اس حدیث کو صحیح تسلیم ہی نہیں کرتے۔ یہ جواب تو آپ کے اصول پر صحیح تسلیم کر کے پیش کیا گیا ہے تاکہ مغالطہ نہ ہو۔

دوسرے مفصل و مرتب جواب یہ ہے کہ

تناوبی ملے یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ الخ

الجواب

کلیہ نہ ہی اکثر یہ تو مختار مدعا علیہ کو بھی بحقیقت گواہ مدعا علیہ سلم ہے۔ لہذا جب کہ عدم امکان احتمال اکثر یہ پیدا ہو گیا تو یہ مدعا کے واسطے ناقل اور نفس مرتب نہ ہوا۔ کیونکہ یہاں تو احتمال اکثر ہی موجود ہے۔ ادنیٰ احتمال بھی استدلال کو باطل کر دیتا ہے۔ کہ اذا جماع الاحتمال بطل الاستدلال۔ احتمال پیدا ہونے سے استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ پھر یہ احتمال نہ اکثر یہ احتمال ہے۔ بلکہ قرآن پاک۔ احادیث صحیحہ اقوال سلف و خلف بلکہ اجماع امت کی اس کے ساتھ تائید موجود ہے۔ پس ایک آدمی مثال میں وقوع بھی مان لیں۔ تو بھی استدلال اور اثبات مدعی میں نفس نہیں ہو سکتا۔ یہی ہمارا مدعا تھا جو اب بن نہ آیا۔ معاملہ وہی کی ناکام سہی شروع کر دی۔

۲۔ مقام مدح میں محال اور ناممکن المحصول بنفسے فضیلت کا اظہار عبث ہے الخ

(الجواب)

سبحان اللہ! قابل علم معانی و بلاغت کے خلاف دانستہ یہ بات مختار مدعا علیہ نے کہہ دی ہے۔ اس میں نہ تو صرف مدح بلکہ کمال مدح ہے۔ کہ ممدوح کے اندر وہ کمالات و دبیعت تھے۔ کہ اگر وہ زندہ رہتے۔ تو سب کچھ انسانی فضائل حتیٰ کہ ناممکن حصول فضیلت بھی حاصل کر لیتے۔ جس کا اب حاصل کرنا ناممکن ہے۔ مثال کے لیے اُسی تقبیٰ کا قول پیش ہے جس سے مختار مدعا علیہ نے بحقیقت گواہ استناد کیا ہے۔ اور اپنی دلیل میں لایا ہے۔

ولو طائر ذوا فر قبلہا ،

طارت و لکن تالم یطیر

کہ اگر ٹاپل والا جانور اڑ سکتا۔ تو یہ بھی گھوڑا اڑتا۔ مگر ٹاپلوں والا اڑا نہیں کرتا۔ دیکھئے مقام مدح میں مبالغہ فی المدح کے واسطے ناممکن المحصول فضیلت پیش کی ہے۔

معانی کے کتب کا مطالعہ فرمایا جاوے۔ بے شمار اختلاف اس قسم کے موجود ہیں۔ بخوف طوالت ذکر نہیں کرنا اسی قبیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں لو کان بعدی نبی لکان عرو من الخطاب ؑ۔ ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو عمر بن الخطاب ہوتے حالانکہ لا نبی بعدی سے ہر قسم کی نبوت ملنے کا دروازہ بند ہو چکا تھا اس کے علاوہ قرآن و حدیث میں متعدد مثالیں موجود ہیں جنہیں بخوف طوالت ذکر نہیں کرتا اور نہ یہ جواب میری بحث کے مطالعہ کے بعد قابل التفات ہی رہتا ہے۔

میں نے بعینہ اس جیسی ایک مثال شر سے اور ایک سلم قرعین صحیح حدیث پیش کر دی ہے۔

باقی یہ کہنا کہ الیت اسے پاس شدہ کی موت پر یہ کہا جائے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو ضروری اسے پاس کرتا اس لیے اس درجہ کے حصول کا امکان پایا جاتا ہے۔

اولاً تو سابق جواب اس کے واسطے کافی ہے مزید وضاحت کے واسطے مختصر گزارش ہے کہ اس تعبیر میں اس کی استعداد بنی اسے پاس کر سکنے کا اعتراف ہے کہ اگر زندہ رہتا تو اس کی استعداد بنی اسے پاس کر لیتی تھی ہاں اگر کلاس ہی توڑ دیا گیا اس میں اس کے کسب و استعداد کو کوئی دخل نہیں نہ اس کی فضیلت میں کوئی فرق آتا ہے۔

جیسے کہ حضرت فاروق اعظم میں کمالات نبوت بدرجہ اتم موجود تھے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو فاروق اعظم نبی ہوتے (لو کان بعدی بنی لکان عمر بن الخطاب)

مگر یہ کلاس ہی توڑ دیا گیا یہ دروازہ ہی خاتم النبیین لا نبی بعدی اور لا نبوة بعدی انقطعت النبوة والرسالة سے ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا پس لو عاش ابراہیم الخ اگر بالفرض صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ مطلب ہو گا کہ کمالات نبوة ان میں موجود تھے اگر وہ زندہ رہتے تو نبوت کے حق وار ہوتے۔ یعنی اپنی استعداد کی وجہ سے ہاں انداد یا نبوة اس کو ضرور مانع ہے اس میں ان کے کمالات کی کوئی تنقیص نہیں۔ میرے خیال میں یہ جواب بہت کافی ہے اور دراصل میں نے اسے اصل بحث میں واضح کر دیا تھا مگر محتار مدعا علیہ نے بلفظ باوجود جواب ہو جانیکے شہادت سے پھر نقل کر دیا۔ یہی قصہ تقریباً اور تمام مباحث میں کیا گیا ہے۔

ع ۲۔ بنی کی اولاد کا بنی ہونا کب ضروری ہے الخ

(الجواب)

یوں ہی مسلمان بھی کہتے ہیں کہ بنی کی امت سے بنی ہونا کب ضروری ہے مگر مرزا صاحب کے مرید یہ جواب دیتے ہیں کہ پہلی امتوں میں بنی ہوئے ہیں۔ لہذا اگر ضروری نہ ہوگا اگر ایک فضیلت ضرور ہے جس کا نہ ہونا ایک قسم کی تنقیص ہے یہی جواب اس کا خیال فرمائیں کہ بنی کا بیٹا بنی ہونا ضروری نہیں مگر فضیلت ضرور ہے اور اسے مقام فضیلت میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ (الکریم ابن الکریم یوسف ابن یعقوب ابن اسحاق ابن ابراہیم) مقام مدح میں بنی کا بیٹا بنی ہونا مذکور ہے۔

پس گونجی کے بیٹے کا بنی ہونا ضروری نہ ہے مگر اس میں فضیلت ضرور ہے کہ دیگر انبیاء کو یا ان کی اولاد کو یہ شرف ملے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مل سکے مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے اور باب نبوت آپ پر مسدود ہو چکا تھا پس اس کی تلافی باری تعالیٰ نے یوں فرمائی کہ انہیں قبل سن نبوت وفات دیدی اور اپنے بنی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان کے کمالات نبوت سے متصف ہونے کا اعلان کر دیا کہ لو عاش ابراہیم لکان صدیقاً نبیاً جس کی شرح محتار مدعا علیہ کی پیش کردہ موضوعات

کہ میں اسی جگہ اسی صفحہ پر لیل موجود ہے جسے مختار مدعا علیہ نیز گواہان مدعا علیہ نے قطع و برید کر کے معطلہ دیا ہے۔
 قوله تعالى ما كان محمد اباً احداً من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين
 فانه يوحى اليه بانه لو بعث له ولد ولا يصل الى مبلغ الرجال فان ولده من
 صلب يقتضى ان يكون له قلب كما يقال الولد من زلا بعد ولو عاش وبلغ اربعين وصادفياً
 لزم ان لا يكون نبياً خاتماً للنبيين - (موضوعات کبیر مجبئی ص ۵۵)

ترجمہ۔ وکان رسول اللہ وقائم النبیین کیونکہ یہ اس بات کی طرف مبشر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بھی لڑکا زندہ
 نہ رہا کہ مرد بالغ کی حیثیت تک پہنچا کیونکہ آپ کا صلبی بیٹا آپ کے قلب کا جو ہوتا تھا جیسا کہ اولاد سر لا بیہ کہتے ہیں
 اور اگر وہ زندہ رہتا تو چالیس سال تک پہنچنے اور نبی ہوتے تو لازم آتا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین
 نہ رہیں الخ

پس اس عبارت سے جواب بالکل مکمل اور واضح ہو گیا اور خود مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کی یہ مسلم اور
 پیش کردہ چیز ہے فلتد الحمد۔

۵ اگر یہی وجہ تھی تو پیدا کر نیکی کی ضرورت تھی جب کہ انہیں اس ڈر سے مارنا پڑا کہ نبی نہ ہو جائیں۔

۱۰ الجواب

(۱) یہ خدا تعالیٰ سے پوچھیں کہ انہیں کیا ڈر تھا اور کیوں پیدا کر کے اس وجہ سے مار ڈالا۔

(۲) قرآن پاک میں حضرت موسیٰ اور خضر کے واقعہ میں ہے کہ ایک جگہ حضرت خضرؑ نے ایک نوجوان
 بچہ کو قتل کر ڈالا اور پھر بعد کو اس کا جواب یہ فرمایا کہ واما الغلام فكان ابواه مؤمنین فخشينا
 ان يهرقهما طغيانا وكفراً (آلہ ۱۰۶ کہف) ملاحظہ
 فرمائیں کہ اس بچہ کو صرف اس وجہ سے قتل کیا کہ وہ بڑا ہو کر اپنے ماں باپ کو گمراہ اور کفر میں ملوث نہ
 کر دے۔

بہی اعتراض اہل باطل شیطان اور دجال وغیرہ کی پیدائش پر کرتے ہیں۔

سہ چوبش نوی سخن اہل دل گو کہ خطا است

سخن شناس نہ دلبر خطا اینجا است۔

مختار مدعا علیہ کو چاہئے کہ اس کا فائدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غلام سے پوچھ لے۔

اصل یہ ہے کہ آپ کے اولاد ذکر کے نہ ہونے پر کفار کا ایک طعنہ تھا کہ اولاد نبی نہ ہو ایک دینی بڑی

برکت ہے اس سے مدعی محبوبیت کیوں محروم ہے اللہ نے اولادِ نرینہ عطا فرمائی۔ پھر ان کی وفات پر بھی غضنہ زون تھے کہ محبوب خدا کو یہ صدمہ کیونکر ہوا پس اس کا جواب بارگاہ رسالت سے یہ دلوایا کہ لو عاش ابراہیم نکان صدیقاً بنیاً۔

اقلہ یہ بھی ایک نکتہ ہے اللہ کے راز و نیاز اور اسرار اللہ کے سوا مخلوق کی قدرت نہیں کہ سمجھ سکے اور نہ ہم ان علل و نکات و حکم کے مکلف ہیں۔ بحمد اللہ مکمل اس کا جواب ہو گیا اور اچھی طرح وضاحت ہو گئی اس حدیث سے امکان نبوت یا خاتم النبیین کے معنی مختار مدعا علیہ کے استدلال کے مطابق سے لینا نہ صرف غلطی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرا ہے۔ (معنا بھی یہ حدیث مثبت مدعا نہیں۔)

اس سلسلہ میں مفصل دلائل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا ہوں جن کا اعادہ نہیں کرتا۔ مختصر یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب جو مختار مدعا علیہ پیش کرتا ہے وہ محض غلط ہے کیونکہ وہ صحابہ کرام جو وقت وفات صاحب زادہ ابراہیم وہاں موجود تھے وہ بھی یہ مضمون نہ سمجھے حالانکہ بالاتفاق صحابہ اذکیاء امت سے ہیں بلکہ وہ بالکل اس مضمون کے خلاف اظہار فرماتے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو بخاری ج ۲ ص ۹۱۴ حد ثنا اسماعیل الخ و ابن ماحدہ یعنی اسماعیل تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اوفی صحابی سے پوچھا کہ کیا آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے ابراہیم کو دیکھا تھا فرمایا ہاں صغیر سی ہیں وہ فوت ہو گئے تھے اور اگر اللہ کے فیصلہ میں کسی کا نبی ہو سکتا بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا تو آپ کے صاحب زادے زندہ رہتے مگر فیصلہ لاجبی بعدی ہے کہ آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔

(بخاری شریف)

پس تمام صحابہ کے خلاف اس حدیث کا یہ غلط مطلب لینا کیونکر درست ہو گا۔

مختار مدعا علیہ کی ایک تاویل اور صحابہ کرام کی شان میں گستاخی

(خلاصہ تاویلات)

- (۱) مخفی نہیں ہے کہ نہم صحابی صحبت نہیں۔
- (۲) ابن ابی اوفی کا قول حجت نہیں کیونکہ اس کے خلاف صحابی کا قول موجود ہے۔
- (۳) صحابی نہم القرآن اور حدیث میں غلطی کیا کرتے تھے (بعض مسئلہ برغم خود اس کے متعلق)
- (۴) قول عائشہ اس مفہوم کے خلاف موجود ہے۔

(الجواب)

اجمالاً۔ اولاً یہ گزارش ہے کہ اس کے یہ کہہ دینے سے کہ صحابہ فہم قرآن اور حدیث بنی غلطی کرتے ہیں اصل مدعا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ کوئی شخص اسے تسلیم بھی کرے تو اس سے کیا یہ ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ جو مطلب خود ساختہ امکان نبوت پیش کرتا ہے جس کا موبہ تیرہ سو سال میں ایک متنفس بھی نہیں وہ درست ہو جائے گا اور عیاذاً باللہ صحابہ تو مطلب بزرگ مختار مدعا علیہ قرآن اور حدیث کو صحیح نہ سمجھتے ہیں مختار مدعا علیہ کو کیا حق حاصل ہے کہ کہے کہ میں صحیح سمجھتا ہوں نیز مختار مدعا علیہ تو بزرگ اپنے نبی کے خود بھی صحابی ہے کیونکہ وہ فرما گئے ہیں نہ

فمن دخل فی جماعتی دخل فی صحابۃ سید المرسلین۔ خطبہ العامیہ
کہ جو میری جماعت میں شامل ہوا وہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں داخل ہو گیا پس یہ بھی تو اسی غلطی کرتے والی جماعت میں شامل ہو گئے۔
۱۔ مخفی نہیں کہ فہم صحابی حجتہ نہیں۔

(الجواب)

بہال اس بحث میں میں اس دقت نہیں الجھتا کہ فہم صحابی کہاں حجت ہے کہاں نہیں اور اس کے کیا سختی ہیں۔ میں تو یہ صرف گزارش کرتا ہوں کہ قرآن پاک کی قطعی آیات احادیث مرفوعہ صحیحہ قطعیہ متواتر اجماع صحابہ بلکہ اجماع امت کے موافق یہ فہم ابن ابی اوفی صحابی ہے اور انہوں نے تائید میں اسی سلم قریقین حدیث لاتی بندہ یا بعدہ کو پیش کیا ہے۔ پس اس کے رد کے معنی نہ صرف ان کی تحقیق بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ امت اور قرآن پاک کے رد کرنے کے ہیں۔

اور مختار مدعا علیہ کا صرف یہ کہہ دینا کہ مخفی نہیں یہ کوئی دلیل تو نہیں جب تک کوئی اپنا مؤید حوالہ قواعد اصول حدیث سے پیش نہ کرے اور طریقہ نہ کر سکا۔

(۲) نیز یہ مضمون کہ صاحب زادہ کی وفات بوجہ انداد باب نبوت ہے صرف انہیں سے منقول ہے اس کے خلاف کوئی ایک صحابی کی آواز نہیں پس ایسا نیز مختلف فیہ مضمون کیونکہ حجت نہ ہوگا۔
مزید برآں مختار مدعا علیہ کا اپنا مطلب تو اپنی اثبات دعائیں صریح اور حجت نہ رہا ہذا یہ حدیث ان کے واسطے تمام صحیح احادیث کے خلاف اپنی معنی میں صریح اور حجت نہ بن سکی۔
۳۔ ابن ابی اوفی کا قول حجت نہیں ہے کیونکہ اس کے خلاف صحابی کا قول موجود ہے۔

(الجواب)

یہ مناظرہ دینے کے واسطے ہے۔ ورنہ کسی ایک صحابی سے اس بارہ میں اس مضمون کے خلاف ضعیف سے

ضعیف اور موضوع تک روایت نہیں نہ مختار مدعا علیہ نے شہادت سے بحث تک پیش کی۔
۳ صحابی فہم قرآن و حدیث میں غلطی کرتے ہیں۔

(الجواب)

محض غلط ہے صحابہ اذکیا امت سے ہیں اور احادیث و نزول قرآن کے عینی شاہد اور مختار مدعا علیہ جس مثال سے
مناظرہ دینا چاہتا ہے وہ محض ناواقفی پر ہی ہے نہ اس کا وہ مطلب ہے جو سمجھ رہا ہے۔ اس سے کسی نے قول صحابی کا حجت
نہ ہونا نہ نکالا اور اگر ان کا قول جنت ذر بے تو سارا دین ہاتھ سے جاتا ہے کیونکہ تمام دین کے اولین مشاہد صرف صحابہ کرام
ہیں اور اصول ہے کہ جس بات کو غیر مضبر ثابت کرنا ہو تو اس کے گواہوں کو مجروح کر کے غیر مضبر ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔
۴ قول عائشہ اس مضمون کے خلاف موجود ہے۔

(الجواب)

محض جھوٹ اور افتراء اور بہتان ہے کہیں ذخیرہ حدیث میں حضرت صدیقہ کا ایک قول بھی اس مضمون مخصوص کے
متعلق منقول ہی نہیں رہا ہے کہ مخالف و موافق اگر مختار مدعا علیہ اس سے و قولوا خاتوا النبیین ولا
تقولوا لابی بعدی سمجھ رہا ہے تو یہ غلط ہے وہاں تو اس مضمون کا پتہ ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونا فیصل شدہ ہے نہ اس لیے صاحب زادہ ابراہیم کا انتقال ہو گیا ہے۔ بلکہ اس قول میں
اس مضمون کا کوئی اشارہ بھی نہیں نیران کا یہ قول صحیح سند سے ثابت بھی نہیں کیسی حدیث کی معتبر کتاب میں یا صحاح ستہ وغیرہ
میں اس کا وجود ہے نہ اس کے سوائے اس کے کوئی اور مطلب ہے کہ آپ کا نقیب خاتم النبیین خدا کا دیا ہوا ہے وہی زبان
سے کہو اور مقام مرح میں لابی بعدی کا نقیب نہ استعمال کرو کیونکہ خدائی الفاظ مخلوق کی تعبیر سے زیادہ جامع ہیں اگر لابی بعدی
میں صرف خاتمیت زمانی ہے تو خاتم النبیین میں ذاتی اور زمانی دونوں موجود ہیں۔ مفصل بحث اپنی جگہ پر ہے شاء اللہ آئے گی۔
غرض یہ قول بالکل بے ربط اور غیر متعلق ہے۔ پھر یہ کہنا کہ اگر یہ غلط ہوتا تو صحیح بخاری جیسی مستند و معتبر کتاب میں
ابن ابی اونی اور ابن ابی اونی کا یہ فیصلہ نقل نہ کیا جاتا۔

(الجواب)

پس اس سے ثابت ہو گیا کہ اس اثر ابن ابی اونی کا کوئی بھی جواب مختار مدعا علیہ کے پاس نہیں ہے۔
اس کی تائید کے واسطے شہاب اور ملا علی قاری گو وہ مدعا علیہ کے نزدیک بھی امام حدیث یا جرح و تعدیل
یا کم از کم حافظ حدیث بھی نہیں تیز قلع و برید کر کے یہ مطلب ملا علی قاری کی طرف منسوب کیا ہے ورنہ ان کا بھی صاف
فیصلہ بالکل وہی ہے جو ابن ابی اونی صحابی کا ہے۔

اصل عبارت ملاحظہ ہو و لو عاش و بلغ اد بعین و صادر نبیاً لئلا یكون نبیا خاتم النبیین

(موضوعات کبیرہ مجتہدانی ص ۵۸)

اگر صاحب زادہ ابراہیم زندہ رہتے اور چالیس سال کو پہنچتے اور نبی ہوتے تو لازم آتا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں رہا بلکہ وہی مضمون ہے۔ جو صحابی نے نقل کیا۔ یہ حوالہ گزر چکا ہے۔

بس یہاں قطع و یرید کر کے صرف مختار مدعا علیہ متاظر دے کر ایسے بزرگ پر بہتان مالدھنا چاہتا ہے در نہ صرف اسی ایک رسالہ میں یہ ہے جس کا موضوع بحث بیان عقائد نہیں بلکہ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری جو عقائد میں ہے نیز مرقات جو شرح حدیث ہے اس میں صاف تصریح ہے کہ خاتم النبیین اور لابی بعدی کے معنی آخری نبی کے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کا مدعی نبوت کافر ہے ملاحظہ ہو حوالہ شرح فقہ اکبر پیش کردہ گواہ مدعیہ ۱ و ۲ و ۳ و ۴ نیز مرقات تحت شرح لابی بعدی۔ مفصل حواجیات اپنے اپنے محل پر آئینگے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ہوئیں نے پیش کیا ہے دراصل یہی حق ہے

ممکن ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ مرزا صاحب کی عداوت کیوجہ سے ازراہ تعصب مسلمان یہ مطلب دیتے ہیں اس لیے میں ایک نہایت ہی مختصر و مستند احمدی کا حوالہ پیش کرتا ہوں جس سے مختار مدعا علیہ ہرگز انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مرزا صاحب نے ان کی بے حد تعریف کی ہے اور کوئی معمولی وغیر مسلم بھی نہیں نہ صرف احمدی بلکہ امیر جماعت احمدیہ جناب محمد علی صاحب ایم اے۔

اپنی کتاب آخری نبی کے حوالے سے تا ص ۱۸ فلاں پر اسی حدیث کے متعلق باوجود مرزا صاحب پر ایمان لانیکے مندرجہ ذیل تحقیقات پیش فرماتے ہیں۔

عبارت رسالہ آخری نبی

اب میں میاں صاحب کی اس شہادت کو لیتا ہوں۔ یہ ابن ماجہ کی حدیث ہے لوعاش ابراہیمو لکان صدیقاً نبیاً پہلا سوال یہ ہے کہ کیا اس سے میاں صاحب کے خاتم النبیین کے معنی مل ہو گئے۔ کیا اس حدیث نے بتا دیا کہ خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے لوگ نبی بنایا کریں گے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اس کے پیش کرنے سے کیا حاصل نہیں تو اجماع کے خلاف رسول کریم کی وہ آواز پیش کرنی چاہیئے جو ان کے معنی کو صحیح ثابت کرے۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ یہ روایت کوئی ایسی اعلیٰ پایہ کی نہیں اول تو صرف ابن ماجہ کی روایت ہے اور کسی کتاب میں نہیں۔ دوسرے اس کے راویوں میں ابو شیبہ ابراہیم ہے جسے متروک الحدیث قرار دیا گیا ہے، ایسی کمزور حدیث کو اس قدر اعلیٰ پایہ کی احادیث کی تردید میں پیش کرنا سخت جرات ہے۔

تیسری بات قابل غور یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد کیا ہے۔ اتنا تو میاں صاحب کو مسلم ہے کہ یہ فرض کے

طور پر بے گریہاں صاحب ایک قانون اپنے دماغ سے بنا کر سب سے پہلے اسے منوانا چاہتے ہیں » جو بات اپنی ذات میں ناممکن ہو اس کو شرطیہ طور پر بھی نہیں کہہ سکتے » سب سے مشکل میاں صاحب کی تحریر کے جواب میں یہی ہوتی ہے کہ وہ بغیر کسی بات کے پروا کرنے کے قانون بناتے چلے جاتے ہیں » مریدوں کی کیا جرأت کہ دریافت کہیں کہ یہ قانون کہاں لکھا ہوا ہے بفرض محال یا بفرض تو بیسیوں دفعہ میاں صاحب اور ان کے مریدوں نے استعمال کیا ہو گا مگر جب میاں صاحب نے کہہ دیا » جو بات نہ ہوتی ہو وہ شرطیہ طور پر بھی نہیں کہہ سکتے تو مریدین بھی دم بخود ہیں مرید کی کیا مجال کہ سوال کرے » قل انی اخاف ان عصیت دبی عذاب یوم عظیم تو کیا قرآن شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے کہ بے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں تو کیا میاں صاحب کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا ہی ممکن تھا۔

لن اشرکت لیجعلن عملک اگر تو شرک کرے تو تیرا عمل جہنم ہو جائے تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرک کرنا بھی ممکن تھا۔ ان کان للرحمن ولد فان اول العابدین اگر رحمن کا بیٹا ہوتا تو خدا کا بیٹا ہونا بھی ممکن ہے اور سب سے بڑھ کر لو کان فیہما الہة الا اللہ لفسدتا اگر (زمین و آسمان) دونوں میں سے سولہ خدا کے مبعود ہوتے تو ان کا نظام گھڑ جاتا تو کیا اور خدا بننے بھی ممکن ہے اس حدیث کے الفاظ بالکل اس آیت کے مطابق ہیں تو جیسے آیت میں یہ بتایا کہ جس طرح فساد کا ہونا ناممکن ہے اسی طرح مفساد کا ہونا بھی ناممکن ہے اس طرح حدیث میں بتایا کہ جس طرح آنحضرت کے بعد نبی کا ہونا ناممکن ہے اسی طرح خود ابراہیم کا زندہ رہنا ناممکن تھا میاں صاحب اپنی غور کر لیتے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب کہ حضرت ابراہیم فوت ہو چکے تھے اگر حضرت ابراہیم کی زندگی میں ایسے لفظ فرماتے تو کہا جاسکتا تھا کہ لو بھنے ان و محض شرطیہ ہے لیکن جب حدیث صاف بتاتی ہے کہ ابراہیم کی وفات کے بعد آپ نے فرمایا تو اس سے خود ظاہر ہے کہ اس وقت فرمایا جب یہ ثابت ہو چکا کہ ابراہیم زندہ رہنا ناممکن تھا پس جب وہی ناممکن ہے تو لو کان نبیا غونا ممکن ہو اور میاں صاحب نے محض اس حدیث سے اپنا مطلب نکالنے کیلئے کو شرط کے لیے قرار دیا ہے حالانکہ کو امتناع کے لیے بھی آتا ہے تو کیا معنی وہ لینکے جس سے یہ حدیث بھی دوسری حدیثوں کے مطابق ہو جائے یا وہ جس سے اعلیٰ پایہ کی حدیثیں رد کی گئی ہیں پھینکی پڑیں۔

چہارم ابن ماجہ نے اس روایت سے بیشتر عبد اللہ ابن ابی اوفی کا اثر بیان کیا ہے۔

قال مات، هو صغیرہ لوقضی ان یکون بعد محمد صلعم نبی لعاش ابنہ ولكن لا بنی بعدہ یعنی ابراہیم نے) وفات پائی اور وہ چھوٹا تھا۔ اور اگر یہ مقدر ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہو تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جس سے معلوم ہوا کہ ابو شیبہ والی روایت میں الفاظ ٹھیک محفوظ نہیں رہے اس دوسری روایت

کو بخاری نے بھی لیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ صحیح یہی ہے۔ میاں صاحب خوب جانتے ہیں کہ احادیث قصص ایسی محفوظ نہیں جیسی وہ احادیث جن کا تعلق عقائد و اعمال سے ہے تو ایک متروک راوی کی حدیث کو لے کر اس پر اس قدر زور دینا اور پھر اس کے معنی بھی بجائے دوسری احادیث کے مطابق کرینے ان کے خلاف تکانا اجتہاد نہیں کہلا سکتا یہ غرض پرستی ہے غلطی تو بلاشبہ ہر شخص کو لگ سکتی ہے اور ای کا استدلال بھی غلط ہو سکتا ہے مگر یہاں عمداً چالیس احادیث کی ٹھہاڑ کو چھپا کر سب اعلیٰ پایہ کی احادیث کو ایک متروک الحدیث راوی کی حدیث سے رد کر نیکی کو شش کی کی گئی ہے جو اجتہاد کی دیانت داری کے خلاف ہے۔ نوی جیسے امام نے اس حدیث کو جسارت کہا ہے اور ابن عبد اللہ نے اس کا انکار کیا ہے اور اس کا راوی متروک الحدیث ہے تو اول حدیث ایسی مجروح اور پھر اس کے معنی صاف کرنے کے لیے دوسری روایات موجود جن میں صاف لفظ ہیں کہ اگر یہ مقدم ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہے تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا جس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کے بعد نبی نہیں ہو سکتا بایں صرف ان کے خلاف بلکہ دوسری حدیث صحیحہ کے خلاف جو تو ترکی مذکور پہنچ گئی ہیں میاں صاحب نے اس کے معنی کر کے اپنی مطلب برآری کے لیے اخفاء حق سے کام لیا ہے۔ میں نے کہا ہے کہ حدیث مجروح ہے اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو منہ صاف ہی یعنی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونا مقدم تھا نہ ابراہیم کا زندہ رہنا اس معنی کی تائید میں بخاری اور خود ابن ماجہ کا اثر پیش کیا ہے اس کے صحیح ہونے پر قرآن شریف کی آیت لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا پیش کی ہے اور بتایا ہے کہ تو امتناعی ہے پھر اس ایک اکیلی حدیث کے معنی چالیس حدیثوں کے خلاف نہیں کیے جا سکتے بلکہ اس معنی کے جو میاں صاحب کرتے ہیں بالکل خلاف دوسری حدیث پڑی ہوئی ہے لو کان بعدی بنی لکان عمر اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ تو یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا اور دوسری طرف یہ فرمائی کہ اگر ابراہیمؑ زندہ رہتا تو نبی ہوتا اگر ابراہیمؑ زندہ رہ کر نبی ہو سکتا تھا تو حضرت عمرؓ باوجود زندہ رہنے کے نبی کیوں نہ ہوتے اور اگر یہ کہا جائے کہ نبوۃ بھی گوی کی طرح خاندانی ورثہ ہوتی ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے متعلق یہ الفاظ کیوں استعمال فرمائے۔ پس ابراہیمؑ کا زندہ رہنا اور نبی ہونا ناممکن تھا تو حضرت عمرؓ کا زندہ رہے تو ضرور تھا کہ نبی ہوتے اور اس حدیث لو کان بعدی بنی لکان عمر کو میاں صاحب نے صحیح تسلیم کر کے حسب ذیل جواب کبھی دیا تھا۔ جواب شاید یاد نہ ہو اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فوراً ہی آپ کی جماعت کو سنبھالنے کے لیے کسی نبی کی ضرورت ہوتی جس طرح حضرت موسیٰؑ کے بعد تھی تو حضرت عمرؓ ہی آپ کے بعد نبوت کے مقام پر ترقی پاتے لیکن چونکہ آپ ایک ایسی جماعت کو تیار کر کے رخصت ہونے والے تھے جو اپنی نیکی اور تقویٰ میں حضرت موسیٰؑ کی جماعت سے کئی درجہ زیادہ تھی اور مکمل تھی اس لیے آپ کے بعد فوراً کسی نبی کی بعثت کی ضرورت نہ تھی۔

تو اب سوال یہ ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو وہ فوراً بعد نبی ہوتے جس کی بقول میاں صاحب ضرورت نہ تھی یا مسیح موعود کے بعد نبی بنتے کیونکہ تیرہ سو سال تک کسی نبی کی ضرورت پیش نہ آئی تھی اس کا جواب

قابلاً یہی دیا جائے گا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد نبی کی ضرورت نہ تھی اس لیے ابراہیم فوت ہو گئے۔ تو پھر یہ ماننے میں کیا مصیبت پیش آتی ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق نبی کی ضرورت نہ تھی اس لیے فوت ہو گئے اور اگر اس حدیث سے اسکاں نبوت ہی نکلتا ہے تو وہ فوراً بعد ہونے کا امکان ہے مگر فوراً بعد کوئی نبی نہ ہوا اب یہ فیصلہ میاں صاحب خود کرینگے کہ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کی ضرورت ہی نہ تھی تو آنحضرت نے یہ کیوں فرمایا۔

یہ تو حدیث کی شہادت ہے۔ میاں صاحب صرف ایک مجروح حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے سارے اقوال کو کن کی صحت سے وہ بھی انکار نہیں کر سکے رد کرنا چاہتے ہیں غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے یا خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونے کے خلاف میاں صاحب کے ہاتھ میں ایک تنکے کے وزن کے برابر بھی شہادت نہیں مگر اس تنکے سے وہ اس پہاڑ کو اڑانا چاہتے ہیں جس پر اجماع امت کی بنیاد ہے اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ اس حدیث میں بھی وہ معنی خاتم النبیین کے نہیں کئے گئے جو میاں صاحب کرتے ہیں۔ تو اگر ایک مجروح حدیث میاں صاحب نے بہت سی صحیح احادیث کے خلاف پیش بھی کر دی تو کیا اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ میاں صاحب حق بجانب ہیں وہ تو اس وقت حق بجانب ہوں گے جب چالیس نہ سہی چارہ سہی ایک ہی حدیث اور حدیث نہ سہی ایک ہی قول کسی صحابی کا پیش کر دیں کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں وہ شخص جس کے اتباع سے آئندہ لوگ نمایاں جایا کرینگے مگر وہ یاد رکھیں کہ وہ قیامت تک بھی کتابوں کی ورق گردانی کریں تو بھی ایک کمزور سے کمزور بلکہ موضوع حدیث تک بھی اپنے معنی کی تائید میں پیش نہیں کر سکتے اور جب تک وہ پہلے ایسی حدیث پیش نہیں کرتے اس وقت تک ان کا اعلیٰ پایہ کی ایک دوسرے کی موید حدیثوں کی بعید از قیاس تاویلیں کرنا یا ان کی طرف تو جہت نہ کرنا دین میں رخصت انداز ہی ہے پہلے اپنے ساری نظارتوں کو اس قدر تلاش میں لگائیں کہ ایک حدیث کہیں سے خاتم النبیین کے ان معنوں کو بیان کرنے والی نکال لاؤ جو انہوں نے ایجاد کئے ہیں اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کے مقابلے میں آپس میں اپنے ایمان کی فکر کریں کہ اپنی رائے کے اتباع میں وہ رسول خدا کے الفاظ کو کس طرح عمداً پیٹھ کے پیچھے چھینک رہے ہیں۔

”خاتم النبیین کے صحیح معنے“

اس بیڈنگ کے تحت مختار مدعا علیہ نے اُن مستند و معتبر و مسلم علم لغات کے حوالہ معالہ دے کر بیکار ثابت کرنیکی
لاحاصل سعی کی ہے جو اس امر میں نص قطعی تھی کہ اصل و تحقیقی معنے خاتم کے خواہ بفتح التاء بڑھا جائے یا بالکسر آفر کے
آتے ہیں اور خصوصیت سے اس لفظ خاتم النبیین میں تمام ماہرین فن لغت کا فیصلہ قطعی ہے کہ اس کے معنے یہاں
زینت یا مہر کے نہیں بلکہ آخر الانبیاء کے ہیں اور ماہرین فن لغت کا فیصلہ معتبر ہو سکتا ہے نہ مختار مدعا علیہ
کی رائے خود مرزا صاحب تصریح فرماتے ہیں کہ -

”ہر ایک فن میں اس کے ماہر کی شہادت معتبر ہوتی ہے“ حاشیہ برکات الدعا ص ۱۲
ائمہ لغت کے فیصلہ کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل آٹھ (۸) لغت کے حوالہ پیش کئے گئے ہیں -
(۱) قاموس (۲) منتھے الارب (۳) مجمع البحار (۴) منجد (۵) مفردات (۶) محیط القطر اور یہ کتب مذکورہ
گواہ ۱ کے سامنے ۸ مارچ ۱۳۲۰ء اور گواہ ۲ کے سامنے ۲۷ مارچ ۱۳۲۰ء میں پیش ہو چکی ہیں۔
البتہ مفردات امام راغب اصفہانی حرف گواہ ۱ کے سامنے ۲۷ مارچ کو پیش کی گئی اور اُس کا یہ
بھی اقرار موجود ہے کہ یہ حرف معانی قرآن کی لغت ہے۔

یہ وہی کتاب ہے جس کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں کہ اس جیسی کتاب مفردات
قرآن اور اُس کے لغات میں روئے زمین پر نہیں لکھی گئی۔

ان تمام کتب میں یہ نہیں کہ صرف خاتم یا خاتم کے معنے بتا دئے ہوں بلکہ ترجمہ کے ساتھ عرب کا محاورہ
بھی پیش کر رہا ہے جس شرط کے لحاظ سے تمام کتب لغت معتبر ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱ مدعا علیہ ۲۶ مارچ
۱۳۲۰ء۔

”در بشرطیکہ وہ کسی لفظ کا ترجمہ کرتے وقت کسی عرب کے کلام یا محاورہ سے اشتہاد پیش کر میں اور
بطور سند پیش کریں۔“

اصل عبارت قاموس وغیرہ ملاحظہ ہوں سب میں خاتم القوم یا خاتم القوم وغیرہ کے محاورہ پیش کر کے آخر
کے معنے بتائے ہیں۔

ان کے ساتھ دو ایسے حوالہ بھی پیش ہیں جن کا سلم ہوتا مرزا صاحب اور گواہ مدعا علیہ کو بھی سلم ہے یعنی
لسان العرب و تاج العروس ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱ مدعا علیہ ۲۶ مارچ ۱۳۲۰ء
”بڑی بڑی و کثیرا لسان العرب و تاج العروس ہیں“

دوسرے سوال کے جواب میں کہا کہ ”یہ کتابیں جس طرح شہور زیادہ ہیں اسی طرح معتبر بھی ہیں کیونکہ یہ صحیح اور بڑی میں لکھا ہوا علیہ ۱۶ تاریخ ۱۲۲۷ھ

مرزا صاحب من الرمن ملک حاشیہ مشا پر نہ صرف ان دونوں کتابوں کو معتبر بلکہ نہایت معتبر بتاتے ہیں۔
”لسان العرب اور تاج العروس جو فقہ کی نہایت معتبر کتابیں ہیں“

پس ایسی مسلم و مستبر کتب کے حوالہ کے بعد کوئی بھی گنجائش نہیں کہ اس میں تامل کیا جائے۔

(۱) لسان العرب میں خاتم کے معنی آخر کے لیے ہیں اور اس کے واسطے محاورہ عربی بھی پیش کیا ہے ملا حظہ ہو
خاتم القوم وخاتمہم آخرہم وخاتم النبیین ای آخرہم
قال وقد قراء خاتم (لسان العرب) یعنی خاتم القوم وخاتمہم وخاتمہم کا محاورہ پیش کر کے یہ بتایا کہ خاتم بالکسر یا بالفتح
جب بھی قوم یا جماعت کی طرف منسوب ہوگا۔ تو اس محاورہ کی رُو سے اُس کے معنی آخر کے ہوں گے اسی محاورہ کی
رُو سے خاتم النبیین کے معنی بھی آخری نبی کے بتائے کیونکہ یہاں بھی خواہ خاتم بالفتح ہو یا بالکسر جماعت کی
جانب منفا ہے۔

(۲) تاج العروس الخاتم آخر القوم، الخاتم وخاتم النبیین ای آخرہم
اس کے بعد گواہ مدعا علیہ یا اُس کے مختار کا یہ کہنا کہ خاتم بفتح اثناء کے اصل معنی عربی زبان میں مہر ہے یا انگوٹھی
کے ہیں۔ محض ادعا باطل ہے کیونکہ خاتم کے اصل معنی آخر کے بھی ہیں جیسا کہ لسان العرب اور تاج العروس کے
حوالوں سے بھی ظاہر ہے۔

”خلاصۃ تاویلات مختار مدعا علیہ“

- (۱) خاتم کے معنی میں صفات و مفرد کافرق ناقابل التفات ہے۔
- (۲) صفات کے معنی کے واسطے بھی مفرد کے معنی دیکھے جائینگے۔
- (۳) گواہ مدعا علیہ نے ۲۹ اگست بہ جواب جرح کہا کہ لغت والوں نے تصریح کی ہے کہ خاتم بفتح اثناء مہر کے معنی ہیں بھی ہے۔
- (۴) آپ صلہ اللہ علیہ وسلم مہر یا انگوٹھی نہیں بلکہ زینت و احاطہ وغیرہ ویدہ شبہ ہے۔
- (۵) اور کمال کے اظہار کے لیے لغت عرب اور دوسری زبانوں میں خاتم و خاتمہ کا لفظ بکثرت مستعمل ہے اور پھر یک تختم الولایتہ اور ریح القرینہ بخاتم الشعراء و فیات الاعیان سے پیش کیا ہے۔
- (۶) وجہ شبہ مہر بننے تصدیق ہو۔

(۷) قائم کے معنی علامہ کے بھی ہیں۔ حوالہ مجمع البحار وغیرہ
اگرچہ اوپر کی تحقیقات کے بعد ان تاویلات کی طرف توجہ بیکارہ ہے پھر بھی مختصر جواب ترتیب وار
درج ہے۔

(جواب ۱)

مضاف و مفرد کا فرق اس لیے ضروری ہے تاکہ ایک مفرد کے متعدد حقیقی و مجازی معنی میں سے ایک کی تعیین ہو جائے۔ اسی تعیین کے واسطے لسان العرب وغیرہ میں محاورہ پیش کیا ہے۔ اور تمام محاورات کے مطالعہ سے یہ امر واضح ہے کہ لفظ قائم کے مفرد یا کسی دھات یا شخص کی طرف منسوب ہو کر انگوٹھی کے معنی دیتا ہے۔ مگر قوم و جماعت کی طرف منسوب ہو کر حقیقتہً آخر کے معنی میں ہوتا ہے مجازاً قائم الحدیثین و قائم المفسرین وغیرہ دوسرے معنی میں بھی متعمل ہے۔

ادریہ بات کسی حوالہ کی محتاج نہیں کہ مجازی معنی وہاں معتبر ہوتے ہیں جہاں حقیقی معنی معتذر ہوں مگر ظاہر ہے کہ حقیقی معنی معتذر نہیں بلکہ ماہرین لغت کا فیصلہ موجود ہے کہ ہی آخر کے معنی یہاں مراد ہیں جیسا کہ اوپر گزرا اس کے مقابل مختار مدعا علیہ کی تاویلات قابل التفات نہیں کیونکہ اُس کا شمار ماہرین لغت میں نہیں۔ اور بقول مرزا صاحب ہر فن میں اُس کے ماہر کی رائے معتبر سمجھی جاتی ہے۔ پس ائمہ لغت کے فیصلوں کے مقابل یہ تاویلات ہرگز قابل وقعت نہیں۔

(جواب ۲)

مضاف کے معنی کے واسطے بھی مفرد کے معنی دیکھے جائیں گے۔ یہ درست ہے۔ مگر متعدد معانی سے ایک کی تعیین اضافت وغیرہ کے قرینہ سے ہوگی جیسا کہ اوپر عرض کر چکا۔

(جواب نمبر ۳)

مختار مدعی نے یہ نہیں کہا کہ صرف ہر کے معنی ہیں۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ ہر کے بھی معنی ہیں۔ اور جب متعدد معانی ہوں تو محاورات و قرائن سے تعیین مراد کرینگے۔ اور لسان العرب و تاج العروس وغیرہ میں محاورات و قرائن سے معانی کی تعیین کی گئی ہے کہ جب قوم یا جماعت کی طرف منسوب ہو تو حقیقی طور پر معنی آخری کے ہوتے ہیں۔

(جواب نمبر ۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مہر و انگوٹھی کے معنی میں حقیقتہً مختار مدعا علیہ بھی نہیں ماننا بلکہ زینت و احاطہ وغیرہ کے معنی میں مجازاً لیتا ہے۔ اور جب تک حقیقی معنی درست ہو سکتے ہوں مجازی معنی کسی کے کلام

میں نہیں یہے ہا سکتے چہ جائیکہ باری تعالیٰ کے کلام میں یہاں ہر دالگوٹھی و نصیحت و زینت وغیرہ کے مجازی معنی و مختار مدعا علیہ لے رہا ہے کہ حدیث یا قول صحابہ میں نہیں بلکہ محض مفسرین کی ذاتی رائے ہے جیسا کہ گواہ مدعا علیہ ۱۸/۸ مارچ ۱۳۲۲ء کی جرح میں تسلیم کیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی جو زینت کے لئے ہیں۔ اس کے متعلق کسی صحابی کا قول میری نظر سے نہیں گزرا البتہ مفسرین کا قول میری نظر سے گزرا ہے خاتم کے معنی خاتم النبیین میں ہر کے لینا صحابہ کی تفسیر سے مجھ تک نہیں پہنچے بلکہ مفسرین کے اقوال ہیں بخلاف آخر النبیین کے معنی خود سید الانبیاءؐ نے لیا ہے۔

انا آخر الانبیاء و انتم آخر الامم و انا آخر الانبیاء و مسجدی
آخر المساجد الانبیاء و انا آخر النبیین فی البعث و الہم ما خلق وغیرہ جیسا کہ اوپر مفصل
گزر چکے۔

بہر حال حقیقی معنی اور وہ معنی جو تمام ائمہ لغت نے لیے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی معنی لیے
مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ کو باطل کرنے کے لیے کافی ہیں۔

(جواب نمبر ۴)

اظہار کمال کے واسطے خاتم کا لفظ یقیناً مجاز استعمال ہو رہا ہے غیر زبانوں سے یہاں استدلال مفعول ہے عربی
کے بک تختہ الاولادیہ میں تو خاتم کا لفظ نہیں بلکہ ختم ہے اور شعر میں مندرج خاتم ہے مگر مجازی معنی میں مستعمل ہے
اور ہماری گفتگو اصلی اور حقیقی معنی میں ہے لہذا اولاً تو یہ غیر متعلق ہے۔ دوسرے شاہد کے طور پر وہ محاورہ پیش کیا
جا سکتا ہے جو مسلم اہل زبان کا ہر یہ شعر شعراء جاہلی یا اسلامی جن کا کلام بطور سند کے پیش ہو سکتا ہے ان میں سے کسی
کا نہیں بلکہ ایک متاخر شاعر کا ہے جو مؤرخین محدثین میں سے ہے اور اس کا قول حجت نہیں ہو سکتا۔

اس کا ثبوت کہ یہ شاعر مولدین و محدثین میں سے ہے یہ کافی ہے کہ یہ شاعر جس بزرگ کا مرثیہ پر طعہ رہا ہے
یعنی ابی تمام حبیب بن اوس طائی وہ خود مولدین محدثین میں سے ہے۔ ان کا کلام ہی حجت و قابل استدلال نہیں۔
چہ جائیکہ جو ان کے بعد ہو۔

(۱) ملاحظہ ہو ماحشیہ بیضاوی شہاب تنجانی جن کا مستبر ہونا گواہ و مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے (ملاحظہ ہو بحث
لوعاش ابراہیم)

علامہ تنجانی شعراء کے طبقات جاہلی مخفری اسلامی مفصل لکھ کر فرماتے ہیں کہ المحدثون وہم من
بعدهم کابی تمام و البحتری و متاخرون لمن حدث بعدهم من شعراء
الحجاز والعراق لا یستدل بشعر هؤلاء بالاتفاق۔ (بیضاوی۔ مجتبیٰ ص ۱۸۴)

یعنی محدثون اور وہ وہی شعراء ہیں جو طبقات مذکورہ کے بعد ہوئے جیسے ابی تمام حبیب بن اوس طائی

اور تجری اور متنا خردان جو ان کے بعد ہوئے شعراء مجاز و عراق سے ان کے اشعار بالاتفاق استدلال و سند میں پیش نہیں ہو سکتے۔

(۲) سید احمد ہاشمی نے تاریخ لغت پر ایک شہرہ آفاق تصنیف لکھی ہے جس کا نام جوہر الادب ہے ادبیات و انشاء اللہ کی ہے جس میں جلد ثانی کے شروع میں سند اور زبان کے محاورے مختصر و غیر مختصر نقل کئے ہیں ملاحظہ ہو ۳۵۵ پھر ۳۷۳ طبقات الشعراء کا مستقل ہیڈنگ قائم کیا ہے جس میں جاہلی اسلامی مخضرمی طبقات نقل کر کے جو تحفہ نمبر پر محدثین مولدین کا ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں وہم الذین نشاء و زمن فساد العربیہ و امتوا ح العرب با لعجم یعنی محدثین اور مولدین وہ ہیں کہ جنہوں نے زبان کے خراب اور عربی و عجمی زبان کے اختلاط کے زمانہ میں پرورش پائی ہے۔ پس وہ زمانہ جن میں زبان اور محاورات میں فساد ہو چلا ہو۔ اُس کے محاورات یا اُس طبقہ کے کلام کا کیا اعتبار نہ بطور شاہد کے پیش ہو سکتا ہے نہ سند بن سکتا ہے۔

(۳) علامہ حسن چلیی ماشیہ مطول ۲۲۳ ع پر۔

شعراء کے طبقات مفصل نقل کر کے محدثین و متاخرین کے متعلق فیصلہ فرماتے ہیں کہ رد ولا استشہاد بکلام مہملہ کہ ان کے کلام سے کسی محاورہ کا استشہاد نہیں ہو سکتا۔

پس مختار مدعا علیہ کی تمام طویل تاویلات و بحث کا صرف ایک یہ جواب ہے کہ یہ شعر معتبر ہے نہ اس شاعر کے کلام سے استشہاد و استدلال کیا جا سکتا ہے۔ اور مختار مدعا علیہ گو اہان مدعا علیہ اس غیر مستند و غیر معتبر ناقابل استناد استشہاد شعر کے علاوہ کوئی بھی کسی معتبر و مستند جاہلی مخضرمی اسلامی شاعر کا حوالہ یا کوئی محاورہ عرب اپنی تائید میں نہیں لاسکے بخلاف اس کے گو اہان مختار مدعا علیہ نے لغت کی مستند کتابوں اور مرزا صاحب کی مسلم و معتبر لغت لسان العرب و تاج العروس سے محاورہ عرب پیش کیا ہے۔ جس کا کوئی بھی جواب مختار مدعا علیہ کے پاس نہیں۔ اور ادھر ادھر کی بے ربط چیزوں سے وقت گزاری کی ہے جس کے جواب کے ہم مکلف نہیں۔

جب کہ یہ ثابت ہو چکا کہ یہ شعر اس لائق ہی نہیں کہ اس سے کلام عرب پر کوئی سند یا دلیل لائی جا سکے تو اس کے متعلق تمام بحث بیکار و لا طائل ہے۔ اور اگر یہ لائق استشہاد بقرض محال ہوتا تو بھی یہ بجائے گو اہان مدعا علیہ یا مختار مدعا علیہ کے مدعیہ اور اس کے گو اہان و مختار کو مفید ہوتا۔ کیونکہ شاعر نے اس شعر میں خاتم الشعر بمعنی آخر الشعر اور دلیا ہے گو اہان مدعا علیہ سہی جو ہمارا دعویٰ ہے میرا کمال با زینت وغیرہ کے معنی برتر نہ مراد نہیں ہے۔ اس قرینہ اور شاہد اس کا اگلا شعر ہے جو باوجودیکہ اس سے متصل اور معنوی تعلق رکھتا ہے مختار مدعا علیہ نے ذکر نہ کیا تاکہ شاعر کی مراد واضح نہ ہو جائے۔ اگلا شعر ملاحظہ ہو ماما معافتجا ودانی حصنہ و کذیلک کا ناقبل فی الایضا۔

ملاحظہ فرمائیں کہ شاعر کبہ رہا ہے کہ شعر اور حبیب شاعر دونوں ساتھ ہی ساتھ ہو کر ساتھ ہی ساتھ قبر میں سو رہے ہوں ہی ان کی موت سے پہلے دونوں زندوں میں تھے۔ گویا وہ شاعر امدادی طور سے حبیب ابن اوس طائی کو آخری شاعر تسلیم کر رہا ہے کہ اس کی موت کے ساتھ شعر بھی مر کر اس کے ساتھ مدفون ہو گیا۔ شعر رہا نہ کوئی شاعر بننے کا امکان لہذا حبیب سب شعراء کے آخری شاعر رہے۔

اب یہ امر کہ شعراء کے ساتھ مرا اور قبر میں دفن ہوا اور وہ آخری شاعر فی الواقع ہوا یا نہ اس کے متعلق گزارش ہے کہ شاعر انفراد عام ہے اور اس کے متعدد نظائر فارسی اردو و شاعری میں بھی موجود ہیں۔ نظامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

زسم ستوران دراں بہن دشت
زین شش شد و آسمان گشت ہشت
(وسیم فرماتے ہیں کہ)

ترہیت استاد پہ کندہ ہو یہ مصرع وسیم -
خانہ دیں بے نبی ملک معانے بے امیر -

اس وجہ سے حضرت گنجوی رح فرماتے ہیں کہ

در شعر مسیح کہ در فن رو
چو اکذب دوست احسن رو

بہر حال شاعر نے خاتم الشعراء بھی یعنی آخری شعراء اس جگہ پر استعمال کیا ہے لہذا یہ بھی اگر مسلم ہوتا تو ہماری تائید تھانہ کہ مختار مدعا علیہ کی۔

آخر میں ہم اس سارے قصہ کو ختم کرنے کے واسطے مرزا صاحب کے متبعین اور مختار مدعا علیہ کے مسلم اعجازی کلام کا محاورہ پیش کرتے ہیں اور محاورہ بھی تمام شرائط کا جامع کہ لفظ خاتم علاوہ لفظ نہیں کے جو مایہ النزاع ہے ایک اور لفظ کی طرف مضاف سے اور یہ وہ لفظ بھی جمع مذکر سالم ہے۔ مگر معنی آخری کے ہیں۔ یعنی خطبہ الہامیہ جس کے متعلق مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ کسی بشر کو اس جیسے کلام کی طاقت نہیں اور یہ مجھے الہاماً دکھایا گیا ہے اور یہ میرا معجزہ ہے۔ ملاحظہ ہو ماشیہ متعلق خطبہ الہامیہ مسند

کان علیی خاتم الخلقاء لسلسلہ الکلیمہ بیہا کا آخر

اللبنۃ و خاتم المرسلین یعنی جیسے کہ علیؑ خاتم سلسلہ کلیمہ کے تھے اور اس کے لیے شغل آخری زینت اور خاتم المرسلین یعنی آخری رسالت تھے۔ ملاحظہ ہو کہ یہاں خاتم المرسلین بالکل

خاتم النبیین کی طرح ہے اور آخر النبیین کے معنی میں متعمل ہے اور اس عربی اعجازی کلام میں جو مدعا علیہ اور اس کے نفرتی کو بلا اختلاف مسلم ہے اس کے بعد کسی اور محاورہ کو پیش کرنا ایک ضرورت نہیں اب جیسا کہ تمام مسلم لغات و محاورات عرب سے خاتم بفتح اتاء کے معنی اعلیٰ و لغوی و حقیقی آخر کے پیش کر چکا اور مرزا صاحب کے اعجازی کلام سے اس کی تائید پیش کر دی تو اس کے مجازی استعمال اور اس کے لیے چاروں وجہ شیعہ جو پیش کی گئی ہیں ان کے جواب کی ضرورت ہی نہیں نیز تقریر بالا سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ان دلائل و براہین قاطعہ اور مسلم و معتبر حوالوں کے بعد مختار مدعا علیہ کہنا کہ زبان عربی میں خاتم بفتح اتاء کا لفظ آخر کے معنی میں متعمل نہیں ہوا و الہ محض ادعا باطل اور دعویٰ بلا دلیل ناقابل انتفات ہے۔

(خاتم کے معنی آخر کے)

قول مختار مدعا علیہ۔

مختار مدعی نے صرف ایک حوالہ لسان العرب اور منتہی الارباب سے پیش کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ خاتم القوم آخر لیکن جیسا کہ ہم نے محاورات اقوال و استعمالات پیش کئے ہیں۔ ایسے نہیں ہیں کیونکہ مصنف نے اسے کسی ادیب کی طرف منسوب نہیں کیا۔

(الجواب)

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے اٹھواٹھواٹے پیش کئے ہیں جن میں دو لسان العرب اور تاج العروس کے وہ نفع جنہیں مرزا صاحب مسلم اور نہایت معتبر مان رہے ہیں جیسا کہ جرح سے حوالہ گزر چکا ہے مگر مختار مدعا علیہ کو وہ صرف ایک حوالہ معلوم ہوتا ہے۔ باوجودیکہ لسان العرب اور منتہی الارباب دو کتابوں کے نام خود ہی لے رہا ہے پھر یہ کہنا کہ جیسا کہ ہم نے محاورہ پیش کیا ہے ویسا نہیں یہ نحو ہے کیونکہ وہ تو محاورہ قابل استناد اور محبت ہی نہیں ہو سکتا جیسا کہ بفضل گزر چکا یہ کہنا کہ یہ محاورہ تو ہے مگر کسی ادیب کی طرف منسوب نہیں کیا گیا۔ محض لغوی ہے ڈکشنریوں اور لغت کی مستند کتابوں میں جو بھی محاورات نقل کئے ہیں وہ سب معتبر و مسلم اہل زبان کے ہوتے ہیں۔

ہر محاورہ کے واسطے ادیب کا نام پیش کیا جاتا۔ لسان العرب اور قاموس اور تاج العروس میں صرف محاورات ہی محاورات مندرج ہیں۔ اور یہ التزام ہے کہ یہ تمام مسلم اہل زبان کے ہی آج تک کسی نے ایک محاورہ پر کلام نہیں کیا ان کا صرف محاورہ نقل کرنا یا یقال و قولہم وغیرہ کہہ دینا اس کے مسلم اہل زبان کے محاورہ ہونے کا کفیل ہے نام بنام محاورہ کے ساتھ اُد یا و اہل زبان کے نام کی ضرورت نہیں نیز لغت کی ان مذکورہ کتب میں مولین و محدثین کے کلام کے و محاورہ کو نہیں لیا گیا یہاں تک اس پر کلام ہو سکے۔

ہاں جہاں کہیں غریب اور وحشی الفاظ کی بحث آتی ہے وہاں بوقت ضرورت شروں کے ساتھ شعراء کے نام بھی پیش کئے جاتے ہیں۔

بہر حال ہم نے محاورات عرب پیش کر دئے جن کا مختار مدعا علیہ کے پاس کوئی جواب نہیں اور ایک دو نہیں بلکہ متعدد اور مختار مدعا علیہ ایک ہی معتبر محاورہ اپنے معانی کی تائید میں نہ لاسکا اور جب آخر کے معنی ثابت ہی ہو گئے تو لفظ آخر میں مندرجہ ذیل تاویلات کہیں۔ کہ

”لیکن بر تقدیر صحت میں کہتا ہوں کہ یہ حوالہ بھی قرین مخالفت کو مفید نہیں ہے۔ کیونکہ محاورات عرب میں ایسے مقام پر آخر کے معنی آخری فرد کے نہیں ہوتے بلکہ اشرف اور افضل ہیں۔“

(الجواب)

پہلے تو یہ مطالبہ تھا کہ غنائم کے آخر معنی بتاؤ اور محاورہ پیش کرو اور جب متعدد حوالے پیش کر دئے تو اب یہ کہا جاتا ہے کہ آخر کے معنی افضل کے ہیں۔ حالانکہ لغت میں تصریح ہے کہ ومن کل شیء عاقبۃ واحسنہ ہر چیز کے انجام اور آخر کا یہ نام ہے کہ عدالت خود محاورات اصل کتب لغت سے ملاحظہ فرمائے۔ وہاں کوئی بھی تاویل نہیں ہو سکتی اور حقیقی طور پر غنائم آخر کے معنی میں مشتمل ہے۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ یہ ایک عجیب مضحکہ خیز تسلسل ہے پہلے تو غنائم کے معنی آخر دکھانے پر زور تھا کہ کہیں لغت عرب میں آخر کے معنی میں نہیں آیا اور جب نہایت معتبر کتب لغت سے جنہیں مرزا صاحب بھی نہایت معتبر قرار ہے وہاں محاورات پیش کر دیئے اور آخر کے معنی ثابت ہو چکے تو اب لفظ آخر کی بحث شروع کر دی کہ اس کے معنی افضل کے ہیں۔ معلوم ہوا کہ تحقیق منظور نہیں بلکہ صرف لواطت مقصود ہے۔ پھر آخر کے معنی کی تحقیق کے لیے ایک حماسہ کا شعر پڑھ دیا۔

شری ودی وشکری من بجد

لاخر غالب اسد اس بیع

پھر مولوی ذوالفقار علی صاحب دہلوی سے اس کا ترجمہ نقل کیا کہ ”درست ابن زیاد نے میری دوستی اور شکر اور بیٹھے ایسے شخص کے لیے جو نبی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کے لیے مدیم الشل ہے خرید لیا۔“ اور نتیجہ یہ نکالا کہ محاورات عرب میں ”غنائم القوم“ آخر ہم کے معنی بھی اشرف اور افضل کے ہوں گے

(الجواب)

عدالت عالیہ خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہ جواب کس قدر بے معنی و لغو ہے اس اعتبار سے دنیا میں کسی لفظ کے کوئی بھی حقیقی معنی ثابت نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ لفظ کہیں نہ کہیں مجازی طور پر دوسرے مجازی معنی میں مندرج مشتمل ہو گا پس اسی کو اسکی شرح بتا کے انہیں معنی پر ڈھال لیا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ یہاں آخر اپنی حقیقی معنی میں گواہاء سہی

مستعمل ہے۔ محض مختار مدعا علیہ کا ایک مغالطہ ہے۔ چنانچہ اُسی کے پیش کردہ ترجمہ مولوی ذوالفقار علی صاحب کا آخری فقرہ ملاحظہ ہو کہ جو دعویٰ غالب میں آخری معنی ہمیشہ کے لیے عدیم النسل ہے۔

پس جب کہ آخری معنی ہمیشہ کے لیے عدیم النسل ہو اور کبھی اس کے بعد اس کی مثل نہ ہو سکا تو وہ آخری ہوا اور حقیقی آخری نہ کہ افضل و اشرف کے معنی میں۔ البتہ شاعرانہ بیان ضرور ہے۔ اور یہ شعر میں ہوا کہ ناب سے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے بہر حال لفظ خاتم محاورہ عرب میں حقیقی طور پر آخر کے معنی میں مستعمل ہونا بوضاحت ثابت ہو چکا۔ اور تاویلات رکیکہ محض لغو اور بے مورد رہیں ایک بھی محاورہ ہمارے غلات پیش نہ کر سکے ہاں اپنے طور پر جو چاہا معنی چسپاں کئے جو کوئی حجت نہیں۔

انحصاری استدعاء

عالی بابا۔ حضور والا نے غور فرمایا ہو گا۔ کہ گفتگو اس امر میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے آخر میں آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا اس کے واسطے دنیا کی جس قدر تعبیرات ہو سکتی تھیں، شریعت نے استعمال فرمائیں خاتم النبیین فرمایا۔ لابی بعدی فرمایا۔ محل کے ساتھ تشبہ دے کر اپنے کو اس کی آخری ایستہ قرار دیا یہ بھی واضح فرمایا۔ کہ میرے بعد نبی نہیں بلکہ خلفا ہوں گے و سیکون خلفاء انا آخر الانبیاء آخرہم فی البعث آخر ولد لک من الانبیاء کہ آدم کی اولاد میں آخری نبی انا آخر الانبیاء و مسجدي آخر مساجد الانبیاء میں آخری نبی اور میری مسجد نبیوں کی مسجدوں میں آخری مسجد۔ لفظ آخر بھی معنی مکمل تشریح کے فرمایا۔

آخر اس کے سوا اس مضمون کو ادا کرنے کے واسطے دنیا کی وہ کون سی تعبیر ہو سکتی ہے۔ اور کس طرح آپ کا سب نبیوں سے آخری نبی ہونے کا مفہوم ادا کیا جاسکتا ہے۔ اتنا واضح اور روشن مسئلہ اس میں بھی اس قدر تاویلات رکیکہ کسی ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ کتنی وضاحت کے بعد اگر کسی ایک تاویل کا بھی جواب نہ دیا جائے تو بھی بحمد اللہ مسئلہ کا جہاں تک تعلق ہے۔ بالکل واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی کسی طرح کا نبی نہیں سکتا ہے اور بیانات گواہانی مدعیہ میں اس قدر حوالہ دیا ہے کہ ان کے بعد کسی قسم کی تاویل قابل التفات نہیں ہو سکتی کوئی بھی عرب کا محاورہ مذکورہ بالا مضمون کے ادا کرنے کا ایسا نہیں مل سکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق نہ فرمایا ہو مگر کوئی انکار ہی کرتا جائے۔ اُنس کا کوئی علاج نہیں۔

خاتم النبیین کے معنی کا ضروریات دین سے ہونا

خلاصہ قول مختار مد علیہ -

گویا بان مدعیہ کی طرح مختار مدعیہ نے بھی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے جس سے بعد اور کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا مجمع علیہ اور ضروریات دین سے بتایا ہے حالانکہ کسی کے کہنے سے ضروریات دین سے نہیں بن سکتا بلکہ کسی چیز کے ضروریات دین ہونے کے واسطے ضروری ہے کہ وہ امر قرآن مجید اور احادیث متواترہ سے بدرجہ غایت صحت کے ثابت ہو اور اجماع صحابہ سے بھی ثابت ہو شاہ عبد العزیز صاحب فرماتے ہیں ضروریات دین وہ امور ہیں جو قرآن مجید اور حدیث شہود اور اجماع متواترہ سے ثابت ہوں - شفاء العلیل -

(الجواب)

اس سلسلہ میں میرے ایک حوالہ پر تبصرہ کر کے اسے غلط ثابت نہ کر سکے میں نے خود اسے ضروریات دین سے نہیں کہا اور نہ یہ دعویٰ شہادت یا بحث میں بلا دلیل پھوٹا ہے بلکہ مجدد اللہ وہاں کافی دلائل پیش کئے ہیں - اور ایمان نقل کی شہادتیں منقول ہیں جو مجدد اللہ بالکل لاجواب رہی ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں بلکہ ایک اُن میں سے بطور نمونہ کے پیش ہے اذالہ یعرف محمد اعلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من ضروریات الدین (اشیاء والنظار ص ۲۹۶ گواہ مدعیہ ص ۲۷۲ د ۲۷۵)

یعنی آنحضرت علی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین آخر الانبیاء نہ ماننے والا مسلمان ہی نہیں کیونکہ یہ ضروریات دین میں سے

ہے -

پس میں نے ضروریات دین میں سے ہونے کی تصریح پیش کی ہے اس کے مقابل مختار مدعیہ نے اس کی کوئی باندھ حوالہ سے تردید پیش کی نہ اپنی تائید میں کہ یہ معنی ضروریات دین سے نہیں کوئی حوالہ پیش کیا نہ اس پر کوئی حوالہ دے سکے کہ ان کے تصنیف کردہ معنی ضروریات دین سے ہیں - اب ایک معنی ضروریات دین کے واسطے قائم کئے ہیں اور شفاء العلیل کا حوالہ دیا ہے جس کا خلاصہ تین امور میں - جہاں وہ مجتمع ہوں وہ ضروریات دین سے ہے -

(۱) قرآن مجید سے ثابت ہو -

(۲) احادیث متواترہ یا شہورہ سے -

(۳) اجماع صحابہ سے -

جو اُبا گندار شہ ہے کہ جیب میں نے مستند علماء اور ارباب نقول سے ضروریات دین ہونے کی تصریح

پیش کردی تو ہمیں ضرورت تھی کہ ہر جزو کا ثبوت پیش کریں مگر محض اتمام بحث کے واسطے گزارش ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ ہر سہ امور کے معیار پر بھی بحمد اللہ ہمارے پیش کردہ معنی خاتم النبیین ضروریات دین میں سے ہیں تفصیلاً اصل بحث میں بیانات گواہان مدعیہ کے حوالہ سے یہ اپنے پیش کردہ معنی اولاً قرآن مجید سے پھر احادیث متواترہ مشہورہ سے پھر اجماع صحابہ و ائمہ محمدیہ سے پیش کر چکا ہوں۔ جن کو بخوف طوائف مکرر نقل نہیں کرتا صرف حوالے اس امر کے پیش کرتا ہوں کہ ہماری طرف سے پیش کردہ معنی خاتم النبیین مختار مدعا علیہ کے ہر سہ معیار کے مطابق بھی ضروریات دین میں سے ہیں حوالہ ملاحظہ ہو ایک جامع حوالہ۔

(۱) كونه صلى الله عليه وسلم خاتوا النبيين مما نطقت به الكتاب وثبت به السنة واجتمعت عليه الامة فكيف رمدى خلافه ويقتل ان اصر روح العاني ۸۰ من گواہ مدعیہ ۲۰۲۲۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین اور آخری نبی ہونا قرآن مجید احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع ائمہ سے ثابت ہے اگر کے خلاف دعویٰ کریں تو الا کا قرار اگر مصر ہو تو اسلامی سلطنت میں قتل کیا جائے گا۔ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ ہر سہ اصول قائم ہوں وہ مختار مدعا علیہ موجود ہیں۔

(۱) قرآن مجید بحث میں متعدد آیات مدلل و مفصل آپس میں نیز حوالہ ماسبق کافی ہے۔

(۲) احادیث متواترہ مشہورہ وبذلك ورد احادیث المتواترہ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

(۳) اجماع صحابہ سے من حدیث جماعتہ من الصحابة (ابن کثیر جلد ۵ ص ۹۹ مدعیہ ۳۱۱۱۱۱) یعنی اس پر کہ معنی خاتم النبیین یہ ہیں کہ جس کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہ بن سکے احادیث متواترہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی جماعت سے آئی ہیں۔

نیز گواہ مس کے بیان میں صدیق اکبر کے زمانہ میں اس پر اجماع ہونا بیان میں گزر چکا ہے۔ پس بحمد اللہ ہر پہلو سے اس مسئلہ کا ضروریات دین سے ہونا اور اس کے منکر کا کافر ہونا ثابت ہو گیا۔ اس کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ یہ معنی قرآن مجید و احادیث متواترہ و اجماع صحابہ سے ثابت نہیں محض لغو ہے۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ بعض فرقہ اہل حدیث وغیرہ اس اجماع کو اجماع ہی نہیں کہتے الخ محض بیکار رولٹو ہے۔ بعض اہل حدیث نہ سمجھیں تمام منقلدین و ائمہ دین تو سمجھتے ہیں اور امام مالک وغیرہ کے قول کے متعلق بحث میں مفصل گزر چکا آئندہ بھی ان شاء اللہ بحث اجماع کے تحت میں آئے گا۔

پھر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا اجماع کے خلاف ایک حوالہ دیا ہے کہ ایک جماعت کا اتفاق ہے اجماع نہیں کہلاتا الخ

اولاً مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی غیر مقلد مسلم ہی نہیں نہ ائمہ کے مقابل ان کی ذاتی رائے قابل التفات ہے دوسرے اس مسئلہ تنازعہ اور معنی خاتم النبیین کے معاملے میں ایک جماعت کا اتفاق نہیں بلکہ تمام صحابہ اور تمام اُمت کا اجماع ہے جیسا کہ مختصر اُجھی عرض کر چکا اور مفصلاً بحث میں گزر چکا۔ جس کا کوئی بھی جواب نہ ہو سکا۔
اس مسئلہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی اختلاف نہیں رکھتے مرزا صاحب کی ترویج کے سلسلہ میں اشاعت السنۃ کے ابھی پیش کردہ ۸ - ۹ - ۱۰ نمبر ملاحظہ ہوں۔

اور جن بزرگوں پر اس کی مخالفت کا الزام لگایا گیا تھا۔ اُس کا محض منالطہ اور بہتان صریح ہونا۔ بحث میں مدلل آچکا اور اپنی جگہ پر جواب الجواب میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ مختصراً آئے گا۔
اس کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ۔

»یہ معنی قطعاً ضروریات دینی سے نہیں ہو سکتے، محض دعوئی بلا دلیل اور ناقابل التفات ہے اور محمد اللہ ان معنی کا ضروریات دینی سے ہونا نہ صرف میرے پیش کردہ دلائل بلکہ ائمہ دین کی تقریرات سے مصرح ثابت ہے جس کی کوئی بھی تاویل نہیں ہو سکتی۔
نہ مختار مدعا علیہ سے کوئی تاویل بن سکی۔

کیا تاویل کی وجہ سے کوئی کافر ہو سکتا ہے

یہ وہی شہادت والا عنوان ہے جس کے ایک ایک حرف کا مدلل جواب بحث میں پیش کر چکا اور عدالت کی یادداشت میں بھی موجود ہے پھر بھی اسے انہیں الفاظ میں دلائل سے مکر دہرایا گیا۔
مجھے مکر جواب کی حاجت نہیں صرف یہ گزارش کہ مدلل کہ یہ امر زیر نزاع بھی نہیں کہ کیا تاویل سے کوئی کافر ہو سکتا ہے یا نہ، صرف تاویل پر بحث نہیں جس پر بلا وجہ طوالت دی بلکہ بحث یہ ہے کہ ضروریات میں تاویل کہنے والا کیا کافر ہے میں اس کے متعلق کہ ضروریات دینی میں تاویل سے کافر ہو جاتا ہے متعدد حوالہ بحث میں شفا مشرق رد المحتار سائرہ وغیرہ بیات کے حوالہ سے پیش کر چکا۔ جن کا اعادہ نہیں کرتا۔ مفصل یہ بحث دیکھنا ہونو کتاب افکار المحدثین فی ضروریات الدین، ملاحظہ فرمائیں جس کا موضوع ہی یہ ہے کہ ضروریات دینی میں تاویل ناجائز و کفر ہے۔

بہر حال یہ مسئلہ عمومی رنگ میں یہاں متعلق نہیں بیان سے صرف اس قدر تعلق ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی کہ آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا۔ اس میں تاویل جائز ہے یا نہ اس پر مختار مدعا علیہ نے ایک بھی حوالہ پیش نہ کیا ہاں جو دیکھ میں نے متعدد مصرح حوالہ بحث میں بیانات گواہان مدعیہ سے پیش کئے تھے ایک

نورثہ پیش ہے کہ لا یشرف علیہ وسلم انه خاتم النبیین لانی بعدہ و اخبر
عن اللہ تعالیٰ انہ خاتم النبیین و انہ ارسل کافۃ للناس واجتمعت
الامۃ علی حمل هذا الکلام علی ظاہرہ و ان مفہومہ ہوا ملالہ
بہ دون تاویل و تخصیص فلا شک فی کفر هؤلاء الطوائف کلہا
قطعاً و اجماعاً و سماعاً۔

(شفاشریف، قاضی عیاض ج ۳ ص ۱۷۱)

یہ سنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم نے خبر دی کہ میں ایسا خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی
نہیں ہو سکتا۔ اور باری تعالیٰ سے اپنا خاتم النبیین اور تمام لوگوں کی طرف رسول بن کر بھیجے جانے کی ۔
خبر دی اور تمام امت نے بلا استثناء اجماع کر لیا کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ اور اس کا یہی خلاصہ یہ ہے کہ
دکرا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا (بلا کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہے اس کے
معنا میں) ان تمام فرقوں کے کفر میں قطعاً اجماع و سماعاً ذرہ برابر شک نہیں اس سے ثابت ہو گیا کہ خاتم النبیین کے وہ
معنی جو مدعیہ کی طرف سے پیش کئے گئے، ان میں کس طرح کی بھی تاویل جائز نہیں ہذا اب تاویل کی عمومی بحث کے
لا یعنی سلسلہ میں جانکی ضرورت نہیں مگر بالکل واضح ہے۔ اور منقص جواب ابتدائی بحث میں موجود ہے عدالت
وہیں سے ملاحظہ فرمائے۔

(مرزا صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی)

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے تقریباً صفحہ لکھے ہیں۔ اور الوصیت، حقیقت النبوة، الحکم چشمہ معرفت یکپھر
سیالکوٹ، ایک غلطی کا ازالہ، اخبار عالم، چشمہ منی، مواہب الرحمن، خطبہ الباہیہ، کشتی نوح، اربعین، تحفہ گوڑویر ۔
حقیقتہ الوحی۔ استفتاء وغیرہ وغیرہ اکثر مجدد حوالے پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جہاں کہیں مرزا صاحب
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے یہ مراد لی ہے کہ آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آسکتا وہاں
وہ نبی مراد ہیں جو منتقل صاحب شریعت ہو الخ
یہ محض مغالطہ دیا ہے ۱۹۰۱ء سے پہلے تک مرزا صاحب کو اپنی نبوة کا پتہ ہی نہ تھا نبوة پر پردہ ہی

پڑا تھا۔

ملاحظہ ہو حقیقت النبوة ص ۱۴۲ و ص ۱۴۵

در اور یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان کمیتوں میں سے ہے کہ وہ اپنے بندوں پر رحم فرما کے اور ان کے ایمانوں

(۴) قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پُرانا (ازالہ کلان مسئلہ)
 (۵) اور یقیناً کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر حکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور
 آنجناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا۔ (نشان آسمانی مسئلہ ۲) (۶)
 ماکان اللہ ان یوسل نبیاً الخ خدا کوئی بھی نبی بعد ہمارے نبی خاتم النبیین کے نہیں بھیجے گا آیتہ کلمات مسئلہ
 عبارات مذکورہ بالا میں فقرات مندرجہ ذیل خصوصیت سے قابل لحاظ ہیں۔

- (۱) ہمارے نبی کا نام خاتم الانبیاء رکھا اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔
- (۲) آنحضرت نے تفسیر یہ کی ہے ”کہ میرے بعد کوئی بھی نبی نہیں“
- (۳) اور آنحضرت کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز رکھیں الخ
- (۴) اور آنحضرت کے بعد کوئی نبی کیونکر آئے الخ
- (۵) ہر نبوت را برود شد اختتام۔
- (۶) آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے۔
- (۷) پرانے یا نئے نبی کی تفریق شرارت اور لابی بدی میں نفی عام ہے۔
- (۸) قرآن کریم بعد خاتم الانبیاء کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا؛
- (۹) خاتم الانبیاء کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پُرانا۔
- (۱۰) خدا کوئی بھی نبی بعد ہمارے خاتم النبیین کے نہیں بھیجے گا۔

اب عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ بلا استثناء عموم اور لفظ کسی اور کوئی نبی اور ہر نبوت غرض جس قدر بھی عموم
 کے لفظ ہو سکتے ہیں۔ یہی موجود ہیں۔ اس پر بھی مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ اس سے مراد صرف مستقل صاحب شریعت نبی نہیں۔
 محض غلط اور بے معنی ہے۔ پھر جس پر گواہان مدعا علیہ کا ایمان تھا۔ کہ خلیفہ دوم صاحب وہ بھی سلسلہ سے تیل تک وہی مانتے
 ہیں۔ جو میں نے عرض کیا لہذا مختار مدعا علیہ کی یہ رکیک تاویل بالکل خلاف واقع اور ناقابل التفات ہے۔

(انقطاع نبوت پر دوسری پیش کردہ آیات کا صحیح مطلب)

دوسری آیت الیوم اکملت لکم دینکم۔ الایۃ

خلاصہ جواب

- (۱) اس آیت میں انقطاع نبوت کا ذکر نہیں۔ بلکہ اکمل دین و اتمام نعمت کا ہے۔

- (۲) اکمال دین و انقطاع نبوت لازم و ملزوم نہیں پہلے دین کی اشاعت کے لیے بھی نبی آتا ہے۔
 (۳) اس سے صرف اتنا نکلتا ہے کہ صاحب شریعت جدیدہ نہیں آئے گا۔
 (۴) گواہان اور مختار مدعیہ خود حضرت عیسیٰؑ کے نبی ہونے کی حیثیت میں نزول کے قائل ہیں۔
 (۵) اگر دین کا مکمل ہونا کسی نبی کے آنیکو نالغ ہے تو اسرائیلی نبی دین کی ترویج کے لیے کیوں آئے گا۔

الجواب علی ترتیب السوال

- (۱) اکمال دین اور اتمام نعمت سے مراد انقطاع نبوت ہی ہے۔ کیوں کہ یہاں نعمت سے نعمت نبوت ہی مراد ہے اس کی تائید میں قرآن و حدیث و دیگر اسلاف و اعلیٰ کے اقوال سے بیان گواہ مدعیہ۔ العت و نبأ ربہیں مصرع موجود ہے جس پر ایک بھی اعتراض نہیں پڑتا۔ عدالت سل سے ملاحظہ فرمائے۔
 (۲) اکمال دین و اتمام نعمت و انقطاع نبوت یقیناً لازم و ملزوم ہیں۔ جمہی تو جس پر یہ آیت اتاری راوی کو خاتم النبیین قرار دیا خود مختار مدعا علیہ کو اس کا اسی تحت میں اعتراف ہے، لیکن آیت صرف محمد رسول اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ تو آپ خاتم النبیین ہوئے کیونکہ آپ نے کوئی حکمت اور کوئی ہدایت اور کوئی علم اور کوئی سراپا نہیں چھوڑا جس کی ضرورت ہو۔ اور آپ نے نہ بتایا ہو۔ پہلا کوئی بھی دین کامل و مکمل نہ تھا۔ کسی میں افراط کسی میں تفریط تھی۔ بہر حال ناقص تھے اس لیے نبی آکر وحی الہی کی روشنی میں تبلیغ کرتا تھا۔ اور یہ دین کامل و مکمل ہے جس کے بعد بقول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وحی منقطع ہے۔
 انہ تعالٰی دین و انقطاع الوحی (بحوالہ سابق) پس کوئی بھی نبی نہیں آسکتا۔ نہ ضرورت ہے۔ اشاعت و تبلیغ پہلے انبیاء کا کام تھا اور اب ہر عالم مسلمان بلغوا عنی و لو آیتہ و لو حدیثا الخ اسی لیے اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح قرار دئے گئے کہ جو کام بنی اسرائیل میں ترویج و تبلیغ دین انبیاء کرتے تھے وہ اس امت میں بوجہ ختم ہو جانے سلسلہ بعثت نبوت کے علماء ربانین کرینگے۔ جیسا کہ آج تیرہ سو سال تک تعالٰی رہا۔

- (۳) اس سے ہرگز صاحب شریعت جدیدہ کا نہ آنا نہیں نکلتا۔ خیر یہ تو مان لیا کہ انقطاع نبوت نکلتا ہے گو صاحب شریعت جدیدہ مہی۔ اب گزارش ہے کہ اصل بحث اور بیان گواہان مدعیہ میں عموم پر قرآن و حدیث و اقوال سلف سے حوالہ گزر چکے۔ اس کے مقابل مختار مدعا علیہ کی بلا کسی قرینہ و ثبوت کے محض ذاتی رائے کہ صاحب شریعت جدیدہ کا اسی سے انقطاع نکلتا ہے۔ محض تنویر قابل التفات ہے۔

(۴) میں نے کا منصب نبوت پر نازل ہونا کوئی بھی ماننا ہاں صفت نبوت اُن سے منسوب نہ ہوگی مگر منصب نبوت اور اس کی ڈیوٹی نہ ہوگی بلکہ امتی اور مجدد کی حیثیت میں ہوں گے جس کے مفصل حوالے قتادہ ابن جمر اور فتوحات مکہ وغیرہ سے گزر چکے اور احادیث کے سلسلہ میں بعض پر آئیں گے گواہ مدعیہ ۱۷۳ نے جرح میں بھی اسے صاف کر دیا ہے۔

(۵) یہ کہنا کہ اگر دین کا مکمل ہونا کسی نبی کے آنیکو مانا ہے تو اس سے اسرائیلی نبی ترویج دین کے لیے کیوں آئیگا محض مخالفہ ہے کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ بحیثیت نبی آئے تو یہ اعتراض تھا وہ تو امتی اور مجدد ہونے کی شان سے آئیگا پس جیسے اور مجددین سے خاتم النبیین پر کوئی اثر نہیں پڑتا یوں ہی ان کے آنے سے بھی کوئی خرابی نہ ہوگی۔ بلکہ اس میں اور شان نبوت محمدیہ کا اظہار ہے کہ آپ کی نبوت ایسی تام ہے کہ نبی اسرائیل کا جلیل القدر نبی بھی اس امت کے شمار میں آکر ایک امتی کی طرح تبلیغ دینی و ترویج سنتہ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتا ہے۔

باقی مفصل جواب کچھ اُدپر بھی آچکا ہے۔ باقی سلسلہ احادیث میں آئے گا۔ عدالت پر یہ امر بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ گواہان مدعیہ اور مختار مدعیہ نے اس آیت کا خاتم النبیین کی تفسیر اور انقطاع نبوت پر دال ہونا قرآن و حدیث اقوال سلف ائمہ و مفسرین سے مدلل ثابت کیا ہے۔ بغلات مختار مدعا علیہ کے کہ اُس کا جواب محض احتمالات غلطیہ اور اپنے ذاتی خیالات اور تاویلات سے دینا چاہا ہے۔ جو قابل التفات ہی نہیں۔ کیونکہ تفسیر یا رائے تو مرزا صاحب بھی جائز نہیں بتانے۔ ملاحظہ ہو۔ (برکات الدعا مرزا صاحب) آفریں مختار مدعا علیہ نے ایک چٹا نمبر ڈال کر اصل بات کا عنوان دے کر یہ کہہ لیا کہ کمال دین و اتمام نعمت ہی چاہتا ہے کہ آپ کی پیروی سے نبی نہیں اور اس پر بیان گواہ مدعا علیہ کا حوالہ دیا ہے۔

جواباً گزارش ہے کہ ان تخیلات اور بلا دلیل تاویلات سے اعتقادات کا ثبوت اور تفسیر کلام الہی تو ہو نہیں سکتی کمال دین یا اتمام نعمت کے معنی کسی نے آج تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علماء و سلف و خلف نے یہ نہ سمجھا کتاب کی اتباع سے نبی بنتے رہیں گے یہ محض دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اور تمام آیات ختم نبوت و احادیث صحیحہ و اجماع امت و اجماع صحابہ کے خلاف ہے۔ لہذا قابل التفات نہیں تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعیہ ۱۷۳ و نیا و ۱۷۴ و بحث مختار مدعیہ اس کے بعد کتاب انسان کامل سید عبدالکریم جلی کی ایک عبارت ص ۱۷۳ سے نقل کر کے مخالفہ دینا چاہا ہے۔ اور جس قدر امور اس سے بطور نتیجہ اخذ کئے ہیں۔ وہ سب محض مخالفہ ہیں بلکہ وہ تو یہاں کمال تصریح ختم نبوت کو بیان فرما رہے ہیں۔ اور آپ کے بعد وہ نبوت کا جواز ہی نہیں مانتے اور کوئی حکمت ہدایت اور علم باقی نہیں مانتے جس کے واسطے کوئی نبی آئے اور لفظ تشریح سے معنی غلط خلاف اصطلاح مصنف

لے کر مخالف کی سعی کی ہے۔ تفصیل کے واسطے انسان کامل ص ۶۸۔ ملاحظہ ہو جو گواہ مدعا علیہ ۲۸۲/۲ مارچ ۱۳۳۲ء میں پیش ہو چکا ہے۔ نیز یہ عبارت منجملہ دلائل ختم نبوت گواہ مدعیہ ۲ و ۳ نے اپنے اصل بیان میں مفصل لیا ہے۔ وہیں سے ملاحظہ ہو جس کے بعد یہ مخالف بالکل صاف ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے آیت (۲) وما ادرسلناک الا کافۃ للناس الایۃ (۳) قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً الایۃ وکل قوم ہاد نقل کی ہیں اور اپنے لفظوں میں ایک مطلب گواہان و مختار مدعیہ کی طرف منسوب کر کے مندرجہ ذیل تاویل میں کی ہیں۔

(۱) ان آیات میں آئندہ نبی آنے نہ آنے کا کوئی ذکر نہیں۔

(۲) تبصرہ ص ۱۱۱ حدیث اس میں عموم دعوت کا ذکر ہے۔

(۳) جیسے حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے لیے نبی تھے۔ پھر بھی دوسرے نبی ان کے ماتحت آئے۔ یوں ہی آپ کی امت میں نبی کا آنا عمومیت دعوت کے منافی نہیں۔

(۴) انا ادرسلنا الیکم رسولاً شہدا علیکم کما ادرسلنا الیٰ فرعون رسولاً۔ کی رو سے آنحضرت جب پیش ہوئے تو اس کی تکمیل کے لیے جیسے ان کے بعد نبی آئے یہاں بھی آنا چاہئے اور چونکہ خاتم النبیین بھی آپ کی صفت ہے۔ لہذا مستقل نہ ہو گا بلکہ آپ کے تابع ہو گا۔

(الجواب)

اجمالاً یہ گزارش ہے کہ عدالت ان آیات کا مدلل مطلب گواہ مدعیہ ۱ الف و ۲ و ۳ دیکھ کر سامنے رکھ کر ان جوابات اور محض شکل کی تاویلات کیلئے فرمائے۔ کہ یہ تاویلات کس قدر بے ربط اور لا جوابی کا ثبوت ہیں۔

(مرتب تفصیل جواب)

(۱) مدلل بیانات میں پیش ہو چکا کہ قیامت تک عمومیت دعوت و عموم رسالت مستلزم انقطاع نبوت کو ہے۔ اور ان سے راند تصریح نہیں ہو سکتی۔ کہ آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آ سکتا تفصیل کے واسطے بیان گواہ مدعیہ ۱ الف و ۲ اور ان آیات کی تفسیر میں تفسیر ابن کثیر و ابن جریر ملاحظہ ہو۔ اکثر حوالے بیانات گواہان مدعیہ میں موجود ہیں۔

(۲) جب کہ اس میں عموم دعوت تسلیم کر لیا تو انقطاع نبوت ہوا اس کو لازم ہے وہ بھی لازماً تسلیم کرنا ہو گا کیونکہ قیامت تک تمام بنی نوع کے واسطے عموم دعوت اور اتمام نعمت کے بعد کوئی دوسرا نبی بن ہی نہیں

سکتا۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد دوسرے نبی آنے پر نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ تمام نبی نوع کے لیے نہ تھے نیز ان کی دعوت کا عموم نہیں تھا۔ ان پر تکمیل دین و اتمام نعمت ہی یوں نہ ہوا۔ انہیں خاتم النبیین بھی نہیں ٹھہرایا گیا بخلاف سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ پس یہ قیاس مع الفارق محض نحو ہے۔ صرف عموم دعوت نبی اسرائیل کو نہ دیکھا جائے بلکہ اس کے ساتھ دوسرے امور مذکورہ بھی قابل لحاظ ہیں جیسی تو یہ آیات نا لبید پیش کی گئی ہیں نہ مستقلاً

(۴) خاتم النبیین نے خود ہی مستقل کی تخصیص کر دی حالانکہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی جسے کے بعد کوئی بھی طرح کا نبی ظنی و بروزی نہ اس کے مدلل ثابت ہو چکا پس ثبیل ہو تا صرف اس ام میں ہے کہ جیسے وہ نبی تشریف ہی آئے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نبی تشریف ہی بی چنانچہ اس آیت اسناد سلنا الیکہ آلاہۃ میں تمام ائمہ و مفسرین بلکہ گواہ و مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شیخ عبد الوہاب و امام محی الدین ان عمری نے بھی تصریح فرمائی ہے تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو شہادت گواہ مدعیہ ۱ و ۲ و ۳۔

(مختار مدعا علیہ کی چند آیات کے متعلق عاجزی)

اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے گواہ مدعیہ ۱ کے بیان سے (۱) سراجاً منیواً (۲) قل لئن اجتمعت الانس والایہ (۳) بالحق انزلناہ الایۃ (۴) اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول الایۃ (۵) آیتہ میثاق النبیین (۶) انا نحن نزلنا الذکر یہ چھ آیات نقل کی ہیں مگر جواب کیا ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد یہ فرماتے ہیں کسی آیت سے ایسی نبوت کا جس کے ہم قائل ہیں انقطاع ثابت نہیں ہوا وغیرہ وغیرہ۔ محض تاویلات کیکہ بلا کسی دلیل کے پیش کی ہیں جن کے دیکھنے سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پاس کچھ بھی ضابطہ کا بھی ان کے متعلق جواب نہیں۔ میں بجائے کسی تفصیلی کے جواب کے عدالت عالیہ کی توجہ اس طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ ان تاویلات کو بیان گواہ عدالت سے ملا کر ملاحظہ فرمائیں۔ وہاں کوئی مطلب اپنی عقل و رائے سے نہیں بیان کیا گیا بلکہ مدلل نقول پیش کی گئی ہیں اور ان تمام تاویلات کا سد باب کر دیا ہے۔ پھر آخر میں مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ۔

”و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد و روحانی میں سے ایک فرد کو حضور کی پیروی کی برکت سے اگر مقام نبوت حاصل ہو جائے تو اس میں کوئی گناہ لازم آتا ہے و محض نحو اور بیکارہ ہے گناہ کیا ساری دین کی عمارت ہی سمار ہو جائے گی۔ اس میں قرآن پاک ا حدیث نبویہ تمام صحابہ کرام ائمہ دین کی مخالفت کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی سخت توہین اور کفر عظیم ہے۔ تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو بیان گوادر مدعیہ ۲ و ۳ و بحث مختار مدعیہ۔
 بعد ازاں گوادر مدعیہ کی پیش کردہ تمام آیات بالکل لاجواب ہیں اور اپنے الفاظ میں اس کا مطلب اڑھال کر بھی
 مختار مدعا علیہ جواب نہ دے سکا۔ عدالت جب بیانات کا مقابلہ و ملاحظہ فرمائیگی تو اصل حقیقت ابھی طرح واضح ہو
 جائیگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(آیات کا جواب الجواب ختم ہوا۔)

(پیش کردہ احادیث کا صحیح مطلب)

- خلاصہ قول مختار مدعا علیہ۔
- (۱) گواہان مدعا علیہ نے ان کے جوابات دئے تھے مگر مختار ان مدعیہ نے اس سے سکوت کر کے صحیح تسلیم کر لیا اور کوئی جواب نہ دیا۔
 - (۲) مختار مدعیہ کا دوسرا سترہ کہنا مخالفہ ہے صرف تیسرا حدیث پیش کی ہیں۔
 - (۳) ان تیسروں میں بھی بعض ضعیف ہیں۔

(الجواب)

- (۱) جو قابل اعتناء جواب تھا اس کا ایسا فیصلہ کن جواب الجواب دیا گیا تھا کہ اس کے بعد امید تھی کہ مختار مدعا علیہ اس کا نام بھی نہ لیتا مگر تعجب ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ سکوت اختیار کیا اور صحیح تسلیم کر لیا۔ یہ ضرور ہے کہ تمام اعتراضات کا صرف ایک جامع جواب دیا تھا کہ ان تمام جوابات گواہان مدعا علیہ کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ لا نبی بعدی یا لا نبوة بعدی وغیرہ میں نبوت تشریفی و مستقل وغیرہ کی تاویل لافتنی الا علی فلا کسی بعدی لاصلوۃ الا بفضاۃ الکتاب وغیرہ سے کرتے ہیں۔ مگر غالباً انہوں نے مرزا صاحب کی تصانیف کا پورا مطالعہ نہیں کیا وہ تو اس تخصیص کو شرارت اور گستاخی بتاتے ہیں۔ اور لا نبی بعدی میں نفی عموم کے معنی میں لیتے ہیں اور اس کے واسطے ایام الصلح مسئلہ سے تقریباً سترہ سطروں پیش کی تھیں۔ اس کے بعد یہ گزارش کی تھی کہ اس حوالہ کے بعد غالباً مختار مدعا علیہ ان جوابات کا مکر نام بھی نہ لیں کیونکہ ایک اجماعی جواب کافی ہے۔ اور اگر پھر بھی وہ تاویلات رکھ لیں دہرائیں ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی تشقی کے لائق مفصل ہر ایک کا جواب علیحدہ علیحدہ ہی پیش کر دیا جائے گا یہ حوالہ اسی سلسلہ میں بحث ابتدائی میں پیش کر چکا ہوں لہذا یہ کہنا کہ سکوت اختیار کر کے صحیح تسلیم کر لیا محض جھوٹ اور افتراء خالص ہے یہ دوسری بات ہے کہ وہ اسے جواب نہ خیال کریں حالانکہ یہ جواب مرزا صاحب کے الفاظ

میں ہے۔ یہ تو زیادہ قابل وقعت اور قابل لحاظ ہونا چاہیئے تھا۔

(۲۱) دو تہو امامیہ اس سلسلہ میں ہونے کا قول کثرتِ احادیث ہونے کے سلسلہ میں بحوالہ گواہ مدعیہ ۲۱ پیش کیا گیا تھا نہ کہ دو تہو امامیہ پیش کی گئی عدالت ملا خطہ فرمائے اصل بحث کے وقت گواہ ۲۱ کے اصل الفاظ پیش کئے تھے۔ سترہ کہ مخالفہ اور صرف تیرہ پیش کردہ بتانا بالکل صحیح نہیں ہاں شاید اس سے مخالفہ لگ گیا ہو کہ امامیہ پیش شدہ کو میں نے مطلق حکم نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیحدہ اور تفسیر قائم التبیین کی علیحدہ اور جن میں آخر الانبیاء یا آخر النبیین کی تصریح ہے وہ علیحدہ ہیڈنگ کے تحت جمع کی تھیں۔ اور کل اس سلسلہ کی بیانات گواہان مدعیہ اور مرجعہ (۲۶) نقل کی تھیں میں صرف ان کا حوالہ بلا نقل دیتا ہوں۔

امامیہ (۲) بروایت ابی ہریرہؓ (بخاری و مسلم والوداد و ترمذی) الزبیان گ مدعیہ ۱ الف و ۲ و ۳ و ۴

حدیث (۱) بروایت ابی حازم (بخاری و مسلم) بحوالہ گ مدعیہ ۱ الف و ۲ و ۳ و ۴ و ۵

حدیث (۱) بروایت سعد بن وقاص (بخاری و مسلم مشکوٰۃ مرقات) بحوالہ گ ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ الف

حدیث (۲) بروایت انس ابن مالک (بخاری و مسلم وابن کثیر) بحوالہ ۱ الف و ۲

حدیث (۱) بروایت جبیر ابن مطعم (مسلم شریف ج ۲) بحوالہ گ مدعیہ ۱ الف

حدیث (۱) بروایت عبد اللہ ابن مسعود (طبرانی شریف) بحوالہ گ مدعیہ ۲

حدیث (۲) بروایت عائشہ صدیقہؓ (کنز العمال) بحوالہ گ مدعیہ ۱ الف و مرجع گ مدعیہ ۱ و ۲ و ۳

حدیث (۱) بروایت ابی امامہ ترمذی (ابن ماجہ) بحوالہ گ الف و مرجع گواہان مدعیہ علیہ۔

امامیہ (۱۲) بروایت مختلف صحابہ (بخاری و مسلم والوداد و ترمذی و نسائی و کنز) بحوالہ گ مدعیہ ۱ الف و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲

و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ و ۳۱ و ۳۲ و ۳۳ و ۳۴ و ۳۵ و ۳۶ و ۳۷ و ۳۸ و ۳۹ و ۴۰ و ۴۱ و ۴۲ و ۴۳ و ۴۴ و ۴۵ و ۴۶ و ۴۷ و ۴۸ و ۴۹ و ۵۰ و ۵۱ و ۵۲ و ۵۳ و ۵۴ و ۵۵ و ۵۶ و ۵۷ و ۵۸ و ۵۹ و ۶۰ و ۶۱ و ۶۲ و ۶۳ و ۶۴ و ۶۵ و ۶۶ و ۶۷ و ۶۸ و ۶۹ و ۷۰ و ۷۱ و ۷۲ و ۷۳ و ۷۴ و ۷۵ و ۷۶ و ۷۷ و ۷۸ و ۷۹ و ۸۰ و ۸۱ و ۸۲ و ۸۳ و ۸۴ و ۸۵ و ۸۶ و ۸۷ و ۸۸ و ۸۹ و ۹۰ و ۹۱ و ۹۲ و ۹۳ و ۹۴ و ۹۵ و ۹۶ و ۹۷ و ۹۸ و ۹۹ و ۱۰۰

یہ کل (۲۶) ہیں جو مفصل پیش کر چکا مگر مختار مدعیہ کو چونکہ (۱۲) کا جواب کچھ نہ کچھ دینا ہے۔ اس لیے اس نے تیرہ بتائیں اور بعض ضعیف بھی کہا مالا کہ ضعف ثابت نہ کر سکا اس کے علاوہ بھی بیانات گواہان مدعیہ میں احادیث ہیں جن میں بعض کا مضمون مکرر تھا۔ گواہ امامیہ (۱۲) جدا جدا ہیں اس لیے بخوف طوالت بحث میں نہ دہرایا گیا تھا۔

پہلی حدیث کا جواب

قال لعلی انت منی بمنزلة الی قوله لا بنی بعدی

(خلاصہ جواب)

- (۱) بعد کے معنی غیر ماضی کے ہیں یعنی متصل غزوہ تبوک میں جانیکے بعد زمانہ میں کوئی نبی نہیں یا تو نبی نہیں۔
 (۲) اگر بعدی کے معنی میری موت کے بعد کے لیے جائیں تو دونوں جملوں میں کوئی متعلق نہیں رہے گا نہ تشبیہ درست ہوگی کیونکہ ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے وفات پا گئے تھے۔

(جواب الجواب)

- (۱) اس میں شبہ نہیں کہ کبھی بعد کے معنی بعدیتہ متصلہ کے بھی آئے ہیں اور آیات پیش کردہ میں وہی سہی مگر اس حدیث لابی بعدی میں وہ معنی مراد نہیں کیونکہ یہاں اس تخصیص کا کوئی قرینہ نہیں اور حضرت علی کا گو جزئیہ منقول ہے مگر یہ قول ”لابی بعدی“ بمنزلہ ضابطہ کلیہ کے ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ ضابطہ کلیہ نہ صرف اس جگہ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد جگہ استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً انا خاتم النبیین لابی بعدی و سیکون خلفاء وغیرہ جہاں کسی قسم کی بعدیت متصلہ کے ساتھ تخصیص ناممکن ہے۔ نیز بہت سی روایات میں لابی بعدی کے ساتھ و سیکون خلفاء بھی موجود ہے جو قطعی دلیل ہے کہ بعدی کے معنی بعدیت متصلہ کے نہیں بلکہ مرنے کے بعد کے ہیں۔ اور بعدیت متصلہ سے مفید کرنے میں عموم نفی سے جاتا رہتا ہے۔ حالانکہ ارم الصلح ص ۲۴ پر مرزا صاحب بھی فرماتے ہیں کہ لابی بعدی میں نفی عام ہے۔ عدالت خود اس حدیث کو بیانات سے لے کر اس تاویل سے مقابلہ فرمائے۔

- (۲) لابی بعدی میں بعدی کے معنی بعد موت کے لینے ہی متعین ہیں جس پر دوسری روایت میں و سیکون خلفاء کا قرینہ واضح موجود ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کی طرح خلافت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ہی کے ہوگی اب یہ امر کہ دونوں جملوں کا تعلق و تشبیہ درست نہ ہوگی یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ مشبہ و مشبہ بہ میں شاک نہ تمام اجزاء میں نہیں ہوا کرتی بلکہ صرف وجہ شبہ میں ہوتی ہے وہ موجود ہے کہ جیسے کہ وہ طور پر موسیٰ نے جاتے وقت ہارون کو خلیفہ چھوڑا تھا میں تمہیں چھوڑتا ہوں تشبیہ صرف مطلق خلافت میں ہے۔ پس ہر دو جملوں کا تعلق اور تشبیہ بدستور قائم ہے۔ البتہ اس تشبیہ سے اس شبہ کا احتمال تھا کہ کوئی تشبیہ تمام سمجھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی نہ سمجھنے لگے یا وہ خود نبی نہ سمجھیں۔ قال اللہ استنبیثاً نبی یا قاعدہ کلیہ لابی بعدی سے لے کر منع فرمایا کہ چونکہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا و بنتا نہیں اس لیے صرف خلیفہ تو ہوا نبی ہونا ممکن نہیں۔ عدالت اصل بیان سے ملاحظہ فرمائے اس شبہ کا شائبہ تک نہیں۔ اگرچہ اس کے اخیر میں مدعا علیہ نے اپنے بیان کا حوالہ دیا ہے مگر وہاں اس سے زائد کوئی بات نہیں سوائے تو فیح

اشکله یا تطویل عبارت کے (علماء نے لابی بعدی کے کیا معنی کیے ہیں۔

۱۲۔ مختصر جوابات مختار مدعا علیہ

(۱) اقتراب الساعة نواب صدر بنی حسن خان صاحب بہوپالی۔

(۲) قول ملا علی قاری بحوالہ اشاعت لاشراط الساعة للسید شریف برزنجی۔

(۳) دوسرے قولوں کے واسطے بیان کا خالہ دیا گیا ہے۔

(الجواب)

(۱) اقتراب الساعة اور اس کے مصنف نواب صدر بنی حسن خان صاحب ہمارے مسلم نہیں جیسا کہ مفصل اوپر گزر چکا ہے نیز گو بان مدعیہ نے جہر میں صحت کر دیا ہے۔

نیز یہ ان کی ذاتی رائے ہے جس پر کوئی سند نہیں بلکہ صریح احادیث کے خلاف ہے بھی غیر مسلم ہے پس ہم ان دونوں کے جواب کے مکلف نہ تھے۔ مگر عدالت خود فرمائے تو ان دونوں کا جواب ہماری طرف سے پیش ہو چکا اسی طرح صاحب مکملہ مجمع البحار کے دوران لابی نسخہ شرعیہ، بھی بعینہ ہی مطلب اور یہی واقعہ اور تقریباً انہیں الفاظ میں ادا فرما رہے ہیں اور اس کا جواب بعینہ اس کا جواب ہے مکملہ کی ماقبل عبارت کہنے سے یہ شبہ پیدا ہو گیا ورنہ ہرگز نہ ہوتا بلکہ ہی اقتراب الساعة اور اشاعت کی عبارت اُپر سے ملاحظہ فرمائیں مطلب بالکل واضح ہے یہاں صرف نزول عیسیٰ کی بحث ہے، جس پر مختلف اعترافات وارد ہوتے ہیں جنہیں رفع کیلئے ہے۔ اور حدیث لا وحی بعدی کو سنداً مجرد قرار دیا اور صاحب مکملہ نے متیث سے ایک اور حدیث نقل کی جس کے الفاظ یہ تھے مغبیث فی حدیث عیسیٰ ابنہ یقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویزید فی الحلال یعنی عیسیٰ نازل ہو کر قتل خنزیر اور کسر صلیب فرمائینگے اور حلال میں زیادتی فرمائینگے اب خیال تھا کہ حلال میں زیادتی تو مدیدہ شریعت ہوگی۔

اس کا جواب دیا کہ مطلب یہ ہے کہ وہی بیزید فی حلال نفسه بان تیزوج وبولدہ وکان لم تیزوج قبل رفع الی السماء فزاد بعد البوط فی الحلال فحینئذ یومن کل احد من اهل الکتاب للیتقین بانہ بشر یعنی حال میں زیادتی سے کوئی نئی علت کا ایجاد نہیں بلکہ اپنے اعمال میں حلال یعنی نکاح کا اضافہ فرمائینگے اس طور پر شادی کریں گے اور اولاد ہوگی۔ کیونکہ قبل رفع الی السماء شادی نہ کی تھی اب زمین پر اترنے کے بعد شادی فرما دیں گے جس سے اہل کتاب ان کی بشریت کا یقین کر کے ان پر ایمان لائیں گے (جو پہلے خدا سمجھتے یا مخالفت تھے)

پھر اسی نزول عیسیٰ پر قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا ہے۔ اُس کے بعد یہ منظر ہے کہ

وہمنا لایمانی حدیث لابی بعدی کہ یہ حدیث لابی بعدی کے منافی نہ ہو اور کیونکہ اس زیادتی صلال سے
توشادی کو مراد ہے اور لابی بعدی کا مراد کسی نبی کا نہ آنا ہے جو شریعت محمدی کے لیے یہاں تو اسی کے مطابق
عمل کیا۔ پس وہ نبی نہ بنت بلکہ عال باشرع الحمدی ہے عدالت خود اس خیانت کو ملاحظہ فرمائے کہ وہاں لان مراد وہ
ہے۔ اور گواہ مدعا علیہ نے لائنہ کا لفظ کاٹ کر کے صرت ارادہ الخ سے عبارت لی تاکہ بائبل سے
رہلہ نہ معلوم ہو سکے پس اس قسم کے قطع و برید کے حوالہ جات قابل التفات ہی نہیں۔ لہذا دراصل وہ عبارت اسلامی
عقیدہ کے منافی نہیں نیز وہ تو صرف نزول عیسیٰ من السما کے تعلق ہے اور جو اس کا قائل نہیں ان سے کتنا
اُس کا فصول ہے اسی جگہ نبی تشریحی کی اذہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ الخ اور
لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار وغیرہ سے بھی ہرگز درست نہیں ہو سکتی کیونکہ مرزا صاحب کی تحقیق
سے بھی منافی ہے جیسا کہ اصل بحث میں عرض کر چکا ہوں کہ ان کے نزدیک بھی لابی بعدی میں نفی عموم کی ہے اور
تخصیص کرنا شراکت ہے۔ ایام الصلح ص ۴۶۔

پھر یہ بھی ملاحظہ ہو کہ اعتلہ مذکورہ یا ان جیسی اور چند مثالوں میں نفی کمال بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس سے یہ
کیونکہ لازم آتا ہے کہ در لابی بعدی میں بھی نفی کمال ہی مراد ہے جیسا کہ کسی ایک حدیث یا قول یا محاورہ میں نفی کمال مراد
ہو جانا اس امر کو مستلزم ہے کہ سب جگہ کہا معنی چلائے جائیں۔ اور اگر یہ عام ضابطہ کلیہ ہی گیا۔ تو کوئی وجہ
نہیں کہ لا الہ الا اللہ یا اللہ لا الہ الا هو یا لاریب فیہ ہر نفی کمال نہ لی جائے کیونکہ
جب یہی اجتہاد اور یہی قیاس ہو تو ایک بت پرست ہندو کہہ سکتا ہے کہ لا الہ الا اللہ میں بھی
نفی کمال ہے یعنی کامل مجود سوائے اللہ کے کوئی نہیں۔ اگرچہ غیر مستقل اور غیر شارع مجود ہو سکتے ہیں۔ اور یہی تمام
بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔ یوں ہی کوئی قرآن کا منکر کہہ سکتا ہے کہ لاریب فیہ میں بھی نفی کمال ہے۔ یعنی کامل ریب
اور شک قرآن میں اگرچہ بعض اقسام ریب اور شک کے موجود ہے۔ اگر کسی دلیل سے اُس مخالفت بت پرست کو
نفی کمال مراد لینے سے روکا جاسکتا ہے۔ تو وہی دلیل ہماری جانب سے بھی در لابی بعدی میں نفی کمال مراد ہونے
پر تصور فرما لیو بیس پس جب کہ تمام قرآن و حدیث و اقوال سلف ختم کہ مرزا صاحب کے ایام الصلح ص ۴۶
کی تصریح ثابت ہو گیا کہ لابی بعدی میں نفی عموم کی ہے اور تخصیص شراکت اور گستاخی ہے۔ پس یہ
تاویلات یقیناً بلکہ مسلم طور سے ناقابل التفات ہیں۔

ایک مخالفہ کا جواب

اذہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ ، واذ اہلک قیصر فلا قیصر بعدہ

تخصیص کے لیے عجیب و غریب تقریر تصنیف کی ہے۔ اور اسکا مدار اس پر ہے کہ کسریٰ اور قیصر خاص درجنوں کے نام نہیں بلکہ ہر بادشاہ فارس کو کسریٰ اور شاہ روم کو قیصر کا لقب دیا جاتا ہے۔ اور چونکہ ان دونوں ملکوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک کوئی نہ کوئی بادشاہ ہیں ہوتے رہے ہیں پس سخیہ ہیں اگرچہ باقی ہوں گے مگر اسلام کے زیر نگیں۔ یوں ہی یہاں نبی تو آئیں گے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع۔

مگر یہ بنا فاسد علی الفاسد ہے۔ خود ایک مطلب تصنیف کیا۔ اور اس پر بنیاد رکھ دی۔ یہ محض غلط ہے کہ کسریٰ و قیصر اب تک موجود ہیں۔ امام نووی شرح مسلم میں حضرت امام شافعیؒ اور تمام علماء سے نقل فرماتے ہیں ف لا کسریٰ بالعراق ولا قیصر بالشام یعنی ان دونوں اقلیموں میں ان کی سلطنت نہ رہے گی چنانچہ بلاشبک اس طرح ہوا۔ کہ کسریٰ اور کسرویت کا تو بالکل خاتمہ ہو گیا۔ اور قیصر نے ملک شام سے بھاگ کر کسی اور جگہ پناہ لی عرض ان دونوں اقلیموں میں کسریٰ و قیصر نہ رہے ایسے سوال اس پر یہ خود یہ کہنا ہی غلط ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہری معنی میں مستعمل نہیں رہتے کہ اس پر لابی بعدی کو تیناں فاسد کر کے تحریف کریں۔ اور اگر تھوڑی دیر کے واسطے بغرض محال اس حدیث فلا کسریٰ میں کسی نہ۔ جی دہ سے کوئی تخصیص مرزا صاحب کے متبعین کی طرح فرض کر لے تو اس سے یکب لازم آیا کہ ”لابی بعدی“ میں بھی تخصیص کر دی جائے۔ کیا کسی ایک حدیث کا کسی وجہ سے ٹول ہو جائے کہ مستلزم ہے کہ تمام احادیث مزین کو بگاڑ کر اس کے مطابق بنایا جائے۔

اور ایام الصلح ۱۲ھ کی تصریح کے بعد مرزا صاحب کے مسلک پر بھی اس حدیث لابی بعدی میں تخصیص نہ ثابت اور گستاخی ہے۔

یہ محض غلط ہے کہ ان احادیث کے جواب کا جواب ابتدائی بحث میں نہ آیا۔ کیونکہ ابتدائی بحث میں التزام تھا کہ جو چیز ایک مرتبہ جس سلسلہ میں گزر گئی۔ اعاوہ کسی رنگ میں نہ کیا گیا۔

صوفیائے کرام کے حوالوں کی تشریح کے تحت اصل بیانات اور بحث میں شیخ محی الدین ابن عربی کے قول انما اذتفعت نبوة التشريع فهمذمعی لابی بعدی

اور اذکان یکون تحت حکم شرعی کا مکمل جواب۔

اور لفظ تشریع کی شرح وغیرہ ربط و تفصیل سے گزر چکی۔ اب یہ کہنا کہ اس کا جواب نہ ہوا صحیح نہیں۔ اور چونکہ جواب الجواب میں بجائے کسی جواب کے کچھ کی زیادتی اور جوابی رنگ کے سکرہ پیش کیا ہے۔ لہذا مختصر جواب بھی عرض کرنا ہوں اگرچہ اس اصول تحقیق کے بعد ضرورت نہ تھی۔

اصولی تہدید

(۱) عقائد میں قطعیات کتاب اللہ والرسول یا بقول گواہ مدعا علیہ وحی مرزا صاحب ہی معتبر ہے اور کچھ معتبر نہیں ملاحظہ ہو مرجع گواہ مدعا علیہ ۲۸/مارچ ۱۳۲۷ء لہذا باب عقائد میں ان اقوال کے لانے کی ضرورت اور نہ جواب کی حاجت۔

(۲) شریعت کے خلاف جو شیخ کی عبارت نظر آتی ہے وہ ان کی نہیں بلکہ مدسوس اور خارج سے ملائی گئی ہے۔ للاحظہ ہو۔ یواقیت مک و جمیع ما عارض من کلامہ ظاہر هو الشریعة و علیہ الجمهور فہو مدسوس علیہ الخ حضرت شیخ کا وہ قول جو ظاہر الشریعت اور جمہور کے ملک کے خلاف ہے وہ ان کا نہیں بلکہ مدسوس اور خارج سے اضافہ ہے۔ یوں ہی دوسرے مسلم بند گوا (مجدد الف ثانی) مکتوبات جلد ۱۱ میں تصریح فرماتے ہیں بوجہ خوف لموالت صرف عوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔

از عجائب کار باراست شیخ محی الدین ابن عربی۔۔۔ تاہم نہ اگر مراد اس سے ناواقف ہو ملاحظہ سے پہچانے کے لیے شامی ج ۲۹۲ سے پیش کیا گیا تھا کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ نے خود وصیت فرمائی ہے کہ نحن قوم یحرم النظر فی کتابنا کہ ہماری کتب ہر شخص کو دیکھنا ٹھیک نہیں جس کا غلط مطلب کے لئے مختار مدعا علیہ نے جو کچھ کہنا تھا کہا۔

(اصل جواب الجواب)

ہر شخص اور ہر فن کی ایک اصطلاح خاص ہوتی ہے لکن ان اصطلاح بھی مسلم ہے اور کسی کے اصطلاح کے خلاف مطلب لینا ہرگز درست نہیں۔ ملاحظہ ہو مرجع گواہ مدعا علیہ مدعا ۲۶/مارچ ۱۳۲۷ء نیز یواقیت مسلم فریقین ص ۱۱ ملاحظہ ہو۔ والا یجوز الانکار علی المقدم معرفتہ مصطلحہ فی الفاظہ اذا رأینا بعد ذلک فی کلامہم مخالفاً للشریعة

یعنی صوفیا کرام پر اعتراض جب تک ان کے خصوصی الفاظ کی اصطلاح سے واقف نہ ہو جائیں جائز نہیں البتہ واقفیت اصطلاح کے بعد بھی اگر ظاہر شریعت کے خلاف ہے تو اسے پھینک دیں گے اور قبول نہ کریں گے اور گواہان مدعا علیہ کا خود اقرار ہے کہ قصود الحکم و فتوحات بالاستنباب۔ مطالعہ نہیں کیا اور اصطلاح صوفیہ میں کوئی بھی کتاب نہیں پڑھی ملاحظہ ہو مرجع گواہ مدعا علیہ مدعا ۲۸/مارچ ۱۳۲۷ء پس انہیں ان عبارات

میں مغالطہ لگانا کوئی تعجب کی بات نہیں صرف شیخ محمد الدین ابن عربی رحمۃ اللہ کی اصطلاحات پر مستقل تصانیف میں منجملہ ان کے گہریت احمر بنی علوم ایشیخ الاکبر بھی ہے جس میں ان کی اصطلاحات نبوت و رسالت کے متعلق یہ ہے کہ **«اراعلم ان النبوة هي الاخبار عن شيء سارئة في كل موجود عند اهل الكشف والوجود لذلك لا يطلق على احد منهم اسموني ولا رسول الا على الملكة الذين هم رسل فقط»** ————— باجہ یعنی شیخ کی اصطلاحات میں لفظ نبوت کے معنی کسی چیز کی

خبر دینا اندر یہ نبوت تمام موجودات میں صوفیاء کرام کے نزدیک موجود دوسری بھی مگر اسم نبی رسول اللہ صوا اس کے کسی پر نہ بولا جائے گا جس کو اصطلاح شرع میں نبی و رسول کہتے ہیں ہاں ملائکہ بھی بوجہ دسالہ فیما بینہ تعالیٰ و بلیں الانبیاء رسول کہلاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمادیں نبوت کے معنی مطلق خبر دینے کے کسی قدر عام حیوانات کے اندر بھی مانتے ہیں نیز اس کے مقابل تشریع بھی شریعت کی اصطلاح مراد دیتے ہیں حضرت شیخ رحمہ کے نزدیک رسالت بمنہ تبلیغ متعل ہے ملاحظہ ہو فتوحات ج ۲ باب ۲۸۔ اور ولایت نبوت کے مقابل براہ فتوحات فصو میں احکم میں مستعمل ہے۔ البتہ لفظ رسول و نبی صرف اصطلاح شریعت کے نبی کو کہتے ہیں۔ یہی معنی تشریع کے ہیں کہ شرعی اصطلاح کا نبی و رسول نہ یہ کہ صاحب شریعت جدیدہ۔ ملاحظہ ہو فتوحات مکبہ بحوالہ بیانات۔ «وهذا كله موجود في دجال الله من الاولياء والذي اختص به النبي دون الولي والوحي التشريع ولا يشروع الا النبي ولا يشروع الادسول کہ یہ کل مردان خدا اولیاء اللہ میں موجود ہے اور وہ وحی جو صوا ولی کے نبی کے ساتھ محقق ہے وحی التشریع یعنی اصطلاحی وحی نبوت ہے۔ اور جو نبی و رسول ہے وہی شرع ہے۔ ملاحظہ فرمادیں کہ تشریع یا شرعی وہی اصطلاحی نبی رسول کو قرار دیا ہے جو اولیاء اللہ کے مقابل ہے نہ بمعنی صاحب شریعت جدیدہ پس جہاں کہیں لفظ تشریع یا شرع یا اس کے ہم معنی حضرت شیخ کی اصطلاح میں مستعمل ہے اس سے اصطلاح شرع کا نبی مراد ہے نہ لغوی نبوت جو حیوانات تک میں مانتے ہیں۔

اب اس اصطلاح کے معلوم ہو جانے کے بعد پیش کردہ عبارات کا مطلب بالکل واضح ہے کوئی اس کے حل کرنے میں دشواری نہیں۔

مزید برآں مختار مدعا علیہ وگوایمان مدعا علیہ اگر حضرت شیخ رحمۃ اللہ کی عبارت قطع و برید کر کے نہ پیش کرتے تو اس قدر مغالطہ کبھی نہ لگتا صرف اس خیانت نقل سے یہ مغالطہ پیدا ہوا اور اس واسطے اس پیش کردہ فقرہ انما ارتفعت نبوة التشریع کا ابتدائی لفظ ولہذا افلنا کو کاٹ کر پیش کیا گیا تاکہ کوئی اس کا مقابل سے ربط نہ سمجھ لے جس سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح مسلک

اس معاملہ میں معلوم اور واضح ہو جائے اصل کل عبارت ملاحظہ ہو۔ اول ما بدي به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحى الرويا فكان لا يبرى رؤيا الا اخرجت مثل فلق الصبح وهى التى ابقى الله على المسلمين وهى من اجزاء النبوة فما ارتفعت النبوة بالكلية ولهذا قلنا انما ارتفعت النبوة التشريع فلهذا معنى لا بنى بعده يعنى وحى جو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی تو وہ رويا تھی پس آپ کوئی رويا (خواب) نہ دیکھتے مگر وہ صبح کی روشنی کی طرح سچا ہوتا تھا اور یہ ہی صرف سچے خواب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے باقی رکھا ہے اور یہ اجزاء نبوت سے ہیں اس لیے نبوت بکلی نہیں اٹھائی گئی اور اس لیے ہم نے کہا ہے کہ نبوت تشریعی (یعنی علاوہ خواب شریعت کی اصطلاح والی) اٹھائی گئی اور یہ ہی معنی لابی بعدی کے ہیں

ملاحظہ فرمادیں کہ کس صفائی سے یہاں شیخ اکبرؒ نے اجماعی مذہب کو اپنا مذہب قرار دیا ہے کہ جو چیز باقی رہ گئی ہے وہ رويا ہے اور اجزاء نبوت میں سے ایک جزو ہے اور پھر آگے لکھا ہے :-
اسم النبى ترال بعد رسول الله يعنى آنحضرت صلى الله عليه وسلم کے بعد کے نبی کا نام رائل ہوگا
یعنی اور کوئی شخص نبی بن کر نہیں کھلا سکتا اسی سلسلہ میں دوسرے مقام پر لکھا ہے - مع هذا
الا يطلق اسم النبوة ولا بنى الاعلى المشروعة خاصة يعنى نبوت اور نبی کے نام کا اطلاق سوائے مشروع یعنی سوا
شرعی نبی کے اور کسی پر نہیں ہوتا۔

پس اصطلاح شریعت میں وہ ایسے لوگوں کو اولیاء اللہ ہی کہتے ہیں اور نبی کا نام ان پر جائز نہیں سمجھتے اور پھر شیخ اکبرؒ اس سے بھی زیادہ صفائی سے لکھتے ہیں و هذا كالمعنى يعنى یہ سب کچھ (وحی کا آنا) اللہ کے ان بندوں میں پایا جاتا ہے جو اولیاء اللہ میں سے ہیں اور وہ چیز جس سے نبی کو خاص کیا جاتا ہے اور وہی سے ممتاز کیا جاتا ہے وہ شرعی اصطلاح کی وحی ہے پس سوا نبی کے کوئی شارع نہیں ہو سکتا اور سوا رسول کے کوئی شارع نہیں ہو سکتا۔

پس ملاحظہ فرمائیں کس صفائی سے شیخ اکبرؒ شارع اور نبی کو ایک قرار دیتے ہیں اور تشریح سخت کے مقابل پر ولایت کا ذکر کر کے تصریح فرما رہے ہیں کہ ولایت کے علاوہ ہر قسم کی نبوت نبوت تشریعی ہی ہے مختار مدعا علیہ نے محض مطلب برآری کے لیے ان کے اقوال میں سے ایک ٹکڑا نقل کر دیا اور جن اقوال میں سے وہ قول ان کا مات ہوتا تھا اور ان کے اصل مذہب پر روشنی پڑتی تھی اسے کاٹ دیا حضرت شیخ اکبرؒ کے اس قسم کے بہت سے اقوال موجود ہیں جو جرح میں آچکے ہیں۔ اس وقت طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کرتا وہیں سے مفصل ملاحظہ فرمائے جاویں جو مخصوص اس عبارت سے متعلق ہیں ان کا صرف اول و آخر یہ کہتا ہے کہ

بطور حوالہ کے درج کرتا ہوں۔

(۱) فہم و دشتہ الانبیاء ... تا ... لا یكون مشرعاً (بحوالہ فتوحات)

(۲) من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوة الخ (بحوالہ فتوحات)

(۳) وهذه بنوة سارية في الحيون الخ (بحوالہ فتوحات)

(۴) وكذلك تنقطع في الآخرة بعد دخول الجنة والنار بنوة التشريع لنبوة العامة

(۵) ولذا كان يوليه تابين جنه (لواقیت)

(۶) وادعاء نبوة قد انقطعت الخ

کے ہر قسم کی (ظلی و بروزی متقل وغیرہ متقل) کا دعویٰ منقطع

ہو چکا۔

(اس مسئلہ کے متعلق شیخ اکبرؒ کا آخری مصرع اور قطعی فیصلہ)

حضرت شیخ اکبرؒ محمد بن عبد اللہ بن عربیؒ اپنی سب سے آخری تصنیف فصوص الحکم میں تصریح فرماتے ہیں کہ
(فصوص الحکم مع تاویل الحکم ۲۲۴ و ۲۲۵) و جرح گواہ مدعا

اعلم ان الولاية تا والسنه

علیہ ۷۴۰/۲ ماہ ربیع الثانی ۷۴۰

اس حوالہ میں مشرع اور مشرع لہ دونوں قسموں کے نبی کی تصریح نفی موجود ہے یعنی ذاتی نبی بن سکتا ہے نہ غیر۔

نہ صاحب شریعت نہ غیر صاحب شریعت بلکہ یہاں تک شیخ کے کلام میں تصریح موجود ہے کہ صرف ہوا و مرا
۱۰. ابابہ کی کا دعویٰ بھی بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا اصطلاح شرع کی نبوت کا دعویٰ ہے نہ سوا عہد و وافق

شرعاً او خالف خواہ ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف اور متقل ہو یا غیر متقل فان کان مکلفاً

ضررباً عنقه والا ضرباً عنده صحفاً کہ اگر وہ مجنوں نہیں تو اس کی گردن مار دی جائے گی۔ ورنہ اس سے اعتراض

کیا جائے گا کہ یہ حوالہ بیانات اور جرح میں لواقیت جلد ۲ بحث ۲۵ ص ۲۴ پر موجود ہے مفصل حوالہ جات ۲۹/۲ ماہ ربیع

کی جرح گواہ مدعا علیہ ۷۴۰ سے ملاحظہ فرمائی جائے اس کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو قطع

ویرید کر کے ان کی طرف کسی عبارت کو منسوب کر کے یہ مطلب لینا کہ ان کے نزدیک امتی نبی آسکتا ہے

اور صرف متقل صاحب شریعت نبی کا آنا بند ہے جو ناسخ شریعت محمدیہ ہو صریح ظلم اور بہتان عظیم

ہے۔

دوسری حدیث

كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء الخ
خلاصة تاويلات مختار مدعا عليه

- (۱) بنی اسرائیل میں سیاسی وغیرہ سیاسی نبی ہوتے تھے حضرت موسیٰ نے جس سیاست کو شروع کیا اسے ناقص چھوڑ کر وفات پا گئے آپ نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد سیاست کے لیے نبی کی ضرورت نہیں بلکہ خلفاء ہر کام انجام دینگے اس میں یہ نہیں کہ متنبی نبی نہ آئے گا۔
- (۲) بحوالہ بیان تاویل بعدیت متصلہ۔

(الجواب)

(۱) اس پہلے جواب کا مدار صرف یہ ہے کہ اس میں یہ نہیں کہ متنبی نبی نہ آئے گا حالانکہ اس میں واسطہ لانی بعدی موجود ہے جس میں باتفاق علماء ہر قسم متنبی وغیر امتی نلی و بروزی نبی بننے کی نفی ہے اور لانی جنس نفی عموم ہی کے لیے حقیقتہً استعمال ہوتا ہے مرزا صاحب نے بھی لانی بعدی میں نفی عام مانا ہے ایام الصلح ص ۱۴۱ پس یہ تاویل محض بے سود ہے اور نہ صرف علماء وائمہ و اسلاف بلکہ مرزا صاحب کی تفسیر صحیح کے بھی خلاف ہے۔

(۲) اس بیان کا بلا وجہ حوالہ دیا اس میں بعدیتہ متصلہ بلا کسی قرینہ کے مراد لیا ہے اس کا جواب اوپر گزر چکا ہے کہ یہاں ہرگز بعدیتہ متصلہ نہیں درجہ ضابطہ کلیہ نہ رہے گا اور عموم نفی باطل ہو جائے گی نیز و سیکون خلفاء خود بتا رہا ہے کہ یہ متصلہ نہیں تمام زمانہ بعد مراد ہے تفصیل کے واسطے اصل حدیث معہ تشریح بیان گواہ مدعیہ و الفت و ما ملاحظہ فرمائی جاوے۔

(تیسری حدیث ختم بی التوبة کا جواب)

خلاصة تاويلات مختار مدعا عليه

اگر ختم کے معنی بھی لیے جائیں تو الفت و لام تخصیص یا عہد کے لیے ہو گا یعنی جو بالاستقلال نبی تھے آپ کے فیض سے نبی بننے کی نفی نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحم نے تہہمات الہیہ میں یہ معنی کئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد ایسا کوئی نبی نہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ لوگوں کے واسطے شارع بنائے۔

الجواب

(۱) اصل الف و لام تخصیص عہد کے واسطے نہیں بلکہ تخیف جنس کے واسطے آتا ہے خصوصاً جب کہ مسادر پر داخل ہو لہذا یہاں کسی طرح تخصیص جائز نہیں نہ کسی شارع حدیث نے اس کی تخصیص کی یہ محض مختار مدعا علیہ کی قرآنی رائے ہے تمام شراح حدیث نے تصریح فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا تخصیص بر قسم کی تہوۃ کو ختم کرنے والے ہیں اکثر حوالے بیانات میں بسلسلہ ختم نبوت گزر چکے ہیں اس کے خلاف معنی قرآن پاک اور صریح و صحیح احادیث کے بالکل محارض ہوں گے لہذا وہ کسی طرح قبول نہیں ہو سکتے۔

(۲) شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ نے ہرگز یہ مراد نہیں لیا۔ مختار مدعا علیہ نے اپنی مرضی کا ترجمہ کر دیا وہاں لفظ یہ ہیں۔ کہ اے لایوجد من یا مروتہ الا سبحانہ یا لئیشریع علی الناس جس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ ایسا کوئی نبی نہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ امر فرمائے لوگوں پر شریعت بیان فرما نیکار تشریع کے منہ لغت عرب میں صرف شریعت بیان ہی کرتے ہیں نہ شارع بنانے کے ملا خطہ ہو منہی الارباب۔

پس حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ کا مطلب بالکل واضح ہے اس کا تو احتمال ہی نہ تھا کہ کوئی صاحب شریعت بنی آئے غیر صاحب شریعت جس کا کام صرف شریعت بیان کرنا ہو وہ بھی نبی نہیں آسکتا یہ حوالہ تو صریح ہمارے موافق مؤید ہے صرف مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی یا اپنی اصطلاح میں غلط ترجمہ کر کے مطلب مختل کر دیا تھا ورنہ مطلب بالکل واضح ہوتا۔

اور اگر بالفرض یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ اس کے معنی شارع بنانے کے ہیں بھی ایک متناظر یہ رہ جاتا ہے کہ من کا لفظ عام تھا اس کے معنی یوں کر نہ ہوگا جس کو نبی نہ ہوگا محض اپنی ایجاد سے ترجمہ صرف یہ ہو سکتا ہے کہ نہ پایا جائے گا وہ شخص جس کو خدا شارع بننے کا حکم کرے یا شارع یعنی نبی بنائے اور یہی ہم کہتے ہیں باقی شارع نبی کا مراد ہونا علاوہ بدیہی ہونے کے فتوحات مکیہ سے بحث وحی میں پیش کر چکا ہوں کہ لا یشریع الا البنی ولا یشریع الا الرسول خاصۃ فتوحات مکیہ بحوالہ سابق یعنی شارع نبی غیر مستقل اور شارع رسول یعنی نبی مستقل ہوتا ہے پس شارع بمعنی نبی ہوا مستقل صاحب شریعت ہو یا غیر مستقل۔

کیونکہ نبی کو بھی شارع بتایا اور رسول کو بھی اور فتوحات میں تصریح ہے کہ نبی بلا شریعت بدیدہ والے کو اور رسول صاحب شریعت بدیدہ کو کہتے ہیں (فتوحات بحوالہ گذشتہ)

لہذا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ کی عبارت بالکل مسلمانوں کے مطابق ہے کہیں مختار مدعا علیہ کی تائید کا مشبہ تک نہیں اپنی طرف سے اس نے لفظ نبی اضافہ کر کے شبہ میں ڈالا تھا۔

(پچوتھی حدیث انا العاقب الخ)

اس کے جواب میں صرف لابی بعدی کو درج اور راوی کا اضافہ بنایا ہے اور میں نے جو ترمذی سے پیش کیا تھا سے بحوالہ حاشیہ بخاری فتح الباری فظاً ہر الادراج سے رد کرنا چاہا ہے حالانکہ یہ صرف مخالطہ ہے لابی بعدہ ضرور راوی کا ہے اور وہ مسلم ۲/۲۶۱ یا ترمذی کی ایک روایت میں ہے اور ترمذی ص ۲۰ پر جو لفظ میں نے پیش کیا ہے کہ قال ان العاقب والعاقب الذی لیس بعدی نبی کہ میں عاقب ہوں اور غور ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عاقب کی تفسیر فرماتے ہیں کہ عاقب کے یہ معنی ہیں کہ میرے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں لہذا میں عاقب یعنی بالکل پھلنا ہی ہوں۔ اس کو کسی نے درج نہ بنایا بلکہ خود امام ترمذی رحمہ اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ ”ہذا حدیث حسن صحیح، کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔“

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے بعد بخاری کے حاشیہ سے نقل کر کے اور تفسیر بنانا مشکلم کی تصریح کے خلاف ہے۔ دوسرے وہاں ص ۲۷ بخاری ۲ کے حاشیہ سے قسطلانی نے لغوی معنی اس کے نقل کیے ہیں۔ اسے تفسیر اور مراد مشکلم قرار نہیں دیا۔ حتیٰ کہ اس تفسیر سے متعارض ہے۔ اور آج تک کوئی بھی ترجمہ اور تفسیر میں تعارضی نہ سمجھا گو الفاظ میں فرق ہو۔

پانچویں حدیث لہم یبق من النور الا المبشرات

اس کا جواب دیا کہ ہر حال نبوت کا ایک جزو مبشرات تو باقی ہے پس نبوت باقی رہی اور اس کی تائید مولانا محمد حسن کی کتاب کو اکب دریہ ص ۱۳۷ و ص ۱۳۸ سے پیش کی ہے۔

اس کے جواب ہی کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ اگر بقائے نبوت سے صرف اچھی خواہیں دیکھنا مراد لیتے ہیں تو اس میں کسے اختلاف ہے۔ مگر میں اوپر بحوالہ فتوحات دیلواتیت پیش کر چکا ہوں۔ اس میں لفظ نبی اور رسول کا اطلاق یا دعویٰ نبوت کسی قسم کا جائز نہیں۔

کو اکب دریہ باوجود غیر مسلم ہونے کے ہمارے خلاف نہیں اس پیش کردہ عبارت کا آخری حصہ ملاحظہ فرمادیں وہ دو قسم کی ہے ایک نبوت تشریف جو ختم ہو گئی دوسری نبوت یعنی خبردادن ہے اس کو مبشر کہتے ہیں اپنے اقسام کے ساتھ جس میں دیا ہے باقی ہے (کو اکب دری ص ۱۳۸)

نبوت تشریف کو بند اور نبوت لغوی یعنی خبردادن جس میں مبشرات ہیں۔ باقی بتاتے ہیں۔ اس میں کسے خلاف ہے نبوت حقیقی تو باقی نہیں۔

چھٹی حدیث: انا آخر الانبياء وانتם آخر الامم ومسجدى آخر المساجد

ایسی روایت سے ابن ماجہ اس کے دواوہ قول کو تقریباً ایک صفحہ میں مجروح کرنے کی سعی کی ہے۔ حالانکہ کسی ایک دو کے کام کرنے سے راوی مجروح نہیں ہو سکتا۔ ائمہ جرح و تعدیل کا آخری فیصلہ اُس کی صحت کا ہے۔ اور جو روایات ابن ماجہ کی مخرج ہیں۔ اس میں اسے شمار نہیں کرتے مزید بلکہ روایت ابن ماجہ کے علاوہ آخر انبیاء با آخرہ کی اور حدیثیں بھی ہیں مثلاً۔

(۱) انا آخر الانبياء وانتם آخر الامم (مسلم شریف بحوالہ گواہ مدعیہ)

(۲) جعلت آخر النبيين كنز العمال گ مدعیہ

(۳) آخرهم في البعث كنز العمال ج ۱ الف مدعیہ وغیرہ۔

ان میں پہلی تو حدیث صحیح مسلم کی ہے جو بخاری کے ہم پلہ صحیح میں شمار ہے دوسری دونوں کنز العمال کی سند صحیح ہیں۔ پھر ائمہ نے آخر المساجد کی شرح اسی کنز العمال کی دوسری روایت انا آخر الانبياء ومسجدى آخر المساجد الانبياء سے پیش کر دیا تھا کہ پہلی روایت میں راوی نے تشدد سے کام لیا ورنہ صحیح روایت یہ ہے کہ میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد نبیوں کی تیار کردہ مسجد سے آخری ہے۔ نہ کوئی نبی آ سکتا ہے نہ کوئی نبی کی مسجد بنے گی۔ یہ تمام احادیث لا جوابی صرف مخصوص اہل امامہ کی حدیث ابن ماجہ کو لے کر جرح نقل کی۔ اس سے کچھ لینا صحاح احادیث پر اثر نہیں پڑ سکتا۔

ساتویں حدیث

مثلى و مثل الانبياء من قبل الخ

اس کا کچھ بھی جواب نہ بن آیا۔ اور یہ کلمہ طالع دیا کہ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے۔ تو دو امر۔

(۱) جیسے پہلے نبی آئے تھے ایسے نہ آئیں گے۔

(۲) یہ کہ پہلے نبیوں سے اب کوئی باقی نہیں

حالانکہ یہ تخصیص محض تاویل ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ اس میں کوئی قرینہ تخصیص نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام قہر نبوت کی اپنی آپ کو آخری اینٹ اور خاتم النبیین قرار دیتے ہیں۔ وہ نبوت جس میں صاحب شریعت وغیرہ صاحب شریعت تشریف دے بغیر تشریف دونوں شامل ہیں اس کی آخری اینٹ کے بعد کوئی بھی گنجائش نہیں۔ اصل استدلال اناتلث اللبنة آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری اینٹ قہر نبوت کی ہونے سے ہے جو بحالہ باقی ہے فتح الباری ص ۶۰ پر بھی اس کی تائید ہے کہ آپ

نے انبیاء و نبوت اور ان کے بعثت و ارشاد کو اس قول سے تشبیہ دی۔ وہاں کہیں بھی مستقل و غیر مستقل کی تفصیل نہیں۔ اور محض ایک ٹکڑہ نقل کر کے مغالطہ کی سہی کی گئی ہے اور اصل یہ ہے کہ یہ حدیث اس قدر قطعی اور صریح ہے کہ کوئی بھی تاویل ناممکن ہے۔ اصل حدیث معہ توفیح و تشریحی بیان گواہ مدعیہ رالف و راد ۲ و ۳ سے ملاحظہ فرما لی جاوے۔

آٹھویں حدیث۔ لوکان بعدی نبی لکان عمر

کیونکہ اس سے انسداد نبوت پر خود مرزا صاحب نے استدلال کیا تھا اور یہی پیش کیا گیا تھا جو ابی بحث میں کچھ جواب نہ ہو سکا اور یہ کہہ کر ٹالا اس سے مرزا صاحب کی مراد وہی نبوت ہے جو مستقل طور پر براہ راست سے اور تفصیل کے لیے بیان کا حوالہ دیا۔ حالانکہ نہ بیان کوئی جواب ہو سکا ہے۔ اور نہ وہاں اصل حدیث معہ تشریح و توفیح بیان گواہ مدعیہ ۲ و ۳ سے ملاحظہ ہو۔

نویں حدیث سیکون فی اُمتی

اس کے جواب کے لیے بیان کا حوالہ دیا مگر اس کا جواب الجواب مطلق یا تفصیلی محدود جالوں اور تقریباً من الثلین کے الفاظ سے دیا جا چکا ہے کہ تعاد نہیں بلکہ تقریباً اور اندازاً یا بشوکت مدعیان کاذب کا ذکر ہے اب اس جوابی بحث میں اس میں لے کر بات اور قابل غور ہے اسے یہ نیا اضافہ کیا کہ تیس کا عدد میں فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی سچا ضرور ہو گا۔ یہ تاویل محض ناقابل قبول ہے جب کہ اس تعداد سے زیادہ اور تقریباً من الثلین وغیرہ کے الفاظ موجود ہیں کہ اسی تعداد میں محدود نہیں یہ صرف اندازہ یا بشوکت مدعیان کاذب کے لیے ہے جیسا کہ اصل شہاد توں میں حوالوں سے گزر چکا اور گواہان مدعیہ نے جرح میں اس پر کافی روشنی ڈال دی ہے۔

اس کی تائید میں اکمال الاکمال سے ایک نہایت ضعیف حدیث بھی بحوالہ طبری نقل کی ہے جو محدثین کے نزدیک حدیث ہی نہیں۔ اور ہم اسے اگر صحیح بھی مان لیں اور جرح و تعدیل میں نہ الجھیں تو بھی معنی کے لحاظ سے مدعا علیہ کے مفید مدعا نہیں ہے کیونکہ الامن شائد سے صرف نزول عیسیٰ بن مریم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام مستثنیٰ کیا جائے۔ وہ بحیثیت ایک مجدد اُمتی ہوں گے بحیثیت نبی نہ ہوں گے گواہان میں صفت نبوت و رسالت سابقہ باقی ہو مفضل اوپر گزر چکا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

پھر مرزا صاحب کی برابری حصہ پنجم ۱۴۶ و ۱۴۷ سے اس حدیث کے متعلق نقل کرنا محض بے سود ہے وہ کیا حجت ہے جب کہ دعویٰ نبوت بلکہ اُس سے پردہ اٹھنے کے بعد کی ہے کیونکہ اُس کا سن تالیف اپریل ۱۸۵۷ء ہے جب کہ تمام قرآن و احادیث کے سن بدل کر تحریف کر چکے تھے۔

اپنے دعویٰ کے مطابق ۱۳ احادیث پیش کی ہیں جن میں کل ۹ احادیث کی تاویل پیش کی جس کی حقیقت اُوپر پیش کر چکا ہوں، اُن میں سے بھی ۱۲ جواب دیں اور چونکہ پیش کردہ احادیث کل ۲۶ ہیں لہذا بقیہ ۱۴ بھی لا جواب ہیں۔ پس سترہ احادیث تو ایسی لا جواب ہیں کہ جن کے جواب کا تذکرہ تک بھی نہیں کیا۔ فَلَئِنَّ الْحَمْدَ

۱۳

اجماع کی بحث

مختار مدعا علیہ کی توثیق کا خلاصہ

- (۱) ان معنی پر نہ صحابہ کا اجماع ہوا نہ ان کے بعد ثابت ہے۔
- (۲) ہم نے علماء کے اقوال سے اس کے خلاف ثابت کیا۔
- (۳) ایسے مسائل جو فہم و اجتہاد سے تعلق رکھتے ہوں اُس کے متعلق تمام امت کے اجماع کا دعویٰ بلا دلیل ہے
- (۴) سوائے اجماع صحابہ کے باقی کا انکار کفر نہیں۔
- (۵) لا یختل فیہ الاثنان سے اجماع ثابت نہیں ہوتا۔
- (۶) گواہ مدعیہ نے ۲۸ اگست کو اصول ضمیمہ اجماع صحابہ کے منکر کو کافر اور مابعد کے منکر کو فاسق و مبتدع بنایا ہے۔

(۷) کتاب الابانتہ میں اجتمعت الامۃ علی ان اللہ عزوجل رفع عینی الی السماء ہی پر بھی امام مالک نے ان کی وفات کی تصریح فرمائی ہے اور گواہ مدعیہ ۳۲/۲۹ اگست کی جرح میں اُس کے خلاف کوئی قول نہ پیش کر سکا۔ اسی طرح اور بھی اکابر نے عیسیٰ کی وفات کو تسلیم کیا ہے۔

(۸) امام رازی کے قول کا جواب فرائح الحموت سے دیا گیا حالانکہ اُسی پیش کردہ کتاب کے ماحشیہ میں رازی کے قول کی تائید موجود ہے۔

(۹) مرزا صاحب نے شہادت القرآن میں تواتر معنوی کا ذکر نہیں کیا۔

(الجواب)

(۱) محض غلط ہے میں صحابہ اور تمام امت کا اجتماع پیش کر چکا ملاحظہ ہو بحث مختار مدعیہ ہیہ ٹنگ «اجماع

امت جہاں شفاء تافى بياض جلد ۲ ص ۲۴ و ۳۶ گواہ ۲ لا تشا اخبار تا اجماعا اسمع
نیز حوالہ روح المعانی ج ۸ ص ۳۹ مما نطق بہ الکتاب الخ وغیرہ وغیرہ

(۲) ہرگز کسی ایک عالم کے قول سے اس کے خلاف ثابت نہ کر سکے ہاں قطع و برید اور اول و آخر و درمیان میں
جبارین تراش کر کے غلط ترجمہ کر کے خلاف تصریح اور مراد متکلم کچھ حوالے پیش کئے تھے۔ جن کا مدلل جواب
اور خیانتوں پر تنبیہ پیش ہو چکی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۳) یہ مسئلہ فہم و اجتہاد سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ عقائد اور ضروریات دینی سے ہے اس معنی کے انکار و اقرار
پر کفر و اسلام کا دار و مدار ہے جیسا کہ اشیاء وغیرہ کے حوالہ گواہان مدعیہ کے بیان میں اپنی جگہ پر گزر چکے
اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۴) یہ بھی غلط ہے بلکہ اُس کے سوا بھی اگر کسی منصوص شے پر اجماع ہو تو وہ بھی قطعی ہوتا ہے جس کے منکر کا
وہی حکم ہے یہ بھی بحوالہ نور الانوار ص ۲۱ حکمہ فی الاصل الخ او من ۲۲ کونہ من الصحابہ او
نعتہ لا یشترط الخ اصل بحث میں بسلسلہ اجماع گزر چکا کسی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۵) لا یختلف فیہ اثنان ہاؤدیکہ اجماع کے الفاظ میں سے علماء کو مسلم ہے کہ اس
کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی اس میں اختلاف نہیں رکھتا لیکن ہم نے تو اسے مدار نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ تصریح
جتمعت الامۃ کی کہ تمام امت صحابہ سے آج تک اجماع ہے۔ بحوالہ شفاء۔ روح المعانی۔ روا بن کثیر
وغیرہ نقل کیا اس لفظ و یختلف فیہ اثنان میں تال ہو تو اسے ترک کر دیا جائے رمریح لفظ و علیہ الاجماع
واجتمعت الامۃ میں تو کسی قسم کی تاویل ہی ناممکن ہے۔ اور نقل بھی ائمہ دین کی ہے۔

(۶) گواہ مدعیہ ۱۳۷ جن بعد والے اجماع کے منکر کو قاسق و مبتدع بتایا ہے وہ وہی اجماع ہے جو غیر منصوص
شی پر ہو نیز اس مسئلہ متنازعہ میں تو صحابہ کرام اور تمام ائمہ و امت کا اجماع ہے لہذا یہ بحث ہی فضول ہے۔
(۷) کتاب الابانتہ سے حوالہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھانے کے متعلق تمام امت (صحابہ
و ائمہ مسلمین) کا اجماع ہے اس کی تردید میں جو امام مالک رحمہ اللہ کا قول نقل کیا وہ محض غلط ہے امام مالک ہرگز وفات
کے قائل نہیں ای جگہ اکمال میں ابن رشد سے منقول ہے یعنی بموتہ خروجہ من عالم الادھن الی عالم السماء
(اکمال ص ۲۶۵) یعنی اس نقطہ سے مراد یہ ہے کہ وہ عالم ارض سے عالم سماء کی طرف منتقل ہو گئے۔

وفات ہرگز مراد نہیں۔ یہ کہنا کہ گواہ ۱۳۷ مدعیہ۔ جرح میں اس کے خلاف نہ پیش کر سکا محض افتراء ہے اُنھی
وقت حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہی اکمال لے کر اور ایک ورق اُلٹ کر ۲۶۶ ص ۲۶۸ سے
تصریح امام مالک رحمہ اللہ علیہ علیہ السلام اور ان کے نزول کی پیش فرمادی تھی۔ اور اسی بقیہ کے حوالے سے

اول و آخر ملاحظہ ہو۔ وفي العتبیۃ قال مالک بینا الناس تالا هل الادھن (ص ۳۶۶) ایضاً وقد تقدم — تا فاذا عینى قد نزل (ص ۳۶۷) عدالت صفر جرح سے ملاحظہ فرمائیے تاکہ غلط بیانی معلوم ہو جائے۔ عدالت خود جرح سے ملاحظہ فرمائے تاکہ غلط بیان معلوم ہو جائے۔ یہ کہنا کہ اس طرح اور بھی اکابر نے وفات مسیح تسلیم کیا ہے۔ محض غلط ہے۔ کسی ایک نے بھی تسلیم نہیں کیا صرف قطع و برید و الہام ہے۔ موضوع بحث نہیں۔ ورنہ تمام حوالجات موجود ہیں (ملاحظہ ہو تلخیص الجبر ص ۳۱۹) اور فتح البیان ج ۲ ص ۳۳۳) اور بحر المحیط ج ۲ ص ۴۳۲ نہر الماد ج ۲ ص ۴۴۲ و جبر ص ۵۴۔

اور مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعیہ کے مسلم بزرگ امام شعرانی کی برائیت ج ۱ ص ۱۳ جس میں مفصل تمام مجاہدہ قائمہ و مسلمین سے تصریح ہے کہ میں علیہ السلام تنہا آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور کوئی ایک مسلمان بھی خلافت نہیں۔

(۸) امام رازی کا قول جہاں مسلم الثبوت میں نقل ہے۔ وہیں علامہ بحر العلوم نے اس کی تردید نقل فرمادی ہے کہ وہ صحیح نہیں بلکہ غلط نسبت ہے۔ اس پر مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ اس کے حاشیہ میں تائید قول امام رازی موجود ہے محض غلط اور ناقابل التفات ہے۔ مطالبہ کیا۔ پیش نہ کر سکے۔ مطبع دریافت کیا۔ بتا نہ سکے۔ صرف یہ کہتے رہے۔ کہ جو کتاب مختار مدعیہ نے پیش کی تھی۔ اسی کے حاشیہ میں ہے۔ حالانکہ بار بار کہا گیا۔ کہ وہ معری تھی۔ اس پر کوئی حاشیہ نہ تھا۔ مگر پھر بھی یہی کہتے رہے۔ اور حوالہ نہ پیش کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ یونہی فرماتی اور غیر معتبرات ہے۔

(۹) یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے شہادت القرآن میں تو اثر معنوی ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی غلط ہے۔ عدالت خود شہادت قرآن از مر ۲ تا ۵ ملاحظہ فرمادے۔ خصوصاً فقرات ذیل۔

”تو اور بھی اس تو اثر کی قوت اور طاقت ثابت ہوتی ہے۔“

”اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہیں ہوگی۔ کہ اس کے تو اثر سے انکار کیا جاسے۔“

”ان کی تعلیمت اور لواثری نسبت کلام کرنا تو درحقیقت نبوت اور ولایت الہی کا ایک شعبہ ہے۔ اور یہ ایک حدیث نزدل میں کے تو اثر معنوی کے متعلق ہے۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔“

(۱۴)

(مسئلہ گذاب وغیرہ کے قتال کی وجہ)

(۱۵)

(اسلامی بادشاہوں کے فیصلے)

(۱۶)

(مسئلہ کذاب نے کس قسم کی نبوت کا دعویٰ کیا)

اس کا کوئی بھی جواب سوائے حوالہ شہادت گواہ مدعا علیہ ملے کے نہ پیش کر سکا ہم بھی اس کے متعلق گواہان مدعیہ اور بحث مختار مدعیہ کے حوالہ پر اتفاق کرتے ہیں تاکہ طوالت اور تکرار نہ ہو نیز ملاحظہ ہو جرح گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ مس ۲ گواہ مدعیہ ۲۱ کی جرح سے ایک فقرہ نقل کیا کہ اس نے احکام میں تغیر و تبدل کیا تھا حالانکہ وہ تغیر اس قسم کا ہے۔ مہیا کہ مرزا صاحب نے کیا۔ یہ بھی تو یہی تصریح ہے۔ اصل کل جواب ملاحظہ فرمایا جائے تاکہ مطلب واضح ہو جائے کہ وہ مستقل نبوت کا دعویدار نہیں تھا۔ بلکہ اتباع میں اور اذان میں اشمہ ان محمد رسول اللہ ہی کہلاتا تھا۔ نیز ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۱۹/ مارچ ۳۳ مس ۲۸/ مارچ ۳۳

(۱۷)

(علماء نے کس قسم کی نبوت کو بند سمجھا ہے)

خلاصہ تاویلات۔

- (۱) مفسرین کے اقوال نقل کئے ہیں جو حجتہ نہیں مفسرین تو کجا رہے صحابہ رحمہ کا ہم بھی حجتہ نہیں ان سے بھی غلطیاں ہوتی رہی ہیں۔
- (۲) پھر تقلید کے خلاف کچھ حوالہ عقدا عجید سے نقل کئے ہیں۔
- (۳) آخر میں یہ کہ اگر مفسرین کے اقوال کا منہ نہ دیکھنا ہو تو ملاحظہ ہو بیان مدعا علیہ ۱۹۔

(الجواب)

اصل جواب اور بحث سے کرہ زکر کے غیر متعلق باتیں اٹھا دیں۔ میں بوجہ خوف طوالت کے مفصل جواب اس وقت پیش کرتا نہیں چاہتا۔ اجمالاً مرتب جواب نہایت ہی اختصار سے عرض ہے۔

- (۱) میں نے صرف مفسرین ہی کے اقوال نقل نہیں کئے بلکہ صحابہ کرام رحمہ اور ائمہ دین متکلمین اور فقہاء کے مفصل اقوال و تحقیقات درج کی ہیں جن کا کوئی بھی جواب نہیں دیا۔ اصل میری بحث اور بیانات گواہان مدعیہ سے عدالت خود ملاحظہ فرمائے نیز اکثر مفسرین کے وہ حوالے نقل کئے ہیں کہ جن کی صحت میں کسی کو بھی کلام نہیں خصوصاً ابن جریر طبری جنہیں مرزا صاحب نے بھی رئیس المفسرین مانا ہے۔ اور ابن کثیر جن کے حوالے مرزا صاحب نے بھی بڑے وثوق سے دئے ہیں۔ ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام ص ۱۶۸ اور جرح گواہ مدعا علیہ ۲۸/ مارچ ۳۳ جس کا مفصل حوالہ ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں۔ مرزا صاحب خود اس تاویل کے خلاف تصریح فرما رہے ہیں
- (۲) ایسے بڑے بڑے علماء اور ارباب بصیرت و توفی کے معنی آسمان پر اٹھانا بیان کر رہے ہیں تو پھر کسی کی کیا

حقیقت و سرمایہ ہے کہ اس تفسیر کو ٹوڑ سکے۔ (اربعین ص ۲۸ ملخصاً)

”تو ان تفاسیر کو نہ مانے وہ درحقیقت اس بات کا قائل ہے کہ گویا ائمہ مفسرین نے نادانی سے ایسی تفسیر کی نعوذ باللہ منہ (اربعین ص ۲۸ ملخصاً)

باقی یہ کہنا کہ صحابہ سے غلطیاں ہوتی رہی ہیں یہ اگرچہ پچھلے مباحث اور بیانات میں صاف ظاہر ہو چکا ہے۔ زیادہ ضرورت نہیں پھر بھی بر تقدیر تسلیم گزارش ہے کہ دینی امور خصوصاً ایمانیات و عقائد میں کسی ایک شخص نے بھی صحابہ کرام کو غلطی بر نہ کہا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اختلاف بھی اختلاف صحابی رحمت سے رحمت فرمایا۔ اور ہر صحابی کے ہدایت پر ہونے کی تصریح اعلیٰ کا لاجور باہم اقتدیتہم اہتدیتہم کلہم علی ہدلی سے فرمادی۔ پس اس مسئلہ نبوۃ و ختم نبوت میں ان کی تحقیقات کے متعلق خصوصاً جب کہ وہ بالکل قرآن پاک و احادیث صحیحہ صریح کے موافق ہے۔ نیز سب کا اجماع بھی ہے۔ ایک شخص کی رائے بھی نہیں۔ کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا مسئلہ تقلید کو رانہ کا سوال یہاں بے محل ہے نہ مسئلہ تقلید زیر نزاع ہے ورنہ اصل حوایجات پیش کردہ کی تشریح و دیگر حوایجات پیش کرتا یہاں تو اس قدر گزارش ہے کہ وہ تقلید بلا دلیل قرآن و احادیث و اجماع کے صریح خلاف کے متعلق ہے۔ جو جابلانہ تقلید ہے۔ جس کی مذمت علما نے کی ہے۔ اور یہاں تقلید محمود کا ذکر ہے جو ان مسائل کے متعلق ہے جو قرآن پاک و احادیث و ائمہ ہدای و اجماع صحابہ و مسلمین کے سر مو خلاف نہیں اس لئے اس کا بھی جواب ہو گیا۔

(مختار مدعا علیہ کی صریح غلط بیانی)

(اگر مفسرین کے اقوال کا نمونہ دیکھنا منظور ہو تو ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ ص ۱ جو بیان عدالت میں داخل ہوا ہے اس میں اقوال کا نمونہ داخل نہیں۔ سب کاٹ دیا گیا ہے۔ پھر بھی گواہ مدعا علیہ نے یہاں غلط بیانی کی۔ اور ملاحظہ کے طور پر بیان کا حوالہ دیدیا۔ یونہی متعدد جگہ غیر داخل شدہ بحث کا حوالہ دیا ہے۔ جو ریکارڈ مشل پر نہیں لگوں طبعہ کا بی بھی ہے۔)

(پہلا حوالہ ابن کثیر ج ۸ ص ۹۱ و ۹۲)

اس کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا ایک تاویل کر کے صرف یہ کہہ دیا۔ کہ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حافظ ابن کثیر کے نزدیک ایسے انبیاء کی آمد متنت ہے جو سلسلہ واسود غنی کی طرح ہوں۔ جو جھوٹے یا فاسق یا فاجر وغیرہ ہوں اور پھر مرزا صاحب کی صداقت پر بحث شروع کی۔

”جس پر یہ عدالتی نوٹ موجود ہے کہ ”مگر اس حوالہ سے یہ نتیجہ اقتد نہیں ہوتا جو مختار بیان کرتا ہے مرزا صاحب کی صداقت کا سوال چونکہ مقدمہ زیر بحث میں نہیں لایا گیا۔ اس لیے یہ حوالہ خارج از بحث کیا جاتا ہے۔ بس ہمیں بھی اس پر کسی بحث کی ضرورت نہیں عدالت خود اس ابن کثیر کے حوالہ کو بیان گواہ مدعیہ ص ۲

دوسرے مسئلہ پر ملاحظہ فرمائے کوئی بھی اس میں تاویل کی گنجائش نہیں اور ضمانت کسی ایک مثال کے دینے سے وہ مسئلہ اسی میں منحصر نہیں ہو جاتا۔

اس سلسلہ میں مرزا صاحب کی صداقت کے متعلق اشاعت السنۃ ج ۱، ۲ سے براہین کاروبار نقل کیا ہے اس کے جواب کے واسطے بھی اشاعت السنۃ سے میرا پیش کردہ مولوی محمد حسین صاحب لفظ مرزا صاحب کے نام ملاحظہ فرمایا جاوے۔

دوسرا حوالہ

روح المعانی ج ۱، ص ۱۷۷ و کوئٹہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین
خلاصہ تاویل۔

(۱) منیر کا مرجع یا خاتم النبیین ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس اس کے معنی یہ ہوں گے جو ایسی نبوت کا دعویٰ کرے جس کی وجہ سے وہ کہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دعویٰ نبوت کر کے وہ کافر ہوگا۔
(الجواب)

عدالت خود اس حوالہ کو گواہ مدعیہ بذالفت د ۱، ۲ و ۳ کے بیان سے ملاحظہ فرمائے اور خاتم النبیین کے معنی بیان فرماتے ہیں کہ ہر قسم کے نبیوں کے آخری نبی بعد اس کے اس معنی سے خاتم النبیین ہونا کتاب اللہ دستہ رسول اللہ کی تصریحات اور اجماع امت کے موافق بن کر حکم لگایا ہے کہ اس کے خلاف دعویٰ کرنے والا کافر ہوگا۔

اور اگر اصرار کرے تو قتل کیا جاوے گا۔ مرجع منیر خاتم النبیین بمعنی مذکور ہے نہ صرف لفظ خاتم النبیین یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر قسم کے دعویٰ نبوت سے انکار خاتم النبیین کے منافی ہے کسی قسم کی تخصیص نہیں جیسا کہ اوپر گزر چکا۔

تیسرا حوالہ

شرح شفاء ملا علی قاری ج ۲ ص ۵۱۸ و ۵۱۹

خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ۔

(۱) اس میں مسیلمہ اسود عتی اور قبائل یہود کی مثالیں ہیں پس مستقل اور حقیقی نبوت ناسخ شریعت کے

دعویٰ کا کفر ہونا مراد ہوگا۔

- (۲) اخیر عبارت میں کھولا ہے کہ اگر اس سے حقیقی مراد لیں درنہ مجازی نبوت کفر کا موجب نہیں ہوتی۔
 (۳) مرزا صاحب مجازی کے مدعی ہیں جیسا کہ ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۵ اور انجام آ قہم ص ۲۸۲ اور سراج منیر ص ۲۰ میں ہے نیز بیان گواہ مدعا علیہ ص ۱

(الجواب)

- (۱) یہ تخصیص تاویل محض بے محل ہے عدالت خود اس حوالہ کو بیان گواہ مدعیہ ص ۱۲ و ۱۳ سے ملاحظہ فرمائے کسی قسم کی تخصیص کا احتمال ہی نہیں وہاں تو مکمل مطلق دعویٰ در نبوت کے واسطے ہے خواہ صاحب شریعت ہو یا نہ کسی ایک مثال سے وہ قاعدہ کلیہ اسی جزئی میں منحصر نہیں ہو جاتا۔
 (۲) ہم بھی کہتے ہیں کہ مجازی نبوت بھی بشرات وغیرہ جس میں کوئی کسی قسم کا دعویٰ نبوت نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ من حفظ القرآن فقد ادى ج النبوة۔ بلن جنسہ جس نے حفظ قرآن کیا اس نے نبوت اپنے سینے میں پھری یا دعویٰ منی نبوتہ کے بمعنی خبرواذن جسے شیخ اکبر نے حیوانات میں بھی مانا ہے کہ وہی سادیہ فی الحيوانات اسے کوئی بھی کفر نہیں کہتا۔
 (۳) باقی مرزا صاحب کی مختلف عبارات کوئی ۱۸۹۸ء کی کوئی کسی اور قسم کی جو مختلف پیش کر کے یہ چاہا ہے کہ وہ مجازی نبوتہ کے مدعی نہیں رہا لکن ان کے تحقیقی ادعاء نبوتہ پر گواہ مدعیہ عدالت نے بہت سے حوالہ اور گواہ مدعیہ ص ۱۲ نے مختلف واضح تصریحات پیش کر دی ہیں۔ ان متعارض عبارات اور اختلاف کا فیصلہ ہم مرزا صاحب کے خلیفہ دوم جناب مرزا محمود صاحب پر رکھتے ہیں۔ جن پر گواہان مدعا علیہ کا ایمان ہے۔

(فیصلہ مرزا محمود صاحب خلیفہ دوم)

”پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں۔ بلکہ حقیقی نبی ہیں۔“ حقیقۃ النبوتہ ص ۱۲ نیز ملاحظہ ہو کتاب مذکور ص ۶۶ و ۸۸ او ص ۲۳ ملاحظہ فرمائیں کس سفاکی سے وہ مجازی کی نفی اور حقیقی کی تصریح فرما رہے ہیں البتہ محمد علی صاحب ایم اے اس کے خلاف ہیں جو انہیں مسلم نہیں اور اسی وجہ سے ان کے ساتھ اصولی اختلاف بتاتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مختار مدعا علیہ نے صرف تین حوالہ (۱) ابن کثیر (۲) روح المعانی (۳) شرح شفاء۔ میں کچھ تاویل کی جس کا حال اوپر معلوم ہو چکا باقی اس سلسلہ کے مندرجہ ذیل حوالے بالکل لاجواب رہے تذکرہ تک نہ کیا۔

(۱۱) ابن حجر طبری (۱۲) ابن کثیر ۳۶ (۳) ابن کثیر ۴۰ (۴) تفسیر کبیر ۶۰ (۵) بیضاوی شریف (۶) ابی السود (۷) شفاء قاضی عیاض ۲۶ ص ۲۷ (۸) شرح فقہ اکبر ص ۲۸ (۹) شرح عقائد (۱۰) مواہب لدینیہ (۱۱) صبح الاعشی (۱۲) عقیدہ حمادی (۱۳) غنیۃ الطالبین (۱۴) تاریخ الخلفاء (۱۵) کتاب الفضل (۱۶) نسیم الریاض (۱۷) الصائم المسلول - (۱۸) تل وائل (۱۹) یواقیت بحث ۳۵ (۲۰) انسان کامل ج ۱ ص ۲۱ (۲۱) استیباہ والنظار (۲۲) شرح حموی لاشباہ (۲۳) عالمگیری (۲۴) بحر الرقائق (۲۵) رد المحتار - ملاحظہ ہوں بیانات گواہان مدعیہ -
یہ چھٹے والے لاجواب ہیں جن میں ابن حجر مسلمہ فریقین رئیس التفسیرین اور یواقیت و بحر الرقائق مسلمہ فریقین کتاب ہے - نیز غنیۃ الطالبین بھی مسلم بزرگ کی ہے -

(نوٹ)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نافو توی کی تحذیر الناس کا والہ کئی مرتبہ بحث میں مختلف رنگ دیکر کہیں تکلیل اور کہیں اختصار سے لایا گیا ہے مفصل جواب تو صام الحرمین اور دیوبندیوں و دیوبندیوں کی بحث کے سلسلہ میں آئے گا یہاں مختصر آئیز گزارش کر دوں کہ یہ مولانا پر شخص انتہائی مختلف مقامات سے مجھ مرتب فقرہ کاٹ کے یہ کفر یہ بنایا گیا ہے ورنہ ختم نبوت زانی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی ہو اس والے کے آگے پیچھے موجود ہے بعض فقرات ملاحظہ ہوں -

اسی پیش کردہ مسئلہ کی عبارت بنائے قاضیت سے تاس ہو جاتی

سو اگر اطلاق تا جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر کافر ہو گا مسئلہ اور قاضیت زانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی - جرح گواہان مدعیہ میں اس کی تصریح موجود ہے -
مصنف نے خود اپنی شرح اس کتاب کی کی ہے لکھتے ہیں -

دینا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اسے کافر سمجھتا ہوں -

(مناظرہ عجیبہ مسئلہ گلزار ابراہیم مراد آباد)

گواہ مدعا علیہ نے ۸ مارچ ۱۳۳۲ء کی جرح میں تسلیم کیا ہے کہ مخالفت کے قول سے اگر صحیح ہو تا یوں کہتی ہے اور پھر یہ مندرجہ ذیل تائید بھی جرح میں کوٹ کر دی گئی ہے -
تائید از محمد علی صاحب ایم اے جرح گواہ مدعا علیہ ۸ مارچ -

چھٹی شہادت مولوی محمد قاسم نافو توی کی ہے - تا - نہ مانتے تھے - (آفری نبی ۲۶ ص ۲۷)
نتیجہ یہ نکالا ہے کہ ایسے شخص کے متعلق یہ کہنا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آفری نبی ہونے کا

قائل نہیں پرے درجہ کی حق پرستی ہے۔۔۔ تا۔۔۔ یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ مانتے تھے (صفحہ ۲۷) ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ص ۸/ مارچ س ۱۳۳۷ اور تعجب یہ ہے کہ یہ رسالہ کل ۴۲ صفحات کا ہے اور اس پر اعتراض وہ شخص قطع و برید کر کے پیش کر رہا ہے جس نے کل تحذیر اناس نہیں پڑھی بلکہ اکثر حصہ پڑھا ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ص ۸/ مارچ س ۱۳۳۷۔
اب نتیجہ عدالت خود اخذ فرمائے مفصل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا۔

(۱۸)

(علماء کے نزدیک رسول و نبی کی تعریف)

اس سلسلہ میں علماء کے پیش کردہ معانی میں ملاحظہ دیتے کی سعی کی ہے اور کچھ قطع و برید بھی یہاں کوئی خاص ایسی چیز نہیں پیش کی جو لائق جواب ہو شرح فقہ اکبر وغیرہ سے یہ تعریف بیانات گواہ مدعیہ میں مفصل موجود ہے جس کے بعد کوئی بھی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی بخوف طوالت مکرر حوالہ کی بھی ضرورت نہیں سمجھتا۔

(۱۹)

(ظنی و بروری)

اس سلسلہ میں صرف گواہ مدعا علیہ کے بیان کا حوالہ دیا ہے میں بھی گواہ مدعیہ ص ۷ و ۸ کے حوالہ پر قناعت کرتا ہوں جہاں پوری مکمل بحث ہے جس میں کوئی بھی تاویل نہیں ہوسکتی نہ اس پر کسی اضافہ کی ضرورت ہے۔
پھر حضرت خواجہ غلام فرید صاحب قدس سرہ العزیز اشادات فریدی حصہ دوم کے دو حوالہ ص ۱۱۲ تا ص ۱۱۳ نقل کیے ہیں۔ مگر یہ برور بمعنی خبر و بنا جس کے مرزا صاحب قائل ہیں عدالت خود بیانات گواہان مدعیہ مرزا صاحب کی عبارت سے اس کا مقابلہ فرمائے بلکہ وہ رنگ ہمہ اوست و وحدۃ الوجود میں ہے جس کے مرزا صاحب قائل نہیں نیز کل الشذوذ وغیرہ جواب جرح گواہان مدعیہ میں موجود ہے۔

(۲۰)

(کیا مرزا صاحب تنازع کے بھی قائل تھے)

یہ بحث میں نہ آیا تھا اور عدالت نے اسے خارج بھی کر دیا تھا لہذا اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں

(۲۱)

(کیا مرزا صاحب نے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا)

اولاً تقریباً (۱۴) مختلف حوالوں سے اس کے خلاف مرزا صاحب کا مسلک ثابت کر دینا کی سعی کی ہے۔ مگر کسی تفسیر کے بعد مبہم عبارت اس پر پردہ نہیں ڈال سکتی۔ نیز چونکہ مرزا صاحب کی عادت ہی

متعارض اقوال کی ہے لہذا حسب ضابطہ سابق ایک دوسرے کی شرح نہیں ہو سکتے۔ اس مسئلہ کی زیادہ وضاحت بیان گواہ مدعیہ مد و بحث مختار مدعا علیہ ملاجی مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب سے ملاحظہ فرمایا جاوے کہ یہ دعویٰ اس قدر مصرح ہے کسی بھی تاویل کی گنجائش نہیں۔ جو تھے حوالہ کے جواب میں منصب امامت مسلا و مسلا پیش کیا ہے اور حضرت نون شہید رحمۃ اللہ علیہ کو تبرہ صریح صمدی کا مجدد و حوالہ حج الکرامۃ مسلا بتایا۔ لیکن وہاں امام وقت کی طاعت کا بیان ہے نہ کہ کسی دعویٰ یا نبوت کے تنجیلیم کے مدارِ نجات ہونے کا یہ اس سے بالکل ہی تعلق نہیں رکھتا۔ مانت یہ عبارت اصل بیان گواہ مدعیہ مد سے مقابلہ فرماتے۔ دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔

آٹھویں حوالہ کے سلسلہ میں فتاویٰ رشید یہ دفعہ المبین سے بعض اسلامی فرقوں کے اشخاص کے پیچھے نماز ناجائز یا مکروہ ہونے کے فتویٰ کا ذکر کیا ہے۔

جواب یہ ہے کہ طہری کے معنی کوئی نیا حکم نکلانا نہیں بلکہ قرآن و حدیث و فقہ کی تصریحات نقل کر کے حکم ثابت کرنا ہے خلاف مرزا صاحب کے کہ انہوں نے قرآن و حدیث کے اور ائمہ دین کی تصریح کے خلاف ایک با حکم جو صرف انہیں کو بتایا گیا۔ اور حلفت و حرمت سے متعلق ہے فرما رہے ہیں یہ اضافہ شریعت محمدیہ پر ہے۔ اس کی عبارت ملاحظہ ہو۔ ”پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تم پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی کفر و مذبذب یا مردود کے پیچھے نماز پڑھو“ تحفہ گو لطیفہ کلاں ص ۱۸۔

بیان گواہ مدعیہ مد، ملاحظہ فرمائییں شریعت کا کوئی سابقہ ثابت شدہ فتویٰ نہیں دے رہے ہیں بلکہ تنقل خدا سے نماز حرام ہونے کے حکم کی اطلاع کا اعلان فرما رہے ہیں یہ حرمت کا حکم براہِ راست خدا سے جدید علم نہیں تو اور کیا ہے اس کے ساتھ یہ بھی ملایا جاوے کہ مرزا صاحب کا مندرجہ ذیل قول کہاں تک درست ہے نہ شریعت میں کچھ بڑھاتے ہیں اور نہ کچھ کم کرتے ہیں ایک ذرہ کی کمی بیشی نہیں کرتے۔

(دور الحقی حصہ اول ص ۵)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ عبارت خلاف حقیقت واقع ہے۔

(مسئلہ جہاد)

خلاصہ تاویلات۔

(۱) یہ حکم ان کا خود نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو مسیح موعود کے حکم میں فرمایا کہ جب وہ آئے گا تو دینی جنگ کا خاتمہ کر دے گا۔

(۲) کچھ مسلمانوں کے عقیدہ پر اعتراض کیا ہے۔

- (۳) چونکہ اُس زمانہ میں موجبات جہاد نہ ہوں گے اس لیے قطعاً جہاد کو مرام قرار دیا اعجاز احمدی کا حوالہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی تردید پر محمول کر لیا حقیقت المہدی تجفہ کو ٹوہ بہ کثرت گزرنے پر محمول کیا۔
- (۴) ہم نہیں کہتے کہ حکم جہاد بالسیف قرآن میں نہیں یا تھا اور اب منسوخ ہو گیا۔
- (۵) جہاد سیفی کی حقیقت اور وقت وجوب قرآن و حدیث سے بتایا ہے۔

(مرتب تفصیلی جواب)

- (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرگز یہ حکم نہیں کہ مسیح موعود آتے ہیں دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا بلکہ جہاد بالسیف اور قتال کو قیامت تک باقی رکھلے۔ اور آخر متقابل جہاد بالسیف کرنے والا مسیح موعود کو قرار دیا ہے جو دجال سے قتال بالسیف کریں گے۔ وہ احادیث جن میں قیامت تک جہاد کے باقی رہنے کا حکم ہے۔
- (۱) الجہاد ما مضی الی یومہا لقیامۃ (بخاری مشکوٰۃ) جہاد قیامت تک باقی رہے گا۔
- (۲) من یدوم هذا الدین قائماً یقاتل علیہ عصایہ من المسلمین حتی تقوم الساعة مسلم مشکوٰۃ شریف ص ۴۶۳ ہمیشہ یہ دین قائم رہے گا اور ایک مسلمانوں کی جماعت اس دین کے لیے (قتال) یعنی جہاد بالسیف کرتی رہے گی۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔
- ملاحظہ فرمائیں لفظ قتال کی تصریح ہر جہاد کا یہی لفظ نہیں کہ جہاد بالنفس وغیرہ کی تاویل کارگر ہو۔

(وہ حوالہ جس میں مسیح کے قتال کرنی کی تصریح ہے)

- (۱) لا تنزل طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین علی نادہم حتی یقاتل اخرہم المسیح المجال۔ (ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۲۶۵) ایک گروہ میری امت کا ہمیشہ دینی لڑائیاں کرتا اور حق پر قائم رہے گا اور تمام مخالفین پر غالب رہے گا یہاں تک کہ آخری شخص یعنی مسیح موعود دجال سے (قتال) دینی لڑائی کرے گا۔
- یہاں بھی لفظ قتال ہے جس میں تاویل ناممکن ہے۔

- (۲) عن ابی ہریرۃ.... فیقاتل الناس علی الاسلام تا فیصلی علیہ المسلمین۔ (ابوداؤد)
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی جی نہیں۔ اور وہ تم میں اترینگے جب ان کو دیکھو تو یہ پیمانہ لو قدان کا درمیانہ ہو گا رنگ سرخ سفید اور لباس زردی مائل گویا ان کے سر سے باوجود نمرہ کر نیچے پانی ٹپکتا ہو گا۔

وہ اسلام کے لیے لوگوں سے لڑنے کے سبب اور قتل و خمر پر کرہ تینکے اور جہنم نہ قبول کرینگے ان کے زمانہ میں خدا تمام مذاہب کو محو کر دے گا وہ دجال کو ہلاک کرینگے انہو خصوصیت سے ”مقاتل علی الاسلام کہ لوگوں سے دینی لڑائی کرینگے قابل غور ہے اور مختار دعا علیہ کی کذب بیانی کی صاف تردید ہے کہ“ حدیثوں میں ہے کہ مسیح موعود دینی لڑائیوں کا خاتمہ کرینگے۔

البتہ جب دنیا میں صرف اسلام رہ جائے گا کوئی اور ملت نہ ہوگی تو ضرور جہاد نہ ہوگا کیونکہ وہ لوگ موجود نہیں جن پر جہاد کیا جاسکے۔

ایک روایت بھی ایسی نہیں کہ مسیح آتے ہی دینی جنگوں کا خاتمہ کر دیں گے۔

(۲) مسلمانوں کے عقیدہ پر جو اعتراض کیا ہے چونکہ اس کا ثبوت احادیث سے ہو چکا اب جواب ترک کی بنا پر نہیں دیتا عدالت خود ان کی سخت کلامی پر غور فرمائے۔

(۳) موجبات جہاد کفار اور اہل ایمان کا ہونا نیز قدرت ہے کفار تو موجود ہی نہیں اہل ایمان ہونے کے مرزا صاحب خود ہی مدعی ہیں باقی رہی قدرت وہ کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی نہ ہونے پر حکم پر عمل نہ ہو سکتا اور جہنم سے مگر نہ ہونے پر حکم ہمیشہ کے لیے بند کر دیا اور کہنا کہ اب سے تمہارے جہاد کا خاتمہ ہے۔ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد) پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا (اربعین ص ۱۷۷) حاشیہ) دین میں کھلا ہوا ایک نیا حکم خلاف شرع مستزاد کرتا ہے جو بالاتفاق کفر ہے پھر ص ۱۷۷ و ۱۷۸ میں یہ کہنا کہ مولوی محمد حسین کی تردید کے لیے یہ وقت گزرنے پر محمول ہے۔

اور ہم نہیں کہتے کہ حکم جہاد بالیفت قرآن میں نہیں یا تھا اور اب منسوخ ہو گیا مرزا صاحب کی مندرجہ ذیل تصریحات کے بعد بالکل ناقابل التفات ہے۔

(۱) بل صامت ہذا الامر کشریعتہ نخت تا در قیام مقام ہذا تمام حجت بالدلائل واضحہ الخ یعنی جہاد بالیفت کا حکم شریعتہ منسوخہ اور طریقہ متبدلہ کی طرح ہو گیا۔

اب جنگ و محاربہ کی حاجت نہیں اس کے قائم مقام دلائل واضحہ اور دعاوی کا براہین صحیحہ سے ثبات کرنا قرار دیا گیا۔ (تحقیق المہدی ص ۲۵)

لاحظہ فرمائیں کہ کس وضاحت سے حکم جہاد یقینی ہمیشہ کے لیے منسوخ کر کے دلائل کو ان کے قائم مقام کر رہے ہیں اور لطف یہ کہ لفظ بھی ”نخت“ منسوخ ہونے کا استعمال فرمایا ہے۔ اس سے تو صراحتہ مدعی صاحب شریعت جدیدہ ناسخ شریعت محمدیہ ہو گئے۔

(تحقیق المہدی ص ۲۵)

- (۲) دیکھیں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے انہو گورنمنٹ انگریزی اور جہاد) نئے حکم لانے کی کسی صاف تصریح ہے یہ نہیں کہ شریعت میں کوئی حکم ہے جسے سننا ہوں۔
- (۳) مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا دارالبعین سلامہ علیہ (مختار مدعا علیہ تو اس کی عدلت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی وغیرہ بتاتا ہے مگر خود مرزا صاحب اس کی غرض صریحاً اعانت گورنمنٹ برطانیہ اور انکی خوشنودی قرار دیتے ہیں

ملاحظہ ہوں خواجہات ذیل

- (۱) یہ بات تو بہت اچھی ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کی جائے اور جہاد کے خراب مسئلہ کے خیال کو دلوں سے مٹایا جائے انہو (اعجاز احمدی ص ۱۲)
- (۲) درجہ کچھ میں نے سرکار انگریزی کی امداد اور حفظ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لیے برابر سترہ سال تک ناکارگر میں نے یہ اشاعت گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیر خواہی سے نہیں کی تو مجھے ایسی کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم وغیرہ بلا واسطہ میں شائع کرنے سے کس انعام کی توقع تھی۔
- (کتاب البریہ ص ۷)
- ملاحظہ ہو جہادی خیالات روکنے کی اشاعت اور خصوصاً ممالک اسلام میں اس کی غرض مرزا صاحب صرف گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیر خواہی قرار دے رہے ہیں۔ مختار مدعا علیہ جو چاہے تاویل کرے۔ مرزا صاحب نے تمام تاویلات کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے۔ بخوف لوائت اسے طویل نہیں دیتا۔
- (۷) جہاد کی تین قسمیں جہاد اکبر۔ جہاد کبیر۔ جہاد اصغر کرنا اور پھر حدیث الکلمۃ حق عند سلطان جاشو الجہاد الاکبر مشکوٰۃ کے حوالہ سے پڑھنا جو کہ ان الفاظ میں ثابت ہی نہیں اور ایک ضعیف حدیث روح المعانی ۱۰ امت ۱۹ سے لانا اور پھر من جعنا من جہاد الاصغر الی جہاد الاکبر والی حدیث بلا کسی حوالہ کے لے آنا حالانکہ حدیث سے معمولی سائلحق رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔ اور اس کا موقوف ہونا تقریباً شہرت کی حد کو پہنچ چکا ہے۔
- پھر کسی شخص کے واسطے بعض حالات مخصوصہ میں جب کہ اس کے واسطے جہاد فرض عین نہ تھا۔ بلکہ کفایہ تھا اس پر فرض عین یعنی خدمت والدین کو ترجیح دینے سے غلط تقسیم جو مختار مدعا علیہ نے قائم کر کے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی ہوئی قرار دیں و خروۃ سنامہ الجہاد (مسلم) کم درجہ کا بتایا ہے اور ایک مکی آیت سے جو حکم جہاد بالسیف سے پہلے نازل ہوئی اور آیت سیف نے ان سب کا حکم ختم کر کے

جو نیا حکم قیامت تک کے واسطے قائم کیا ہے اسے چھپانے کی سعی کرنا اسلام کے اصول پر ایک ایسا زبردست حملہ ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ احادیث صحاح کا اس کے متعلق ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف کتاب الجہاد قرآن پاک اور احادیث مجھ میں اس جہاد بالسیف سے بڑھ کر کوئی بھی عبادت و ریاضت ایسی کیا اس کے قریب بھی قرار نہ دیں گے اور ایمان کا مدار ہی اسے قرار دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے تنہا ہے کہ اللہ کے راستہ میں دینی بڑائی کرتا ہوا قتل کیا جاؤں پھر زندہ ہوں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں الخ (بخاری و مسلم)

نیز فرمایا کہ الجنۃ تحت ظلال السیوف جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے یہ حدیث حضرت ابی موسیٰ اشعری نے جب بیان فرمائی کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے۔ فوراً ایک معمولی ہنٹ کا آدمی اٹھا اور پوچھا کہ انت سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم نے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے انہوں نے کہا ہاں یہ سنتے ہی تمہارا اٹھنا اور میان کو توڑ کر لوگوں کو آفری سلام کیا اور اسی راہ سے جہاد کر کے جنت پاؤ گے۔ (مسلم شریف) میں احادیث کے طویل ذخیرہ کو چھوڑ کر قرآن پاک کی روشنی میں جو مختار مدعا علیہ کے نزدیک احادیث مجھ متواترہ پر بھی راجح ہے اس مسئلہ کو واضح کرتا ہوں۔

قرآن پاک اور جہاد بالسیف

جہاد فی سبیل اللہ بہت سی زبانیں تو اس کے ذکر ہی سے گنگ ہیں شیاطین اللہ کا خوف ان کے رگ و پے میں اس درمیان اثر کئے ہوئے ہے کہ وہاں اللہ کے خوف کے لیے جگہ نہیں۔ یخشون الناس کخشیتہ اللہ واشد خشیتہ اور جنہیں ابھی بڑے کی طاقت حاصل ہے وہ اسے جہاد بالانفس پر محمول کرتے ہیں اور رجعنا من جہاد الا صغرالی جہاد الکبر کی غلط اور موضوع حدیث سے ان کا نفس خادع تمسک اعتصام کرتا ہے گویا ابلیس نے ان علماء کو اپنے اعمال شیطانی کے لیے ایک آلہ بنا لیا ہے اور جس طرح چاہتا ہے کام لیتا ہے لیکن قرآن مجید نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ

ان اللہ یحب الذین یقاتلون
فی سبیلہ صفا کافہ ذبنا موصوم
یے شک خدا ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے
جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ
ایک دیوار ہیں جس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔

(سورۃ صف)

تاریخ اسلام میں سب سے پہلے جن لوگوں سے تمام تعلقات در وابل منقطع کیے گئے وہ وہابی بنی ہلیل القدر صحابہ تھے جو کابلی کی بنا پر جنگ خبکہ میں شامل نہ ہوئے۔

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَقُوا حَتَّىٰ
إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ
وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا
مَلْجَاءَ مِنَ اللَّهِ شَرُّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا
إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔

اور ان تین پر بھی جو یا تنظار امر خداوندی ملتوی
رکھے گئے تھے یہاں تک جب زمیں باوجود فراخی
ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ اپنی جان سے بھی تنگ آ گئے
اور سمجھ گئے کہ خدا کی گرفت سے اس کے سوا اور کہیں
پناہ نہیں پھر خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی تاکہ وہ آئندہ
کے لیے توبہ کئے رہیں بے شک اللہ بڑا ہی توبہ
قبول کرنے والا مہربان ہے۔

جو لوگ جہاد میں شریک نہ ہوں ان کی نسبت فرمایا کہ نہ صرف یہی مصیبتوں اور تکلیفوں کا نشانہ بنیں گے بلکہ
ان کی وجہ سے تمام قوم مبتلا کئے آلام ہوگی۔

وَتَتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُنَ الَّذِينَ
ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاسِرَةً وَاعْتَمُوا بِاللَّهِ
شَدِيدَ الْعِقَابِ۔

اور اس بلاء سے ڈرتے رہو جو خاص کر انہیں لوگوں پر
نازل نہیں ہوگی جنہوں نے تم میں سے سرتابی کی ہے بلکہ
سب اس کی زد میں آ جاؤ گے اور جانتے رہو کہ اللہ کی
مار بہت بڑی ہے۔

جس طرح ہر شخص اپنی انفرادی زندگی کے بقا و قیام کے لیے ہر قسم کی جدوجہد کرتا ہے ٹھیک اسی طرح قرآن
حکیم نے تمام مسلمانوں پر حیات اجتماعی کے قائم و دائم رکھنے کے لیے جہاد کو الزام الیوازم قرار دیا۔
اور سپاہیانہ قوت اور گھوڑوں کے باندھے رکھنے سے
جہاں تک تم سے ہو سکے کافروں کے لیے ساز و سامان
ہیسا کئے رہو کہ ایسا کر لینے سے اللہ کے دشمنوں پر اور
اپنے دشمنوں پر اپنی دھاک بٹھائے رکھو گے۔

وَأَعِدُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ
قُوَّةٍ وَمِنْ دِبَاطِ الْجَيْلِ تُرْهَبُونَ بِهِ عَدُوُّ
اللَّهِ وَعَدُوُّكُمْ

پھر نبوت کے اعمال مہم میں سب سے اشرف و اعلیٰ مقام اسے نوازش کیا گیا۔
یا ایہا النبی حرض المومنین
علی القتال۔

عالم انبیاء و السرائر کو اس امر کی اطلاع تھی کہ آخری زمانہ میں مسلمانوں کی تمام تر زندگی بطالت و بد عملی اور صبر و
تہمیدی کی تھیو ہوگی جہاد فی سبیل اللہ سے بچنے کے لیے طرح طرح کے جیلے تراش کر نفس خادع کے قریب ہیں
بتلا ہو جائیں گے اور قتال فی سبیل الحق و الحریۃ ترک کر دیں گے اس لیے سورۃ توبہ میں ان کے ایک ایک عذر تنگ

کو بیان کیا ہر ایک کی حقیقت آشکارا کر دی اور بتایا کہ نہیں کسی طرح بھی اس فرض اہم و اقدس سے نجات نہیں مل سکتی یہ فوج خدمت ہر مسلم مرد و عورت امیر و غریب بادشاہ و فقیر آقا و غلام پر لازمی ہے اور اس سے کسی کو حق استثناء حاصل نہیں ہم اس وقت صرف اشارات پر اکتفا کرتے ہیں تفصیل کا مقام دوسرا ہے۔

الف) مخالفین و معاندین اسلام نے اپنی مجتہد قوت سے اسلامی حکومتوں کو مآخذ و تاراج کرنا شروع کر دیا ہے مسلمانوں کے تمام بلاد و املاک تباہ و برباد ہو رہے ہیں اندیشہ ہے کہ جیت مذہبی کی وجہ سے مسلمان مفالیہ کے لیے ڈاکھ کھڑے ہوں دشمنان دین فوراً اپنے مواعید کا ذیہ کا اعلان کر دیتے ہیں کہ فرزند ان اسلام کے تمام حقوق کی حفظ و نگہداشت کی جائے گی ان کے مقدس مقامات کا احترام کیا جائے گا اور ان کے مذہبی و سیاسی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت روا نہ رکھی جائے گی۔ اس قسم کی دل فریب باتیں سن کر اکثر جیلہ برطانیہ پکاراٹھتی ہیں کہ ایسے لوگوں سے جنگ کرنا حد درجہ کی سفاقت و بد اخلاقی ہے یہ تو پیکر فرشتگی و ملکیت ہیں قرآن کہتا ہے کہ ان پر اغما کرنا جہل و نادانی ہے وہ اپنے وعدے پورا نہ کریں گے۔

ماکان للمشرکین ان یعمروا مسجد اللہ
شہدین علی انفسہم بالکفر۔ پارہ ۱۸

اپنے اوپر کفر کی گواہی بھی دیتے جا رہے ہیں۔

ب) مسلمان اپنے گھروں میں نیک کام کرتے ہیں علماء کرام قرآن و حدیث کے درس میں مصروف ہیں گروہ مونیہ خانقاہوں میں اللہ اللہ کے نعرے لگاتا ہے کہ ترکیبہ نفس حاصل ہو نہ ہزاروں لاکھوں انسان ہیں جو ان سے اپنی تشنگی کو دور کرتے اور سیراب ہو کر گھروں کو لوٹتے ہیں یہ لوگ ان اعمال صالحہ کو پیش کر کے اپنے آپ کو قتال فی سبیل اللہ سے مستثنیٰ کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن سان الہی انہیں ظالم قرار دیتی ہے۔

اجعلتم سفایۃ الحاجر و عمادۃ
المسجد الحرام کم امن باللہ
والیوم الآخر و جاہد فی سبیل
اللہ لایستون عندہ واللہ لایہدی القوم
الظالمین۔

کیا تم نے عاجیوں کو پانی پلانے اور خانہ کعبہ کے آباد رکھنے کو اس شخص کی خدمتوں جیسا سمجھ لیا ہے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتا اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے اللہ کے نزدیک تو یہ برابر نہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ راست نہیں دکھاتا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے اپنے سال کو چار حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا تین ماہ تجارت کرتے تھے تین ماہ درس حدیث میں مصروف رہتے تین مہینوں میں حج کرتے اور باقی ایام جہاد فی سبیل اللہ میں صرف کرتے انہوں نے حضرت فضیل بن عیاض کو خط بھیجا جو اس وقت بیت اللہ میں مشغول تھے اور حضرت عبداللہ مصروف جہاد اس خط کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

یا عابد الحرمین لو ابجرتنا

لعلمت انک بالعباد تلعب

غضیب رو پڑے اور کہا ابو عبد الرحمن یہ سچ کہتا ہے۔

(ج) دنیاوی فرقتیں مال باپ کی محبت رشتہ داروں کی خیر گیری مساکین و غرباء کی اعانت اور زمین و جائیداد کی حفاظت ان میں سے ایک چیز بھی جنگ سے مستثنیٰ نہیں کر سکتی۔

کہدو اگر تمہارے باپ بیٹے بھائی بیویاں کنبہ دار
مال جو تم نے کمائے ہیں سوداگری جس کے مند اپڑھائے
کاتم کو اندیشہ اور مکانات جن کو تمہارا جی پاتا
ہے اللہ اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد
کرنے سے تم کو زیادہ عزیز نہ ہوں تو صبر کرو یہاں
تک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے۔ وہ تمہارا سامنے لا موجود
کرے اور اللہ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا جو
سرتابی کریں۔

قد ان کان اباؤکم و ابناءکم
واخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم
واموالکم تفتروا تموها و تجادو تحشون
کسادھا و تملسکن ترضونھا احب الیکم
من اللہ و رسولہ و جہاد فی
سبیلہ فترکوا حتی یائی اللہ باہرہ
واللہ لایہدی القوم الفسقین !

(پادہ - ۱۰)

(د) قلت تعدد نقصان اسباب اور صنعت ظاہری کی بنا پر جہاد کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ بہت سے موقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے
اور حنین کے دن جب کہ تمہاری کثرت نے تم کو
مغرور کر دیا تھا تو وہ تمہارے کچھ کام بھی نہ آئی اور
زمین باوجود وسعت کے لگی تم پر تنگی کرنے پھر تم پیچھے
پھیر کر جھگ نکلیے

لقد نصرکم اللہ فی مواطن
کیفہ و یوم حنین اذا عجبتمکم کثرتکم
اذا عجبتمکم شیئاً و ضاقت علیکم الارض
بما رجحت شتم و لیتم مدبرین !

(۵) تاجرانہ تعلقات اور ملازمت کے روابط کی بنا پر کسی قوم سے جنگ کو ملتوی نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ خیال
نہ ہو کہ اس سے علیحدگی اختیار کرنے پر آمدنی کے تمام فرائض مسدود ہو جائیں گے۔

مسلمانوں۔ مشرک تو گندے ہیں تو اس برس
کے بندہ صمت والی مسجد کے پاس بھی نہ پھٹکتے تھے
اور اگر ان کے ساتھ یمن دین بند ہو جانے سے تم کو
مغلی کا اندیشہ ہو تو خدا چاہے گا تو تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

یا ایہا الذین آمنوا انما المشرکون
نجس فلا یقریوالمسجد الحرام بعد
عامہم طذا۔ پادہ نہ

پس ان تمام آیات نے واضح کر دیا کہ جب تک آنکھوں میں بصارت ہے کان سن سکتے ہیں۔ ناک سونگھ سکتی ہے زبان میں قوت گو یا قی ہاتھوں میں پکڑنے کی طاقت اور پاؤں میں چلنے کی قابلیت ہے ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جہاد کی تیاری کرے تمام مجتہدین اور چاہنوں پر اس کی شیفتگی و طاقت غالب ہے اسی کا سودا سر میں ہو اور اسی کی زنجیر پاؤں میں ہو۔ کہ یہی احیاء اعمال الی اللہ ہے یہی سنم الاسلام ہے یہی عصا رہ ایمان اور مغز عبادت ہے۔

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جو حق جہاد کرنے کا ہے اس نے تم کو تمام انبیاء کی قوموں سے برگزیدگی اور امتیاز کے لیے چن لیا پھر جو دین تم کو دیا گیا ہے وہ ایک ایسی شریعت فطری ہے جس میں تمہارے لیے کوئی رکاوٹ بھی نہیں۔ ملت تمہارے وارث اعلیٰ غلیل اللہ کی ہے اور اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے گذشتہ زمانوں میں بھی اور اس میں بھی تاکہ رسول تمہارے لیے اور تم تمام عالم کی ہدایت اور نجات کے شاہد ہو پس اللہ تعالیٰ کے رشتہ کو مضبوط پکڑو جان و مال دونوں کو اس کی عبادت میں لٹا دو وہی تمہارا آقا اور مالک ہے اور پھر جس کا خدا مالک ہو اس کا کیا اچھا مالک ہے اور کیا قوی مددگار۔

و جاهدوا فی اللہ حق جہادہ
ہو اجتباکم و ما جعل علیکم فی الدین
من حرج ملۃ ابراہیم
ہو سلمکم المسلمین من قبل و فی
ہذا لیکون الرسول شہیداً
علیکم و تكونوا شہداء
علی الناس فاقیموا الصلوۃ
و اتوا الزکوۃ و اعتصموا باللہ
ہو مولکم فنعزم المولی
و نعم النصیر۔

(پادہ - ۱۷)

احادیث نے اس کی اہمیت کو اور زیادہ کھول کر بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
والذی فہنس محمد بیدہ لو و روت
ان اقل فی سبیل اللہ شہد حی شہ
اقل شہد حی شہ قتل شہد حی
شہد اقل

خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں شہید ہو کر دوبارہ زندہ ہو جاؤں پھر شہادت کا درجہ حاصل کر کے زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہو کر زندہ ہوں پھر قتل کیا جاؤں۔

دوسری حدیث میں ہے۔
رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من
الدینا و ما یتیمہا۔

ایک دن اللہ کے راستہ میں جو کیداری کر قی بہتر ہے دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے۔

جس شخص نے جہاد کا ایک لمحہ کے لیے بھی ارادہ نہ کیا ہو اور اسی حالت میں مر گیا ہو اس کی نسبت فرمایا کہ وہ منافق کی موت مرا ہے۔

وَمِنْ مَّاتَ وَلَمْ يَغْزِ وَلَمْ
يُحْدِثْ بَلَدَ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شِبَعَةٍ
مِنْ نِفَاقٍ

جو شخص مر گیا نہ تو اس نے اپنی زندگی میں کبھی جہاد کیا
اور نہ اس کے کرنے کا ارادہ ہی دل میں پیدا ہوا وہ
نفاق کی موت مرا۔

ایک موقع پر یہ لوں ارشاد ہوا۔
ان ابواب الجنة تحت ظلال السيوف
جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ کے
نیچے ہیں۔

پھر اس کی کوئی بھی مدقائم نہ فرمائی۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ
اون سے برابر
مذہبی جنگ جاری رکھو جب تک فتنوں کا استیصال اور تمام دین اللہ کے واسطے نہ ہو جائے۔ الجہاد فاضل
اللیوم القلیمة قیامت تک جہاد باقی رہنے والی چیز ہے اور آخری مذہبی لڑائی مسیح موعود کے ہاتھوں ہوگی
شرائط کے کسی وقت فقدان کی وجہ سے بالفعل اس پر عمل نہ ہونا اور چیز ہے مگر جہاد کے (عیاذ باللہ)
بقول مرزا صاحب خراب مسئلہ کو گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کے واسطے قربان کرنا اور صرف۔ سچی خیر خواہی
گورنمنٹ کے واسطے اعلان کرنا کہ میں ایک حکم خدا سے لے کر آیا ہوں وہ یہ کہ اب سے دینی لڑائیوں کا
خاتمہ ہے رباری تعالیٰ سے کھلی ہوئی بغاوت کا اعلان ہے جسے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ
قیامت تک باقی رکھیں اس کا خاتمہ کرنا ہوا کون ہو سکتا ہے کہ کہے اب یہ حکم جہاد شریعت منسوخ ہو گیا قرآن
پاک کی قطعی آیات اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اب چودھویں صدی کے ایک شخص کے حکم
سے منسوخ قرار پائیں۔ اس سے زائد کوئی کفر یا ناممکن ہے کسی عذر سے کسی حکم پر کسی زمانہ میں عمل نہ ہو سکتا
اور امر ہے اور اس سے انکار کر کے اسے ختم یا منسوخ کر دینا اور چیز ہے عمل نہ کرنا کفر نہیں مگر بدلنا انکار
و منسوخ کرنا صریح کفر ہے جس کے بعد ایمان ممکن ہی نہیں۔

(جہاد بالسیف کب واجب ہوتا ہے)

اس سلسلہ میں کئی زندگی اور کئی منسوخ آیات اور بعض صحابہ کے اقوال سے جو اس کی خاتمہ جنگی سے متعلق
تھے۔ غلط نتائج اخذ کئے ہیں اور جہاد کو صرف دفاعی قرار دیا ہے حالانکہ جہاد کی دونوں قسمیں قرآن پاک

و احادیث میں مصر میں مداخلت بھی اور بحارِ عمان بھی ایک قسم کو مستقل عدت کرنا بھی دین میں کمی کرنا ہے تفصیل کا موقع نہیں کہ تمام شرائط اور ان کی نوعیت پر روشنی ڈالی جائے یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ جب شرائط نہ ہوں تو بالفعل ضروری نہیں مگر اس کی ہمیشہ کے لیے منسوخی و خاتمہ کا اعلان کیونکر درست ہو سکتا ہے کیا کسی شخص پر یا جماعت پر بوجہ عدم استطاعت حج فرض نہ ہونے سے تمام دنیا کے واسطے مسئلہ حج کے خاتمہ کا اعلان و حکم کیا جاسکتا ہے پھر اگر ہندوستان میں مجبوری تھی تو اس مسئلہ جہاد کے خاتمہ کا اعلان بلا دعر و شام اسلامی ممالک میں انہیں جہاد سے روکنے کے واسطے رسائل کثیرہ کی اشاعت کی کیا غرض تھی محتار مدعا علیہ کوئی بھی تاویل کرے مرزا صاحب کتاب البریہ مثلاً پر صاف اعلان فرما رہے ہیں کہ کوئی بھی غرض ممالک اسلامیہ میں اس کے روکنے اور خاتمہ کے اعلان کے سوائے خوشنودی و سچی خیر خواہی گورنمنٹ برطانیہ کی ہرزہ نہ تھی (ملخصاً)

بزرگانِ دین پر بہتانِ عظیم

پھر حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ اور ان کے پیر حضرت سید احمد بریلوی رحمہ اللہ پر یہ بہتان باندھا ہے کہ ان کا مذہب بھی مرزا صاحب کی طرح تھا۔

ماشاء اللہ ان کا رسالہ جہاد و حیات طیبہ ملاحظہ ہو۔

اور سوانح احمدیہ سے ان کا ایک خطبہ بلکہ ایک دو فقرات نقل کئے ہیں۔ عدالت خود اسے ملاحظہ فرمائے، نقل عبارت میں طویل ہو گا۔ کہ کیسا کھلا ہوا بہتان عظیم ہے اس میں تو سراسر اس کے خلاف ہے وہ جب سکھوں سے جہاد کرنے کے واسطے نکلے تو اعلان فرما دیا کہ کسی اسلامی بادشاہ یا موجودہ سلطنت سے ہمارا نزاع نہیں صرف سکھوں سے اس وقت جہاد کرنا ہے۔

اس میں جب کہ خود جہاد بالعیف میں مصروف ہیں تو جہاد کے مسئلہ کو فراب اور اس کے ہمیشہ کے لیے خاتمہ اور منسوخی کا کیونکر اعلان فرما سکتے ہیں۔ یہاں کہ مرزا صاحب نے کیا۔ البتہ ایک وقت میں تمام دنیا سے جہاد نہ کیا۔ اس سلسلہ میں بلا وجہ گورنمنٹ برطانیہ کے محاذ اور ادنیٰ کا سایہ رحمت ہونا بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ اور باوجودیکہ بحث کے وقت احتجاج کے ساتھ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ میں ایک لسٹ اس کے منظم اور مدخلت فی الدین کرنیکی دوں گا۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب پاک پر کیسے اور کس قدر عظیم الشان حملے کئے ہیں۔ مگر چونکہ عدالت کی اجازت اس قسم کے غیر متعلق امور کے تذکرہ کی نہیں اس لیے احترام عدالت کے لحاظ سے ترک کرتا ہوں۔

بہر حال اس مسئلہ جہاد کے خاتمہ کرنے میں مرزا صاحب نے خود دین میں کمی زیادتی کی اس کا جواب تاقیات نامکُن ہے۔ عدالت خود ہمارے پیش کردہ حوالجات گورنمنٹ انگریزی اور جہاد میں سے ملاحظہ فرمائے۔

تمیزی وجہ تکفیر (دعویٰ نبوت)

اس سلسلہ میں مدعی کی جانب سے کوئی بھی نبوت اس ہیڈنگ کے تحت پیش نہیں کرنا ہے کیونکہ بوضاحت بسلسلہ قتم نبوت قرآن پاک احادیث نبویہ مجھے اقوال صحابہ، قرآنیہ سلف صالحین سے کثیر التعداد حوالے اور تقریباً (۵۰) سے زائد بالکل لاجواب جن کا جواب میں مذکورہ تک نہ آیا گذر چکے۔ جن کا اعادہ نہیں کرتا اور ان سے صراحتہً ثابت ہو گیا کہ کسی قسم کا ظلی۔ بروزی نبوت کا دعویٰ بعد خاتم النبیین اور آخر الانبیاء باجماع امت کفر اور قطعی کفر ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اس سلسلہ میں وہی شہادت کی پیش کردہ آیات اسی طرز استدلال سے اور وہی کچھ معتبر اور غیر معتبر احادیث الفاظ دمعنی میں تحریعت و تاویل کر کے دہرا دیں۔ جن کا غیر متعلق اور سرے سے بے ربط اور موضوع سے دور اشارہ و کنایہ بھی مثبت مدعا نہ ہونا اصل بحث میں ثابت کر چکا ہوں اب گو کچھ زائد کہنے کی ضرورت نہیں تاہم اس کی جوابی بحث کی روشنی میں نہایت اختصار سے گزارش کرتا ہوں۔

(قرآن مجید سے امکان نبوت پر دلائل)

بحوالہ بیان گواہ مدعا علیہ ۱ (۱) یا بنی آدم الخ (۲) اللہ بیصطفی الخ (۳) اذکود انعمۃ اللہ الخ
ظہر الفساد الخ (۵) صراط الذین انعمت علیہم بحوالہ گواہ مدعا علیہ ۲ (۶) واذ
ابتلی ابراہیم (۷) آیتہ میثاق (۸) ومن یطع اللہ والرسول (۹) ماکان اللہ لیبذر (۱۰) کلا
ہدینا (۱۱) آیت استخلاف (۱۲) وسبق الذین کفروا الی جہنم ذمرا

ان سب کا مدلل جواب اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں اور عدالت نے اس پر نوٹ بھی قائم فرمائے تھے۔ ان میں سے صرف چند آیات نمبر (۱) و (۲) و (۵) و (۶) و (۸) و (۱۱) کا جواب بحث میں مذکورہ کیا۔ اور پوری چھ سیغے نصف درجن کے جواب کا ذکر تک نہ کیا اور ان کا جواب صحیح تسلیم کر لیا۔ لہذا اب اس سلسلہ میں صرف چھ آیات ان کے پاس ہیں جن کے جواب کو جوابی بحث میں لانے اور میرے جواب میں مغالطہ کی سہمی کی ہے جس کی حقیقت پر مرتب و مفصل مگر نہایت ہی اختصار سے روشنی

مُتَابِع ہے۔

(مختار مدعا علیہ کی تناویلات کا خلاصہ)

- (۱) اس آیت میں خطاب حضرت آدمؑ کے وقت کے بنی آدم کو ہونا جن کے واسطے مختار مدعیہ نے ابن جریر کی روایت پیش کی ہے سیاق و سباق کے خلاف ہے۔
- (۲) سیاق و سباق سے وہی ثابت ہوتا ہے جو گواہان مدعیہ نے کیا ہے۔
- (۳) اس سے پہلی آیتہ یا بنی آدم خذوا زینتکم ہے جس کا شان نزول کفار مکہ ہیں۔
- (۴) ادربعہ کی بھی آیات ہمارے معنوں کو موید ہیں۔ قال ادخلوا فی الخ
- (۵) یہ کہنا غلط ہے کہ گواہان مدعا علیہ نے اس پر کوئی حوالہ نہیں دیا بلکہ حوالہ اتقان کا موجود ہے۔
- (۶) روایت ابن جریر میں آدم اور ذریتہ دونوں کا ذکر ہے اور آیتہ میں صرف بنی آدم کا۔
- (۷) قرآن میں حکایتہ عن المصطفیٰ کا اشارہ تک نہیں۔
- (۸) عبدالرحمن بن زیاد اور بیاض ضعیف ہیں جو روایت ابن جریر میں ہیں۔
- (۹) اقوال تابعین و مفسرین مجتہدین نہیں حوالہ اتقان ابن خلدون۔
- (۱۰) مرزا صاحب نے ابن جریر کو رئیس المفسرین کیوں کہا۔
- (۱۱) یا بنی آدم یا ایہا الناس کے فرق کا جواب۔
- (۱۲) ہدیتہ الشیعہ۔
- (۱۳) نسخ احکام میں ہوتا ہے نہ اخبار میں۔
- (۱۴) اٹاکی بحث۔

(الجواب)

- (۱) ہرگز سیاق و سباق اس کے خلاف نہیں میں نے اولاً اس کے عموم خطاب کو سیاق و سباق اور اسلوب قرآن سے اصل بحث میں ثابت کیا ہے اور قرآن پاک سے ثابت کیا ہے کہ ہر جگہ یا بنی آدم سے اولاد آدم مراد ہوتی ہے جیسا کہ اصل الفاظ کا مدعا ہے اور جیب بھی کہیں تخصیص پیدا ہوتی ہے وہ مجازاً خارجی قرآن یا شان نزول وغیرہ کے لحاظ سے ورنہ اصل الفاظ کی وضع ہی عموم کے واسطے ہے ملاحظہ ہو بحث مختار مدعیہ
- (۲) یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ جیسا کہ ماقبل سے مستفاد ہوتا ہے اور آگے آرہا ہے۔

(۳) اس پہلی آیت میں یا بنی آدم خذوا زینتکم الخ میں خطاب عام اولاد کو ہے اور تخصیص خارج سے شان نزول کی مدد سے جو پیش کی ہے وہ اصل عموم الفاظ کو باطل نہیں کرتی کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ خصوصی مورد کا۔ تعجب ہے کہ دوسرا شان نزول پیش کرے تو اسی ضابطہ سے مختار مدعا علیہ اسے مسترد کر دیتا ہے اور اپنے لیے اسی سے دلیل لاتا ہے مفصل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا ہوں پس معلوم ہوا کہ اس آیت میں یا بنی آدم الخ سے عام اولاد آدم بلا تخصیص امت محمدیہ یا زمانہ محمدیہ کے لوگوں کے مراد ہیں البتہ حکم اس قسم کا ہے کہ ختم نہیں ہوا اب تک اس امت میں موجود ہے پس یہ ماسبق کی امت خلاف ہمارے مدعا کے نہ ہوئی بلکہ اسی کو مؤید رہی۔

(۴) مابعد ایک آیت بھی مختار مدعا علیہ کے معنی کی مؤید نہیں بلکہ تائید کا اشارہ تک نہیں دراصل مختار مدعیہ کے پیش کردہ معنی سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے کیونکہ پیش کردہ آیت میں ازل کا ذکر تھا اور اس میں ابد و آخرۃ یا قیامت و وقت و دخول جنت کا۔ وہ حکایت حال ماضیہ تھی یہ حکایت حال آئینہ دوسرے سیاق و سباق کی فکر مختار مدعا علیہ کو فضول ہے جب کہ وہ خود اقراری ہے کہ وہ اور حضرت آدم کا واقعہ ضمنی طور پر درمیان میں آیا ہے۔

معلوم ہوا کہ اس میں ضمناً پہلے معترضہ بھی ہیں جن کا ماقبل و مابعد سیاق و سباق سے حل کرنا اسی کے قول کے مطابق نہیں ہو سکتا ورنہ میں نے تو اس کا حل مختصر یہاں اور مفصل اصل بحث میں پیش کر دیا ہے نیز گواہان مدعیہ نے جو اب جرح بھی اسے ایک حد تک صاف کر دیا ہے۔

(۵) یقیناً یہ کہنا صحیح ہے کہ مختار مدعا علیہ نے اس پر کوئی بھی دلیل پیش نہیں کی اور ہمارے اس قول کو کوئی بھی غلط ثابت نہیں کر سکتا۔ مختار مدعا علیہ کی یہ غلط بیانی ہے کہ اس نے آیت متنازعہ کے متعلق اتقان کا حوالہ پیش کیا بلکہ ماقبل کی آیت خذوا زینتکم الا ینتھ الا ینتھ کے متعلق اتقان کا حوالہ پیش کیا تھا اور اسی پچھلی آیت کے تحت سے ایک ضابطہ عام نقل کیا تھا مگر اس کا غیر متعلق ہونا اچھی طرح ابتدائی بحث میں واضح کر چکا ہوں اور واقعہ صرف اس قدر ہے کہ ایک عام قاعدہ کی اتقان میں ایک مثال دہی ہے یہ ہرگز نہیں کہ اس آیت متنازعہ میں یا جہاں بھی یہ لفظ آئے ہے مطلب ہوتا ہے ملاحظہ ہوا اتقان ۱۹۴

(۶) جس طرح روایت ابن جریر میں حضرت آدم اور اس کی ذریت دونوں کا ذکر ہے یوں ہی آیت میں اولاد آدم مع آدم کے مراد ہیں اور ایسا قرآن پاک میں جا بجا ہے اعملوا الٰہ د و د شکر الخ ادخلوا الٰہ تون اشد العذاب لہاں آل داؤد میں داؤد اور آل فرعون یٰ ہونہا بالاتفاق شامل ہے اسی طرح اس متنازعہ آیت میں بھی بنی آدم کے ساتھ آدم علیہ السلام بھی شامل ہیں اور یہ خاص اس کلام بلاغت

نظام کا اسلوب ادا ہے جسے کثافت و بیضاوی۔ اور اعجاز القرآن میں مفصل بیان کیا ہے۔ یہاں موقع تفصیل کا نہیں کہ عرض کیا جائے۔

(۷) قرآن میں حکایت کا اشارہ کیا تصریح موجود ہے۔ کیونکہ یہ آیت گویا قدرے تفصیل ہے
فاما یا تبیتکم منی ہدی فمن تبع ہدای فلا خوف علیہم ولا هم یحزنون۔
کی اور یہ ہر حال سلسلہ ہدایت و تیان رسل شروع ہونے سے پہلے کی ہونا چاہئے۔ ورنہ رسول آپﷺ کے بعد اس کا کہنا ہی محض بحث و ضلول ہو گا۔

جسے ذرہ سی بھی قرآن دانی سے مناسبت ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ سلسلہ ارسال رسل و انزال کتب سے قبل کی یہ باری تعالیٰ کی اولاد آدم کو وصیت ہے اس سے انہیں آدم کے قصہ اور اون کے جنت سے خروج کے متصل بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ بھی اسی ازل کا واقعہ ہے اور یہ کل بطور حکایت حال مافیہ بیان ہوا ہے۔ اور ایسی مثالیں حکایتہ حال مافیہ کی قرآن پاک میں متعدد موجود ہیں۔

(۸) مختار مدعبہ کی پیش کردہ روایت ابن جریر کے دونوں راوی عبد الرحمن ابن زیاد اور بیاض ہرگز ضعیف نہیں نہ اون کے صنعت کا فیصلہ ہے صرف ایک قول اون کے متعلق بلا سبب و علت بیان کئے ضرور منقول ہے مگر اس قسم کی جرح اصولاً ناقابل اعتبار ہے ملاحظہ ہوا رفع والتکلیل فی الجرح والتعلیل مک۔ القول الاول انه یقبل التعديل من غیر ذکر سببہ۔۔۔۔۔

”واما الجرح فانه لا یقبل الا مسقراً بیناً یسبب الجرح الخ“ یعنی پہلا قول یہ ہے کہ کسی کی تعلیل و توثیق تو بلا اظہار سبب ہو سکتی ہے مگر کسی پر جرح قبول نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس کا سبب واضح طور پر بیان نہ کیا جائے۔

ابن صلاح نے اپنے مقدمہ میں اسی قول کو ائمہ اور حفاظ و تاقیدین ماہرین حدیث بخاری و مسلم وغیرہ کا مذہب قرار دیا ہے اور حافظ زین الدین عراقی نے اسی قول کو صحیح اور مشہور فرمایا ہے ملاحظہ ہو کتاب مذکور مک

”وقد اکتفی ابن الصلاح فی مقدمته علی القول الاول من هذا الاقوال وقال ذکر الخطیب الحافظ انه مذهب الائمة من حفاظ الحدیث و نقادہ مثل۔
البخاری و مسلم

”وقال الزین العراقي فی الشرح الالفیة فی القول الاول انه صحیح المشہور۔“
پس اس قسم کی جرح مبہم ہرگز ہمارے راویوں کی نہ صرف ماہرین فن جرح مجروح نہیں کر سکتی مزید برآں

اُسی میزان الاعتدال میں دونوں راویوں کی کافی توثیق موجود ہے۔ جسے مختار مدعا علیہ نے ظاہر نہ کیا ملاحظہ ہو، حافظ شمس الدین ذہبی اس عبد الرحمن ابن زیاد کو قاضی افریقہ اور بعد صلح فرماتے ہیں۔ امام بخاری اسے قوی فرماتے ہیں ابو داؤد امام احمد بن حنبل سے نقل کرتے ہیں کہ اس کی حدیث حجت ہے۔ یہی ابن قطان جی سے مختار مدعا علیہ نے یہ غیر ثابت شدہ قول کے ان کے متعلق نقل کیا۔ صحیح اُن سے وہ ہے جو امام بخاری کے استاد امام اسحاق ابن لاہیہ نقل فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ ابن سعید قطان سے سنا کہ عبد الرحمن ابن زیاد ثقہ (معتبر) ہے اور ضعیف ہیں۔ وقال اسحاق ابن لاہیہ سمعت یحییٰ بن سعید یقول عبد الرحمن ابن زیاد ثقہ (میزان الاعتدال طبع ہند ۲۴ ص ۱۶۴) باقی رہا ہیا ج ابن بسطام خراسانی۔ یہ تابعی ہیں حضرت انس کو دیکھنے کی بھی روایت کی ہے۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ ان کی احادیث لکھنے کے لائق ہیں سعید ابن بنا فرماتے ہیں میں نے ہیا ج سے زاید کوئی فیصیح نہیں دیکھا اور بغداد انہوں نے درس حدیث دیا۔ میں ایک لاکھ آدمی مجتمع ہو گئے اور احادیث اُن کی لکھیں۔ مالک ابن سلیمان فرماتے ہیں کہ ہیا ج ابن بسطام اعلم الناس بہت ہی بڑا عالم بہت بڑا کوبار بڑا فقیہ بڑا شجاع بڑا سخی و رحیم تھا (ملاحظہ ہو۔ میزان الاعتدال طبع ہندی ج دوم ۵۵۵)

اُن گزیدہ اور توثیق اور کیا چاہئے۔ یحییٰ ابن سعید اللہ اس کے معاملہ میں مشرور ہیں۔ ایک مرتبہ اُسے ضعیف کہہ گئے اور ایک مرتبہ یس بشی کہہ دیا۔ یعنی قال مرۃ یس بشی جس کو مختار مدعا علیہ نے غلطی سے مرۃ کو مشرور کوئی نام سمجھ کر یہ ترجمہ کر دیا کہ مرۃ نے کہہا ہے کہ وہ کچھ چیز نہیں۔ حالانکہ کہ مرۃ کسی کا نام نہیں وہاں مرۃ کا لفظ ہے، ترجمہ یہ ہے کہ انہیں یحییٰ نے کبھی یہ کہا کہ یس بشی غرض ان کے تردد سے راوی میں ضعت پیدا نہیں جب کہ ایسی تقویت و توثیق موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو ۵۵۵)

لہذا ابن جریر کی سند بالکل صحیح بے غبار ہے۔

نیز جس تابعی سے یہ روایت ہے۔ یعنی ابی یسار سلمیٰ وبال اتفاق ثقہ نہایت معبر ہے۔ جیسا کہ کتب رجال میں موجود ہے۔

(۹) اب تابعین کے متعلق بھی بحث کی ضرورت نہیں۔ جب کہ وہ تابعی جس سے ہمنے نقل کیا ہے۔ ابی یسار سلمیٰ معتبر ہے۔ صرف یہ گزارش کر دوں کہ مختار مدعا علیہ نے فتح البیان مک جو شعبہ کا حوالہ نقل کیا ہے وہ محض غلط ہے وہاں کوئی موجود نہیں۔ نہ اُس کے آگے پیچھے ہے۔ بلکہ تابعین کی ان کے طبقات کے لحاظ سے توثیق موجود ہے۔

تغیروں کے متعلق جو آفتان کا حوالہ نقل کیا ہے۔ اُس میں شرمناک خیانت ہے۔ حوالہ کے قبل لفظ قال و کو حذف کر دیا اور آخر سے وہیہ نظر کو حذف کر دیا۔ یہ دوسرے کا قول نقل کر کے تردید فرما رہے ہیں۔

اور سوائے بعض مخصوص تفاسیر کے مستند معتبر خصوصاً یہ ابن جریر وغیرہ کی اسی اتقان میں شذوذ کے ساتھ توثیق ہے۔ اور خصوصیت سے اس ابن جریر کو نہایت ہی معتبر قرار دیا ہے اور ائمہ دین سے نقول پیش کی ہیں۔ ملاحظہ ہو اتقان طبقات المفسرین ج ۱ ص ۱۸۹، باقی رہا حوالہ ابن خلدون اُس میں بھی خیانت ہے۔ جو اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں۔ بیان میں اس کے الفاظ یہ دیے ہیں در تفاسیر المتقدمین مملوۃ بالغث والسمین، یہ الفاظ ہر دو ميانوں تھے کہ مطبوعہ کاپی میں قول ابن خلدون کر کے موجود ہیں۔ حالانکہ متحدہ ایڈیشن بحث میں پیش کر کے دکھا چکا ہوں۔ کہ یہ کہیں نہیں۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ (لا ان کتبہم و اقوالہم تشتت) اس کے متعلق گزارش ہے۔ کہ ابن خلدون مفسر اور مذہبی امام نہیں۔ بلکہ مورخ ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ، مارچ اور یہ ہے مسلم کہ ہرن میں اُسی کے ماہر کی رائے معتبر ہوتی ہے۔ جیسے کہ گذر چکا ہے۔ پھر مفسرین نے رطب دیاباں اقوال تردید کے واسطے نقل کیے ہیں تاکہ لوگ گمراہ نہ ہوں ان کی تائید نہیں کرتے۔ اور اس سے اس کتاب کا پوزیشن غراب و خندوش نہیں ہوتا ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ، مارچ ۱۳۲۲ھ اس کی ایک مثال ابتدائی بحث میں تفسیر خازن جلد ۳ ص ۲۲۵ تحت آیت لقد ہمت الخ سے پیش کی ہے علاوہ اس کے ابن خلدون کی یہ راہی صرف قصص و حکایت میں ہے احکام و اعمال و عقائد خود اس سے مشتق کرتے ہیں ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ص ۲۸۳ یعنی پیش کردہ حوالے کا آخری حصہ جسے گواہان مدعا علیہ نے دانستہ نقل نہ کیا۔

(۱۰) مرزا صاحب نے ابن جریر کو رئیس المفسرین کسی تقلید میں نہیں کہا بلکہ خود اپنی تحقیق ہے اور حوالے فتح البیان جلد ۱ ص ۱۷۰ کا حوالہ ملاحظہ ہے ذہاں رئیس المفسرین کا فیضی لفظ نہیں ہاں بڑے بڑے ائمہ سے اس کی توثیق منقول ہیں قال النووی اجمعت الامتہ دم یصنف مثل تفسیر السطبری، امام نذوی فرماتے ہیں کہ امت کا اجماع ہے کہ تفسیر ابن جریر کے مثال کوئی بھی تفسیر تصنیف نہ ہوئی۔ ابی حامد اسفرائینی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ملک پین تک صرف تفسیر ابن جریر کے حصول کے واسطے سفر کرے تو کم ہے (فتح البیان جلد ۱ ص ۱۷۰)

پس اس سے تو اور ہماری تائید ہوئی کیونکہ ہمارا حوالہ اسی مسلم و معتبر کتاب کا ہے جس کو امت نے معتبر و قابل مانا ہے اور جس کے متعلق مرزا صاحب بھی رئیس المفسرین لکھتے ہیں اور اُس کے قول سے دلیل لاتے ہیں۔ باقی یہ کہنا کہ پہلے قرآن سے مرزا صاحب نے حل کر کے تائید پیش کی ہے ہم نے بھی پہلے الفاظ قرآنی اور سیاق و سباق سے پیش کر کے یہ نقلی تائید پیش کی ہے لہذا یہ بالاتفاق قبول ہونی چاہئے۔

(۱۱) یا بنی آدم سے اصل یہی ہے کہ عام اولاد آدم بلا تخصیص امت محمدیہ اور یا ایہا الذین امنوا سے صرف

مومنین امت اور یا یہاں الذین کفرو اسے کفار کہہ اور خطاب میں یا یہاں الناس آتے اسے اصل بحث میں قرآنی مسئلہ سے واضح کر چکا ہوں عدالت خود مقابلہ فرمائے کہ اس کا کوئی بھی جواب نہ ہو دیکھ صرف الفاظ بدلے ہیں۔

(۱۲) ہدیتہ الشیعہ کا حوالہ جو ڈیٹل اصول پر غیر مسلم اور جدید ہے نیز وہاں اس آیت کا اس تخصیص میں انحصار کا کوئی بھی ذکر نہیں عدالت خود اصل حوالہ ملاحظہ فرمائے۔

(۱۳) بیان نسخ اخبار کا کوئی معاملہ نہیں نسخ کی بحث ہے جسے بلا وجہ یہاں چھیڑا جاوے یہاں تو صرف اس قدر ہے کہ اولاد آدم سے خدا نے رسول بھیجنے کا روزانہ وعدہ فرمایا تھا۔ رسول بھیج کر وہ وعدہ پورا فرما دیا۔ اگر رسول نہ بھیجتا تو خلافت وعدہ خلافی ہوتا۔

اس میں یہ وعدہ ہی نہ تھا کہ قیامت تک آتے رہینگے۔ یہاں تک خاتم النبیین کو تا نسخ بنانا پڑے۔ وہ وعدہ علیحدہ پورا ہو گیا اور یہ حکم علیحدہ ختم نبوت اور انداد سلسلہ نبوت و باب نبوت علیحدہ رہا۔ نسخ سے کوئی علاقہ ہی نہیں اگر وہاں استمرار کا تذکرہ ہوتا تو ضرور یہ نسخ کہلاتا۔

(۱۴) لفظ انا کی بحث بلا وجہ چھیڑی۔ یہ صرف اس لیے ہے کہ انا جب کسی مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اس سے صرف استقبال مراد ہوتا ہے استمرار کے واسطے نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس آیت سے صرف بنی آدم سے ازل میں رسول آئندہ بھیجنے کا وعدہ نکلا۔ ہمیشہ قیامت تک بھیجتے رہنے کا ثابیت نہ ہوا۔ اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ دوسری غیر متعلق لفظی بحث چھیڑ دی۔

بحمد اللہ ثابیت ہو چکا کہ اس آیت کے متعلق جو تا دیلات مختار مدعا علیہ نے میری بحث پر کی ہیں ان میں کوئی قوت نہ تھی۔ اور اصل بحث کے اعتراضات استدلال پر لا جواب ہی رہے۔

(نوٹ) یہ بھی واضح رہے کہ میں نے اپنے دعویٰ پر روع المعانی ج ۳ ص ۶۶ کا حوالہ پیش کیا ہے۔ کہ اس جگہ بنی آدم سے تمام انسان مراد ہیں۔ امت محمدیہ کی تخصیص نہیں اور یہ لا جواب رہا۔
(دوسری آیت)

انی جاعلک للناس اماما۔

اس سے استدلال ہی بے ربط تھا جسے آج تک کوئی بھی سلف و خلف سے نہ سمجھا۔ یہ کسی جواب ہی کے قابل نہ تھا اور جو کچھ کہ اصل بحث میں اس پر کر چکا ہوں وہ کافی سے زائد ہے۔ اب مختصراً دو چار لفظ جواب الجواب کے سلسلہ میں عرض کرتا ہوں۔

خلاصہ تاویل مختار مدعا علیہ

- (۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں نبی بنانے کا وعدہ کیا ہے کہ یہ وعدہ اس وقت تک پورا ہوتا رہے گا۔ جب تک ظالم نہ ہوں۔ پس باسب کو ظالم مانو یا نبوت کا امکان۔
- (۲) مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ ذریتہ کا لفظ عربی زبان نہیں صرف جہانی نسل پر بولا جاتا ہے غلط ہے لغت عرب کا حوالہ چھوڑ کر ہدایتہ الشیعہ ص ۳۲ دیکھو۔
- (۳) مرزا صاحب بلا ریب ابراہیمی نسل سے ہیں استفتاء ص ۷ (جواب الجواب)

جواب ہونے کا صرف مانا چاہا ہے۔

- (۱) ابراہیمی نسل سے وعدہ بصیغہ اسم فاعل کے تھا جو استقبال کے معنی میں ہے وہ پورا ہوا اس میں کہیں استمرار کا پتہ نہیں کہ ہمیشہ پورا ہوتا رہے گا۔ جب تک ظالم نہ ہو جائیں۔ یہ استمرار کے معنی صرف مختار مدعا علیہ کے معنی میں ہیں جن پر کوئی ایک حوالہ نہیں اور استقبال کے معنی آج تک سلف و خلف یلتے چلے آئے ہیں اب نہ آل ابراہیم کوئی ظالم مانتا پڑتا ہے نہ اجراء نبوت بندینا صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر یہ عقیدہ لازم آتا ہے اور اگر مختار مدعا علیہ کے طرز پر استمرار ہو تو سلسلے تیرہ سو سال تک آل ابراہیم کو عیاذ باللہ ظالم مانتا پڑے گا جس میں تمام فتن رونما ہووے مگر نبی نہ بنائے گئے حالانکہ ابراہیمی نسل میں اب تک کس قدر صحابہ ائمہ فطیہ ابدال غوث صلیحائے امت گزرے۔ یہ محض لغو تاویل ہے اسلاف قلم کے خلاف تصریحیں کی ہیں غرض استمراری معنی محض تفسیر بالراے ہے جو حرام قطعی ہے۔

- (۲) یقیناً ذریتہ کا لفظ عربی زبان میں صرف جہانی ذریتہ پر بولا جاتا ہے اور انسان کی نسل و فرزند ان پر اطلاق پاتا ہے۔ لغت کی مختصر کتب اس تصریح سے پر ہیں۔ قرآن و احادیث و محاورات عرب میں سینکڑوں حوالے موجود ہیں مختار مدعا علیہ باوجود اس قدر اس معاملہ میں نقلی کے عربی لٹریچر سے ایک بھی مسلم و غیر مسلم حوالہ نہ پیش کر سکا اور اپنے عجز کا ان الفاظ میں اعتراف کیا کہ ”یہاں پر لغت عرب کے حوالے چھوڑتا ہوں۔ بانی مدرسہ دیوبند کی ہدایتہ الشیعہ پیش کرتا ہوں۔“

واضح رہے کہ ہدایتہ الشیعہ اردو کی کتاب ہے۔ اردو محاورات میں مجازاً ذریتہ نہ معلوم کس قدر مستعمل پڑتا ہے۔ عربی لغت میں عربی کا ایک بھی محاورہ نہ مل سکا۔ اور میرا دعویٰ بحمد اللہ جواب رہا۔ مفصل اہل بحث سے ملاحظہ ہو۔

(۳) مرزا صاحب کا شیخ فارس یا اولاد فاطمہؑ سے ہونا کوئی علم الانساب کے اصول پر نہیں بلکہ ان کا کشفی دالہامی ہے جو کسی پر حجت نہیں۔ ہاں ان کے نسب نامہ میں ہے کہ وہ مغل ہیں مگر مرزا صاحب اسکی تردید فرماتے ہیں کہ اللہ نے میرے پر وحی بھیجی کہ میری آباء اقوام ترکیہ میں سے نہیں۔ (استفقا مٹے) پس اب نسب نامہ کی تحقیق کی ضرورت ہی نہیں جب کہ اب تک مغل فارس یا بنی فاطمہؑ ہونا ہی طے نہ ہوا اور سب کا سب خلاف نسب نامہ مشہور کشفی رہا۔ اور اصل نسب نامہ کو مرزا صاحب کے الہام اور وحی الہی نے بزعم ان کے غلط ثابت کر دیا۔

انساب کی کتاب سے مرزا صاحب کا قابل اعتماد ابراہیمی نسل ہونا ثابت نہیں۔ باقی اصل میں اس کی ہمیں ضرورت ہی نہیں۔ جب کہ نہ اس آیت کا یہ مطلب ہے نہ کسی نبی کے آنے کا امکان ہے قطعی دلائل سے ثابت ہو چکا۔ بہر حال عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ ہماری بحث کا کوئی بھی جواب نہ ہوا۔

خلاصہ تاویلات

(تیسری آیت اللہ یصطفی الخ)

- (۱) یصطفیٰ میں حال اور استقبال دونوں مراد لینے پر جو مختار مدعیہ نے اعتراض کیا ہے اس کے لیے منہج اور جرح گواہ مدعیہ کا حوالہ پیش ہے۔
 - (۲) مشترک کے دونوں معنی یکدم لے سکتے ہیں جیسا کہ روایت عینہ میں لیتے ہیں۔
 - (۳) چونکہ اس آیت میں یہ صیغہ خدا کے واسطے مستعمل ہے لہذا استمرار ہی کے معنی موزوں ہوں گے۔
- (الجواب)

(۱) میرا اعتراض دونوں حال و استقبال کے معنی یکدم حقیقت مراد لینے پر تھا اور بتایا تھا کہ اسے اصطلاح میں عموم مشترک کہتے ہیں اور یہ نابائنہ ہے۔ اس کے واسطے لا عموم لہ ای المشترك کہ عموم مشترک نہیں ہو سکتا۔ نور الانوار ص ۳۸ جرح گواہ مدعیہ ص ۱۱۸ پرچہ ۳۲ سے پیش کیا تھا جو بالکل لاجواب رہا۔

البتہ منہج اور گواہ مدعیہ کی جرح سے پیش کیا کہ مفارغ وہ فعل ہے کہ حال و استقبال دونوں پر دلالت کرے۔ مگر میرا اعتراض مفارغ کے اس معنی یا دلالت پر نہیں بلکہ حقیقت ایک ہی استعمال میں بطور عموم مشترک مراد ہونے پر ہے اور وہ مجدد اللہ لاجواب ہے۔ اس کا کوئی جواب نہیں۔ مفصل اصل بحث میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) رایت عینہ اپنی طرف سے مثال گڑھ کو میرا پیش کردہ حوالہ نورا لانوار ص ۸۲ عموم مشترک کا نہیں توڑ سکتے
بہر حال ایک ہی معنی مراد لیے جا سکتے ہیں جیسا کہ بحث میں بیان کر چکا۔

(۳) مضارع میں استہاری معنی حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہیں اور یہاں کوئی قرینہ صارفہ مجبور نہیں کرتا کہ خواہ مخواہ کفر یہ
مضمون بنانے کے واسطے حقیقی معنی پھوڑ کر مجازی لیے بنائیں۔ بلکہ اس کے نہ مراد ہونے پر نہ اس پر جو س
میں پیش کر چکا اور نہ اس کی طرف نسبت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ استمرار مراد ہو بلکہ حال یا استقبال
ہی مراد ہوتا ہے۔ تمام قرآن پاک میں سیکڑوں مثالیں موجود ہیں اور غرض مدعا علیہ کے ادعاء کی ایک
بھی نہیں مل سکتی۔ میں نے خازن ج ۵ ص ۱۲۷ سے اس کا شان نزول پیش کر کے عرض کیا تھا کہ یہاں اجزاء
نبوت وغیرہ کا کوئی بھی تذکرہ نہیں صرف اہل مکہ کے اس اعتراض کا جواب دینا ہے کہ اللہ نے بشر جو ہم
جیسا تھا رسول کیسے بنایا۔ جواب مرحمت فرمایا گیا کہ اللہ یصطفیٰ من الملائکۃ
کہ یہ کسی نہیں کہ کوئی میسر ہو بلکہ اللہ کے نظر و انتخاب پر موقوف ہے جسے چاہے برگزیدہ کرے
وہ ملائکہ کو بھی رسالت کے واسطے چنتا ہے۔ اور لوگوں سے بھی۔ چنانچہ چنا اور پھر جب چاہا یہ سلسلہ
خاتم النبیین سے بند فرما دیا کوئی محل اعتراض اس کا کوئی بھی جواب نہ ہو سکا۔ اور اصل اعتراض لا جواب
ہی رہا۔

د چوتھی آیت اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم

- اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ سے کچھ بھی نہ ہو سکا اور محض یہ تاویل کی کہ۔
- (۱) ایام الصلح سے جو اسی آیت کے جواب میں تائید پیش کی گئی وہ گواہان مدعا علیہ کے معنی کے متضاد نہیں
کیونکہ اس میں اور نبوت کا انکار ہے اور گواہان مدعا علیہ اور قسم کی ثابت کرتے ہیں۔
 - (۲) کشتی نوح میں ایام الصلح کے خلاف مضمون ہے۔
 - (۳) جو ترجمہ آیت پیش کیا ہے اس دعا کے مفہوم سے مطابق ہے جو اس آیت میں ہے۔
- (۱) جواب

(۱) ایام الصلح میں مطلقاً انکار ہے اور یہ کتاب اس زمانہ کی ہے جب کہ دعویٰ نبوت کا وہم و گمان بھی
مرزا صاحب کو نہ تھا بلکہ نبوت پر پردہ پڑا تھا کیونکہ اس کا سنہ تالیف یکم جنوری ۱۸۹۹ء ہے
عدالت خود ایام الصلح کی عبارت سے میرے جواب کا مقابلہ فرمائے تفصیل اصل بحث
میں ہے۔

(۲) کشتی نوح ۵/ اکتوبر ۱۹۰۲ء کی دعویٰ نبوت اور نبوت سے پردہ اٹھنے کے بعد کی ہے لہذا اس سے اس کا تعلق نہیں اس وقت تو تمام آیات و احادیث میں تحریفات کر چکے تھے۔

(۳) آیت اھدنا الصراط المستقیم کا یہ ترجمہ کہ ”ہمیں ان لوگوں سے بنا جن پر تیرا انعام ہوا“ محض تحریف اور غلط ہے اور یہ کہنا کہ بلا اس معنی کے یہ دعوائے ہوگی یہ بھی غلط ہے دعوائے پر بھی صحیح معنی یہ ہوں گے ”ہمیں ان لوگوں کے راستہ پر چلا جن پر تیرا انعام ہوا“ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ یا اس کے گواہان اپنی مطلب برآری کے واسطے کس قدر غلط تاویلات اور ترجمہ میں تحریف کر لیتے ہیں اور اپنے زعم کے مطابق اپنے کو نبی بنانے کی روزانہ دعا کرتے اور سکھاتے ہیں۔

باقی جواہر اب اس آیت کے بحث میں دیئے تھے ان کا نام تک نہ لیا اور ردہ لاجواب ہی ہے۔

خلاصہ تاویل

(پانچویں آیت ومن یطع اللہ والرسول)

(۱) مختار مدعا علیہ نے معصے نبی ہونا مراد لیتے پر بخاری سے قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقت وصال مع الذین انعم علیہم اور حدیث التاجر الصدوق بحشمہ مع الانبیاء پیش کی اور اگر خود سے دیکھی جائیں تو ہمارے موافق ہیں۔

(۲) اس آیت سے یہ مراد کہ نبیوں کے ساتھ ہوں گے نبی نہ ہوں گے الٰہ کوئی عقل مند انسان ماننے کے لیے تیار نہیں

(۳) تو فتناء البرار اور فاکتبا مع الشاہدین وغیرہ میں مع یعنی من ہے کہ ہیمان کے زمرے سے کر دے۔

(۴) خدا کی معیت کی آیاتوں کو اس پر قیاس کرنا درست نہیں۔

(الجواب)

(۱) اس استعمال سے صرت میں نے یہ بتایا ہے کہ اگر نبی بننا مراد ہوتا تو اسے بطور تحصیل حاصل استعمال نہ فرماتے نیز اسی مول پر ہر تاجر صدوق نبی بن جاتا یا بن سکتا حالانکہ یہ مراد نہیں تفصیل اصل بحث سے ملاحظہ ہو اس سے لاجواب ہو کر ادھر ادھر لانا شروع کر دیا۔

(۲) یہ کہنا کہ اس آیت سے یہ مراد لینا کہ نبیوں کے ساتھ ہوں گے نبی نہ ہوں گے الٰہ کوئی عقل مند انسان ملنے کے لیے تیار نہیں۔ اس کا جواب عدالت کے امتیاز خصوصی پر چھوڑتا ہوں اور صرف یہ گزارش کرتا

ہوں کہ آج تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام ائمہ و بزرگان دین سلف و خلف تو یہی سختی کرتے چلے آئے۔
اب مختار مدعا علیہ اور نہیں جو چاہے کہے اور جو چاہے سمجھے رہیں نے تو اس کا شان نزول اور صحابہ سے
روایت مرزا صاحب کے رئیس المفسرین ابن جریر جلد ۲۲ ملا وج ۵۹ سے پیش کر دی تھی۔ جسے لاجواب
سمجھ کر جواب میں ذکر تک نہ کیا۔ اصل بحث ملاحظہ ہو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی مراد سمجھا۔ بخاری
۲۴۷۱ اصل بحث ملاحظہ ہو ان درجوں کا وجود دوسری آیت سے پیش کیا تھا اوس کا بھی کچھ جواب نہ دیا
بہر حال یہ بھی لاجواب رہا۔

- (۳) ان ائمتہ میں مع یعنی حجاز اُمراد ہونے سے یہ کب لازم آیا کہ ہر جگہ اُمراد ہو۔ چنانچہ جن لوگوں نے
ان ائمتہ میں یہ معنی ایسے ہیں وہ بھی آیات متنازعہ سے یہ مراد نہیں لیتے۔
- (۴) خدا کی معیت پر قیاس نہیں کرتا بلکہ ان ائمتہ سے اگر مع کے واسطے یہ قاعدہ بلیغ بنالیا جائے جیسا کہ گواہان
مدعا علیہ نے بنالیا ہے تو ان کے زعم باطل پر ہر انسان کا خدا بنایا خدا بننے کی دعا کرنا لازم آئے گا۔ جواب
نہ ہو سکا مخالف کی کسی کی۔ باقی اصل جو جواب تھا اوس کا ذکر تک نہ کیا۔ اس آیت میں مع سے معیت یعنی
رفاقت مراد ہے اور اوس کا ثبوت اسی آیت کا آخری حصہ مصرع موجود ہے کہ وحسن اولیاءہ ذلیقہ
یہ انبیاء و صدیقین و صلحاء اچھے رفیق ہیں اس سے نبض قرآن اس استدلال کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس کا
حوالی بحث میں اشارہ تک نہیں عدالت خود اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے معلوم ہوا کہ یہ جواب بالکل
لاجواب ہے کوئی تاویل بھی ممکن نہیں۔

بچھٹی آیت استخلاف)

خلاصہ تاویلات

- (۱) اس سلسلہ میں جو بحث مختار مدعیہ نے کی ہے وہ قابل التفات ہے۔
- (۲) گواہ مدعا علیہ نے خلافت روحانی اور جسمانی دونوں پر چسپاں کی ہے۔ بخلاف مختار مدعا علیہ کے۔
- (۳) صرف صحابہ میں منحصر کرنا عموم الفاظ قرآنی کو باطل کرتا ہے اور چند ائمتہ
- (۴) جسمانی بادشاہت تو غیر مؤمنین اور غیر صلحاء کو بھی مل جاتی ہے۔
- (۵) تغیر کبیر کے دو حوالے۔

الجواب

در اصل اس بحث کا کچھ بھی جواب نہیں عدالت اصل بحث کو اس سے مقابلہ فرمائے۔

(۱) الحمد للہ کہ جواب کے قابل التفات نہ ہوتے تو مختار مدعا علیہ نے اعتراف کر لیا۔

(۲) یہ غلط ہے کہ مختار مدعا علیہ نے بھی خلافت سے روحانی اور جسمانی کے دونوں مراد لی ہیں۔ البتہ روحانی سے نبی ہونا نہیں

بلکہ دارث علوم نبویہ ہونا مراد لیا ہے۔ مبیا کہ بیٹا باپ کا خلیفہ یا مرید پیر کا ہوتا ہے۔ نیز سلطنت ظاہری

دلیمکنہم فی الارض سے مراد لیا ہے۔ اور اس پر صریح صریح قرآنی آیات پیش کی ہیں۔ جن کا کوئی جواب

نہ ہو سکا اصل بحث سے ملاحظہ ہو۔

(۳) صرف صحابہ میں منحصر کرنا بھی عموم الفاظ کو باطل نہیں کرے گا۔ کیونکہ یہاں عموم نہیں بلکہ منکم سے خود ہی

تخصیص فرمادی ہے اور تمام امت ائمہ سلف و خلف آج تک اسے صحابہ کرام کے فضائل و خصوصیات

سے شمار کرتی رہی ہے۔

(۴) صرف جسمانی بادشاہت نہیں بلکہ روحانی اور درانت علمی بھی ہمراہ ہے اب کوئی اعتراض نہ رہا۔

(۵) تفسیر کبیر کے دونوں حوالے یہاں سے غیر متعلق ہیں اور یہاں انہیں لگانے سے تفسیر بالآیات جو میں نے

پیش کی ہے۔ بالکل باطل ہو جائے گی۔ نیز امام رازی نے بھی اس آیت کو اسی معنی اور صحابہ کرام پر محمول کیا

ہے۔ نیز کسی مطلب کے صریح آیات اور احادیث سے متعین ہونے کے بعد اس کے خلاف کسی کا قول منبر

نہ ہونا مسلمہ فریقین متفقہ مسئلہ ہے پس یہ قطعاً پیش ہی نہیں ہو سکے بہر حال اس کے قابل التفات ہونے

کا اعتراض ہے اور تاویل جو کی ہے۔ وہ ظاہر ہے جو کچھ بھی ہے۔ عدالت خود ہی اصل بحث سامنے رکھ کر

ملاحظہ فرمائے۔

باقی آیات کا جواب اور جواب رہا۔

(احادیث امکان نبوت کا ثبوت)

میں نے اس کا تفصیلاً ایک ایک حدیث کا علیحدہ علیحدہ جواب دیا تھا اور حدیث تو اس بن سہمان جس

میں نبی اللہ کا لفظ ہے اس کی تضعیف ازالمہ ص ۳۳ سے اور نبی اللہ سے مجازاً نبی ہونا سراج منیر ص ۳

میں پیش کیا تھا جس سے اجراء نبوت کوئی لازم نہیں آتا اب یہ کہنا کہ مرزا صاحب کا یہ منشا نہیں بلکہ وہ ہے

عدالت خود اصل سے ملاحظہ فرمائے مطلب واضح ہے۔

حدیث محدث والی میں بخاری شریف کے اندر تصریح ہے من غیر ان یکونوا انبیاء الخ کہ محدث نبی نہ ہوں گے لہذا اس سے بھی

اجراء نبوت نہ ثابت ہوا۔ ابو بکر خیر الناس بعدی الا ان یکون نبی (کنز العمال) اولاً تو کنز العمال

میں لان یکون نبیا بھی ہے کہ ابو کبیر بنی نہ ہوں گے۔ باوجود افضل الناس ہونیکے۔ یہ صحیح ہے اور ایسے بکثرت محاورات ملیں گے۔

مرزا مظہر جان جاناں رحم کی مدح میں کہا گیا ہے کوئی آج اس کے برابر نہیں۔
وہ سب کچھ ہے الا پیغمبر نہیں باقی کے واسطے بیان گواہ مدعا علیہ کا حوالہ دیا ہے میں بھی اپنی اصل بحث کے حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

بجدا اللہ ایک دلیل سے بھی اجراء نبوت ثابت نہ ہو سکا۔ فلنلذ الحمد
تتم نبوت و دعویٰ نبوت کا مسئلہ ختم ہوٹا۔

تیسری وجہ تکفیر کا اثبات وجواب الجواب

انکار حشر اجساد و نفع صور

گوہاں مدعیہ نے بیان کیا تھا کہ مرزا صاحب حشر اجساد اور نفع صور کے منکر ہیں حالانکہ بیسیوں آیات اور احادیث کثیرہ سے یہ بات قطعاً ثابت اور امت کا مسلم عقیدہ ہے جس کا جواب مدعا علیہ نے یہ دیا ہے کہ مرزا صاحب ہرگز ان امور کے منکر نہیں۔ اور مختلف حواجیات ان امور کے متعلق پیش کیے ہیں کہ مرزا صاحب ان امور کو پیش کرتے۔ اور مانتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ اور گواد مدعا علیہ کے بیان و بحث سے یہ بات تو ثابت ہو گئی۔ کہ فی الواقع حشر اجساد اور نفع صور کا انکار کرنے والا قرآن اسلام کا مذہب اور مخالف اور کافر ہے۔ لیکن وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ کہ مرزا صاحب ان امور کے منکر ہیں۔ بلکہ وہ مرزا صاحب کو ان امور کا معتقد اور معتز جانتا ہے لہذا اس وجہ کی بناء پر کافر و مرتد نہیں ہیں۔

مختار مدعیہ کی طرف سے اس کا جواب الجواب یہ ہے کہ گو مرزا صاحب نے بعض مقالات میں ان امور کا اقرار کیا ہے۔ لیکن وہ اقرار محض لفظی اور جمالی ہے۔ اور یہاں انکار ہے۔ وہ نہایت بسط اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ جس کے بعد اقرار کی حیثیت محض لفظی رہ جاتی ہے نہ حقیقی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ منافقین کے حق میں فرماتے ہیں

اِذَا جَاءَ لَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا لَشَهِدْنَا اَنْكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اَنْكَ لِرَسُولِهِ وَ اللّٰهُ
يَسْتَعِدُّ اَنْ الْمُنَافِقِينَ لَكَ اَذْبُونَ اتَّخَذُوا اٰيْمَانًا فَهُمْ جَنَّةٌ فَصَدَّوْا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ اَنْهُمْ
سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ - (سورۃ المنافقون ۲) نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ
وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ يُخَدَعُونَ اللّٰهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَمَا يُخَدَعُونَ اِلَّا
اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ - (الایہ)

ماحصل ان آیات مبارکہ کا یہ ہے کہ کسی شخص کا اقرار جب کہ اس کی حالت قطعی طور پر یا اس کا قول یقیناً انکار پر
دلالت کرتا ہو۔ کوئی وقت نہیں رکھتا۔ بس مرزا صاحب نے جب کہ وہ باتیں نہایت بسط اور تفصیل سے لکھ دیں۔ جن سے
لازمی اور ضروری طور پر حشر اجساد کا انکار یعنی قبروں سے مردوں کا میدان حشر میں جانا غلط ثابت ہوتا ہے۔ تو اب ان کے
اقرار اسی قسم کے ہوں گے۔ جیسے کہ منافقین کے اعداء اسلام و رسالت و ایمان ہیں جو مجھے بے سود ہونے کی وجہ سے کالعدم
قرار دیے گئے ہیں چنانچہ قرآن کریم کی محولہ بالا آیات اور ان کی مثل اور آیات سے ظاہر ہے۔

تفصیل و توضیح

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ اعتقاد پیدا کر دیا کہ انسان مرنے کے بعد فی "نور جنت" یا جہنم میں پہنچ جاتا ہے۔ خواہ وہ اپنے سائے وجود اور تمام قویٰ کے ساتھ داخل جنت و جہنم ہو۔ دیکھیے اعلیٰ درجہ کے لوگ صدیق شہید انبیاء جو سائے وجود اور قویٰ کے ساتھ داخل جنت ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے مقابل بڑے بڑے کافر جہنم میں سائے وجود اور قویٰ سے داخل جہنم ہو جاتے ہیں۔ یا محض اس کے لیے جنت و دوزخ کی طرف سے کھڑکی کھول دی جائے۔ جیسا عامہ مومنین کے لیے جنت کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے۔ یا ان کے مقابل عامہ کفار کے لیے دوزخ کی جانب سے جیسا کہ مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۰ کی اس عبارت سے ظاہر ہے۔ جس کو گواہ نمبر ۱ اپنے بیان میں پیش کیا تھا۔

نیز مرزا صاحب کی کتاب حمامہ البشریٰ صفحہ ۵۵ میں ہے۔ وقد علمت انفا ان اهل الجنة والسعير يدخلون مقاميهما بعد موتهم من غير مكن ولا ينظرون القیمة وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم مات فقد قامت قیامته۔

یعنی تجھے ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ اہل جنت و دوزخ اپنے مرنے کے بعد بلا تاخیر اپنی اپنی جگہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور رہتے ہیں۔ اور دیکھیں گے بھی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو مر گیا۔ اس کی قیامت ہو گئی (۲) جو لوگ سائے وجود اور تمام قوتوں کے ساتھ جنت یا جہنم میں سر دست نہیں جاتے۔ وہ بھی یوم الحشر اور یوم الحساب سے پہلے پہلے ترقی کرتے کرتے اپنی درجہ سے اعلیٰ درجہ میں آجاتے ہیں۔ اور صدیقوں اور شہیدوں کی طرح سائے وجود اور تمام قوتوں کے ساتھ بہشت میں ہی داخل ہو جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو گواہ نمبر ۱ کی محولہ عبارت ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۰ تقطیع خورد کے بعد کی عبارت "ہاں جب اس درجہ سے ترقی کرتا ہے۔ تو ادنیٰ اسے اعلیٰ میں آجاتا ہے اس ترقی کی ایک یہ بھی صورت ہے (۳) آخر ایمان تک نوبت پہنچتی ہے کہ شہیدوں اور صدیقوں کی طرح سائے وجود اور تمام قوتوں کے ساتھ وہ بہشت میں بھی داخل ہو گا۔ ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۱ و ۳۶۲ اور صفحہ ۳۶۱ میں ہے "اب ہماری اس تقریر سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ بہشت میں داخل ہونے کے ایسے زبردست اسباب موجود ہیں۔ کہ تقریباً تمام مومنین یوم الحساب سے پہلے اس میں پورے طور پر داخل ہو جائیں گے۔ اور یوم الحساب ان کو بہشت سے خارج نہیں کرے گا۔"

صفحہ ۳۶۱ و ۳۶۲ میں اس بات کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ جو ایک ذرہ بھرا ایمان عمل والے انسان کو یوم الحساب سے پہلے صدیقوں اور شہیدوں کی طرح سائے وجود اور قوتوں کے ساتھ بہشت میں داخل کر دیتے ہیں۔ اس کتاب ازالہ اوہام میں تو ادنیٰ مومنوں کے لیے بتدریج یوم الحساب سے پہلے داخل بہشت ہونا مانا گیا ہے۔ لیکن حمامہ البشریٰ صفحہ ۵۵ کی محولہ بالا عبارت میں بلا تاخیر اہل جنت اور اہل دوزخ کا اپنے مقام پر پہنچ جانا تسلیم کیا ہے۔ جو بظاہر تدریج کے مخالف ہے۔

لیکن ہماری اس سے کوئی غرض وابستہ نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ بھی بیان نہیں کیا۔ کہ اہل دوزخ کی ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کیونکر ہوتی ہے۔ لیکن یہ معمولی بات ہے۔ جس طرح ادنیٰ نمود کی ترقی کے اسباب ہوتے ہیں۔ اسی طرح کافر کی ترقی الیٰ اقصیٰ مراتب جہنم کے اسباب بھی ہو سکتے ہیں۔

بہر حال مرزا صاحب نے یہ تسلیم کر لیا ہے۔ کہ کوئی بہشتی اور کوئی دوزخی بہشت یا دوزخ سے نکالا نہیں جاتا۔ خواہ کسی درجہ پر ہو۔ ہاں ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ کی طرف ترقی کر جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۶۰ ازالہ اوہام باب حاصل کلام یہ ہے۔ (سے) تو ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ میں آجاتے (رنگ) اب جب کہ تمام لوگ یوم الحساب سے پہلے اپنے سائے وجود اور تنہائی قویٰ کے ساتھ باہنت میں ہوں گے۔ یا جہنم میں۔ اور بموجب عقیدہ مرزا صاحب کوئی آدمی بہشت اور دوزخ سے نکالا نہیں جاسکتا۔ تو اس سے لازمی اور ضروری طور پر یہ ثابت ہو گیا۔ کہ شتر اجساد باطل ہے۔ یعنی مردے قبروں سے اٹھ کر میدان حساب میں جسمانی طور پر جائیں گے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے صاف تصریح کر دی ہے۔ کہ میدان حساب میں روحانی طور پر لوگ جائیں گے۔ ملاحظہ ہو۔ ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۵ بسلسلہ جبارت محولہ گواہ نمبر ۱۷ مدعا علیہ کمرہ کی مثال سے سمجھ لینا چاہیئے۔ (سے) اسی طرح روحانی طور پر بہشتی میدان حساب میں بھی ہوں گے۔ اور بہشت میں بھی ہوں گے۔ تک

مرزا صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ کہ شتر روحانی کی تصریح کی ہو۔ بلکہ اس سے بڑھ کر قیامت کے دن حضور رب العالمین میں جسمانی طور پر حاضر ہونے کو یا بالفاظ دیگر شتر جسمانی کو بہودیانہ خیال قرار دیا۔ اور تمام امت کو یہودی سرشت قرار دیا جو آج تک شتر جسمانی کی معتقد علیٰ آتی ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۵۰ د ۳۵۱ ملاحظہ ہو اور قیامت کے دن حضور رب العالمین ان کا حاضر ہونا ان کو بہشت سے نہیں نکالتا۔ (سے) گویا جہنمی لوگوں کو نئے سرے سے جہنم میں داخل کرے گی۔ (رنگ)۔

مرزا صاحب نے اس مقام پر یہ تصریح کر دی ہے۔ کہ یوم الحساب میں بھی جنتی جنت میں ہی ہوں گے۔ اور دوزخی دوزخ میں۔ صرف بہشتیوں پر رحم الہی کی تجلی ہوگی۔ اور دوزخیوں پر قہر الہی کی تجلی ہوگی۔ اور اس طرح پرہیزگاروں کو جنت نئے رنگ میں دکھلایا جائے گا۔ اور دوزخیوں کو دوزخ نئی شکل میں اور یوم الحساب کے بعد جنت و دوزخ میں داخل ہونے کی یہی حقیقت ہے۔ اسی طرح حمامۃ البشریٰ صفحہ ۵ میں ہے۔ فیمثل اللہ الجنة فی اعین اہلہا بصودۃ ما راء تھا اعینہم قضا وعد فی کتاب للمسلمین فیکون لہم ذلک الیوم یوم المسرة العظمیٰ والسعادة الکبریٰ فیدخلونہا فرحین امنین۔

و کذلک تمثل جہنم فی اعین اہلہا فی صودۃ ینفجعہم ذلک ینتہا۔

یہاں سے مرزا صاحب کا یہ اعتقاد ثابت ہوا۔ کہ یوم الحساب کے بعد جنت اور دوزخ میں داخل ہونا صرف تمشی اور محض دکھنا واپس اور تحصیل حاصل جیسا سینا کا کھیل مرزا صاحب کے اس عقیدہ سے اسلام کے اس مسلمہ عقیدہ کا انکار لازم آتا ہے۔ جو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ کہ بعض مومن اپنے فسق و فجور کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے جو اپنے اعمال کی سزا بھگت کر یا شفاعت پید المرسلین و دیگر انبیاء علیہم السلام یا شفاعت صالحین سے یا محض رحم رب العالمین سے دوزخ سے نجات پا کر داخل جنت ہوں گے۔ کیونکہ موجب عقیدہ فاسدہ مرزا صاحب دوزخ سے کوئی خارج نہیں ہو سکتا۔

نیز اصحاب اعراف کا بھی انکار ہو گیا۔ جو نصوص قطعیہ قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے۔ یہ بات بھی مخفی نہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ عقیدہ محض کسی غلط فہمی سے ایجاد نہیں کیا۔ اور نہ وہ اس کے ملحدانہ نتائج سے بے خبر تھے وہ خوب جانتے تھے کہ اس سے اسلامی عقائد میں سخت انقلاب پیدا ہوگا اور معتقدات اسلامیہ زیر و زبر ہو جائیں گے۔ لیکن چونکہ ان کی ایک خاص غرض اس عقیدہ سے وابستہ تھی اس لیے انہوں نے نصوص قرآن و احادیث کی کچھ پروا نہ کی اور یہ عقیدہ تراش لیا کہ جنتی لوگ مرنے کے بعد اور جہنمی فوراً جنت اور جہنم میں چلے جاتے ہیں اور پھر وہ کبھی اس سے نکل نہیں سکتے اور اس پر بعض آیات اور احادیث کی غلط تاویل کر کے استشہاد و استدلال کیا۔ اور یہ ظاہر کیلئے کہ گویا وہ اسلام اور مسلمانوں پر قرآن کی باہمی مخالف آیتوں میں تطبیق اور توفیق دیکر تعارض کو دور کر کے احسان کر رہے ہیں گواہ مختار مدعا علیہ نے بھی اپنے بدیدہ امام کی تقلید کرتے ہوئے اس کفریہ عقیدہ کا ہمیں احسان بخند کیا ہے۔

مختار مدعا علیہ اپنے جواب بحث میں کہتا ہے کہ (مرزا صاحب نے) جو آیات اور احادیث ان مسائل کے متعلق پائی تھیں ان میں ملحدین کے اعتراض کو ملحوظ رکھ کر ان میں تطبیق فرمائی ہے تو یہ تقریر جو ازالہ ادھام میں بیان ہوئی ہے تو وہ ان مختلف حیثیوں اور آیات کی تطبیق میں ہے۔ پھر مختار مدعا علیہ نے چند آیات اور احادیث ذکر کر کے کہا ہے کہ۔

”پس اگر کوئی شخص مرنے کے بعد جنت اور دوزخ میں داخل نہیں ہوتا تو مختار مدعیہ ان آیات اور اپنے عقیدہ میں کہ مردے قبروں سے اُٹھیں گے تطبیق کر کے دکھائیں۔“

مختار مدعا علیہ کی اس تحدی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے زعم میں یہ ایسا عقیدہ تھا جس کو مرزا صاحب کے سوا کسی نے حل نہیں کیا اور اگر مرزا صاحب تشریف لا کر یہ عقدہ حل نہ کرتے تو اسلام اور مسلمان ملحدین کے اعتراضات کے بارے میں نیچے قیامت تک دبے رہتے کچھ ظاہر ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی ظاہر ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ آیات و احادیث جن کی باہمی تطبیق کے لیے اس نے تحدی اور چیلنج کیا ہے یہ ہیں۔

(۱) اَعْرِضُوا فَاَدْخُلُوا نَارًا - (نوح) کہ نوح کے مخالف غرق کیے گئے پھر انہیں آگ میں داخل کر دیا۔

(۲) النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا - کہ فرعون صبح و شام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور

جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن ہم حکم کریں گے کہ فرعون کو اشد العذاب میں ڈالو۔

(۳) یَا اَیُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ اِرْجِعِی الْاٰیۃُ اِسْ اٰیۃً کَا مَا حَصَلَ یَہُیۡہُ کہ جو نفس خدا کی طرف تسلی پا گیا ہو اُسے دیگر بندگان الہی کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے اور اس طرح ایک نوں کو بلا توقف بہشت میں جگہ ملتی ہے۔

(۴) چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَبِلْ اَدْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ یَا لَیۡتِ قَوۡمِیْ یَعْلَمُوۡنَ اَسَہُ کَمَا لَیۡکَ اَکَرۡ تَوْبَتِیۡ میں داخل ہو جا۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کو دیکھا تو اس میں اکثر عورتیں تنصیں تو بہت کو دیکھا اور اس میں اکثر ضعیف تھے۔

(۶) شہداء کے متعلق قرآن میں وارد ہے کہ ان کو مردے مت کہو بلکہ احیاء عند ربہم یوحۃتوں بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں مدقن کھاتے ہیں۔ پھر کتاب الفصل ۳ صفحہ ۱۳ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ابن حزم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نص کے طور پر بیان کیا ہے کہ شہداء کے ارواح جنت میں ہیں اور اسی طرح انبیاء کے ارواح بھی بلا شک جنت میں ہیں یہ تمہیں وہ مشکلات جن کی بنا پر مرزا صاحب نے سینکڑوں آیات اور احادیث سے ثابت شدہ عقائد حشر اجداد یعنی مردوں کا قبروں سے اٹھنا اور یوم الحساب کے احوال و احوال اور واقعات بعث حشر و زن اعمال وغیرہ کا انکار کر دیا اور مختار مدعا علیہ کہنا ہے کہ ان آیات و احادیث کے درمیان اور اپنے عقیدہ قبروں سے مردوں کے اٹھنے کے درمیان تطبیق کر کے دکھاؤ گویا مختار صاحب کے نزدیک ان میں تطبیق محال ہے اسی لیے انہوں نے مردوں کے قبروں سے اٹھنے کا انکار کر دیا ہے جس کا دوسرا نام حشر اجداد ہے یا بعث من فی القبور مختار مدعا علیہ نے اپنی مجبوری ظاہر کر دی جس نے ان کو حشر اجداد کا منکر بنایا ہے اور اضطرابی طور پر وہ بات انہوں نے مان لی جو ہم منوانا چاہتے تھے اور وہ بڑے اصرار سے انکار کر رہے تھے۔ مرزا اپنی کتابوں میں اور مختار مدعا علیہ نے جواب اور بحث میں آیات و احادیث مذکورہ کی دستاویز سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جو انسان مرتا ہے وہ فی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے اور مختار مدعا علیہ نے ان آیات اور عقیدہ حشر اجداد یعنی مردوں کا قبروں سے اٹھانے کے درمیان تطبیق کا مطالبہ کیا ہے جس کو ہم بفضلہ و توفیقہ تعالیٰ پورا کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان آیات و احادیث بلکہ کسی آیت و کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ ہر انسان مرنے کے بعد فی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے بلکہ وہ دخول جنت یا جہنم بعث حشر و زن اعمال حسب کتاب کے بعد ہوگا البتہ دار دنیا اور یوم البعث کے درمیان فی زمانہ میں جس کا نام برزخ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”مَنْ وَاٰہُہُمْ بَرَزَخُ اِلٰی یَوْمِ یَبْعَثُوۡنَ“ حسب مراتب ثواب یا عذاب جو آپ قرآن سے بھی ثابت ثابت ہوتی ہے اور احادیث میں اس کی بہت تصریح اور تفصیل آتی ہے نیک انسان جنت کی خوش ہوا روح و بچان پھر سے متع ہوتا ہے اور جنت کی طرف سے اس کے لیے کمر کی گھول دی جاتی ہے۔ بد انسان

دوزخ وغیرہ سے تکلیف پاتا ہے اور دوزخ کی طرف سے اس کے لیے کھڑکی کھول دی جاتی ہے ماسوا اس کے احادیث میں بہت تفصیل ہے۔ شہداء کے لیے زیادہ خصوصیت سے مذکور ہوا کہ ان کی ارواح جنت میں جا کر منتہی ہوتی ہیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس دار دنیا میں ہوتے ہوئے بھی سیر جنت سے مانع نہ تھا بلکہ واقع میں جیسا کہ احادیث میں مصرح ہے لیکن ان امور میں کس طرح قیاس و گمان کو دخل نہیں جو نفوس سے ثابت ہوا اس کا ماننا ضروری ہے۔ یہ بھی اکیلے ہے القبر و روضۃ من ریاض الجنة و حفرة من حفرة النیران لیکن یہ باغ اور آگ کا گڑھا محض برزخی اور عارضی ہے جو یوم البعث والحشر پر ختم ہو جائے گا نہ جنت جو یوم الحساب کے بعد عطا ہوگا جس سے کوئی نکال لائے جائے گا جس کا نام دار السلام بھی ہے جس میں ادنیٰ آدمی کو زمین و آسمان کی وسعت کے مطابق حصہ دیا جائے گا جس کے بعد اندوہ و رجحان کا نام نہ رہے گا جس کی نسبت حدیث قدسی میں ہے اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر اور نہ جہنم میں جس میں سے اہل کبار و مؤمن نکالے جائیں گے اور کفار لا یقفی علیہم فی موتوا ولا یخفف عنهم من عذابہا کے ماتحت وہیں رہیں گے۔

(والتفصیل کثیرۃ فی القرآن والاحادیث الحدیث)

اس تمہید کے بعد گزارش ہے کہ مختار مدعا علیہ نے آیت نمبر اپیش کی ہے کہ ”نوح علیہ السلام کے مخالف غرق کئے گئے اور انہیں آگ میں داخل کر دیا“ اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو اسلامی عقیدہ بعثت من فی القبور اور حشر اجساد کے مخالف ہو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس نے نار سے جہنم سمجھ لیا ہے۔ اور عام کو بلاوجہ خاص قرار دے کر اپنا دلی شوق پورا کر لیا ہے اور خواہ مخواہ قرآن کریم میں تعلق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ سچی بالکل بے سود ہے کیونکہ نار کا لفظ نار آخرت اور جہنم کے لیے مخصوص نہیں بلکہ نار دنیا اور نار برزخ سب کو شامل ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ اس سے نار آخرت اور جہنم مراد لے کر حشر اجساد کے قطعی اور حکم عقیدہ سے اس کو ٹکرایا جائے کیونکہ اس سے مراد نار برزخ اور عذاب قبر لیا جائے اور اگر بالفرض نار آخرت اور جہنم بھی ملو لیا جائے تو بھی تو جہنم بخوبی ہو سکتی ہے اور حشر اجساد سے قطعاً کوئی رحمت نہیں ہوتی کیونکہ امور مستقبلہ کو جن کا وقوع قطعی اور یقینی ہو عموماً قرآن کریم بصیغہ ماضی بیان کر دیتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم کے اس قسم کے محاطوں سے کسی کو ان کا انکار نہیں ہوگا اور نہ ہی مختار مدعا علیہ ان کا انکار کر سکتے ہیں تاہم مزید تسلی و اطمینان کے لیے کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں

فوقاھم اللہ شر ذلک المیوم ولقاھم نضرة و سرورا

جتاھم بہا صبروا الجنة و حریدا الایۃ

اس جگہ تین بصیغہ ماضی کے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے امور مستقبلہ کو یوم الآخرۃ میں پیش کرنے والے ہیں یقینی اور قطعی الوقوع ہونے کی وجہ سے بصیغہ ماضی ذکر فرمایا ہے اسی طرح ان سے اگلی آیات ہیں۔ وحلوا اساور من فضۃ و سفھم ربھم شرابا طھورا

میں بصیغہ ماضی استعمال ہوا ہے ان آیات میں اللہ

تعالیٰ نے ان اہرار اور نیکوں کی جزاء کا بیان کیا ہے جو دنیا میں نیک کام ایفاء نذر اور مساکین کو طعام دینا وغیرہ اعمال صالحہ کرتے ہیں اور قیامت کے خوفناک دن سے ڈرتے ہیں صرف مردوں کا ذکر نہیں بلکہ جو عہد نبوی میں تھے یا بعد میں ہوئے اور ہوں گے ان سب کے ثواب کو جو آئندہ ان کو ملنے والا ہے بصیغہ ماضی بیان کیا گیا ہے تفسیر بیضاوی میں غائۃ اللواریہ کے ماتحت لکھا ہے المراد عذاب القبر یعنی اس ادخال نار سے مراد عذاب قبر ہے یعنی برزخی نار مراد ہے پھر دوسرا احتمال ذکر کر کے اُس کی بھی توجیہ کر دی ہے اذ عذاب الآخرة والتعذيب لعدم الاعتداد بما بین الاعراق والادخال اولادہ المسبب کالمتعقب للسبب وان تراخی عنه لفقد شرط الوجود مانع یفید عذاب تحریر بمنزلہ المتعقب فی صورت میں تعقیب یعنی اغراق کے پیچھے ادخال نار کا ذکر اس وجہ سے ہے کہ درمیانی زمانہ برزخی کو نظر انداز کیا گیا ہے یا اس لیے کہ سبب موجود ہونے کے بعد وجود سبب گو وہ کسی شرط کے نہ موجود ہونے یا کسی مانع کی وجہ سے پیچھے آئے منظر متعقب ہی کے ہے کمالین حاشیہ جلالین میں ہے المراد بادخالہم النار ادخالہم فیہا فی البرزخ قال الضحاك یفرقون فیہا من جانب ویحرقون فیہا من جانب وقال مقاتل فادخلونا فی الآخرة والتعقیب علی ذلك لعدم ان سدادا دہم بیزن الاغراق والادخال کأنہ نومۃ - یعنی ان کو آگ میں داخل کرنے سے برزخ کی آگ میں داخل کرنا مراد (جیسا کہ) ضحاك نے کہا ہے کہ وہ ایک طرف غرق کیے جاتے تھے دوسری طرف جلائے جاتے تھے مقاتل نے کہا ہے کہ نار آخرت مراد ہے اس صورت میں تعقب اغراق اور ادخال نار کے درمیانی زمانہ کے اعتبار نہ کرنے سے اور نظر انداز کر دینے کی وجہ سے ہے گویا وہ ایک نیند ہے میں کہتا ہوں صاحب کمالین کا یہ قول کہ گویا وہ ایک نیند ہے بالکل صحیح ہے کیونکہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ قبروں سے نکلنے کے بعد لوگ یہی کہیں گے یٰو یلینا من بعدثنا من مرقدنا - (یسین) اے افسوس ہماری خواب گاہوں سے میں کس نے جگا دیا - پھر خود ہی کہیں گے یا ہمیں کہا جائے گا - ہذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ نار سے مراد نار برزخ ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں اور نہ کوئی ایسا لفظ ہے جس سے ہم نار جہنم اور یسیرہ مجبور ہو جائیں اور اگر نار آخرت اور عذاب جہنم بھی مراد لیا جائے تو بھی بلا تکلف توجیہ ہو سکتی ہے جیسا کہ مفسرین کے حوالہ سے ہم نے بیان کیا ہے۔ اور امور مستقبہ میں ماضی کا استعمال کام اللہ میں بکثرت ہے لہذا عقیدہ اہل اسلام بحث من فی قبور من القبور یا حشر اجساد سے اس کا کوئی تعارض و تضام نہیں ہے اور مرزا صاحب کا اس تعارض و تضام کا بہمانہ سے کفریہ عقیدہ کا اثر اٹھالیا اور ہوس خام ہے۔

دوسرا شکل اور اس کا حل

آیت جس کو مفسرین نے اسلام کے قطعی عقیدہ کے متعارض سمجھ کر اس کی تطبیق کا مطالبہ کیا ہے وہ ہے جو عذاب فرعون اور فرعونوں کے متعلق سورۃ مومن میں ہے۔ النّار یعدّون علیہا عذاباً وعقوباً و یومر تقوم الساعۃ اذ یقول آل فرعون اشدّ العذاب۔

اس کے قابل ہے فوقاً اللہ سیئات ما مکروہ وحقاق بال فرعون سوئے العذاب النار یعدّون۔۔۔ الخ یعنی مومن آل فرعون کو تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بُرے منصوبوں سے بچا لیا۔ اور آل فرعون پر بُرا عذاب نازل ہوا (غرق کئے گئے پھر) صبح اگلے پہر اور پچھلے پہر اگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو کہا جائے گا) کہ آل فرعون کو سخت عذاب (یعنی جہنم) میں داخل کر دو۔

علمائے اس آیت سے عذاب قبر ثابت کیا ہے جو بالکل ظاہر ہے کیونکہ یہاں کے مختلف وقتوں میں مختلف قسم کے عذابوں کا ذکر ہے ایک غرق ہونے کے بعد قیامت تک اگلے پچھلے پہر اگ پر پیش ہونے کا جو نسبتاً خف العذاب ہے دوسرے قیامت کے بعد اشدّ العذاب میں داخل ہونے کا جس سے مراد دخول جہنم ہے۔

اگلے پچھلے پہر اگ پر پیش ہونا عذاب قبر ہے جو قیامت سے پہلے ہے اس کی نسبت بخاری مسلم ترمذی میں بھی حدیثیں موجود ہیں جو آل فرعون کے علاوہ اس کی عمومیت پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب اثبات القبر میں بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مرے تو اگلے پچھلے پہر اگ پر اٹھکنا اس کو دکھایا جاتا ہے اگر جنتی ہے تو جنت سے اور اگر دوزخی ہو تو دوزخ سے اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ میرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ تجھ کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اٹھائے۔

مشکوٰۃ کے اسی باب کی دوسری فصل میں ترمذی کی ایک حدیث ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ دو فرشتے منکر و نکیر نامی قبر میں سوال کرتے ہیں اس کے بعد صحیح جواب دینے والے مومن کی قبر فراخ کر دی جاتی ہے اس میں روشنی کی جاتی ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ تو شادی شدہ کی طرح راحت سے سو جا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کو اٹھاوے اور اس کے برخلاف کافر کو عذاب ہونے سے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اٹھا کر رکھے۔

یہ حدیثیں اور آیت محمولہ بالاتفاق عذاب کی مثبت میں ان سے یہ بھی ثابت ہوا عذاب قبر کے بعد یوم البعث ہوگا جس کی تفصیل اور آیات و احادیث میں آئی ہے سورہ یسین میں ہے وفتح فی الصور فاذا هم من الاجداث الی ربهم ینسلون یعنی قرنا چھوٹا جائے گا تو مردے قبروں سے اپنے رب کی طرف چل پڑیں گے

سورہ قمر میں یخرجون من الاجداث کانهم جراد منتشر۔ قبروں سے اس طرح نکلیں گے گویا وہ پرانندہ مڈی دل ہیں اس مضمون کی بہت آیتیں قرآن کریم میں ہیں جن کا ماحصل یہی ہے کہ نفعِ صورت کے بعد مردے قبروں سے نکل کر میلانِ عدالت رب العالمین میں حاضر ہوں گے اور عوالمِ آیات اور حدیثوں سے یہ بات قطعاً ثابت ہو گئی کہ عذابِ قبر یا برزخ عذاب جو اندل العذابِ آخرت کے مقابلہ بالکل خفیف ہے اور اسی طرح ثوابِ ختم ہو کر یوم البعث ہو گا اور مردے قبروں سے نکل کر حاضر عدالت رب العالمین ہوں گے۔

الغرض یہ آیت سرسہر ہوائے مذہب کی مثبت ہے اور مرزا صاحب کے عقیدہ کفریہ اور انکارِ حشر اجماع کی بیچکنی کر رہی ہے مرزا صاحب کا تو یہ مذہب تھا کہ ہر انسان مرنے کے بعد فوراً جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے پھر اس سے نکل نہیں سکتا بڑے سرکش کافر اپنے سامنے وجود اور تمام قویٰ کے ساتھ داخل جہنم ہو جاتے ہیں لیکن اس آیت نے ثابت کر دیا کہ سب سے بڑا کافر فرعون اور فرعون بھی قیامت کے دن داخل جہنم اور اندل العذاب ہوں گے برزخ میں صرف اگلے پیچھے پہر آگ پر پیش ہوتے ہیں یعنی عذابِ القبر میں مبتلا ہیں اور جب احادیثِ محولہ بالا اور دیگر آیات کو جن کا ذکر محض نمونہ و مثال کے طور کیا گیا ہے اس آیت سے ملا کر دیکھا جائے تو بشرطیکہ انسان بالکل انصاف و ایمان سے خالی نہ ہو قطعاً و یقیناً سمجھ لے گا کہ عذابِ قبر و برزخ کے بعد حشر اجماع بالکل حق اور عین الحق ہے اور مرزا کا مذہب قطعاً باطل ہے۔

باوجود ایسی کھلی صاف اور واضح نص کے مختار مدعا علیہ کا اس کو اپنے موافق اور ہوائے مخالف سمجھ کر تطبیق کے لیے تحدی کرنا سخت حیرت انگیز ہے لیکن ہم ان کو ایک طرح سے معذور سمجھتے ہیں کیونکہ ان کا کام محض یہ ہے کہ جو کچھ مرزا صاحب کہہ گئے ہیں وہی کہے چلے جائیں خواہ وہ بدایتہً باطل ہو اور علی خود داری اس کے کہنے سے صراحتہً روکتی ہو۔

تیسری آیت

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ دَاضِيَةً مُّوْضِيَةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي۔
(سورۃ فجر پ)

اس آیت میں حشر اجماع اور بعثت من القبور کے خلاف اور متعارض کوئی لفظ نہیں ہے مختار مدعا علیہ کو مرزا صاحب کی تقلید کی وجہ سے دہوکہ ہونے لگے کہ ہر نفس مطمئنہ کو مرنے کے وقت یہ حکم دیا جاتا کہ فوراً بلا توقف جنت میں داخل ہو جا اور جنت سے نکلتا محال لہذا حشر و بعثت اجماع محال لیکن اول تو اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ یہ حکم داخل جنت بوقت موت دیا جاتا ہے بلکہ سیاق آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قیامت کو ہو گا اور اگر اس کو بھی بالفرض

مان لیا جائے کہ یہ حکم بوقت موت ہی ہے تو یہ کیونکر ثابت ہو کہ اس سے مراد وہی جنت ہے جس میں دخول بعد الحساب ہوگا اور جس سے نکلنا محال ہے ممکن ہے کہ اس سے حکم حدیث مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم القبول وضوء من ریاض الجنة۔ روحہ یعنی جنت قبر ہی مراد ہے۔ اس صورت میں بھی یہ آیت و شروعت اجساد کے مخالف نہیں ہو سکتی کیونکہ اس جنت سے ضرور ضرورت قیامت کے دن نکلنا پڑے گا۔ اور اگر بالکل ہی ارجاء و غنائ کر کے یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ وہی جنت مراد ہے جس سے کوئی نہ نکلے گا جس میں دخول کے بعد بعث و حشر اجساد ناممکن ہے تو جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ فی الفور بلا تراصنی و مہلت داخل ہونے کا حکم ہے تب تک اسلامی قطعی عقیدہ بعث و حشر اجساد سے یہ آیت متعارض نہیں ہو سکتی اور آیت میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جو اس امر کو قطعاً ثابت کرے لہذا اسی صورت میں بھی ممکن ہے کہ یہ محض اذن اور بشارت دخول جنت ہے اور جنت میں داخل ہونے کا تحقق اور وقوع اپنے وقت اور شرائط و شروعت حسب حساب کے بعد ہوگا۔

عرض اتنے احادیث کے ہوتے ہوئے اسی آیت کو عقیدہ بعث و حشر کے خلاف اس کو پیش کرنا جس کو نصوص محکمہ قرآن و حدیث قطعاً و یقیناً ثابت کرتی ہیں نفس امارہ کی پیروی ہے۔ ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ حکم دخول جنت قیامت کو ہوگا اس سے پہلے قیامت ہی کا ذکر ہے کلا اذا دنا الارض دنا و جاء ربك و الملك صفاء صند و حججہ یومئذ یجھنہ یومئذ یتذکر الانسان و انی لہ الذکر یقول یلینتی قدمتی لحياتی یہ سب قیامت کا ذکر ہے اس کے بعد عذاب قبر کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا فیومئذ لا یعذب عذابہ احد ولا یوثق و ثاق احد

یعنی اس دن یعنی قیامت کے دن میں عذاب کافر کے بعد اسی سلسلہ میں حسب اسلوب اللہ تعالیٰ جو مومن اور کفار کا بمقابل ذکر کرنا ہے قرآن حکیم نے نفس مطمئنہ کا ذکر فرمایا اور اس کو دخول جنت اور عباد اللہ الصالحین کی شمولیت کا حکم دیا گیا پس یہ بھی قیامت کے دن سے ہی متعلق ہے اب معاملہ بالکل صاف ہے اور کسی صورت میں بھی ہمارے مخالف اور متعارض نہیں۔

چوتھی آیت

مختار مدعا علیہ نے چوتھی آیت یہ پیش کی ہے اور کہا ہے اور اسی طرح ایک مومن کو بلا توقف بہشت میں جگہ ملتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیل ادخل الجنة قال یلینتی قومی یعلمو د۔ اسے کہا گیا کہ تو جنت میں داخل ہو جائے اس کا جواب بھی وہی ہے جو اس سے پہلے فادخل فی عبادی و ادخل جنتی میں مذکور ہوا علاوہ برائ جس شخص کا اس آیت میں ذکر ہے اگر وہ شہید ہے تو شہداء و بالخصوص مازون دخول جنت ہوتے ہیں پس امر دخول

جنت بشارت و اکرام اور اذن کے لیے ہے نیز ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ موربا بعد الموت میں نیک ناس و گمان سے کوئی بات ثابت نہیں کی جاسکتی جس قدر نص سے ثواب اتنا مسلم لیکن زیادتی ناقابل تسلیم ہے پس اس سے یہ خیال کر لینا کہ ہر شخص بلا توقف جنت میں چلا جاتا ہے قطعاً نارو ہے۔

نیز شہداء کا داخل جنت ہونا یوم الحساب کے بعد داخل ہونے کی طرح نہیں ہو سکتا البتہ ان کو جنت میں سیر قریب کا اذن حاصل ہے اور یوم الحساب کے بعد وراثت اور سکونت ہوگی تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ اور سورۃ حج میں ہے وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيُرْفَعْنَهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا إِنَّ اللَّهَ هُوَ خَيْرُ الرَّاٰثِقِينَ لِيَدْخُلْنَهُمْ مِّنْ دَٰخِلِهِمْ بِرِضْوَانِهِ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَلِيمٌ اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے مہاجرین شہید شدہ لوگوں کو یا جو اپنی موت سے بغیر قتل کے مر چکے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ان کے پسندیدہ مقام یعنی جنت میں زمانہ مستقبل میں فرمائے گا نہ کہ ان کو داخل کر دیا ہے ماضی کا صیغہ نہیں ہے بلکہ قطعاً صیغہ استقبال ہے۔ شہداء اور انبیاء سب کے سب میدان حساب میں بعثت و مشرکے بعد حاضر ہونگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ نَفَخَ فِي الصُّورِ فُصِّعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ نَفَخَ فِيْهِ اٰخَرٰی فَاذْهَبَ قِيٰمٌ يَنْظُرُوْنَ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُورٍ رَبِّہَا وَجِئٌ بِالنَّبِیِّیْنَ وَالشَّہِدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَهُم بِالْحَقِّ (زمر) آیات ما حاصل یہ ہے کہ نفع ثانیہ کے بعد انبیاء اور شہداء بھی قضاء رب العلمین لے لیے پیش کئے جائیں گے پھر فیصلہ الہی کے بعد وزخی و دوزخ کی طرف اور جنتی جنت، طرط و طرط جائیں گے جیسا کہ ان سے بعد کی آیات میں مذکور ہے۔ غرض بعثت و حشر ایک ایسی ضروری (اور لا بد) چیز ہے جس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہوگا معلوم نہیں کہ ایسی صاف اور قطعی چیز کے انکار کے لیے کیوں سیدے حوالے کئے جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے جس صفائی اور تفصیل سے اس مسئلہ کو بیان کیا اس میں کسی شک و تاویل کی گنجائش نہیں۔ اس ضمن میں عکس کا جواب بھی ہو گیا جو مختار مدعا علیہ نے شہداء کے متعلق بیان کیا ہے غرض یہ امور بھی کسی طرح اسلامی مسلم عقیدہ کے مزاحم اور متعارض نہیں ہو سکتے۔

یہ جواب جو مذکور ہوا اس صورت میں ہے کہ اس شخص کو شہید مانا جائے لیکن قرآن کریم سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا۔ قرآن کریم سے تو ثابت ہوتا ہے کہ بحالت حیات ہی اس کو دخول جنت کا حکم دے دیا گیا تھا۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :

اِنِّیْ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاَسْمَعُوْنَ قَوْلِیْ اَدْخُلِ الْجَنَّةَ۔

یعنی اس شخص نے اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کی رسولوں کا اتباع کر دیا اور شرک سے ہمیزاری کا اظہار کیا اور یہ کہا کہ میں اپنے رب پر ایمان لاتا ہوں

تو اس سے کہا گیا جنت میں داخل ہو جا یہاں سے تو اس شخص کا زندہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور نکالت زندگی ہی اس کو بشارت اور اکرام کے طور پر کہا گیا اور دخول جنت کا حکم سنا دیا گیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسی وقت زندہ جنت میں پہنچا بلکہ یہ مطلب ہو گا کہ اپنے وقت پر جنت میں پہلے جانا تیرے جنتی ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

اسی طرح سورہٴ مرسلات میں مکذبین کو حکم دیا گیا انطلقوا الی ما کنتم بہ تکذبون آیات یعنی جس جس عذاب کو تم بھٹلاتے تھے اس کی طرف چلو حالانکہ مکذبین کے ساتھ فوت شدہ کی کوئی قید نہیں بلکہ اللہ مخلقکم من ماء مہدین۔ الیہ کے خطاب سے جو ماقبل میں ہے ان کا زندہ ہونا مفہوم ہوتا ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ امور مستقبلہ کو جن کا وقوع اس کے علم میں قطعی ہوتا ہے وقوع شدہ کی طرح بیان فرما دیتا ہے اور ان کا حکم فی الحال دے دیتا ہے اگرچہ ان کا وقوع مابعد میں اپنے وقت معین پر ہونے والا ہو۔

نمبر ۵ کا جواب :-

(۱) اسی طرح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اس علم قطعی کی بنا پر جو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا امور مستقبلہ ان کو بصورت وقوع دکھائے گئے ان مستقبلات کو ایسے الفاظ میں بیان فرمادیتے تھے جو وقوع پر دلالت کرتے ہیں اور ان سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں گویا واقع ہو چکی ہیں لیکن دراصل ایسا سمجھنے والا صریح غلطی کرتا ہے جیسا کہ مرزا صاحب اور مختار مدعا علیہ نے کی ہے مختار مذکور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کو دیکھا تو اس میں اکثر عورتیں تھیں اور جنت کو دیکھا تو اس میں اکثر ضعیف تھے، اس سے اس نے یہ سمجھ لیا کہ مرغولے فوراً جنت اور جہنم میں پہنچ گئے اب حشر و بعثت کیونکر ممکن ہے لیکن مرنے والے تو درگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو زندوں کو بھی جنت میں دیکھا ہے حالانکہ وہ اس دنیا میں موجود تھے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۳ باب مناقب عثمانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبل ثمر سے فرمایا اے ثمر تمہارے جیونکہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں یعنی حضرات عمر و عثمان رضی اللہ عنہما ان کو شہید فرمایا حالانکہ وہ برسوں زندہ رہ کر شہید ہوئے۔

(۲) مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۴ البکیرؓ فی الجنة وعمرؓ فی الجنة وعثمانؓ فی الجنة وعلیؓ فی الجنة وطلحةؓ فی الجنة والزبیرؓ فی الجنة عبد الرحمن بن عوفؓ فی الجنة وسعد بن ابی وقاصؓ فی الجنة وسید بن زیدؓ فی الجنة والوہبؓ بن الجراحؓ فی الجنة یعنی آنحضرت نے ان دس بزرگوں کی نسبت فرمایا کہ وہ جنت میں ہیں یہ نہیں فرمایا کہ جنت میں جائیں گے بلکہ جملہ اسیمہ کے ساتھ ذکر فرمایا جو استمرار اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔

(۳) مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۴ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا جس نے زمین پر شہید کو چلتا پھرتا دیکھا ہو وہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔

(۴) مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۶ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے کہ میرے کانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے سنا کہ آپ فرماتے تھے ظلم اور زیر جنت میں دونوں پڑوسی ہیں اس میں کوئی صیغہ استقبال کا نہیں بلکہ امر مستقبل کو بصورت وقوع بیان فرمایا۔

(۵) مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۶ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا میں نے جنت میں اپنے اگے تمہاری جوتیوں کی آواز سنی۔

(۶) مشکوٰۃ صفحہ ۵ جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو جنت دکھایا گیا تو ابوطالبؓ کی عورت کو دیکھا اور اپنے اگے آہٹ سنی تو ناگاہ بلال موجود تھا۔

ان احادیث سے جو بطور نمونہ بیان کی گئی ہیں ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کا جنت میں ہونا بیان کیا جو ہنوز زندہ تھے نیز ان لوگوں کو جو زندہ تھے جنت میں ان کی آہٹ سنی ان کو دیکھا۔

اس سے مختار مدعا علیہ کے اس استدلال کا جواب ہو گیا جو اس نے آنحضرت کے جنت و نار کو دیکھنے اور اس کہنے سے کہ ”دوزخ میں اکثر عورتیں تھیں اور جنت میں اکثر ضعیف لوگ تھے“ سے کیا تھا کہ انسان مگر فی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے اور اس حدیث کو اسلامی عقیدہ بعث و حشر اجماع کے متعارض سمجھ کر ہم سے تطبیق کا متبادلہ مطالبہ کیا تھا۔ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی طرف سے اس عقیدہ کے اختیار کرنے کا یہ عند بیان کیا تھا کہ انہوں نے قرآن کریم اور احادیث میں ان مسائل کے متعلق جو تعارض پایا جاتا تھا اور ملحدین اس پر معترض ہوتے تھے اس تعارض کو دور کرنے کے لیے یہ وجہ تطبیق پیدا کی ہے گویا یہ ایک خالص اسلامی خدمت ہے اور اسلام اور مسلمانوں پر بہت بھاری احسان ہے لیکن یہ بات سراسر غلط ہے اور اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس مسئلہ میں جو الحاد کا دروازہ کھولا ہے دہن خود غرضی اور نفس امارہ کی پیروی کے لیے کھولا ہے ورنہ نہ کوئی ملحدین کا اعتراض و تعارض جیسا کہ جمائے بیان سے ثابت ہو چکا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے جب مورد وحی الہی اور مامور من اللہ ہونے کے مختلف دعاوی کئے تو اس وقت بمجملہ ان دعاوی کے یہ دعویٰ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مسیح بن مریم بنادیا ہے چنانچہ آپ کا الہام ہے کہ انا جلدناک المسیح ابن مریم۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ میں بوجہ مشابہت روحانی کے مسیح ابن مریم ہوں اور مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے جیسا کہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ و ۵۰۵ و ۵۰۶ پر اس بات کا صاف اقرار ہے مرزا صاحب بارہ سال تک اس عقیدہ پر رہے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس عقیدہ سے نہ روکا اور نہ اس غلطی پر متنبہ کیا بارہ سال گزرنے پر بقول مرزا صاحب اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام کیا کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے مطابق تو آیا ہے وکان امر اللہ مفعولاً یہ اردو عربی کا مجموعہ الہام ازالہ اہام میں ہے۔

اب مرزا صاحب نے وفات مسیح علیہ السلام کے دلائل دھڑا دھڑا قرآن سے پیش کرنے شروع کر دیئے اور جب بوزعم خود وفات مسیح علیہ السلام ثابت کر چکے تو ایک شبہ دل میں گذرا کہ اگر کسی نے یہ کہہ دیا کہ مسیح علیہ السلام فوت شدہ ہی مان لیے جائیں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عزیر علیہ السلام کی طرح زندہ کر کے دوبارہ دنیا میں بھیج دے اس ناکہ بندی کے لیے مرزا صاحب نے یہ عقیدہ اختراع کیا کہ انسان مرکز فی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے اور وہاں سے نکلنا محال ہے لہذا حضرت عیسیٰ دوبارہ نہیں آسکتے یہ ہے علت غائی اس عقیدہ کے اختراع کی نہ ملحدین کا جواب اور تطبیق جیسا کہ مختار مدعا علیہ نے بیان کیا اور غلط بیانی اور دھوکہ دہی کا ارتکاب کیا اور آیت کریمہ و یحبون ان یمجدوا بآلہم یفعلوا الایۃ کا اپنے آپ کو مصداق بنایا۔

مرزا صاحب کے اس اختراعی اور ملحدانہ عقیدہ کی علت غائی جو ہم نے بیان کی ہے اسی مضمون کے سباق میں موجود ہے جس کا مختار مدعا علیہ نے بیان و بحث میں حوالہ دیا ہے مرزا صاحب ازالہ اوہام صفحہ ۳۴۸ و ۳۴۹ پر لکھتے ہیں ”اب ظاہر ہے کہ جب مسیح فوت ہو چکا تو اب وہ موت کے بعد آ نہیں سکتا“ پھر اسی صفحہ ۳۴۹ پر لکھتے ہیں ”ماسوا اس کے مسیح ابن مریم جس کی روح اٹھائی گئی بر طبق آیہ کریمہ یا ایہا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی“ جنت میں داخل ہو چکی اب کیونکہ وہ اس غم کدہ میں آجائیں“ پھر صفحہ ۳۵۱ و ۳۵۲ پر لکھتے ہیں ”سوال مسیح کے دوبارہ آنے کے ابطال میں جو یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ مسیح کا فوت ہونا ثابت ہے اور ہر ایک مومن راست باز مرنے کے بعد بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور ہر ایک جو بہشت میں داخل ہو جاتا ہے وہ بر طبق آیت و ما صمد منها بمخد جین ہمیشہ رہتے کا بہشت میں حق رکھتا ہے یہ دلیل صحیح نہیں ہے“

ان حوالجات سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ اس خبیث عقیدہ کے ایجاد کی علت غائی خود غرضی اور اپنے غلط دنیوی مسیحیت کی حفاظت اور بزرگ خود حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوبارہ آمد کا ابطال ہے نہ ملحدین کے اعتراضات کا جواب اور رفع تعارض آیات و احادیث اب ایک بات قابل غور باقی ہے کہ ممکن ہے یہ عقیدہ مرزا صاحب نے غلطی سے اختیار کیا ہو جس سے بعث و نشر و نشر میزان حساب وغیرہ اور ان کی ان تفاسیل کا جن سے کتاب اللہ اور کتب احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مملو و مضمون ہیں اور جن پر مستقل ابواب محدثین نے قائم کر کے ہر ایک باب میں بہت بڑا ذخیرہ احادیث کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور اہل اسلام کا سلف سے خلف تک مسلسل عقیدہ چلا آتا ہے انکار لازم آتا ہے اور مرزا صاحب کو اس لزوم اور خرابی کا علم نہ ہو اور اس فساد عظیم کی طرف توجہ منعطف نہ ہوئی ہو اور یہ کفر عمدہ نہ کیا گیا ہو ایسی حالت میں معذور قرار دے کر ان کی تفصیل و تکفیر سے اعراض کیا جائے تو بہتر ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ سب کچھ سمجھ کر جان بوجھ کر عمدہ انھن خود غرضی سے کیا ہے اور نہ اس قسم کا اختراع جس سے معتقدات

اسلامیہ فطیہ پر انقلاب عظیم اور انکار لازم آتا ہو قابل عفو و اغماض ہو سکتا ہے خصوصاً جس حالت میں مرزا صاحب ہیں کہ باوجود متنبہ ہونے کے اسی عقیدہ پر اصرار کرتے ہیں اور اس کو طرح طرح کے مغالطوں سے ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں اور اپنے انتہائی استکبار سے سینکڑوں آیات و احادیث سے جو امور قطعاً و یقیناً ثابت ہیں ان سب کو ٹھکراتے ہیں مرزا صاحب کو اپنے اختراعی عقیدہ کی سب خرابیاں معلوم ہیں لیکن وہ خود غرضی اور انباء ہوئی اور تکبر کی وجہ سے معتقدات اسلامیہ کتاب الہیہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرہ بھر پروا نہیں کرتے اور اپنی جہٹ اور انکار پر بدستور قائم رہتے ہیں بلکہ اس ملحدانہ عقیدہ کے اثبات میں اپنے جد و جہد سچی کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھتے چنانچہ مرزا صاحب ازالہ اوہام بعض صفحہ ۳۵۱ ر ۳۵۲ پر ایک سوال کے لکھتے ہیں ”سوال مسیح کے دوبارہ آنے کے ابطال میں جو یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ مسیح کا فوت ہونا ثابت ہے اور ہر ایک مومن راستباز مرنے کے بعد بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور ہر ایک جو بہشت میں داخل ہو جاتا ہے وہ بر طبق آیت وما ہم ملہا بمخرجین۔ ہمیشہ رہنے کا بہشت میں حق رکھتا ہے یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ صحیح ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ قصہ صحیح نہ ہو جو عمریری کی نسبت قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ سو برس تک مرا رہا اور پھر خدا تعالیٰ نے اس کو زندہ کیا وجہ یہ کہ بر طبق قاعدہ مفروضہ بالا زندہ ہونے سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ بہشت سے خارج کیا گیا ایسا ہی اس آیت کو ظاہر پر حمل کرنے سے مردوں کا قبروں سے جی اٹھنا اور میدان حساب میں رب العالمین کے حضور میں آنا یہ سب باتیں اس آیت کے ایسے معنی کرنے سے کہ راستباز انسان مرنے کے بعد بہشت میں بلا توقف داخل ہو جاتا ہے اور پھر اس میں سے کبھی نہیں نکلتا باطل ہو جاتے ہیں اور مسلمات عقیدہ اسلام میں ایک سخت انقلاب پیدا ہو جاتا ہے“

اس سوال سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کو اپنے عقیدہ مختصر عمر کے تمام مفاسد معلوم تھے کہ اس سے مسلمات عقیدہ اسلام میں ایک سخت انقلاب پیدا ہو جاتا ہے جس کی تفصیل کسی قدر بیان ہوئی کہ سینکڑوں آیات و احادیث کا انکار کرنا پڑتا ہے لیکن مرزا صاحب اپنے عقیدہ سے ناثب نہیں ہوتے رجوع نہیں کرتے اور اپنی حقیر غرض کی خاطر نہایت بے پروائی سے معتقدات اور مسلمات اسلام کو نکالتے ہوئے بزبان حال یہ شعر پڑھ دیتے ہیں

ہم تو مانیں گے وہی جس میں ہو طبع کا نشان

باقی سب لغو ہے اور فضول حدیث اور قرآن

(العیاذ باللہ)

اس سوال کے جواب میں مرزا صاحب نے اسی ملحدانہ عقیدہ پر اصرار کیا اور انہیں آیات اور احادیث کو پیش کیا جو مختار مدعا علیہ نے اپنے بیان اور بحث میں پیش کی ہیں جن کا جواب بقدر ضرورت ہم دے چکے ہیں اور مرزا

اسلام سے خارج ہیں اور تاویلات رکبکہ باطلہ جو سر اسر تحریف ہیں ان کو اس کفر سے پناہ نہیں دی سکتیں۔ اول اس میں کچھ تنگ نہیں کہ مرزا صاحب عملی طور پر صاف صاف انکار کرتے ہیں اور قرآن شریف کی تکذیب کرتے ہیں اور اپنی زبان حال سے بھی کہتے ہیں۔

ہم تو مانیں گے ہی جس میں ہو مطلب کا نشان
باقی سب لغو ہے اور فضول حدیث اور قرآن
(العیاذ باللہ)

نفع صور

مرزا صاحب کی کتابوں کے حوالہ سے ثابت کیا گیا تھا کہ وہ نفع صور کے منکر ہیں اور قرآن میں جو نفع صور کا ذکر ہے اس سے مسیح موعود مراد لیتے ہیں مختار مدعا علیہ نے جواب میں کہا ہے کہ مرزا صاحب نے نفع صور کا انکار نہیں کیا بلکہ معنی متعارف اہل اسلام وہ نفع صور کے قائل ہیں اور اس پر دو حوالے شہادۃ القرآن سے پیش کئے ایک * ص ۲۵ سے جس میں مرزا صاحب نے سورۃ زمر کی آیت و نفع فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا ما شاء اللہ قرآن میں من شاء اللہ ہے ماشاء اللہ نہیں) شد دفعہ فیہ اخری فاذا هم قیام ینظرون کے ماتحت نفع صور کی دو قسمیں نفع اضلال و نفع ہدایت قرار دی ہیں اس جگہ مرزا صاحب نے دو باتیں لکھی ہیں ایک یہ کہ یہ آیتیں ذوی الوجوہ ہیں دوسرے یہ کہ مسیح موعود کو کلام الہی میں نفع صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے۔ مختار مدعا علیہ کی یہ غرض ہے کہ مرزا صاحب نے جو ان آیتوں کو ذوی الوجوہ قرار دے کر دونوں عالم سے متعلق کیا ہے تو اس میں نفع صور معنی متعارف کا جس سے قیامت واقع ہوگی اقرار ہو گیا تو گویا نفع صور سے ایک ہی کلام میں بیک وقت دو معنی مراد ہوئے حقیقی نفع صور اور مجازی نفع صور یعنی مسیح موعود لیکن یہ بات عربیت کے رو سے ممنوع ہے کہ ایک کلام کے بیک وقت حقیقی اور مجازی معنی مراد لیے جائیں نیز مرزا صاحب کا ذوی الوجوہ کہنا بھی ذوی الوجوہ ہے اسی کتاب شہادۃ القرآن کے صفحہ ۱۶ کے حاشیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اغلباً مرزا صاحب کی یہ غرض ہے کہ ان آیتوں کا ایک حصہ تو اس عالم سے متعلق ہے جس میں نفع صور کا ذکر ہے اور اس سے مراد مسیح موعود ہے اور اس بات کی اس سے بھی نایید ہوتی ہے کہ مرزا صاحب نے اسی جگہ کہا ہے کہ مسیح موعود کو کلام الہی میں نفع صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے یہاں علی العموم کلام الہی میں نفع صور کو مسیح موعود کے لیے استعارہ قرار دیا گیا ہے یہ نہیں کہا کہ فلاں آیت میں استعارہ اور فلاں میں حقیقی معنی نفع صور مزید برآں یہ کہ نفع صور کی صرف دو قسمیں اسی مقام پر بیان کی ہیں۔

(۱) نفع اضلال۔

(۲) اور نفع ہدایت نفع صور متعارف اسلامی کا نام تک نہیں یا اگر مرزا صاحب اس کے قائل ہوتے تو لازم تھا کہ جب

انہوں نے نفع صور سے مراد نفع اضلال اور نفع ہدایت کی تفصیل کی تھی جو اس عالم سے متعلق ہے تو نفع صور جو اس عالم سے متعلق تھا اس کا بھی بیان کر دیتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیتوں کے ذوی الوجہ ہونے کے یہ معنی میں کہ ان کا بعض حصہ نفع صور وغیرہ کا تو اس عالم سے تعلق رکھتا ہے اور بعض دوسرا آخرت سے کیونکہ وہ کسی طور پر اس عالم پر منطبق نہیں ہو سکتا وہ حصہ یہ ہے و وضع الكتاب وحی بالنبیین والشهداء وقضی بدنہم بالحق ووفیت کل نفس ما کسبت وھم لا یظلمون وسیق الذین کفروا الی جھنم الذکیات (زرر) چنانچہ یہی بات مرزا صاحب نے حاشیہ صفحہ ۱۶ میں آیت و نفع فی الصور فجمعنا ھم جمعاً وعرضنا جھنم یومئذ للکافرین عرضنا الذین کانت اعینہم فی غطاء عن ذکری وکانوا لا یستطیعون سمعاً کے متعلق لکھی ہے ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ۱۶ شہادۃ القرآن ”ان آیات میں کسی کم تجربہ آدمی کو یہ شبہ نہ گذرا الی۔ بلکہ قیامت کو ہو گا“

دوسرا حوالہ مرزا صاحب کو نفع صور کا قائل ثابت کرنے کے لیے شہادت القرآن صفحہ ۴۴ سے پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے ”کیونکہ نفع صور جسمانی احیاء اور امات تک محدود نہیں ہے بلکہ روحانی احیاء اور امات بھی نفع صور کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے“ مختار مدعا علیہ نے اس سے یہ سمجھا ہے کہ مرزا صاحب نے جسمانی احیاء و امات کو نفع صور کے ذریعہ سے چونکہ مان لیا ہے لہذا نفع صور معنی متعارف اسلام کا اقرار کیا لیکن اس میں بھی اس امر کی کوئی تصریح کی گئی کہ احیاء اور امات اخروی بھی نفع صور سے ہوگی احیاء و امات جسمانی تو دنیا میں بھی ہو رہا ہے اور ہونا رہے گا بحوث تو آخری احیاء و امات میں ہے جس کی کوئی تصریح مرزا صاحب سے نہیں منقول ہوئی برخلاف اس کے انکار منصوص ہے اسی صفحہ پر چند سطر اس سے پہلے لکھتے ہیں ”نفع صور سے مراد قیامت نہیں ہے“ اور عبارت محولہ مختار مدعا علیہ سے اگلی سطر میں لکھتے ہیں ”اور جیسا قرآن میں نفع سے کسی مجدد کا بھیجنا مراد ہے“ اس طرح صفحہ ۲۵ میں ہے ”بایہویں علامت مسیح موعود کا پیدا ہونا جس کو کلام الہی میں نفع صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے“ ان حوالوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نفع صور سے جو قرآن میں آیا ہے مسیح موعود یا مجدد ہی مراد لیتے ہیں لیکن نفع صور کے معنی متعارف کی کسی جگہ تصریح نہیں کرتے۔

مختار مدعا علیہ نے تسلیم کیا ہے کہ و نفع فی الصور فجمعنا ھم جمعاً آیات میں مرزا صاحب نے مسیح موعود مراد لیا ہے۔ اور تسلیم کر لیا ہے کہ لہذا سباق و سیاق یہ قیامت کا واقعہ نہیں ہے لیکن ہم نے مذکورہ بالا حوالوں سے دکھا دیا ہے کہ مرزا صاحب علی العموم نفع صور سے جو قرآن میں آیا ہے مسیح موعود بتلکے ہیں اس آیت میں تو وہ بھی مان گئے کہ قیامت کا نفع صور مراد نہیں وجہ یہ بیان کی کہ سباق و سیاق قیامت مراد لینے سے مانع ہے مگر یہ سراسر نلط ہے بلکہ سیاق آیت نفع صور اخروی کو متعین کر رہا ہے ملاحظہ ہو و نفع فی الصور فجمعنا ھم جمعاً و عرضنا ھم جھنم یومئذ للکافرین عرضنا الذین کانت اعینہم فی غطاء

عن ذکری وکائنات لا یستطیعون سماعاً - یعنی صور چھوڑکا جائے گا اور ہم لوگوں کو اکٹھا کریں گے
اور اس دن (یعنی قرنا چھوٹک کر اکٹھا کرنے کے دن) جہنم کو کافروں کے سامنے کریں گے الخ پس یہ نص قطعی ہے کہ اس
جگہ نفع نہ دے مراد قیامت کا آئینہ نہ مسیح موعود وغیرہ -

توہین انبیاء

آنچه دادا است ہر نبی را حرام
داد آں جام را مرا بتمام

مرزا صاحب کی نقلی آئینی بڑھی ہوئی ہے کہ ان کی نظر میں ہر انسان دنیا کا ان کو اپنے سے نیچے نظر آتا ہے تقاضا
ذاتی کے کلمات ان سے ایسے سرزد ہوتے ہیں کہ انبیاء اولی العزم پر اپنے آپ کو برتر قرار دیتے ہیں ثنوی اور گستاخی اس قدر
ہے کہ انبیاء کی توہین کو مستلزم ہے - یہ اشعار جو مختار مدعیہ کی طرف سے میانوں اور محنت میں پیش کئے گئے اگر ان کو
تاویل و تخصیص سے الگ کر کے خالی الذہن ہو کر کجائی نظر سے دیکھا جائے تو ایک منصف انسان یہ سمجھنے پر مجبور ہو
جاتا ہے کہ مرزا صاحب انبیاء علیہم السلام سے اپنے آپ کو برتر ثابت کر رہے ہیں اور دوسرے انبیاء کی توہین اور استخفاف
ہو رہا ہے مختار مدعیہ نے مرزا صاحب کے اس شعر کا یہ مطلب بیان کیا تھا کہ مرزا صاحب ہر ایک نبی کے بام کے حصول
کے مدعی ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں تو گویا مرزا صاحب تمام کالات انبیاء علیہم السلام کے صلح ہوئے اس
سے تمام انبیاء پر فضیلت ثابت ہوئی -

مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی کو اپنی معرفت کا
جام پلایا بطفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی پلایا اس میں نہ افضلیت کا ادعا ہے نہ دوسرے انبیاء کی توہین و استخفاف
اگر ان کو ادعا افضلیت ہوتا تو یہ کیوں کہتے کہ -

انبیاء گر چہ بودہ اند بے
من بعرفان نہ کمتر ز کے

یعنی میں عرفان میں کسی نبی سے کم نہیں بلکہ یوں کہتے کہ میں ان سے بہت بڑھا ہوا ہوں نیز یہ بھی نہ کہتے کہ -

وارث مسطیٰ شد مہر یقین
شدہ رنگین بزرگ یار سین

اور اسی نظم میں یہ کیوں فرماتے -

لیک آئینہ ام زرب غنی
از پئے صورت مرہ مدنی

شعرا مطلب شعر کے الفاظ کے عموم کو ملحوظ رکھ کر دیکھنا چاہیے دوسرے شعر جو مختار مدعا علیہ نے بیان کئے ہیں وہ شعر کی شرح نہیں ہیں اور نہ کسی کو تخصیص کا کوئی حق حاصل ہے لہذا اگر ان کو اس کی شرح بھی قرار دیا جائے تو پتہ ان فائدہ نہیں اصل شعر کا مفہوم کیا ہے۔

اس شعر میں الفاظ - آنچہ - ہر نبی - اور بام - تمام قابل نور ہیں یہ سب الفاظ عموم اور استغراق پر دلالت کرتے ہیں۔ جام سے کیا مراد ہے ظاہر ہے کہ اس سے مراد العامات حق سبحانہ ہیں آنچہ کا لفظ عام ہے اور ہر نبی تمام انبیاء کو شامل تو معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو انعام کسی نبی کو بخشا وہ سب مجھ کو بھی جتنے آدم علیہ السلام عرفان و نبوت کا انعام دیا نوح علیہ السلام کو جو کچھ بخشا وہ بھی مجھے بخشا ابراہیم کو مزید برآں خلعت کا انعام بخشا وہ بھی مجھے دیا گیا موسیٰ علیہ السلام پر نبوت تشریفی کا اور کلیم اللہ ہونے کا انعام ملا تو وہ مجھے ملا علی ہذا القیاس تمام انبیاء علیہم السلام حتیٰ کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت تشریفی ابدی ناسخ جمیع شرائع سابقہ اور ختم نبوت کا انعام بخشا گیا وہ بھی سب مجھ کو دیا گیا ان کمالات اور انعامات کے اسوا مرزا صاحب کو کچھ ذاتی کمالات اور انعامات بھی عطا کیے گئے تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نہ ہوئے اور نہ سہی تو یہی انعام دیکھو لو جو مختار مدعا علیہ نے چشمہ معرفت صفحہ ۸۲ و ۸۳ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکمیل انعامت کے سامان نہ دیے گئے اور مرزا صاحب کو وہ بھی حاصل ہو گئے تو مرزا صاحب چونکہ بقول خود جامع جمیع کمالات انبیاء مع اپنے کمالات خاصہ کے ہیں لہذا وہ بحکم قاعدہ الکمل اعظم من الجمر سب سے افضل برتر اور اعلیٰ ہوئے یہی معنی ہیں مرزا صاحب کے اس شعر کے ہے

زندہ شد ہر نبی بد آمدنم

ہر رسول نہماں بہ پیر ہنم

ہر رسول کا لفظ تمام رسولوں کو شامل ہے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں داخل ہیں مرزا صاحب کا پیر بنی انا و سبع ہے کہ تمام رسول اس کے اندر سما جاتے ہیں اور وہ سب کو محیط ہے ظاہر ہے کہ محیط محاط سے بڑا ہوتا ہے اور یہی معنی ہیں مرزا صاحب کے اس ہام کے کہ آسمان سے بہت تخت اترے برتیرا تخت سب سے اونچا پچھلا ایک جس کی مختار مدعا علیہ یہ تائید کرتے ہیں کہ میاں اولیاء امت کے تخت مراد ہیں لیکن مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی اس تائید سے سخت توہین کی ہے کیونکہ اس نے مرزا صاحب کو مقام نبوت سے گرا دیا اور مقام ولایت میں ان کے لیے تخت پچھلایا اگر وہ نبی میں توان کا تخت مقام نبوت میں ہوگا اور سب سے اونچا اور اگر وہ نبی نہیں ہیں دعویٰ نبوت باطل اور انفرادی ہے تو مقام ولایت میں بھی جگہ نہیں مل سکتی پھر مقام ولایت میں وہ تخت پچھلایا جائے گا اور سب سے اونچا۔

مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ اشعار میں تمام انبیاء کے ساتھ ہمہری کا دعویٰ ہے اور۔

ایک آئینہ ام ندب غنی

انپے صورت مہ مدنی

میں آنحضرت صلی اللہ سے برابری کا ادعاء اس کی تفصیل آئندہ آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

در برم جہا مہ ہمہ ابرار

آدم نیز احمد مختار

اس شعر میں انبیاء کا ادل و آخر بیان کر کے تمام انبیاء کے صفات و کمالات کا مجموعہ ہوتے کا نعرہ لگایا گیا ہے۔
جامہ ہمہ ابرار سے ظاہر کے کپڑے تو مراد نہیں ہو سکتے صفات و کمالات ہی مراد ہوں گے گویا مرزا صاحب تمام
انبیاء کے کمالات کو بغل میں دبائے پھرتے ہیں اسی طرح جس طرح سو حسین رضی اللہ عنہ گریبان میں۔

کربلا ہست سیر بہ آتم صد حسین است در دریاں

الغرض یہ شعر بھی تقریباً انہیں اشعار سابقہ کی طرح ہے اور اس پر وہی کلام ہے جو ان پر تھا۔

زندہ شد ہر نبی با دم

ہر رسولے نہاں بہ سیر بہنم

کے جواب کی نسبت مختار مدعا علیہ نے بیان گواہ نمبر ۱ کا حوالہ دیا ہے خلاصہ جواب جو بیان میں ہے یہ ہے کہ
مرزا صاحب کے کہنے سے ہر نبی اس وجہ سے زندہ ہو گیا کہ اس الحاد اور دہریت کے زمانہ میں اکثر لوگوں نے انبیاء کی
نبوتوں کا انکار کر دیا تھا اور انبیاء کو مکار فریبی اور دعویٰ میں جھوٹا جانتے تھے اور جو لوگ انبیاء کی دج اور نبوت کے قائل
تھے ان سے انتہا زار اور ہنسی کرتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ پھر دج کا نبوت دیا اور بتا دیا کہ
جس طرح میں اس بندہ سے مکالمہ کرتا ہوں اور یہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے اسی طرح پہلے انبیاء بھی صادق تھے پس مرزا
صاحب کا سچا ہونا گویا ان تمام انبیاء کا صادق ہونا ہے گواہ نے کہہ ہے کہ اس شعر میں مرزا صاحب نے اس لطیف مضمون
کو ادا کیا ہے۔

لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ حسب زعم مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کا یہ لطیف مضمون واقعہ کے مطابق ہے یا محال
برعکس کیا مرزا صاحب کی نبوت کے دلائل و نشانات ایسے ہیں جن سے نبوت کا دتا ہو کہ جو کھویا جا چکا تھا از سر نو قائم ہو
جائے کیا منکرین نبوت انبیاء اور مستہزئین مرزا صاحب کے معجزات کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے کیا دہریت الحاد اور لامذہبی
دنیا میں سے اٹھ گئی ہے کیا مرزا صاحب کی نبوت کی روشنی نے منکرین کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے
اور یقیناً نفی میں ہے، اور معاملہ بالکل برعکس ہے اور تمام مفاسد مذکورہ آگے سے بہت بڑھ گئے ہیں الحاد و دہریت او
لامذہبی کی ویسا پھیل گئی جو یورپ سے بڑھ کر ہندوستان میں مذہب پر حملہ آور ہو رہی ہے اسی طرح دیگر ممالک میں دن بدن

لامذہبی کامرئیں جھیل رہا ہے روس نے قانونی طور پر مذہب کو ملک بدر کر دیا ہے۔ مذہبیت اور مصیبت ملکی قانون ہو گیا ہے تو ان واقعات کی موجودگی میں یہ کتنی فتنوں اور یہودہ لاف زنی ہے کہ مرزا صاحب کے آنے سے تمام انبیاء کی صداقت کے دلائل پیدا ہو گئے بلکہ حق یہ ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت سے کئی ایسے دلوں سے بھی اعتراف نبوت اٹھ گیا ہے جو نبوت کو ایک جید القدر منصب خداوندی جانتے تھے اور اکثر غیر مسلم بھی ایسے تھے جن کے دل پر اسلام کا اور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب تقدس اور وقار تھا لیکن مرزا صاحب نے اگر وہ سب ددہ کر دیا مرزا صاحب نے اعجاز و معجزات کے بلند بانگ دعاوی کئے ہندوؤں عیسائیوں کو اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے بڑی تحدی سے پیشگوئیاں کیں کیونکہ لے دیکر بھی آپ کے پاس سرمایہ اعجاز تھا لیکن وہ بھوٹی نیکیں تو مرزا صاحب نے لایینی تاویلوں اور عذرات لنگ سے ان کی مرمت کرنی چاہی لیکن ہندو مسلمان عیسائی سب نے مرزا صاحب کو ان معجزات میں جھوٹا جانا یہاں تک کہ مرزا صاحب کی بدولت آریلوں اور عیسائیوں نے اسلام کا مضحکہ اڑایا مسٹر عبداللہ آفیم کی پیشگوئی اس کی زندہ مثال ہے محمدی یگم کی پیشگوئی مرزا صاحب کے معجزات کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کا اور مرزا صاحب کا الہامی جنگ اور مرزا صاحب کی ہلاکت کیا نبوت کی عظمت کو قائم کرینو والا ہے اگر مرزا صاحب نبی تسلیم کر لیں جائیں، نہیں ہرگز نہیں پس اگر مرزا صاحب ہی انبیاء کے محی اور نیست ہیں تو پھر نبوت ہی متیقن ہے نہ حیات اس صورت میں مرزا صاحب کے پیغمبر کہنا ہی موزوں ہوگا مردہ شدہ ہر نبی بآدم نم۔ (العیاذ باللہ)

یہ نادر ل اور مضمون لطیف سراسر باطل ہے اور اصل بات وہی ہے جو اوپر بیان کر چکے کہ مرزا صاحب نے اس شعر اور اس کے ہم مثل اور اشعار میں انبیاء سے افضل اور برتر ہونے کا دعویٰ اور انبیاء کی تحقیر اور توہین کی ہے۔

روحہ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب ملک
میرے آنے سے ہوا کل بچلہ برگ و بار

مختار مدعا علیہ نے اس شعر کا یہ مطلب بیان کیا کہ مرزا صاحب کی مراد اس سے صرف یہ ہے کہ وہ شخص جس کا آخری زمانہ میں آنا مقدر تھا اور جس کی آمد پر تکمیل انشاعت اسلام موقوف تھی وہ میں ہوں اور میرے آنے سے وہ بات پوری ہو گئی یہ بھی کہا ہے کہ روحہ آدم سے مراد نسل انسانی ہے اور مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کے ذریعہ سے دنیا کی تمام قومیں دین اسلام کو قبول کر لیں گی اس شعر کا یہ مطلب جو بیان کیا گیا ہے شعر کے الفاظ سے تو سمجھا نہیں جاتا کیونکہ نہ اس میں اسلام کا نام نہ انشاعت و تکمیل کا ذکر۔ روحہ آدم سے نسل انسانی مراد ہے جس کو مختار مدعا علیہ نے تسلیم کیا ہے افراد انسانی اس باغ کے درخت مرزا صاحب بھی اس باغ کے درخت اور زید عمر بکر مسلم غیر مسلم سعید شقی بھی مرزا صاحب کی طرح اس باغ کے درخت جو اپنے اپنے وقت پر اس باغ میں پیدا ہو رہے ہیں مرزا صاحب کے وقت بھی پہلے بھی اور بعد بھی۔

پہلے مصرعہ کے معنی تو صاف ہیں ہر ایک فرد انسانی نسل انسانی کے باغ میں اضافہ کر کے تکمیل کر رہا ہے لیکن دوسرے مصرعہ کا مطلب صاف نہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا صاحب کے آنے سے وہ باغ بجلد بزرگ و بار مکمل ہو گیا کیا اب کوئی انسان پیدا نہ ہوگا اور نسل انسانی مستطع ہوگئی اور آپ آخری انسان ہیں یہ بات تو بد اہمہٗ باطل ہے لہذا اس کی تخصیص ضروری ٹھہری تاکہ مطلب شعر کا ہی سکے اس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب باغ انسانی کی خاص قسم کے مکمل اور آخری درخت ہیں جو اشرف اور اعلیٰ قسم ہے اور چونکہ مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں لہذا وہ قسم بھی معین ہوگئی اب اس شعر کے وہ معنی ہوئے جو صحیح حدیث میں قصر نبوت کی مثال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ میں قصر نبوت کی آخری اینٹ ہوں ختمت بی البشیان و ختمت بالنبیین میرے ساتھ عمارت ختم ہوگئی اور نبی میرے ساتھ ختم ہو گئے لیکن مرزا صاحب کے نزدیک یہ حدیث غلط کیونکہ مرزا صاحب کے ادعا کے مطابق باغ نبوت کے آخری درخت اور مکمل مرزا صاحب ہیں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی ظاہر ہے کہ افضلیت اس آخریت کے لوازم میں سے ہے جو آخر ہوگا وہ افضل بھی ضرور ہوگا اس طرح پر مرزا صاحب بزم خود افضل النبیین اور خاتم النبیین بنے۔ (الیا ذالہ)

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتنبے باشد

مدعا علیہ کے مختار صاحب کہتے کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنا مقام بیان کیا ہے کہ میں بروز مسیح موسیٰ اور محمد و احمد ہوں کسی نبی کی توہین نہیں ہے اس کا جواب ان شاء اللہ آئندہ آئے گا آدم نیز احمد مختار الخ کا جواب بھی ادا ہو چکا ہے نیز میں کبھی آدم کبھی موسیٰ الخ کا جواب بھی دینا آگیا۔

ادعاء عینیت

مختار مدعا علیہ نے کہا ہے کہ گواہان نے مدعیہ نے مرزا صاحب پر یہ الزام لگا تھا یا کہ مرزا صاحب نے عین محمد ہونے کا دعویٰ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے اور گواہان مدعا علیہ نے جواب دیا تھا کہ مرزا صاحب نے جہانی طور سے محمد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ بجاظ روحانیت کے مرزا صاحب کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے علیحدہ نہیں ہے جیسا کہ عبارت ایک غلطی کا ازالہ سے ظاہر ہے۔

پھر کہا ہے کہ مختار مدعیہ کہ وہ اعتراض جو اس نے اتحاد کی بناء پر کیا ہے کہ اگر ایک روح تھی تو تناسخ لازم آیا ورنہ نہیں تو مرزا صاحب کی روح اگر نبی تھی تو ختم نبوت ٹوٹ گئی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نبی تھی مرزا صاحب کی نبوت ثابت نہ ہوئی ہمارے جواب پر وارد نہیں ہو سکتا اس لیے میں گواہان مدعا علیہ کے جواب کی طرح اشارہ کر دینے پر اکتفا کرتا ہوں۔

اتحاد روحانیت کے دعوے پر جو اعتراض مختار مدعیہ کی طرف سے کیا گیا ہے وہ اٹل ہے اور لا جواب گواہان مدعا علیہ کا بیان اس کا جواب نہیں ہو سکتا اور نہ ہی جواب البحت میں کوئی جواب مختار مدعا علیہ نے دیا ہے بلکہ بیان کا حوالہ دیکر بہنو تہی کی ہے۔

مختار مدعا علیہ نے کہا ہے کہ مرزا صاحب نے عین محمد کے الفاظ اپنے لیے نہیں فرمائے۔ صرف یہ کہا ہے کہ مجھے بروز کی طور پر محمد اور امہ کا نام دیا گیا۔ یہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان استاد و شاگرد کی نسبت ہے اور نقل اور اصل کی۔

پھر تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۱ کی عبارت کا حوالہ دیا ہے جو گواہ مدعا علیہ کے بیان مطبوعہ کے صفحہ ۱۱۵ پر ہے۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور ہمت اور ہمدردی خلافت میں اس کے مشابہ تھا اور مجازی طور پر اپنا نام اور احمد اس کو عطا کیا تا یہ سمجھا جائے کہ گویا اس کا ظہور بعینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور تھا۔“

اس کے بعد کہاہے (جواب البحث میں) پس حضرت مسیح موعود نے حقیقی طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا جو آج سے چودہ سو برس قبل تشریف لائے تھے ہرگز دعویٰ نہیں کیا۔

اس پر وہی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مرزا صاحب وہ حقیقی محمد نہیں جو آج سے بقول قتادہؒ صلی اللہ علیہ وسلم پر قبل تشریف لائے تھے اور وہ محض بروزی اور نام نہاد محمد و احمد تھے تو جس غرض کے لیے یہ ہیر پھیر اور عادی بے دلیل کئے تھے وہ باطل ہو گئے کیونکہ مرزا صاحب کا الگ وجود ہوا اور ختم نبوت ٹوٹ گئی کیونکہ یہ مہر تو ٹوٹنے سے اسی صورت میں محفوظ رہ سکتی ہے کہ کوئی غیر نبی نہ ہو اور محمد کی نبوت محمد کے پاس ہی رہے صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی صورت میں ممکن اور متصور ہے کہ مرزا صاحب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں عینیت اور اتحاد ہو اور دلی کا شائبہ نہ رہ جائے تو مہر حال یا مہر ٹوٹ جائے گی یا عینیت محض ہوگی یا مرزا صاحب نبی نہ ہوں گے۔ اور یہ تینوں باتیں ناممکن اور محنت اور مدعا علیہ کے نزدیک محال ہیں دو تو اس کے مذہب کے نزدیک محال تیسری عینیت کا اس کو انکار۔

لیکن اب ہم یہ ظاہر کرتے ہیں کہ عقائد مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے مذہب کو بیان کرنے میں دیانت کو ملحوظ نہیں رکھا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے اعداد عینیت سے جو توہین و کفر اور استحالة لازم ہوتا ہے اس کے خطرات کو وہ برداشت نہیں کر سکتا اور ان کے جواب سے سبکدوش ہونا درحقیقت ناممکن ہے اور بغیر اثبات عینیت دونوں چیزیں یعنی مرزا صاحب کی نبوت اور حفاظت مہر نبوت ممکن نہیں اسی لیے مرزا صاحب نے اثبات عینیت کے لیے (جو درحقیقت بداعت عقلی اور شرعی سے باطل ہے) بڑے بڑے فضول اعداد کئے ہیں اور کفر پر کفر کا ارتکاب کرتے چلے گئے ہیں جن کو عقائد مدعا علیہ نے بھی انکار کر کے پلٹا میٹ کر دیا ہے۔

مرزا صاحب کی تصریحات عینیت

(۱) کیونکہ میں بارہا بتلایا ہوں کہ میں بموجب آیت و آخرین منہم لما یدحضوا جہد بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں (نا) مجھے آنحضرت کا ہی وجود قرار دیا ہے۔

(تقطیع کلاں) ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵

(۲) اور چونکہ میں نطی طور پر محمد ہوں کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا نہ اور کوئی نبی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات نبوت میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے نبوت کا

دعویٰ کیا (بحوالہ صدر)

(۳) لیکن آنحضرت کا صرف یہ مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح اس کے نام کا وارث اس کے خلق کا وارث اس کے علم کا وارث اس کی روحانیت کا وارث اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر اس کی تصویر دکھلائے گا۔

(بحوالہ صدر)

(۴) کیونکہ بردزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی جب تک یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنی اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو پس چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے اس لیے سرزدی ہے کہ تصویر بردزی میں وہ کمال بھی نمودار ہو۔

(بحوالہ صدر)

(۵) تمام نبی اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ وجود بردزی اپنی اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے یہاں تک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے پس اس صورت میں ظاہر ہے کہ جس طرح بردزی طور پر محمدؐ اور احمد نام رکھے جانے سے دو محمد اور دو احمد نہیں ہو گئے اسی طرح بردزی طور پر نبی یا رسول کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاتم النبیین کی مہر ٹوٹ گئی کیونکہ وجود بردزی کوئی الگ وجود نہیں اس طرح پر تو محمد کے نام کی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی محدود رہی۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہے کہ بردزی میں ددی نہیں ہوتی۔

(بحوالہ صدر)

(۶) غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الہی مہر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر لگ گئی ہے اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ایک دن بلکہ ہزار دن بردزی رنگ میں آجائیں اور بردزی رنگ میں اور کلمات کے ساتھ اپنی نبوت کا یہی اظہار کریں۔

(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶)

(۷) اب نبوت پر فیاضیت تک مہر لگ گئی ہے اور بحر بردزی وجود کے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے اور چونکہ وہ بردزی محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں ایک بردز محمدی جمیع کلمات مجاہدہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لیے مقدر تھا سودہ ظاہر ہو گیا۔

(بحوالہ صدر)

(۸) مورد بردز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے۔

(بحوالہ صدر)

(۹) اب اس تمام تجربے سے مطلب یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں میں اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول ہاں میں اس طور سے نبی اور رسول ہوں جس طور سے ابھی میں نے بیان کیا ہے۔ پس جو شخص میرے پر شرارت سے

مرزا صاحب کی سیرت و سوانح عمری دنیا کے سامنے ہے آپ کے افعال معاملات معقولات معجزات آپ کی کتابوں سے عیاں آنجناب نے کنجروں کا مال لے کر کھایا اور اس کو حلال بتایا ملاحظہ ہو ائینہ کمالات اسلام ان جملہ امور کے باوجود آپ محمد مصطفیٰ ہیں اور آپ کے خلق روحانیت تمام اور تمام کمالات کے جامع قالی اللہ المشتکی اگر کوئی سیاہ فام بد صورت کو یہہ المنظر جیسی یہ کہے کہ میں جن یوسفی رکھتا ہوں اور میں اور یوسف علیہ السلام جن میں برابر ہیں تو تب بھی اتنی تو ہیں بلحاظ حسن کے یوسف علیہ السلام کی نہیں ہو سکتی جتنی اس جن مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی قادیاں سے کی گئی ہے خیر اب ہم صبر کرتے ہوئے یہ شعبہ پڑھ کر گزارش کرتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان کو یہ معاملہ بغور دیکھنا چاہیئے۔

سے وما انتفاع اخی الدنيا بنا ظره اذا استوت عندہ الانوار والظلم۔

یعنی کسی انسان کو نور اور اندھیرے جب یکساں نظر آئیں تو اس کو آنکھ سے کیا فائدہ۔

یہاں تک تو مرزا صاحب کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمسری اور عنایت کی بحث تھی ابھی مرزا صاحب کے ارتقا کی دو منزلیں باقی ہیں جو اس مضمون ”سید الانبیاء اور مرزا صاحب“ کے متعلق ہیں لیکن قبل اس کے کہ میں ان کو ذکر میں لاؤں ایک ضروری نتیجہ ان اقتباسات کا بیان کرنا ہوں جس کو اس مقدمہ سے بنیادی تعلق ہے یعنی مسئلہ ختم نبوت اور آیت خاتم النبیین کی تفسیر مرزا صاحب نے ان اقتباسات میں جو ”ایک غلطی کے ازالہ“ سے پیش کیے ہیں متعدد جگہ یہ تسلیم کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی رہی کوئی الگ انسان دعویٰ نبوت کرے تو مہر ٹوٹ جاتی اقتباس ۶ میں زیادہ واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر خاتم النبیین کی مہر لگ چکی ہے اس کا ٹوٹنا ناممکن ہے نہ ٹوٹنے کی صرف یہ صورت ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروزی طور پر تشریف لاکر اپنی نبوت کا اظہار کریں۔ ان اقتباسات کے ماسوا اس استہوار در ایک غلطی کا ازالہ میں اور بھی کئی جگہ یہ مضمون ہے کہ خاتم النبیین کی مہر ٹوٹنی محال ہے جس سے واضح اور صریح طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ لفظ خاتم النبیین کے معنی مرزا صاحب کے نزدیک یہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اس سے ختم نبوت اور اجراء نبوت کی بحث کا توفصل ہو گیا۔ فللہ الحمد۔

باقی رہی یہ بات کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروزی طور پر خود تشریف لاکر اپنی نبوت کا اظہار فرما دیں جیسا کہ بزعم مرزا صاحب قادیاں میں تشریف لاکر آپ نے اپنی نبوت کا اظہار فرمایا ہے تو مہر نہیں ٹوٹتی یہ ایک الگ بحث ہے جس کے مرزا صاحب مدعی ہیں اور میں اس کا اسی طرح انکار ہے جیسا کہ مسئلہ تثلیث نصاریٰ اور تناسخ ہنود کا یہ مسئلہ عقلاً و شرعاً باطل ہے اور تثلیث کے گورکھ دھندے سے کسی طرح کم نہیں ہماری طرف سے اس کا یہی جواب ہے

ما تعبدون من دونہ الا سمیتموها انتہوا بانکم وما اتول اللہ بہا من سذلن ان الحکم

الاعتقاد والآيات ذلك الدين القيم ولكن أكثر الناس لا يعلمون - (لوسف آیت ۴)
جائے عبرت ہے کہ ایک وہ وقت تھا کہ مرزا صاحب کہتے تھے کہ آنحضرت کا لحاظ فطرت جیسا کہ ارفع مقام ہے
ایسا ہی خارجی طور پر بھی ارفع داعی مرتبہ وحی اور اعلیٰ وارفع مقام محبت کا آپ کو عطا ہوا یہ وہ مقام ہے کہ میں اور مسیح
دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے اس کا نام مقام جمع اور مقام وحدت نامیہ ہے (ملاحظہ ہو توضیح المرام صفحہ ۱۲ و ۱۳)
ایڈیٹر دوم تیسرا درجہ محبت کا وہ ہے (الی) وحدت نامیہ ہے۔

لیکن اب آپ محمد مصطفیٰ اور جامع جمیع کمالات محمدیہ مع نبوت ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں لیکن ابھی بس نہیں
ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے اپنی روحانیت کو اکمل اور برتر ثابت کر رہے ہیں۔

(العیاذ باللہ)

تفصیل اس کی یہ ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء اور محمد مصطفیٰ ہونے کا تو اوپر مذکور
ہو چکا ہے خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو دفعہ مبعوث ہوئے ہیں ایک دفعہ الف خامس
یعنی پانچویں ہزار میں دوسری دفعہ الف سادس کے اخیر میں یعنی چھٹے ہزار میں مسیح موعود یعنی مرزا صاحب کے وجود میں۔
لیکن پانچویں ہزار میں آپ کی روحانیت کا مل نہ تھی بلکہ کمالات کی بیخیر حیوں پر پہلا قدم تھا پھر جب آپ چھٹے ہزار
میں مسیح موعود بن کر آئے تو آپ کی روحانی قوتیں کمال کو پہنچ گئیں جیسے چودہویں رات کا چاند ہوتا ہے ملاحظہ ہو
خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۷

”فَكَذَلِكَ طَلَعَتْ رُوحَانِيَّةُ نَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْآلِفِ الْخَامِسِ بِأَجْمَلِ صِفَاتِهَا
وَمَا كَانَ ذَلِكَ الزَّمَانُ مَنْتَهَى تَرْقِيَا تَهَا بَدَلْ كَانَتْ قَدَمًا أُولَى الْمَعَارِجِ كَمَا لَا تَهَا شَرْ
كَمَلَتْ وَتَجَلَّتْ تِلْكَ الرُّوحَانِيَّةُ فِي آخِرِ الْآلِفِ السَّادِسِ اعْنَى فِي هَذَا الْحَيَينَ “
صَلَاً وَعِلْمَانِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا بَعَثَ فِي الْآلِفِ الْخَامِسِ كَذَلِكَ بَعَثَ
فِي آخِرِ الْآلِفِ السَّادِسِ بَاتِّخَاذِهِ بَرُوْنِ الْمَسِيحِ الْمَوْعُودِ وَذَلِكَ ثَابِتٌ
بِنَصِّ الْقُرْآنِ فَلَا سَبِيلَ إِلَى الْحُجُودِ“

صلوات ”ومن أنكر من أن بعث النبي صلى الله عليه وسلم يتعلق بالآلف
السادس كتعلقه بالآلف الخامس فقد أنكر الحق ونص القرآن وصار من الظالمين
بل الحق أن روحانيته عليه السلام كان في آخر الآلف السادس اعنى في هذه
الأيام اشد وأقوى وأكمل من تلك الأعمار من كلبدا
التأمر“

مرزا صاحب کے نظم الہامیہ کی یہ عبارتیں بالکل واضح اور صاف ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسانی قوتیں جب آپ پانچویں ہزار میں مکہ کے اندر مبعوث ہوئے اجمالی اور ابتدائی تھیں کامل نہ تھیں بلکہ وہ کمالات کی بیڑیوں پر پہلا قدم تھا گویا اس وقت آپ کی روحانیت ہلال یعنی پہلی رات کے چاند کی مانند تھی لیکن جب آنحضرت چھ ہزار کے اخیر میں مسیح موعود یعنی مرزا صاحب کے وجود میں قادیاں کے اندر مبعوث ہوئے تو آپ کی روحانیت نہایت بزرگوں بہت قوی اور اعلیٰ درجہ کے کمال پر پہنچ گئی جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔ جو اس کا انکار کرے وہ نص قرآن کا منکر ہے جس کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ محمد کی مدنی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور بزرگ مرزا صاحب محمد قادیانی میں جس کو اہل دنیا مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں ہلال اور بدر کی نسبت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ ہلال ہیں اور مرزا غلام احمد بدر یعنی چودھویں رات کا چاند۔ (تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا)

اس مضمون کو مرزا صاحب کے ایک مشہور حواری نے جس کا نام قاضی اکمل ہے اپنی ایک رباعی میں اس طرح پر نظم کر دیا ہے۔

مسند پھر اتر آئے ہیں ہمیں اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاہیں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

مرزا صاحب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ناپاک حملہ

یہاں تک تو مرزا صاحب کی ان شونیوں کا ذکر تھا جو مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمسری اور عینیت پھر بعد ازاں اپنی برتری اور افضلیت کے دعوے کر کے کی تھیں اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی نسبت یہ گستاخی کی تھی کہ معاذ اللہ آپ کی روحانیت کامل نہ تھی اور آیہ کریمہ واکمل علی خلق عظیم اور اسی قسم کی دوسری آیات قرآنیہ کی تکذیب کی تھی لیکن حکم آیہ کریمہ شہد کان عاقبۃ الذین اساءوا الشوء ان کن بوا بایات اللہ - (یعنی پھر ان لوگوں کا انجام جہنم ہے) ایسی برہانیاں کی تھیں یہ ہوا کہ انہوں نے آیات الہیہ کی تکذیب کی، ان کسانوں اور شیعوں نے مرزا صاحب کو تکذیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم تک پہنچا دیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا صاحب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ اصول موضوعہ میں سے ملتے ہیں کہ اکمل اور اصفیٰ دجی پانہوالوں پر جب خدا کا کلام نفیس و لذیذ نازل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک نور ہوتا ہے جو بتلاتا ہے کہ یہ یقینی امر ہے غلطی نہیں ہے اور ایک ربانی چمک اس کے اندر ہوتی ہے اور کہ درتوں سے پاک ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو

حقیقۃً - الوحی باب سوم صفحہ ۱۵ بمثلہ ان علامات کے یہ بھی ہے (الی) کہ درتوں سے پاک ہوتا ہے ۔

اس سے زیادہ صاف اس مسئلہ کو جو وحی الہی کا بنیادی اصول اور امتیازی نشان و معیار ہے کیا بیان کیا جائے۔

(۲) مرزا صاحب نے اپنی کتاب نزول المسیح میں بکرات بیان کیا ہے نزول المسیح صفحہ ۸۶ پر لکھتے ہیں ”کیونکہ خدا

کا کلام جس قوت اور برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی طاقت اور چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ دل پر

نازل ہوتا ہے خود یقین و لا دیتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں (الی) اس

یہ ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی وحی کے مورد کے دل میں شبہ پیدا ہو سکے بلکہ وہ شبہ کو کفر سمجھتا ہے اور اگر

اس کو کوئی اور معجزہ نہ دیا جائے تو وہ اس وحی کو جو ان صفات پر مشتمل ہو بھلے خود معجزہ قرار دیتا ہے۔“

(۳) خاص اپنی وحی کی شان میں مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں ملاحظہ صفحہ ۸۸ نزول المسیح اس سے زیادہ کوئی بذاتی

نہیں ہوگی کہ میں یہ کہوں کہ وہ خدا کا کلام نہیں میں اسی طرح اس کو خدا کا کلام جانتا ہوں جس طرح میں یقین رکھتا

ہوں کہ زبان سے بولتا ہوں اور کانوں سے سنتا ہوں“

(۴) صفحہ ۸۹ پر فرماتے ہیں ”مگر اچھی ہم لکھ چکے ہیں کہ جس دل پر درحقیقت آفتاب وحی الہی تجلی فرماتا ہے اس

کے ساتھ ظن اور شک کی تاریکی ہرگز نہیں رہتی کیا خالص نور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے ؟“

(۵) صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶ پر فرماتے ہیں ”اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ پھر رحمانی الہام کی نشانی کیا ہے اس کا جواب

یہی ہے کہ اس کی کئی نشانیاں میں (۱) اول یہ کہ الہی طاقت اور برکت اس کے ساتھ ایسی ہوتی ہے کہ

اگرچہ اس کے ساتھ دلائل ظاہر نہ ہوں بڑے زور اور جوش سے بتلاتی ہے کہ میں

خدا کی طرف سے ہوں اور ملہم کے دل کو ایسا اپنا مسخر بنا لیتی ہے کہ اگر اس کو آگ میں کھڑا کر دیا جائے یا

ایک بجلی اس پر پڑنے لگے وہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ الہام شیطانی ہے یا حدیث النفس ہے یا شکی ہے یا

ظنی ہے بلکہ ہر دم اس کی روح بولتی ہے کہ یہ یقینی ہے اور خدا کا کلام ہے“

یہ تو بہن وحی الہی اور مورد وحی الہی کی شناخت کا طریقہ اور اس کی علامتیں کہ وہ مورد وحی کے نزدیک بوجہ

اس نور اور قوت اور جوش اور الہی برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی قوت وغیرہ امور کے جو خدا کے کلام اور

وحی کے ساتھ اترنے ہیں اس کا کلام خدا اور وحی الہی ہونا ایسا بدیہی ہوتا ہے جیسا ہمارے نزدیک یہ بات

بدیہی ہے کہ ہم کانوں سے سنتے آئینہ سے دیکھتے اور زبان سے بولتے ہیں صاحب وحی کے نزدیک اس میں شک کرنا

کفر ہے اس کی روح ہر دم بولتی ہے کہ یہ خدا کا کلام یقینی بغیر کسی شک و شبہ کے ہے اگر اس کو آگ میں کھڑا کیا جائے

یا اس پر بجلی بھی گرنے لگے تو بھی وہ اس کو ظنی یا شکی حدیث النفس یا الہام شیطانی نہیں کہہ سکتا ۔

اگرچہ الہام شیطانی اور حدیث النفس کی شناخت کا طریقہ اس مذکورہ بالا کلام مرزا صاحب سے خود بخود بچھا

جاتا ہے کہ یہاں یہ علامات موجود نہ ہوں اور ملہم اور مورد وحی کو شبہ یا شک یا تردید اس کلام کی نسبت پیدا ہو گیا

ہو تو وہ وحی شیطانی ہوگی لیکن اس استنباط کی بجائے مرزا صاحب کی تصریح ان کی غبارت میں پیش کر دینا زیادہ موزوں ہے۔

(شیطانی الہام) اسی آخری حوالہ منقولہ کے صفحہ ۸۱ کے اوپر متصل لکھتے ہیں۔

”اُس جگہ یہ نکتہ خوب توجہ سے یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جو الہامات ایسے کمزور اور ضعیف الاثر ہوں جو مہم پر مشتبہ رہتے ہیں کہ خدا کی طرف سے ہیں یا شیطان کی طرف سے وہ درحقیقت شیطان کی طرف سے ہی ہوتے ہیں اور گمراہ ہے وہ شخص جو ان پر بھروسہ کرتا ہے اور بد بخت ہے وہ شخص جو اس خطرناک ابتلا میں ماخوذ ہے کیونکہ شیطان اس سے بازی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو ہلاک کرے۔“

(۲) پھر صفحہ ۸۶ کے مذکورہ بالا حوالہ کے اوپر کی تین سطروں میں تحریر فرماتے ہیں یہ اگر ایک کلام انسان سے یعنی ایک آواز اس کے دل پر پہنچے اور اس کی زبان پر جاری ہو اور اس کو شبہ باقی رہ جائے کہ شاید یہ شیطانی آواز ہے یا حدیث النفس ہے تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہوگی یا حدیث النفس ہوگی کیونکہ (الی) بجائے خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے۔ (یعنی حوالہ ۷۲ جو صفحہ ۸۶ نزول المسیح کا اوپر منقول ہوا تمام اس کے ساتھ پڑھ لیا جائے۔

مرزا صاحب نے ان منقولہ بالا عبارتوں میں الہام شیطانی اور وحی الہی میں جو امتیاز قائم کیا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں بالکل صاف اور واضح ہے لیکن باوجود ان اصول موضوعہ اور مسئلہ کے مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین کی شان عالی میں جو گستاخی کی ہے اس کو بحالت مجبوری بادل ناخواستہ سو مرتبہ الیاف بالہ کہتے ہوئے پیش کرتا ہوں قل کفر کفرنا شوبہا نیچہ مرزا صاحب تتمہ حقیقتہ الوحی صفحہ ۸۴ پر لکھتے ہیں۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ جب آپ پر فرشتہ جبرئیل ظاہر ہوا تو آپ نے فی الفور یقین کر لیا بلکہ عزت خدیجہ کے پاس ڈرتے ڈرتے آئے اور فرمایا کہ خشیت علی نفسی یعنی مجھے اپنے نفس کی نسبت اندیشہ بڑا اندیشہ ہوا، کہ کوئی شیطانی مکر نہ ہو“

جس واقعہ کی طرف مرزا صاحب نے اشارہ کیا ہے اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس میں سورہ اقرآن کی یہ پانچ آیتیں نازل ہوئیں اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ سَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ یہ سب سے پہلا حصہ قرآن ہے جو نازل ہوا (علی الصبح) اب مرزا صاحب کی اس تحریر کے رو سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اقرآن کریم کی ان پہلی پانچ آیتوں کو مرزا صاحب کے مسلمہ مذکورہ المعیار کے ساتھ اگر دیکھا جائے تو نتیجہ صاف ہے اور ناگفتہ بہ مرزا صاحب نے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مورد الہام شیطانی اور قرآن کریم کو الہام شیطانی قرار دیا اس کے بعد تمام قرآن کریم کا یہی حکم ہوگا اور یہ بالکل ظاہر ہے

کہ جب صاحب قرآن ہی معاذ اللہ مورد وحی شیطانی ٹھہرے تو قرآن کی نہ صرف یہ پانچ پہلی آیتیں بلکہ کل کا کل الہام شیطانی ہے اب ایک اور بات قابل غور ہے وہ یہ کہ جب مرزا صاحب نے نہایت صفائی اور پوری تفصیل کے ساتھ وحی الہی شیطانی وحی میں مابہ الامتیاز بیان کر دیے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیوں ایسی عبارت تحریر کی جس کا راسخ اور کھلا کھلا نتیجہ یہ ہے کہ معاذ اللہ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی قطعی طور پر تکذیب ہوتی ہے شاید واقعات کی مجبوری ہو تو اس کا جواب یہی ہے جس کی طرف ہم اس مضمون کے ابتداء میں اشارہ کر گئے ہیں کہ مرزا صاحب کی ان شوخیوں اور گستاخیوں نے مرزا صاحب کو کھینچ کر اس مقام پر لاکھڑا کیا جن کا ذکر اجمالاً و مثلاً اوپر گزر چکا ہے درنہ اس واقعہ میں جو خشیت علی نفسی سے مرزا صاحب نے بیان کیا ہرگز شک یا شیطانی مکر کا کوئی لفظ نہیں ہے مرزا نے محض تکلف اور تحریف اور افتراء سے یہ معنی کئے اور حکم آیت کریمہ قد من کان فی الضلالة فلیمد دلہ الرحمن متداو و بحکمہ نولہ ما تولى و نصلہ جہنمہ شہر کان عاقبة الذین اساءوا السوء ان کذبوا بآیات اللہ - الزکاب کفر عظیم کی سزا پائی ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خشیت علی نفسی یعنی مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے فرمایا وہ دو سبب سے تھا ایک تو دفعۃً اور اچانک جبرئیل کا بڑی رعب دار صورت میں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین دفعہ انتہائی مشقت کی حد تک بھینچنا اور دبانا جس سے آپ کو جسمانی طاقت پہنچی یہاں تک کہ بوجہ جاڑا لگنے کے گھر جاکر فرمایا زملونی زملونی دوسرے عظیم الشان باریتوت کی وجہ سے دل میں فکر پیدا ہوا کہ واللہ علم قوم کی طرف سے کیا کیا سلوک پیش آئیں گے ایک طرف بشری ضعف جبلت اور کمزوریوں کا احساس غرض ان مجموعہ امور سے اگر خشیت علی نفسی فرمادیا تو یہ کوئی نئی بات نہ تھی آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تو عین رب العالمین کے حضور اچانک عصا کو سانپ کی صورت میں دیکھ کر بھاگ نکلے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ لوٹ آ اور نہ ڈر تو امن والوں سے ہے فلما راھا کانتھا جان

لی مدبرا ولم یعقب یا موسیٰ اقبل ولا تخف انک من الامنین - پھر موسیٰ علیہ السلام نے دوسرا خطرہ پیش کیا رب انی قتلت منهم نفساً فاحاف ان یقتلونی - (سورہ قصص) اے پروردگار! میں نے ان کا ایک آدمی (غلطی سے) مار دیا تھا مجھے اندیشہ ہے کہ مجھے کہیں قتل نہ کر دیں اور میرا بھائی ہارون مجھے زیادہ صاف زبان ہے اس کو میرا مددگار رسول بنا دے مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تسلی فرمائی جیسا کہ آگے اسی مقام پر مذکور ہے الغرض ابتداء اندیشہ انبیاء علیہم السلام کو بتقاضائے بشریت زیادہ ہوا کرتا ہے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ مذکورہ میں اس امر کی کافی توضیح ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہی اسباب کی بنا پر اندیشہ کا اظہار فرمایا نہ یہ کہ معاذ اللہ آپ نے جبرئیل کو شیطان اور آیات قرآن کو شیطانی الہام و مکر خیال کیا تھا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی نعمت یقین و ایمان حاصل نہ تھی تو بھلا اور کس کو ہوگی حالانکہ اللہ تعالیٰ

فرمائیے اَمَّنَ الرَّسُولَ بِمَا اَنْزَلَ اِلَيْهِ مِنْ دَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ یعنی رسول ہر اس کلام پر ایمان لایا جو اس پر اس کے رب کی طرف سے اتاری گئی اور مومن بھی لیکن مرزا صاحب کے نزدیک تو رسول کریم کو یقین یعنی ایمان حاصل نہ ہوا تو بھلا مومنوں کو کیونکر ہو گا۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُذُوْعِ بَعْدَ الْكُفْرِ مرزا صاحب نے بڑا ظلم کیا کہ محض افتراء اور بہتان سے آنحضرت پر ناپاک حملہ کیا اور قرآن کی تکذیب اور اسلام کی بیگنی کا سامان اپنی کتابوں میں جمع کر دیا اور محض جھوٹ اور افتراء پر دازی کے طور پر یہ طوفان اٹھایا اور نہ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے حدیث میں اس کا ذکر نہیں اور اگر بالفرض کوئی ایسی روایت موجود بھی ہوتی جس کا صاف یہ مفہوم ہوتا تو وہ نصوص قطعیہ کے سامنے بالکل واجب الرد یا قابل تاویل ہوتی تو تاویل کی جاتی خصوصاً جب کہ وہ اپنے الہام کے مخالف حدیثوں کو بھی ردی میں جھینک دیتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے ابطال پر جو حدیث دلالت کرتی ہو اس کو بطریق اولیٰ باطل اور غلط سمجھ کر رد کر دینا چاہیئے تھا لیکن یہاں تو معاملہ ہی برعکس ہے کوئی حدیث بھی نہیں ہے اور محض افتراء پر دازی اور بہتان طرازی سے قرآن اور نبوت نبی کریم کے ابطال کی سعی کر کے اپنے کفر اور دشمن اسلام ہونے کی تصدیق کر رہے ہیں۔ مرزا صاحب اپنے الہاموں کی نسبت لکھتے ہیں کہ اس سے زیادہ کوئی مدد ذاتی نہیں ہوگی کہ میں یہ کہوں کہ وہ خدا کا کلام نہیں، اپنی مزعومہ الہاموں پر یہ وثوق اور ان کو کلام خدا نہ کہنا بہت بڑی بد ذاتی ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہنا کہ ان کو جبرئیل اور کلام الہی کی نسبت یقین نہ تھا اور شیطانی مکر کا اندیشہ ہو گیا تھا کتنی بڑی بھاری بد ذاتی ہوگی۔

الغرض مرزا صاحب نے اپنی تحریروں کے رد سے اسلام کی بیگنی کا پورا مواد ہم پہنچا دیا ہے دشمنان اسلام اگر ان دستاویزوں کی بناء پر اسلام پر حملہ آدر ہوں تو کتنی بڑی بھاری مصیبت کا سامنا ہو مجر اس کے کیا جواب ہو سکتا ہے کہ مرزا صاحب کی تحریر غلط ہے کفر ہے افتراء اور بہتان ہے۔ اور درحقیقت ہے بھی سراسر بہتان کفر اور قرآن اور بانئے اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مقدس پر ناپاک اور خطرناک حملہ (اعاذنا اللہ عن امتثال ذلک)

حقیقی خاتم

مختار مد علیہ نے کہا ہے کہ مختار مد علیہ نے خطبہ الہامیہ ص ۱ کے حوالہ سے ایک یہ اعتراض کیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے متعلق کہا ہے کہ میں حقیقی خاتم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن مجید میں خاتم النبیین کہا گیا ہے حقیقت کے مقابلہ میں مجاز ہوتا ہے تو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجازی خاتم النبیین ٹھہرے اور یہ صریح کفر والحاد ہے۔

اس کے جواب میں مختار مد علیہ نے کہا ہے کہ یہ الزام محض افتراء اور بہتان ہے کیونکہ مرزا صاحب نے کہیں بھی اپنے آپ کو حقیقی خاتم النبیین نہیں کہا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجازی خاتم النبیین کہا ہے۔

(۱) اس انکار کے بعد خود مانتا ہے کہ جو ختمیت مرزا صاحب کو حاصل ہے وہ بلحاظ وراثت کے ہے۔

(۲) مرزا صاحب کی بعثت بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے۔

(۳) مرزا صاحب کو جو ختمیت حاصل وہ ختمیت دلالت نہ ختمیت نبوت۔

(۴) مرزا صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے حاصل ہوئی ہے۔

خیر ختمیت وراثت سے حاصل ہوا اتباع سے ہو بروز سے ہو دیکھنا یہ کہ وہ ختمیت نبوت ہے یا دلالت اور حقیقی ہے یا مجازی اگر ثابت ہو جائے کہ وہ ختمیت نبوت کے ہے اور حقیقی ہے تو مختار مدعیہ کا الزام صحیح ہوگا افتراء اور بہتان نہ ہوگا اور مرزا صاحب کا دعویٰ حقیقی خاتم النبیین کرنا ثابت ہو جائے گا اس صورت میں مرزا صاحب کا کفر والحاد مختار مدعا علیہ کو ماننا پڑے گا کیونکہ اس نے محض انکار کیلئے یہ نہیں کہا کہ یہ کفر نہیں جس سے معلوم ہو گیا کہ وہ بھی اس کو کفر اور الحاد جانتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو خاتم الاولیاء اور خاتم الخلفاء بھی کہتے ہیں لیکن یہ خاتم الانبیاء ہوئے کے منافی نہیں ہے کیونکہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی تو خاتم الخلفاء سلسلہ بنی اسرائیل کہا ہے لیکن وہ اس سلسلہ کے خاتم الانبیاء بھی ہیں مرزا صاحب نے خود ان کو انبیاء بنی اسرائیل کا خاتم کہا ہے غرض اس جگہ خلافت اور نبوت میں تضاد نہیں ہے بلکہ تقریباً مترادف ہیں آخر مرزا صاحب کا دعوئے بھی تو نبوت کا ہے اور خلیفہ ہونے کا یہی پس خاتم الاولیاء یا خاتم الخلفاء کہنے سے خاتم الانبیاء ہونے کی نفی نہیں ہو جاتی۔

اس میں تو کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو خاتم الانبیاء کہا ہے خواہ بروزی طور پر ہو۔ ملاحظہ ہو ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵ ”کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت و آخرین پیغمبر یا یحقوق الہم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں“

اب رہی یہ بات کہ ختمیت حقیقہ کا بھی دعویٰ کیا ہے یا نہیں؟ تو اب ہم اسی عبارت کو دیکھتے ہیں جس عبارت کو مختار مدعا علیہ اور مختار مدعیہ نے پیش کیا ہے مختار مدعا علیہ کی محولہ عبارت بھی صحیح ہے وقد ختمت النبوة علی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لیکن مدعیہ کے مختار کو کچھ مضرت نہیں اس نے کب اس کا انکار کیا ہے کیونکہ اس میں حقیقت کی تصریح نہیں۔ مختار مدعیہ کی پیش کردہ عبارت میں جو مرزا صاحب کے متعلق ہے اور اس سطر کے ایک سطر چھوڑ کر بعد ہے ختمیت حقیقہ کا لفظ موجود ہے۔ ”فان الختمیۃ الحقیقیۃ كانت مقدرة فی الالف السادس الذی ہو یوفیٰ من ایام الرحمن لیشاہد ابنا البشر من کان ہو خاتمہ نوع الانسان“ یعنی پس ختمیت حقیقہ چھٹے ہزار میں (یعنی عہد مرزا صاحب) کے لیے مقدر تھی جو ایام رحمن کا چھٹا دن ہے تاکہ ابوالبشر آدم علیہ السلام کے ساتھ وہ شخص جو نوع

انسان کا خاتمہ ہے (یعنی مرزا صاحب) مشابہ ہو جائے۔

پس اب معاملہ بالکل صاف ہے مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ختم نبوت کا اقرار کیا لیکن اس کے ساتھ حقیقت کی صفت بیان نہیں کی اپنے آپ کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں اور بالمقابل اپنی ختمیت کو ختمیت حقیقتہ کے ساتھ موصوف کیا اور یہی مختار مدعیہ کا دعویٰ تھا کہ حقیقی کے بالمقابل چونکہ مجازی ہوتی ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت مجازی ہوئی اور یہ کفر والحادیہ ہے۔

”مختار مدعا علیہ نے ایک یہ عذر بھی بیان کیا ہے کہ نیز آپ نے اپنی بعثت کو بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قرار دیا ہے“

یہ درست ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی بعثت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قرار دیا ہے اور اپنے وجود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا ہے اور تمام کمالات محمدیہ معہ نبوت اور ختم نبوت کے حصول کا اپنے لیے دعویٰ کیا ہے باوجودیکہ یہ تمام دعاوی باطل اور سراسر کفر ہیں لیکن تاہم مرزا صاحب کے خیال کی بناء پر اس کو مسلم رکھتے ہوئے اگر مرزا صاحب اپنے لیے مقابلہ کوئی زائد فضیلت بھی ثابت کریں تو فاضل اور مفضل کے مفہوم اعتنائی کو ملحوظ رکھتے ہوئے فاضل کی افضلیت مفضل کی طرف نہیں لوٹے گی کیونکہ اس صورت میں فاضلیت اور مفضولیت کا مفہوم ہی باطل ہو جاتا ہے جس طرح مرزا صاحب نے تریاق القلوب میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے رباڈی ہزار برس کے بعد عبد اللہؐ پر عبد المطلب کے گھر جنم لیا ”اٰیۃ کمالات“ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیح علیہ السلام کا ظہور قرار دیا ہے تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات خاصہ سید المرسلین خاتم النبیین وغیرہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت مسیح علیہما السلام کے کمالات کہلائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے افضل نہ ہوں گے اگر آپ افضل ہیں تو بعینہ اس طرح مرزا صاحب نے بھی اپنی افضلیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت کی ہے جو محال اور سراسر محال ہے پس اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف خاتم النبیین ماننا اور اپنے آپ کو ختمیت حقیقیہ کا مصدق قرار دینا یا بالفاظ دیگر حقیقی خاتم النبیین بالمقابل ٹھہرنا صاف توہین اور کفر ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کی عملاً توہین

مرزا صاحب کی ان شوخیوں اور گستاخیوں نے جن کا ذکر کسی قدر اوپر گذر چکا ہے دشمنان اسلام کو اس قدر دلیر کر دیا ہے کہ جب وہ مرزا صاحب کے معقولات دعاوی مرزا صاحب کے اخلاقی نمونہ اور معجزات کو ان کی کتابوں میں اور ان کے مشن کی تحریروں کو پڑھتے ہیں اور ان کو سراسر حیلہ بازی چالاکی دروغ گوئی مکاری معاملات اور اخلاق کی بکروی کا واقعات کی روشنی میں قطعی ثبوت ملتا ہے اور ساتھ ہی مرزا صاحب کے ان دعاوی

کو دیکھتے ہیں کہ آپ تمام انبیاء کے بروز اور ان کی صفات کا ملکہ کے مظہر اور جامع ہیں تمام نبوتوں کی حرمت اور شکست و زحمت کرنے آئے ہیں آپ محمدی آئینہ ہیں اور بروز محمد اور مظہر روحانیت محمد ہیں بلکہ وہ روحانیت جو اہل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہلال کی طرح بالکل کمزور اور ادنیٰ حالت میں تھی اس بروز یعنی مرزا صاحب کی ذات میں بزرگین کرپوری آب و تاب سے جلوہ گر اور تاباں ہوئی ہے اور مرزا صاحب کے اس شعر کو پڑھتے ہیں -

زندہ شد ہر نبی باکد نم

ہر رسولے نہاں بہ پیر ہستم

تو وہ اسلامی تصنیفات مصنفات تاریخ و نبوت کو چھوڑ چھوڑا کر مرزا صاحب کے احوال مقالات مصنفات اور مشن کی تحریروں کو اسلام قرار دے کر اسلام پر حملہ آور ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سیرت متدسہ معجزات اور خلقِ عظیم کو اور آپ کی نبوت اور حملہ انبیاء کی شان اور نبوت کو مرزا صاحب کی شان اور نبوت پر قیاس کر کے اسی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں جس سے مرزا صاحب کی نبوت کو انہوں نے بالکل قریب سے دیکھا ہے۔ اگرچہ بعض دشمن اسلام پہلے بھی محض تعصب کی وجہ سے اسلام پر معترض ہوتے رہے لیکن ان کو جواب دندان شکن باسانی دیے جاتے مگر اب اسلام کے دشمنوں کو مرزا صاحب اور ان کے مشن کی تحریری اور عملی حالات سے بہت بڑی طاقت اور دلیری ہو گئی ہے۔ بتلائیے اگر نبوت انبیاء سابقین خصوصاً سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور معجزات آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اخلاق قدسید اور سوانح زندگی کامیاب مرزا صاحب کی نبوت سوانح حیات اور معجزات کو قرار دیا جائے تو دشمنان اسلام کو مسلمان منہ دکھانے کے قابل ہو سکتے ہیں مثلاً اگر کوئی دشمن یہ اعتراض کرے کہ مرزا صاحب نے جو تمام الانبیاء کے بروز ہیں اور ان کو زندہ کرنے والے کنجروں کا مال بھی لے کر کھایا ہے اور آئینہ کمالات کے اخیر میں اس قسم کے مالوں کو حلال اور جائز ثابت کرنے کے لیے شریعت اسلامی میں ایک نئے حکم کا اضافہ فرمایا ہے کہ نافرمان آدمی کا مال دجان اس کے ملک سے نکل کر مالک حقیقی کے قبضہ میں آجاتا ہے اور مالک حقیقی کو اختیار ہے کہ اس کو ویسے ہی ہلاک کر دے یا کسی رسول کے واسطے سے یہ تجلی بھری نازل فرما دے اصل عبارت آئینہ کمالات کی ملاحظہ ہو۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تمام حقوق پر خدا تعالیٰ کا حق غالب ہے اور ہر ایک جسم اور روح اور مال اس کی ملک ہے پھر جب انسان نافرمان ہو جاتا ہے تو اس کی ملک اصل مالک کی طرف عود کرتی ہے پھر اس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلا توسط رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے یا کسی رسول کے واسطے سے یہ تجلی بھری فرما دے بات ایک ہی ہے۔“

(آئینہ کی کمالات اسلام صفحہ ۶۰۱)

اب اگر کوئی دشمن اسلام یہ اعتراض کرے کہ نگران کا تو یہ حکم ہے یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا الایۃ

یعنی اے رسولو! پاکیزہ مال کھاؤ اور نیک کام کرو تو معلوم ہو گا چونکہ مرزا صاحب نے جو تمام انبیاء کا بروز میں اور ان کی شان تقدس کو زندہ کرنا والے کبجروں کی اجرت زنا وغیرہ کی کمائی کھائی ہے لہذا وہ بھی پاکیزہ اور حلال طیب ہے اور تمام رسول اس قسم کی پاکیزہ چیزیں کھایا کرتے تھے نیز یہ معلوم بھی ہو گیا کہ زنا بھی حلال ہے۔
(معاذ اللہ)

نیز یہ معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب کی شریعت میں ہندوستان کے اندر تمام ان مسلمانوں کا جو مرزا صاحب کو نہیں ملتے اور ایسا ہی دیگر نافرمان اقوام ہندوؤں عیسائیوں سکھوں وغیرہ کا قتل کر دینا اور ان کے مالوں کا لوٹ لٹا سب جائز ہے جیسا کہ محولہ بالا مرزائی قانون کا صاف منشاء اور مفہوم ہے اور خواہ مخواہ مرزائیوں کو اگر قدرت حاصل ہو جائے تو اسی دستاویز سے اس حکم پر وہ عامل ہوں گے۔

مرزا صاحب کے شریعت کے یہ جدید احکام ہیں اسلام کو ان سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن جب مرزا صاحب کو تمام انبیاء کا بروز اور بروزی محمد اور خاتم الانبیاء مان لیا جائے تو کسی کے سامنے آنکھ بھی نہیں اٹھا سکتے۔

... مرزا صاحب کے تشریحی نبی ہونے کا یہ بین ثبوت ہے اور یہ دعویٰ سراسر غلط ہے جو زبانی وہ کرتے ہیں کہ ہم شریعت جدیدہ کے مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو کافر سمجھتے ہیں تو اب وہ خود اپنے اقرار سے بھی کافر ہو گئے۔
حوالہ مذکورہ بالا آئینہ کمالات اسلام کی ضروری تشریح بھی لازم ہے کیونکہ اس کے بغیر ہمارا ذکر کردہ مدعا واضح نہیں ہو سکتا کیونکہ کبجروں و نجروں کو تو اس عبارت محولہ میں کوئی نام نہیں ہے لہذا اس کا شان نزول بیان کرنا ضروری ہے۔

مرزا صاحب کی عبارت محولہ بالا مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کے جواب میں ہے جس کو مرزا صاحب ”قولہ“ اور ”اقل“ کے عنوان قائم کر کے بیان کر رہے ہیں ”قولہ“ سے مولانا محمد حسین صاحب مرحوم کا اور ”اقل“ سے مرزا صاحب کا قول مراد ہے۔ مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب مرحوم نے اپنے رسالہ اشاعت السنۃ جلد ۱۵ میں مرزا صاحب کی محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی کے متعلق پچاس سوالات جرح کئے ہیں جو دوسرے نمبر میں جا کر ختم ہوئے ہیں ان میں چند سوالوں کے جواب مرزا صاحب نے دیے ہیں۔

عبارت محولہ بالا مولانا موصوف کے اٹھویں سوال جرح کا جواب ہے جو اشاعت السنۃ نمبر ۱۵ کے صفحہ ۲۶ پر بدین عبارت ہے۔

(سوال ہشتم)

ایسا شخص اگر اکثر بھوٹ بھی بوتا ہو۔ لوگوں کے مال ناجائز ذریعہ سے مارتا ہو۔ ناجائز مال اجرت زنا وغیرہ کام میں

لانا ہو غلم ایذا رسانی بے رحمی بد خلقی بد گوئی پر مصر ہو تو پھر بھی وہ اگر اس کی کوئی پیشگوئی سچی نکل آوے اس سچی پیشگوئی میں ملہم ولی محدث و مجدد اور خدا کا مخاطب ہو سکتا ہے۔

اس کی مزید توضیح سوال نمبر ۱۱ میں صفحہ ۳۷ پر ہے مولانا موصوف مرزا صاحب سے سوال کرتے ہیں » سوال یہ کہ چہارم میاں الہ دیا ساکن انبالہ سے آپ نے اپنے ملازم فتح خاں کی معرفت دو سو روپیہ یا کم و بیش منگوا یا (۲) اور وہ کیا روپیہ تھا (۳) اور آیا وہ کس کام میں آپ نے صرف کیا؟

یہ الہ دیا کنجر تھا جس نے توبہ کی تھی اس کا پہلا مال جو حرام کمائی اجرت زنا وغیرہ سے تھا مرزا صاحب نے منگوا یا اور استعمال فرمایا ان سوالات سے پہلے نمبر ۱۲ جلد ۱۴ میں مولانا موصوف میر ناصر نواب صاحب خسر مرزا صاحب کی » منٹوی در حالات مکاری اہل زمانہ « مندرجہ نمبر مذکور کے حاشیہ پر کر چکے ہیں جس میں انہوں نے جلی پیر دل خصوصاً مرزا صاحب کے حالات کا کسی قدر نقشہ کھینچا ہے چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ۔

بد معاش اب نیک از حد بن گئے یوسفی در راں بنے دجال ہیں
یوسفی در راں بنے دجال ہیں ہر طرف مارے انہوں نے جال ہیں
اسی منٹوی میں کچھ اور یہ شعر ہیں ۔

قرن سے اک دفعہ ہو جائے نجات گوٹے صدقہ کہ مل جائے زکوٰۃ
ہو تسمیوں ہی کا یا رائیڈوں کا ہو رنڈیوں کا مال ہو یا بہانڈوں کا ہو

اس دوسرے مصرعہ کی تشریح مولانا موصوف نے حاشیہ پر یہ کی ہے » چہا کہ الہ دیا نامی تائب مرحوم کا روپیہ جو اسی قسم سے تھا کار دیا نی نے منگوا یا «

غرض سوال ہشتم کا منشاء یہ ہے کہ مرزا صاحب نے الہ دیا کنجر انبالہ سے جس نے توبہ کی تھی اجرت زنا کی کمائی کا سابقہ روپیہ اپنے ملازم فتح خاں کی معرفت منگوا یا اور استعمال فرمایا ۔

مرزا صاحب نے اسی سوال ہشتم کو قولہ کے عنوان سے نقل کر کے اقول کہہ کر اس کا جواب دیا ہے اور اس کو عبارت محمولہ بالا سے جائز ثابت کر کے نئی شریعت کی تعمیر کی ہے ۔

مرزا صاحب نے اس سوال کو نقل کرنے میں عجب چالاکی کی ہے تین چار سطر کی عبارت میں سے اول دائرہ کو نقل کر کے بیچ میں سے چھوڑ گئے ہیں تاکہ مرزا صاحب کی کتاب پر پڑھنے والے کو یہ پتہ نہ لگ سکے کہ مرزا صاحب پر اجرت زنا کا حرام مال کھانے کا الزام لگایا گیا ہے اور جب تک کسی کو اشاعت السنۃ کے اصل حوالے معلوم نہ ہوں مرزا صاحب کا یہ فعل شیعہ معنی ہے لیکن دراصل یہ بڑی خیانت اور پرے درجہ کی بزدلی ہے ۔

خیر اب تو سوال بھی واضح ہو گیا اور جواب بھی واضح مرزا صاحب نے اس خبیث اور حرام مال اجرت زنا کھانے سے

انکار نہیں کیا اور نہ کر سکتے تھے ہاں یہ کر دیا اور ثابت کیا کہ یہ حلال ہے طیب ہے لیکن رسولوں کو۔ پس اگر فی الواقعہ مرزا صاحب رسول مان لیے جائیں اور آنجناب کی رسالت ہی تمام رسولوں کے لیے میزان قرار دی جائے تو نبوت اور رسالت ایک نہایت ہی ذیل چیز ہوگی جس کو کوئی شریف انسان پسند نہیں کر سکتا۔

پس درحقیقت مرزا صاحب نے اپنی عملی اور اخلاقی اور اعتقادی حالت سے نبوت اور انبیاء کی سخت توہین کی ہے اور اس لحاظ سے بھی مرزا صاحب خارج از اسلام اور کافر ہیں۔

اس قسم کے کئی واقعات ہیں لیکن بطور مشنت نمونہ از خروارے اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ ۹۔ اکتوبر کی بحث میں کہا تھا کہ جب مرزا صاحب حضرت عیسیٰ کے نزول کو اسلام کی بربادی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین خیال کرتے ہیں جو مرزا صاحب سے ان کے رعم کے مطابق گھٹیا نبی ہیں تو جو ان سے بڑھیا نبی ہیں یعنی مرزا صاحب ان کی نبوت سے بطریق اولیٰ بہت زیادہ توہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور بربادی اسلام منظور ہے۔

مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ یہ مغالطہ ہے فرق یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے یا نبوت مستقلہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مانتی پڑے گی جو مستح ہے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امتی ہونا اور یہ بھی محال ہے کیونکہ امتی کا مفہوم یہ ہے کہ جو بغیر انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محض ناقص اور گمراہ اور بے دین ہو اور قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے اس کو ایمان اور کمال نصیب ہو۔

مختار مدعا علیہ کا اور مرزا صاحب کا یہ استدلال اور فرق بالکل غلط ہے اور امتی کی یہ تعریف خود غرضی سے گمراہی گئی ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں نہ قرآن سے نہ حدیث میں اور نہ علماء اسلام میں بلکہ سراسر قرآن کریم اور تصریحات اکابر کے خلاف ہے۔

۱۰۔ مختار مدعا علیہ کے مسلم امام عبدالوہاب شغرنی یواقیت والجوہر مبحث ۳۲ میں شیخ اکبر محمد الدین ابن عربیؒ کا قول فتوحات میکہ کے باب عاش سے حدیث انا سید ولد آدم۔ ولا خیر کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر آخرالزل عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں پھر اس پر یہ شہادت بھی پیش کی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نزول فرمائیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عامل ہوں گے جس سے صاف ثابت ہے کہ تمام انبیاء خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور امتی ہیں اس میں کوئی امتناع کسی قسم کا نہیں ہے۔

(۲) صحیح حدیث میں آیا ہے لو کان موسیٰ حبیباً لہا وسعة الا اصابا عی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک اولی العزم نبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی اور تبع ہو سکتا ہے لہذا امتی کا جو مفہوم بیان کیا گیا ہے

قطعاً باطل ہے۔

(۳) یہی امام عبدالوہاب شمرانی یواقیت والہواہر صفحہ ۴۳ جلد ۲ پر شیخ اکبر قدس اللہ سرہ کا قول فتوحات کے باب الثالث والتین سے نقل فرماتے ہیں اعلہ اندہ لیس فی امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم من ہوا افضل من ابی بکر رضی اللہ عنہ علیہ السلام وذلک انہ اذا انزل بین یدی الساعۃ لایجکھ الا بشرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیکون لہ یوم القیمۃ حشران حشرۃ فی ذمۃ الرسل بلواء الرسالۃ وحشرۃ فی ذمۃ الاولیاء بلواء الولایۃ۔ یعنی اس امت میں میرے علیہ السلام کے سوا کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہے۔ کیونکہ میرے جب قیامت سے پہلے نازل ہوں گے تو شرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی چیز پر عمل نہ کریں گے پس قیامت کو ان کے دو حشر ہوں گے ایک لواء رسالت کے ساتھ رسولوں کے ذمہ میں اور دوسرا حشر لواء ولایت کے ساتھ زمرہ اولیاء میں۔

ہمارا مقصود اس سے واضح ہے حاجت تشریح نہیں کچھ اکبر قدس اللہ سرہ کے اور کئی حوالے ہیں بسکں یہی

کافی ہیں۔

(۴) اب مرزا صاحب کی سینے :- بحقیقۃ الوی صفحہ ۱۳۰ پر آیت واذ اخذ اللہ میثاق النبیین بما اتیتکم من کتب الایۃ کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں سے یہ عہد لیا تھا کہ جب آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا اس پر سب نے اقرار کیا (مختصاً) ہر گناہت ہو کہ تمام رسولان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لائے ہیں۔

(۵) مرزا صاحب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں :- وما اختلف اثنان من علماء هذه الامة في ان الغصائل انطوية التي توجد في هذه الامة قد تفوق بعض الغصائل التي توجد في الانبياء بلا صالة ولذلك قيل ان الانبياء السابقين كانوا ينظرون الى هذه الامة بعين الغبطة ونهی اکثرهم ان يكونوا منهم فلولا لیکن فی هذه الامة شیء من الغصائل التي لم توجد فی انبیاء بنی اسرائیل فلمسأوا ربهم ان يجعلهم من هذه الامة۔

یعنی بالاتفاق علماء امت کی رو سے ہے کہ اس امت میں بعض غلی فضائل ایسے جو انبیاء بنی اسرائیل کے فضائل پر فوقیت رکھتے ہیں اسی لیے کہا گیا ہے کہ پہلے انبیاء اس امت کو غیظ کی نظر سے دیکھتے تھے اور اکثر انبیاء نے یہ تمنا ظاہر کی ہے کہ کاش وہ اس امت سے ہوتے پس اگر اس امت میں کچھ ایسے فضائل نہ ہوتے جو انبیاء بنی اسرائیل میں موجود نہ تھے تو انہوں نے اپنے پروردگار سے کیوں یہ سوال کیا کہ ان کو اس امت میں سے کر دے۔

یہ عبارت واضح ہے اگر اسنی کا یہ مفہوم ہوتا کہ وہ بغیر اتباع قرآن و انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گمراہ اور بے دین

اور ناقص محض ہو تو انبیاء نبی اسرائیل سابقین نے باوجود نبوت اور رسالت کیا اپنے آپ کو گمراہ اور بے دین اور ناقص ثابت کرنے کے لیے یہ دعا کی تھی ؟

اور حسب اقرار دتیم مرزا صاحب انبیاء نے جب کہ اپنے پروردگار سے یہ دعا کی ہے کہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عالم ظاہر میں امت بنادے۔ نیز تاکہ وہ جیٹان انبیاء اور نصرت کا عہد اس دنیا میں ظاہر ہو تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ عام انبیاء کی دعا کو مسترد فرمادے لہذا اس مستحب الدعوات نے اپنی حکمت کے ماتحت اس کی یہ صورت اختیار فرمائی کہ ان سب کی طرف سے ایک ایسے نبی کو نمائندہ قرار دے کر عیانا و شہوداً امتی اور مومن اور ناصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا جس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی قسم کے مزید انتظام تھے جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واتی اولی الناس بعیدی ابن عمریم لہد یکن بینہ و بینہ بنی و انس و انزلہ۔۔۔۔۔ یعنی میں سب سے قریب تر لوگوں سے ہوں یعنی بن مریم کے ساتھ الحدیث اس حدیث کی تشریح مع اثبات احساس ائمہ کمالہ اسلام صفحہ ۳۳ پر ہے۔

اساں اس کے حضرت علی علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسب تصریح مرزا صاحب بیٹا نونہ کی نسبت بھی ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے سرمہ چشم ائمہ کے صفحہ ۱۸۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے ”سو حضرت مسیح نے ان نبیوں کو جو شریعت موسوی کی حمایت کے لیے ان سے پہلے آئے تھے مثلاً طور پر قرب کے درجہ میں بطور نوکروں کے بیان کیا ہے اور پر اپنے لیے قرب کے دوم درجہ کا اشارہ کر کے بیٹے کے لفظ سے اپنے اس مقام قرب کو ظاہر فرمایا ہے اور میرے برابر درجہ قرب کا جو مظہر اتم الوہیت ہے وہ شخص قرار دیا ہے جو بیٹے کے مارے جانے کے بعد آئے گا جو باغ کمالک اور نوکروں کا آقا اور اس بیٹے کا باپ مجازی ہے پھر اس حاشیہ کے حاشیہ پر صفحہ ۱۸۶ میں لکھتے ہیں ”بعض آثار میں آیا ہے کہ حضرت مریم سدیقہ الدہ حضرت مسیح علیہ السلام عالم آخرت میں زوجہ مطہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی یہ قول غالباً اسی مناسبت سے اور باپ سے پیدا ہونے سے یہ عالم تمثیل میں حضرت مسیح علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بطور بیٹے کے ٹھہرے تو ان کی دالہ بطور زوجہ کے ہوئی۔ منہ“

اس جملہ سے معلوم ہو گیا کہ حضرت بیٹے علیہ السلام کا امتی ہونا تو درکنار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب تصریح مجازی بیٹا ہونا بھی ثابت ہے۔ لہذا امتی کا وہ مفہوم جو مختار مدعا علیہ نے بیان کیا ہے قطعاً باطل ہے۔

(۴) اب قرآن شریف ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ صَدَقْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ نَعْلِمُھُمْ یَتَذَكَّرُونَ الذین

آتینا ہم الکتاب من قبلہ ہم بہ یؤمنون و اذا بئلی علیہم قالوا امنا بہ انہ الحق من ربنا انما کننا من قبلہ مسلمین او لکنک یوتون اجرہم موتین بہما صبر و الایۃ ۔

یعنی ہم نے پے درپے ان کے لیے اپنے کلام کو اتارا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں جن لوگوں کو ان سے پہلے ہم نے کتاب ہی پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان پر ہماری کتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے ہم اس سے پہلے فرماں بردار تھے ان لوگوں کو ان کے صبر کی وجہ سے دہرا دیا جائے گا الخ۔ اب بتائیے وہ مؤمنین اہل کتاب جو قرآن کریم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور امتی بنے کیا وہ اس سے پہلے گمراہ بے دین اور ناقص تھے یا وہ مسلمین مؤمنین تھے اور امتی بن کر دہرے اجد کے مستحق بنے۔

(۷) احادیث صحیح میں آیا جن کے حوالہ کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ تین شخصوں کو دہرا اجر ملے گا۔

(۱) وہ شخص جس نے کسی اپنی لونڈی کی تربیت کی اور عمدہ ادب سکھایا پھر اس کو آزاد کر کے نکاح کر لیا۔

(۲) وہ مومن اہل کتاب جو اپنی کتاب پر ایمان لایا (بعدہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔

(۳) وہ غلام جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اپنے مالک کی خیر خواہی کی۔

دلائل و شواہد مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ امتی کا وہ مفہوم جو مختار مدعا علیہ اور مرزا صاحب نے بیان کیا ہے غلط

اور باطل اور اتباع ہوائی اور خود غرضی پر مبنی ہے لہذا وجہ فرق جو مابین مرزا صاحب اور حضرت علی علیہ السلام اور بارہ توہین و تنک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان کی گئی تھی باطل ہو گئی اور مختار مدعا علیہ کا الزام توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مرزا صاحب کا مسلمہ کفر تھا قائم اور بدستور رہا۔

قول مختار مدعا علیہ رہی یہ بات کہ مرزا صاحب نے عقیدہ حیات مسیح کو شرک عظیم قرار دیا ہے یہ تسمیۃ النشی بہما یطوّل البیہ کی قسم سے ہے جس طرح انگور کو شراب سے تعبیر کیا گیا ہے اور چونکہ لاکھوں مسلمان اس عقیدہ کی وجہ سے عیسائی ہو گئے تھے اس لیے مرزا صاحب نے اس عقیدہ کو شرک عظیم قرار دیا ہے یہ قول مختار مدعا علیہ کے اعتراض کو رفع نہیں کر سکتا کیونکہ انگور کو شراب کہنا مجاز ہے جس کا قرینہ موجود ہے کیونکہ عصر یعنی چھوٹا انگور کی صفت ہے نہ شراب کی برخلاف مرزا صاحب کے اس قول کے کہ وہاں کوئی قرینہ معنی مجازی کا موجود نہیں ہے بلکہ شرک کو عظیم کہہ کر حقیقت کو اور حکم کیا گیا ہے اسی طرح مرزا صاحب نے اپنی تحریروں میں اس کو مخلوق پرستی کا ستون کہہ کر ارادہ مجاز کے خلاف گویا ایک زبردست دلیل قائم کر دی ہے۔

(الا ستفتاء ص ۷۷) پر لکھتے ہیں۔ واللہ ثم یجتمع حیات هذا الدین و حیات ابن مریح یعنی قسم

ہے اللہ تعالیٰ کی دین اسلام کی زندگی اور ابن مریم کی زندگی ہرگز جمع نہ ہوں گی۔ دیکھئے کس تاکید شدید اور قسم کے ساتھ حیات مسیح علیہ السلام کو دین اسلام کی موت قرار دیا گیا ہے۔

اور ضمیمہ برائین احمدیہ تصدیق کے صفحہ ۲۲۷ پر لکھتے ہیں کہ افسوس کہ اسلام بت پرستی سے بہت دور تھا لیکن آخر کار اسلام میں بت پرستی کے رنگ میں یہ عقیدہ پیدا ہو گیا۔

غرض مرزا صاحب نے مندرجہ ذیل الفاظ سے عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کو ذکر کیا ہے شرک عظیم جو نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ مخلوق پرستی کا ستون۔ اسلام کی نقیض یا اسلام کی موت بت پرستی وغیرہ اب ظاہر ہے کہ یہاں تسمیۃ الشیء بمآلہ قول الیہ۔ کی تاویل کارگر نہیں ہو سکتی باقی رہا مختار مدعا علیہ کا حضرت گنگوہی قدس سرہ کے فتویٰ اور حدیث مسلم سے استنباد اور ان پر قیاس بالکل غلط اور قیاس مع الفارق ہے کیونکہ حضرت گنگوہی قدس سرہ نے نادر ڈالنے اور بت کو سجدہ کر غوالے کو مشرک کہا ہے اور دیا کار یا اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر قسم کھانے والے کو فاسق اور گناہگار کہا ہے گو ان افعال کو بھی شرک کہا گیا ہے لیکن قابل تاویل اور شرک دون شرک کی قسم سے لیکن مرزا صاحب نے شرک عظیم مخلوق پرستی بت پرستی نقیض اسلام کے اوصاف سے عقیدہ حیات مسیح کو متصف قرار دیا ہے لہذا اس کا مرتکب بقول مرزا صاحب حسب فتویٰ گنگوہی قدس سرہ مشرک بت پرست ہو گا۔

نہ قسم ادنیٰ شرک کا مرتکب اور فاسق و گناہگار۔ اسی طرح حدیث مسلم بین الرجل و بین الشکر و الکفر ترک الصلوٰۃ میں ترک صلوٰۃ کو شرک و کفر نہیں کہا گیا بلکہ درستی حد کہا گیا ہے پس یہاں تو منجرائی الشکر کی تاویل کی بھی حاجت نہ رہی۔ اس تاویل کی تب ضرورت ہوتی جب ترک صلوٰۃ کو شرک کہا جاتا۔

مقارنہ مدعا علیہ کا یہ قول کہ لاکھوں مسلمان اس عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کی وجہ سے عیسائی ہو گئے تھے اس بناء پر مرزا صاحب نے اس کو شرک قرار دیا بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے کیا ان لاکھوں عیسائی ہونیوالوں نے اپنے ازداد کی یہ وجہ بیان کی ہے ہرگز نہیں یہ لوگ جو عیسائی ہوئے ہیں بعض تو اصول مقدسہ اسلام سے نادانیت کی وجہ سے اور اکثر اور اغلب خواہشات اور حظوظ نفسانیہ کے استیفاء اور حقیقتہ الدنیا کی خاطر عیسائی ہوئے ہیں بلکہ پہلی قسم کے تو بالکل اقل قلیل اور الشاد النادر کا معدوم کے حکم میں ہیں۔

اسی عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کے اسلام میں موجود ہوتے ہوئے لاکھوں عیسائی اسلام میں داخل ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں اور کئی بد نصیب اسلام کو ترک کر کے مرتد ہو جاتے ہیں اسی طرح کئی آدمی مرزاویت کو ترک کر کے عیسائی ہوئے خصوصاً جب کہ آئقہم کی نسبت مرزا صاحب کی پیشگوئی غلط نکلی چیدا کہ مرزا صاحب نے بھی دبی زبان میں سے انوار الاسلام میں تسلیم کر لیا ہے کیا ان کے عیسائی ہونے کا باعث حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ تھا؟

پس عقیدہ مذکورہ کو شرک عظیم قرار دینے کی جو وجہ گھڑی گئی ہے محض بہانہ غلط اور غلاف واقعہ ہے مرزا صاحب نے اس عقیدہ کو بت پرستی اور شرک عظیم قرار دے کر تمام امت کی عامۃً و خاصۃً توہین کی ہے نہ علماء اس توہین کی زد سے بچ سکتے ہیں نہ اولیاء نہ مجددین و محدثین نہ تابعین نہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور نہ ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مرزا صاحب نے نہ صرف توہین کی ہے بلکہ سب کو شرک قرار دے کر ایسے کفر کا ارتکاب کیا ہے جس کو اگر بغاوت نظر دکھا جائے تو روٹنگے بدن پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس وقت حیات مسیح علیہ السلام کے دلائل وغیرہ سے بحث نہیں ہے لیکن جہانگ مسئلہ مذکورہ کا تعلق ہے یہ ثابت کرنا چاہئے ذمہ لازم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم اور تمام امت کا مذہب یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور قیامت کے قریب دنیا میں اگر دجال کو قتل کریں گے۔

مرزا صاحب کا بھی بزم خود ملہم ہونے کے بعد اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف کے صحیح معنی پڑھ لینے کے باوجود بارہ سال کے لمبے عرصہ تک یہی عقیدہ تھا اس عرصہ میں آپ نے اپنی اس کتاب میں جو باہر الہی آپ نے تصنیف فرمائی تھی قرآن شریف اور اپنے الہام سے اس مسئلہ کو ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور اپنی نسبت یہ دعویٰ کیا کہ میں مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہوں اور حضرت مسیح علیہ السلام پیش کوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور سمائی طور پر مصداق ہے اویہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا عمل اور مورد ہے ملاحظہ ہو حاشیہ برائین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ تحت الہام و آیت هو الذی ارسل رسولہ بالہدایۃ دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ - (الی) اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا عمل اور مورد ہے۔

نیز ملاحظہ ہو حاشیہ برائین احمدیہ صفحہ ۵۰۵ تحت آیت والہام عسیٰ د بکھ ان یوحکمک وان عدتم عدنا وجعلنا جہنم لکاذبین حصیاً - (الی) یعنی افاق اور احسان سے اتمام حجت کر رہا ہے۔

مرزا صاحب کو یہ مسلم ہے بلکہ ان کی تصریح ہے کہ میں بارہ سال تک بعد الہام اسی عقیدہ پر تھا چنانچہ اپنی کتاب اعجاز احمدی صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں ”بہر میں تقریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے برائین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما ہوا جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آگیا کہ میرے پر اسل حقیقت کھول دی جائے تب تو اتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔

پس جب اس بارہ میں انتہائیک خدا کی دچی پہنچی اور مجھے حکم ہوا کہ مادمعہ ما تو میر یعنی جو تجھے حکم ہوتا ہے وہ کھول

کہ لوگوں کو سنا لے اور بہت سے نشان مجھے دیے گئے اور میرے دل میں روز روشن کی طرح یقین بٹھایا گیا تب میں نے لوگوں کو یہ پیغام پہنچا دیا۔

مقتار مدعا علیہ نے اسی مضمون کو اپنے جواب بحث میں باختصار بیان کیا ہے اور آخر میں کہا ہے کہ مرزا صاحب کے اس رسمی عقیدہ کے بعد جس پر وہ تھے جب خدا تعالیٰ نے جب ان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فوت ہونا ظاہر کر دیا تو آپ نے لوگوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا اعلان کر دیا اور قرآن و حدیث سے ان کی وفات کے مسئلہ کو الم نشرح کر دیا مختار مدعا علیہ کا اور مرزا صاحب کا یہ بیان کہ مرزا صاحب مسلمانوں کے رسمی عقیدہ پر تھے سرتاپا غلط ہے بلکہ مرزا صاحب محض رسمی اور تقلیدی عقیدہ پر نہ تھے بلکہ مرزا صاحب نے قرآن اور اپنے الہام کی روشنی میں اس عقیدہ کو اختیار کر رکھا تھا جیسا کہ براہین احمدیہ کے منقولہ بالا حوالوں صفحہ ۴۹۸، ۴۹۹ اور صفحہ ۵۰۵ سے ظاہر اور عیاں ہے۔

یہ بھی طرفہ تماشہ ہے کہ بارہ برس تک تو قرآن و حدیث سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کرتے رہے اور معنی قرآن بھی اس وقت اللہ تعالیٰ کے پڑھائے ہوئے صحیح صحیح تھے اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم کی تیس آیتوں میں سے کسی آیت کے معنی میں یہ نہ فرمایا کہ اس آیت سے وفات مسیح علیہ السلام ثابت ہے اور نہ مرزا صاحب کو براہین احمدیہ میں حیات مسیح علیہ السلام کے اقرار کے بعد متنبہ کیا کہ یہ غلط ہے اور حق وفات مسیح کا عقیدہ ہے جب بارہ برس گزر گئے تو خدا تعالیٰ نے پے درپے متواتر الہام اس مضمون کے شروع کر دیے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں مرزا صاحب بھی پہلی بار تو ان الہاموں سے بہت گھبرا گئے ہوں گے کیونکہ پہلا عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کا بھی مرزا صاحب کے ابتدائی الہام الرحمن علم القرآن لتتذکر قوماً ما اذ راباؤم وللتستبین سبیل المجرمین - کی بناء پر اللہ میاں کا تعلیم کردہ تھا کیونکہ اس الہام کا ترجمہ براہین احمدیہ میں یہی مندرج ہے اور یہی ہو سکتا ہے کہ رجن نے تمہیں قرآن مجید کے صحیح معنی پڑھا دیے ہیں الہام اور حیات مسیح کا عقیدہ قرآن اور الہام سے ہی ثابت کیا گیا تھا اس لیے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی اس تناقض بیانی سے تردد کا جو نا اور گھبراہٹ لازمی تھی ایسی صورت میں ایک دو یا پانچ سات بار کے الہام سے مرزا صاحب کو وفات مسیح علیہ السلام کا یقین کیونکر آ سکتا تھا لہذا اللہ تعالیٰ کو تہنیک و کرمنا پڑا کہ مرزا صاحب کو متواتر پے درپے بکثرت الہام کئے جو ایک بڑے مینہ سے مشابہ تھے اور وحی الہی اتنی روشن انتہاء تک پہنچ گئی اور ماسوا اس کے اور بہت سے نشان دیے گئے اور یقین کو مرزا صاحب کے دل میں روز کی طرح بٹھا دیا گیا تو مرزا صاحب بھی کسی قدر مطمئن ہو گئے۔

کثرت الہامات کا ذکر جو وفات مسیح علیہ السلام کے بارہ میں مرزا صاحب کو جوئے عبارت مخلوہ اعجاز احمدی کے علاوہ حمامۃ البشری کے صفحہ ۱۳ پر بدیں الفاظ مرزا صاحب نے کیا ہے واللہ ما قلت قولا فی وفات

المسیح وعدم نفعه وقيام مقامه (الابعد الالهام المتواتر المتتابع المآذل كالوايل وبعد مكاشفات صريحة بينة متينة كخلق الصبح - يعني قسم ہے اللہ کی کہ میں نے مسیح کی وفات اور دوبارہ نہ آنے اور میرے اُن کا قائم مقام ہونے کا عقیدہ اختیار نہیں کیا مگر ایسے الہاموں کے بعد جو مؤثر پہ درپے اور ایک بڑی بارش کی طرح مجھ پر اترنے والے تھے اور ایسے مکاشفات کے بعد جو صریح اور بالکل صاف اور صیح صافی کی طرح روشن تھے ۔

اسی طرح حقیقتہ الوحی وغیرہ کتابوں میں بھی حوالے ہیں لیکن یہ دو حوالے ہی کافی ہیں ۔
 حوالجات مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وفات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ مرزا صاحب کو الہامات نے تعلیم کیا ہے نہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتیم نے مرزا صاحب اور ان کی جماعت اور مختارہ عالمیہ کی دعویٰ کہ مرزا صاحب نے اس کو قرآن وحدیث سے الم نشرح کر دیا صاف جھوٹ اور قرآن کریم اور حدیث پر سراسر ہتھکنڈ ہے اگر یہ مسئلہ قرآن کریم اور احادیث سے الم نشرح ہوتا تو اور امت کو جانے دو مرزا صاحب کیوں قرآن کریم اور احادیث اور اپنے الہامات سے حیات مسیح علیہ السلام کا ثبات کرتے اور بارہ سال کے عرصہ دراز تک اس پر قائم رہتے قرآن کریم اور الہامات کا ذکر اور ان سے حیات مسیح علیہ السلام کا ثبات تو بحوالہ ہر ایمین احمدیہ صفحہ ۹۸ ص ۴۹۹ و صفحہ ۵۰۵ اور گند چکا ہے احادیث سے اثبات کا ذکر جو مرزا صاحب نے کیا ان شاء اللہ تعالیٰ اُس نہ لگے گا ۔

(بحوالہ اذکار اہام وتوضیح المزم د شہادت القرآن)

اس کے بعد جب مرزا صاحب کے خیالات نے پٹا کھایا اور وفات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ کسی ملہم کے الہام نے آپ کو تعلیم کیا تو اس وقت مرزا صاحب نے قرآن کریم کو اپنے خیالات کے سانچے میں ڈالنا شروع کر دیا اور حکم تحریفون الکلم عن مواضع قرآن کریم کی تیس آیتوں سے وفات مسیح علیہ السلام کے ثبوت کا دعویٰ کر دیا پس ایک حق پرست ایماندار کے لیے تو مرزا صاحب کی یہ کاروائی سراسر باطل ہے اور اس امر کا یقین ثبوت کہ مرزا صاحب قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو محض آلہ کار برائے سمجھ کر استعمال کرتے ہیں جوں جوں مرزا صاحب کے خیالات پلٹتے جاتے ہیں ان کے ساتھ ساتھ ہی قرآن اور حدیث کے معنی بھی پلٹتے جاتے ہیں ۔ اور مختار مدعا علیہ اس کو قرآن اور حدیث سے الم نشرح کرنا سمجھتا ہے جو ایک مضحکہ خیز خیال اور سراسر غلطی ہے اور مرزا صاحب کے قرآن پر ایمان نہ ہونے کا ایک یقین ثبوت ۔

یہاں تک تو مرزا صاحب کے رسمی عقیدہ نہ ہونے کا ذکر تھا اب یہ ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک تمام امت حیات مسیح علیہ السلام کی معتقدہ جلی آتی ہے اور وہ بقتولی مرزا صاحب سب کے سب مشرک ٹھہرے معاذ اللہ میں اس وقت اسلامی کتب تفاسیر احادیث وغیرہ سے حوالے پیش کرنا اور دلائل عقیدہ حیات بیان کرنا نہیں چاہتا بلکہ صرف مرزا صاحب کی کتابوں سے ثابت کر دے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اسی عقیدہ کے معتقد تھے ۔

(۱) مرزا صاحب اپنی کتاب توضیح المرام کے آغاز صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں جس کے ٹائٹل پر الہامی الہامی لکھا ہوا ہے۔

”مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح بن مریم اسی عصری وجود سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور پھر وہ کسی زمانہ میں آسمان سے اتریں گے“ میں اس خیال کا غلط ہونا اپنے اسی رسالہ میں لکھ چکا ہوں اور نیز یہ بھی بیان کر چکا ہوں کہ اس نزول سے مراد درحقیقت مسیح بن مریم کا نزول نہیں بلکہ استغاثہ کے طور پر ایک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی ہے جس کا مصداق حسب اعلام دالہام الہی بھی عاجز ہے“

(۲) اور اس کتاب کے صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں ”اب پہلے ہم صفائی بیان کے لیے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور احادیث کی کتابوں کے رد سے جن نبیوں کا اسی وجود عصری کے ساتھ آسمان پر جلا تصور کیا گیا ہے وہ درحقیقت ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے دوسرے مسیح بن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں ان دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کر رہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانہ میں زمین پر اتریں گے اور تم ان کو آسمان سے اُتے دیکھو گے انہیں کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبویہ میں بھی پائے جاتے ہیں“

(۳) افسوس کہ اس صحیح اور واقعی امر کے سمجھنے میں غلط فہمی کر کے کوئی اندیش لوگوں نے کس قدر بڑی غلطی کھائی جس کی وجہ سے وہ حدیثوں کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں اگرچہ یہ تو صحیح ہے کہ حدیثوں کا وہ حصہ جو تعامل قویٰ فعلی کے سلسلے سے باہر ہے اور قرآن سے تصدیق یافتہ نہیں یقیناً کمال کے مرتبہ پر مسلم نہیں ہو سکتا لیکن وہ دوسرا حصہ جو تعامل کے سلسلہ میں آگیا اور کردار مخلوقات ابتداء سے اس پر اپنے عملی طریقے سے قائم اور محافظ چلی آئی ہے اس کو ظنی اور نسبی کیونکر کہا جائے ایک دنیا کا مسلسل تعامل جو بیٹوں سے باپوں تک اور بالوں سے دادوں تک اور دادوں سے پردادوں تک بدیہی طور پر مشہور ہو گیا اور اپنے اصل مبداء تک اس کے آثار اور انوار نظر آگئے اس میں تو ایک ذرہ شک کی گنجائش نہیں رہ سکتی اور بغیر اس کے انسان کو کچھ بن نہیں پڑتا کہ ایسے مسلسل عمل درآمد کو اول درجہ کے یقینات میں سے یقین کرے پھر جب کہ ائمہ حدیث نے اس سلسلہ تعامل کے ساتھ ایک اور سلسلہ قائم کیا اور امور تعاملی کا اسناد و راستہ اور متدین راویوں کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا تو پھر بھی ان پر جس کرنا درحقیقت الہامی لوگوں کا کام ہے جن کو بصیرت ایمانی اور عقل انسانی کا کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔

اب اس تمہید کے بعد یہ بھی واضح ہو کہ مسیح موعود کے بارے میں جو احادیث میں پیشگوئی ہے وہ ایسی نہیں ہے کہ جس کو صرف ائمہ حدیث نے چند ردایوں کی بناء پر لکھا ہو بس بلکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ پیشگوئی عقیدہ کے طور پر ابتداء سے مسلمانوں کے گروہ و رشتہ میں داخل چلی آتی ہے گویا جس قدر اس وقت ردے زمین پر مسلمان تھے اسی قدر اس پیشگوئی کی صحت پر شہادتیں موجود تھیں کیونکہ عقیدہ کے طور پر وہ اس کو ابتداء سے یاد کرتے چلے آتے تھے اور ائمہ حدیث امام

بخاری وغیرہ نے اس پیشگوئی کی نسبت اگر کوئی امر اپنی کوشش سے نکالا ہے تو صرف یہی کہ جب اس کو کوڑہا مسلمانوں میں مشہور اور زبان زد پایا تو اپنے قاعدہ کے موافق مسلمانوں کے اس قولی تعال کے لیے روایتی سند کو تلاش کر کے پیدا کیا اور روایات صحیح مرفوعہ متصلہ سے جن کا ایک ذخیرہ ان کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اسناد کو دکھایا۔
 علاوہ اس کے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ اگر نحو ذیل لکھ دیا ہے تو اس افتراء کی مسلمانوں کو کیا ضرورت تھی اور کیوں انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا اور کس مجبوری نے ان کو اس پر آمادہ کیا تھا،

(شہادت القرآن صفحہ ۸ و ۹)

ان حوالہ جات سے مفصل ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) مسلمانوں کا عقیدہ حیات علیٰ علیہ السلام اور یقینہ ان کے نزول کا ہے نہ کسی مثیل مسیح کا جس کو اب مرزائی اصطلاح میں مسیح موعود سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۲) یہ عقیدہ آنحضرت کے اقوال مقدسہ یعنی احادیث نبویہ سے پیدا ہوا ہے۔

(۳) یہ عقیدہ ابتدا سے مسلمانوں کے رگ دریشہ میں داخل چلا آیا ہے اور تعالٰیٰ اعتدائی کے طور پر سلسلہ بہ سلسلہ اپنے اصل مبدئ تک اس کے آثار اور انوار نظر آ رہے ہیں۔

(۴) جو امور سلسلہ اسناد کے ساتھ سلسلہ تعالٰیٰ اعتقادی یا عملی سے ثابت ہو جائیں وہ اول درجہ کے یقینات ہوتے ہیں ان پر جرح کرنا حدیثیت ان لوگوں کا کام ہے جن کو بصیرت ایمانی اور عقل انسانی سے کچھ بھی حقہ نہیں ملا۔

(۵) مرزا صاحب اس عقیدہ کو اب الہام اور اعلام الہی سے غلط جانتے تھے۔

(۶) پہلے مرزا صاحب بھی اس کو احادیث کی بنا پر صیح مانتے تھے اور اسی عقیدہ کے معتقد تھے۔

نتیجہ یہ کہ اگرچہ حوالہ جات سابقہ سے ثابت ہو رہا ہے لیکن مزید توضیح کے لیے ایک حوالہ ازالہ ادبام صفحہ ۱۹۸ تقطیع خود سے نقل کیا جاتا ہے مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

”یہ عقیدہ جو ہر ایمان احمدیہ میں درج ہے صرف اس سرسری بیرونی کی وجہ سے ہے جو ہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مردیہ کے لحاظ سے لازم ہے“

اس عبارت سے صاف ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کا عقیدہ حیات مسیح رسمی نہ تھا بلکہ احادیث نبویہ کی پیروی کا نتیجہ تھا اور پہلے ہم ثابت کر آئے ہیں کہ برائین میں اسی عقیدہ کو مرزا صاحب نے اپنے الہام اور قرآن سے ثابت کیا ہے پس مرزا صاحب کا یہ عقیدہ قرآن و حدیث اور اپنے الہام کی بنا پر تھا۔

اس حوالہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بقول مرزا غلام احمد صاحب اس کی اصل حقیقت کا انکشاف صرف مرزا صاحب پر ہوا

ہے اور وہ بھی ان کے دعویٰ الہام کے بارہ برس بعد لہذا ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور تمام امت کا اعتقاد بزرگ مرزا صاحب اصل حقیقت کے خلاف تھا یعنی حیات مسیح علیہ السلام کا اور انہیں کے بعینہ نازل ہونے کا نہ کسی مثیل کا اور اسی بناء پر مرزا صاحب نے اسی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۹۱ پر لکھ دیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان پریم وغیرہ وغیرہ کی اصل حقیقت نہ کھلی ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں (معنی)

اس طرح مرزا صاحب نزول مسیح کی اصل حقیقت مرزا صاحب پر منکشف ہونے اور ان سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام امت پر مخفی رہنے کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے ظاہر کرے اور مخفی کرے اس کے ہر ایک فعل میں مصلحتیں حکمتیں اور امتحان ہوتے ہیں لیکن اکثر آدمی اس بات کو جانتے نہیں وہ شریعت کے ظاہر اور چھلکے کو تو جانتے ہیں اور اس کے مغز سے غافل ہیں اور جب ان پر سر حقیقت ظاہر کیا جاتا ہے تو ان کی آنکھیں اس کو حقارت سے دیکھتی ہیں اور بدگمانی کر کے کافر ہوتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ ساری امت کس طرح خطا اور غلطی پر متفق اور ہم خیال ہو گئی اور ہم کیونکر یہ سمجھ لیں کہ وہ سب غلطی پر تھے اور تم حق پر ہو۔ ان پر افسوس ہو یہ کیوں اس بات کو نہیں جانتے مانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بات پر غالب ہے جب وہ کسی بات کو چھپانے کا ارادہ کرے تو سمجھنے والے اس کو سمجھ نہیں سکتے اس کے سن کو قرآن میں پڑھ کر غافل رہتے ہیں۔

کیا وہ اس بات کو نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقررین انبیاء سے بعض باتوں کو پوشیدہ رکھتا ہے اور وہ اس اخفاء کی وجہ سے امتحان کئے جاتے ہیں اور کسی امت کا حق نہیں ہے کہ اپنے ہم میں انبیاء پر بڑھ جائے تم خدا کے امتحان سے کیوں نہیں ڈرتے کہیں نزول مسیح کی پیشگوئی تمہارے لیے قتمہ ہی نہ ہو" یہ ترجمہ ہے مرزا صاحب کی عبارت مندرجہ آئینہ کمالات اسلام صفر ۱۲۵۴ ۵۵۴ ھ یحییٰ مائیشا ویدی و فی کل فعلہ مصالحم و حکمہ و ابتلات (الی) ولعل نبأ نزول المسيح یكون فتنة لکم۔

عبادت محولہ میں مرزا صاحب نے یہ ظاہر کیا ہے کہ نزول مسیح علیہ السلام کا مسئلہ مسلمانوں کے لیے ایک قتمہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ مخفی رکھا اور ساری امت اس کی اصل حقیقت کے سمجھنے میں غلطی پر تھی اور جب اللہ تعالیٰ مقررین انبیاء پر بھی بعض باتوں کی حقیقت کو مخفی رکھتا ہے تو امت پلینے ہم اور سمجھ میں نبی سے کیونکر بڑھ سکتی ہے۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۵۲ ۵۵۳ پر لکھتے ہیں فخر صرعت فی حضرۃ اللہ تعالیٰ و طرحت بین یدیه متمنیاً لکشف سوا نزول و کشف حقیقۃ الدجال (الی) فاخبر فی دینی ان النزول روحانی لا جسمانی۔

یعنی میں نے خدا کے حضور میں تضرع کیا اور نزول مسیح کا سر اور حقیقت دجال کے انکشاف کی آرزو میں خدا کے سامنے میں نے اپنے آپ کو گرا دیا تاکہ مجھے علم یقین اور عین یقین حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ کی عنایت میری تعلیم اور تعہد کی طرف متوجہ ہوئی

اور اس نے مجھے اپنی طرف سے الہام کیا اور تعلیم کیا کہ نزولِ مسیح کا اصل مفہوم صحیح ہے لیکن مسلمانوں نے اس کی حقیقت کو نہیں سمجھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فلاں کو مخفی رکھنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور مکر اور ابتلا ان کے انہام پر غالب آگیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے منہ کو حقیقت روحانی کی طرف سے پھیر کر جہانی خیال (یعنی نزولِ جسمانی) کی طرف متوجہ کر دیا اور اسی پر قناعت کئے رہے اور یہ خبر ان کے پاس لکھی ہوئی اور قرناً بعد قرن اسی طرح چھپی ہوئی چلی آئی جس طرح دانہ بالی میں چھپا ہوا ہوتا ہے یہاں تک کہ ہمارا یہ زمانہ آگیا اور اسلام کمزور ہو گیا گناہ بڑھ گئے عیسائی نابہو گئے اور انہوں نے ان عشاق پر جو عربین کے شکار کی مانند تھے حملہ کر دیا اور ہم پر وہ مصیبتیں آئیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا اور زمین ہم پر تنگ ہو گئی اور ناصرین کو دیکھتے دیکھتے ہماری آنکھیں سوچ گئیں تو (اب) اللہ تعالیٰ نے صداقت کی صبح کے ظاہر کرنے کا ارادہ کیا..... اور مجھے یہ خبر دی کہ نزولِ روحانی ہے جسمانی نہیں۔

خلاصہ کلام بالا یہ ہے کہ حقیقتِ نزولِ مسیح علیہ السلام کا اظہار اللہ تعالیٰ نے صرف مرزا صاحب پر کیا اور وہ بھی بڑے تفسیر و تفسیر اور اس کی حقیقت کی آرزو میں مرزا صاحب کے اپنے آپ کو حضورِ خداوندی میں ڈال دینے کے بعد اور اس سے پہلے قرآنِ اسلام میں یہ خبر ایسی مخفی تھی جس طرح ایک دانہ بالی میں چھپا ہوتا ہے اور یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو مخفی رکھنے کا ارادہ کر لیا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مکر اور ابتلا اور تقدیر کے ماتحت مسلمانوں کے منہ پر حقیقتِ روحانی سے نزولِ جسمانی کی طرف بھیر دیے اور ان کو شرک اور جھوٹ کی اندھیری رات میں رکھا جب مرزا صاحب کا زمانہ آیا تو صداقت کی صبح نمودار کر دی خبر یہ بات تو الگ رہی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی امت کو اس تکلف سے (معاذ اللہ) گلزارِ مشرک بنانے میں بقول مرزا صاحب کیا لطف تھا؟ لیکن یہ بات نہایت صفائی سے مرزا صاحب نے اس جگہ واضح کر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین تبع تابعین علماء ابویا محدثین مفسرین مجددین عوام و خواص امت سب مشرک بت پرست اور مخلوق پرست تھے اور مرزا صاحب بھی باون سال کی عمر تک یعنی دعوتِ الہام کے بارہ برس بعد تک مشرک تھے مرزا صاحب کا یہ کفر بڑا عظیم الشان اور انتہائی درجہ کی توہین ہے۔

باقی رہا مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ مرزا صاحب نے پہلے لوگوں کو قابلِ معافی قرار دیا ہے یہ محض اہل فریبی اور طفلِ تسلی ہے شرک اور بت پرستی قابلِ معافی نہیں ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء اور فرمایا ومن يشرك بالله فكأنما خر من السماء فتخطفه الطير او تهوى به الريح في مكان سحيق (حج) اور شرک سے مراد منجلی الشُرک لینے کا جواب اوپر اچکا ہے۔

نوہین مسیح علیہ السلام

(پیشگوئیاں)

قول مختار مدعا علیہ اس جگہ مرزا صاحب کو ان لوگوں کا جواب منظور ہے جو انبیاء میں اجتہادی غلطی کو نہیں مانتے اور عیسائیوں کی تردید بھی ہے مرزا صاحب حضرت عیسیٰ کی نبوت کو ثابت کر رہے ہیں نہ کہ باطل ملخصاً۔
الجواب

مرزا صاحب نے ازالہ اوہام اور اعجاز احمدی میں جن کے سوالات مذکور ہو چکے ہیں حضرت عیسیٰ کی پیشگوئیوں کو صاف صاف طور پر بھونک کر کہا ہے اور انتہائی تحقیر اور استخفاف سے ان کو بطور طعن بیان کیا ہے اور اگرچہ اجتہاد کی غلطی کے الفاظ بھی کہے جاتے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کی تکذیب بھی اس زور شور سے اور صفائی سے کرتے ہیں جو ان کو اجتہادی غلطی کے حدود میں رہنے نہیں دیتی حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کا اقرار بھی کرتے ہیں لیکن ضعیف اور کمزور پیرایہ میں اور ابطال نبوت کے دلائل بڑے زبردست اسلوب اور پر شوکت الفاظ میں بیان کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اجتہادی غلطی کا مہمانہ اور اقرار نبوت انتہاء اور تسخر ہے ملاحظہ ہو ازالہ اوہام تقطیع خرد صفحہ ۸۷ لے نفسانی مولوی اور شنگ نازد و! تم پر افسوس دالی! لغزشیں پیش آگئیں۔

ظاہر ہے کہ اس عبارت میں علماء اسلام اور صوفیاء کرام مرزا صاحب کے مخاطب ہیں نہ عیسائی۔ بقول مرزا صاحب علماء اسلام نے مطالبہ کیا کہ اگر تم مسیح ہو تو معجزات مسیح دکھاؤ جس کے جواب میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ احیاء جسمانی کچھ چیز نہیں احیاء روحانی کے لیے یہ عاجز آیا اور اس کا ظہور ہوگا۔

(۲) دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ تمہارا اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی العجب نہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خلاف یا پیش خیر یوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔

کیا مالا ب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق کو دور نہیں کرتا اور پیشگوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ اتر ہے۔

کیا یہ بھی کچھ پیشگوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے مری بڑے گی لڑائیاں ہوں گی قحط پڑیں گے اور اس سے زیادہ تر قاب افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں مسیح نکل نہیں سکیں انہوں نے یہود اسکر لوی کو بہشت کے بارہ تختوں میں سے ایک تخت دیا تھا جس سے وہ آخر محرم رہ گیا اور پطرس کو نہ صرف تخت بلکہ آسمان کی کنجیاں بھی دے

- (۱) مرزا صاحب کی تمام پیشگوئیاں نہایت صفائی سے پوری ہو گئیں ایک بھی جھوٹی نہیں ہوئی
- (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر یہودی فاضل کے واقعی ایسے سخت اعتراض ہیں جن کا جواب نہ مرزا صاحب دے سکتے ہیں نہ کوئی اور علماء اسلام میں سے نہ کوئی عیسائی۔
- (۳) مرزا صاحب ان اٹل اور لا جواب اعتراضوں کا جواب دینے والے کو سورہ پیمہ انعام دیں گے ساتھ ہی اس کے یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ اپنی پیشگوئیوں کی نسبت آپ نے یہ تحدی کی ہے کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب میری پیشگوئیوں کو جھوٹا ثابت کرے تو خدا کی قسم ہر پیشگوئی پر سورہ پیمہ انعام دول گلا حظمہ ہو صفحہ ۳۳ اعجاز احمدی اور مولوی ثناء اللہ نے موضع مد میں بحث کے وقت یہ بھی کہا تھا (الی ثبوت ہمارے ذمہ ہوگا۔

- (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر کوئی دلیل نہیں۔
- (۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابطال نبوت پر کئی دلیلیں موجود ہیں۔
- (۶) ہم ان کو نبی صرف اس وجہ سے مانتے ہیں کہ قرآن نے نبیوں کے دفتر میں ان کا نام لکھ دیا ہے۔
- (۷) ان مفادات محولہ بالا میں بھی مسلمان مخاطب ہیں اگر کسی جگہ عیسائی کا ذکر ہے تو متعجب نہ ہوں اور محض ضمنی طور پر۔

عبارت صفحہ ۵ پر جو مرزا صاحب نے اس فاضل یہودی کے اعتراضات کو لا جواب قرار دیا ہے یہ وہی اعتراضات ہیں جن کو صفحہ ۴ پر مرزا صاحب نے ذکر کیا ہے یعنی تخت دؤاد بہشت کے تختوں یہود اور سکریوطی اور بطرس وغیرہ کی پیشگوئیاں جس کا حتمی رد عیسیٰ نے جواب البحت میں حوالہ دیا ہے اور صفحہ ۱۳ پر انہیں اعتراضات یہود کے بعد لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی نبوت کے ابطال پر کئی دلائل قائم ہیں اسی طرح صفحہ ۱۳ پر انہیں اعتراضات کی بناء پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر ماتم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ روئے زمین پر کوئی شخص اس عقدہ کو حل نہیں کر سکتا۔

اس بیان سے یہ امر بخوبی ثابت ہو رہا ہے کہ مرزا صاحب کے عقیدہ اور عقیدہ میں فاضل یہودی کی بیان کردہ پیشگوئیاں حقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسی صورت میں قطعاً اور یقیناً کی تھیں اور صاف اور صریح طور پر جھوٹی نکلیں اور ان کا جواب محال اور ناممکن ہے۔

اذاً وہام کی عبارت سے بھی جس کا حوالہ اوپر گذر چکا ہے یہ بات صاف ہو گئی تھی کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ اور عقیدہ ہے اور انہی حالات کی بناء پر مرزا صاحب نے کہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ابطال پر کئی دلیلیں موجود ہیں اور نبوت کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ مرزا صاحب نے اصولاً اس بات کو مانا ہے کہ ممکن نہیں کہ نبیوں کی

پیشگوئیاں باطل ہو جائیں جیسا کہ مختار مدعیہ نے بحوالہ کشتی نوح صفحہ ۵ کہا تھا لہذا ان حالات کی موجودگی میں اجتہادی غلطی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کیونکہ حسب تصریح مرزا صاحب جب کہ خود مرزا صاحب اور دیگر انبیاء علیہم السلام حتیٰ کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک جب کہ اجتہادی غلطی کہہ سکتے ہیں تو حضرت مسیحؑ کی اجتہادی غلطی پر مرزا صاحب نے اس قدر طعن و تشنیع کیوں کی اور فاضل یہودی یا شربہ یہودی کی ہمنوائی اختیار کر کے اس کو لاجواب اور لاینجل عقدہ اور دلائل ابطال نبوت عیسیٰ علیہ السلام کیوں قرار دیا۔ حالانکہ کسی اور نبی کی اجتہادی غلطی پر اس قدر سنگین الزام نہیں لگائے بلکہ اس کو انبیاء کے حق میں جائز اور ایک معمولی امر قرار دیا گیا ہے۔

پس اسی اصول سے اس شربہ یا فاضل یہودی کو جواب دیا جاسکتا ہے کہ اول تو اسلام اور قرآن کے رو سے تم عمر فین ادا کہ انہیں کے حوالوں اور کتابوں کا کوئی اعتبار ہی نہیں مرزا صاحب مختار مدعا علیہ کی محولہ عبارت صفحہ ۲۵ میں خود لکھتے ہیں ”جو بات دشمن کے منہ سے نکلے وہ قابل اعتبار نہیں“

دوم یہ کہ اگر کوئی بات اس قسم کی بعرض محال و التسلیم ہوگی تو ایسی پیشگوئی ہوگی جو محصل الوجہ اور قابل تاویل ہوگی یا بدرجہ غایت غلطی اجتہادی لیکن مرزا صاحب کے حوالجات سابقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی عیسیٰ پیشگوئیوں میں موجود نہیں نہ اجتہادی غلطی کی گنجائش نہ تاویل کی صورت اور نہ واقعات بیان کردہ یہودیوں میں کذب اور جھوٹ کا شائبہ مرزا صاحب ان واقعات کو بیخ اور صحیح جان کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں کو ایسا صاف اور صریح اور قطعی طور پر جھوٹا سمجھتے ہیں کہ ان کی تو جہہ نہ مرزا صاحب سے ہو سکتی ہے نہ روئے زمین پر کسی اور شخص سے اور مرزا صاحب کے عقیدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ابطال پر کئی اولہ قطعیہ موجود ہیں اور اثبات نبوت کی کوئی دلیل نہیں ہے لہذا مرزا صاحب کا بعض مواضع پر نہایت کمزور اسلوب اور دھیمی آواز میں اجتہادی غلطی کہنا محض ایلہ فتنہی اور تمسخر و استہزاء ہے چنانچہ وہ عبارتیں جو مختار مدعا علیہ نے صفحہ ۲۵ و ۲۶ سے نقل کی ہیں نیز صفحہ ۳۴ کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اجتہادی غلطی کا عذر بھی کرتے جاتے ہیں کہ اس سے نبوت میں خلل نہیں آتا اور ساتھ ساتھ طعن اور نبوت پر جرح و قدح بھی کرتے جاتے ہیں اور حوالجات سابقہ میں تو ابطال نبوت عیسیٰ علیہ السلام کا پورا سامان اکٹھا کر دیا ہے۔

قول مختار مدعا علیہ کہ۔

مرزا صاحب کا قرآن کریم کے سہائے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تسلیم کرنا ان کی توہین اور ہتک نہیں ہے اس کو توہین سمجھنا مختار مدعیہ کا کوئی طرز کا استدلال ہے وغیرہ کا جواب یہ ہے کہ مختار مدعیہ کا یہ منشاء نہ ہے نہ ہو سکتا ہے کیونکہ تمام انبیاء سابقین کی نبوت پر ایمان لانے کا قرآن مجید نے ہی ہم کو حکم دیا ہے اور صرف اتنی بات کسی نبی کی توہین کا جواب نہیں ہو سکتی۔

ہاں البتہ جس مخصوص انداز سے مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو قرآن سے مانا ہے وہ صرف ان کی توہین کا موجب ہے بلکہ قرآن کریم پر بھی ایک کھلا کھلا طعن ہے جس سے ایک مخالف اسلام اور قرآن نہایت آسانی سے حملہ آور ہو سکتا ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ صفحہ ۱۳ و ۱۴ اعجاز احمدی درجہ یکم پر جہاں مرزا صاحب نے اس مضمون کو بیان کیا ہے وہ عبارتیں ہم نے اوپر نقل کر دی ہیں ان کو بغور پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی نسبت مرزا صاحب نے وہاں دو متضاد باتیں جمع کر دی ہیں۔

(۱) ابطال نبوت مسیح کے دلائل کا اقرار۔

(۲) قرآن مجید کا نبیوں کے دفتر میں ان کا نام لکھ دینا

اس صورت میں مرزا صاحب کو جو مشکل درپیش ہے اس کا اندازہ کچھ مشکل نہیں ہے قرآن کریم کا صاف انکار بھی مشکل جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام نبیوں کے دفتر میں لکھ دیا ادھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے باطل ہونے پر دلائل لا جواب بھی موجود۔ حکم قہر درویش بجان درویش چارونا چارونہ ہو گا اقرار کر دیا لیکن نبوت کو باطل کرنے والے دلائل کا ذکر و اقرار بھی بالمقابل ساتھ ہی ساتھ کر رہے ہیں بہر حال اس حالت کدائی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین بلکہ انکار نبوت مصرح ہے اور اقرار اتخذوا ایما تم جنتہ الایہ کا مصداق۔

اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بشمول مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ابطال و بطلان پر ایک نہ دو کئی دہلیس موجود ہیں تو اس حقیقت نفس الامری کے برخلاف قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام نبیوں کے دفتر میں کیوں لکھ دیا اس سے تو قرآن مجید کی جرح و تعدیل کا کوئی اعتبار نہ رہا اور امان اٹھ گئی قرآن مجید تو ائینہ حقائق تھا لیکن یہاں سے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ ان لوگوں کو جن کی نبوت کے ابطال اور بطلان پر کتنی ایک دلائل فی الواقعہ موجود ہیں ان کو بھی ایک اولیٰ العزم نبی اور برگزیدہ رسول صاحب کتاب قرار دیتا ہے اندریں صورت اس کی کسی بات کا بھی اعتبار نہ رہا اور نہ وہ کتاب اللہ تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ معاذ اللہ سبحانہ و تعالیٰ عبدیصفون۔

غالباً اسی خیال سے مرزا صاحب نے صفحہ ۱۳ و ۱۴ اعجاز احمدی پر اظہار انوس کیا ہے اور لکھا ہے ”در ضمن قرآن شریف نے حضرت مسیح کو سچا قرار دیا ہے لیکن انوس سے کہنا بیڑ تا ہے کہ ان کی پیشگوئیوں پر یہود کے سخت اعتراض ہیں کسی طرح ہم ان کو دفع نہیں کر سکتے صرف قرآن کے سہارے سے ہم نے مان لیا ہے اور سچے دل سے قبول کر لیا ہے اور ہجر اس کے ان کی نبوت پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں عیسائی تو ان کی نبوت کو روٹے میں مگر

میں نبوت بھی اذات نہیں ہو سکتی ہمارے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر چھوٹی نکلیں اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے اور صفحہ ۱۳ پر ہے ”اور یہود تو حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں اور ان کی پیشگوئیوں کے بارے میں ایسے قویٰ اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی ان کا جواب دینے میں حیران میں بغیر

اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں اور یہ احسان قرآن کا ان پر ہے کہ ان کو بھی بیسیوں کے دفتر میں لکھ دیا۔

اور اوپر ثابت کیا جا چکے ہیں کہ جو یہود کے اعتراض ہیں وہی مرزا صاحب کے اعتراض ہیں اور مرزا صاحب کا عقیدہ اور عقیدہ اس امر میں ان کو موافق و مطابق ہے اور اسی خیال سے مرزا صاحب نبوت عیسویہ کے بطلان پر اولہ موجود ہونے کے باوجود قرآن مجید کے ان کی نبوت منوانے پر افسوس کر رہے ہیں۔ پس ہمارا پیش کردہ سوال مذکورہ بالا مرزا صاحب کے خیال پر وہ عقیدہ جس کی نسبت بقول مرزا صاحب یہ کہنا صحیح ہے کہ آج کون زمین پر ہے جو اس عقیدہ کو حل کر سکے اور غالباً مرزا صاحب کے کلام میں اسی عقیدہ کی طرف اشارہ لفظ حضور و قصہ عطر مدعیہ نے دفع السلاہ کی عبادت کی بناء پر جو اعتراض مرزا صاحب پر قائم کیا تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے

(۱) اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے بہت کچھ طویل تحریر لکھی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ مرزا صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ عیسائیوں کے مسمات کی بنا پر کہا ہے نہ یہ کہ وہ ان کا اپنا عقیدہ تھا یعنی کسی فاضل عورت کی نپاک کمائی کے عطر کو مسیح علیہ السلام کا استعمال کرنا یا اپنے ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھونا یا کسی بے تعلق جوان عورت کا مسیح کی خدمت کرنا یہ باتیں یہودیوں اور عیسائیوں کے مسمات سے ہیں نہ کہ مرزا صاحب کا یہ عندیہ اور عقیدہ ہے اور یہ عیسائیوں کو الزام دینے کی خاطر سے بیان ہوئی میں جیسا کہ لفظ ”نہیں سنا گیا“ اور بعد میں بنایا گیا ہے مفہوم ہوتا ہے۔

(۲) مختار مدعا علیہ کہتے ہیں کہ اسلامی تعلیم میں ان باتوں کا نشان نہیں پایا جلتا۔

(۳) مسلمان بھی اس الزام میں ملحوظ ہیں جو بغیر اکل و شرب ان کو زندہ مانتے ہیں اور بقول مرزا صاحب ان کے مخالف خدا کے مخالف نام کے مسلمان ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ وہ الزام جو مختار مدعیہ نے قائم کیا تھا کہ مرزا صاحب کا ان قصوں کو اور شراب پینے کو اس امر کا باعث قرار دینا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کا قرآن میں حضور نام نہ رکھا اور حضرت یحییٰ کا نام حضور رکھا ثابت کرتا ہے کہ مرزا صاحب اور خدا کے نزدیک درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں یہ عیب موجود تھے، ان جوابوں سے رفع نہیں ہو سکتا ملاحظہ ہو بحث مختار مدعیہ و بیان گواہان مدعیہ ص ۲۱۲۔

مختار مدعا علیہ نے حضرت مسیح کی شراب نوشی کا جو جواب دیا ہے کہ ان کی شریعت میں حلال تھی وہ بھی سست ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ درحقیقت ان کی شان کی نسبت یہ عیب اور قدح کی چیز تھی جو حضور کی صفت کے منافی تھی۔

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کو بڑی ثابت کرنے کے لیے جو یہ کہا تھا کہ یہ واقعات اور قصے محض یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک مسلم ہیں نہ مرزا صاحب کے نزدیک اور اسلامی تعلیم میں ان کا کوئی نشان نہیں اس کی نسبت جواباً گزارش ہے کہ بے شک اسلامی تعلیم میں عصمت انبیاء کا عقیدہ مسلم ہے اور ایسے فواحشات سراسر مٹانی عصمت، لہذا یہ بالکل صحیح ہے کہ اسلامی تعلیم میں ان کا کوئی نشان نہیں یہ کہنا کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ اور عقیدہ نہیں ہے۔ سراسر غلط اور جھوٹ ہے جیسا کہ مختار مدعیہ کی بحث اور گواہان مدعیہ کے بیانات سے ثابت ہے اور دافع البلاء کی عبارت میں جو تکلف اور غلط تاویل مختار مدعا علیہ نے کی ہے وہ کسی طرح صحیح نہیں اور نہ جلاب مختار مدعیہ۔

اس کے ماسوا مختار مدعا علیہ نے جو حوالہ تریاق القلوب صفحہ ۱۴۲ و ۱۴۳ کے حاشیہ در حاشیہ سے اپنے جوابات کی تائید و توثیق کے لیے پیش کیا ہے اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ عیوب و فواحش در حقیقت مسیح علیہ السلام میں موجود تھے اور مرزا صاحب کا یہی عقیدہ ہے اور مختار مدعا علیہ کا یہ قول غلط اور جھوٹ ہے کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ نہیں محض عیسائیوں اور یہودیوں کے مسلمات ہیں بلکہ اس میں تو مرزا صاحب نے غصیب ڈھالی ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ فواحش و عیوب مسیح علیہ السلام میں خدا تعالیٰ کی تعلیم اور حکم سے تھے ملاحظہ ہو حوالہ مذکورہ کی عبارت محولہ مختار مدعا علیہ ہر ایک رسول نبی یا محدث یا مامور من اللہ جو دنیا میں آئے (الی الخ) اور اسی بنا پر حضرت مسیح کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا طریق تعلیم عطا کیا تھا ۱۶۔

اس حوالہ میں مرزا صاحب نے صرف حضرت مسیح کے لیے بلکہ ہر ایک نبی اور رسول اور مامور من اللہ کے لیے اصولی طور پر یہ سنت قرار دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسے فواحش و فجور کا کے ارتکاب کی تعلیم دیتا ہے جس سے شر پر آدمی ان پر الزام لگا سکیں (معاذ اللہ سبحانہ و تعالیٰ عما یصفون)۔

مرزا صاحب کا یہ فلسفہ اسلامی فلسفہ اور قرآن کریم کی صاف تکذیب ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے قل ان اللہ لا یامر بالفسحشاء اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون نیز فرماتا ہے وینہی عن الفحشاء والمنکر یعنی کہہ دو اللہ بے حیائیوں کا حکم نہیں کرتا کیا تم اللہ پر ان باتوں کا افتراء کرتے ہو جو تم جانتے ہی نہیں یہی باقی آیات کا مفہوم ہے لیکن مرزا صاحب نے ان آیات قرآنیہ کے صریح خلاف اللہ تعالیٰ کو صریح فواحش کی تعلیم دینے والا قرار دیا اور اس کو عادت اللہ قرار دیا اور وہ ان لوگوں کے حق میں جن کو تمام دنیا کے لیے عملی نمونہ قرار دیا جاتا ہے۔ اور پھر یہ بات بھی سمجھ سے باہر ہے کہ جب بقول مرزا صاحب ایسے فواحش کا ارتکاب انبیاء سے سرزد ہو تو ان پر الزام لگانے والے شر پر اور غیبت کیونکر ہوئے لیکن اس معنی کو بھی ان شاء اللہ ہم حل کر دیں گے۔

اب ہم اپنے بیان مذکورہ بالا کی مزید توضیح اور توثیق اور مرزا صاحب کے اس عقیدہ کفریہ کو الم نشرح کرنے کے لیے

اسی کتاب تریاق القلوب کا حوالہ پیش کرتے ہیں جس کو مرزا صاحب نے زیادہ توضیح اور بسط سے بیان کیا اور اس کی مثلہ پیش کی ہیں اور اس فعل شیعہ کا فلسفہ اور حکمت بیان کی ہے۔ ————— ملاحظہ ہو

مرزا صاحب کا حاشیہ تریاق القلوب جو صفحہ ۳۲ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۲۷ تک پانچ صفحوں پر لکھا گیا ہے اس حاشیہ میں مرزا صاحب نے چند باتیں لکھی ہیں جن کا حاصل یہ ہے۔

(۱) عظیم الشان انبیاء اور صدیقین سے ایسے کاموں کا سرزد ہونا جو اخلاقی حالتوں اور معاشرتی طریق میں قابل ملامت ہوں اور ان امور کا خضر کی طرح خدا کے علم اور حکم سے ہونا۔

(۲) وہ امور اس قسم کے بھی ہوتے ہیں جن کو مال حرام کھانا۔ خون ناحق کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ عہد شکنی زنا کاری کے مال حرام کو استعمال کرنا۔ نامحرم حسین اور یحییٰ عورت سے اپنے اعضاء کو ملانا وغیرہ سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے حکم اور اجازت سے ہوتی ہیں جس طرح۔

(۳) جیسے علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آخری باتوں کا اذن دیا۔

(۴) اس قسم کی چند اور مثالیں۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور نبی اسرائیل کے قبضہ میں بے گناہ لوگوں کے مال اللہ تعالیٰ نے دیے جو نہایت قابل شرم درد و غموں سے حاصل کیے گئے تھے اور عہد شکنی سے ہمضم کئے گئے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عیسائیوں کے الزامات۔

(۳) حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر زور و فحش کے الزامات دربارہ عفت و دیانت و امانت و غضب و نفاق۔

(۴) اللہ تعالیٰ ایسا اس لیے کرتا ہے کہ تاپنے خاص مقبروں اور مجبولوں کو بد بخت شتاب کاروں سے مخفی رکھے

اور تاکہ وہ خبیث طبع انسانوں کا جنس ظاہر کرے اور شریروں کا امتحان ہو۔ ان تمام باتوں کا جواب یہ ہے

کہ مرزا صاحب نے سراسر مغالطہ اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ان امور کے حکم اور اذن کی

نسبت کرنا افتراء ہے اور تعلیم اسلامی اور قرآن مجید اہل ایمان کے خلاف رہا خضر کا واقعہ تو اس کا تعلق تکوین سے

ہے نہ تشریع اور شرائع سے اس پر انبیاء و شرائع کے اعمال کو قیاس کرنا سراسر مغالطہ ہے یا ناواقفی اور جہالت

انہوں نے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہی کہہ دیا تھا انک لن یتطیع معی صعباً۔ یعنی میں اور کام

پر ہوں تو اور کام پر یعنی تو بوجہ مامور بالشریعت ہونے کے میرے ساتھ نہیں رہ سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شیخین (صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما) کی

مندس ہستیوں میں ایسے افعال کا تسلیم کرنا مرزا صاحب کی بڑی بے باکی اور جہالت ہے علماء اسلام اور اہل سنت

والجماہ کی طرف سے مقتضی اور صدی صحابہ کی طرف سے مقتضی ہے کہ اس کے جوابات کا حقہ ڈٹے جا چکے ہیں لیکن مرزا صاحب نے تو

اس جگہ بیسیاؤں اور رد و دفع کی فتح کا اس جگہ اقرار کر کے ہتھیار ڈال دئے اور یہ کہہ کر دامن چھڑایا کہ ایسے افعال شنیعہ کا انبیاء اور اولیاء سے سرزد ہونا بحکم الہی ہوا ہی کرتا ہے گویا اعتراضات مسلم اور جواب وہ جس کو کوئی معقول انسان یکجہ وقعت نہ دے سکتا ہو کیونکہ وہ قرآن کریم اور اسلام بلکہ تمام ادیان و شرائع سماویہ کو دہم برہم کرنے والا اور ان کا مخالف اور مکتب ہے۔

بہر حال مرزا صاحب نے مسیح علیہ السلام کے قصہ کو تسلیم کر لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے فاحشہ عورتوں کی حرام کمائی کے طعنے وغیرہ کو استعمال فرماتے تھے اور جو ان حسین نامحرم عورتوں کے اعضاء سے اپنے اعضاء ملایا کرتے تھے۔

بیان مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی دروغگوئی عہد شکنی اور حرام خوری کا مرتکب قرار دیا ہے کیونکہ ان واقعات کو تسلیم کر لیا ہے اور ان کے نتائج مذکورہ بالا کو خود ہی بیان کیا ہے اور جو جواب ہے وہ سراسر نامعقول اور بمنزلہ صفر کے ہے لہذا مرزا صاحب تو ہیں عیسٰی علیہ السلام تو ہیں موسیٰ علیہ السلام کے بالخصوص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرات شیعین (ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما) اور تمام انبیاء اور اولیاء کی توہین کے بالعموم مرتکب ہوئے اور وہ اصول وضع کئے جس سے قرآن کریم اور اسلام کی تکذیب اور تخریب اور تمام ادیان حرقہ کا فضول اور لغو ہوتا ثابت ہوتا ہے لہذا اس عظیم الشان کفر کا اندازہ قیاس سے باہر ہے جو کئی کفروں پر مشتمل ہے اور جس سے تعطل شرائع اور الحاد کے تمام دروازے کھل گئے۔

اب ہم سب وعدہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ آخر مرزا صاحب کو اس عقیدہ ناشدنی اور کفر کی کیا ضرورت پیش آئی جس کو انہوں نے اس صورت میں پیش کیا جس سے تمام کارخانہ شریعت ہی دہم برہم ہوا جاتا ہے کیونکہ اگر ایسے وائش اور کبار کراڑ کتاب انبیاء سے ظہور پذیر ہونا سنتہ الشریعہ داخل مانا جائے تو امتوں کا کیا حال۔

گر ہمیں مکتب است نہیں ملا

کار طفلان تمام خواہ شد

تو جواب اس کا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ سب کچھ خود غرضی سے کیا اور کہا ہے ”درد حقیقت انبیاء ایسے فاحش سے مبرا اور معصوم ہیں۔ مرزا صاحب کی خود غرضی کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا صاحب باوجود اعلیٰ سمیحت مہمدیت صدیقیت نبوت وغیرہ مقامات عالیہ کے جن سے بڑھ کر کوئی بلندی مقصود نہیں چونکہ ایسے امور قطعاً سرزد ہوئے اس لیے مرزا صاحب سے یہ تو نہ ہو سکا کہ وہ ان سے اپنا بری ہونا ثابت کرتے ہاں یہ اصول وضع کیا کہ تمام انبیاء سے ایسے امور کا باذن الہی سرزد ہونا سنت اللہ میں داخل ہے۔ ایسے امور بہت ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کو اس اصول کی وضع پر مضطر اور مجبور کر دیا لیکن نمونہ ”و شالائم صر دو موئی باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔“

(۱) اول یہ کہ مرزا صاحب نے انبالہ کے ایک شخص سے زنا وغیرہ کی حرام کمائی کا روپیہ منگو کر استعمال کیا جس کا ثبوت اشاعت السنۃ جلد ۱۵ نمبر ۲ سے اور اس کے جواب سے جو مرزا صاحب نے اپنے کتاب ائینہ کمالات اسلام صفحہ ۴۰۱ میں دیا ہے مفصل اور پر گز پچکے مرزا صاحب نے اس روپیہ کے کھانے سے انکار نہیں کیا بلکہ ایک نیا قانون وضع کر کے اپنے نشر لچ نبی ہونے کے دعویٰ کا عملی ثبوت پیش کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نافرمان آدمی کا جان و مال خواہ وہ حربی نہ ہو رسولوں کے لیے مباح ہے اس خطرناک اور مخالف اسلام قانون کی تفصیل بھی کس قدر اور پر گز چکی ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ مرزا صاحب نے برخلاف واقعہ یہ بیان کیا تھا کہ براہین احمدیہ تین سو جزد یعنی ۴۸۰۰ چار ہزار اٹھ سو صفحہ تک میں نے تالیف کر لی ہے اور تین سو مضبوط عقلی دلائل سے قرآن کریم اہل حضرت صلی اللہ کی نبوت کی حقیقت ثابت کی گئی ہے اور یہ کتاب مشتمل ہے ایک مقدمہ اور ایک اشتہار اور چار فصل اور ایک خاتمہ پر لیکن مرزا صاحب کا یہ بیان محض جھوٹ تھا جس سے مسلمانوں کو فریب دے کر روپیہ جمع کرنا منظور تھا اور کتاب صرف تین سو جزد کے بجائے پچیس یا سینتیس جزد معہ اشتہار وغیرہ تھی جس میں تین فصل اور خاتمہ بھی ندر دہے اور بجائے تین سوا دلہ حقیقت کے تمہیدات اور الہامات اور پہلی دلیل پر ہی کتاب ختم ہو گئی ہے۔

مختار مدعا علیہ نے مولانا رحمت اللہ صاحب کی کتاب ازالہ ادہام کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے بھی کسی پادری کے جواب میں اسی قسم کی عبارت لکھی ہے جیسی دافع البلاء کی ہے کسی پادری نے اپنے رسالہ میں اس آیت سے تمک کر کے حضرت عیسیٰ کی فضیلت ثابت کی تھی اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا تھا اور مولانا رحمت اللہ صاحب نے اس کو عیسائیوں کے ان مسلمات کی بناء پر وہ طعن انہیں پر لوٹا دیا پس اسی طرح مرزا صاحب نے کیا ورنہ نہ مولانا رحمت اللہ صاحب ان عیسوی قصوں کی صداقت کے مقتضی نہ مرزا صاحب۔

بھایا گذارش ہے کہ مختار مدعا علیہ کی یہ مماثلت اور عذر سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے مولانا رحمت اللہ صاحب نے جو کچھ فرمایا وہ الزام فرمایا جیسا کہ ان کی عبارت محمولہ سے ظاہر ہے نہ قرآن مجید سے تمک اور اشتہاد کر کے اور نہ وہ ان نپاک قصوں کے مقتضی جیسا کہ مختار مدعا علیہ کا اقرار ہے نیز وہ عیسائی کا طعن کرنے کے بعد بتقا ضائے غیرت اور ضرورت فرما رہے ہیں۔ اور یہاں مرزا صاحب کے اندر یہ تینوں باتیں مفقود ہیں لہذا یہ قیاس مختار مدعا علیہ کا سراسر غلط ہے۔ مختار مدعا علیہ نے بہت سی عبارتیں مرزا صاحب کو بری ثابت کرنے کے لیے ان کی کتابوں سے نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ۔

(۱) مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں۔

(۲) مرزا صاحب نے ان کی کوئی توہین نہیں کی۔

(۳) ان کے حق میں جو طعن مرزا صاحب نے کئے ہیں وہ الزامی ہیں نہ ان کا اپنا عقیدہ ۔

(۴) مرزا صاحب نے کسی فرضی یسوع کو گایاں دی ہیں اور ضرورتاً مناظرین ایسا کیا کرتے ہیں اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بھی یہ طریق بعض جگہ پر اختیار فرمایا ہے پہلی تین باتوں کا جواب تو اس جواب الجواب بحث مختار مدعیہ اور گوہان مدعیہ خصوصاً گواہ نمبر ۲۲ کے بیانات میں کافی ہو چکا ہے ۔ اسی طرح ۳ کا جواب بھی بحوالہ صدر اپکا ہے لیکن اس کی مزید توضیح کے لیے گذارش ہے کہ مرزا صاحب نے اگرچہ کئی مواضع میں یہ عذر بیان کیا ہے لیکن ان کے طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بعض مسلمانوں کو دھوکا دے کر خاموش کرنے کا سامان ہے ۔ رہنہ جو بدزبانی اور طعن ذشیع قبیحہ انجام آقہم حاشیہ صفحہ ۴۷ تک یسوع کے نام سے کی گئی اور جن واقعات کو اسباب اور دلائل بدزبانی قرار دیا گیا ہے اکثر وہی واقعات دوسری جگہ پر مسیح اویسے وغیرہ ناموں کی طرف منسوب کئے ہیں مثلاً بیٹنگوئیاں حاشیہ صفحہ ۴۷ ضمیمہ انجام آقہم میں بنام یسوع جو بیٹنگوئیاں ہیں جن کی تذلیل اور توہین کر کے ان کو نادان اسرائیلی شریر اور مکار وغیرہ سے یاد کیا ہے وہی یعنی ازالہ اوہام صفحہ ۶۷ میں مسیح کے نام بیان ہوئی ہیں اور ان کو ابن تر قرار دیا ہے اور غلط کہا ہے بلکہ ازالہ میں اور زیادہ ہیں ۔ اور اعجاز احمدی میں بھی ان زائد کا ذکر ہے جیسا کہ اوپر جواب البحت میں مفصل مذکور ہو چکا ہے وہاں فرضی یسوع کا کوئی ذکر نہیں بلکہ مسیح یا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے ۔

معجزات کا ذکر جو یسوع کے نام سے ضمیمہ کے حاشیہ صفحہ ۶۷ پر ہے کہ حق یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا ۔ تالاب کی مٹی کا معجزہ تھا نہ یسوع کا ۔ یسوع کے ہاتھ میں سوا مکرو فریب کچھ نہ تھا یہی مضمون انکار مسیح کے نام سے صفحہ ۶۷ ازالہ اوہام میں موجود ہے نیز حاشیہ صفحہ ۳۲۱ میں اس کراہی تالاب کا ذکر موجود اور اسی ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۲۹۵ سے صفحہ ۳۲۲ تک اٹھائیس صفحہ پر معجزات مسیحی کو عمل الترب مسریم لہو ولعب مکرو شعبہ بازی قرار دیا گیا جس کا عشر عشر بھی ضمیمہ انجام آقہم میں بنام یسوع نہیں ہوا ۔

کنجریوں سے میلان صحبت حرام کمانی کا عطر جو حاشیہ ضمیمہ صفحہ ۷ بیان ہوا اس سے کہیں زیادہ صاف دافع البلاء کے آخری صفحہ اور ایک کمالات اسلام ۔ اور تریاق القلوب کا حاشیہ صفحہ ۱۱۳ و ۱۲۷ پر ہے بنام مسیح ۷ جس کو مرزا صاحب نے محقق اور صیح مانا ہے پس مرزا صاحب اور مختار مدعا علیہ کا یسوع کو فرضی کہنے کا افساد لغو اور فرضی ہے اور محض مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے ۔

لہ گئی یہ بات کہ مرزا صاحب نے کسی مناظرانہ ضرورت کے ماتحت یہ بدزبانی کی ہے تو یہ بھی بالکل غلط ہے مختار مدعیہ تے تریاق القلوب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ یہ بدزبانی گورنمنٹ کے مصالح ملکی کی غرض سے وقوع میں آئی ہے یہ بے شک مرزا صاحب کے کلام کا مہنوم ہے اسی طرح ہم نے اس جواب میں مرزا صاحب کے ان مطاعن اور فواش کی علت غائی واضح طور پر بیان کر دی ہے جو مرزا صاحب نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف منسوب کئے ہیں یعنی

فاحشہ عورتوں کی حرام کمائی کا استعمال کرنا اور جوان حسین اور نامحرم عورتوں کے اعضاء اپنے اعضاء کو ملانا۔
(العیاذ باللہ)

حضرت بیٹی علیہ السلام کی پیشگوئیوں کی توہین استغاث اور انتہائی بدذاتی کا باعث جو مرزا صاحب سے منہمک انجام آتھم میں سرزد ہوئی یہ ہے کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی متعلقہ پادری عبداللہ اُتھم جب صاف طور پر بھوٹی ٹنگی جس پر مرزا صاحب نے بڑے زور و شور سے تحدی کر کے دنیا کو اس کا منتظر بنا رکھا تھا اور اس پر بصورت بھوٹی ہونے کے اپنے لیے بڑی بڑی شرطیں اور سزائیں تجویز کی ہوئی تھیں کہ مجھ کو رو سیاہ کیا جائے گلے میں رسہ ڈالا جائے اور تمام بدکاروں اور لعینوں سے زیادہ بدکار اور لعنتی سمجھا جائے تو اس پر ہر مذہب و ملت کے عوام و خواص نے اور خصوصاً مسلمانوں اور عیسائیوں نے اشتہاروں اخباروں رسالوں نظموں وغیرہ سے مرزا صاحب کی بہت کچھ نواسخ کی اور ملامت اور تکذیب کی چاروں طرف سے بوچھاڑیں مرزا صاحب پر پڑیں جس پر مرزا صاحب نے مسلمانوں کو عموماً اور عیسائیوں کو خوب کوسا اور سب و شتم کو کمال تک پہنچایا اسی تقریب سے مرزا صاحب نے حضرت علی علیہ السلام پر بدذاتی کی جو حوالجات گواہی و محضاران فریقین میں بحوالہ ضمیمہ انجام وغیرہ پیش ہوئی ہیں۔ انجام آتھم اور ضمیمہ انجام آتھم جو مرزا صاحب کی کتابیں ہیں ان کا نام ہی ہمارے اس بیان کی تصدیق کر رہا ہے کہ اس بدذاتی کا باعث آتھم صاحب کی پیشگوئی ہے۔

اس کے علاوہ اس کی مزید تصدیق خاص اسی حاشیہ میں موجود ہے جس میں یہ بدذاتی کی گئی ہے ملاحظہ ہو شروع حاشیہ صفحہ ۳ مرزا صاحب لکھتے ہیں ”ایک مردہ پرست فتح مسیح نام نے فتح پور تحصیل بٹالہ ضلع گورداس پور سے پھر اپنی بے حیائی کو دکھا کر ایک گندہ اور بدذاتی سے بھرا ہوا خط لکھا ہے جس میں وہ پھر اپنی بے مشرمی سے کام لے کر یہ ذکر بھی دیا کہ لاتا ہے کہ آتھم کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی“

اس کے بعد اپنی تحریروں کے حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ بعد ازاں انتقاماً حضرت علی علیہ السلام پر کئی صفحات تک سب و شتم کرتے گئے ہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۸ کا حاشیہ تا صفحہ ۹۔

اور حاشیہ صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں ”مسیح عیسائیوں کی یہ حماقت ہے کہ ایسی (یعنی مسیح علیہ السلام کی) پیشگوئیوں پر تو ایمان لا دیں اور آتھم کی پیشگوئی کی نسبت جو صاف اور صریح طور پر پوری ہو گئی اب تک انہیں شک ہوئے اور اسی صفحہ پر لکھے ہیں ”یہ مردہ پرست لوگ کیسے جاہل اور خبیث طینت ہیں کہ سیدھی بات کو بھی نہیں سمجھتے فتح مسیح کو یاد رکھنا چاہیے کہ آتھم تمام پادریوں کا منہ کالا کر کے قبر میں داخل ہو چکا ہے اب کالک کاٹیک عیسائیوں کی پیشانی سے اتر نہیں سکتا“

نوٹ:-

مشر آتھم مرزا صاحب کی میعاد پیشگوئی (جو پندرہ ماہ تھی) تک نہیں مرے تھے۔

ان خواجہات اور بیان سابق سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ مرزا صاحب نے جو دزدانی حضرت علی علیہ السلام کی نسبت ضمیمہ انجام میں کی ہے وہ محض نفسانی جوش اور اپنے ذاتی انتقام لینے کے لیے مرزا صاحب نے کسی اسلامی حمایت کی خاطر اور صحیح نیت سے البدع مختار مدعا علیہ نے جو اسی صفحہ سے مرزا صاحب کا جو حوالہ پیش کیا جس میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ فتح مسیح نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی گالیاں دی ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور بڑی محض مرزا صاحب کے کہنے سے قابل تسلیم ہے کیونکہ مرزا صاحب عموماً اپنی اغراض نفسانیہ پر پردہ ڈالنے کیلئے اسلام یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتصار کا بہانہ کر دیا کرتے ہیں چنانچہ مسٹر عبداللہ آتھم کی پیشگوئی مذکورہ بالا میں بھی آپ نے وہیہ اختیار کیا تھا کہ پیش گوئی تو محض اپنے آپ کو معجزاتی ثابت کرنے کے لیے کی گئی تھی لیکن جب وہ جھوٹی ہو گئی تو میعاد گزرنے کے بعد کہہ دیا کہ چونکہ مسٹر آتھم نے اپنی گستاخی سے توبہ کرنی تھی جو درحقیقت پیش گوئی کی بنا تھی اس لیے موت کا عذاب بھی اس سے مل گیا اور ایک قصہ گھڑ لیا کہ مسٹر آتھم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک مکر وہ سخت لفظ کا استعمال اپنی کسی کتاب میں کیا تھا اور میں نے اس کو عین پیش گوئی کے وقت کہہ دیا تھا کہ تمہاری موت کی پیش گوئی کی بنا پر یہ لفظ ہے تو اس نے اسی مجمع میں دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر زبان منہ سے نکالی اور کہا کہ میں نے یہ لفظ ہرگز نہیں لکھا ملاحظہ ہو حقیقۃ الہی۔

میں کہتا ہوں کہ اگر پیشگوئی کی بنا پر وہ غیبت لفظ ہوتا تو مرزا صاحب پندرہ ماہ تک بلکہ بعد میں بھی عرصہ دراز تک یہ کیوں لکھتے رہتے کہ جو فریق عمداً بھڑک کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنارہا ہے وہ پندرہ ماہ تک بسنے لائے موت ملائے میں گریا جلنے لگا اور جب آتھم میعاد مذکور میں نہ ہوا بلکہ تقریباً دو سال بعد میں مرا تو مرزا صاحب کے لیے نہایت سہل بات تھی کہ مرزا صاحب یہ جواب دے کر تمام تکلفوں اور تکلفات سے مخلصی حاصل کر لیتے کہ پیشگوئی کی بنا پر فلاں غیبت لفظ تھا جو آتھم نے کہا تھا اور یام پیشگوئی میں ہی اس نے اس سے رجوع کر لیا تھا لہذا پیشگوئی غلط نہ ہوئی بلکہ شرط رجوع کے ماتحت سچی نکلی۔ پس یہ باتیں اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ مرزا صاحب نے یہ افسانہ بطور حیلہ گھڑ لیا تھا پھر اس پر مزید لطف یہ ہے کہ بقول مرزا صاحب آتھم نے اسی وقت یہ صاف کہہ دیا کہ میں نے یہ لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہرگز نہیں کہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ مجھ پر افتراء کر رہے ہیں اور لطف پر لطف یہ کہ مرزا صاحب نے اس تکذیب کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہ کر اپنے افتراء اور کذب بیانی کی تصدیق کر دی۔

اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب اپنی اغراض کے لیے عیسائیوں پر افتراء کر دیا کرتے تھے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گالی دی ہے وہ کیا ہے لہذا مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ فتح مسیح نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کوئی گالی دی تھی قابل اعتبار نہیں اور اصل وجہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو زبان درازی مرزا صاحب نے ضمیمہ انجام آتھم میں کی محض نفسانی سے کی ہے اور انتقام ذاتی ہی اس سے

مقصود و مطلوب ہے۔

معجزات عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب جو مرزا صاحب سے سرزد ہوئی ہے اس کا باعث بھی اغراض ذاتیہ ہیں نہ تاہم اسلام جس کا بیان کسی قدر اوپر گزر چکا ہے جس کا مختص یہ ہے کہ جب اہل اسلام کی طرف سے مرزا صاحب سے مطالبہ کیا گیا کہ تم جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو مسیح علیہ السلام کے معجزات تو دکھلاؤ جس کے جواب میں مرزا صاحب نے وہ جواب دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسیح سے کوئی معجزہ ظہور میں نہیں آیا ملاحظہ ہو ازالہ ادہام صفحہ ۷۴ و حاشیہ ازالہ ادہام صفحہ ۲۹۵ سے ۳۲۲ تک اور مسیح کے پاس صرف عمل الترتیب مسمریزم شعبہ بازی اور مکرو فریب وغیرہ ہی تھا۔

مرزا صاحب نے انکار معجزات مسیح علیہ السلام کا اور ان کی تحقیر اور استہزاء کا ایک یہ بھی جواب دیا ہے جس کو ہم حماۃ البشریٰ مطبوعہ صفحہ ۷۷۱ سے سامنے لاتے ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں ”ومن اعتراضاتہم انہم قالوا ان هذا الرجل يحقر معجزات المسيح ويستہزئ بها ويقول انها ليست بشیء و لو اردت لادى مثلها بل اكبر منها ولكن اكوه ولا اناوجه ايها كما الشايقين اما الجواب فاعلم يا اخي ان المعجزة ليس من فعل العباد بل من افعال الله تعالى فما كان لرجل ان يقول اني افعل كذا وكذا باختياري واداتي وما يفعل الانسان باختياري واداته وقد بيّره فهو فعل من افعال الانسان ولا نسحبه معجزة بل هو مكيدة او سحر فافهم يا اخي زائدك الله ربّنا“

یعنی ان مسلمانوں کے اعتراضوں میں سے مجھ پر ایک یہ اعتراض بھی ہے کہ کہتے ہیں کہ یہ شخص معجزات مسیح علیہ السلام کی تحقیر کرتا ہے اور ان سے استہزاء کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو اس طرح کے بلکہ اس سے بڑے بڑے معجزات بھی دکھا سکتا ہوں لیکن میں انہیں ناپسند کرتا ہوں اور شایقین کی طرح ان کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ معجزہ انسانی فعل کا نام نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے پس کسی آدمی کا حق نہیں کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ میں اپنے اختیار اور ارادہ سے ایسا ایسا کر سکتا ہوں (یعنی معجزہ دکھا سکتا ہوں) اور جس چیز کو انسان اپنے انشیا و ارادہ اور زیر سر سے کرے وہ انسانی فعل ہو گا اس کا نام ہم معجزہ نہیں رکھ سکتے بلکہ وہ مکریا جادو ہے۔ اسے بھائی اس بات کو سمجھ لو خدا تجھ کو زیادہ ہدایت دیوے۔

ماصل اس کا یہ ہوا کہ جو امور خارقہ مسیحؑ سے سرزد ہوئے ہیں جن کو معجزات کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے اور میں نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ان سے بڑھ کر دکھا سکتا ہوں لیکن میں انہیں مکروہ جانتا ہوں وہ بسبب اس کے کہ انسانی تدبیروں اور عملوں کا نتیجہ ہیں درحقیقت معجزات نہیں بلکہ مکرا اور جادو ہیں معجزات تو خدا کا فعل ہوتے

ہیں نہ انسانی کا اس نکتہ کو خوب سمجھ لو خدا تمہیں زیادہ ہدایت دے۔

ہمارے اس بیان کی مزید تائید اور تصدیق کے لیے ملاحظہ ہو ازالہ اوہام صفحہ ۶ و ۷ و حاشیہ صفحہ ۳۲۱ و ۳۲۲ و صفحہ ۳۰۲ و ۳۰۳ و صفحہ ۳۰۹ و ضمیمہ انجام صفحہ ۶ و ۷ حاشیہ۔ اور جو بیان مذکورہ بالا کو ان حوالجات سے ملکر یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہاں کہیں مرزا صاحب نے حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں معجزہ کا ہونا تسلیم کیا ہے وہ صرف بمعنی الجوبہ ہے جو انسانی تدبیروں اور حیلہ گری سے پیدا ہو گیا تھا یعنی عمل الہیہ مسریزم یا تالاب کی مٹی کی تاثیر سے وہ درحقیقت معجزہ نہیں تھا بلکہ شیعہ بازی مکر اور قابل نفرت امر تھا اور حماقت البشر ہی کی عبارت محولہ بالا کی تفسیر کے رو سے وہ مکر اور جادو تھا۔

ان توفیحات اور تفسیرات کے بعد اب ہم قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے ہیں تو بہتر جگہ ہے کہ بڑے شہو مد کے ساتھ وہ معجزات مسیح علیہ السلام کو بیان کرتا رہے کہیں کہتا ہے و آتینا عیسیٰ ابن مریم البینت و ایدناہ بروح القدس۔ کہیں ارشاد ہوتا ہے اور اس وقت ارشاد ہوتا ہے جب کہ آپ کا وجود بھی دنیا میں نہیں تھا بلکہ آپ کی والدہ صدیقہ کو بطور بشارت کہا جاتا ہے۔ اذ قالت الملائكة ان الله يبشرك بكلمة منه اسم الله المسيح عيسى ابن مريم وجيها في الدنيا والاخرة ومن المقربين و يكلم الناس في المهد وكهلا ومن الصالحين قالت رب اني يكون لي ولد ولبنت عسى بشر قال كذلك الله يخلق ما يشاء اذا قضى امرا فانما يقول له كن فيكون و يعلمه الكتاب والحكمة والتوراة والانجيل ورسولا الى بني اسرائيل اني قد جئتكم باية من ربكم اني اخلق لكم من الطين كهيئة الطير فانفخ فيه فيكون طيرا باذن الله و ابرى الاكمه و الابرس و احى الموتى باذن الله و اُنْبِئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُونَ و اُتَدَّ خُرُوفُ فِي بَيْوتِكُمْ ان في ذلك لآية لكم ان كنتم مؤمنين۔

(آل عمران رکوع ۵)

پھر ملاحظہ ہو کہ اولین و آخرین کے رب و ربوبیت کے دن بھی کس شاندار صفائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ ان معجزات کا ذکر فرماتا ہے۔ یوم یجمع الله الرسل فيقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انك انت علام الغیوب اذ قال الله يعيسى ابن مريم اذ كنعمتي عليك وعلى والدتك اذ ايدتك بروح القدس تكلم الناس في المهد وكهلا و اذ علمتک الكتاب والحكمة و التوراة والانجيل و اذ تخلق من الطين كهيئة الطير باذن الله و فتنفخ فيها فتكون طيرا باذن الله و تبرئ الاكمه و الابرس باذن الله و اذ تخرج الموق باذن الله و اذ

كففت بنی اسرائیل عندك اذ جئنتهم بالبینات فقال الذین كفرو ۲ منهم ان هذا الا
 سحر مبین۔
 (مائدہ ع ۱۵)

اب ایک طرف مرزا صاحب کا عقیدہ جو اوپر مذکور ہوا سامنے رکھ لیا جائے اور ایک طرف قرآن کریم کو پیش نظر رکھا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ مرزا صاحب نے معجزات مسیح کا انکار تحقیر اور استہزاء کر کے اور ان کو سحر قرار دے کر ان کفار یہود کے زمرہ میں اپنے آپ کو داخل کر لیا ہے جن کا ذکر اس آخری آیت مائدہ میں ہے کہ (اے مسیح) جب تو ان کے پاس معجزات لے کر گیا تو انہوں نے کہیدیا کہ یہ صاف جادو ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اپنے اس دعویٰ کے اثبات پر کہ کسی قوم کے غلط خیالات کی بناء پر کسی فرضی آدمی کو بُرا بھلا کہنا جائز ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے یسوع فرضی سے سلوک کیا ہے دو دلیلیں قرآن کریم سے پیش کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

لیکن مختار مذکور کی یہ سراسر غلط فہمی ہے یا اس نے عملاً مغالطہ کیا ہے۔ فرضی انسان پر طعن کرنے کی صورت تو یہ ہے کہ کسی قوم کے غلط خیالات کی بناء پر جو کسی انسان کی نسبت وہ لکھتے ہوں ایک انسان کو ان سے متصف قرار دے کر جس کا وجود حقیقت میں نہیں ہے پھر اس پر طعن کیا جائے مثلاً عیسائیوں کا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت الوہیت کا ہے پس اگر کوئی شخص ان سے خطاب کرنا چاہے کہ تمہارا مسیح چہیں چلا ہے اور دل میں اس باطل دعویٰ الوہیت کا مدعی کما ارادہ کرے اور شرط وغیرہ کا ذکر نہ کرے تو یہ ہوگا فرضی انسان پر طعن اور اگر وہ اس شرط مفروضہ کو ذکر کر کے طعن کرے گو وہ نفس الامر میں محال ہو تو یہ اور صورت ہے غرض کسی حکم کو شرط کے ساتھ مشروط کر کے ذکر کرنا اور چیز سے اور بغیر شرط کے ذکر کرنا اور چیز سے پہلی کو یعنی ایک امر معدوم کو فرضی طور پر بطور شرط ذکر کر کے حکم لگانا تو اللہ تعالیٰ کے کلام میں پایا جاتا ہے لیکن اس سے نہ ہمیں انکار نہ مختار مذکور کو فائدہ اور دوسری صورت کا ذکر قرآن میں نہیں نہ مختار نے اس کی مثال پیش کی ہے پہلی آیت جو مختار نے پیش کی ہے اس میں صاف شرط موجود ہے ومن یقل منهم الاٰیۃ یعنی جو دعویٰ الوہیت ان میں سے کئے گا اس کو سزا ہے جہنم لے گی یہ بالکل صاف بات ہے اور اس کی مثالیں قرآن میں بکثرت بلکہ عام محاورات میں آتی رہتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکون من الخاسرین۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری طرف اور تجھے پہلے لوگوں کی طرف یہی وحی کی گئی ہے کہ اگر شرک کرو گے تو تمہارے عمل باطل ہو جائیں گے اور خاسرین سے ہو جاؤ گے اب ظاہر ہے کہ اس میں کسی قوم کے خیالات کا لحاظ نہیں کیا اور نہ کسی مسلمان کا خیال ہے کہ آپ سے شرک سرزد ہوا لیکن ایک محال کو بطور شرط ذکر کر کے حکم دیا گیا ہے اسی طرح مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ آیت مختار صاحب کو لازم تھا کہ مرزا صاحب کے دستور العمل کی طرح بغیر ذکر شرط کے کوئی آیت پیش کرتے جو قطعاً ناممکن ہے۔ پس اس آیت کے ذکر میں انہوں نے دھوکہ کھایا ہے یا دھوکہ دیا ہے۔

دوسری آیت میں یہی غلطی مختار مدعا علیہ نے کی ہے اس میں بھی شرط کا صریح ذکر ہے ان ادا ان بھلاک
 المسیح ۔ یعنی اگر مسیح کو ہلاک کرنا چاہے یعنی مارنا چاہے لہذا یہ آیت مختار مذکور کے مدعا کے مطابق نہیں ہے ۔
 علاوہ برائ اس آیت کا ترجمہ بھی اس نے غلط کیا ہے اور اس میں اپنی طرف سے زیادتی کی ہے یہ ملک کے معنی میں لکھا
 در عذاب دے کر استیصال کرے " مذاب دے کر کسی لفظ کا ترجمہ نہیں ۔ اور ہلاک کرنے سے مراد موت دینا ہے
 جیسے دوسری جگہ یہ سف علیہ السلام کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا " فلما ہک " (مومن) " یعنی جس وقت وہ
 فوت ہوئے اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ عذاب مے گئے اور ان کا استیصال ہوا اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 ان امرہ ہلاک " (نساء آخر) یعنی اگر کوئی آدم مرے تو اس کے ورثہ کو یہ حکم ہے ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل
 اد آئینہ ان اھلکفی اللہ ومن معی اور رحمنا فمن یجیر الکافرین من عذاب الیم (ملک)
 اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں سے کہو بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو مار دیوے یا رحم کرے تو کافروں
 کو عذاب الیم سے کون بچائے گا مختار مدعا علیہ کے معنی کے مطابق تو یہ مطلب ہوگا کہ مجھے اور صحابہؓ کو عذاب کر کے
 استیصال کر دیوے (معاذ اللہ) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم الوہیت کا اعتقاد
 رکھتے تھے جیسے عیسائی بہ نسبت عیسیٰ علیہ السلام کے ۔

الغرض مختار مدعا علیہ نے جو کچھ قرآن کی طرف منسوب کیا ہے وہ سراسر مغالطہ ہے علاوہ برائ جب کہ ہم نے
 دلائل واضعہ اور حوالجات صریحہ سے فرضی یسوع کے افسانہ کو ہی باطل کر دیا ہے اور مختار مدعا علیہ اور مرزا صاحب کے
 مندرجات باطلہ کا بکلی استیصال کر دیا ہے تو بالفرض اگر ان آیات سے یہ ثابت بھی ہو جاتا تو مدعا علیہ کو کچھ بھی مفید نہ ہوتا
 اور نہ جہیں مضمر مختار مدعا علیہ نے ہم ۔ مارج سکتا کی بحث میں لکھا ہے کہ ایسی باتیں جو کسی کے منشاء اور تصریحات
 کے خلاف استنباط کر کے کسی کے کلام سے نکالی جائیں وہ لازم مذہب ہوتی ہیں نہ کہ مذہب ان کی بنا پر تکفیر نہ ہوتے
 اور مختار مدعیہ نے امانت اور دیانت کے خلاف مرزا صاحب کے کلام سے غلط استنباط کر کے الزامات قائم کئے ہیں پھر
 اس کی پانچ نظریں پیش کی ہیں لیکن ان پانچوں نظائر میں امور ضروریہ کی نسبت ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مختار مدعیہ کے
 استنباط بالکل صحیح اور درست ہیں اور بڑی صفائی سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کا عقیدہ اکثر الزامات کے
 مطابق ہے اور بعض میں لزوم ہیں ہے اور ان کے متعلق مرزا صاحب کے اور مختار مدعا علیہ کے عذر بالکل ناکافی
 اور محض حیلہ جوئی پر مبنی ہیں مختار مدعیہ کی بحث اور اس جواب البحت میں غور کرنے سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو سکتی
 ہے گواہ مدعیہ کا جواب جو کہ ملزم کی دیگر تصانیف کو بھی دیکھ کر اس کا عندیہ معلوم کرنا چاہیئے جو مختار مدعا علیہ نے
 حوالہ میں پیش کیا ہے وہ بھی کسی طرح جہں مضمر نہیں کیونکہ ہم نے تو کئی کئی کتابوں سے حوالہ باہم موافق پیش کر کے الزام
 قائم کئے ہیں اور بالخصوص اس مسئلہ متنازعہ تو ہیں عیسیٰ علیہ السلام میں تو مرزا صاحب کی تصریحات کا کافی ذخیرہ پیش کیا گیا ہے

صرف استنباط۔

مختار مدعا علیہ نے گذشتہ بزرگوں سے دو آئین مضمون کی پیش کئے ہیں کہ لازم مذہب نہیں ہوتا اور اس کی بناء پر کسی کی تکفیر جائز نہیں ایک ابن حزم کی کتاب الفصل جلد ۳ صفحہ ۲۵۰ سے اور دوسرے عبد الوہاب شمرانی کی کتاب یواقیت والنجوار جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ کا۔

اسی طرح گواہان مدعیہ کے حوالے پیش کئے ہیں لیکن یہ حوالے کسی طرح اس کو مفید نہیں ہیں چنانچہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ مرزا صاحب کی تکفیر اعلیٰ قسم کے لزوم اور غلط استنباط پر ہو رہی ہے جنہیں نہیں بلکہ عموماً ان کی تصریحات پر ہے اور جہاں لزوم پر بناء ہے وہاں لزوم غیر مرجح ہے بلکہ بالکل بین اور بدیہی ہے جس پر مرزا صاحب کو علماء اسلام نے بار بار تنبیہ کی اور لزوم کفر کو اظہر من الشمس کر کے اتمام حجت کو اسن ادا اکل طور پر پروردگار دیا لیکن مرزا صاحب نے محض جہت و عناد سے اس کو قبول نہ کیا بلکہ اس پر بڑی سختی کے ساتھ اصرار کیا مرزا صاحب پر جو اتمام حجت کیا گیا ہے وہ کسی طرح اس اتمام حجت سے کم نہیں ہو کفار اور مشرکین پر کیا گیا اگر فرق ہے تو یہ کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمعصر کفار کو معجزات نبوت دیکھنے کا موقع حاصل تھا وہ یہاں پر موجود نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا بدل یہاں پر یہ رکھ دیا کہ مسلمانوں کے مقابل پر مرزا صاحب نے جو مہملے وغیرہ کئے اس میں ان کو ناکام ثابت کر کے معجزات کی مانند اپنی فعلی شہادت دے دی اور مرزا صاحب کو ان کی قطعی اور حتمی پیچھوٹیوں میں ناکام رکھ کر ان کے کذب پر اپنی فعلی شہادت عیاں اور واضح کر دی پس اس حالت میں نہ ابن حزم کا قول تکفیر مرزا صاحب کے خلاف ہے نہ یواقیت کا حوالہ نہ کسی اور کا۔

علاوہ برائ ابن حزم رحمہ اللہ اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ جو شخص کسی ایسی بات کا خلاف کرے جو اس کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ یہ بات خدا نے کہی ہے یا اس سے رسول نے کہی ہے خواہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجماع تو اتر کی نقل یا خبر واحد کی نقل سے ثابت ہوئی ہو تو پھر وہ شخص اس کے خلاف عقیدہ یا بد مذہبی وغیرہ اختیار کرتا ہے تو وہ کافر ہے۔

فوجب ان لا یکفر الا بقول قالہ الا ان یرکض (الی) تکفیر مخالفۃ

(کتاب الفصل صفحہ ۲۴۷ ج ۳)

اسی طرح مختار مدعا علیہ کے حوالے سے پہلے لکھتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے سوا کسی اور نبی کا قائل ہو وہ کافر ہے جس کے کفر میں دو آدمی بھی آپس میں مخالف نہیں ہوئے (صفحہ ۲۴۷ ج ۳) اور ان کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم (الی) بلکہ ہذا علی کلی احد اور اسی صفحہ میں اس سے ماقبل لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جہالت یا تاویل سے کفر یہ قول کہے پھر اس پر اتمام حجت کر دیا جائے اور وہ عناد سے نہ ملے تو وہ کافر ہے اس پر احکام مرتد جاری ہوں گے اسی طرح فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کا قول (ولکن یمول اللہ و خاتم النبیین)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ”لَا بُدَّ لِيْ بَعْدِيْ“ سن لینے کے بعد بھی کوئی مسلمان کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی ثابت کر سکتا ہے سوائے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے جن کو آخری زمانہ میں نازل ہونے کی احادیث صحیحہ سند میں خبر دی ہے ہذا ما سماعہم قول اللہ تعالیٰ و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین (الی) فی نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فی آخر الزمان۔
(کتاب الفضل جلد ۳ صفحہ ۱۸۰)

گو اہان مدعیہ نے اپنے بیانوں میں ابن حزم رحمہ اللہ کے حوالے پیش کیے جن کی بناء پر تکفیر مرزا صاحب قادیانی لازمی ہے اور اس سے حوالہ مختار مدعا علیہ کی تحقیقت بھی ظاہر ہو گئی کہ اس سے مراد وہ لزوم ہے جس کا قائل کلمہ کفر کو علم نہ ہو مگر علم یا اس پر اتمام حجت ہو جائے تو ایسا شخص ابن حزم رحمہ اللہ کے نزدیک صاف کافر ہے جس پر مرتدین کے احکام جاری ہوں گے۔

مختار مدعا علیہ نے یو اذیت سے جو حوالہ پیش کیا ہے اس میں سخت مغالطہ اور خیانت سے کام لیا ہے آدمی بات کو نقل کر دیا ہے اور بقیہ کو جو اس کے مدعا اور منشا کو باطل کرتی تھی چھوڑ دیا ہے اور لا تقربوا الصلواتہ کی مثال کو اپنے آپ پر منطبق کیلئے۔ ملاحظہ ہو حوالہ مذکورہ قال الکمال (و الصحیح ان لا ذم المذہب لیس بمذہب و انه لا کفر بمجرد اللزوم) لان اللزوم و غیرہ الاقرار و قد وقع فی الموافقة ما يقتضی تقييده بما اذا لم يعلم ذو المذہب اللزوم و بان اللازم کفر فانه قال من يلزمه الکفر ولا يعلم به لیس بکافر انتہی و مفہومہ ان علمہ کفر لا لتزامہ ایاہ و اللہ اعلم انتہی“

مختار صاحب نے صرف اتنی عبارت نقل کر دی جو بین القوسین ہے اور بقیہ کو ترک کر دیا کیونکہ ان کے مطلب کے مخالف اور ہماری موید تھی اور اس سے یہ امر صاف ہو جاتا ہے کہ لزوم سے کفر نہ ہونے کا اور لازم مذہب کے مذہب نہ ہونے کا مطلب وہ نہیں ہے جس سے مختار صاحب کی غرض پوری ہو سکے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس لزوم سے کفر نہیں ہوتا جس لزوم کا اس صاحب قول و مذہب کو علم نہ ہو اور نہ اس لازم کے کفر ہونے کا علم ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کو جان لینے کے بعد وہ لزوم نہیں رہ جاتا بلکہ التزام ہو جاتا ہے۔ جو بالافتاق کفر ہے۔

مختار مدعا علیہ نے کمال کی بقیہ عبارت چھوڑ دی جو اس نے علم عقائد کی مشہور کتاب مواقف کی پیش کی تھی جس سے اس کا مقصود یہ تھا لزوم مجرد کا کفر نہ ہونا اسی وقت تک ہے جب تک صاحب مذہب بے خبر ہو لزوم کا علم ہو جانے کے بعد وہ التزام اور کفر بن جاتا ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب پر جو الزامات قائم کئے گئے وہ اسی قسم کے ہیں یا تو ان میں لزوم بین اور بدیہی ہے جس کا عدم علم قابل تسلیم نہیں یا اتمام حجت ہو کہ مفید علم ہو کہ التزام اور کفر ہو گئے ہیں اور اکثر وہ کفر تصریحات پر مبنی ہیں لہذا مرزا صاحب بلا شک کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں ان پر مرتدین کے احکام نافذ ہوں گے

دیں جو اہل احکام ازمداد کو مانع نہیں ہو سکتا۔

یواقیت والجاہر میں سے کمال کے قول میں سے موافق کی جس عبارت کو مختار مدعا علیہ نے بطور خیانت چھوڑ دیا تھا وہی عبارت نبراس کے تعلیقات یعنی حواشی میں موجود ہے نبراس میں ہے البحت الاول انه تقدر فی الشرع ان التزام الکفر کفر " لا لزوم " یعنی التزام کفر کا کفر ہے نہ کہ لزوم۔
(نبراس صفحہ ۱۹۹)

اس پر حاشیہ ۱ میں ہے "کما صرح فی المواقف حیث قال من یلزمہ الکفر ولا یعلم بہ فلیس بکافر اس کا مطلب حوالہ یواقیت میں گزر چکا ہے۔

نبراس میں اس بحث کا جواب دو طرح دیا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے اجیب بوجهین احدہما ان النصارى التزموا بعد ما ظہر بہم لزومہ۔ یعنی نصاریٰ کے لزوم کفر کی جو بحث تھی کہ لزوم کفر تو عند الشرع کفر نہیں ہوتا پھر وہ کفر کیونکر ہو گئے اس کا جواب دو طرح پر ہے ایک تو یہ کہ لزوم کفر کے ظہور ہو جانے کے بعد نصاریٰ نے اس کا التزام کر لیا ہے اس پر تعلیقات کے ۱ میں ہے "ولزوم النشئ مع العلم بہ التزام والتزام الکفر مع العلم بالکفر کفر " یعنی جب لزوم کا علم ہو جائے تو وہ التزام ہو جاتا ہے اور التزام کفر مع العلم کفر ہے۔

نبراس کا دوسرا جواب "وذا ینہا ان اللزوم البدیعی فی حکم الالتزام " یعنی ایسا لزوم جو بالکل صاف اور بدیعی ہو التزام کے حکم میں داخل ہے۔

پس ان حوالہ جات علم کلام سے جو ہم نے پیش کئے ہیں اور مختار مدعا علیہ نے پیش کئے ہیں یہ ثابت ہو گیا کہ وہ لزوم کفر تو کفر نہیں ہوتا جس کا پتہ صاحب مذہب کو نہ ہو اگر اس کو علم ہو یا اس پر لزوم کفر کو ظاہر کر دیا جائے اور وہ ہٹ دھرمی اور عناد سے قبول نہ کرے یا لزوم ہی بالکل صاف واضح اور بدیعی ہو تو ان صورتوں میں لزوم نہ رہے گا بلکہ التزام ہو جائے گا اور التزام کفر بالاتفاق کفر ہوتا ہے پس مرزا صاحب بنابر بیانات گواہان مدعیہ بحث و مختار مدعیہ اور اس جواب البحت کے کفر کا التزام کر نیوالے تھے لہذا وہ بالاتفاق کافر ہیں ان پر اور ان کے متبعین پر ارتداد کے احکام جاری ہوں گے۔

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

گواہان و مختار مدبر نے مرزا صاحب کے متعلق خود مرزا صاحب کے حوالجات ازالہ اعجاز احمدی سے یہ ثابت کیا تھا کہ مرزا صاحب نے حضرت ابوہریرہؓ کو غبی و حضرت عبداللہ بن مسعود کو معمولی انسان جوش میں آکر غلطی کمانے والا کہا ہے۔ اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(۱) مرزا صاحب نے سرالخلافہ میں صحابہ کی تعریف کی ہے۔

(۲) یہ الفاظ توہین کی نیت سے نہیں کہے۔

(۳) غبی کا معنی نہ سمجھنے والا ہے۔ نور الانوار و اصول شاشی فتاویٰ رشیدیہ تفسیر مظہری کے حوالجات سے ثابت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ مجتہد صحابہ میں نہیں تھے۔

(۴) مرزا صاحب نے ابن مسعود کو معمولی انسان نبیوں کے مقابلہ میں کہا ہے۔

(۵) حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کے حق میں سخت الفاظ استعمال کئے۔

المجواب

میں ہر ایک نمبر کا جواب ترتیب بالا کے مطابق عرض کرتا ہوں۔

(۱) مختار مدعا علیہ نے ان توہینی الفاظ کو سخت صحابہ استعمال کرنا تسلیم کر لیا۔ مگر اس کو تعریجی کلمات کی وجہ سے دفع کرنا چاہا جو دو وجہ سے غلط ہے۔

(وجہ اول)

گویا مرزا صاحب نے حضرت صحابہ کی توہین اور تعریف دونوں کا ارتکاب کیا ہے جو ہمارے قائم کردہ الزام کے خلاف نہیں کیونکہ نفی توہین ثابت ہوگئی جو ہمارا مدعا تھا یا تو رہا یہ کہ مرزا صاحب نے کہیں صحابہ کی تعریف بھی کی ہے۔ اولاً نہ ہمیں اس سے کوئی انکار ہے اور نہ یہ ہمارے مدعا کے خلاف ہے ثانیاً صحابہ جیسے واجب الاحترام جماعت کے شان میں گستاخی اور توہین کرنا پھر ان کی مدح سرائی بھی کرنا ایک پکے مسلمان کی شان سے ایسا ہی بعید ہے جیسا محض تحقیر و توہین کرنا۔ مثلاً ایک بیٹا اپنے باپ کی تعریف میں ہزاروں جملے اور سینکڑوں قصیدے بھی کہتا ہے مگر ساتھ کبھی کبھی والد کے سامنے گستاخی بھی کرتا ہے اور بیچ کلمات بھی بولتا ہے۔ تو کیا وہ بیٹا عقوق والد کی زد میں نہیں آئے گا یا لا نقل لہما فکا د بعد اس کو شامل نہیں ہوگا یقیناً ہوگا۔ علی ہذا مرزا صاحب باوجود صحابہ کی تعریف کرنے کے بھی ان توہینی کلمات کی وجہ سے توہین صحابہ کے مرتکب ہیں۔

(وجہ ثانی)

تو ہیں صحابہ اور تعریف صحابہ جمع کرنا گویا کہ حق کے ساتھ باطل کو ملانا ہے جس کو مرزا صاحب دجال کی علامت بتلاتے ہیں چنانچہ تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۲۰۰ میں لکھتے ہیں ”وہاں کے لیے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر پیغمبر کے ساتھ باطل ملاوے یا“

(۲) مختار مدعا علیہ نے تسلیم کر لیا کہ حضرت ابوہریرہ کو غبی اور حضرت ابن مسعود کو معمولی انسان کہنا اگرچہ تو زمین فی الفاظ ہیں مگر مرزا صاحب نے توہین کی نیت سے نہیں کہے باقی رہا یہ امر کہ مرزا صاحب نے یہ کلمات کس نیت سے کہے اس پر مرزا صاحب کی تصریح کی ضرورت تھی۔ جو مختار مدعا علیہ نے پیش نہیں کی۔ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کی نیت جو امر محقق اور اسرار قلب سے ہے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً احکام شریعت کی مدعا ظاہر پر ہے نیز یہ الفاظ مقام مدح میں استعمال نہیں کئے بلکہ ان حضرات کے اقوال اور آراء کی تردید میں استعمال کئے ہیں جو توہین و تحقیر کا زبردست قرینہ ہے۔

(۳) ایک ایسا جلیل القدر صحابی جس کی مروریات تمام صحابہ سے زیادہ ہوں اس کو بات کا نہ سمجھنے والا کہنا کس قدر گستاخی اور جرأت ہے۔ بہر حال غبی توہین کا لفظ ہے جو مقام مدح میں کبھی استعمال نہیں ہوتا تمام اسلامی لمز و پیکر کا مطالعہ کیا جائے کسی مقدار ہمت کے متعلق اس لفظ کی استعمال نہیں ملے گی کیونکہ عبادت کے مقابلہ میں فطانت ہے جس کے معنی زیر کی کے ہیں جو مقام مدح میں یہ کتب لغت عربی کے خواجہات پیش کرتا ہوں منہی الارب صفحہ ۲۹۷ ج ۳ میں ہے۔ غبی کم فہم الغروق صفحہ ۲۳۷ میں ہے الغبی۔ الجاہل۔ مصباح صفحہ ۳۶۸ میں ہے غبی عن الجبر ای مھملہ۔

ان خواجہات سے واضح ہے کہ غبی کا معنی کم فہم اور جاہل ہے۔ پس ایک جلیل القدر صحابی کو کم فہم اور جاہل کہنا کس قدر توہین اور گستاخی ہے۔

کیا مختار مدعا علیہ اس لفظ کی استعمال غلیفہ اول اور ثانی کے لیے جائز سمجھتا ہے۔ جب وہ مرزا صاحب کے صحابہ کے حق میں اس لفظ کی استعمال کرنا جائز اور موجب توہین سمجھتا ہے تو پھر حضور علیہ السلام کے صحابہ کے حق میں یہ لفظ کیوں توہین نہیں ہوگا۔

مختار مدعا علیہ نے محض طول دینے کے لیے نہایت بے عمل نور الانوار اور اصول شاشی و فتاویٰ رشیدیہ و تفسیر مظہری کے حوالہات پیش کئے ہیں حالانکہ ان خواجہات میں حضرت ابوہریرہؓ کے متعلق غبی کا لفظ قطعاً استعمال نہیں ہوا اور نہ اس کا کوئی ادنیٰ شائبہ ملتا ہے ان خواجہات میں صرف اس قدر ذکر ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ مجتہد نہیں تھے۔ اصول شاشی کے الفاظ ہیں۔ العسما الثانی من الوفاۃ ہم المعزودون بالحق والعدالت

دون الاجتهاد والفتویٰ کا بی ہریرۃ والسنن جت مہلک۔ (اصول سائنسی صفحہ ۸۲) علی ہذا فتاویٰ رشیدیہ و تفسیر مظہری کے حوالجات کا بھی منشا یہی ہے۔ نور الانوار کی دون الفقہ کا معنی بھی دون الاجتہاد ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا مقدم فی الاجتہاد نہ ہونا ان کی کوئی توہین نہیں مجتہد ہونا یا نہ ہونا امتنازعہ فی نہیں بحث لفظ غنی کے متعلق ہے جس کے معنی کم فہم اور جاہل کے ہیں۔ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ حوالجات میں غنی کا لفظ قطعاً نہیں سویہ الزام بھی لا جواب رہا۔ میں عدالت کی توجہ مختار مدعا علیہ کے طریق استدلال کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ جو اس نے ان بے عمل حوالجات کو پیش کرنے کے بعد لکھا ہے۔ ”یہ سب لوگ کافر اور مرتد تھے اور ایسے ان اقوال سے صحابہ کی توہین کے مرتکب ہوئے تھے یا نہیں۔“

(۳۴) بیشک حضرت ابن مسعودؓ بنی اور رسول نہیں کیا جو شخص رسول اور نبی نہ ہو اس کی توہین توہین نہیں کہلاتی اور کیا اس کو معمولی انسان کہہ کر اپنی رائے کے مقابل اس کی رائے کو خطا وار اور جوش نفسانی کا اثر کہہ کر ٹھکانا حضرات صحابہ کے جلالت شان اور علوم مرتبت کے منافی نہیں مختار مدعا علیہ کے خلیفہ اول اور ثانی جو اس کے نزدیک صحابی ہی نہیں کیا ان کو معمولی انسان جوش نفسانی میں اگر خطا وار کہنا اس کے نزدیک ان کی توہین ہے یا نہ ازالہ ہام کی جو عبارت پیش کی گئی ہے اس میں مرزا صاحب حضرت ابن مسعودؓ کے قول کی تردید کر رہے ہیں بناء تردید یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے جو مباہلہ کی درخواست کی تھی مرزا صاحب کے نزدیک اس میں سخت خطا کی۔ اور خطا کا موجب محض جوش تھا اور ابن مسعودؓ سے ایسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ معمولی انسان تھا نبی اور رسول نہیں تھا ملاحظہ ہو اصل عبارت ازالہ ہام صفحہ ۹۹۔ مقام تردید میں ان الفاظ کی استعمال سوا توہین و تحقیر کے اور کوئی مفہوم نہیں رکھتی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نجوم ہدایت و اعتدال قرار دیتے ہوئے فرمایا اصحابی کا لہجہ و باہم اقتدایتہم اہتدیتم اور ان کی اقتدار کا حکم دیا اگر ان کو یونہی معمولی انسان سمجھ کر ان کا تخطیہ کیا جائے اور اپنی رائے کے مقابلہ میں ابن مسعودؓ جیسے جلیل القدر مجتہد صحابی کے قول کو ٹھکرایا جائے تو اسلامی اصول روایت و نقل پر کس قدر سنگین زد ہے۔ اور اس میں شان صحابہ کی کس قدر توہین ہے اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک۔

قابل غور امر یہ ہے کہ علماء اصول نے حضرات صحابہ کے دو قسم مقرر کئے ہیں ایک مقدم فی الاجتہاد جیسے حضرت ابن مسعودؓ دوسرے غیر مقدم فی الاجتہاد جیسے حضرت ابن ہریرہؓ۔ مرزا صاحب نے دونوں قسم کے صحابہ پر ہاتھ صاف کیا ہے ابو ہریرہؓ کو جی کہا اور ابن مسعودؓ کو جوش میں خطا کرنے والا بتایا

مختار مدعا علیہ نے حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے طولانی قصہ کو بیان کر کے مرزا صاحب کے اس قائم کردہ اصول کی اور بھی توثیق کر دی ہے۔ حالانکہ کتب عقائد میں تصریح کر دی گئی ہے کہ مشاجرت صحابہ پر سکوت کرنا چاہیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اللہ فی اصحابی۔ یعنی میرے صحابہ پر نکتہ چینی کرنے کے معاملہ میں خدا سے

ڈرنا اور سب سے زیادہ قابلِ غور یہ امر ہے کہ حضراتِ صحابہ کا خطبہ مرزا صاحب اس لیے کر رہے ہیں کہ حضرت ابنِ مسعود اور حضرت ابوہریرہ کا قول مرزا صاحب کی رائے کے خلاف ہے مرزا صاحب کی رائے حق ہے اسی کے مقابل حضرت ابوہریرہ کا قول غلط ہے کیونکہ وہ غبی کم فہم اور جاہل ہے اور مرزا صاحب کی رائے صحیح ہے اور حضرت ابنِ مسعود کا قول خطا ہے کیونکہ وہ ایک معمولی انسان ہے اس نے جوش میں اگر خطا کی ہے۔

باقی رہا یہ امر کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے ان الفاظ ”نبی و رسول مد تھا“ کی آڑ لے کر مرزا صاحب کو توہینِ انبیاء سے الزام سے بچانا چاہا ہے یہ بھی اس کا مغالطہ ہے کیونکہ صحابہ نجومِ اعتقاد اور واجب الاقدار بنص صریحِ بی افرا امت کے لیے ان کا احترام واجب اور ان کی اقتدار لازم ہے پس ان کا نبی یا رسول نہ ہونا ان کے استحقاق اور تحقیر کا منافی نہیں اگر ایک زندیق کسی نبی کا استحقاق کرتے ہوئے بہ کدے کہ آخر یہ بھی عام انسانوں کی طرح انسان میں خدا تو نہیں کیا یہ آڑ اس کو کوئی فائدہ دے سکتی ہے ہرگز نہیں۔ محمد اللہ حضرت ابنِ مسعود کی توہین کا الزام بھی لایا رہا۔ پھر براہینِ قاطعہ کابلے محلِ سوال دے کر بے سود بحث کو لمبا کیلہ ہے اور اس کی عبارت سے غلط استنباط کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کی نسبت جگہ سوز اور روحِ فرساۓ الفاظ استعمال کئے ہیں پھر نتیجہ ان الفاظ میں نکالنا واجب مختار مدعا علیہ کے نزدیک ایسی باتوں سے بھی کفر و ارتداد لازم آتا ہے تو ان کا یہ فتویٰ اس زمانہ کے لوگوں تک نہیں بلکہ بڑوں بڑوں تک پہنچے گا۔ مختار مدعا علیہ کے اس بہانے نتیجہ کے جواب میں اس کے پیشواؤں کے کفریات صریحہ اور توہینِ انبیاء و صالحین کی ایک مکمل فہرست پیش کر دیتا اور ایسے ہی الفاظ بھی استعمال کرتا جیسے کہ مختار مدعا علیہ نے استعمال کئے ہیں مگر عدالت کے وقت کا احترام کرتے ہوئے مختار مدعا علیہ کے طریق استدلال کی طرف توجہ دلانے پر اکتفا کرتا ہوں۔

توہینِ صحابہ کا الزام اور اس کا جواب

مختار مدعا علیہ۔

میں نے خطبہ الہامیہ کی یہ عبارت ”جو شخص میری جماعت میں داخل ہوا وہ درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا“ پیش کر کے ثابت کیا تھا کہ مرزا صاحب نے تمام صحابہ کی توہین کی ہے۔ مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں وجوہ ذیل بیان کئے ہیں۔

(۱) اکابر اسلام نے امام مہدی کو حضور علیہ السلام کی روحانیت کا بروز مانا ہے اس بروز روحانیت کے لحاظ سے امام مہدی کے اصحاب کو صحابہ میں داخل ہونے والا کہنا موجبِ توہین نہیں ہو سکتا۔

الجواب

یہ محض افتراء اور بہتان ہے امام مہدی کا حضور علیہ السلام کی روحانیت کا بروز ہونا قرآن میں ہے نہ احادیث سے

ثابت ہے نہ ائمہ اہل بیت کا قول ہے نہ ائمہ مجتہدین سے مصرح ہے نہ سلف صالحین سے مروی ہے یہی وجہ ہے کہ مختار مدعا علیہ اپنے استدلال کی تائید میں ضعیف سے ضعیف بھی ایک قول نہیں پیش کر سکا۔ اور یہ عقیدہ بطریق حقائق بشرعیہ بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ اجماعی عقیدہ سے افضل البشر بعد الانبیاء البکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی امام مہدی سے باجماع امت حضرت ابوبکر بلکہ تمام صحابہ افضل ہیں اگر امام مہدی کے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں داخل ہو سکتے ہیں تو حضرات صحابہ کے ملنے اور دیکھنے والے بطریق اولیٰ صحابہ میں شامل ہوں گے۔ مگر غالباً مرزا صاحب اور ان کی امت یہ فضیلت اپنی ہی جماعت کے لیے مختص سمجھتے ہیں اور بغرض محال امام مہدی کے اصحاب کے لیے یہ حکم مجازاً اگر ثابت ہو بھی جائے تو مرزا صاحب کی امت کی ہدیٰ ہو سکتے۔ کیونکہ اولاً تو مرزا صاحب امام مہدی کی آمد کی تمام احادیث کو ضعیف موضوع ناقابل حجتہ قرار دے چکے ہیں چنانچہ حقیقۃ المہدی صفحہ ۱۷۰ کو ملاحظہ کیا جائے۔

ثانیاً یہ کہ صحیح براہین احمدیہ جیم صفحہ ۱۸۱ میں مرزا صاحب اس مہدی ہونے سے انکار کر چکے ہیں جس کے متعلق احادیث میں ذکر ہے اس کا نام (محمد) اور اس کے والد کا نام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام مبارک اور آپ کے والد کے نام پر اور آل فاطمہ علیہا السلام پیر ہو گا۔

الغرض اولاً بروز کا عقیدہ اسلامی عقیدہ نہیں ثانیاً امام مہدی کا حضور علیہ السلام کا بروز ہونا غیر صحیح اور مفاسد عدیدہ کا مستزہم ہے ثالثاً مرزا صاحب کا مہدی ہونا بالکل غلط ہے کیونکہ مرزا صاحب کے نزدیک امام مہدی کے متعلق جس قدر احادیث ہیں سب ضعیف اور موضوع ہیں اور قابل حجت نہیں۔ رابعاً احادیث سے جس مہدی کا جن صفات سے ثابت ہونا ہے اس سے مرزا صاحب انکار مرتج کر چکے ہیں لہذا بروز کی توجیہ سے مرزا صاحب کے اصحاب کا صحابہ میں داخل ہونا صحیح نہ ہوا اور بدستور تو ہیں صحابہ کا الزام باقی رہا۔ اگر بغرض محال بروز کا مسئلہ مان ہی لیا جائے تو اگر امام مہدی کے اصحاب بروز کے طور پر صحابہ میں داخل ہو سکتے ہیں تو پھر امام مہدی بھی بروز کے طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو سکتے ہیں۔ اور پھر امام مہدی کو خاتم المرسلین سید الاولین والآخرین رحمۃ اللعالمین صاحب شفاعت کبریٰ صاحب معراج سید ولد آدم مخاطب لولاک لما خلقت الافلاک نبی صاحب شریعتہ ناسخہ للشرائع صاحب قرآن ناسخ کتب سماویہ اور مبعوث الی الناس کافتر مہبط نزول جبرئیل علیہ السلام کو ماننا پڑے گا العیاذ باللہ العظیم۔ اور کوئی ایعد نہیں کہ مرزا صاحب کے تابعین اسی توجیہ باطل کی وجہ سے مرزا صاحب کو ان صفات سے متصف سمجھتے ہوں اور مرزا صاحب کے الہامات اور دعویٰ بھی اسی قسم کے ہیں۔

(۲) مرزا صاحب کے قول ومن دخلہ فی جماعتی الخ کو حدیث علماء امتی کا نبیاء نبی اسرائیل پر قیاس کر کے

مشابہت اور مماثلت لیتا بوجہ ذیل باطل ہے۔

(الف) حدیث میں کافی تشبیہ موجود ہے جو مشابہت اور مماثلت کے لیے موضوع ہے مرزا صاحب کے قول میں صرف تشبیہ نہیں۔

(ب) حدیث میں علماء امت کو انبیاء نبی اسرائیل سے تشبیہ دی گئی ہے علماء کو حضرات انبیاء کرام کے زمرہ میں داخل نہیں کیا گیا اور مرزا صاحب کے قول میں تصریح موجود ہے کہ جو میری جماعت میں داخل ہوا وہ حضور علیہ السلام کے صحابہ میں داخل ہو گیا یعنی صحابی ہو گیا۔ مثلاً ایک طالب علم جب ہائی سکول بھاؤ پور میں داخل ہو گیا تو وہ یقیناً ہاں سکول کا طالب العلم ہو گیا نہ یہ کہ ہائی سکول کے طالب علموں سے اس کو کوئی مشابہت ہو گئی۔ اور درحقیقت وہ ہائی سکول کا طالب علم نہیں ہوا۔

(ج) خود مرزا صاحب کی تصریح موجود ہے کہ صحابہ کے بعض خواص خصوصی ایسے ہیں جن کو مرزا صاحب نہیں پاسکتے پھر ان کے متبعین مریدوں کی کیا شہادت چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۸ ج ۱ خود میں ہے اور ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راست باز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر بطور نفل کے واقع ہیں اور ان میں بعض ایسے جنہی فضائل ہیں جو اب جہں کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ مولانا شیخ الہند صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شعر کا جواب حسام الحرمین وغیرہ کے جوابات کے جواب میں دیا جائے گا۔

توہین اہل بیت

مقتار مدعا علیہ سے توہین اہل بیت کے الزام کا جواب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکا کہ اس نے نہایت بے دردی سے آقائے دوہجہ ان سرور انس و جان کی ذات والا صفات پر توہین کشتی نوح کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر اس تعلیم کو حکم خداوندی کشتی نوح قرار دینے سے اہل بیت کی توہین لازم آتی ہے تو اہل بیت کو کشتی نوح قرار دینے سے اصل کشتی نوح کی تو ضرور توہین لازم آئے گی۔ پس مختار مدعیہ کے طرز استدلال سے ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ فتویٰ کہاں جا کر لگتا ہے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اہل بیت کو کشتی نوح قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اَلَا اِنَّ هَذِهِ اَهْلَ بَيْتِي كَسَفِينَةِ نُوْحٍ مَنْ دَخَلَهَا نَجَّى وَمَنْ تَخَلَّفَ هَذَا (دعاء احمد) مرزا صاحب نے اپنی تعلیم کو کشتی نوح قرار دیا اور امت کی نجات کو اس سے وابستہ کر دیا جس کی وجہ سے مرزا صاحب پر اعتراض کیا گیا کہ مرزا صاحب خلاف تعلیم حضور علیہ السلام اپنی تعلیم کو کشتی نجات قرار دیتے ہیں یا اس کے مقابل اپنی امت کے لیے دوسری کشتی نوح بتا رہے

ہیں بہرِ نوح اہل بیت کی توہین کی ہے۔ مختار مدعا علیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وہی الزام قائم کر دیا کہ حضور نے اپنے اہل بیت کو کشتی نوح قرار دے کر اصل کشتی نوح کی توہین کی ہے۔

الجواب

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب شریعت نبی ہیں اور کون و مکان کے مالک ہیں حضور جس کی چیز ذریعہ نجات قرار دیں اور جس کو تفصیل و تشریح قرار دیں مجاز و مختار ہیں صاحب شریعت کا معنی بھی یہی ہے کہ جدید احکام و شرائع لا سکتے ہیں مگر مرزا صاحب ان کی جماعت کے زعم میں بھی صاحب شریعت نبی نہیں بلکہ وہ تمام احکام و شرائع علی حضور علیہ السلام کے تابع ہیں پس خود مرزا صاحب اور اس کی جماعت کو اپنے اختراعی دعوئے کے بنیاد پر بھی حضور علیہ السلام کی مقرر کردہ کشتی نجات کے خلاف کوئی اور کشتی نجات بنانے کا کوئی حق نہیں تھا۔ پس جب کہ انہوں نے اپنے ادعا منصب سے تجاوز کر کے تعلیم نبویہ کے خلاف کشتی نجات اپنی تعلیم کو قرار دیا تو لابد اہل بیت کی توہین کا ارتکاب کیا جس کا کوئی جواب مختار مدعا علیہ سے نہ بن آیا تو حضور علیہ السلام پر اصل کشتی نوح کی توہین کا الزام ٹھہرا کر مسلمانوں کے قلوب کو مجروح کیا اور عدالت میں اسلام کی دشمنی اور حضور علیہ السلام کے جھوٹے دعویٰ غلامی کی حقیقت کو ظاہر کر دیا۔

امام حسین علیہ السلام کی توہین

مختار مدعا علیہ نے اس الزام واقعی کو دفع کرنے میں ہماییت مغالطہ وہی اور فریب کاری سے کام لیا ہے اور پھر

غلط توہینہات کی ہیں۔

(۱) اعجاز احمدی میں ان غالی شیعوں سے خطاب ہے۔

الجواب

یہ سراسر کذب اور دُفع ہے اعجاز احمدی درحقیقت مناظرہ میں جو مولانا شاہ صاحب کو مولانا ثناء اللہ صاحب امرت سہری سے مقابلہ میں شکست فاش نصیب ہوئی اس کو چھپانے کے لیے مرزا صاحب نے یہ رسالہ لکھا ہے اعجاز احمدی کے پہلے صفحہ میں موجود ہے ایھا الناظرین ارشد کھ اللہ۔ آپ صاحبان پر واضح ہو کہ اس مضمون کے لکھنے کی اس لیے ضرورت پیش آئی کہ موضع منہج امرت سہری میں باصرار منشی محمد یوسف صاحب کے میرے دو مخلص دوست ایک مباحثہ میں گئے ہماری طرف سے مولوی محمد سرور صاحب مقرر ہوئے اور فریق ثانی نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو امرت سہری سے طلب کر لیا مرزا کی تصریح ناظرین کے اعجاز احمدی مولوی ثناء اللہ صاحب امرت سہری کے بالمقابل لکھی گئی ہے۔ ہاں ٹائٹل پیج پر مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت قبلہ پیر مہر علی شاہ صاحب مولانا اصغر علی صاحب روجی کے علاوہ مولوی علی حائری صاحب شیعہ کا نام بھی ہے مگر تالیف وغیرہ کا سبب شیعہ نہیں۔

اگر واقعی مرزا صاحب کو حضرت امام حسینؑ کا احترام تھا تو پھر اس قدر تعلیٰ نہ دعویٰ اور شتان بینی و بین حسینؑ کم کہنے کی کیا ضرورت تھی حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنی تعلیٰ اور فخر کے جوش میں اکابر امت بلکہ انبیاء علیہم السلام تک کی بھی توہین کر جاتے ہیں پھر جب علماء اور عام مسلمانوں کی طرف سے مرزا صاحب پر نکتہ چینی ہوتی ہے تو وہ ان کی تعریف بھی کر دیتے ہیں آج ان کی امت مرزا صاحب اس حکمت عملی سے بے جا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ جہاں کسی کی توہین کا اعتراف ہو پھر مرزا صاحب کی کتابوں سے کوئی عبارت اس کے خلاف نقل کر دیتے ہیں کبھی خدا کے ان بندوں کو اس امر کے سوچنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ اگر مرزا صاحب کو ان حضرات کا واقعی احترام اور ان کی عظمت تھی تو پھر ان کے خلاف توہین الفاظ کہنے کی کیا حاجت تھی۔ کسی صحیح العقل انسان سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ جس کو اپنا بزرگ اور واجب الاحترام سمجھتا ہو اور اس کی مدح و ستائش میں رطب اللسان ہو مگر گاہے گاہے اس بزرگ محترم کے متعلق سخت نکتہ چینی کسے اور اس کی توہین و تحقیر میں بھی حصہ لے۔

(د) مختار مدعا علیہ نے کر بلائے است سیر ہر انم کی تین توجیہہ کی ہیں۔

(الف) امام حسینؑ کی طرح مظلوم۔

(ب) جماعت سے بعض لوگ مبتلا آلام ہوں گے۔

(ج) واقعہ شہادت کی عظمت کا بتلانا مقصود ہے۔

الجواب

مختار مدعا علیہ کی توجیہات قابل تعجب ہیں۔ مرزا صاحب نہایت تعلیٰ سے اپنی فنیت و برتری بیان کرتے ہیں اور حضرت امام حسینؑ کے ایشار اور عظیم الشان قربانی اور مظلومیت کی شہادت کی تحقیر کرتے ہیں اور اپنے مراتب و درجات کو حضرت امام حسینؑ سے اعلیٰ اور افضل بتاتے ہوئے شتان بینی و بین حسینؑ کہتے ہیں۔ میں یہاں صرف مرزا صاحب کے اشعار کا ترجمہ مرزا صاحب کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں اس ترجمہ کی روشنی میں مختار مدعا علیہ کے بے جا توجیہات کی حقیقت عدالت کے نزدیک واضح ہو جائے گی۔ ”مجھ میں اور تمہارے حسینؑ میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے مگر حسینؑ میں تم دشت کربلاء کو یاد کرو اب تک روتے ہو پس سوچ لو۔ میں جنت کا کشتہ ہوں مگر تمہارا حسینؑ دشمنوں کا کشتہ ہے پس فرق بین اور ظاہر ہے“

(اعجاز احمدی)

اولیاء کی توہین،

مختار مدعا علیہ نے اس الزام کے دفع کرنے کی چند توجیہات کی ہیں۔

(۱) اگر مرزا صاحب کے اس شعر سے تمام اولیاء کی توہین ہوتی ہے تو دین اسلام نے دیگر ادیان کو منسوخ کر کے ان سب ادیان کی توہین کی ہے۔

الجواب

مختار مدعا علیہ نے ہمارے قائم کردہ الزام توہین کی علت کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے یہ جواب دیا ہے کہ اگر مرزا صاحب کے قائم کردہ ارشاد و ہدایت باقی تمام ارشاد و ہدایت کے منسوخ ہونے سے توہین لازم آتی ہے تو اسلام بھی باقی ادیان کو منسوخ کرنے میں ان ادیان کی توہین کی ہے گویا جس طرح اسلام کے باقی ادیان کو منسوخ کرنے سے ان ادیان کی توہین نہیں ہوئی اسی طرح مرزا صاحب کے طرق فیوض و بسل ہدایت سے سابقین کے تمام طرق اور بسل کے منسوخ ہو جانے سے سابقین کی توہین نہیں ہوتی گویا مختار مدعا علیہ نے یہ تسلیم کر لیا کہ مرزا صاحب کا طرق اولین کے طرق کے لیے لسانی ناسخ ہے جیسا اسلام دیگر ادیان کے لیے الحمد للہ مختار مدعا علیہ نے اس سچائی کو کھلے الفاظ میں ظاہر کر دیا جس کو ابتداء سے پوشیدہ کرنا چاہتا ہے عدالت خود غور فرمائے کہ مختار مدعا علیہ کے اس جواب میں ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کی امت درحقیقت مرزا صاحب کی تعلیم اور طریق کو اولین کی تعلیم و طریق کے لیے ناسخ مانتی ہے۔

(۲) چونکہ حضور علیہ السلام تمام انبیاء سے افضل ہیں اس لیے گویا آپ نے تمام انبیاء کی توہین کی ہے۔

الجواب

سب سے پہلے میں عدالت کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کی برائت ثابت کرنے کے لیے کس بے دردی کے ساتھ میرے قائم کردہ وجوہ توہین کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیج دیتا ہے گویا اس کو حضور علیہ السلام سے علائقہ تک نہیں باقی رہا یہ امر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ذات کو دیگر انبیاء علیہم السلام سے افضل فرمانا ان انبیاء علیہم السلام کی توہین نہیں کیونکہ افضل کی فضیلت کا بیان مفضول کی توہین نہیں ہو سکتی اور حضور علیہ السلام کی فضیلت بدلائل قاطعہ و دلائل ساطعہ نفوس قطعیہ سے ثابت ہے جس میں ایک مسلمان کو بھی کلام نہیں مگر مرزا صاحب کے لیے یہ وجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت ابو بکر کی فضیلت تمام امت میں احادیث صحاح اور اجماع امت میں ثابت ہے اور اسلامیان عالم کا متفقہ اجماعی عقیدہ ہے کہ افضل البشر بعد الانبیاء ابو بکر۔ لہذا مرزا صاحب کے اس قسم کے دغاوی اخبار امت کی توہین کا موجب ہیں۔

(۳) اگر مرزا صاحب کے شعر سے توہین لازم آتی ہے تو حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے اس شعر اُفلت شمس الاولین

سے بھی توہین لازم آتی ہے۔

الجواب

(۱) حضرت پیر پیران سید عبد القادر جیلانیؒ مدعی نبوت نہیں بلکہ کبار اولیاء امت سے ہیں جو ہر حال کتاب و سنت کے تابع ہیں نہ ان پر نزول جبرئیل ہوتا تھا اور نہ مضبوط وحی الہی ہونے کے مدعی تھے نہ کوئی نئی تعلیم جاری کی اور نہ کوئی نیا فرقہ قائم کیا اور نہ کوئی کشتی نجات بنائی پس ان کے شعر میں شمس سے حقیقتہً مراد اسلام ہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ پہلے لوگوں کے شمس یعنی ادیان منسوخ ہو گئے اور کہ ہمارا شمس یعنی اسلام کبھی غروب نہیں ہوگا مرزا صاحب کے دعویٰ اور ان کی تعلیمات اور تمام کارخانہ دیگر گول ہے وہ نئی دنیا اور نیا آسمان اور نئی زمین نیا موسیٰ نیا عیسیٰ نیا محمد علیہم السلام حتیٰ کہ نیا خدا تعالیٰ بنانے کے خواہاں ہیں اس لیے مرزا صاحب کے شعر کا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ یا تو پہلی تعلیمیں منسوخ ہو گئیں یا یہ کہ اب موصل الی اللہ صرف مرزا صاحب کا ایجاد کردہ مذہب احمدیت ہے چنانچہ مختار مدعا علیہ نے اس پر تصریح کی ہے جو آگے عرض کرتا ہوں۔

(۲) حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ ولی کامل تھے مگر مدعی نبوت نہ تھے صوفیہ کرام کی تصریحات کے مطابق سکین بعض کلمات اہل اللہ کی زبان سے بے اختیار نکل جلتے ہیں تو ان کو پسند نہیں فرماتے جیسا کہ کتب تصوف میں مصرح ہے اور چونکہ انبیاء کی بشت مخلوقات کی ولایت و ارشاد کے لیے ہوتی ہے اور ان کا تقرب الی اللہ نہایت اعلیٰ اور سوتلی ہوتا ہے اور ان کا قول و فعل قابلِ حجت ہوتا ہے اس لیے انبیاء علیہم السلام کے لیے کسی قوت بھی ممکن نہیں ہوتا۔ پس چونکہ مرزا صاحب مدعا علیہ اور اس کے مختار کے نزدیک نبی ہیں لہذا مرزا صاحب کے لیے یہ عذر بھی نہیں ہو سکتا کہ سکر کی حالت میں ایسا کہا ہو۔ پس مرزا صاحب کے اس شعر کا قیاس حضرت پیر صاحب کے شعر اور قول پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

(۳) مرزا صاحب کے شعر کا صرف یہ مطلب ہے کہ پہلے اولیاء وغیرہ نے جو طریق نکالے تھے وہ سب طرق اب بند کئے گئے ہیں اب کوئی شخص ان طرق کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ میرا طریق اختیار نہ کرے جو طریقہ میرے سید و مولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔

الجواب

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے شعر کا معنی کر کے ہمارے مقصد کی ہلکی تائید و توثیق کر دی ہے۔ محمد اللہ علیہم السلام نے اس بات کو تسلیم کر لیا جو ہمارا دعویٰ یعنی مرزا صاحب سے اختیار امت و اکابر کے نزدیک جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے جو طریق اور ذریعے تھے وہ حال خالی نہ ہوئے یا تو وہ حضور علیہ السلام کے طریق کے مخالف تھے یا موافق۔ اگر موافق تھے تو ناسخ ان ذرائع اور طرق کی بندش کا حکم دے کر اختیار امت کی توہین کی ہے یا اگر پہلے بزرگوں کے طرق کے مخالف تھے تو

اس سے بڑھ کر اکابر و اخبار کی تحقیر و توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ بغیر استثناء احد سے خود بھی اور دیگر مسلمانوں کو بھی ایک ایسے طریق پر چلایا جو حضور علیہ السلام کا طریق نہ تھا۔ پھر اس میں کسی ایک کا استثناء نہیں۔ اولین پیغمبران اسلام حضرات صحابہ میں جنہوں نے صحراے عرب سے نکل کر قیصر و کسریٰ کی مملکتوں کو پائمال کر کے لوگوں کو مشرف باسلام کیا اور دور افتادہ انسانوں کو خدا رسیدہ بنایا۔ پھر تابعین اور تبع تابعین کا دور ہے جن کے مساعی سے افضیٰ مشرق و مغرب کے لوگ مشرف باسلام ہو کر خدا تعالیٰ تک پہنچے۔ اور پھر علما و امت اور ائمہ مجتہدین میں جنہوں نے کتاب و سنت کے حقائق و معارف و مآرب کے ذریعہ سے قلوب کو منور کیا اور پھر اصحاب السلاسل اربعہ شیعہ نقشبندیہ قادریہ سہروردیہ میں جنہوں نے با اتباع طریق محمدیہ لاکھوں سالین اور واصیلین الی اللہ بنائے۔ جن میں مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور امام شعرانی وغیرہ حضرات ہیں۔ الزمرین مرزا صاحب نے کوئی نیا طریق ارشاد و ہدایت ایجاد کیا ہے جس پر سابقین کا عمل نہیں تھا اور جس کی وجہ سے پہلے مذاہب بند اور بے کار ہو گئے تو یہ نسخہ شریعت محمدیہ ہے یا وہی طریق ارشاد و ہدایت ہے جو حضور علیہ السلام سے ماثور و منقول ہے اور جو نسلاً بعد نسل صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اصحاب شریعت و ارباب طریقت کا معمول و مسلک رہا ہے۔ یس اس صورت میں ان کے چشموں کو شک کہنا اور ان سے طریق کو خدا تعالیٰ کی طرف نہ پہنچانے والا سمجھنا اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ صرف اپنے طریق ارشاد کو سمجھنا نہ صرف اختیار و ابرار امت کی توہین ہے بلکہ مفاسد عیدہ کو مستلزم ہے کیونکہ اس توجیہ پر یہ بھی لازم آتا ہے کہ امت محمدیہ جو مرزا صاحب کے سلسلہ میں داخل نہیں ہوئے وہ خدا تعالیٰ کا تقرب اور وصول الی اللہ ہرگز نہیں پاسکتے اور ان کے تمام مجاہدے اور تمام اعمال صالحہ اور ان کا تقویٰ و طہارت اور ان کا عرفان معرفت اور زہد و عبادت خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ تعلیم کی پیروی و پابندی کے باوجود ذریعہ ہدایت و وسیلہ نجات نہ ہو تا و ظہیر کہ ان اصول اور تعلیم کا اتباع نہ کیا جائے جو مرزا صاحب کی طبع زاد تعلیم ہے۔

(۵) مجدد الف ثانی صاحب نے ہزار سال کے سر پر آنے والے مجدد کو صدی کے سر پر آنے والے مجدد پر اپنی فضیلت دی ہے جتنی سوا ہزار میں نسبت ہے تو گویا اس قول میں مجدد صاحب نے سابق مجددین کی توہین کی ہے۔

الجواب

(الف) مختار مدعا علیہ نے اگرچہ حضرت مجدد صاحب کو مسلم بزرگ مانا ہے مگر اس کو اپنے مسلم بزرگ کا مقرر کردہ اصول بھی تسلیم نہیں ورنہ اس کو ماننا پڑے گا کہ مرزا صاحب نے حقیقۃً الٰہی صفحہ ۳۹۱ کے بیان میں بیشک توہین کی ہے کیونکہ خود مرزا صاحب کا اقرار ہے اور مختار مدعا علیہ کا عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب جو دھوئیں صدی کے مجدد

ہیں اور حضرت مجدد صاحب سربندی مجدد الف ثانی ہیں۔ یعنی دوسرے ہزار سال کے آغاز پر مجدد ہو رہے ہیں جو دہویں صدی کے مجدد یعنی مرزا صاحب اور دوسرے ہزار سال کے مجدد یعنی مجدد صاحب سربندی کے درمیان حسب تفریح مجدد صاحب پہ کی نسبت ہوگی یعنی مجدد الف ثانی صاحب مرزا صاحب سے دس گنا افضل و اکمل ہوں گے۔ پھر مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ جس قدر مجھ سے پہلے ادیباء ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ سراسر توہین و تحقیر ہے جو ہمارا مدعا ہے۔

(ب) حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول مجدد میں سالفین کی قطعاً توہین نہیں بلکہ توہین کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں۔ حضرت مجدد صاحب کے قول کا معنی یہ ہے کہ ہزار سال کے سر پر جو مجدد آتا ہے وہ اُن تمام مجددین سے دس گنا افضل ہوتا ہے جو اس ہزار سال کے ہر صدی پر آتے ہیں۔ بالکل صحیح اور مسلم سن بھری کے پہلے ہزار سال کی پہلی کا مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی ہیں جیسا کہ نواب صدیق حسن صاحب نے حج الکملہ میں اور مرزا صاحب کی امت میں سے عبدالرحمن غلام نے اپنی پاکٹ بک میں لکھا ہے۔ پس پہلے ہزار سال میں جس قدر مجددین صدی بصدی آئے اُن سب سے حضرت عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں۔ کیونکہ تابعی اور خیر القرون میں سے ہیں۔ پہلے ہزار اسلامی ختم ہونے پر دوسرے ہزار اسلامی کے پہلی صدی پر جو مجدد آیا وہ اس ہزار سال کے ان تمام مجددین سے افضل ہے جو اس ہزار سال کی ہر ایک صدی کے سر پر آتے رہیں گے۔

پس مجدد صاحب کے اس قول سے حضرت مجدد صاحب الف ثانی کی فضیلت صرف ان مجددین پر ثابت ہوگی جو ہزار ثانی کے ہر صدی کے سر پر آتے رہیں گے۔ پس مجدد صاحب کی فضیلت صرف آئندہ آنے والے مجددین پر ثابت ہوئی نہ پہلے ہزار سال کے مجددین پر۔ مجدد صاحب کے اس قول کے مطابق مرزا صاحب نے برتری اور فضیلت ظاہر کر کے مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگوں حضرت مجدد صاحب الف ثانی اور علامہ عبد الوہاب شعرانی وغیرہ بزرگوں کی توہین کی۔

اے بد ذات فرقہ مولویان

مختار مدعا علیہ نے اس الزام کے جواب میں اپنے نبی مرزا صاحب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے علماء امت کے حق میں نہایت مغلفاظ استعمال کئے ہیں ہم اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ حسنہ لہٰذا لہٰذا فاحشاً ولا متعافحشاً اتباع کرتے ہوئے مختار مدعا علیہ کی سخت کلامی بھی برداشت کرتے ہیں چوں کہ مختار مدعا علیہ نے اس بحث کو بجایا طول دیا ہے اور اس قسم کا مغالطہ بار بار دیا ہے اس لیے مختار مدعا علیہ کے مغالطہ کو ظاہر

کرنے اور اصل حقیقت کو دکھلانے کے لیے ذرا تفصیل سے عرض کرتا ہوں۔

خلاصہ جواب مختار مدعا علیہ

- (۱) مرزا صاحب نے شرفاء و علماء کو گالیاں نہیں دیں یہ گالیاں ان علماء کو دیں ہیں جن کا شیعہ خباثت و شرارت ہے۔
- (۲) مرزا صاحب کی یہ گالیاں ایسے علماء کو ہیں جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا الج۔
- (۳) شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے وقت کے علماء کو یہودی کا نمونہ بتلایا ہے۔
- (۴) یہ گالیاں ان مولویوں کے حق میں ہیں جنہوں نے سخت مخالفت کی اور ان کی زبان درازی انتہا کو پہنچ گئی اور فحش مضمون کے اشتہار دئے۔
- (۵) مسیح مولوی نے جس طرح اپنے وقت کے مولویوں اور فقیہوں کو سانپ اور سانپ کے بچے حرامکار و شریر کہا اسی طرح مسیح محمدی نے اسی قسم نیست فطرت تمسوح القلب سیاہ باطن مولویوں کے حق میں یہ الفاظ اسے بد ذات فرقمہ مولویان الج استعمال کئے۔
- (۶) یہ الفاظ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ہم مشرب مولویوں کے حق میں ہیں۔
- (۷) ان العدی صاروا الج سے مراد وہ مولوی ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کو گالی دیں جو خسرو بر صفت ہیں۔
- (۸) کنٹرل العمال میں حدیث ہے کہ امت میں ایک خوف آئے گا۔ لوگ علماء کی طرح جمع کریں گے تو وہ خسرو برادر بندہ ہو چکے ہوں گے۔
- (۹) ایسے مولویوں سے مراد وہ مولوی ہیں جو نقول کے پابند ہوں گے۔
- (۱۰) اگر مرزا صاحب کی دشنام دہی گالی پس تو قرآن میں بھی بہت سے گالیاں ہیں ذلک مثل الذین کذبوا بآیات اللہ الم
- (۱۱) عورتوں سے جن کو کتیاں کہا ہے وہ مراد جنہوں نے گالی دیں۔

الجواب

جولہ ہر ایک شق کے جواب دینے سے ایک اجمالی جواب دیتا ہوں۔ کہ علماء وقت کو مرزا صاحب نے کیوں گالی دیں اور علماء وقت اور مرزا صاحب کی عداوت کیوں تھی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تیر سو سال سے بنصوص قطعہ کتاب

سنہ و اجماع امت اسلامیان عالم کا متفقہ عقیدہ تھا کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت سے تیس جہال کذاب پیدا ہوں گے۔ ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اس پیشگوئی کے مطابق کئی ایک مدعیان نبوت پیدا ہوئے۔ علماء امت نے ان کو کذاب و دجال قرار دیا اسلامی حکومت نے ان سے جہاد کیا آخر ان کو قتل کر کے فتنہ کو فرو کیا۔ مسلمہ کذاب مدعی نبوت کو کافر و دجال قرار دیا بحکم خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ نے جہاد کیا اور قتل کیا علیؓ ہذا جب بھی کسی نے دعویٰ نبوت کیا علماء نے اس کو دجال و کذاب کا فتویٰ دے کر اس کے قتل کا حکم دیا۔ تاکہ مرزا صاحب نے انگریزی حکومت کے زیر سایہ دعویٰ نبوت کیا۔ اسلامی حکومت نہیں تھی جو اس پر احکام شرعی جاری کرتی۔ صرف علماء امت موجود تھے جنہوں نے حیات دین مبین کے لیے مرزا صاحب کو بروی حدیث سیکون فی امتی دجال و کذاب کہا اور مرزا صاحب کے تمام دجل اور ان کے پردوں کو پارہ پارہ کیا امت محمدیہ کو کفر و ارتداد کے اس فتنہ عظیم سے بچانے کے لیے مرزا صاحب کو مناظروں میں شکستیں دیں اور ان کی تردید میں مستقل کتابیں لکھیں اور مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کی فریب کاریوں کو آشکار کیا۔ اس جہاد فی الدین میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی رحمتہ علیہ نہایت گرانقدر خدمات ادا کیں۔ مرزا صاحب کا جادو ان کے منشاء اور تخیل کے مطابق نہ ہل سکا اور مرزا صاحب کو یقین ہو گیا کہ اس فتنہ عظیم کی سرکوبی کے لیے علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کا شان دکھلایا ہے جب تک طبقہ علماء موجود ہے میری دعوت حسب منشاء اشاعت نہیں ہو سکتی اور علماء کا وجود میری قبولیت کے لیے سنگ راہ ہے تو پھر کیا تھا کہ مرزا صاحب نے علماء امت اور بزرگان وقت کو نہایت غلیظ گالی دی۔ یہ شروع کر دیں۔

مولوی الہی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عصاء موسیٰ میں مرزا صاحب کی گالیاں کو خوب حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کر دیا ہے اس کے لیے عصاء موسیٰ لکھنؤ ۱۲۵ و ۱۲۶ و ۱۲۷ ملاحظہ کیا جائے اب تفصیلاً ہر ایک شق کا جواب دیتا ہوں۔

(۱) یہ جواب بالکل مہمل و بے سود ہے پہلے شرافت اور بذات کا ایک معیار مقرر کیا ہوتا جس معیار پر تنقید کیجاتی کہ فلاں شریف ہے اور فلاں شریف نسب شرافت علم شرافت تقویٰ کے باکمال انسانوں کو مرزا صاحب نے سخت محض گالی دی ہیں مثلاً پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی حضرت مولانا عبد الجبار غزنوی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مولانا عبداللہ صاحب ٹوکی و مولانا اصغر علی صاحب روحی وغیرہ اکابر علماء اور برگزیدہ بزرگوں کو گالی دینا اور پھر ان کو شہر برکنا کس قدر تعدی ہے۔ ان حضرات نے محض نصرت دین اور اعلاء حق اور محافظت احوال اسلام و بحکم نبوی سیکون فی امتی ثلاثون الخ

مرزا صاحب پر فتویٰ تکفیر دیا جو محض اصول اسلام کے مطابق اور حکم شرعی کی پابندی تھی ایسے علماء کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت فرمائی تھی۔ لا تزال طائفة من امتی ^{۱۳} حضرت شاہ صاحب کا قول یقیناً مرزا صاحب کے مخالف علماء پیر چسپیاں نہیں کیونکہ اس وقت مرزا صاحب کا وجود اور دعویٰ اور علماء کا ان کے متعلق فتویٰ تھا ہاں حضرت شاہ صاحب کا قول ان مولویوں کے متعلق ہے جو کہ کتاب وسنتہ کو چھوڑ کر کلیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی تحریف کر کے اصول دین میں فتنہ ڈالتے ہیں اب معاملہ بالکل صاف ہے ایک طرف تو وہ علماء جو آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کا ہی معنی کرتے ہیں جو حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام سے مروی ہیں اور اجماع امت سے ثابت ہیں اور اسی اصول اور روشنی میں مرزا صاحب کی تکفیر کرتے ہیں اور دوسری طرف مولوی صاحب ہیں جو تفسیر بحات البیہ اور تنصیفات نبویہ اور اقوال اجماعیہ کے خلاف مرزا صاحب کے ہمنوا ہو کر آیات و احادیث میں تحریف کر کے مرزا صاحب کی نبوت ثابت کرنے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اسی لیے شاہ صاحب کا قول ایسے مولویوں کو یہودی صفت کہا گیا ہے۔

مرزا صاحب نے جس قدر علماء و علماء کو گالی دی ہیں اس کا ہزاروں حصہ بھی کوئی عالم دین بردہ سکتا ہے ^{۱۴} مرزا صاحب کو دجال و کذاب کہا مگر یہ وہ الفاظ ہیں جو حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے آپ کے بعد مدعی نبوت کے لیے صادر ہوئے ہیں اس میں علماء کا کیا قصور ہے یہ ایک فتویٰ شرعی ہے ہر ایک مسلمان ایسا کہنے کے لیے شرمناک ہے۔

یہ مرزا صاحب کا حضرت مسیح علیہ السلام پر بہتان ہے انبیاء علیہم السلام اخلاق مرضیہ کامل سے متصف اور خلق ^{۱۵} اعلیٰ کا نمونہ ہوتے ہیں اگر کسی انجیل میں ایسا لکھا ہوا ہے تو ہم اس کے مکلف نہیں اس لیے کہ انجیل میں تحریف ہو چکی ہے جو مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے قرآن و حدیث اور آثار صحابہ میں اس کا کوئی اصل نہیں باقی رہا یہ کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے مخالف علماء کے حق میں خبیث فطرت مسوح القلب اور سید باطن کے الفاظ استعمال کئے ہیں ہم ان کو برداشت کرتے ہیں کیونکہ ہمارے مولیٰ اور آقا علیہ السلام نے اس طریق گفتگو سے منع فرمایا ہے۔

حضرت مولانا محمد حسین صاحب بنالوی کی مرزا صاحب سے کوئی عداوت نہیں تھی پہلے پہل جب مرزا صاحب ^{۱۶} نے اسلام کی خدمت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو مولانا محمد حسین صاحب نے ان کی تعریف و توصیف کر دی جب رفتہ رفتہ مرزا صاحب اسلامی تعلیم سے دور ہوتے گئے تو مقدسین پر زبان درازی کی مجدد و مہدی بننے بگنے مسیح نبی رسول بننے گئے تو ناپار مولوی صاحب نے تمام اکابر و افاضل علماء ہند سے استغاثہ کیا سب نے بالاتفاق مرزا صاحب

پر کفر کا فتویٰ دیا اور قرآن و احادیث صحابہ کرام ائمہ عظام کے اقوال و آثار کی روشنی میں یہ فتویٰ مرتب ہوا۔ اس لیے ہمدی گذارش ہے کہ اس فتویٰ کو جو ایک کتابی صورت میں ملاحظہ فرمائے تاکہ یہ تمام حقیقت واضح ہو جائے اگر اس وقت کے علماء مرزا صاحب کی تکفیر نہ کرتے تو کیا ناموس اسلام کی حیثیت اور روایات اسلامی کی حفاظت بھال اور بے علم لوگ کرتے کیا ادوار ماضیہ کے علماء و ائمہ نے مدعیان نبوت کی تکذیب و تکفیر نہیں کی تھی۔ مرزا صاحب کے وقت کے علماء نے مرزا صاحب کی تکفیر و تکذیب میں کوئی نیا کام نہیں۔ مقام تعجب ہے کہ میلہ کذاب اور اسود منی اور علی باب و ہمد اللہ مدعیان نبوت کو کافر کہنے والے علماء تو علماء امتی کا بیادہی اسرائیل کا مصداق ہوئے اور چودھویں صدی کے مدعی نبوت مرزا صاحب کی تکفیر کرتے علماء بدترین مخالفین تھے۔

اولاً یہ سراسر بہتان اور افتراء ہے کیونکہ مختار مدعا علیہ نے اس کو کوئی نبوت نہیں پیش کیا محض دعویٰ بلا دلیل ناقابل سماعت ہے۔ مرزا صاحب کی عادت تھی کہ وہ پہلے ایک قابل مواخذہ بات کر دیتے۔ جب اعتراضات ہوتے افتراء کے طور اس کی ابتداء اور ان کی طرف منسوب کر دیتے تھے ہاں مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا علماء نے بموجب فرمان نبوی ان کو کذاب و دجال ضرور کہا یا مرزا صاحب کی پیشگوئیوں پر مکتہ چینی کی مرزا صاحب کے دلائل لا طائل کی حقیقت کھول کر رکھ دی تاکہ لوگ اس فتنہ والہاد سے بچ جائیں۔ جس پر مرزا صاحب نے دلائل کا جواب دشنام و ہی سے دیا جو ہر مطلوب کا طریقہ کا ہے۔

(۸) مختار مدعا علیہ نے کثر العمال کی حدیث نقل کر کے مرزا صاحب کے مخالف علماء کو خنزیر اور بندر بتلایا ہے۔ بندر اس لیے کہ نقل آثار کے عادی ہوں گے یعنی لکیر کے فقیر اور پرانی روایات کے پابند ہوں گے۔ اور خنزیر اس لیے جواب سے عاجز ہو کر خنزیر پر صفات یعنی گالی دیں گے یہ ہے مختار مدعا علیہ کا سلیقہ جو اس نے اپنے پیشوا مرزا صاحب سے دراشت پالیا ہے۔ اب میں حدیث کا جواب دیتا ہوں اور مختار مدعا علیہ کی غلط فہمی کا ازالہ کر کے ثابت کرتا ہوں۔ کہ مختار مدعا علیہ نے ناحق اس حدیث کو مرزا صاحب کے مخالف علماء پر چسپاں کیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث صاف طور پر ان مولویوں پر منطبق ہے۔ جنہوں نے قرآن و حدیث میں تحریف کر کے مرزا صاحب کی تصدیق کی ہے کہ حضور علیہ السلام اخیر زمانہ کے متعلق پیشگوئی فرماتے ہیں کہ میری امت میں ایک خونخوار فتنہ اٹھے گا جو اس فتنہ قادیانیہ کی طرف اشارہ ہے ناواقف لوگ اپنے علاقہ کے مولویوں کی طرف اس فتنہ کی فریاد لے جائیں گے۔ کہ اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے انھیں ان میں سے بعض مولوی پہلے اس فتنہ میں مبتلا ہو کر بنی اسرائیل کے بعض مغضوب علیم لوگوں کی طرح مسوخ ہو کر خنزیر و بندر ہو چکے ہیں یعنی رسول خدا سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بتلایا صراط مستقیم چھوڑ کر اس فتنہ کو قبول کر کے کونوا قرسہ خاسسین

کا مصداق ہو چکے ہوں گے اور لوگوں کو بھی اسی فتنہ عظیمہ کی دعوت دیں گے۔ یا معنی ہے کہ اس گروہ کے مولویوں میں بندوں کی نقل اور خنزیروں کی بے غیرتی پائی جائے گی۔ چنانچہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ اس فرقہ کے مولوی مرزا صاحب کی برأت کے لیے مختلف نقیلیں اتارتے رہتے ہیں اور حاطب لیل ہو کر کہیں تو رات کا قول کہیں انجیل کے حوالے کبھی جنم ساکھوں کی عبارتیں کہیں وقت صوفیہ کرام کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ تاکہ مرزا صاحب کی برأت کا سامان ہو جائے اس فرقہ کے مولویوں کو مناظرہ و استدلال کے میدان میں جو روز اول سے شکستیں اور ذلتیں نصیب ہوتی رہی ہیں۔ مقتضائے غیرت یہ تھا کہ کبھی نام نہ لیتے مگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خنزیر پر صفت بتلا کر بطور پیشگوئی فرمایا تھا کہ ان میں غیرت نہیں ہوگی یہ ہے حدیث کا مطلب جس کو مختار مدعا علیہ نے غلط بیان کر کے مرزا صاحب کے مخالف علما پر چسپاں کیا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علما کو بشارت دی ہے کہ جو اس فتنہ میں مبتلا نہ ہوں گے اور صراط مستقیم پر قائم رہیں گے لایزال طاقتہ من امتی ۱۱

(۹) مختار مدعا علیہ اپنے پیشوا سے کس قدر متزلزل کر کے کہتا ہے کہ اگر مرزا صاحب کی کلام میں گالیاں ہیں تو ماننا پڑے گا۔ کہ قرآن کریم میں گالیاں ہیں ورنہ خود مرزا صاحب تو یہاں تک فرمایا تھا کہ ماننا پڑے گا کہ قرآن گالیوں سے پر ہے۔ پس ان ہر دو عبارات سے عدالت خود غور فرما سکتی ہے کہ ان لوگوں کا تعلق اسلام اور بائنی اسلام اور قانون اسلام یعنی قرآن کریم سے کس قدر ہے کہ اگر مرزا صاحب کی تعلیم پر اعتراض کیا جائے تو ویسا اعتراض اسلام پر کر دیتے ہیں اگر الزام مرزا صاحب سے ثابت ہو تو اسی قسم کا اعتراض حضور علیہ السلام کی ذات اقدس پر کیا کر دیتے ہیں اور اگر کوئی اعتراض مرزا صاحب کی کلام پر وارد ہو تو ویسا ہی اعتراض قرآن حکیم پر عائد کر دیتے ہیں پھر لطف یہ کہ دعویٰ بھی موجود ہے۔ ہا صلسلہ انجیم از فضل خدا۔

(۱۰) قرآن کی بیان کردہ مثال ذلک مثل الذین کذبوا بآیات اللہ الایۃ بھی حرف بحرف مرزا صاحب کی جماعت کے مولویوں پر صادق آتی ہے کیونکہ کناہیں پڑھنے کے بعد ان مولویوں نے اللہ تعالیٰ کے فرامین اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و ہدایت کو پس پشت ڈال کر ختم نبوت کا قرآنی اور نبوی اور جماعی عقیدہ چھوڑ کر محض ہوائی نفس میں علم ربانی سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور پھر علماء ربانین نے ان کے عقیدہ باطل کی تردید میں روز روشن کی طرح دلائل و براہین قائم کر دیے وہ صم بکم علی رکھ ہدایت سے محروم ہوئے۔ مختار مدعا علیہ نے تو اس جواب میں کمال ہی کر دیا مرزا صاحب اپنے مخالفوں کو خنزیر کہتے ہیں اور ان کی بیویوں کو کتیاں مگر مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ وہ عورتیں مراد ہیں جو مرزا صاحب کو گالی دیتی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اولاً اس ملک کی عورتوں کو مشاجرات مذہبی کا علم بھی نہیں ہوتا اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ ان سب مخالفین کی عورتوں کو مرزا صاحب اور ان کے اپنے خاندانی مخالفت مذہبی کا علم بھی ہو گیا ہو تو یہ کہاں سے لازم آیا کہ مخالفوں کی عورتیں مرزا صاحب کی گالی بھی دیتی ہوگی پھر مرزا صاحب کا بلا استثناء مخالفوں کی عورتوں کو کتیاں کہنا کس قدر بلاوجہ الزام ہے۔

ذریۃ البغایا

مخاران مدعیہ نے لغت کے مستند اور معتبر کتب سے ثابت کر کے بتلایا کہ ذریۃ البغایا کے معنی حرام کار عورتوں کے بیٹے ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنے ان تمام مخالفوں کو جو ان کے دعویٰ نبوت کی تصدیق نہیں کرتے اور اس دعویٰ میں ان کو چھوٹا مانتے ہیں ان کو زنا کار عورتوں کی اولاد بتلایا ہے۔ حالانکہ کوئی شریف انسان اپنے کسی مخالف کو صرف اختلاف دعویٰ کی وجہ سے زانیہ عورتوں کی اولاد یا حرام زادے نہیں کہتا کیونکہ مذہبی اختلاف بنیاد عقائد پر ہے نہ مخالف کے لفظ و حرام اور زانیہ عورت کے اولاد ہونے پر محتاران مدعا علیہ نے دیدہ و دانستہ اس حقیقت نفس الامری کو چھپانے کے لیے مرزا صاحب کے قول لاقوۃ الا ذریۃ البغایا کی چند رنگ توہمیں کی ہیں۔ پہلے اس سے کہ میں ان توہمات کا بطلان ثابت کروں خود مرزا صاحب کے مصنفات بغی و بغیہ و بغا یا۔ بمعنی زانیہ زنا کار بازاری حرام کار فاحشہ عورتیں پیش کرتا ہوں جہاں کہیں مرزا صاحب نے ان الفاظ کو استعمال کیا ہے ان کا ترجمہ زنا کار حرام کار عورتیں کیا ہے۔ میں مرزا صاحب کے صرف ایک رسالہ لجنۃ النور سے چودہ حوالے پیش کرتا ہوں جس میں مرزا صاحب نے بغی و بغیہ و بغا یا۔ کا ترجمہ زنا کار بدکار بازاری عورتیں کیا ہے چنانچہ لجنۃ النور کے صفحہ ۳۱ میں ہے یسرون بتلك البغایا۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے خود کیا ہے بلکہ ”بیدن زن ہائے زانیہ خوش مے شونڈ۔ اور صفحہ ۶۹ میں ہے ویجتراؤن کا لبغایا علی انعام الخبائث۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے کہ ہم ”چوزنان بازاری بر ہر نوع ناپاکی دلیری مے نمایند“ اور صفحہ ۸ میں ہے وقد تجتمع الیہم فی بعض لیا الیہم بغایا المسوق۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے۔ ”وگلے در بعض شب زنان بازاری مے آیند“ اور صفحہ ۱۶ میں ہے یتزوجون البغایا جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے ”وہ نکاح خود مے آزند زنان بازاری را۔ اور اسی صفحہ میں ہے تخم یوجہ کا لبغایا نوع من الجلا دة۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے کہ ”ہاں بیچو زنان بازاری قسے از چالاک در ایشال یافتہ میشود“ اور صفحہ ۱۸ میں ہے فان نطفۃ البغایا قد خاہو اکثر ولد۔ جس کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے۔ ”ہر جا کہ نطفہ زنان بازاری با کثر بچگان مخلوط شدہ“ اور اسی صفحہ میں ہے۔ ویتلون تلوا البغایا لکاری الحانتہ۔ جس کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے ”و پس زنان فاسقہ بیچوستان شراب خانہ می روند“ اور صفحہ ۱۹ میں ہے ان للبیچال والبغایا سنیرۃ واحدۃ۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ ”زنان فاحشہ و دجال در جیلہ جوئی و کار سازی مشابہت می آزند“ اور صفحہ ۹۰ میں ہے ان لنا دادان کن بغایا۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا کہ ”و در خانہ زمان آن خانہ فاسقہ باشند“ اور

صفحہ ۹۲ میں ہے ”وما اھلکم الا البغایا جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے خود یہ کیا ہے ”ہلاک نہ کرو ایسا نہرا مگر زنان فاحشہ“ وقد کثرت البغایا للشهوة الناس في هذا الزمان۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے ”دیرائے بد بختی مردم زنان فاحشہ ہیں زنان بسیار شہہ اند“

اور صفحہ ۹۲ میں ہے ”وبما تسقط بغی من کثرة الخمر في وسط السوق و بوالزهر جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے ”و بسا اوقات زن فاحشہ از کثرت شراب خوری در وسط بازار و گداز مردم بیہوش سے شود“

اور صفحہ ۹۷ میں ہے ”و یبذل في مداوات بغی جهد اسی۔ جس کا مرزا صاحب نے یہ ترجمہ لکھا ہے۔
”و خونیجے کند در علاج زنان فاحشہ کوشش طیب“۔

اور صفحہ ۱۱۸ میں ہے ”واشتخلوا من شرح الوقایة والهدایة الى العواہد والبغایا جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے ”وازشرح وقایہ و ہدایہ رومانہ سوائے زنان بدکار“۔

ہم نے مرزا صاحب کے ایک رسالہ سے جو وہ حوالے یہ پیش کر دیئے ہیں جس میں مرزا صاحب نے بغیہ۔ یعنی۔ بغایا کا ترجمہ زن ہائے بازاری زن ہائے زانیہ زن ہائے فاحشہ زنان بدکار کیا ہے اب ائینہ کمالات ص ۵۵ کے لفظ ذریتہ البغایا کی تشریح اور تعین معنی میں مختاران مدعا علیہ کے پیشوا غلام احمد صاحب کے استعمالات اور محاورات اور بیان کردہ معنی سے صاف ظاہر ہے۔ مختاران مدعا علیہ کو یقین صریح ہے کہ مرزا صاحب کی پچاس الماریاں ان محاوروں کی تشریح اور بیان معنی سے خالی ہیں اگر مختاران مدعا علیہ کو اپنے مقتدا مرزا غلام احمد صاحب کی کسی عبارت میں بغیہ اور بغایا کے وہ معنی ملتے جو مختاران مدعا علیہ مرزا صاحب کے قول الذریتہ البغایا کے کرتے ہیں تو مرزا صاحب کی کسی ایک عبارت یا اس کے ترجمہ سے دکھلاتے حالانکہ ان کے پیشوا و مقتدا مرزا غلام احمد صاحب کو بغیہ اور بغایا یعنی زن فاحشہ زنان بدکاری وغیرہ الناظر لکھنے کا بکثرت اتفاق ہوا۔ پنا نچہ صرف ایک رسالہ لجنۃ النور سے جو وہ حوالے پیش کئے گئے ہیں بلکہ ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مصنفات سے چند ایسے حوالے پیش کرتے ہیں مختاران مدعا علیہ کے مسلم مقتدا و پیشوا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ذریتہ البغایا کے معنی یعنی اولاد حرام اور حرام زادے کے صریح اتفاق اپنے مخالفوں اور منکروں کے حق میں استعمال کئے ہیں ذریتہ البغایا کا معنی اولاد حرام اور حرام زادے کے متعلق مختاران مدعا علیہ ناجائز چلے کر رہے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ مرزا صاحب نے منکریں کے حق میں ذریتہ البغایا بمعنی اولاد حرام کے استعمال نہیں کیا۔ ہم نے ان کی تسکین کے لیے لجنۃ النور سے ۱۴ حوالے پیش کر دیئے ہیں کہ مرزا صاحب بغیہ اور بغایا کے معنی زنان بازاری اور زنانہ بدکار کرتے ہیں۔ اگر ان کی تسکین کے لیے کافی نہیں تو اپنے مقتدا و پیشوا کے حوالجات ذیل پڑھ لیں کہ کس

طرح اپنے مخالفوں اور منکروں کے حق میں ذریعہ البغایا کے مترادف الفاظ صریح کہتے ہیں۔
(۱) ”پھر بھی کوئی ہماری تکذیب کرے اور اس معیار کی طرف متوجہ نہ ہو اور ناحق بچائی پر پردہ ڈالنا چاہے
تو بے شک وہ حلال زادہ نہیں ہوگا۔“

(انوار الاسلام صفحہ ۲۹)
(۲) ”جو شخص اس فیصلہ کے خلاف ہو اس کرے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس
کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔“

(انوار الاسلام صفحہ ۳۰)
اس ”اکر وہ ولد الحرام نہیں اور حلال زادہ ہیں تو اس سمون کو پڑھ کر اس فیصلہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔“
(انوار الاسلام صفحہ ۳۱)

(۳) ”اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں سے کون بلا توقف اس فیصلہ کے لیے سنی کرتا ہے اور کون ولد الحرام
بننے کے لیے سنی کرتا ہے۔“
(انوار الاسلام صفحہ ۳۲)

(۴) ”کہ اگر اب بھی کوئی مخالف مولوی یا کوئی عیسائی یا ہندو یا آریہ یا گیسو والہ سکھ ہماری اس فتح نمایاں کا
قائل نہ ہو تو اس کے لیے طریق یہ ہے کہ مشر عبد اللہ صاحب کو قسم مقدم الذکر کے کھانے پر آمادہ کرے اور
اگر ایسا نہ کرے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شریف نہیں اس کی فطرت میں خلل ہے یہ نہایت صفائی کا فیصلہ اور
کسی حلال زادہ کا کام نہیں جو بغیر رعایت اس فیصلہ کے ہم کو جھوٹا شکست خوردہ قرار دے۔“

(مختصر تقریر متعلق فتح اسلام مطبوعہ ۹ ستمبر ۱۸۹۷ء)

ان پنجگانہ حوالجات کے ملاحظہ کے بعد عدالت کے سامنے یہ امر بخوبی آجاتا ہے کہ ذریعہ البغایا کے معنی وہ ہیں
جو مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ نے بیان کئے ہیں اور مختاران مدعا علیہ نے جو غلط اور لغو تاویلات بیان کئے ہیں
وہ بالکل صحیح اور قابل اعتناء نہیں کیونکہ مرزا صاحب کی عادیہ مستمرہ ہے کہ جو شخص ان کی افترا کی اور خود ساختہ
باتوں کو تسلیم نہ کرے تو فوراً اس کو حرام زادہ اور ولد الزنا کہہ دیتے ہیں۔

باقی رہا مختاران مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ابن الفاعلہ اور ابن الزانیہ وغیرہ بول کر اس سے بدخصلت انسان مراد
ہوتا ہے اگر اس کو صحیح بھی مان لیا جائے تاہم ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ کیونکہ ان کے مقتدا اور پیشوا کا استعمال
کردہ لفظ ذریعہ البغایا ہے جس کے معنی زانیہ عورتوں کی اولاد کے ہیں۔ اور اس لفظ البغایا کے استعمال کا کوئی عاوارہ
معنی بدخصلت انسان کے نہیں پیش کیا۔ متنازعہ فیہ لفظ ذریعہ البغایا ہے نہ ابن الفاعلہ اور ابن الزانیہ
وغیرہ۔

علی ہذا متنبی کا یہ شعر ہے

تمکرموتهم وانا سہیل طلعت بموت اولاد الزناء

ان کو مفید نہیں اس لیے مختار ان مدعا علیہ نے اس شعر کا غلط یہ ترجمہ کیا ہے۔

”یعنی اے علی بن اسحاق آپ حاسدوں اور چغل خوروں کی موت پر تعجب کرتے ہیں حالانکہ سہیل ستارہ ہوں جوان حیوان سرشت بد باطنوں کے لیے طلوع ہوا ہوں“

حالانکہ مولانا ذوالفقار علی صاحب نے تفہیم البیان شرح متنبی میں یہ ترجمہ کیا ہے۔

”اور تو حاسدوں کی موت کا انکار کرتا ہے حالانکہ میں سہیل ہوں کہ میں بہائم و ادا زناء کی موت لے کر

آیا ہوں۔“

مختار مدعا علیہ نے پہلے تفہیم البیان کا ترجمہ نہایت لطیف سے پیش کیا تھا اب چونکہ تفہیم البیان کا ترجمہ ان کے مدعا کی تردید کرتا ہے لہذا اس ترجمہ سے اعراض کر کے از خود ترجمہ کیا اور حیوان سرشت بد باطنوں کا لفظ از خود بڑھایا جو تفہیم البیان کے ترجمہ کے بالکل خلاف ہے تفہیم البیان میں لکھا ہے اداد با اولاد الزناء البہائم والعرب تقول اذا طلعت سہیل وقع العوباء فی البہائم۔ یعنی اولاد الزناء سے مراد جانور ہیں اور عرب کہتے ہیں۔

کہ جب سہیل ستارہ نکلتا ہے تو جانوروں میں دبا پھیل جاتی ہے۔ یعنی جس طرح سہیل ستارہ کے طلوع سے اولاد الزناء یعنی جانوروں میں موت پڑ جاتی ہے اسی طرح میرا وجود حاسدوں کے لیے موت کا موجب ہے۔

مگر مختار مدعا علیہ کی دلیری قابل دید ہے کہ عدالت کے سامنے دیوان متنبی جیسی مشہور عالم کتاب کے شعر کے معنی کے متعلق غلط بیانی کر کے دہوکہ دینا چاہا ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اپنے پیشوا اور مقتدا مرزا غلام احمد صاحب جس نے اسلام اور بانی اسلام کی مقبوس تعلیم اور روایات سے تمسخر کیا۔ اپنی خرافات اور ہطیات کے بچاؤ کے لیے حضرت سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس زندگی کو نشانہ بنایا۔ تمام شاہ اثر اسلام پر ہاتھ صاف کیا جہاں کہیں مرزا صاحب کے فعل و قول پر اعتراض ہوا فوراً بے دردی سے حضرت آقا نامدار کی ذات بزرگات پر ویسا حملہ کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ مرزا صاحب کے اس طریق جواب سے پادری بغلیں بجا رہے ہیں۔ چنانچہ پادری ایس ایم پال مدیر اخبار نور افشاں نے کتاب معذرت نامہ مرزا لکھ کر عیسائیت کی بڑی خدمت کی ہے جو کچھ وہ اسلام اور بانی اسلام اور قرآن حکیم کے متعلق بر ملا نہیں کہہ سکتے تھے وہ مرزا غلام احمد صاحب کے الفاظ میں کہہ گیا ہے اور ساٹھ ہی یہ لکھ دیا ہے۔

”بالآخر اس قدر اور گزارش کی جاتی ہے کہ اس کتاب کے جمع اور تالیف میں ہم نے اپنے آپ کو بالکل غیر جانب دار دکھائے اور اپنی طرف سے ایک جملہ بھی نہیں لکھا ہے اور ہر قسم کے تصرف سے بالکل اجتناب کیا ہے اس لیے مسیحی مناظرین کی خدمت میں بھی یہی عرض ہے کہ اگر کبھی ان کو اس کتاب سے کام لینے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ اس طرح اس کے حوالے پیش کریں کہ مرزا صاحب یا مرزا صاحب کا خلال مرید یہ کہتا ہے از خود ان اعتراضات کے پیش کرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔“

مسلمان بھائیوں کی خدمت میں بھی یہ گزارش ہے کہ اگر ان کو اس کتاب کے جواب لکھنے کی ضرورت پڑ جائے تو ہمارا ذکر مطلق درمیان نہ لایا جائے کیونکہ ہم صرف حوالوں کے ذمہ دار ہیں نہ کسی اور امر کے بلکہ براہ راست قادیانیوں کو خطاب کریں“

(معذرت نامہ مرزا صفحہ ۱۰)

ارادہ تھا کہ پادری صاحب کے اس رسالہ کے چند اقتباسات بطور نمونہ پیش کر دیے جائیں مگر اختصار کی خاطر اس رسالہ کے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں۔“

(۱۱) معذرت سوم: آنحضرت کی پیشگوئیاں بھی غلط نکلیں۔

(۱۲) آنحضرت کی پیشگوئیاں کی غلطیاں مرزا کے مریدوں کے زبانی۔

(۱۳) مرزا جی کی دشنام دہی کی معذرت کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پڑا ہے۔

(۱۵) قرآن و احادیث میں بھی تناقض ہے

(۱۹) مرزا صاحب کے فرزند دلبند یعنی موجودہ قادیانی خلیفہ کی طرف سے معذرت کہ اگر مرزا صاحب نے اپنی پوجی کی بیٹی سے شادی کرنی چاہی تو آنحضرت نے بھی ایسا کیا ہے۔

(۲۱) معذرت اول: اگر میری کلام میں سرقہ ہے تو قرآن میں بھی ہے۔

(۲۲) معذرت دوم: قرآن میں بھی غلطیاں ہیں۔

(۲۷) آنحضرت کی دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔

(۳۳) اگر مرزا صاحب مجھوں مجھے تو آنحضرت بھی محصور تھے۔

(۳۳) اگر مرزا صاحب نے اپنی کوئی بات چھپائی تو آنحضرت نے بھی چھپائی۔

(۳۴) اگر مرزا صاحب کی مراد پوری نہیں ہوئی تو آنحضرت کی مراد بھی پوری نہیں ہوئی۔

(۳۵) اگر مرزا صاحب کے اہدات میں غیر زبان کے الفاظ ہیں تو قرآن میں بھی ہیں۔

اس قہرست کے مطالب پر نظر ڈالنے اور پادری صاحب کی گزارش محولہ بالا پر غور کرنے سے بالکل واضح ہے کہ مرزا صاحب اور اس کے مریدوں نے حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی ذات پاک اور قرآن حکیم اور اسلام پر کس قدر ناپاک حملے صرف اس لیے کئے ہیں کہ مرزا صاحب کے ہزلیات پر جو اعتراض وارد ہوتے ہیں وہ حضور علیہ السلام اور اسلام اور قرآن پر واضح چسپاں کر دیئے جائیں تاکہ کسی طرح مرزا صاحب کی برأت ہو جائے، پادری صاحب نے معذرت نامہ کی تہدید میں ایک خط نقل کیا ہے جو لاہوری مرزائیوں کی اخبار بنیام صلح میں شائع ہوا ہے جس کا خاص حصہ ملاحظہ عدالت کے لیے پیش کرتا ہوں ”جب کسی معترض نے مرزا صاحب کی خصلت یا قول یا فعل پر اعتراض کیا اور کوئی عیب یا نقص یا بدی ان کی طرف منسوب کی تو (قادیان سے) اس کے جواب میں کبھی مرزا صاحب کی برأت یا صفائی نہیں بیان کی گئی بلکہ یہ جواب دیا گیا کہ یہ باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں اور قرآن میں بھی پائی جاتی ہیں ایسے جوابوں سے کوئی امید ہے سادے مسلمان جو اس کی حقیقت سے زیادہ واقف نہیں ہیں مطمئن ہو جاتے ہوں گے مگر غیر مسلمین کے لیے تو صرف مرزا صاحب ہی نہیں بلکہ اسلام بھی سخت اعتراضوں کا نشانہ بن گیا“ (معذرت نامہ مثلاً) الحاصل مرزا صاحب اور ان کے مریدوں نے مرزا صاحب کے قابل اعتراض اور غلط افعال و اقوال کے الزامات کے جواز اور برأت کے لیے حضرت سرور عالم علیہ السلام اور قرآن حکیم پر ویسے سنگین حملے کر دیئے۔

یہ نکتہ قابل توجہ ہے اس تیرہ سو سال کے عرصہ میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں سے کسی ایک فرقہ یا فرد واحد نے اپنے فعل یا قول یا اپنے مقتدا مرشد و استاد کے فعل و قول پر اعتراضات اور مخالفوں کی گرفت اور الزامات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن حکیم پر عائد کر کے حضور کی زندگی کو یا قرآن پاک کی تعلیم کو معرض طعن اور مورد الزام نہیں بنایا۔ ہاں بعض پادریوں اور چند متعصب آریوں نے بے شک یہ طریق اختیار کیا مگر اس سے وہ نقصان متصور نہیں ہو سکتا جو مرزا صاحب اور جماعت مرزا صاحب کی تحریرات سے ہوتا ہے اولاً پادری اور آریہ مسلمانوں کے اشتعال سے خائف ہو کر اس بے باکی سے حملے نہیں کر سکتے ثانیاً اگرچہ مرزائیوں کا تعلق اسلام سے دیا ہے۔

جیسا عیسائیوں اور ہندوؤں کا اور عامۃ المسلمین کے حملوں کو بھی عیسائیوں اور ہندوؤں کے حملوں کی طرح اعداء کے حملے سمجھتے ہیں مگر عیسائی اور آریہ ان حملوں کی وجہ سے خوشی سے بھولے نہیں سماتے اور جو کچھ وہ اسلام اور بانی اسلام کی ذات مقدس پر کھلے لفظوں اعتراض اور حملے نہ کر سکتے تھے وہ مرزا صاحب کے الفاظ میں کر کے اپنی اسلام کی دشمنی کا ثبوت دیتے ہیں۔

باقی رہا مختار مدعا علیہ کا یہ دعویٰ اور اس کی ان کتابوں کو جن میں اسلام کی صداقت ظاہر کی گئی ہے

کس قدر لغو اور فضول ہے مرزا صاحب کی چھوٹی بڑی کتابیں اور رسالے تقریباً ۸۲ ہیں ان تمام کتابوں اور رسالوں میں مرزا صاحب نے بلا ریل و برابٹ اور مناسبت جو کچھ لکھا وہ اپنی مجددیت مہدویت مسیحیت اور رسالت و نبوت کے ثبوت میں مختلف رنگ اور گونا گوں پیلیٹری سے بدلے رفتہ رفتہ اسلام اور اسلامی روایات اور انبیاء علیہم السلام اور صالحین پر ہاتھ صاف کرتے گئے مرزا صاحب کے دہل اور کذب کو ظاہر کرنے کے لیے علماء نے اپنا قرعہ ادا کیا تو گالی گلوچ پر اتر آئے اگر کسی نے اس بدخلق پر اعتراض کیا تو جواب دیا کہ قرآن گایوں سے پر ہے حضور علیہ السلام نے مخالفوں کو گالی دی تھیں۔ علماء نے ختم نبوت وغیرہ استدلال بالحدیث پیش کیا تو احادیث کو یہ کہہ کر کہ روئی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہیں۔ جھوٹے اور جعلی معجزات اور نشا نوں کا پلندہ تیار کیا۔

واقعات نے اس کو غلط ثابت کیا تو کہہ دیا کہ پہلے انبیاء کی پیشگوئیاں بھی غلط نکلی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی بعض الہامات کو صحیح نہیں سمجھا۔

محمدی بیگم اور عبد اللہ آفتم وغیرہ کی پیشگوئیاں جو بالکل صاف غلط ثابت ہوئیں ان کی توجیحات و تاویلات میں سر توڑ کوشش کی علماء اور اکابر امت کے سپت دشتم۔

میں پورا زور صرف کر دیا اور ان کے اوراق سیاہ کرتے گئے اور ساتھ ہی اصول اور روایات اسلام کا انکار اور اپنی مدح سرائی اور اسلاف کا تحظیہ کرتے گئے۔ مرزا صاحب کے مصنفات مثلاً سراج منیر نزول المسیح

تربیاق القلوب تحفہ گوٹھویرہ اعجاز احمدی وغیرہ کو ملاحظہ کیا جاوے۔ اسلام کی حقانیت اور حضور علیہ السلام کی رسالت اسلامی عقائد اور روایات کے ثبوت میں ایک دلیل ایک برہان بھی نہیں ملے گا۔ کہیں کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ممت پر کچھ بیان ہوگا۔ جس میں دلائل اور براہین کا رنگ نہیں بلکہ اس اولوالعزم کی شان میں استہزاء و تمسخر کا پہلو قوی ہوگا۔ اللہ اکبر۔

کس قدر عدل و انصاف سے عاری ہوا مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کی کتابوں کو بھی اسلام کی صداقت پر تصنیفات کہتا ہے اگر ان کو اسلامی روایات کی تردید اور دشمنانہ تمسخر سے تعبیر کیا جائے تو زیبا ہے۔ اگر ان مصنفات میں کہیں کہیں حضور علیہ السلام کے متعلق کوئی مدح کا لفظ آتا ہے تو وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک اور اخلاق عالیہ اور تعلیم میں اور اس کے فلسفہ و حکمت پر بیان نہیں۔ بلکہ اس میں اپنی صفائی منوانے کے لیے فدایت اور علامی کا دعویٰ کر کے حضور علیہ السلام کی عینیت و ہمسری تک پہنچنا مقصود ہوتا ہے اور بس۔

مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کے مصنفات میں مذہب اسلام اور بائبل اسلام سے جو دشمنی کی گئی ہے اور عیسائیوں اور آریوں کو کھٹے لفظوں میں حملے کرنے کا موقع دیا گیا ہے وہ پادری ایس پال مدیر نور افشاں کی مخدنت نامہ مرزا صاحب اور اس کے دیباچہ کے ملاحظہ سے ظاہر ہے۔

پھر مختار مدعا علیہ نے الذریتہ البغایا کی دوسری توجیہ یہ کہی ہے کہ جو لوگ حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر عیسیٰ علیہ السلام کو باپ مانتے ہیں اس لیے استعارۃً ان کو ذریتہ البغایا کہا گیا۔ اور مسلمانوں پر جن کا اعتقاد حضور علیہ السلام کے متعلق یہ ہے کہ۔

ع - بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

یہ الزام غلط عائد کیا اُٹھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو امت کے حقیقی اور روحانی باپ ہیں انہیں چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور علیہ السلام پر فضیلت دینا اور حضور کو چھوڑ کر ان کو اپنا باپ تسلیم کرنا ہے۔ تو وہ بھی اس بدکار عورت کے مشابہ ہے پس ایسے لوگوں کو استعارۃً ذریتہ البغایا قرار دیا جانا بالکل درست ہے۔

یہ مختار مدعا علیہ کی حیانت ہے کہ اس نے مسلمانوں پر ایک واجب الاتر از الزام لگایا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور علیہ السلام پر فضیلت دیتے ہیں اور حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باپ بناتے ہیں ان کھنڈا لا بہتان عظیم مگر بایں ہمہ مختار مدعا علیہ نے البغایا کا معنی بدکار عورت تو تسلیم کر لیا ہے لیکن محض فریب اور خداع کے مسلمانوں کو ذریتہ البغایا کہنے کی جواز کی وجہ حضور علیہ السلام کا چھوڑنا اور عیسیٰ علیہ السلام کو ان پر فضیلت دینا بتلایا ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب نے ان لوگوں کو ذریتہ البغایا کہا جو مرزا کے دعویٰ

کو زبانیں اور اس کی مہل مصنفات کو بنظر محنت دیکھئے اصل عبارت مرزا صاحب کی تیسے تھک کتب میں نظر الیہما
 کل مسلم بعین المحبة والمودة وینتفع من معارفہا ویقبل فی ویصدق دھوقی الا ذریۃ البغیا
 الذین ختم اللہ علی قلوبہم فہم لا یقبلون - جس کا ترجمہ لفظی یہ ہے
 یہ کتابیں ہیں ان میں ہر ایک مسلمان محبت اور مودت کی آنکھ سے نظر کرے گا اور ان کے معارف سے نفع اٹھائے گا
 مگر وہ زانیہ عورتوں کی اولاد جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے مہر مار دی ہے سو وہ قبول نہیں
 کریں گے -

آئینہ کمالات کی اصل عبارت اور اس کے لفظی ترجمہ سے واضح ہے مرزا صاحب نے ان تمام مسلمانوں کو
 ذریۃ البغیا یعنی زانیہ عورتوں کی اولاد کہا ہے جو مرزا صاحب کے دعویٰ یعنی مہدی ہونا مسیح ہونا نبی و رسول ہونا نبی محمد
 علیہ السلام ہونا نہیں مانتے -

مسلمان اپنی دینی اور دنیاوی فلاح کی مدار حضور علیہ السلام کی غلامی سمجھتے ہیں مگر مرزاؒ حضور علیہ السلام کی
 غلامی پر اکتفا نہ کر کے مدار ایمان اور مدار نجات مرزاؒ صاحب کی غلامی سمجھتے ہیں - اس لیے عقائد عام علیہ کے استدلال
 پر استعاذہ مرزا صاحب کی امت کو ذریۃ البغیا کہنے کی ایک وجہ ہو سکتی ہے - مگر مسلمان اس حقیقت الامر سے
 بخوبی واقف ہیں کہ جب سے مذہب اور تہذیب کا سنگ بنیاد رکھا گیا ہے اور باہمی مشابہت اور اختلافات کا سلسلہ
 شروع ہوا ہے - کسی مذہب اور شائستہ انسان نے اپنے مخالف کو اپنے بات منوانے کے لیے کبھی یہ نہیں کہا کہ جو میری بات
 نہ مانتے گا اور میرے دعوے کو تسلیم نہ کرے گا وہ حرام زاد ہے یا چھوٹے نادان بچے کھیلنے وقت ایک دوسرے کو ایسا
 کہہ دیتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کی قابل اقتداء سیرت ان سفیانہ حرکات سے مقدس ہو کر کرتی ہے - یہ مرزا
 صاحب کے انفاق کا نمونہ ہے بایں ہمہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمسری اور عنیت کا دعویٰ ہے -
 ج - چہ نسبت خاک را با عالم پاک -

عقائد عام علیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب ان کتابوں کے متعلق (جن میں اسلام کی حقانیت اور حضور علیہ السلام کی نصیبت
 کا ذکر ہے) فرماتے ہیں کہ ”ہر ایک مسلمان ان کو بنظر استحسان دیکھتا ہے“ یہ بالکل جھوٹ ہے اصل عبارت ادرکھی جا چکی
 ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان محبت کی نگاہ سے دیکھے گا مگر وہ لوگ جو زانیہ عورتوں کی اولاد ہیں جن کے دلوں
 پر مہر لگی ہوئی ہے عقائد عام علیہ نے ایام الصلح کے ٹائٹل پیج کی یہ عبارت - ”ہماری اس کتاب میں اور سالہ فریاد درویش
 و نیک چلن پارہی اور دوسرے عیسائی مطالب نہیں جو اپنی شرافت ذاتی کی وجہ سے فضول گوئی اور بدگوئی سے کنارہ کرتے
 ہیں اور دل دکھانے والے لفظوں سے ہمیں دکھ نہیں دیتے اور نہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور نہ ان
 کی کتابیں سخت گوئی اور توہین سے بھری ہوئی ہیں ایسے لوگوں کو بلاشبہ ہم حرمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور وہ ہماری

وہ ذاتیات پر بدگوئی سے حملہ کرتے یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بزرگ میں توہین آمیز باتیں منہ پر لاتے ہیں اور اپنی کتابوں میں شائع کرتے ہیں۔ سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے معزز لوگوں کی طرف نہیں جو منہ پر بدزبانی اور کینگی کے طریق کو اختیار نہیں کرتے۔

اور لجنۃ النور کے ترجمہ کی یہ عبارت، ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں نیک علماء کی ہتک سے اور شرفاء اور مہذب لوگوں برا عتر ارض کرنے سے خواہ وہ مسلمانوں میں سے ہوں یا عیسائیوں یا آریوں میں سے بلکہ ہم ان تینوں اقوام کے بے وقوف میں سے بھی صرف ان لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جو اپنی بدزبانی اور برائی ظاہر کرنے میں لوگوں میں مشہور ہو چکے ہیں لیکن وہ جو اس قسم کی برائی سے بری ہے اور اپنی زبان کو روکتا ہے ہم بھلائی سے یاد کرتے ہیں اور بھائیوں کی طرح اس سے محبت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

اور اسی طرح الہدی صفحہ ۶۸ کی عبارت و لیس کلامنا هذا فی احتیاد ہم بل فی اشرار ہم۔ یعنی ”ہمارا ایسا کلام نیک علماء کے حق میں نہیں ہے بلکہ صرف شریروں کے حق میں ہے“ نقل کر کے یہ دہوکا دینا چاہا ہے کہ الذریعۃ البغایا سے مراد وہی لوگ ہیں جو مرزا صاحب کے حق میں بدزبانی اور برائی ظاہر کرتے تھے اور اس کی تائید میں ایام الصلح اور لجنۃ النور اور الہدی کی عبارتیں پیش کر دی ہیں۔ حاشا وکلا۔۔۔۔۔ ان عبارتوں کو اصل الزام کے دفع کرنے میں ادنیٰ تناسب بھی نہیں۔

اس عبارت میں مرزا صاحب کہتے ہیں ہر ایک مسلمان میری کتابوں کو محبت کی نگاہ سے دیکھے گا اور میرے دعوے کی تصدیق کرے گا مگر ہم نادبے لوگ جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے۔

مرزا صاحب کی دشنام دہی کی علت مرزا کے دعویٰ کو نہ ماننا ہے اور اس کی تصدیق نہ کرنا ہے اب مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں نبی ہوں پس وہ مسلمان (خواہ عالم ہو یا جاہل ہو یا عربی یا عجمی) جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا وہ مرزا صاحب کے اس بیان کے مطابق الذریعۃ البغایا میں سے ہے۔

ازواج مطہرات کی توہین

ہمارا اعتراض یہ تھا کہ اہمات المومنین کا لقب صرف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لیے خاص ہے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ازواج کو اہمات المومنین نہیں کہا جاتا مرزا صاحب کی امت مرزا صاحب کی بیوی کو ام المومنین رضی اللہ عنہا (جو لقب خصوصی ازواج مطہرات ہے) کہہ کر ازواج مطہرات کی توہین کرتے ہیں اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ ایک بھی سند شرعی پیش نہ کر سکا نہ کتاب سے نہ حدیث سے

نہ کتب عقائد سے نہ تصریحات فقہاء سے محض اپنے قیاس سے ایک اختراعی نتیجہ پیش کیا ہے کہ جب کہ ہر ایک نبی امت کے لیے باپ ہیں تو اس کی بیوی ضرور اس امت کی ماں ہوگی حالانکہ یہ قیاس نہیں حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام کی بیویاں کافر تھیں وہ کیونکر مومنین کی مائیں ہو سکتی ہیں چونکہ حضور علیہ السلام کی ازدواج کی تطہیر نص قرآنی سے ثابت تھی اس لیے نص قطعی قرآن حکیم ان کو امہات المومنین کہلایا گیا۔ جو اس خصوصیت کو عام کر کے ام المومنین کا لقب کسی دوسرے شخص کی بیوی کے لیے استعمال کرنا یقیناً ازدواج مطہرات کی توہین ہے۔ نیز صرف سوال یہ تھا کہ کسی نبی حتیٰ کہ حضرت آدم کی زوجہ مطہرہ ام نبی آدم کو بھی ام المومنین کا لقب عطا ہوا اس کا کوئی بھی ایک نقل ضعیف سے ضعیف پیش کر کے جواب نہ دیا۔ لہذا توہین بہر حال قائم رہی۔

حضرت فاطمہ الزہراءؑ کی توہین

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کا واقعہ کشفی بیان کر کے حضرت پیر سید عبد القادر جیلانی اور مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کے خوابوں کو الزام پیش کیا ہے اور اس سے مرزا صاحب کے کشف کو خواب کا واقعہ قرار دینا کافی سمجھتا ہے۔ حالانکہ مختار مدعا علیہ کا یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے یہ دونوں بزرگ نہ نبی ہیں اور نہ مدعی نبوت اور مرزا صاحب مدعی نبوت اور مختار مدعا علیہ کے نزدیک نبی نہیں بیویوں کے خواب وحی ہوتے ہیں اور وسوسہ شیطان سے پاک جیسا کہ خود مرزا صاحب حماتہ البشری صفحہ ۲۰ میں لکھتے ہیں ولا یخفی علیک ان دویا الانبیاء اور ازالہ اہام صفحہ ۵۷ میں ہے نبی کی خواب تو ایک قسم کی وحی ہوتی ہے اور اسلامی عقیدہ بھی یہی ہے چنانچہ روح المعانی پارہ ۱۶ صفحہ ۳۳ میں ہے ان روایہ الانبیاء والہاماتہم وحی۔ نیز گواہان مدعا علیہ نے جرح میں بھی اسے تسلیم کر لیا ہے۔ جب کہ مرزا صاحب مختار مدعا علیہ کے نزدیک نبی ہیں اور نبی کی وحی الہی ہیں اور وحی دخل شیطانی سے پاک ہوتی ہے اور مرزا صاحب کا حضرت فاطمہ الزہراءؑ علیہا السلام کی دان مبارک پر سر رکھنا مشاہدہ عینی سے بھی کہیں زیادہ قوی الثبوت ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی خوابیں ایسے واقعات سے پاک ہوتی ہیں۔

بیت اللہ کی توہین

مرزا صاحب نے سرزمین قادیاں کو اہل حرم قرار دیا ہے۔
 ے زمین قادیاں اب محترم ہے بجوم خلق سے ارض حرم ہے
 نیز مرزا صاحب کے بیت فکر کو من دخلہ کا ف آمنتا ماننا جس پر ہماری طرف سے اعتراض

ہوا کہ مرزا صاحب نے قادیان کو ارض حرم قرار دے کر بیت اللہ کی توہین کی ہے اور مختار مدعا علیہ جواب جرح میں کہہ چکا ہے کہ یہ ہمارا عقیدہ ہے اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے یہ بیان کیا ہے۔
 (۱) گواہ مدعا علیہ نے جرح کے جواب میں ہرگز یہ نہیں کہا کہ ہمارا عقیدہ ہے بلکہ گواہ مدعا علیہ نے تسلیم کیا تھا کہ شعر مذکورہ مرزا صاحب کا ہے۔

الجواب

یہ مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے ورنہ جرح مانع سلسلہ کو اپنا عقیدہ ہونا تسلیم کر چکا ہے عدالت خود فرمائے یہ اس کا انکار بھی قابل تعجب ہے ایک طرف مرزا صاحب کو نبی ماننا ہے جس کا ہر قول و فعل حجت ہوتا ہے دوسری طرف مرزا صاحب کے صریح حکم کہ قادیان کی زمین ارض حرم ہے پر عقیدہ ہونے سے انکار کیا ہے مرزا صاحب کی نبوت بھی ایک عجیب چیز ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ قادیان کی زمین ارض حرم ہے مگر ان کی امت کا ایک فرد یہ کہتا ہے کہ میرا یہ عقیدہ نہیں۔

(۲) مرزا صاحب نے زمین قادیان کو جہنم خلق کی وجہ سے ارض حرم کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

الجواب

مختار مدعا علیہ کا دیوہ و دانستہ یہ ایک منطاطہ ہے یا علوم عربیہ کی ناواقفی ہے کیونکہ علماء عربیت نے تصریح کی ہے کہ تشبیہ میں عموماً حرف تشبیہ کا ہونا ضروری ہے اور مرزا صاحب کے شعر میں کوئی حرف تشبیہ نہیں۔

(۳) یعنی جس طرح لوگ محض دین کی خاطر چر کے لیے ارض حرم جہنم کرتے ہیں یہاں بھی مجموعہ کونادین ہی کے لیے ہے کیونکہ علماء دین کے لئے تجویزیں سوچی جاتی ہیں اسلام کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان ہوتے ہیں۔

الجواب

بالکل غلط ہے قادیان میں خدا تعالیٰ کی تعلیم اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تحریف اسلامی روایات کی تکذیب عقائد اسلامی کی تبطل سکھائی جاتی ہے پھر سب سے زیادہ نقصان رساں پہلو یہ ہے کہ سب کچھ اسلام کے نام پر کیا جاتا ہے عیسائی اور آریہ جو اسلام کے دشمن ہیں وہ مشن قادیان کے کاموں سے بہت خوش ہیں اور مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے شکر گزار ہیں عیسائیوں کیلئے افکار ذریعہ البغایا کے ضمن میں بیان کر چکا ہوں اب آریہ کی اخبار آریہ دھرم کا ایک حوالہ پیش کرتا ہوں۔ "اسلامی عقائد کو متزلزل کرنے میں احمدیت نے آریہ سماج کو ایسی امداد دی ہے جو کام آریہ سماج صدیوں میں انجام دینے کے قابل ہوتا وہ احمدی جماعت کی جدوجہد نے رسول میں

کر دکھایا۔ بہر حال آریہ سماج کو خواصاً اداؤں کے متعلق اور مرد مرزاؤں کا مشکور ہونا چاہیئے۔ (آریہ ویر ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء صفحہ ۱۲ اکمل ۱۔)

یہ ہے سر زمین قادیاں کے سارے جس کو مختار مدعا علیہ اعلیٰ دین کے تجاویز اور فضائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرنے کا مرکز بتلا رہا ہے قادیاں وہ زمین ہے جہاں کے مدعی نبوت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عینیت کا دعویٰ کیا حضور علیہ السلام کے ظہور کو ہلال اور اپنے ظہور کو چودھویں کا چاند بتلایا ہے حضور علیہ السلام کی رہنمادی غلطیاں گنوائیں مگر اپنی غلطیوں کی کوئی لسٹ نہیں مرزا صاحب پر اعتراض کو حضور علیہ السلام کی ذات مقدس پر چسپاں کیا۔ قادیاں کی زمین سے یہ آواز نہیں اٹھی۔

سے محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور پہلے سے ہیں بڑھ کر عرفیاں میں
محمد دیکھتے ہوں جس کو اکمل غلام احمد کو دیکھتے قادیاں میں

(دہلی اور کسی چیز کو کسی چیز سے تشبیہ دینے سے مشبہ کی توہین نہیں ہوا کرتی بلکہ مشبہ بد سے اس کی فضیلت اور برتری ثابت ہوتی ہے۔

الجواب

اولاً مرزا صاحب شرعی تشبیہ نہیں کیونکہ تشبیہ کے لئے حرف تشبیہ کا ہونا شرط ہے جو یہاں مفقود ہے ثانیاً قادیاں میں جو مجموع خلق ہوتا ہے وہ اعلیٰ دین اور ذکر فضائل رسول مدنی نہیں ہوتا بلکہ بنیاد کے اکھیر نے اور رسول قدنی کی برتری کے لیے ہوتا ہے۔

ثالثاً بغرض محال اگر مختار مدعا علیہ کے زعم کے مطابق بھی مان لیا جائے تو کیا کسی وصف کے پائے جانے سے حقائق شرعیہ اور مصطلحات دینیہ کا اطلاق بھی ہو جاتا ہے انبیاء کو سچی خوابیں آتی ہیں پس جس شخص کو سچی خوابیں آئیں کیا مختار مدعا علیہ اس کو بھی رسول اور نبی کہے گا۔ جس کتاب میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ النبیۃ والسلام کا ذکر ہو۔ مختار مدعا علیہ اس کو قرآن حکیم کہے گا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہے گا کہ یہ سچی خواب دیکھنے والے شخص کو نبی کہنے اور اس کتاب کو قرآن کہنے میں انبیاء اور قرآن کی فضیلت و برتری ثابت ہے غالباً ہرگز نہیں کہے گا۔ یہ تو تمام بھوٹے مدعیان نبوت کا سیدھے رہا ہے کہ مصطلحات اسلامی کو ہمیشہ اپنے لیے ثابت کرتے رہتے ہیں۔

(۵) لیکن بزرگان اسلام نے ایک شعر میں دل کو کعبہ بلکہ ہزار کعبہ سے بہتر بنایا ہے مشہور شعر۔

دل بدست آور کمرج اکبر است الخ

الجواب

مختار مدعا علیہ نے ایک شعر نقل کیا جس کو بزرگان دین و اسلام کا شعر بتلایا ہے یہ کس قدر بد بھی مغالطہ ہے

کہ یہ شعر بہر حال کسی ایک شاعر کا ہوگا نہ مجموعہ بزرگان اسلام نے بل کہ یہ شعر بنایا ہوگا محض دہوکہ دینے اور اس شعر کو بلند پایا ظاہر کرنے کی خاطر بزرگان اسلام کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

یہ شعر اس قدر بے اصل ہے کہ جب مختار مدعا علیہ نے اس شعر کو پیش کیا تو میرے سخت اصرار اور مطالبہ کے باوجود یہ نہ بتلا سکا کہ یہ کس شخص کا شعر ہے اور کس کتاب میں ہے پس ایک ایسے قول سے کہ نہ جس کے قائل کا پتہ ہے اور نہ کسی کتاب کا حوالہ ہے استدلال کرنا کتنا ہی لغو ہے احکام و مسائل اصول و دلائل سے ثابت ہوتے ہیں نہ زید و بکر کے اقوال سے۔

(۲) بعض نے فرمایا کہ حقیقی کعبہ تو دل ہی ہے چنانچہ علم الکتاب میں لکھا ہے الخ۔

الجواب

یہ صرف اُن کی کتب سے نادانفی ہے اُن کی اصطلاح میں ہر مہبط تجلیات کعبہ کہلاتا ہے۔ یا کوہ طور مگر اسے مقام حج من دخلہ کان آمناً مصداق نہیں بناتے بخلاف مرزا صاحب اور مرزا محمود صاحب کے کہ سالانہ جلسہ ہی کی حاضری حقیقی حج بتاتے ہیں جیسا کہ آگے آئے گا۔ پس یہ لوازم بنتا ہے کہ وہاں مجازی معنی شاعرانہ تخیل کی بنا پر مراد نہیں بلکہ حقیقی مقابلہ ہے۔

مزید برآں اور تمام حرمین کے مقامات مقدمہ کے بھی نمونہ و نام بنائے گئے ہیں۔
(۳) نیز جب کہ اس کے نزدیک قرآن مجید میں صرف بیت اللہ کو حرم قرار دیا گیا ہے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کو حرم قرار دینے سے بھی توہین حرم کعبہ لازم آتی ہے۔

الجواب

عدالت خود غور فرمائے کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شانہ ہمسری دکھلاتے ہوئے کس طریقہ سے کعبہ باہر ہے کہ اگر مرزا صاحب کے قادیان کو حرم بنانے سے توہین کعبہ لازم آتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کو حرم قرار دینے سے بھی کعبہ کی توہین لازم آتی ہے۔ گویا مرزا صاحب کا قادیان کو حرم قرار دینا ایسا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ کو حرم قرار دینا۔ اگر حضور علیہ السلام کا فعل توہین ہے تو یہ بھی توہین ہو سکتا ہے ورنہ نہیں مختار مدعا علیہ کے اس جواب سے یہ ثابت ہو گیا کہ قادیان کا حرم ہونا بطور تشبیہ نہیں بلکہ علی سبیل الحقیقتہ ہے۔ مختار مدعا علیہ نے جو پہلے توہین کی تشبیہ کی تھی وہ غلط ہے کیونکہ مدینہ منورہ کا حرم ہونا حقیقتہ ہے نہ تشبیہ۔ جیسا کہ بخاری میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے اللہ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ کو عیر و ثور کے مابین حرم قرار دیتا ہوں الخ الحدیث۔

نیز یہ ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کو نبی تشریع ماننا ہے کیونکہ کسی شہر یا زمین کو حرم قرار دینا ایک

حکم شرعی ہے اور جس کی قرار داد سے کوئی نیا حکم شرعی ثابت ہو جائے اس کو ابد نبی صاحب شریعت ماننا پڑے گا
ملاحظہ ہوا ریعین ص ۷۸ -

شریعت اسلامیہ میں ارض حرم صرف مکہ اور مدینہ منورہ تھے اب مرزا صاحب نے قادیان کی زمین کو بھی ارض
حرم قرار دیا ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب شریعت رسول اور شارع ہیں آپ علیہ
السلام کے تنصیص و تعین سے احکام ثابت ہوتے ہیں آپ کا قول و فعل اصول دین میں سے ایک اصل ہے جس سے
احکام شریعہ کا ثبوت ہوتا ہے آپ کا شان مانتے ہیں عن الہوی ہے -

دسم کیا مختار مدعیہ مولوی عبد المالک صاحب پشتر مشیر مال ریاست بہاولپور والد ماجد مولوی اختر علی
صاحب منتظم آبادی کو بھی کافر مرتد قرار دے گا جنہوں نے جامع مسجد بہاولپور کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد کو مسجد اقصیٰ کی
مثال اور کعبہ قرار دیا ہے الحج -

الجواب

مولوی اختر علی صاحب منتظم آبادی کے والد ماجد مولوی عبد المالک صاحب کے اشعار میں نہ کوئی کفر و ارتداد کا
کلمہ ہے اور نہ مختار مدعیہ کے نزدیک وہ کافر و مرتد ہیں ہاں مختار مدعیہ اپنے مذہب اور اصول کو اور اپنے رسول قدنی
اور اپنے واجب الاطاعتہ خلیفہ ثانی مرزا محمود صاحب کی تقریحات کے مطابق مولوی صاحب ممدوح کو دیگر
کوڑھ مسلمانوں کی طرح کافر سمجھنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب مرزا صاحب کو نہ نبی مانتے ہیں اور نہ اس کی بیعت
میں داخل ہیں اور مرزا محمود صاحب آئینہ صداقت صفحہ ۳۵ میں فرماتے ہیں "ہر وہ مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت
میں داخل نہیں ہوا خواہ اس نے مسیح کا نام تک بھی نہ سنا ہو وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ
میرے عقائد ہیں پھر صفحہ ۸۶ پر پکا کافر بتاتے ہیں -

باقی رہا کہ اس مسجد کو مسجد اقصیٰ کی مثال اور کعبہ کہنا کوئی توہین نہیں کیونکہ جس طرح کعبہ اور مسجد اقصیٰ کو بیت اللہ
کہا جاتا ہے ایسا ہی تمام مساجد کو بیت اللہ اور خدا کا گھر بھی کہا جاتا ہے اس میں بیت اللہ کی کوئی توہین نہیں ہوتی
بخلاف زمین قادیان کے وہ زمین حرم نہیں ہو سکتی -

حضرت شیخ الہند مرحوم کے اشعار کا جواب خواجہات حسام الحرمین وغیرہ کے سلسلہ میں دیا جائے گا۔ اور معلوم
ہو جائے گا کہ محض یہ مغالطہ ہی مغالطہ ہے -

(۵) مرزا صاحب کے الہام من دخلہ کان امناس سے جو مسجد مبارک کے متعلق ہے حرم بیت اللہ کی خصوصیات
میں کوئی نہیں الحج -

الجواب

مرزا صاحب کا قایاں کی زمین کو ارض حرم قرار دینا پھر من دخلہ کان آمننا کا الہام ایجاد کرنا صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ مرزا صاحب قایاں کو مکہ معظمہ اور مسجد مبارک کو خانہ کعبہ قرار دیتے ہوئے نئی دنیا اور نیا آسمان نئی زمین نیا موسیٰ نیا عیسیٰ اور نیا محمد علیہم السلام حتیٰ کہ نیا خدا کے اصول پر نیا کعبہ اور نئی حرم بنا رہے ہیں۔ باقی رہا یہ کہ مرزا صاحب سوہ خاتمہ سے امن کی تصریح کرتے ہیں اس کی وجہ ظاہر ہے کہ قایاں زیر نگین حکومت انگریزی تھا اس کے سامنے مرزا صاحب کو اپنے الہامات کی قدر و قیمت بخوبی معلوم تھی کہ حکومت انگریزی کسی ایسے مجرم کو جو مسجد مبارک میں جا کر پناہ لے مؤاخذہ سے ماموں نہیں پھوڑے گی۔ پھر کیوں مرزا صاحب اپنے الہام کی ایسی تشریح کرتے جو قانون انگریزی کے مزاحم ہو۔ ہاں مرزا صاحب کو ایسا اقتدار حاصل ہو جاتا تو پھر اس الہام میں ہر طرح کی امن کا روح بھی چھونک دیتے۔

الغرض قایاں کی زمین کو ارض حرم قرار دینا پھر من دخلہ کان آمننا کا الہام ہونا یہ سب کچھ مکہ معظمہ اور مسجد الحرام سے استثناء حاصل کرنے کا سنگ بنیاد ہے جس سے یقیناً ارض حرم اور بیت اللہ کی توہین ہوتی ہے۔

جج کی توہین

مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں چند وجوہ بیان کی ہیں جن کے حوالجات پیش کر کے علیحدہ علیحدہ جواب دینے کی ضرورت نہیں ان سب وجوہ کا محیط جواب یہ ہے کہ جج مصطلحات شرعیہ میں سے ہے ایک لفظ ہے جس کے معنی بشرائط مخصوصہ ایام مخصوصہ میں ارکان مخصوصہ کو امکانہ مخصوصہ میں ادا کرنا ہے مصطلحات شرعیہ اپنے اپنے معنوں میں حقیقت ہو کرتے ہیں۔ پس سالانہ جلسہ قایاں کو جج کہنا گویا ایک مصطلح شرعی لفظ کو اس کے معنی میں استعمال کرنا ہے جس میں مصطلح معنی کی توہین ہے۔ خصوصاً جب کہ قایاں کی زمین ارض حرم قرار دی گئی ہو اور مسجد مبارک کو مسجد الحرام کی طرح من دخلہ کان آمننا کا مصداق ٹھہرایا گیا ہو اور سالانہ جلسہ کو جج بلکہ حقیقی جج کہنا یہ تو جواب جج کی توہین میں کیا کسر باقی رہی۔

کسی کا نام محمد یا احمد یا اسمیٰ رکھنا اس میں توہین کا شائبہ تک نہیں کیونکہ اعلام میں وضع جدید ہوتی ہے جیسا کہ علوم عربیہ میں مصرح ہے۔

(مقبرہ بہشتی)

مختار مدعا علیہ نے مقبرہ بہشتی کی ایجاد کے جواز میں سب ذیل مغالطے دیے ہیں اول یہ کہ مرزا صاحب دجی الہی پڑکھا کہ اس جگہ وہی دفن ہو جو اللہ تعالیٰ کے علم میں بہشتی ہو گا دوم حضرت مجدد صاحب کا قول کہ جو شخص میرے روضہ کی ایک مشنٹ خاک اپنی قبر میں ڈالے اس کے نجات کے واسطے امید عظیم ہے۔

(مقامات امام ربانی)

سوم مجدد صاحب کے ایک گورستان میں جانے کی وجہ سے عذاب موقوف ہو گیا۔

(مقامات امام ربانی)

الجواب

مغالطہ اول مختار مدعا علیہ کا موجب تعجب ہے مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جو اس گورستان میں دفن ہو گا وہ بہشتی ہو جائے گا۔ گویا اس گورستان میں داخل ہونا بہشتی بننے کا کفیل ہے اور مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے خلاف منشا یہ بیان کر رہا ہے۔ جو بہشتی ہو گا اس گورستان میں دفن ہو گا۔ پھر لطف یہ کہ مرزا صاحب نے مقبرہ بہشتی کا داخل ہونے پر اصول پر رکھا ہے کہ اس گورستان میں وہی دفن کیا جائے۔ جو اپنی جائیداد کا پانچواں حصہ سلسلہ کی ملکیت میں منتقل کر دے۔ اور پھر مضابطہ اس کے اور بھی شرائط ہیں مگر لہذا اولاد مستثنیٰ ہے۔

اور پھر لطف یہ کہ مرزا صاحب خود اور ان کا خاندان اس ٹکٹ داخلہ کی فیس سے مستثنیٰ ہے آج قادیان کے کافر بار کا کٹر دار مدار اسی قبرستان کی آمدنی پر چل رہا ہے۔ حضور علیہ السلام نے روضہ اور مقبر کے درمیان حصہ کو بہشت فرمایا تھا۔ مرزا صاحب نے تمام گورستان کو بہشت قرار دے کر مقبرہ نبوی کی سخت توہین کی اس کے احترام مخصوصی کے مقابل اس سے کئی حصہ بڑا اور گونا گویا زمین لے کر اس کے ہمسر بنایا۔

مغالطہ دوم یہ کہ مقامات امام ربانی کا حوالہ اس انداز میں نقل کیا گیا کہ مقامات امام ربانی مجدد صاحب کی تصنیف ہے حالانکہ کسی اور شخص کی تصنیف ہے۔ جو اباب علم کے نزدیک معتبر نہیں اور خوش اعتقاد ہی کا مجموعہ ہے۔ دوسرے غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ دونوں میں بڑا کچھ زیادہ فرق ہے۔ مغالطہ سوم کو اصل جواب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس میں تخفیف اور رفع عذاب کا ذکر ہے کسی قبرستان کے بہشتی ہونے کا کوئی ذکر نہیں نیز یہ حوالہ بھی مقامات امام ربانی کا ہے۔ جس کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے۔

بہر حال اس توہین کا بھی کوئی معقول جواب نہ ہو سکا صرف تاویلات پر اکتفا کی گئی۔ مفصل اثبات توہین کے لیے

ملاحظہ ہو بحث ابتدائی مختار مدعیہ۔

کیا تکفیر وجہ ارتداد و فسخ نکاح ہو سکتی ہے

تعجب ہے کہ بلا وجہ اس میں اس قدر طول طویل بحث شروع کر دی جب کہ گواہان مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب کو احد الکفرین کا کافر ہونا مسلم ہے۔

ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ص ۱۱ مارچ ۱۳۳۵ء ”جو مسلمان کی تکفیر کرتا ہے۔ مگر وہ مسلمان کافر نہیں تو کفر عود کرتا ہے“

”نیز گواہ ص ۲۱ مارچ ۱۳۳۵ء جس میں تکفیر سے عود کفر کا حدیث کی تائید سے اقرار کیا ہے“

نیز ملاحظہ ہو قول مرزا صاحب۔

اور یہ تو متفقہ مسئلہ ہے بخاری و مسلم میں مصرح حدیث میں موجود ہے کہ من قال لا خلیہ یا کافر الحدیث وغیرہ کہ دوسرے کو کافر کہنے والا اگر وہ کافر نہیں تو یہ ضرور کافر ہو جاتا ہے اب ایک صورت تھی کہ اس کا جواب دیا جاتا کہ مرزا صاحب نے یا خلیفہ صاحب نے یہ نہیں لکھا۔ لایا کوئی معقول توجیہ کرتے مگر بلا وجہ طویل بحث چھیڑی لہذا مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ کی مندرجہ ذیل عبارات کے بعد اس میں کوئی بھی شبہ نہیں رہ سکتا۔ کہ تمام مسلمان روئے زمین اولیاء علماء صلحاء سلاطین اسلام سب بیک قلم لکے نزدیک کافر و اشرہ اسلام سے خارج ہیں یکے کا فر شیطان اور جہنمی ہیں۔

کفر کا فتویٰ

بہتر حال جب کہ خدائے تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اس نے مجھ کو قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔“

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹)

”کفر دو قسم ہے..... تا بس۔ اہل یسے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔“

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹)

اس عبارت کا مفہوم صاف ہے کہ مرزا صاحب کے منکر اسی قسم کے کافر ہیں۔ جس قسم کے کافر حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے منکر ہیں۔ کیونکہ محمولہ بالا دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔

(مرزا صاحب کا منکر شیطان ہے)

”اپنے بے شمار نشانات ظاہر و بیان کر کے کہتے ہیں: لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے۔“

(پیشہ معرفت صفحہ ۳۱)

ملاحظہ فرمائیں کہ دنیا کے چالیس کروڑ مسلمان جو مرزا صاحب کے نشانات یا ان کے مجدد و مسیح وغیرہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتے اور نہیں مانتے وہ سب شیطان ہیں۔

(مرزا صاحب کی بیعت میں نہ داخل ہونی والا جہنمی ہے)

(۱) ”مجھے خدا کا الہام ہوا ہے جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں نہ شامل ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنا والا جہنمی ہے۔“

(۲) اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں کیا نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا ملامت اور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن نہ بنیے۔

(انجام آتھم صفحہ ۴۳)

اس میں تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو صرف اپنے نہ ماننے کی وجہ کے جہنمی قرار دے دیا۔

(خلیفہ محمود صاحب کا تمام مسلمانوں کے کافر دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتوے،)

”سو میں کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔“

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

(جو بھی مرزا صاحب کو نہیں مانتا اور بیعت میں نہیں وہ پکا کافر ہے)

”وہ لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راستباز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ پکے کافر ہیں۔“

(آئینہ صداقت صفحہ ۱۶)

اب ملاحظہ فرمائیں کہ تمام روئے زمین کے چالیس کروڑ مسلمان ادیب، صوفیاء، علماء و سلاطین اسلام و نوابان سب بلائیں

پکے کافر رہے۔ اور گمراہی مدعا علیہ نے ۱۲ مارچ ۱۳۳۳ء میں کہدیا کہ چاہے وہ کروڑوں کیاسکھوں ہوں۔ اب اس کے بعد جس قدر بھی تاویلات مختار مدعا علیہ نے کی ہیں وہ سب اصولاً بالکل غیر متعلق اور طعناور ہونگئیں۔ مرزا صاحب اور خلیفہ دوم صاحب کی تصریحات نے ان کا خاتمہ کر دیا پس تمام دنیا کو کافر کہہ کر خود بتسلیم مرزا صاحب و گواہان مدعا علیہ کافر اور مرتد ہوئے جس کے بعد فسخ نکاح تو مسلم مسئلہ ہے۔

مختار مدعا علیہ کی تاویلات کا خلاصہ

- (۱) اگر تکفیر وجہ ازداد اور فسخ نکاح ہو سکتی ہے تو تمام فرقہ ہائے اسلام ایک دوسرے کی تکفیر کر کے مرتد ہو جائیں گے۔
الجواب
- (۲) منہاج السنہ ج ۳ صفحہ ۶۱ پر ہے کہ خواجہ حضرت علی کو بالاتفاق کافر کہتے تھے مگر یہ ثابت نہیں کہ حضرت علی نے تکفیر کی وجہ سے انہیں مرتد قرار دیا ہو۔
- (۳) گواہ مدعیہ نے ۲۱ اگست کو تسلیم کیا کہ جن ائمہ نے اس حدیث کی بنا پر کسی کو کافر نہ کہا ان کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔
- (۴) گواہ مدعیہ نے اقرار ہے کہ ہم مولوی احمد رضا خان صاحب کو کافر نہیں کہتے نہ کافر سمجھتے ہیں۔
- (۵) اول تو بحث نہیں کہ احمدی مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں اور تصحیح بھی کر لیں تو محض تکفیر وجہ کفر و ازداد نہیں بنا سکتی۔
- (۶) آئینہ صداقت کی تاویلات مختلف عبارات سے۔
- (۷) میرادشمن بہنئی ہے اس پر حوالہ منصب امامت صفحہ ۶۳ و ۶۴۔
- (۸) مختار مدعیہ کا اس کو اس پر محمول کرنا کہ یہ وہ ہیں جو لوگ دعویٰ اسلام کا کرتے ہیں اور ان کا ایمان و اسلام ظاہر اور کفر پوشیدہ اور دعویٰ کی تصدیق اسلامی شعائر سے کرتے ہیں شریعت سے دست بردار نہیں درست نہیں عبارات منصب امامت صفحہ ۹۴۔
- (۹) پس جب ان لوگوں سے بتیں حضرت مولانا شہیدہ معاملات جائز ہیں تو احمدی مردوں سے جو مسلمان ہوں گے مدعی اور شریعت اسلامیہ سے دست بردار نہیں اور اپنے دعویٰ کی تصدیق اسلامی شعائر بجا لاکر کرتے ہیں ان سے نکاح وغیرہ حرام کیوں قرار دیا جاتا ہے۔
الجواب

(۱) جو فرقہ اسلام کے ایک دوسروں کو کافر کہتے ہیں اُس کی بنا کوئی اصول کا اختلاف نہیں بلکہ محض غلط فہمی ہے

مثلاً علماء بریلی اور علماء دیوبند کا متفقہ اصول ہے کہ ادنیٰ اسی توہین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفر ہے پھر بریلی کے علماء کو ایک عبارت سے غلط فہمی ہوئی اور اسی اصول پر کفر لگا دیا علماء دیوبند کو اطلاع ہوئی انہوں نے انکار اور معافی پیش کر دی بس صرف غلط فہمی ہے ورنہ تکفیر کوئی بھی نہیں برابر ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں پڑھتے شادی بیاہ کے تعلقات قائم جنازوں کی شرکت موجودگی سجدہ بھی آج تک کوئی بھی مقدمہ نہ ہوا اختلاف مرزا صاحب کے متبعین سے کتنے مقدمات ہوئے شاہ جہان پور کی مسجد کا مقدمہ تو لاہور میں الہ آباد میں چھپ کر نظر میں پچکا ہے۔

پس تکفیر کرنے والا بوجہ غلط فہمی معذور ہے کافر نہیں اور جس کی تکفیر کی وہ بوجہ خلاف واقعہ ہوتے اور اس سے ملوث ہونے کی وجہ سے مسلمان ہے کسی کا کفر لازم نہ آیا — صرف مخالطہ و غلط فہمی رہی۔
بخلاف مرزا صاحب کے متبعین کے کہ ان کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف ہے ان کے نزدیک بعد انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ماننا جزو ایمان ہمارے نزدیک کفر خالص۔

ان کے نزدیک مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہونا ایمان ہمارے نزدیک کفر۔ پس وہ ہیں کافر کسی غلط فہمی پر نہیں کہتے بلکہ اصولی اختلاف مرزا صاحب کے ماننے اور بیعت میں نہ شامل ہونے سے کافر خارج از اسلام اور پکا کافر سمجھتے ہیں پس اگر ہم چالیس کروڑ مسلمانوں کے کفر کا فیصلہ ہو جائے تو ضرور مرزا صاحب کے متبعین تو بلا کسی غلط فہمی کے اصولاً انہیں باوجود مسلمان ہونے کے دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر کہنے والے یقیناً اور قطعاً کافر مرتد ہوں گے جن کا نکاح مسلمہ طور پر فحش ہونا چاہیئے۔

(۲) مہناج السنۃ کے حوالہ میں صرف یہ ہے کہ انہیں ثابت نہ ہوا کہ حضرت علیؑ نے اس وجہ سے انہیں مرتد قرار دیا ہے یہ بزرگ حنفی بھی نہیں بلکہ غنوی ہیں ملاحظہ ہو جرح گ مدعا علیہ ص ۱۲ مارچ ۱۳۳۵ء اور ان کی یہ ذاتی رائے ہے کہ ان سے اسلامی تعلقات قائم رہے مگر مسلم شریف ج ۱ باب بیان الخوارج ص ۳۳۲ میں صریح حدیث موجود ہے کہ انہیں مرتد قرار دے کر اور سخت ترین دشمن اسلام سمجھ کر حضرت علیؑ نے ان سے جہاد کیا ہے لہذا یہ حوالہ کچھ بھی مختار مدعا علیہ کو مفید نہیں کیونکہ صحیح مسلم میں ان سے جہاد ثابت ہے کیا مسلمانوں سے بھی جہاد ہوتا ہے؟

(۳) گواہ مدعیہ نے ”مولوی احمد رضا خان صاحب کو کافر نہیں سمجھتے“ ضرور کہا اسی کے ساتھ مندرجہ ذیل کوشش بھی اسی تاریخ کی جرح اور سوالات مکرر کے ملاحظہ ہوں۔

”اگر کسی کی عبارت سے ضروریات دین کا انکار سمجھا جائے تو اس کو کافر کہنے والا معذور سمجھا جائے گا۔“
”جن لوگوں نے ضروریات دین سے انکار سمجھ کر کافر ٹھہرایا یہ مسلمان رہیں گے گو یہ فی نفسہ

غلط ہو۔“

”لیکن تحقیقات میں غلطی ممکن بلکہ اکثر واقع ہے۔“

”احمد رضا خاں صاحب کے اقوال کو کفر نہیں کہتے ممکن ہے ان کا فتویٰ اس بنا پر ہو کہ دیوبند والوں نے کسی ضروریات دین کا انکار کیا جیسے نزدیک ان کا فرض تھا بلکہ ہر ایک کا فرض ہے کہ ضروریات دین کے منکر کو کافر کہے گو وہ تحقیق فی الواقع صحیح نہیں۔“

”تکفیر دیوبند والوں کی غلط فہمی اور مسئلہ اصول پر ہے۔ جسے وہ بھی کفر کہتے ہیں اور برادرت ظاہر کرتے ہیں“ اسی طرح حدیث من ترک الصلوٰۃ کے ظاہری مضموم سے کسی کو کافر کہنے کا حکم پس یہ س و س و س دونوں کا جواب ہو گیا۔ (سوالات مکر)

(د) تکفیر مسلمین بھی منہد وجوہ کفر کی ایک وجہ کفر ہے جیسا کہ اوپر تمہید میں مسلمات سے پیش کر چکا ہوں بلکہ اسے منہد وجوہ پنجگانہ کفر کے وجہ پنجم قرار دیا ہے۔ اب تو مختار مدعا علیہ کو ہی مسلم ہونا چاہیئے۔

(۴) آئینہ صداقت کی عبارت میں تاویلات ناممکن ہیں عدالت میری پیش کردہ عبارات اصل کتاب سے ملاحظہ فرمائے کہیں بھی کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں یہ صرف مغالطہ ہے۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔

(۵) اوپر بھی اس سے قبل یہ منصب امامت صفحہ ۶۲ و ۶۳ کا حوالہ حل ہو چکا ہے۔ وہاں کہیں بھی امام وقت کے نہ ماننے پر تکفیر اور کافر خارج از اسلام پکا کافر شیطن جہنمی نہیں قرار دیا۔ عبارت کا مطلب بالکل واضح ہے اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ نیز مولانا شبیر رحمان کا حوالہ بھی جو ڈیشیل اصولی پر غیر مسلم ہے۔

(۹) مولانا شبیر رحمان جن لوگوں سے تغلقات جائزہ کئے ہیں ان کا کفر پوشیدہ اور اسلام ظاہر تھا اور یہاں کفر اظہر من الشمس ہے۔ نیز وہ مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اور یہاں اعلان ہے کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں ہمیں ہندوؤں کی طرح سمجھ کر لڑکی نہ دیں جیسے پوربک کی نماز جنازہ حرام سمجھیں پھر تمام ضروریات دین کا کھلا ہوا انکار اور کوئی کفر یہ نہیں جسے نہ کہتے ہوں پھر یہ ان پر کیونکر تیاں کئے جاسکتے ہیں۔ حضرت مولانا نے تو انہیں منافقین کی طرح قرار دیا ہے۔ اصل بحث میں منصب امامت کی یہ تمام عبارات مع اظہار خیانت پیش کر چکا ہوں اعادہ نہیں کرتا۔

کیا غیر احمدی یعنی مسلمان اہل کتاب نہیں

یہاں اہل کتاب کا لفظ لغوی معنی کی حیثیت سے زیر بحث نہیں بلکہ گفتگو یہ ہے کہ باوجود اس امت میں نہ ہونے یا کافر ہونے کے نکاح کن اہل کتاب سے جائز ہے۔ اور قرآن پاک نے لفظ اہل کتاب کن لوگوں کے واسطے

استعمال کیا ہے اس لحاظ سے مسلمان ہرگز اہل کتاب نہیں بلکہ پہلی امتوں کے لوگ اہل کتاب کہلاتے ہیں ملاحظہ ہو۔
جرح گواہ ۲ مدعا علیہ ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء بحواب سوال اہل کتاب کے کہتے ہیں۔

”قرآن سے پہلے جن قوموں کو کتاب کی صورت میں ہدایت دی گئی۔ اور وہ اسی کتاب کو مانتے ہیں وہ خدا کی طرف سے اتاری ہیں وہ اہل کتاب ہیں۔ اس میں خصوصیت سے لفظ قرآن سے پہلے کا قابل غور ہے۔ پس مسلمان کبھی طبرج اہل کتاب کی تعریف میں نہیں آسکتے۔

غیر گواہ مدعا علیہ ۱ قرآن میں اہل کتاب کا لفظ یہود و نصاریٰ پر استعمال ہوا ہے نہ مسلمانوں پر جس جرح مدعا علیہ ۱۲ مارچ ۱۹۳۲ء بحواب سوال مسلمان ان کے نزدیک بھی وہ اہل کتاب نہیں کہ جن کی ٹوکیوں سے نکاح جائز ہو جائے بلکہ کافر ہے اور کافر کی ٹوکی سے نکاح جائز ہی نہیں پس اس وجہ سے بھی ان کے مسلمات سے نکاح منسوخ ہونا چاہیئے۔

خلاصہ تاویلات

(۱) قرآن بھی تو کتاب ہے اور غیر محرف ہے۔ پس جب محرف کتاب ولے اہل کتاب ہوئے تو مسلمان اہل کتاب کیوں نہ ہوں۔

(۲) پس مسلمان کی ٹوکیاں ہم اہل کتاب سمجھ کر لیتے ہیں لہذا مدعی کا دعویٰ خارج ہونا چاہیئے۔

الجواب

(۱) مسلمان کافر و مرتد ہونے کے بعد اہل کتاب نہیں رہتا جب کہ مسلمان اس کے نزدیک ایسا کافر ہے کہ اس کو ٹوکی دینا یوں ہے جیسے ہندو کافر کو ملاحظہ ہو ملکہ۔ اللہ صفحہ ۴۴۔ تو اسے صرف اپنی مطلب برآری اور ان کی ٹوکیاں لینے کے واسطے اہل کتاب کیونکر قرار دے سکتے ہیں۔ جب تک ان پر سے فتویٰ کفر واپس لینے کا اعلان نہ کریں ان کے نزدیک اہل کتاب نہیں ہو سکتے۔

(۲) کا جواب بھی ضرور نہیں اول تو یہ اٹکل اور قیاس محض ہے۔ دوسرے گواہ ۲ مدعا علیہ کا قول جس جرح ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء اس کی صاف تردید کر رہا ہے لہذا یہ ٹوکی کسی طرح ان کے نکاح میں نہیں رہ سکتی وہ ان کے نزدیک کافر ہے۔ تو بھی یہ اس کے نزدیک کافر ہیں تو بھی کیونکہ مسلمان اور کافر میں سلسلہ ازدواج ناممکن ہے۔ لاہن حل لہم۔ ولاہم۔ یحلون لہن الایۃ

(کیا مدعیہ مشدک ہے)

اس کا تعلق حیات مسیح سے تھا اور اس کے خارج کرنے پر عدالتی نوٹ موجود ہے لہذا اس پر کچھ عرض نہیں کرتا۔

(علاوہ اختلاف عقائد کے بھی نکاح فسخ ہونا چاہیئے)

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل مسلم کش احکام مرزا صاحب اور ان کے تابعین کے پیش کئے گئے تھے۔
(۱)

تمام اہل اسلام کافر خارج از دائرہ اسلام ہیں

(۱) ”سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل نہ ہوئے خواہ انہوں نے ان کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد میں۔“
(آئینہ صداقت صفحہ ۲۵)

(۲) ”جو لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راستباز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ بیک کافر ہیں۔“
(آئینہ صداقت صفحہ ۸۶)

(۳) ”لکنہو میں ایک آدمی سے ہم ملے جو بڑا عالم ہے اس نے کہا کہ آپ لوگوں کے بڑے دشمن ہیں جو یہ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ آپ ہم لوگوں کو کافر کہتے ہیں میں نہیں مان سکتا کہ آپ ایسے وسیع حوصلہ رکھنے والے ایسا کہتے ہوں اس سے شیخ یعقوب علی صاحب ہائیں کر رہے تھے میں نے ان لوگوں کو کہا کہ آپ کہہ دیں کہ واقع میں ہم آپ لوگوں کو کافر کہتے ہیں یہ سن کر وہ حیران سا ہو گیا۔“

(انوار خلافت صفحہ ۹۲)

(۲)

دینی معاملات میں کوئی بھی اتحاد نہیں

دنیا کے معاملات میں ہم دوسروں کے ساتھ ایک ہیں لیکن دین کے معاملہ میں فرق ہے اس میں ایک نہیں ہو سکتے اور سمجھ دار آدمی اس کو خوب سمجھتے ہیں۔
(انوار خلافت صفحہ ۹۲)

(۳)

(آپس میں اصولی اختلاف بھی ہے اور فروعی بھی)

”احمدیوں اور غیر احمدیوں میں اصولی اختلاف ہے“ (منہج العملی صفحہ ۲۷)

جرح گواہ مدعا علیہ یکم مارچ ۱۳۳۵ء - ”راحمہدی اور غیر احمدی میں اصولی اختلاف بھی ہے اور فروعی بھی“
جرح گواہ مدعا علیہ ۲۰ مارچ ۱۳۳۵ء - ”یکم مارچ ۱۳۳۵ء -

(۴)

(کسی مسلمان کے پیچھے نماز جائز نہیں)

”ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں“
(انوار خلافت صفحہ ۹۰)

”غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز نہیں جائز نہیں جائز نہیں“
(انوار خلافت صفحہ ۸۹)

(۵)

(غیر احمدی کے بچہ کا بھی جنازہ مت پڑھو)

”پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہو اس لیے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیے“
(انوار خلافت صفحہ ۹۲)

(۶)

(مسلمانوں سے رشتہ و ناظمہ جائز نہیں)

”غیر احمدیوں کو لڑکی دینے سے بڑا نقصان پہنچتا ہے اور علاوہ اس کے کہ وہ نکاح جائز ہی نہیں بنا اس کے خیالات و اعتقادات کو اختیار کر لیتے ہیں اور اس طرح اپنے دین کو تباہ کر لیتے ہیں“ -
(برکات صفحہ ۷۲)

”حضرت مسیح موعود کا حکم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی غیر احمدی کو لڑکی نہ دے۔“
(برکات خلافت صفحہ ۷۳)

(۷)

(غیر احمدی مسلمان ہندو اور عیسائی کی طرح کافر ہیں اس لیے انہیں لڑکی نہ دو)
”جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے وہ یقیناً حضرت مسیح موعود کو نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے کیا کوئی غیر احمدیوں میں ایسا بے دین ہے جو کہ ہندو عیسائی کو اپنی لڑکی دے ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو مگر تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کہ بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دیتے ہو۔“
(ملکت اللہ صفحہ ۴۶)

جس طرح گواہ مدعا علیہ نمبر ۱۱۱ راجح ۳۳

(۸)

(مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارنا)

”اب زمانہ بدل گیا ہے دیکھو پہلے جو مسیح آیا تھا اسے دشمنوں نے صلیب پر چڑھایا مگر اب مسیح اس لیے آیا کہ اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارے۔“

(عرفان الہی صفحہ ۹۵)

(۹)

(مخالفین کو سولی پر لٹکانا)

”خدا تعالیٰ نے آپ کا نام پہلے رکھا ہے تاکہ پہلے بیٹی کو تو یہودیوں نے سولی پر لٹکایا تھا مگر آپ سرزاعلام احمد صاحب، اس زمانہ کے یہودی لوگوں کو سولی پر لٹکائیں۔“

(تقدیر الہی صفحہ ۲۹)

(۱۰)

ساری دنیا کو جب تک پورے طور پر احمدی نہ ہو دشمن سمجھیں گے

ساری دنیا ہماری دشمن ہے جب تک ایک شخص خواہ ہم سے کتنی ہمدردی کرنے والا ہو پورے طور پر احمدی

ہیں ہو جانا اور ہمارا دشمن ہماری بھلائی کی طرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ تمام دنیا کو اپنا دشمن سمجھیں،
(خطبہ خلیفہ تباہیاں مند جبہ الفضل جرح گواہ مدعا علیہ ۱ - ۲ مارچ ۱۳۳۷ء)

(۱۱)

(ظاہری محبت کا اظہار صرف مسلمانوں کو شکار کرنے کے واسطے ہے)

”شکاری (احمدی) کو کبھی غافل نہ ہونا چاہیئے اور اس امر کا برابر خیال رکھنا چاہیئے کہ شکاری (مسلمان) بھاگ نہ جائے یا ہم پر ہی حملہ نہ کر دے۔“

(خطبہ جمعہ خلیفہ دوم جرح ۱۲ - ۱۳ مارچ ۱۳۳۷ء)

(۱۲)

(تمام مسلمانوں کی جان و مال و ایمان سے عزیز ترین ہستی کی توہین)

”بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔“

(ڈائری خلیفہ تباہیاں الفضل ۷ - ۱۱ جولائی ۱۹۳۲ء)

”ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو پر پہلو کھڑا کیا۔“

(کلمۃ الحق صفحہ ۱۱۳)

(۱۳)

مرزا صاحب اور صلی اللہ علیہ وسلم میں (عیاذ باللہ) ذرا بڑا فرق نہیں

من فوق بینی و بین المصطفیٰ فیما عرفتی و ما دانی - (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱)

اور جو شخص مجھ میں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق سمجھتا ہے اس نے نہ مجھے دیکھا اور نہ مجھے پہچانا۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱)

(مرزا صاحب کے خلیفہ کی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی دشمنی)

”مرزا صاحب“ بلحاظ ذہنی استعداد اور ارتقاء حضور علیہ السلام سے فصیلت رکھتے ہیں۔
(قادیانی ریویو جون ۱۹۳۰ء)

دیگر حوالجات بسلسلہ ہیڈنگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گذر چکے۔
مسلمان لڑکیاں اُن کے نزدیک کیتوں سے بدتر ہیں
ہمارے دشمن جنگلوں کے سوہ ہو گئے اور ان کی عورتیں کیتوں سے بدتر ہیں۔
(نجم الہدیٰ صفحہ ۱۰)

حوالجات مذکورہ بالا کی تصدیق و توثیق

”میرے نزدیک مرزا صاحب اور خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی کے اقوال سنا ہیں اور اس کے سوا میرے نزدیک کوئی اور شئی سنا نہیں۔ گواہ مدعا علیہ مٹ نے مرزا محمود صاحب اور ان کی تصانیف پر اپنا ایمان ہونا بتایا ہے۔ اب ان مذکورہ بالا اصولی و فروعی اسلام و کفر کے اختلاف اور رسول کی دشمنی کے ہوتے ہوئے وہ لڑکی اُس کے گھر کیونکر بس سکتی ہے نماز اس کے ساتھ جائز نہیں وہ مر جائے تو جنازہ بھی نہ پڑھا جائے اُس جیٹی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے واسطے مرزا صاحب مبعوث ہوئے ہیں انتہائی خلوص کے بعد بھی اُسے دشمن سمجھنا ان کا اولین فرض اُسے سولی دینا ان کا کار منصبی وہ غریب ان کے گھر کیتوں سے بدتر رہے گی وہ دشمن ہے جب تک پورے طور پر احمدی نہ ہو جائے۔ نیز اور اختلافات مذکورہ ان حالات میں دنیا کی کوئی بھی عدالت اس قسم کا نکاح باقی نہیں رکھ سکتی بلکہ فوراً اُس کا فسخ کرنا ضروری ہوگا۔

مزید برآں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ وہ لوگ اپنی لڑکیاں ہمیں ہندوؤں کی طرح سمجھ کر صرف اس لیے نہیں دیتے کہ لڑکیاں چونکہ کمزور طبع ہوتی ہیں ان کے عقائد سے فطرۃً متاثر ہو کر دین برباد کر لیں گی پھر مسلمانوں کی لڑکیاں کیوں طلب کرتے ہیں وہ غریب بھی یہی عذر مساویہ رکھتے ہیں کہ یہ لوگ چونکہ کافر و مرتد اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام صحابہ و ائمہ و اولیاء امم کے دشمن ہیں پس ہماری لڑکیاں بھی ویسی ہو ہی جائیگی اس لحاظ سے یہی نسخ نکاح لازم ہے۔

خلاصہ تاویلات

- (۱) مختار مدعیہ نے جس سادگی سے اس شبہ کا اظہار کیا ہے وہ قابلِ داد ہے احمدیوں کے گھر سولی کھڑی ہوتی ہیں جہاں کوئی مسلمان عورت پہنچی انہوں نے سولی لٹکا لی۔
- (۲) خلیفہ ثانی نے جس دشمنی کا ذکر فرمایا ہے وہ وہی ہے جو مولوی لوگوں کی طرف سے ہو رہی ہے البتہ۔
- (۳) مختار مدعیہ کو مسلم ہے کہ ایک مسلمان بنص قرآن ایک یہودی عورت سے نکاح کر سکتا ہے حالانکہ یہودی مسلمانوں اور اسلام سے اشد الناس عداوت رکھتے ہیں پھر احمدی مرد سے نکاح کیوں درست نہیں۔
- (۴) چونکہ اولاد پھر حال احمدی ہوگی پس اُس کی نماز و نوازہ کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔
- (۵) اگر اس قسم کے امور جو از شادی میں مانع ہوئے ہیں تو یہودی و نصرانی سے بھی رشتہ جائز ہونا چاہیئے۔
- (۶) جب کہ یہودی اور نصرانی سے جائز ہے تو احمدی کی اسلامی فرقوں کی روکی سے کیوں جائز نہ ہوگی۔
- (۷) مرزا صاحب نے عورتوں کے ساتھ سلوک کرنے کو لکھا ہے۔

(دکشتی نوح صفحہ ۱۷)

”الجواب“

- (۱) اس طرزِ خطاب کو عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے باقی یہ امر تو واقعی شہادت سے متعلق رکھتا ہے کیا مسٹر حاجی محمد حسین صاحب بنا لوی شہید کی شہادت اس کے واسطے کافی نہیں کیا وہ سینکڑوں اس قسم کے واقعات جو زمیندار اور مبالغہ کے فائل پر تمام دنیا میں تشتتِ انہام ہو چکے ہیں اور ایک کی بھی تردید نہ کر سکے اس تاویل کو باطل قرار نہیں دیتے عدالت اجازت نہ لے گی ورنہ تفصیلاً تمام حوالے خلیفہ محمود صاحب کے اس حکم پر عملدرآمد کے پیش کر سکتا ہوں۔
- (۲) ہرگز مولوی لوگوں والی دشمنی کا دباں ذکر نہیں وہاں تو صاف صاف لفظ ہیں کہ ”ساری دنیا ہماری دشمن ہے جب تک ایک شخص خواہ ہم سے کتنی ہمدردی کرنے والا ہو پورے طور پر احمدی نہیں ہو جاتا وہ ہمارا دشمن ہے“ ملاحظہ فرمائیں انتہائی ہمدردی رکھنے والے کو بھی دشمن قرار ہے ہیں جب تک پورے طور سے احمدی نہ ہو جائے اس میں تو کسی تاویل کی گنجائش ہی نہیں شاید یہ عبارت دیکھے بغیر مختار مدعیہ نے یہ تاویل گھڑی ہو ورنہ یہاں تو تمام تاویلات کا انہوں نے خود ہی سدباب کر دیا ہے۔
- (۳) دشمنانِ اسلام یہودیوں کی روکی لینا مسلم ہے مگر اپنی روکی انہیں دینا تو حرام قطعی ہے پس اگر مرزا صاحب کے بتعین اپنی روکی مسلمانوں کو دینا چاہیں تو یہ مذہب و تاویل شاید ایک حد تک مفید ہو یہاں تو دشمنانِ اسلام اور

کافر مرتد ہو کر مسلمان کی لڑکی لینا چاہتے ہیں جو بالاتفاق حرام ہے مسلم لڑکی کسی مرتد۔ کافر کی کسی اہل کتاب یہودی نصرانی کے نکاح میں بھی بالاتفاق نہیں جاسکتی قطعاً حرام ہے۔

(۳) اولاد کا احمدی ہونا ہی نکاح کے خلع کو چاہتا ہے کہ مسلمہ کے بطن کا بچہ کافر ہو گا یہ وجہ بھی نہ میرے فسخ نکاح کی ایک شرط ہے نیز مدیر کے جنازہ کی نماز اور مسلمانوں کی طرح تو بہر حال تسلیم مختار مدعا علیہ تجھیں نہیں ہو سکتی پس کس طرح اُس کے گھر بس سکتی ہے جہاں اُس کے جنازہ سے بھی کفار والا معاملہ کیا جائے گا اور بنا نماز جنازہ کا فرود اور مرتدوں کی طرح وہ گھر میں ڈال دی جائے گی۔

(۵) یہودی و نصرانی سے رشتہ صرف اسی قدر جائز ہے کہ ہم مسلمان ان کی لڑکی لے سکتے ہیں بانی مسلمہ لڑکی اُس کے نکاح میں دینا حرام قطعی ہے اور یہاں سوال مسلم لڑکی کا کافر کے نکاح میں باقی رکھنے کا ہے نیز ابتداء سے کافر ہونے کا اور حکم ہے اور مرتد ہونے کا اور ایک مسلمہ کا شوہر اگر یہودی اور نصرانی نکاح کے بعد ہو جائے وہ نکاح بھی بالاتفاق فسخ ہو گا بلکہ ایک مسلمہ منکوحہ لڑکی خدا نخواستہ مرتد ہو کر عیسائی و یہودی ہو جائے اُس کا بھی نکاح فوراً فسخ ہو جائے گا گواہ نمبر ۲ مدعا علیہ کو بھی جرح میں مسلم ہے اور دنیا میں روزمرہ اہل قوم کے کیس فیصل ہو جاتے ہیں کتنے نظائر تو صرف لاجرئل الہ آباد میں موجود ہیں۔ جس کے شوہر نے زائد تنگ کیا وہ یہودی نصرانی ہو کر مرتد ہو گئی اور نکاح کے فسخ کا فیصلہ رہا۔

(۶) یہودی و نصرانی سے مسلمان لڑکی کا نکاح جائز ہے نہ مرزا صاحب کے کسی امتی سے وہ بھی فسخ ہو جائے گا اور یہ بھی۔ بلکہ چونکہ مرزا صاحب کا امتی مرتد ہیں لہذا ان کی لڑکی بھی مسلمانوں کو لینا جائز نہیں کیونکہ شریعت اسلامیہ میں مرتد سے رشتہ مناکحت کسی صورت پر قائم نہیں ہو سکتا نہ پہلے کا نہ بعد از تداویاتی رہ سکتا ہے بلکہ عند اللہ بلا قضا و قاضی نسخ ہو جاتا ہے جیسا کہ بیانات گواہان مدعیہ میں بصراحت مدلل معتبر حوالوں سے گذر چکا۔

(۷) کشتی نوح میں اس کی تصریح نہیں کہ مرزا صاحب مسلمان لڑکیوں کے حق میں یہ فرماتے ہیں کہ سلوک کرنا چاہیے جن سے دشمنی یہاں تک ہے کہ وہ کیتوں سے بدتر ہیں وہاں تو اپنی جماعت کا ذکر اور اپنی جماعت کو دصیت ہے اور اپنی جماعت کی بیویوں کے ساتھ صحت سلوک کا حکم ہے یہ مسلمہ لڑکی تو کافر دائرہ اسلام سے خارج بلکہ یہی کافر و دشمن اور موت کے گھاٹ اتارنے کے لائق ہے جس کی نماز جنازہ تک نہیں پڑھو سکتے۔ جس سے کسی قسم کا دینی سلوک روا نہیں رکھتے نہ رکھ سکتے ہیں ملاحظہ ہو۔

(الوار خلافت صفحہ ۹۲)

نیز یہ لڑکی جب کہ اس شوہر کے نبی کو مرتد کافر دائرہ اسلام سے خارج و غیر سمجھتی ہے اور اس کا اعلان

بلکہ عرضی دعویٰ کی تصریح موجود ہے تو اس لڑکی کے ساتھ بھی کوئی باغیرت مرزا صاحب کا امتی کس قسم کا سلوک کر سکتا ہے ایک امتی کے بنی کو یوں سمجھا جائے اور وہ اس سے مراعات کرے کبھی عقل باور نہیں کر سکتی پس کوئی اگر وجہ نہ بھی ہوتی تو بھی صرف یہ وجہ ہی تفریق و فسخ نکاح کی شرعاً اخلاقاً و قانوناً ثابت تھی اور نکاح ضرور فسخ ہونا چاہیے تھا۔

بہر حال نکاح فسخ ہونا چاہیے

گذشتہ ہیڈنگ کے ساتھ ہی میں نے ہیڈنگ پیش کیا تھا کہ یہ تو مسلم ہے کہ مدعیہ اور اس کا فریق مرزا صاحب اور ان کی امت کو کافر دائرہ اسلام سے خارج خیال کرتا ہے اور ادھر مدعا علیہ مرزا صاحب اور ان کے امتی تمام مسلمانوں کو بشمول مدعیہ اور اس کے فریق کو کافر خارج از اسلام بتاتے ہیں اس صورت میں اگر مدعیہ اپنے دعویٰ تکفیر و ارتداد میں سچی ہو تو فسخ نکاح ہونا چاہیے اور اگر مدعا علیہ سچا ہے تو بھی فسخ نکاح ہوگا کیونکہ ایک مسلمان کو کافر بنانے بعد یہ خود کافر و مرتد ہوگئی جو موجب فسخ نکاح بالاتفاق ہے یوں ہی اگر مدعا علیہ اپنے ادعا میں بھوٹا ہے تو وہ اس طرح مسلمہ کی تکفیر کر کے مرتد ہوگا پھر بھی فسخ نکاح لازم ہے کیونکہ ارتداد کا موجب فسخ نکاح ہونا مسلم ہے اسی پر دونوں کے بھوٹے اور دونوں کے سچے ہونے کا حکم خیال فرمائیں۔ بہر حال مدعیہ اپنے دعویٰ میں سچی ہو یا مدعا علیہ بولیں ہی مدعا علیہ بھوٹا ہو یا مدعیہ یا ہر شے ہوں یا دونوں بھوٹے بہر حال فسخ نکاح اور مقدمہ بحق مدعیہ ڈگری ہونا چاہیے۔

یہ دلیل نہایت واضح اور مقدمات مسلمہ پر مبنی تھی اس کا جواب کجا مختار مدعا علیہ نے مذکورہ تک نہ کیا اور گویا کہ اسے تسلیم کر لیا۔

احمدی شریعت اسلامیہ کے پابند ہیں

میں نے یہ پیش کیا تھا کہ مرزا صاحب کے متبعین ایک طرف مسلمانوں کو کافر اہل کتاب بتاتے ہیں اور دوسری طرف اپنی لڑکیوں کا نکاح اگر ان کا شوہر غیر احمدی ہو جائے تو بھی جائز و باقی مانتے ہیں۔ یہ اولاً صحیح نہیں کیونکہ مسلمانوں سے ان کی لڑکی کا نکاح اسی طرح ناجائز ہے جیسے ہندو کافر سے ملاحظہ ہو۔ (ملکۃ اللہ صفحہ ۶۴)

نیز خود مدعا علیہ نے اپنی ہمیشہ کا دوسرا نکاح اُس کے شوہر کے مسلمان ہونے کی وجہ سے بلا طلاق اپنی جماعت کے ایک ممبر سے کر دیا جو مشہور ہے نیز اُس کا ضمنی تذکرہ جرح گواہان مدعا علیہ متعلقہ نتیجہ جدید میں اچکھائے اور اگر یہ

صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے کہ وہ مسلمانوں کو باوجود احمدی ہونے کے لڑکی دیتے یا بعد احمدی ہو جانے کے انھیں اہل کتاب سمجھ کر لڑکی کا نکاح منع نہیں کرتے ہیں تو شریعہ مجاہدہ میں ایک نئی شریعت جدیدہ کا اضافہ لازم آیا کہ ان کے گمان پر مسئلہ لڑکی کتنی کے نکاح میں دمی گئی یا مترد کے نکاح میں بعد از تعداد باقی رکھی گئی جو خلاف شریعت جدیدہ حکم اور بالاتفاق ہے۔

اس کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا اور مندرجہ ذیل تاویلات کیں۔

خلاصہ تاویلات

- (۱) مختار مدعیہ کا مغالطہ ہے گواہان مدعا علیہ نے بالکل نہیں کہا کہ احمدی لڑکی کا غیر احمدی سے نکاح جائز ہے بلکہ ناجائز بنایا ہے گواہ مدعا علیہ نمبر ایک مارنج۔
 - (۲) ہمسائے نزدیک نکاح جائز نہیں اگر کوئی کفر سے تو منع نہ ہوگا۔
 - (۳) جب کوئی اسلامی شریعت ہو تو شریعت کے مطابق منع ہوگا اور جہاں کوئی شریعت اسلامیہ قائم نہ ہو وہاں رائج الوقت قانون کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ اور اس کی رو سے منع نہ ہوگا۔
 - (۴) اسلامی ریاست ہو تو اس کا قانون جاری ہوگا۔
 - (۵) ایک اپنی طرف سے فرضی مثال خلاف فقہ حنفیہ حنفیوں کی طرف منسوب کر کے پیش کی۔
 - (۶) گواہان مدعیہ کے نزدیک تو ان مسلمان فرقوں کا نکاح جنہیں وہ اپنے زعم میں کافر و مترد خیال کرتے ہیں باطل اور ان کی اولاد حرام کی اولاد ہوگی۔
- (الکواکب الیمانی ٹائٹل پیج صفحہ ۷ وازالتہ النکاح صفحہ ۵ و فتاویٰ شیعہ جلد دوم صفحہ ۳۲)
- (۷) پس گواہان مدعیہ اور ان کے ہم خیالوں کے نزدیک رافضی اور دیوبندیوں کے نزدیک رضا خانی اور رضا خانیوں کے نزدیک دیوبندی۔ مقلدوں کے نزدیک غیر مقلد و بالعکس نکاح باطل اور زنا محض ہے۔ اور آج کل مسلمان فرقوں کا گزارہ ان کے نزدیک زنا پر ہی چل رہا ہے۔ اور ان کی اولادیں بھی حرام کی اولادیں ہیں۔
 - (۸) پھر ریاستی قانون پیرویوں تکثر چلتی کی ہے کہ اگر ریاست مولویوں کی اس خاص شریعت کو جس کے بعض فتاووں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے جاری کرنا چاہتی ہے تو اسے اختیار ہے لیکن کسی مقدمہ پر اس قانون خاص کے جاری کرنے سے پہلے شرعاً و قانوناً و عقلاً یہ ضروری ہے کہ وہ اس قانون کو اپنی ریاست میں شائع کرے۔

(۹) فقہ حنفی کی پابندی کا مطلب یہ نہیں کہ ہر چیز میں ہم اس کے پابند ہیں بہت میں اختلاف ہے۔

الجواب

(۱) اولاً یہ صحیح نہیں اس کے متعارض بھی اقوال جرح میں موجود ہیں جیسا کہ متعارض گواہان کے سلسلہ میں عرض کیا تھا۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیں تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کہ جب ان کی لڑکی ہمارے نکاح میں چونکہ ہم ہندو کی طرح ہیں نہیں آ سکتی تو ہماری لڑکی ان کے نکاح میں جب کہ وہ مترد اور تمام کافروں سے بدتر ہیں کیونکہ وہ سکے گی۔ اس میں مغلطہ کوئی نہیں یہ میرے اعتراض کی پہلی شق ہے۔

(۲) باوجود نکاح ناجائز و باطل ہونے کے فسخ نہ ہونا یہی تو شریعت جدیدہ کا اعداد ہے جس کا خود اعتراف ہے۔ شریعت کا تو حکم یہ ہے کہ جو نکاح ناجائز و حرام باطل ہے وہ فسخ ہے بلکہ وہ ہوا ہی نہیں۔ اور یہ لوگ اسے باقی رکھتے ہیں۔ لہذا شریعت میں نئے حکم کا اضافہ ہوا تو بالافتقار کفر ہے اور یہ ایک متفقہ وجہ کفر باقرار گواہ و مختار مدعا علیہ ثابت ہو گئی۔

(۳) یہ کہنا کہ جہاں اسلامی شریعت ہو وہاں اس کے مطابق اور جہاں نہ ہو وہاں رائج الوقت قانون کے مطابق یہ بھی شریعت میں اضافہ ہے دینی معاملات اور شرعی احکام کسی دنیوی قانون سے ترمیم نہیں ہو سکتے۔ نکاح کے بھی اسلامی ہد سنل اور ہیں برٹش گورنمنٹ نے بھی شمار کیا ہے۔ اور درارت طلاق و نکاح و وقف وغیرہ برٹش قانون سے مستثنیٰ اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہ حنفی کی رو سے برٹش حدود میں ہونے کا معاہدہ و اعلان ہے۔ اور محمدن لاین بھی اس کی تصریح موجود ہے۔

پس نکاح کے معاملہ میں کسی اور قانون کے تحت فیصلہ چاہنا یقیناً دین میں اضافہ اور دین لم یحکم بما انزل اللہ فادخلتہم الکافرون کا مصداق اور کفر ہے۔

(۴) اسلامی ریاست کا اگر قانون مسلم ہے۔ تو اسلامی سلطنتوں اور ریاستوں میں مرزا صاحب کے متبعین کا ارتداد بلکہ ہم اور ان کے فسخ نکاح کے فیصلہ ہو چکے ہیں۔ لہذا یہاں بھی حکم ارتداد اور فسخ نکاح ہونا چاہیئے اور ملاحظہ ہو فیصلہ امیر امان اللہ خان و ریاست پٹیالہ وغیرہ۔

(۵) ان طبع نزاد و فرعون، مثالوں سے کام نہیں چلتا۔ فقہ حنفی کی تصریحات اس کے خلاف موجود ہیں جس کے حوالے بیان گواہان مدعیہ اور جرح گواہان مدعا علیہ میں متعدد پیش ہو چکے ہیں۔

(۶) گواہان مدعیہ نے کسی مسلمان فرقہ یا شخص کو سوائے مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے مریدین کے کافر نہیں بتایا۔ نہ ان کے کفر کا کوئی فتویٰ دیا اس کے مطلق گواہ مدعیہ نہ دست و دست کا اقرار جرح میں صاف صاف موجود ہے۔ نیز اپنے کافر کہنے والوں کی تکفیر بھی غلط فہمی پر مبنی کر کے انہیں بھی مسلمان اور معذور بتایا ہے۔ ملاحظہ

ہو جرح برگواہ مدعیہ نمبر ۲ -

ایسی تصریح کے بعد مختار مدعا علیہ کا مغالطہ عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔

اس سلسلہ میں کوکب یمانی اور قادی رشییدیہ حصہ دوم کے غیر مسلم اور بالکل جدید دو تین حوائج بھی پیش کر کے مغالطہ کی سعی کی ہے مگر عدالت ان رسائل کو خود ملاحظہ فرما سکتی ہے کہ محض مغالطہ کے سوا وہاں کچھ نہیں۔ کوکب یمانی حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ العالی کا ایک رسالہ ہے جس میں انہوں نے مولوی احمد رضا خان صاحب کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ جو یہ فرماتے ہیں کہ جو حضرت مولانا شہید کے کفر میں شک کہے وہ بھی کافر اور اس کا نکاح فحش اور اولاد غیر ثابت النسب اس سے تو بڑی خرابی لازم آئے گی۔ کیونکہ آپ ہی اپنی کتاب تہمید ایمان اور کوکب الشہابیہ میں انہیں مسلمان مانتے ہیں۔ پھر اس مغالطہ سے آپ کے مسلمات کی بنیاد آپ کے نزدیک آپ اور آپ کے متبعین کا اور ان کے نکاح و اولاد کا کیا حکم ہوگا۔ انہوں نے دوسرے رسالہ میں اس کی صفائی پیش کر دی اور بناء غلط فہمی رفع ہو گئی کبھی کسی عالم دیوبند نے کسی عالم بریلوی کو کافر نہیں کہا نہ ان کے کفر کا فتویٰ دیا غرض کوکب یمانی ان کے کفر کا فتویٰ نہیں بلکہ ان کے مسلمات پر ان سے استفسار ہے۔ ملاحظہ ہوں کوٹیشن مندرجہ ذیل۔

”وہ خان صاحب ہی کے فتوے سے ثابت کیا گیا ہے..... تا لازم آتا ہے“ (مڈٹیل بیج)۔
 ”اور خوبی یہ ہے کہ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں خان صاحب ہی کے فتوے کا حاصل ہے۔ ٹاڈیل بیج کوکب یمانی)۔
 ”خان صاحب کے ایسے فتوے کے بعد“ صفحہ ۴۔

”خان صاحب اور ان کے معتقدین پر تو ان کے قول کے موافق“ صفحہ ۵۔
 ”مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے ہی قول کے موافق“ صفحہ ۹۔
 ”اب اپنے ہی فرمان کے مطابق کافر ہوئے“ صفحہ ۱۰۔
 ”تو اپنے ہی فتوے کے مطابق کافر ہو گئے“ صفحہ ۱۳۔
 ”ہم نے تکفیر نہیں کی اور نہ ہمارا کام تکفیر اہل قبلہ ہے“ صفحہ ۲۲۔

جو اوپر بیان ہوا ان امور کو تو فرمائیں کہ لازم آتے ہیں یا نہیں۔..... اگر لازم نہیں تو خان صاحب بیان فرمائیں ہم اقرار کر لیں گے کہ خان صاحب پیچھے“ صفحہ ۲۲۔
 چنانچہ جب خان صاحب نے صفائی پیش کر دی غلط فہمی ختم ہو گئی جس کا اقرار جرح میں موجود ہے کہ ہم کافر نہیں کہتے بلکہ صرف غلط فہمی طرفین سے تھی۔

اب تصریحات کے بعد بھی اگر کوئی بہتان باندھے اور مغالطہ دے تو اس کا کیا علاج۔
 مولف مذکورہ کے دوسرے رسائل سے بھی اس کے متعلق اطمینان کیا جاسکتا ہے کہیں بھی ملاد بریلوی کی تکفیر کا

فتویٰ نہ ملے گا۔ باوجودیکہ سینکڑوں اختلافی رسائل لکھے۔

فتاویٰ رشیدیہ وہاں تو صرف یہ ہے کہ جس کے نزدیک افضی کا قرب ہے یا ضرورت دین یا قرآن کا منکر یا کفر صحابہ کریمہ اللہ ہے اُس کے نزدیک سنی کا نکاح اُس سے ناجائز ہوگا۔ وہاں کوئی فتویٰ اپنا نہیں دے رہے۔ فتوایں کے متعلق دوسرے اُن کے خود تصنیف کردہ رسائل اس سلسلہ میں ملاحظہ ہوں جہاں پوری تفصیل موجود ہے غرض اس سے بھی مدعا ثابت نہ ہوا۔

ازالہ العارین تو ختم نبوت کے منکر پر کفر کا فتویٰ صفحہ ۵ پر درج ہے اُس سے کیا استدلال ہو سکتا ہے وہ تو ہمارا مؤید ہے۔

یہ کہنا محض غلط بیانی ہے کہ مقلدین کے نزدیک اور غیر مقلدین کے نزدیک مقلدین کا نکاح باطل اور زنا محض ہے ایک بھی تمام دنیا میں اس کے متعلق فتویٰ نہیں۔ وہاں تو صرف تقلید یا رفع یدین یا تین یا چار غیرہ کا اختلاف ہے کفر و اسلام فتح نکاح کا اختلاف ہی نہیں۔ نہ اُس کا کوئی فتویٰ نہ مقدمہ۔

اُس کے بعد اس اچھے طرز خطاب کو عدالت خود ملاحظہ فرمائے ”اور آج کل کے مسلمانوں کا گزارہ اُن کے نزدیک زنا پر ہی چل رہا ہے“

اپس کی تکفیر اور اُس کی غلط فہمی اور کسی کے کافر نہ ہونے کی مکمل تشریح ہیڈنگ ”کیا تکفیر و جہاد ارتداد و فسخ نکاح ہو سکتی ہے“ کے تحت میں کرچکا ہوں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اس میں نمبر (۱) کا بھی جواب آگیا۔

مختار مدعا علیہ کہ یہ کہنا کہ اگر ریاست مولویوں کی اس خاص شریعت کو جس کے بعض فتاویٰ کا ذکر اوپر کیا گیا ہے جاری کرنا چاہتی ہے تو اُس کے اختیار میں ہے۔ لیکن کسی مقدمہ پر اس قانون خاص کے جاری کرنے سے پہلے شرعاً عقلاً قانوناً یہ ضروری ہے کہ وہ اس قانون کو اپنی ریاست میں شائع کرسے۔“ محض لغو ہے۔ ریاستی قانون سے نہ ہم واقف نہ ہیں تبصرہ کا حق۔ مختار مدعا علیہ جو چاہے اُس پر نگہ مینی کرسے ہیں تو صرف یہ گزارش کرنا ہے کہ مذاب یہاں فتوؤں پر دار و مدار نہ کسی مولوی کی شریعت پر اب تو قرآن و حدیث و فقہ حنفی سے شریعت مجاہدہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پیش کی گئی ہے۔ اور اسلامی عدالت شریعت مجاہدہ کی پابند ہے۔ خصوصاً نکاح و طلاق وغیرہ میں سولے شریعت مجاہدہ اور فقہ حنفی کے ریاست میں بھی کسی اور قانون پر مسلمانوں کے معاملہ میں عمل درآمد نہیں ہو سکتا۔ جب کہ برٹش حدود میں بھی یہ مسلم ہے اس غلط پروپیگنڈا کی تردید میں گزارش ہے کہ:-

جب مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی تصریحات ہیں کہ جو مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے اور ان کی بیعتیں داخل نہیں خواہ ان کا نام بھی دسنا ہو خواہ عمر بھر مدح سرائی کی ہو کافر و اشرہ اسلام سے خارج اور کافر شیطان اور جہنمی اور حرامی اور سودہ ہے۔

تو اگر اس جماعت کو مسلمان مان لیا جائے اور اُن کے اسلام کا کسی اسلامی ریاست میں فیصلہ کیا جائے تو اُس کے یہ معنی ہوں گے کہ تمام چالیس کروڑ مسلمان عرب و عجم صوفیاء اور علماء و سجادہ نشین و معادیم سلاطین و نوابان و حکام سب کے سب کا فر خارج از اسلام ہونے کا فیصلہ کر دیا گیا۔ جو کسی طرح مناسب نہیں۔

(۹) فقہ حنفی کی پابندی کے اقرار کی توجیہ محض فضول ہے۔ کیونکہ جب گواہ نمبر ۲ نے ۲۱ مارچ ۱۳۳۵ء کو یہ تسلیم کر لیا کہ ”جہاں قرآن و حدیث میں مسئلہ مصرح نہ ہو وہاں فقہ حنفی پر عمل کریں گے“ اور اسی تاریخ پر یہ بھی تسلیم کر چکا کہ ”مسئلہ فسخ نکاح قرآن و حدیث کا مصرح نہیں ہے“ اور یہ بھی تسلیم ہے کہ فقہ حنفی کا متفقہ مسئلہ مترد کے فسخ نکاح کا ہے تو اب اس تسلیم کے بعد تاویل اور اس سے گریز ناممکن ہے۔ اور اس پر یہیں مزید بحث کی ضرورت ہی نہیں۔

اصولی اختلاف

اس اصولی اختلاف کا حوالہ نہج المصلی صفر ۱۳۷۷ء سے اہل اصولی و فروعی دونوں قسم کے اختلاف ہونے کی تصریح گواہ مدعا علیہ ۲ کی جرح ۲۱ مارچ ۱۳۳۵ء سے پیش کر چکا ہوں۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل تاویلات کہ۔

- (۱) مدعا علیہ نے اپنے بیان میں یہ بتایا ہے کہ مسلمان ہوں۔ اور کوئی عقیدہ اسلام کے خلاف نہیں۔
- (۲) اصولی اختلاف سے خلیفہ ادل کی یہ مراد نہیں کہ نماز و روزہ وغیرہ میں اختلاف ہے۔
- (۳) گواہ مدعا علیہ نے کہا تھا کہ ایک لحاظ سے فروعی اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔

الجواب

(۱) یہ دعویٰ مدعا علیہ جب صحیح ہوتا کہ اس کا ایمان مرزا صاحب اور اس کے خلفاء پر نہیں ہوتا۔ مگر اُن پر ایمان لانے اور اس پر قائم رہنے کی حالت میں وہ اس کا پابند ہے۔ اور یہ زبانی اقرار محض مغالطہ اور الفاظ بے معنی ہیں جیسا کہ مفصل شہادت و بحث میں گزر چکا۔

(۲) ہم کب کہتے ہیں کہ اس کی مراد نماز و روزہ کا اختلاف ہے۔ بلکہ اصل اصول دین توحید و رسالت و اسلام کفر کا اختلاف ہم بھی مانتے ہیں۔ اُن کے نزدیک مرزا صاحب کا ماننا ایمان نہ لانا کفر۔ ہمارے نزدیک نہ ماننا ایمان اور مرزا صاحب کا ماننا خالص کفر ہے۔ نہ معلوم یہ غلطی ہمیں مختار مدعا علیہ کو کہاں سے لگی۔

(۳) یہ تو گواہ مدعا علیہ نمبر ۱ کے الفاظ پیش کیے اور میں نے حوالہ گواہ مدعا علیہ نمبر ۲۱ مارچ ۱۳۳۵ء سے دیا ہے اور اس کے بجائے الفاظ یہی اوپر پیش ہو چکے ہیں۔ پس یہ تمام تاویلات لاعاطل اور ناقابل التفات ہیں۔

کیا مدعا علیہ اور مدعیہ کا علیحدہ علیحدہ مذہب ہے

تعجب ہے کہ مختار مدعا علیہ کو اس میں بھی شامل ہے۔ اور تاویل کی سعی کرتا ہے۔ حالانکہ دونوں میں اصولی و فروعی اختلاف ہے۔ مدعا علیہ اپنے زعم میں مسلمان اور مدعیہ اس کے نزدیک بچے کا فرد خارج از اسلام ہیں۔ نہ نماز اس کی جائز نہ مناکحت بخلاف مدعیہ کے کہ اس کا مذہب اسی طرح مدعا علیہ کو بکا فرد مرتد قرار دیتا ہے۔ نیز مدعیہ کے نزدیک مدار نجات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔ اور مدعا علیہ کے نزدیک مرزا صاحب کی تعلیم۔ مدعیہ کے نزدیک مرزا صاحب کا ماننا کفر مدعا علیہ کے نزدیک اسلام۔ اگرچہ زبان سے دونوں مدعی اسلام اور مقرر یا بندی قرآن و حدیث ہیں۔ مگر مدعیہ کے نزدیک وہی قرآن قابل عمل ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لائے۔ اور مدعا علیہ کے نزدیک قرآن آسمان پر اٹھ گیا تھا۔ مرزا صاحب دوبارہ آسمان سے لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیح کسی اور کی وحی والہام سے مدعیہ کے نزدیک رو نہیں ہو سکتی۔ مگر مدعا علیہ کے نزدیک جو احادیث (اگرچہ صحیح ہوں)۔

مرزا صاحب کے وحی والہام کے خلاف میں وہ ردی کی طرح بیسکدی جائیں گی۔ مدعا علیہ کے نزدیک قرآن پاک کا وہی مطلب صحیح اور قابل عمل وجہ ہے۔ جو مرزا صاحب کے اسلام و مذہب کے مطابق ہو۔ یعنی جو مرزا صاحب اور اُس کے دونوں خلفاء بیان کریں۔ اور بس ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ص ۲۳ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۹ و ۳۳۔ نیز گواہ مل مدعا علیہ کا جواب کہ مرزا صاحب کی وحی سب صحیح ہے۔ مگر احادیث کل صحیح نہیں۔ مگر مدعیہ کا اسلام و مذہب یہ ہے کہ قرآن پاک کا وہی مطلب قابل ایمان و عمل ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ جو صحابہ کرام اہل بیت عظام ائمہ دین اویائے امت علمائے ربانی و بزرگان دین سمجھے اور کسی کا سمجھنا قابل اعتقاد و عمل نہیں۔

اس کے بعد مختار مدعا علیہ کی تمام تاویلات کا خاتمہ ہو جائیگا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ۔

(۱) گواہ مدعا علیہ مل کا جرح میں یہ مطلب نہ تھا۔ بلکہ صرف حدیث کے قرآن سے مطابقت کے سوال کا جواب تھا۔

(۲) بہر حال خلفاء کا فیصلہ ہماریلے درست اور قابل تسلیم ہے۔ آخر ہر شخص اپنے مقتدا اور امام کے فیصلہ کا پابند ہوگا۔

(۳) علامہ مستنقاس صاحب بانی دیوبند کا بھی یہی مذہب ہے۔ جو گواہان مدعا علیہ نے بیان کیا۔

الجواب

یہ محض تاویلات ناقابل التفات ہیں کسی جواب ہی کی ضرورت نہیں۔ تاہم میں مختصر اُجواب ترتیب وار عرض کرتا ہوں۔

(۱) میں نے اس سلسلہ میں جرح گواد مدعا علیہ ۲۱-۲۳-۲۷-۲۹ مارچ ۱۹۳۳ء کے جوابی فقرات پیش کئے ہیں اور مختار مدعا علیہ گواد کے قول کو لے کر شرح کر رہا ہے۔ اسے وہاں کوئی خاص دلیل قرار نہیں دیا گیا۔ نیز جو جواب بطور مضابطہ لکھ کر لکھایا جاتا ہے۔ وہ سوال تک ہی محدود نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا عام مفہوم معتبر اور مراد ہوتا ہے۔

علاوہ بریں جب کہ حدیث وہ معتبر ہوئی جو قرآن کے مفہوم کے موافق ہو۔ اور قرآن کا وہی مفہوم درست ہے جو مرزا صاحب یا ان کے خلفاء بیان کریں تو مطلب تو پھر وہی ہو گیا۔ کہ حدیث وہی معتبر ہوگی جو مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے بیان کے موافق ہو۔ اور قرآن میں اللہ کی بھی مراد وہی ہے۔ جو ان ہر سہ صحابہ کے بیانات میں ہے۔ بہر حال تمام دین کا دار مدار یہی صحابہ ثلاثہ ٹھہرے اور پس۔

(۲) بہر حال مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے خلفاء ہی کا فیصلہ درست مانتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے امام ہیں۔ پس مدعی کو بھی حق ہے کہ بہر حال فیصلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خلفاء راشدین، صحابہ و ائمہ ہدیٰ و امام ابو حنیفہ کا فیصلہ درست مانے۔ کیونکہ وہ اس کے امام اور مقتدا ہیں۔ اس طور پر بھی دونوں کے مذہب کا فرق بالکل واضح رہا اور اتحاد کا دعویٰ باطل۔

(۳) حضرت مولانا فوتوی نے عیادۃ اللہ کسی کتاب میں بھی اشارہ ”وکنایۃ“ وہ مذہب نہیں لکھا۔ جو گواہان مدعا علیہ بیان کرتے ہیں۔ نہ ان کے نزدیک صحیح احادیث کسی امتی کی وحی یا الہام کے خلاف ہونے سے ردی کی طرح پھینک دینے کے لائق ہیں۔ وہ صرف حدیث پر روایت ”و درایت“ تنقید کا ذکر فرما رہے ہیں اور شیعوں کے مقابل اہل سنت کا یہ اصول پیش کر رہے ہیں۔ کہ حدیث قرآن کے خلاف اہل سنت نہیں مانتے نہ یہ کہ کسی کی وحی کے مخالف احادیث صحیحہ تک ردی کی طرح پھینکے کو فرما رہے ہیں۔ مفصل تو ہیں احادیث کے سلسل میں ملاحظہ فرمایا جائے۔

یہ محض حضرت مولانا پر بہتان اور مختار مدعا علیہ صریح مغالطہ ہے۔

مرتد کے معنوں میں تاویل

اس کے بعد کچھ مرتد کے معنوں میں ترمیم کر کے مدعا علیہ کا اقرار اسلام کو پیش کر کے اسے ارتداد سے بچانا چاہتے ہیں مگر واضح ہے کہ ضروریات دین سے انکار اور مدعی نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے دعاوی والہدایت کی تصدیق کے بعد ہزار زبان سے اقرار ہو بہر حال شرع محمدی میں وہ مرتد اور کافر ہی ہوگا۔ جیسا کہ اوپر اصل بحث اور جوابی سلسلہ پر بیانات گواہان مدعیہ میں مفصل حوالے گزرنے کے ہیں۔ اور یہ مقدمہ مسل واپس ہونے کے بعد از روئے شرع شریف فیصل ہو رہا ہے۔ وہ قانونی نظائر جس میں مسلمان ہونے کے واسطے صرف زبان سے مسلمان کہنا کافی تھا گو تمام

اسلامی شعائر کا منکر اور کافروں سے بدتر کافر ہو۔ وہ قانون غیر متعلق کا مقدمہ کے اس دور میں کوئی علاقہ نہیں نہ مسل کے واپس ہونے کے بعد پہلی کوئی کارروائی سوائے عرض دعویٰ و جواب دعویٰ و تینج کے جھٹ ہے۔

مختار مدعیہ کے نزدیک فسخ نکاح کی ایک اور وجہ

اس میڈنگ کے تحت لایینی تاویلات سے اُس نظیر کو مختار مدعا علیہ رٹانا چاہتا ہے۔ جو میں نے مدعا علیہ کے ہی جناب مرزا صاحب غلام احمد صاحب کی کتاب چشمہ معرفت کے صفحہ ۲۷۵ و ۲۷۶ سے پیش کی تھی۔ اور اسی قسم کی تاویلات گواہان مدعا علیہ نے جرح میں اُس کے پیش ہونے کے بعد کی تھی۔ باوجودیکہ اُن تاویلات کا جواب اصل ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں۔ مگر پھر بھی وہی ایک دوسرے رنگ میں پیش کر دیں۔ لہذا اب دوسرے جوابی رنگ میں جواب بھی عرض ہے۔

مقدمات مسئلہ ۱۰

- (۱) مدعا علیہ نے جو پہلے احمدی نہ تھا۔ اور بعد نکاح اُس نے احمیت اختیار کی۔
- (۲) غیر احمدی سے احمدی یا احمدی سے غیر احمدی ہونا دوسرا مذہب اختیار کرنا یا مذہب بدلنا کہا جاتا ہے۔
- جرح گواہ نمبر ۲ مدعا علیہ ۲۳ رمانج ۳۳
- (۳) ان دونوں مقدمات مسلم ہونے کے بعد میں نے مندرجہ ذیل نظیر مرزا صاحب کی کتاب چشمہ معرفت سے پیش کی تھی۔

”جب عورت مرد کو ظالم پاوے یا وہ اس کو ناحق مارتا ہو یا اور طرح سے ناقابل برداشت بدسلوکی کرتا ہو یا کسی اور وجہ ناموافقیت ہو یا وہ مرد واصل نامزد ہو یا تبدیل مذہب کرے یا ایسا ہی کوئی اور سبب پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے عورت کو اس کے گھر میں آباد رہنا ناگوار ہو تو ان تمام حالتوں میں عورت یا اس کے کسی ولی کو چاہیے کہ حاکم وقت کے پاس یہ شکایت کرے اور حاکم وقت پر یہ لازم ہوگا کہ اگر عورت کی شکایت واقعی درست سمجھے تو اس عورت کو اس مرد سے اپنے حکم سے علیحدہ کر دے اور نکاح کو توڑ دے لیکن اس حالت میں اس مرد کو بھی عدالت میں بلانا ضروری ہوگا کہ کیوں نہ اس کی عورت کو اس سے علیحدہ کیا جائے۔“

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۷۵ و ۲۷۶)

جس کے بعد نتیجہ ظاہر ہے کوئی بھی تاویل ممکن نہیں جب کہ مدعا علیہ نے احمدیہ اختیار کر کے باقرار و تسلیم اپنے گواہ کے مذہب بدلایا اور مذہب بدلنے پر مرزا صاحب بھی اُس کی منکوحہ کو حاکم مجاز کے پاس درخواست فسخ نکاح کی اجازت دیتے ہیں اور حاکم مجاز کو ہدایت فرماتے ہیں کہ اس پر لازم ہے نکاح فسخ کر دے۔

- لہذا مقدمہ مرزا صاحب کے مسلک پر بھی سخت مدعیہ ہونا چاہیے اور نکاح فسخ خلاصہ تاویلات ہذا۔
- (۱) مدعا علیہ نے ان مضمون میں مذہب تبدیل نہیں کیا بلکہ یہ معنی تو منصف احمد پور شریقیہ کے نتیجہ غلط اخذ کرنے سے پیدا ہو گئے اس کی ۹ فروری سلسلہ کی درخواست ملاحظہ ہو۔
- (۲) مذہب کا لفظ اسلامی فرقوں اور دین دونوں کے معنی میں آتا ہے چندا مشکہ۔
- (۳) مدعا علیہ چونکہ اسلام پر قائم ہے اس لیے مقدمہ خارج ہونا چاہیئے۔
- (۴) گواہ نے مذہب بدلنا دین بدلنے کے معنی میں نہیں یا بلکہ مذہب کے معنی روش اور طریقہ کے ہیں اس نے طریقہ بدلنے کے معنی میں لیا ہے۔
- (۵) مرزا صاحب کی غرض مذہب بدلنے سے چشمہ معرفت میں وہ تبدیلی ہے جو اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا دین عیسوی موسوی وغیرہ اختیار کرے کیونکہ وہ کتاب ہی غیر مذاہب کے مقابلہ پر ہے۔

الجواب

عدالت خود میر بھی اصل بحث سے ان تاویلات کا مقابلہ فرمائے ایک بھی وہاں سے ربط نہیں رکھتی کہ ان سے اصل بحث کے مضمون پر کوئی زیادہ زد پڑتی ہے تاہم جواب الجواب کے رنگ میں مختصراً ترتیب وار عرض کرتا ہوں تاکہ مختار مدعا علیہ کا مغالطہ واضح ہو جائے۔

- (۱) مدعا علیہ کے کسی خاص معنی یا لفظ تبدیل مذہب پر اس کی بناء نہیں قرار دی گئی وہ تو تائید مضمنی بلکہ صرف اس کا احمدی ہونے کا اقرار ہمارے مدعا کا مثبت اور اس پر وہ جواب دعوئے سے اپنی آخری شہادت تک قائم رہا لہذا ہمیں منصف احمد پور شریقیہ کے نتیجہ کی صحت و سقم اور اس کی ۹ فروری سلسلہ کی درخواست سے کوئی سروکار نہیں مقدمہ اوٹا تو صرف یہ ہے کہ پہلے غیر احمدی تھا اور بعد نکاح احمیت اختیار کر لیا۔
- (۲) مذہب کا لفظ جن معانی میں آتا ہو اس سے غرض نہیں یہاں اس نے جو مذہب ترک کیا ہے وہ اس کے نزدیک دین و اسلام ہی نہ تھا بلکہ اس پر رہنا اسلام سے خروج اور کفر تھا ادواب احمدی ہونا دین اسلام ہے لہذا یہاں اس کے لفظ نظر سے صرف مسلک بدلنا نہیں بلکہ دین بدلنا ہے۔

نیز اسلامی فرقوں کی تبدیلی میں جہاں لفظ مذہب استعمال ہوتا ہے۔ جیسے حنفی شافعی مالکی حنبلی وہاں اس میں کوئی اصولی اختلاف نہیں بلکہ فروعی ہے۔ اور ایک دوسرے کے پیچھے بلا کراہت نماز پڑھتے اور ایک دوسرے کو نہ صرف مسلمان بلکہ حق پر جانتے ہیں اور وہاں لفظ مذہب ان مذکورہ بالا اقراء کی وجہ سے مجازاً بمعنی مسلک بولا گیا ہے بخلاف احمیت اور غیر احمدی مسلمانوں کے کہ یہاں اسلام و کفر کا فرق ہے اصولی و فروعی دونوں قسم کے اختلافات مسلم نہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز جائز نہ سلسلہ مناکحت جیسا کہ تفصیلاً حوالوں سے ادھر گزر چکا پس یہاں اگر لفظ مسلک بھی بولا جائے تو مجازاً مذہب دین بدلنے کے معنی میں لیا جاتا ہے جسے درصاف مذہب

بدلنے کا لفظ موجود ہے۔

(۳) یہ فیصلہ قبل از وقت ہے کہ مدعا علیہ اسلام پر قائم ہے۔ لہذا مقدمہ خارج ہونا چاہیئے اس کے اسلام و کفر و ارتداد کا مسئلہ زیر بحث ہے یہی نتیجہ ہے اس پر شہادت و بحث ہے لہذا اس کا یہاں تذکرہ ہی فضول ہے شہادت سے تو اس کا کفر ہی ثابت ہے مرزا صاحب کی اتباع کے بعد اس کے ارتداد و کفر میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں جیسا کہ مدلل بیانات گواہان مدعیہ میں گزر چکا اور وہ تمام حوالے مرزا صاحب اور دیگر کتب کے جرح میں بھی پیش ہو چکے اب اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۴) گواہ نے ہرگز روش اور طریقہ بدلنے کے معنی میں نہیں یا ورنہ وہ اپنے معتقدات کی بنا پر لے سکتا ہے کیونکہ غیر احمدی ہونا اس کے نزدیک صریح کفر اور خروج از دائرہ اسلام بلکہ پکا کفر ہے اور اس پر وہ اپنا ایمان زور و لفظوں میں جرح آئینہ صداقت کے سلسلہ میں سلسلہ میں بتا چکا ہے پھر طریقہ بدلنے کے معنی میں کیونکر ہو سکتا ہے طریقہ اور روش بدلنا وہاں ہوتا ہے جہاں دونوں اصولاً متحد ہوں اسلام و کفر کا فرق نہ ہو بعض جزئیات و فروغ میں اختلاف ہو جیسے حنفی شافعی چشتی و نقشبندی کہ سب ایک دوسرے کے نزدیک مسلمان اور حق پر ہیں۔ ایک دوسرے کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز شادی بیاہ کا تعلق قائم وغیرہ وغیرہ۔

پس مختار مدعا علیہ کی یہ توجیہ گواہ کی مراد سے بالکل خلاف ہے یہاں مذہب بدلنا یوں ہی ہے جیسا کہ یہودی۔ نصرانی یا جندو ہونا یا اس سے پھرتا۔ چنانچہ مسلمانوں کو عیسائی یہودی ہندوؤں کی طرح اس نے خود بحوالہ ملائکتہ اللہ صفحہ ۴۶ تسلیم کیا ہے۔ لہذا ایمان مذہب بدلنا بمعنی دین بدلنے کے ہے نہ کہ روش اور طریقہ بدلنے کے معنی میں واقعات اور گواہ ۲ کا عقیدہ اس کی زبردست تردید کرنے کو کافی ہیں۔

(۵) جو غرض مرزا صاحب کی ہمشہ معرفت میں مذہب بدلنے کی مختار مدعا علیہ بیان کرتا ہے اولاً اس کی طبع زاد ہے وہاں کوئی بھی کسی قسم کا سیاق و سباق میں قرینہ نہیں اور یہ کہنا کہ وہ غیر مذاہب کے مقابلہ پر لکھی گئی ہے بدہمت غلط اور قرینہ نہیں کیونکہ اس میں غیر مذاہب سے کچھ کم مسلمانوں کی تردید نہیں۔ اور اگر بعض محال ہم انہی کے قول کو تسلیم کر لیں کہ وہ تبدیلی مراد ہے۔ کہ اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین عیسائی یہودی وغیرہ اختیار کرے تو بھی ہمارا مدعا اسی طرح ثابت ہے کیونکہ غیر احمدی مسلمان ان حضرات اعدان کے خلفاء کے نزدیک یہودی نصرانی اور ہندوؤں کی طرح کافر ہیں ملاحظہ ہو ملکتہ اللہ صفحہ ۴۶ اور اس کی تائید مرزا صاحب کے کلام سے لی گئی ہے۔ پس غیر احمدیوں اور احمدیوں میں ویسا ہی اختلاف رہا جیسا کہ اسلام اور یہودیت و نصرانیت و ہندویت میں لہذا بہر حال تبدیلی مذہب کا لفظ ناقض زیر بحث سے متعلق اور اس کو پورے طور پر حاوی رہا لہذا اس کی رو سے مسئلہ طور پر مرزا صاحب کے فیصلہ کے مطابق نکاح ضرور فسخ اور مقدمہ بحق مدعیہ ہونا چاہیئے۔

فسخ نکاح کی ایک اور وجہ

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے میری ایک زبردست وجہ فسخ نکاح کو جو نہایت بدیہی اور واضح تھی مخدوش کرنا چاہا ہے میں نے عرض کیا تھا کہ ابتدائی مرحلہ میں مقدمہ مدعیہ کے خلاف دو وجہوں سے ہوا۔ پہلا ممالک غیر کا فتوے نہیں پیش ہو سکا۔ دوسرے قانونی بعض نظام موجود تھے مگر اب جب کہ ممالک اسلامیہ کا ایک زبردست فتویٰ علماء حرمین مکہ و مدینہ کا ”مسیحام الحرمین“ مختار مدعا علیہ نے خود علماء دیوبند کی تکفیر کے سلسلہ میں پیش کر دیا جس کے کہ شروع میں مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے متبعین کے معقولات لیے ہیں اور اسی لین میں انہیں عقائد میں چونکہ علماء دیوبند کا مذکورہ تھا لہذا ان پر بھی کفر لگایا جب انہیں وہ غلط فہمی رفع ہو گئی اور اس کی تردید ہو گئی تو وہ فتویٰ واپس لے لیا۔ جس کے لیے غایتہ المامول علامہ برزنجی مدنی کا پیش کیا تھا۔ بہر حال وہ فتویٰ مرزا صاحب کے حق میں اب تک باقی ہے۔ اور خود مدعا علیہ کے شاید کا پیش کیا ہوا۔ اور نہ صرف ممالک اسلامی بلکہ حجاز و حرمین کا مسلم علماء و مشائخ کا دوسرا فتویٰ علماء شام کا جو گواہ مدعیہ نمبر ۳ نے پیش کیا اور فیصلہ دربار میں یہ موجود ہے کہ کفر و اسلام کا معاملہ علماء اسلام ہی کر سکتے ہیں۔ پس علماء حرمین و ممالک اسلامیہ کے فیصلہ و فتوے کے بعد مرزا صاحب اور ان کے متبعین کا ازداد بلاشبہ ثابت ہے نیز علماء اسلام میں کوئی ایک مسلم عالم یا کوئی ایک اسلامی فخر بھیجیاس کے خلاف نہیں۔ دوسرے نظام سر پیش کردہ کو فیصلہ دربار محلے نے غیر متعلق قرار دے دیا۔ ملاحظہ ہو فیصلہ دربار محلے پس اب یقیناً نکاح فسخ اور مقدمہ بحق مدعیہ دگری ہونا چاہیے۔

(خلاصہ تاویلات)

- (۱) وہ شام کے علماء کا فتویٰ نہیں بلکہ میرے ایک ٹیکٹ کا جواب ہے جو رشید قاسم نے لکھا ہے۔ اور وہ ایک تاجر ہے اس کی قابلیت اور دماغی حالت معلوم کرنے کے واسطے یہی کافی ہے۔
- (۲) گواہ مدعیہ ۳ سے جب جرح میں دریافت کیا تو رشید قاسم سے لامعلیٰ ظاہر کی۔

الجواب

- (۱) یہ عجیب بات ہے۔ کہ وہ فتویٰ نہیں سچا کیونکہ رشید قاسم ایک تاجر آدمی میں اور تاجر عالم نہیں ہو سکتا حالانکہ تمام انبیاء حتیٰ سید الانبیاء علیہ السلام نے بھی تجارت کی تاجر ہونا نہ نبوت کے منافی ہے۔ نہ خلافت و ولایت کے نہ علم و کمال و افتاء کے باقی چونکہ انہوں نے ممالک اسلامیہ اور خصوصاً شام میں مرزا صاحب کے خلاف ایک یہ ساری ہمدردی کی ہے۔ اور ان کے عقین کو ان سے سخت صدمہ ہوا ہے۔ یہ ان کی دماغی و علمی حالت پر برجمی تبصرہ کرے بجا ہے۔ بہر حال وہ ایک عالم کا فتویٰ ہے اور دوسرے علماء اس کے مؤید ہیں وہ مفصل فتویٰ اور اس

کا ترجمہ اخبار مدینہ بخجور اور اخبار زبندار لاہور میں متعدد مرتبہ علماء شام کے فتویٰ کے مینہ نگ سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے نیچے دیگر علماء کے بھی دستخط ہیں۔
یہ تمام تاویلات محض بے کاری ہیں۔

(۳) گواہ مدعیہ نے اپنی ذاتی ملاقات کا انکار کیا ہے۔ باقی ان کے علم و فضل کا کوئی انکار اور اس سے لاعلمی نہیں اور نہ کسی کی علمی شہرت معلوم کریں۔ اس سے بلا واسطہ ملاقات کی شرط ہے۔ ملاحظہ ہو اصلی الفاظ جرح گواہ مدعیہ مسئلہ ۲۹ اگست ۱۳۳۷ء اور اگر بالفرض مختار مدعا علیہ کے یہ شبہات ہم صحیح تسلیم کر لیں گو صحیح نہیں جیسا کہ ابھی عرض کر چکا ہوں تو بھی ہمارا اصلی استدلال بحالہ موجود ہے۔ کیونکہ اولاً تو میں نے انہیں کاپیتش کردہ فتویٰ علماء مکہ و مدینہ حسام الحرمین کو بنیاد استدلال بنالی ہے۔ اس کا کوئی جواب بھی نہ دے سکے بہر حال ایک فتویٰ نہ صرف علماء ممالک اسلامیہ بلکہ خیر البلاد و حجاز کے مسلم علماء و مشائخ گواہ مدعا علیہ کاپیتش کردہ موجود اور لاجواب و مسلم ہے۔ پس فتوے ممالک اسلامیہ کا ثابت ہے۔ اور نظائر قانونی بروئے فیصلہ دربار معالیٰ غیر متعلق ہیں۔ پس مقدمہ بحق مدعیہ یقیناً ڈگری ہونا چاہیئے۔

نوٹ =

اس کے بعد حسام الحرمین اور علماء دیوبند و بریلی کا طولانی قصہ ہے۔ جسے میں اخیر بحث میں جب کہ اپنے گماہوں پر سے اعتراضات دفع کر دوں گا۔ اس وقت لوں گا۔ اور وہیں سے یہ دراصل متعلق بھی ہے۔

(گواہان مدعا علیہ پر تنقید کا جواب)

اس سلسلہ میں جو میں نے مکمل لسٹ پیش کی تھی۔ اس کے بعض نمبروں کی کچھ تاویلات مختار مدعا علیہ نے کرنی چاہی ہیں۔ اور اکثر تو بالکل لاجواب اور گواہوں کے ناقابل اعتبار ثابت کرنے کو کافی دواتی ہیں۔ جن تاویلات کا خلاصہ نے کر نمبر وار جواب مگر نہایت ہی مختصر عرض کرنا۔ وہاں پہلے اپنے اصل اعتراضات اور تنقید کا خلاصہ بھی مختصر الفاظ میں پیش کر دوں تاکہ بعد کو متعدد مرتبہ اسے نہ لانا پڑے۔
خلاصہ تنقید۔

یہ اصل فریقین کو مسلم ہے۔ کہ کسی کا مذہب دریافت کرنے کے لیے ضروری ہے۔ کہ اس کی تمام کتابوں کو دیکھ کر حکم لگایا جائے۔ ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ ۱۷ عنوان علماء و کفر کا فتویٰ لہذا کوئی کسی سلسلہ کا تمام نسخہ دیکھ کر بغیر اس کے اسلام کے متعلق اخیر فیصلہ نہیں مے سکتا۔ کیوں کہ اس کے اسلام کا پتہ تو عجیب چل سکتا ہے۔ جب کہ اس کے تمام معتقدات کا علم ہو اور معلوم ہو جائے کہ اس کا کوئی بھی عقیدہ کفریہ اسلام کے خلاف نہیں بخلاف کفر کا حکم لگانے کے واسطے اگر قطعی طور پر ایک کسی کا صریح و صاف کفریہ معلوم ہو جائے۔ تو کفر کا حکم ان معلوم کفریات پر لگا سکتے ہیں۔

گو دیگر کفریات یا اس کے تمام معتقدات کا علم نہ ہو۔ کیونکہ اسلام تو مجموعہ اعتقادات کے بعد ثابیت ہو گا۔ اور کفر کے واسطے ایک صریح درجہ بھی کافی گواہ اور کسی چیز کا علم نہ ہو۔

مثلاً ایک شخص صراحتہ نماز کی فریضت کا انکار یا قرآن کا انکار یا بات کو سجدہ کرے۔ تو ہم صرف اسی پر حکم کفر لگا سکتے ہیں۔ گو دوسرے حالات کا یہیں علم بھی نہ ہو۔ اسی اصول پر مرزا محمود صاحب نے تمام چالیس کوڑ مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج صرف مرزا صاحب کی بیعت میں داخل نہ ہونے سے قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان تمام مسلمانوں کے تمام معتقدات کا ان کو پتہ بھی نہیں۔ اور گواہ مدعا علیہ مل جو سلسلہ احمدیت یا مذہب مرزائیت اور اس کے یاقی و متبعین کا اسلام ثابت کرنے کے واسطے پیش ہوا ہے۔ اس کا حکم مارنچ سلسلہ بنجواب برج اقرار ہے۔ کہ سلسلہ احمدیہ کے سب لٹریچر نظر سے نہیں گزرے۔ جو اس وقت تک شائع ہوئے اب اس معاملہ میں اس کی گواہی کا ناقابل اعتبار ہونا بالکل واضح تھا۔ مگر اس میں بھی غیر متعلق تا دیلات کیوں۔

(خلاصہ تاویلات)

(۱) گواہ مدعیہ کی جمعہ کی عبارت حرف کر کے پیش کی اور عدالت کو مغالطہ دیا۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے اس دقت تک جس قدر لٹریچر شائع ہو چکے ہیں۔ وہ سب میری نظر سے نہیں گذرے۔

(۲) اس سے دیگر مصنفین کی تصانیف مراد ہیں۔ جن کا دیکھنا ضروری نہیں۔ یہ کتب مرزا صاحب۔

(۳) محقق مدعیہ کا یہ کہنا کہ کسی کا کفر ثابت کرنے کے واسطے اس کی تمام تصانیف کا دیکھنا ضروری نہیں قطعاً باطل ہے۔ بلکہ مبہم و ذالوجہ عبارات دوسری عبارات سے حل ہوں گی۔ نیز اس کے سیاق و سباق دیگر تصانیف سے۔

(۴) مختار مدعا علیہ کا اصول گواہ مدعیہ ۱ کے خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو برج ۲۰ اگست ۱۹۲۳ء ایک مصنف کا جواب تک ماقبل وما بعد معلوم نہ ہو۔ اور اُس کی دوسری تصانیف سے اُس کا صحیح عقیدہ معلوم نہ کر لیا جائے۔

(۵) اور واضح رہے کہ فتویٰ دینے کے بارہ میں گواہ مدعیہ مل کا قول یہ نسبت مختار مدعا علیہ کے قول کے زیادہ معتبر اور ماننے کے قابل ہے۔ کیونکہ گواہ مدعیہ مل بقول اُس کے دارالعلوم دیوبند کا مفتی ہے۔ اور مختار مدعیہ ایک معمولی آدمی ہے۔ جو کسی یونیورسٹی کا سنیڈ یافتہ نہیں۔

(۷) پھر گواہ مدعیہ ۱ کو بھی اُس کی جرح سے ایک فقرہ سے مجروح کرنے کی سعی کی۔

الجواب

(۱) میں نے کوئی بھی عبادت عمر نہیں کی عدالت کو خود ملا حظہ مسل کے وقت معلوم ہو جائے گا۔ میں نے وہاں بھی اصل عبادت پیش کی تھی۔

حوالہ یہ محض مغالطہ ہے۔

(۲) یہ تاویل کہ سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر سے مرزا صاحب کے سوائے دوسرے مصنفین کے مراد ہیں محض غلط اور اب بحث ناقابل التفات ہے۔ گواہ اپنے الفاظ کا پابند ہے۔ نیز کسی سلسلہ یا مذہب کے لٹریچر میں اس کے باقی سلسلہ کا لٹریچر ہیے مقدم آتا ہے۔ لہذا یہ تفصیص ملاوہ ہے ربط ہونے کے تحقیق کے نبی خلاف ہے۔ پھر سلسلہ احمدیہ میں جس طرح مرزا صاحب کی تصانیف قابل ایمان لانے کے ہیں۔ یوں ہی اُن کے خلفاء کی پس مرزا صاحب کے سوا مطلقاً دیگر تصانیف کا استخراج بھی نافع نہیں۔ اور گواہ آئینہ۔ صداقت مرزا محمود صاحب کے مطالعہ سے صراحتاً انکار کر چکا ہے۔ بہر حال یہ تاویل میں فضول ہیں۔ اور سلسلہ کی کل کتب یقیناً اس نے نہیں پرکھیں۔ چسکہ جرح میں جا بجا آیا ہے۔ اور اس قدر لاعلمی کے ساتھ اس سلسلہ کی صفائی کے گواہ ہرگز قابل نہیں ہو سکتے۔

(۳) میں نے اس مسئلہ کو مدلل اثلث سے بیان کیا ہے۔ کسی حاشیہ آرائی کا وہ محتاج نہیں مصرح کفر ہونے کے لیے کل عقیدے یا کل کتب کے مطالعہ کی حاجت نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلقاً دعویٰ نبوت یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلقاً آخری ہونا وغیرہ اس صریح ہے کہ کسی کتاب میں ۱۹۰۷ء کے بعد اُس کے خلاف نہیں وغیرہ ذلک۔ باقی مبہم عبارات کے حل کے لیے ضرور اس عبارت یا مخصوص اسی مسئلہ کے متعلق اس شخص کی دیگر تصانیف دیکھنی ہوں گی تمام دیگر مسائل کے متعلق اُس کی تصانیف دیکھنا کوئی ضروری نہیں اور یہی مطلب صرف گواہ مدعیہ مل گیا ہے۔ اصل بحث و جرح سے عدالت خود ملاحظہ فرمائے یہ تاویل محض بیکار ہے۔

خیر فتویٰ کے متعلق مولانا محمد شفیع صاحب گواہ مدعیہ مل کو زیادہ معتبر اور جاننے کے لائق تسلیم کر لیا۔ اور انہیں ہندوستان کی مرکزی درس گاہ کا مفتی بھی اس سے تو بجائے گواہ کی تو ہیں ہے بہر حال اُن کا فتویٰ تکفیر مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے متعلق نہ ہی نقطہ نگاہ سے مختار مدعا علیہ کے نزدیک بھی سب سے زیادہ معتبر اور قابل ماننے کے ہوگا۔ باقی رہا مختار مدعیہ کا معاملہ وہ تو نہ گواہ ہے نہ شاہد نہ اُس پر جرح ہو کہیں پر کوئی اثر ڈالے اس کے متعلق یہ کہنا کہ۔ اور مختار مدعیہ ایک معمولی آدمی ہے۔ جو کسی یونیورسٹی کا سنڈیا فٹہ نہیں۔ یہ بھی اُس کی عزت افزائی ہے ورنہ مرزا صاحب تو ہم لوگوں کو بد ذات فرقہ اور جنگی سوار اور نہ معلوم کیا کیا کہتے ہیں میں تو مختار مدعا علیہ کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ آدمی تو مان لیا معمولی آدمی ہی رہی۔ ہمیں کب بڑا بڑا ہونے کا دعویٰ ہے۔ مرزا صاحب تو ابن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی کو فرماتے ہیں کہ ایک معمولی آدمی تھا۔ کسی یونیورسٹی کا سنڈیا فٹہ نہ ہونا معمولی آدمی ہونے کو کافی نہیں۔ نہ مختار مدعا علیہ کے نبی کسی یونیورسٹی کے سنڈیا فٹہ تھے نہ خلیفہ اول و دوم البتہ یہ اُس کی غلط بیانی یا تاواضعی ہے۔ کہ مختار مدعیہ کسی یونیورسٹی کا سنڈیا فٹہ نہیں۔ اسے معلوم

ہونا چاہیے کہ جس کے متعلق وہ کہہ رہا ہے۔ وہ مفتی فاضل و مولوی عالم و مولوی فاضل الہ آباد یونیورسٹی دکنوٹ
یونیورسٹی پنجاب یونیورسٹی یمنوں جگہ ہے۔ اگر عدالت ضرورت محسوس فرمائے تو تمام ساری فیکٹ بھی
پیش کئے جاسکتے ہیں میری فرض صرف مختار مدعا علیہ کے اوچھے پن کا اختیار کرنا ہے۔ ورنہ وکیل پر تنقید کا
کوئی اثر موکل یا کیس پر نہیں پڑتا ہاں اب یہ اصول تنقید مختار مدعا علیہ کے متعلق نہ بحیثیت مختار بلکہ گواہ
سلسلہ تنقید گواہان مدعا علیہ ان شاء اللہ پیش کیا جائے گا۔

کل کتب مرزا صاحب کی بالا استیعاب نہ دیکھنا اور چیز ہے۔ اہ عبارت کا سیاق و سباق نہ دیکھنا اور
چیز اس مغالطہ سے گواہ مجروح نہیں ہو سکتا۔ دوسرے گواہ مدعیہ مٹ بخشیٹ مفتی اسلام پیش ہوا ہے
اور وہ شرعی مسائل کا دراصل شاہد ہے اگر وہ یہ عبارات بھی نہ دیکھتا جب بھی اُس کی ان متنازعہ
مسائل ختم نبوت وحی نبوت دعویٰ نبوت توہین انبیاء تکفیر امت انکار حشر اجماد وغیرہ میں معتبر اور بقول
مختار مدعا علیہ قابل ماننے کے تھے مرزا صاحب کی عبارات کے واسطے تو گواہ الف و ب و س
پیش ہوئے ہیں جنہوں نے غالباً مرزا صاحب کے متبعین سے بہت زائد ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔
(۲) (دہرہ مغل کی توہین)

یہ عدالت نے غیر متعلق قرار دے کر خارج کر دیا ہے لہذا اس پر کچھ بحث کی ضرورت نہیں البتہ اُس کے تحت
دوامر اور پیش کئے ہیں ایک تو اپنی سترج غلط بیانی کی تزیید کرنے کی سعی کی ہے دوسرے دو غیر مجروح شاہدوں
پر فرضی یا ظلی و بروز جرح قائم کی ہے میں اس کے الفاظ کا خلاصہ لے کر جواب عرض کروں گا۔

(خلاصہ تاویل مختار مدعا علیہ)

(۱) یہ کہنا کہ فتویٰ کفر کی بنیاد صرف علماء کے اقوال پر رکھی گئی ہے۔ بجائے خود بالکل صحیح اور درست
ہے۔

(۲) شیخ الجامعہ صاحب نے جو دلائل پیش کئے تھے جب کہ مدعا علیہ کی طرف سے ان کا جواب ہو گیا تو گویا
علماء کے اقوال ہی رہ گئے۔

(۳) گواہان مدعا علیہ نے مدعیہ کے سامان اور اُس کا عقیدہ قرآن مجید اہ حدیث اور سلف کے موافق ثابت کر دیا ہے
لہذا مختار مدعا علیہ کا مذکورہ بالا اعتراض باطل ہے۔

(۴) گواہ نمبر الف اب کما شہادہ توں میں وہی امور تھے جو دوسرے شاہدوں نے بیان کئے ہیں دوسروں کی جرح گویا
ان پر ہے لہذا وہ بھی مجروح باطل ناقابل التفات ہو گئیں۔

الجواب

(۱) یقیناً یہ کہنا درست ہے کہ اس جدید دور میں تکفیر کی بنیاد صرف علماء کے اقوال پر رکھی گئی۔

عدالت کے سامنے ایسی صریح غلط بیانی ہے کہ اس کے بعد اس گواہ کی گواہی قبول ہی نہیں ہو سکتی۔ عدالت خود مسل سے ملاحظہ فرمائے کہ کہیں کوئی بھی فتویٰ پیش نہیں کیا گیا۔ تذکرہ علماء شام کے فتویٰ کا صرف دو لفظوں میں ذکر ہے باقی تمام مسائل آیات قرآنی احادیث نبویہ آثار صحابہ و تابعین و ائمہ فیصلہ مشکلیں و اسلاف سے جو محتاج بلا کسی تاویل کے ثابت کئے گئے جس میں ہر اقسام سے تقریباً (۵۰) دلائل ٹولا ہوا ہے جس کے جواب کا ہمیں عمومی و خصوصی کسی طور پر تذکرہ تک نہ کیا پھر کیا یہ مذکورہ بالا قول کہ صرف بنا علماء کا فتویٰ ہے محض دروغ اور غلط بیانی نہیں۔

(۲) یہ کہنا کہ شیخ الجامعہ صاحب کے دلائل کا جواب دے دیا بس گویا کہ صرف فتاویٰ رہ گئے یہ کیسی بے ربط تاویل ہے اس بنا پر تو یہ کہنا چاہیے کہ کوئی بھی دلیل نہیں رہی کیونکہ یہاں پر فتویٰ کا پتہ ہی نہیں۔

نیز حضرت شیخ الجامعہ صاحب کے دلائل کوئی بھی جواب بن نہ سکا جیسا کہ اوپر مفصل پیش کر چکا۔ علاوہ بریں سوائے ایک آدھ باتوں کے شیخ الجامعہ صاحب نے جو تمام گواہوں سے علیحدہ آیات و احادیث و فقہ کی تفہیم ان کا جواب کجا جوابی بحث میں تذکرہ یا اصولاً بھی تردید نہ آئی لہذا ان کا بیان تو بہر حال لا جواب ہے۔ نہ وہ ٹوٹ سکتا ہے اور نہ یہ مختار مدعا علیہ کا صریح جھوٹ سیج ہو سکتا ہے۔

(۳) عدالت خود واقف ہے کہ گواہان مدعا علیہ کا عقیدہ کہاں تک قرآن و حدیث و اسلاف کے مطابق ثابت کر سکے مدعا علیہ کیا صرف مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کا ایمان تو حید و رسالت اور ضروریات دین پر ثابت نہ ہو سکا۔ پس اصل اعتراض بحالہ موجود ہے۔

(۴) شاید مختار مدعا علیہ کو معلوم نہیں کہ بعض گواہوں کے مجروح کرنے سے دوسرے جرح سے سالم گواہ قانوناً مجروح نہیں ہوا کرتے نہ اس قسم کی تاویلات کو کوئی جوڈیشل حیثیت حاصل ہے۔ لہذا وہ دونوں شہادتیں بالکل جرح سے سالم ہیں اور اس طور پر کہ باوجود وقت دیئے جانے کے مدعا علیہ نے جرح سے انکار کر دیا۔

مزید برآں ان شہادتوں پر دیوبندی ہونے کا بھی اعتراض نہیں۔ پس جوڈیشل حیثیت سے وہ گواہان بہت ہی قابل وقعت ہیں۔ خصوصاً نمبر الف کا پوزیشن بھی ہائی پوزیشن ہے۔

(۳) (گواہ مدعا علیہ نمبر ۱۰۰ معلومات پر بحث)

اس سلسلہ میں منجملہ اور اعتراضات کے صرف میرے ایک اعتراض کی تاویل کرنے کی لا حاصل کوشش کی ہے۔

(پیش کردہ کتب سے مختار مدعا علیہ کی واقفیت)

- | | | |
|---|------------------|-----------------|
| (۱) فتوحات مکینہ کل نہیں دیکھی۔ | گواہ مدعا علیہ ۱ | یکم مارچ ۳۳ء |
| (۲) شرح فقہ اکبر کا علم نہیں کسی کی ہے۔ | " " " " " " " " | ۷ مارچ ۳۳ء |
| (۳) بحر الرائق کا اصول تکفیر معلوم نہیں۔ | " " " " " " " " | " " " " " " " " |
| (۴) اشارات فریدی تمام کا مطالعہ نہیں کیا۔ | " " " " " " " " | ۹ مارچ ۳۳ء |
| (۵) منصب امامت پر پورا نہیں پڑھا | " " " " " " " " | ۱۲ مارچ ۳۳ء |
| (۶) بسوط دیکھا ہی نہیں۔ | " " " " " " " " | " " " " " " " " |
| (۷) ہدیہ مجددیہ کا مصنف نامعلوم۔ | " " " " " " " " | " " " " " " " " |
| (۸) جامع الشواہد کا مصنف نامعلوم۔ | " " " " " " " " | " " " " " " " " |
| (۹) بھونچال بر لشکر و جال کا مصنف نامعلوم۔ | " " " " " " " " | " " " " " " " " |
| (۱۰) تحذیر الناس کل مطالعہ نہیں کی بلکہ اکثر۔ | گواہ ۸ | ۸ مارچ ۳۳ء |

اس سے گواہ کی لاعلمی اور تاہلیت نیز جو حوالے جس مسئلہ کے متعلق پیش کئے ان کی حقیقتہً آشکارا تھی اور کسی تاویل کی حاجت بھی نہ تھی مگر پھر بھی تاویلیں پیش کیں کہ ان سے گواہ ۸ مدعا علیہ کی شہادت پر زبردستی نہیں پڑتا۔

(خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ)

- (۱) یہ خلاف واقعہ ہے کیونکہ ۷ مارچ کو گواہ نے یہ بھی کہا کہ بحر الرائق میں یہ ہے کہ اکثر کے متعلق میں فتوے نہیں دیتا اور کسی کے کلام کا الخ
- (۲) فتوحات مجیدہ اتنی ضخیم کتاب ہے کہ جن غرض کے واسطے گواہ مدعا علیہ ۸ نے اس کا مطالعہ کیا تھا اس کے لیے کل پڑھنا ضروری نہ تھا۔
- (۳) دوسری کتب کے متعلق یہ ہے کہ ان کی جو عبارت پیش کی گئی اس کے اندر اس کے خلاف کوئی عبارت نہیں جس سے اس کے مہنوم میں فرق آئے لہذا بالاستیعاب پڑھنے کی ضرورت نہ تھی۔

ثبوت ہے۔

(۵) یہ کہنا کہ کتاب پر لکھا ہوگا دیکھ لیا جائے کس خیال کے آدمی ہیں اس سے ناامد ناواقفی کیا ہوگی پھر اس وقت کہا تھا کہ بحث میں پیش کر دینے گئے اس میں بھی باوجود مطالبہ کے نہ پیش کر سکے نیز مختار مدعیہ نے نطق مفہوم یا الفاظ پیش نہیں کئے عدالت خود مسل سے معائنہ فرمائے جہاں کہیں مفہوم جرح کا لیا ہے وہاں بھی خلاف نہیں۔

(۶) گواہ مدعیہ ۱ پر فرضی اعتراض کرنے سے گواہ مدعا علیہ ۱ کی جرح کی تو صفائی نہیں ہو سکتی۔ نیز گواہ مدعا علیہ کی اپنی پیش کردہ کتب سے ناواقفی ثابت ہے جنہیں وہ خود شہادت میں استدلالی رنگ میں پیش کر رہا ہے۔ بخلاف گواہ مدعیہ ۱ کے کہ اس کی لاعلمی غیر متعلق امور ہیں ہے جن کے جواب کا بھی وہ جوڈیشل اصول اور ایکٹ شہادت کی رو سے مکلف نہ تھا۔

تفصیلاً گواہ مدعیہ نمبر ۱ کی صفائی

(الف) یہ بالکل صحیح ہے کہ علمائے دیوبند نے سولے مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے کسی کو کافر کہا ہی نہیں پس ایک غیر ثابت شدہ پیر کا علم کیونکر ہو سکتا ہے نیز اس کے علم کی مقدمہ اور شہادت کے سلسلہ میں ضرورت ہی کیا تھی ایک غیر متعلق سوال تھا۔

(ب) گواہ نے اپنے علم اور اپنی تحقیق کا جواب بالکل صحیح تحقیق کے تحقیقات کے مطابق جواب دیا ہے اور گواہ اپنی ہی علم کی شہادت دیتا ہے نہ کہ سنی سنائی۔ اس میں اعتراض ہی کیا ہے۔

(ج) ان بزرگوں پر کسی مسلم بزرگ نے فتویٰ کفر نہیں دیا۔ غیر ذمہ دانا۔ فتاویٰ کفریہ کی مکمل لسٹ کا حفظ کب ضروری تھا۔

پھر یہ سوال بھی غیر متعلق تھا جس کا جواب اصولاً ان پر ضروری نہ تھا اور نہ اس کے واسطے پیش ہوئے تھے نہ ان بزرگوں کا کفر اسلام زیر بحث تھا اور جرح میں اس کی کافی تفصیل بھی دی ہے اور مستقل اس کے متعلق ایک اصول بھی بتلادیا ہے جس کے بعد تفصیل جزئیات کی ضرورت ہی نہیں۔ عدالت خود جرح سے ملاحظہ فرمائے مسلم کے متعدد شارحین ہیں۔ اور سب غیر حنفی ہیں۔ پس حنفی مفتی کو ان سے کیا تعلق۔

(د) نیز انہوں نے شرح مسلم سے کوئی حوالہ ہی نہیں دیا حتیٰ کہ کتب پیش کردہ سے لاعلمی یا ناواقفی ثابت ہو اور عالم جمع حاکمان و مایکون سوائے اللہ عالم الغیب والہ شہادت کے کوئی بھی نہیں پھر یہ اعتراض کیا ہے فقہ حنفی اور شریعت اسلامیہ سے تو پڑے واقف ہیں۔ ان کے قابل اعتبار اور ماننے کے لائق ہونے کا تو مختار مدعا علیہ کو بھی

اعتراف ہے۔

(۵) محمد حسین بنالوی کافوئی نہ انہوں نے پیش کیا نہ اس کے معنی مفہم بتانے کے مکلف نہ ان کے منصب و حیثیت پر اس سے کوئی زدوہ ساری دنیا کے توگناشتہ نہیں۔

خاتم کے معنی اس آیت میں مہر کے اسلاف نے جن پر اعتماد کیا جاسکے نہیں کیے ہر کس و ناکس کی تحقیقات کا تو کوئی مکلف نہیں مرزا صاحب کے تمام لٹریچر کے معظا کا ان سے کیا تعلق تھا جب کہ گواہ مدعا علیہ نمبر ۱ باوجود مبلغ جماعت ہونے کے تمام لٹریچر سے آج تک ناواقف ہے اگر وہ یہ پیش کرتے اور حوالہ نہ بتا سکتے جیسا کہ گواہان مدعا علیہ نے کیا تو مصدعہ ان پر زرد آتی بہر حال یہ صرف مغالطہ تھا وہ بھی محمد ابراہیم صاف ہو گیا۔

(گواہ مدعا علیہ نمبر ۱ کے جوابات میں تعارض کا رد)

(۱)

خلاصہ قول مختار مدعیہ

اجماع کے متعلق کہ پہلے یہ کہا کہ بلا استثناء تمام امت اجماع کرے اور پھر اکابر اور بزرگ کا اجماع قرار دیا جواب یہ ہے کہ گواہ کے اصل الفاظ وہ نہیں بلکہ یہ نہیں لہذا تعارض نہیں۔

الجواب

میں اس کے جواب میں جرح سے ہر دو عبارات نقل کر کے فیصلہ عدالت کی امتیازی رائے پر چھوڑتا ہوں کسی نمونہ مسئلہ پر تمام کی تمام امت بغیر استثناء کے اجماع کرنے تو اس کی تسلیم ضروری ہے۔

(جرح گواہ مدعا علیہ ص ۹ مارچ ۱۳۳۷ء)

پھر اس سے خلاف اس تاریخ میں یہ بھی کہا۔

دہمائے نزدیک اجماع امت وہ ہے کہ تمام امت کے بزرگ اور مسلمہ اکابر اس کو مانتے چلے آتے ہوں۔ جرح گواہ مدعا علیہ ص ۹ مارچ ۱۳۳۷ء۔ اول قول میں تمام کی تمام امت بلا استثناء اجماع کے لیے بتائی ہے اور دوسرے میں صرف امت کے مسلمہ بزرگ و اکابر تعارض ظاہر ہے۔

(۲)

اصل اعتراض ۹ مارچ ۱۳۳۷ء الجواب جرح کہا۔ اشادات فریدی ج ۲ خواجہ محمد بخش صاحب نے مولوی اکرار الدین

سے سبقاً سبقاً نہیں سنی۔

پھر ۱۲ مارچ سوالات مکہ کے جواب میں کہا کہ یہ صحیح نہیں بلکہ خواجہ غلام فرید صاحب نے سبقاً سبقاً

اور تصحیح کی ہے۔

حالانکہ دامنج ۳۳۲ کو جواب جرح یہ تسلیم کر چکا ہے کہ۔

اشارات فریدی میں خواجہ صاحب کے اپنے اقوال ہیں جو ان کے بعد مرتب کئے گئے اور بعد وفات ہی شائع ہوئے۔

اب تعارض دفع ہی نہیں ہو سکتا پہلے دونوں اقوال میں یہ توجیہ کی تھی کہ میں نے خود ہی سوالات مکرر میں اصلاح تصحیح کر دی تھی۔ مگر محکمہ مدیر کی فرمائش دوسرے اور تیسرے کا تعارض ہے جو بدستور قائم ہے دفع نہ ہو سکا۔

(۳)

چند افادہ کرنا لایعنت سے خارج ہے اور پھر بھی اسے احمدی مسلمان بتایا گیا نظام جماعت سے خارج حالانکہ آئینہ سداقت صفحہ ۵۳ سے تسلیم کر چکا۔ جو بیعت نہیں کیا وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج اس میں جو نظام جماعت اور احمدیت کا فرق قائم کرنا چاہا وہ باطل ہے کیونکہ بیعت سے خارج ہونے کی مرزا صاحب تصریح فرما چکے ہیں وہاں نظام جماعت وغیرہ کا کوئی پتہ نہیں یہ صرف اپنی تصنیف و ایجاد ہے

(۴)

مسیح موعود نبی ہیں اور نبی شکرانہ عقیدہ پر کبھی نہیں رہ سکتا، ۲ مارچ ۳۳۲ مگر پھر بھی مرزا صاحب باوجودیکہ برزین میں مسیح کہا جا چکا تھا تیرہ سال تک برابر مسئلہ حیات مسیح کے شرکانہ بلکہ شرک عظیم کے عقیدہ پر باقرار خود قائم رہے اب اس کے جواب میں یہ کہنا کہ مسیح تو تھے اور جی بھی آئی تھی۔ اور مسیح موعود نبی بھی ہوتا ہے مگر اس وقت تک کہ کبھی تھی اس تاویل سے تعارض نہ اٹھا بدستور قائم رہا۔

(۵)

بخاری شریف میں احادیث مخالف قرآن وغیرہ معتبر ہونے کا امکان (جرح) حالانکہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ اصح البخاری بتصریح مرزا صاحب گواہ کو مسلم اس میں بھی قطعی وظنی وغیرہ کی تاویل و تفریق کی کہ ہے اور سبیل الرشاد اور الحق لدھیانہ کا حوالہ دیا ہے۔ مگر صرف تاویل ہی تاویل ہے تعارض الفاظ کا قائم ہے۔

(۶)

گواہ نمبر ۱ ”اگر کوئی حکم بذریعہ جبرئیل بھی نازل ہو تو کوئی حرج نہیں ہر مارچ اور مرزا صاحب کا قول ہے۔“
اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لایوں اور پھر چپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے۔ الخ
اور اگر یہ کہو کہ جو احکام نازل ہوں گے۔ الخ۔
(ازالہ اہام کلام صفحہ ۲۳۸)

اور اسی صفحہ میں ہے کہ اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعہ سے صرف اتنا کہا جائے گا کہ تو قرآن پر عمل کرا لے

(ازالہ صفحہ ۲۲۹ "اسماج")

اس کی تاویل عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت مستقل مان کر بھی درست نہیں کیونکہ ان کا امتی یہ کہ کرتنا بھی ختم نبوت کے منافی
ایام الصلح صفحہ ۱۱ پر بتایا ہے اور اسی ازالہ کے صفحہ پر اس مضمون کی تصریح ہے کہ جبرئیل بھی اگر کہیں کہ پہلی شریعت پر
عمل کرو گو شریعت اور وحی جدیدہ نہ ہو یہ بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔ اس کے بعد وحی وغیرہ کی طول وریل تاویل سب بیکار
ہو جاتی ہے اور کبریت احمر گواہ نے جن ادیاء پر جس فرشتہ کو بتایا ہے اس کے فرشتہ وحی نہ ہونے کی تصریح کر
دی ہے بلکہ وہ فرشتہ الہام ہے۔ اور دونوں کا فرق مسلسل وحی یواخت اور فتوحات سے پیش کر چکا نیز علم الکتاب
کے متعلق بھی اوپر مفصل بحث اور ان کی اصطلاح انہیں کی کتاب سے واضح پیش کر چکا اس سے۔

(۷)

کا بھی جواب ہو گیا اور معلوم ہوا کہ وحی قطعی اور الہام ظنی ہے ایک جیسا مطلقاً نہیں ہو سکتا اور تعارض
دفع نہ ہو سکتا۔

(۸)

چونکہ نعمت اللہ شاہ دلی اللہ پر مرزا صاحب کی طرح کثرت سے امور غیبیہ کا اظہار نہیں ہوا لہذا وہ نبی
نہ ہوئے

یہ نبوت و یہی ہونے کے منافی ہے۔

امور غیبیہ کو شرط بنا کے ناقابل التفات تاویل کی ہے اصل تعارض اس سے دفع نہیں ہو سکتا۔

(۹)

اہل کتاب کی تعریف گواہ نمبر ۱، مدعا علیہ "کہ جن کو کتاب ملی تھی کہ مسلمان بھی (۷) راجع اور گواہ ۲ نے کہا"
جنہیں مسلمانوں سے پہلے کتاب ملی چکی ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳

میں رسول و نبی کے۔ مگر یہ تاویل قابل التفات نہیں اس سے اقراری تعارض اٹھ نہیں سکتا۔
مولانا ناتوتوی نے ہدایتہ الشیعہ میں معمولی آدمی کا تحقیقی کلمہ نہیں کہا بلکہ صرف آدمی بتایا ہے بمعنی 'بشر وہ یعنی خدا
نہیں۔ بہر حال تمام متعارضات بدستور ہیں۔

گواہ مدعا علیہ نمبر (۱) کے علم کے متعلق اعتراضات کا جواب

(۱)

قرآن میں ملائکہ کی تعریف سے گواہ کی لاعلمی حالانکہ وہاں موجود ہے۔ اس کی تاویل یہ کہ اصل الفاظ گواہ کے اور
میں اور پھر اہل عباد مکرمہ میں پر طویل بحث کی اب چونکہ قرآن و حدیث سے ملائکہ کی تعریف گذر چکی عدالت خودیہ تعارض
اُسی روشنی میں ملاحظہ فرمائے۔ یہ کہنا کہ قرآن میں ان کے کام مذکور ہیں۔ نہ تعریف غلط ہے۔ بلکہ تعریف موجود ہے۔ جیسا
کہ مفصل زیات اوپر پیش ہو چکیں۔

(۲)

گواہ اہل سنت والجماعتہ وہ ہے جو اپنے کو اہل سنت کہے۔ یہ غلط ہے۔ غنیۃ الطالبین میں ہے۔ اہل سنت
الجماعتہ وہ ہیں جو سنت رسول اور طریقہ متفقہ صحابہ پر جو زمانہ خلفاء راشدین کا ہو اس پر قائم ہوں۔
تاویل یہ کہ گواہ سے سوال اہل سنت والجماعتہ کا تھا اور غنیۃ الطالبین میں صرف سنت و جماعت کی تعریف ہے
نہ اہل سنت والجماعتہ اس سے اور بھی علمیت پر روشنی پڑ گئی اُسی پیش کردہ حوالے میں شروع ہی میں ہے۔
علی المسلم ان یتبع باہل السنۃ والجماعتہ اور پھر ان الفاظ تفسیر سے اہل سنت والجماعتہ کی تعریف علیحدہ
علیحدہ دونوں لفظ کی شرح سے کی ہے۔ اس تاویل سے غنیۃ الطالبین سے لاعلمی اور اس میں خیانت ثابت ہوئی۔

(۳)

قول گواہ مدعا علیہ جو بھی کسی حدیث کو واقعی طور پر قرآن کے موافق ہونا ثابت کرے اُس کا قول مسلم ہے یا
مختار مدیرہ و اگر یہی اصول ہے۔ تو دین تو بازیچہ طفلان ہو جائے گا۔ اس کی تاویل میں خلاف واقعہ تعلیلان
اور ہدایتہ الشیعہ کا قرآن کے حدیث پر راجع ہونے کا ایک حوالہ پیش کیا۔
مگر اعتراض یہ نہیں۔ بلکہ اعتراض یہ ہے۔ کہ اگر ہر کس و ناکس کی توفیق و تطبیق ہے قرآن و حدیث معتبر ہو جائے تو دین
ایک کھیل ہو جائے گا وہ بدستور موجود ہے۔

(۴)

گواہ نے صحیح احادیث کو جو دوی غیر متعلق ہیں۔ بتایا ہے کہ قرآن کے معارض ہو سکتی ہیں۔ مگر مزاحمت

کی تمام دُعیان قرآن کے مطابق ماننا ہے۔ اور اس کے مقابل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ردی کی طرح پھینکتے ہیں۔

اس کی تاویل میں وہی حدیث فاعرضوا علی کتاب اللہ کی اڑی ہے۔ جس کی پوری شرح آگے بن شکوہ اللہ آئے گی۔

(۵)

گواہ نے دان من اصیۃ الاخلا فیہذا سند زیر کے عموم سے کرشن کو نبی مانا ہے۔ پس اسی عمومی اصول سے قرآن کے مطابق مانا کہ الرسول فخذ وہا کے لحاظ سے کوئی بھی حدیث قرآن کے معارض نہ ہوگی بلکہ اس آیت کے عموم کے تحت سراسر وہ قرآن ہی کا حکم ہوگا۔
اس کی تاویل میں نبوت کرشن کی غیر متعلق بحث شروع کر دی۔ اور معیار صحت احادیث کا سلسلہ شروع کر دیا۔ حالانکہ بات صاف ہے کہ محدثین کے معیار پر جو صحیح حدیث ہو اسے ہم اپنی عقل ناقص سے قرآن کے خلاف نہیں بتا سکتے۔ نیز بظاہر خلاف معلوم ہو پھر بھی بعد تسلیم صحت اس آیت کی رو سے موافق ہو جائے گی۔

(اس سلسلہ کے لاجواب سوچن کا کوئی تذکرہ نہ کیا)

(۱) تمام جرح میں باوجود سوالات مختار مدعیہ اور سوال عدالت کے کلمہ اسلام کے معنی بتانہ سکے۔ اور اصطلاحاً صاف نہ ہوئے۔

(۲) بخاری جیسی صحیح کتاب میں بھی قیود کا امتناض (۲ مارچ حالانکہ مرزا صاحب اور اُن کے خلفاء کی کتب مطلقاً مسلم ہیں۔ (۱۱ مارچ مسلم)۔

(۳) ابن عربی کی فتوحات و فصوص الحکم کے قول کی تطبیق۔

گواہ مدعا علیہ ۲ پر تبصرہ کا جواب

(۱)

گواہ ۲ جو قرآن پر منہا ہے وہ قرآن حدیث میں تطابقی کر سکتا ہے۔ ۲۳ مارچ ۲۳ء

”اور میرے نزدیک میرے واجب الاطاعت اماموں اور میری اپنی مطابقت مسلم ہے۔“
”میرے نزدیک مرزا صاحب اہل اُن کے دونوں خلفاء کی تحریرات اُن کی اپنی کتابوں سے جہت ہیں کسی دوسرے“

کی نہیں الخ۔ ۲ مارچ ۱۳۳۲ء

اس کی جوابی تاویل میں یہ کہا ہے کہ ان میں کوئی تعارض نہیں اور بعض الفاظ محرف بتائے مگر مختار مدعا علیہ کو غالباً غلط فہمی ہوگی۔ اس پر تقاضا کا اعتراف نہیں بلکہ اعتراف یہ ہے کہ ان اقوال کا نتیجہ یہ نکلا۔

”مگر سوائے مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے فیصلہ کے قرآن کے معنی اور حدیث و اقوال ائمہ اور تمام کتب اسلامیہ پر بھی حجت نہیں۔ یعنی گواہ صرف مرزا صاحب کا نمائندہ ہے یہ اعتراف بحالہ قائم رہا نہ تعارض و ستافض کا اعتراف تھا اور نہ تطبیق کی توجیہ نافع ہو سکتی ہے“

(۲)

گواہ ۲ مدعا علیہ نے اپنے اصل بیان میں غلطی کے ختم اور سب سے کچھ قبل جو ضروریات دین کی تعریف کی ہے کیونکہ ضروریات دین تا یہ معنی ضروریات دین میں سے ہیں۔ اس پر اعتراف یہ تھا کہ یہ معنی علاوہ خود تراشیدہ ہونے کے اسلاف اور شریعت کی اصطلاح ”ضرورت دین“ سے گواہ کی ناواقفی کا بین ثبوت ہیں جس کے بعد وہ عالم دین کی حیثیت سے نکل جاتا ہے اور اس کی علمی و مذہبی شہادت بے وقعت ہو جاتی ہے۔ (ملاحظہ اصل بحث)

اس کا کوئی جواب نہ ہو سکا سوائے اس کے کہ جس طرح ۲۳ مارچ سے نقل کر دیا کہ اُس نے ضروریات دین کی تعریف کی ہے۔

(۲۳ مارچ ۱۳۳۲ء)

ضروریات دین تا حاصل ہے۔

اور پھر یہ کہا کہ اگر یہ غلط تھی تو پہلے لازم تھا کہ غلط ثابت کرتے۔

پس اس کے جواب کی بھی حاجت نہیں بیانات گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ ۲ میں ضروریات دین کی تعریف ائمہ دین کے حوالوں سے منقول ہے علت اس تعریف سے خود مقابلہ فرمائے کہ تمام ائمہ کی تصریح کے خلاف اور علم سے کس قدر بعید یہ بیان گواہ مدعا علیہ ۲ کی تعریف ضروریات دین ہے۔ اور اس روزمرہ کے مسئلہ سے جب ناواقف ہے تو اس کا ان پیش کردہ مسائل میں کیا حال ہوگا۔ غالباً اسی وجہ سے مختار مدعا علیہ نے اپنی بحث کو صرف گواہ مدعا علیہ ۲ کے بیان پر مبنی کیا اور بیان گواہ ۲ کو تقریباً بالکل نظر انداز کر دیا حالانکہ اس میں بہت سی جدید اور عجیب و غریب اور گواہ مدعا علیہ ۱ سے اکثر متعارض امور ہیں جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا۔

(۳)

گواہ مدعا علیہ ۲ نبوت کے لغوی معنی خبر دینا یعنی خدا کی طرف سے غیب کی اطلاع پاکر خبر دینا۔ (۲۱ مارچ)

نیز اس کے ساتھ اس سے اگلا سوال وجواب ملاحظہ ہو۔

اس پر اعتراض یہ تھا کہ مذیہ تعریف لغوی ہے اور مذیہ اصطلاحی پس معلوم ہوا کہ گواہ مسئلہ لغوی اصطلاحی نبوت سے بھی نادانق ہے حالانکہ اکثر و بیشتر اُس کی شہادت نبوت ہی کے متعلق ہے۔
اس کی تائید میں منجہ سے یہ حوالہ نقل کر دیا کہ۔

”النبوءة والنبوة الاخبار عن الغيب او المستقبل بالهام من الله الاخبار عن الله وما يتعلق به تعالى والنبی المخبوء عن الغيب او المستقبل بالهام من الله“
حالانکہ یہ تائید محض باطل ہے اول یہ کتاب چسکہ جرح میں اقرار موجود ہے عیسائیوں کی تالیف ہے اور انہوں نے دین عیسوی کے پر پیگندے کے واسطے اسلامی اصطلاحات میں بہت کچھ لغت کی اڑے کو تحریف کی ہے جس پر علمائے مصر نے ایک تبصرہ بھی شائع کیا ہے لہذا اس کا کوئی اعتبار نہیں اور مذیہ علماء میں متعارف و مقبول ہے مسلم کسی بھی لغت میں یہ نہیں اور گواہ یا مختار مدعا علیہ پیش کر سکے۔

نیز اس غلط تعریف سے بھی گواہ مدعا علیہ مسئلہ کے الفاظ کا اثبات نہ ہوا جسے عدالت خود ہی ملاحظہ فرما سکتی ہے بہر حال اعتراض بدستور قائم رہا۔

(۴)

گواہ مدعا علیہ مسئلہ علاوہ کتب مذکورہ جن سے گواہ مسئلہ نواقف تھا اور بھی متعدد کتب ضروریہ پیش کردہ مثلاً شرح شفا بھی اُس نے نہیں پڑھی۔ اور اکثر کے مصنفین کے نام و مسلک سے واقف نہیں۔ پھر اُن کے کلام کا اس نادانق سے کوئی ٹکڑا کا ٹکڑا استدلال کرنا قابل اشفاق نہیں اس کا کوئی جواب نہ ہو سکا۔ صرف یہیے جواب اور اسی بیسکار تائید پر حوالہ دے دیا۔

(۵)

گواہ مدعا علیہ مسئلہ نے خواجہ غلام فرید صاحب کے متعلق ابتدائی تعارف میں تو بہت کچھ القلب و اداب پیش کئے۔ مگر بحواب جرح کہا مسلم نہیں پھر سوالات مکرر میں بتایا کہ خواجہ صاحب احمدی ہونے کے بعد سلسلہ کے دوسرے احمدیوں کی طرح ہوں گے۔

اس میں علاوہ تعارف کے خواجہ صاحب کی نسبت بھی اُن کے ابتدائی الفاظ کا خلاف واقع ہونا معلوم ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ تطلب الوقت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب ج دراصل ان کی نگاہ میں معمولی دوسرے احمدیوں کی طرح ہیں وہ بھی جب کہ احمدی ہو جائیں۔ ورنہ بقول مرزا محمد صاحب جب تک کوئی مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہو اور نبی اور رسول انہیں نہ ماننا ہو خواہ عمر بھر مدح سرائی کرے کافر و داسرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر ہے۔

اور مرزا صاحب نے تو حضرت خواجہ رح کو اپنی کتاب اٹھم میں اپنے مکفرین کی فہرست میں شمار کیا ہے۔

اس کا جواب یہ بیابان کہ یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک خلاف واقعہ قول ہے گواہ کے اصل الفاظ یہ ہیں ”واجب الملاحظہ“ دینے کے لحاظ سے خواجہ صاحب مسلم بزرگ نہیں ہیں ویسے مسلم بزرگ ہیں۔ جیسے سلسلہ احمدیہ کے اور سابقین احمدی حضرات میرے بزرگ ہیں۔ باوجودیکہ اس میں بھی قطع و بریدگی ہے عدالت خود مسل سے ملاحظہ فرمائے پھر بھی اعتراض تو وہی قائم رہا کہ واجب الملاحظہ مسلم بزرگ نہیں۔ بلکہ دیگر احمدیوں کی طرح ہیں۔ بہر حال اعتراض رفع نہ ہوا۔

(۷)

گواہ مدعا علیہ ۲ نے ۱۱ مارچ کو جواب جرح کہا کہ ”احمدیت سے ارتداد ظاہر کرتے والا اسلام سے مرتد نہیں۔ پھر سوالات مکہ کے جواب میں اس کے خلاف کہا کہ اسلام سے ارتداد اور احمدیت سے ارتداد بلحاظ ارتداد کے ایک ہی ہے قطعاً کوئی فرق نہیں۔“

یہ کھلا ہوا تعارض ہے جس کے بعد اس کی شہادت کی وقعت نہیں رہتی۔ اس کا جواب سوائے اس کے کچھ نہیں دیا کہ چونکہ اصل الفاظ جرح پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا اور کسی جواب کی ضرورت نہیں محض مختار مدعیہ نے الفاظ کی تحریف سے مغالطہ دیا ہے عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ جہاں کہیں خلاصہ یا نتیجہ لیا گیا ہے وہاں کوئی بھی اس کا اصل مفہوم نہیں بدلا اور اکثر تو بعینہ الفاظ ہی لئے گئے ہیں کہیں کہیں صرف طوالت سے بچنے کے واسطے زائد الفاظ حذف کر کے ضروری اور مختص لینے گئے ہیں بہر حال اس تعارض کا جواب نہیں ہو سکتا۔

(۹)

گواہ مدعا علیہ ۲ نے ۲۰ مارچ میں ہندوستان میں احمدی کا لفظ صرف مرزا صاحب کے متبعین کے واسطے مستعمل بتایا پھر سوالات مکہ میں مولانا رشید احمد صاحب کافر قہر بھی احمدی قرار دیا۔ جو کھلا ہوا تعارض ہے۔

جواب میں اصل الفاظ نقل کئے اور دوسرا قول صرف فائدہ فریدی کے متعلق قرار دیا مگر جواب نہ ہو سکا بہر حال ہندوستان میں دوسرا فرقہ بھی احمدی ثابت ہو گیا جو اہل قتل سے متعارض ہے۔ نیز خلاف واقع ہے جیسا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے سلسلہ میں القول العیج کے حوالہ سے پیش کر چکا کہ مولانا رشید احمد صاحب کے مریدان رشیدی کہلاتے ہیں نہ احمدی۔ بہر حال اعتراض تعارض بحال ہے۔

(۱۰)

گواہ مدعا علیہ نے پھر ۲۳ مارچ ۱۳۳۵ء کو کہا کہ خواجہ صاحبؒ کی وفات کے قبل تریاق القلوب اور بیسویں کتابیں شائع ہو چکی تھیں اور پھر کربیان میں اس کے خلاف کہا کہ تریاق القلوب حضرت خواجہ صاحبؒ کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔

اصل الفاظ جواب کے واسطے نقل کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ لوگوں کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ تریاق چھپ تو بچی تھی مگر شائع نہیں ہوئی تھی۔

مگر عدالت خود الفاظ جواب جرح کے ملاحظہ فرماتے تعارض واضح ہے اور بہ تاویل بعد کی تصنیف ہے ورنہ وہاں اس سے کوئی تعلق نہیں۔

مختاران مدعیہ کی صریح غلط بیانیوں

اس سلسلہ میں تقریباً (۱۰) نمبر قطع و برید کر کے پیش کئے ہیں۔ اولاً یہاں اس سے کوئی ناامد تعلق نہیں کیونکہ مختار مقدمہ پر تنقید کا اثر اصل کیس پر نہیں پڑتا۔ البتہ گواہان مقدمہ پر تنقید ضرور قابل لحاظ ہوتی ہے۔ تاہم میں مختصراً اس کی حقیقت قریب پیش کرتا ہوں۔

خلاصہ اعتراضات

(۱) بحر الرائق کے اصول تکفیہ معلوم ہونے کا غلط الزام۔

(۲) چندہ نہ دینے والے کے بیعت سے خارج ہونے اور اہمادی ہونے کا تعارض۔

(۳) لوہے کے متعلق گواہ اول پر الزام کہ لوہ جس جگہ داخل ہوتا ہے وقوع نہیں ہوتا۔ حالانکہ اس کی عبارت میں لفظ اکڑ کا ہے۔

(۴) مختار مدعیہ نے ۱۰ اکتوبر کی بحث میں کہا کہ تفاسیر میں انبیاء کی عصمت کے خلاف جو باتیں درج ہیں وہ تردید کے لیے ہیں نہ تائید کے۔ یہ غلط ہے جیسا کہ تفاسیر کے عنوان کے تحت آگے بیان کیا جائے گا۔

(۵) دس اکتوبر میں گواہ مدعا علیہ نے کے متعلق کہا کہ اس نے نو مارچ کو تسلیم کیا کہ خواجہ صاحبؒ کے سامنے نبوت کا ذکر نہیں کیا محمدین کا ذکر کیا یہ غلط ہے گواہ کے یہ الفاظ ہیں حضرت مرزا صاحب الخ۔

(۶) یہ بھی مختار مدعیہ نے غلط بیانی کی کہ مرزا صاحب میلہ سے بڑھ کر ہیں کیونکہ اس کا کوئی کلمہ نہ تھا اور مرزا صاحب کا ”لا الہ الا اللہ احمدہ“ ہی اللہ کلمہ ہے۔

حالانکہ سب جانتے ہیں کہ مرزا صاحب کا کوئی نیا کلمہ نہ تھا پھر ازالہ ادہام اور انوار اسلام و چشمہ معرفت کے حوالے پیش کئے ہیں۔

(۷) دس اکتوبر میں مختار مدعیہ نے یہ غلط بیانی کی کہ گواہان مدعا علیہ نے عقائد کے متعلق جو حوالے دیے ہیں وہ ۱۹۰۱ء کے قبل کے ہیں۔ حالانکہ مواہب الرحمن ۱۹۰۳ء اور کشتی نوح ۱۹۰۲ء کی ہے۔

(۸) مختار مدعیہ نے ائمہ و اکابر پر تکفیر کے فتویٰ کا ذکر کر کے دس اکتوبر کی بحث میں کہا کہ گواہ مدعا علیہ نمبر ۱ نے سات مارچ کو تسلیم کیا کہ جس وجہ سے ان کی تکفیر کی گئی۔ وہ ان وجوہات سے برادرت کا اظہار کرتے رہے۔ حالانکہ اصل الفاظ یہ ہیں کہ ”باوجودیکہ الخ.....“

جن کا مطلب یہ ہے کہ بعض سے برادرت ظاہر کی اور کوئی صحیح تسلیم کرتے رہے۔ الخ۔ یہ اس نے غلط بیانی کی۔

(۹) مختار مدعیہ نے دس اکتوبر کی بحث میں یہ غلط بیانی کی کہ گواہ مدعا علیہ ۱ کے نزدیک مرید کا قول مطلقاً پیر کے حق میں معتبر نہیں۔ اصل الفاظ گواہ کے یہ ہیں کہ ہر مرید کا بیان معتبر نہیں بلکہ اس کی حیثیت اور مرتبہ دیکھا جائے گا۔

(۱۰) ۱۰ اکتوبر کی بحث میں یہ غلط بیانی کی کہ گواہ نے کوئی ایسی مثال پیش نہیں کی جس سے ثابت ہو کہ ضروریات دین میں تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہا گیا۔ حالانکہ یہ گواہ مدعیہ ۱ کی جرح اور منہاج السنہ صفحہ ۴۱ اور ۴۲ پر تسلیم حوالہ گواہ مدعیہ ۱ کے خلاف ہے۔ اور پچھتر جمر المرائق کا حوالہ بھی اسی سلسلہ میں نقل کیا۔

(۱۱) مختار مدعیہ نے گیارہ اکتوبر کو یہ غلط کہا کہ ”اولیاء اللہ نے یہ کہیں نہیں کہا یا لکھا کہ ہم پر آیات نازل ہوئیں صرف علم الکتاب کا حوالہ پیش کیا تھا الخ حالانکہ گواہ مدعا علیہ نے اثبات الالہام والبعثہ اور فتوح الغیب اور مقامات امام ربانی کے بھی حوالے پیش کئے تھے۔ یہ صریح غلط بیانی ہوئی۔

الجواب

اولاً یہ تمام مباحث اوپر جواب الجواب میں گذر چکے جن کے بعد یہ شہادت ہی نہیں پیدا ہوتے پھر بھی مغالطہ دفع کرنے کے واسطے نہایت مختصر جواب عرض ہے۔

(۱) اس کا جواب اس سے قبل کے ہیڈنگ گواہ مدعا علیہ ۱ پر تنقید کے جواب کے تحت میں مفصل گزر چکا اب کسی جواب کی حاجت نہیں اور جو مغالطہ مختار مدعا علیہ یہاں دیتا چاہتا ہے۔ وہی وہاں بھی دیا ہے۔ بس وہی

جواب کافی ہے۔“

(۲) اس کا بھی تعارض اس سے قبل کے ہیڈنگ میں ثابت کر چکا لہذا غلط بیانی نہیں۔ بلکہ مختار مدعا علیہ کا صرف مقابلہ ہے۔

(۳) لفظ کو کے معنی گواہ مدعا علیہ سے نقل کئے گئے تھے اور اس کے اکثری نقل ہوئے تھے۔ غلط فہمی سے اسے غلط بیانی سمجھ لیا۔ عدالت اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے۔

(۴) یہ غلط بیانی نہیں بلکہ اس کا ثبوت تفسیر غازی ج ۳ صفحہ ۲۳۵ ہی سے پیش کیا تھا۔ اور اسی عبارت کے متعلق جیسے اس نے بیانی مطبوعہ میں دی تھی۔ البتہ مختار مدعا علیہ کی یہ صریح غلط بیانی ہے۔ کہ یہ آگے تفسیر کے عنوان کے تحت میں آئے گا۔ یہ اصل شہادت میں بھی مسل پر نہیں بلکہ مطبوعہ کاپی پر یہ مثالیں ہیں۔

(۵) یہ مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے۔ عدالت خود اصلی مسل سے الفاظ جرح ملاحظہ فرمائے وہاں یہ شعر بھی درج ہے جو خواجہ صاحب کو مرزا صاحب نے ایک قصیدہ میں لکھا تھا۔

جمع ہر نبوت را برد و شد اختتام۔

نیز جب کہ ۱۹۰۱ء میں یہ پردہ نبوت سے اٹھا۔ اور حضرت خواجہ صاحب کی وفات ۱۹۰۱ء سے قبل ہوئی ملاحظہ ہو جو جرح گ ۲۲-۳۲ ماہج سلسلہ راہ واصل تو نبوت کا دعویٰ صراحتاً انہیں پہنچ ہی کب سکتا ہے۔

(۶) عدالت خود اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے۔ ظہیر الدین اردپی سے یہ نقل پیش کی ہے۔ کہ وہ مرزا صاحب کا نیا کلمہ لا الہ الا اللہ احمدی جری اللہ پڑھنے اور قادیان کی طرف متوجہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور اسے مرزا صاحب کی صریح عبارات اور اہلالت سے اپنے رسائل میں ثابت کیا ہے۔ اصل رسائل جرح میں پیش ہوئے تھے۔ وہ بھی ایک مستقل پارٹی ہے پس یہ اصل مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی اور مخالف ہے۔

نیز ازالہ ادہام اور انوار اسلام سے اس کے خلاف پیش کرنا خلاف ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب کا کلام متعارضات سے پختہ ہے۔

(۷) یہ صریح مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے میری صحت کے یہ الفاظ ہیں۔

”یہ تمام بڑھ چڑھ کے ادعا اسلام اس وقت تک تھا جب ادعا کے نبوت کمال کے نہ تھا اور نبوت کے متعلق یہ خیال تھا جو ایام الصلح صوفیہ اور آسمانی فیصلہ و سراج منیر صفحہ ۳۴۴ وغیرہ وغیرہ میں موجود ہیں۔ صرف دو کتا ہیں کشتی نوح و مواہب الرحمن دعوت کے بعد کی ہیں۔ پھر ہر دو کا یہ جواب دیا ہے کہ۔“

(۸) یہ صرف الفاظ ہیں معانی متعارف مراد نہیں جیسا کہ آگے آئے گا۔

(۲) نیز یہ خود بھی ان کا کفر ثابت کرتی ہیں۔

(۳) اس کے بعد انتقال سے قبل بھی کفریہ دعویٰ موجود ہے۔ البدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء - نیز تحقیقۃ الوحی ۱۹۰۸ء
لیکچر سیالکوٹ ۱۹۰۴ء برائین پنجم ۱۹۰۵ء میں کافی کفریہ عقیدہ موجود ہیں ملاحظہ ہو بحث ابتدائی کا شروع
حصہ۔ بس جب کہ میں نے خود ہی یہ کتب مستثنیٰ کر دیں تو یہ مختار مدعا علیہ کی صرف غلط بیانی ہوئی جس کا مختار مدعیہ
کسی طرح ذمہ دار نہیں۔

(۸) مطلب کی تاویل سے جواب نہیں ہو سکتا عدالت خود اصل سے اصل عبارات ملاحظہ فرمائے تاکہ مختار مدعا علیہ کا مغالطہ
واضح ہو جائے۔

(۹) مختار مدعیہ نے خلاصہ پیش کیا تھا عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ وہ اصل الفاظ کے مفہوم کے سر مو خلاف نہیں یہ بھی مختار مدعیہ
کا مغالطہ ہے۔

(۱۰) اس کا مفصل جواب جس سے یہ شبہات خود زائل ہو جاتے ہیں۔

”کیا ضرورت دین کا حکم کا فرہیجے کے تحت میں گذر چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔“

(۱۱) اس کا بھی جواب گذر چکا اثبات والبیعۃ اور مقامات امام ربانی غیر مسلم ہیں۔ نیز ہمارے مخالف نہیں فتوح الغیب
میں یہ کہیں نہیں صرف حضرت شیخ باہر بہتلن ہے۔ صرف علم الکتاب سے مغالطہ دیا تھا۔ اس کا مکمل جواب دیا
جا چکا اصل بحث میں بھی اور جواب الجواب میں بھی اعادہ کی ضرورت نہیں دجی کے ہیڈنگ کے تحت عدالت خود
ملاحظہ فرماوے۔ اس کے بعد مختار مدعیہ کا قول بالکل صحیح ہے کوئی بھی غلط بیان نہیں صرف مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے۔
یا غلط فہمی ہے۔

(الزام خیانت کا رد)

خیانت ثابت کرنے کے واسطے مختار مدعیہ نے صرف تین حوالے تحذیر الناس۔ حج الکرامہ۔ اور بحر الرائق پیش
کیئے ہیں۔

الجواب

یہ محض مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے علاوہ خیانات کی اس مفصل یادداشت کے جو مختار مدعیہ مٹ نے پیش
کیں۔ مختار مدعیہ مٹ نے تفسیر اتقان سے لفظ قال وکے ابتدائے سے۔ اور ”ووفیہ نظر“ انتہا سے قطع کر کے اور ایسا
خلاف کی طرف سے غلط طور پر تفاسیر المتقدمین ملوۃ بالہجرت والسنین کی نسبت غلط بیان کر کے جو وہاں نہیں نیز فوائد
مجموعہ حوالہ کی شرمناک خیانت پیش کی گئی جس کے جواب کا میں نے یہاں کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔

رو برو غلط بیان ثبوت ہونے سے اس کی تمام شہادت ناقابل اعتبار ہو جاتی ہے۔ گواہ ٹ پر یہ اعتراض نہیں بلکہ اس پر دوسرا ہے جو اپنی جگہ پر ضماً گزر چکا۔ یہ کہنا کہ تفاسیر میں خلاف عصمت انبیاء بہت سی باتیں گواہ مدعا علیہ نے پیش کی تھیں۔ اور مختار مدعیہ نے صرف ایک مثال اس میں لے کر سب پر ایک حکم لگایا۔ صریح غلط بیانی ہے۔ مسئل سے عدالت ملاحظہ فرمائے۔ یکسہ بھی مثال نہیں سب کٹ چکی ہیں۔ ہاں مطبوعہ کاپی پر ضرور ہیں اور سب سے پہلے ہی خیانت کی ہے۔ مگر وہ زیر بحث نہیں۔ عدالت جب بھی حکم فرمائے ان امثلہ کی حیثیتیں تمام پیش کی جاسکتی ہیں سب نے تردیداً وہ اقوال نقل کر کے روایتاً و درایتاً باطل کیا ہے۔

ابن جریر میں بھی اس کی تردید موجود ہے۔ چونکہ عدالت نے اپنے نوٹ سے اصل بیان میں اس سوال کو رد کر دیا ہے۔ اس لیے نہیں پیش کرتا۔

یہ کہنا کہ وہ فیہ نظر اس کے بعد والے قول ابن جریر متعلق ہیں۔ محض غلط ہے عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔ نیز ابتداء سے قال و کا قطع کرنا تسلیم کر لیا جو شرمناک خیانت ہے۔ جس کے بعد شہادت قبول نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد قواعد مجموعہ کا حوالہ تو نقل کیا۔ مگر مختار مدعیہ کی پیش کردہ اس خیانت کا کوئی جواب نہ دیا کہ اسی کے آگے یہ عبارت ہے۔

”وقال الخطابی و هذا المحمول علی کتب مخصوصۃ فیہ کما لیس۔ گویا یہ خیانت بھی مسلم ہے بہر حال شہادت ناقابل قبول ہی رہی۔“

(آیت قرآنیہ کے ترجمہ میں خیانت کا الزام)

۱) گواہ مدعا علیہ نے آیت فلما حیاہم رسولہم بالبینات فرحوا بما عندہم من العلم و حاق بہم ما کانوا ہم یستہزنون (المومن ۹۰) کا ترجمہ یہ کیا۔ اور جب ان کے پاس ان کے رسول کیلئے دلائل لے کر گئے۔ تو یہ لوگ اپنی یاقوت علمی پر نازاں ہوئے اور جس بات کی وہ ہنسی اڑاتے تھے۔ وہ ان پر انٹ پڑے۔ اور ترجمہ میں باوجود معمولی ترمیم کے بہر حال گدشتہ کا ایک واقعہ ام سابقہ کا مانا۔ پھر اس سے نتیجہ ایک ضابطہ بنا کر موجود علماء پر منطبق کرنے کے واسطے مفہوم میں یہ تحریف کی۔ ”پس ظاہر ہے کہ علماء ہدیشہ خدا کے فرستادوں کے مقابلہ میں کھڑے ہوتے رہے۔ اور ان کا علم ان کے لیے حجاب البرکین گیا۔ اس کے بعد جو بھی منہ میں کیا علماء کو کہا۔ اور تفصیلی امثلہ تکفیر پیش کیں وغیرہ وغیرہ۔ پس اس آیت کے مطلب میں خیانت کی اور تکفیر علماء کی وجہ سے مرزا صاحب کو خدا کا فرستادہ اور ان علماء

کو جنہوں نے اُن کے کفر و استداد پر بندگانِ خدا کو مطلع کیا تھا۔ انہیں اس آیت کا مصداق بنایا۔ حالانکہ یہ آیت اہم سابقہ مثل یہود و نصاریٰ کے حق میں ہے۔

اس کا جواب صرف یہ دیا کہ علماء پر کچھ اور فقرے کس دیئے اور یہود و نصاریٰ کے متعلق ہونے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ آیت کا سیاق و سباق اور صیغہ ماضی بتاتا ہے کہ یہ اہم سابقہ کے متعلق ہے۔ پھر بھی اسے اپنی رائے سے غلط معنی پہنائے، تحریف معنوی ہے جو جائز نہیں۔

اور بد ذات فرقہ مولویان کے تحت جس قسم کی موجودہ زبان کے علماء و علماء کے واسطے فقرات اور سخت کلامی و شتم طرازی اختیار کی تھی۔ یہاں اس سے زائد کی ہے۔ ہمارا اصولی جواب نہایت نرم لہجہ میں پیش ہو چکا عدالت اسے خود ہی ملاحظہ فرمائے ہم مکمل نقل بھی نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں آیت صراط الذین انعمت علیہم کا بھی ترجمہ تھا۔ کہ میں اُن لوگوں سے بنا جن پر تو نے انعام کیا۔ یعنی نبی بنانے کی دعا کرنے کا حکم ہے۔ یہ سب تحریف کلام الہی ہے اس کا جوابی میں کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ یوں ہی اکثر آیات و احادیث و اقوال سلف میں خود تراشیدہ ترجموں سے مغالطہ دیے ہیں۔

(۱۴)

مندرجہ ذیل کتب فریقین کو غیر مسلم ہیں

- | | |
|------------------------------|--------------------|
| (۱) حج الکرامۃ - | (۲) اقرب الساعۃ |
| (۳) فتح البیان - | (۴) جامع الشواہد - |
| (۵) محمود نجال بر شکر دجال - | (۶) انوار احمدیہ - |
| (۷) حیات جاوید - | (۸) ہدیہ مجددیہ - |
| (۹) تفسیر صافی - | (۱۰) البیاس |

اس کے علاوہ ابھی اس اس قسم کی ہیں۔ کیونکہ مقدمہ مرزا صاحب کے متبعین اور اہل سنت احناف میں ہے اور یہ کتب غیر معتدین۔ پیغمبری۔ یا رافضیوں کی ہیں۔ پس یہ تنفیوں کی مسلم ہوئیں نہ مرزا صاحب کے متبعین پر بلا وجہ اُن کے حوالے دیئے۔ نیز مرزا صاحب کے متبعین تو ظاہری اعداء کے مطابق قرآن کے اور جو حدیث ان کے زعم میں ان کے اور مرزا صاحب کی وحی کے مطابق ہوں۔ نیز مرزا صاحب اور اُن کے خلفاء کی کتب کے سوا کچھ نہیں مانتے۔ جیسا کہ جرح میں بار بار آپکھا ہے۔ پس یہ کتابیں صرف اسی لیے کار آمد ہو سکتی تھیں۔ کہ وہ فریق مدعیہ پر بحث ہوتیں۔ اور اسکے شتم نہیں۔ نہ اس کے فرقہ کی ہیں۔ پس فریقین کو غیر

مسلم رہیں۔

اس پر بلاوجہ غلط بیانی کا الزام دے کر مختار مدعا علیہ نے بیکار تاویلیں کیں جو قابل التفات بھی نہیں۔ نیز یہ کہا کہ شہاب و روح المعانی کے متعلق بھی یہی کہا۔ حالانکہ یہ مختار مدعا علیہ کی صریح غلط بیانی ہے بلکہ شہاب کے متعلق یہ کہا ہے۔ کہ ہمارے نزدیک وہ حاشیہ معتبر نہیں۔ نیز ایک مفسر کی رائے علم حدیث میں ماہرین فہم کے مقابلہ پر بالانفاق معتبر نہ ہوگی۔

روح المعانی کے متعلق ہرگز غیر مسلم یا غیر مسلمہ فریقین کا لفظ نہیں کہا گیا۔ ہاں فتح البیان کے متعلق کہا گیا۔ شاید مختار مدعا علیہ کو مغالطہ ہوا ہو۔

گواہ مدعیہ نے شہاب کے اس پمضادی پر کے حاشیہ کا حوالہ نہیں دیا۔ جو حاشیہ غیر معتبر ہے بلکہ ان کی کتاب نسیم الایمان کا حوالہ دیا ہے۔ اُسے غیر معتبر نہیں کہا گیا۔ ایک مصنف کی تمام تصانیف ایک جیسی معتبر ہونا ضروری نہیں امام بخاری کی کتاب صحیح بخاری جیسی پایہ کی ہے اس طرح ان کی دوسری تصانیف تاریخ بخاری، ادب المفرد، جزو قراءت، خلف الامام وغیرہ نہیں۔ بلکہ اکثر حجت ہی نہیں۔ مختار مدعیہ نے حج الکرامۃ و اقرب الساعۃ و فتح البیان کے غیر مسلم ہونے کی وجہ یہ پیش کی تھی کہ ان کا مصنف غیر مقلد ہے جن سے کافی اختلاف مسئلہ تقلید وغیرہ میں یہاں تک کہ تقلید کو شرک تک کہتے ہیں لہذا مدعیہ اور اس کے فریق مقلدہ بر مخالف کی کتب کیونکر حجت ہوں گی۔ مختار مدعا علیہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ جب وہ اس فریق کو مشرک کہتے ہیں تو پھر فریق مدعیہ کو انہیں کافر بتانا چاہیئے حالانکہ گواہ مدعیہ نے انہیں مسلمان مانا ہے اور حج الکرامۃ کی بعض عبارات کی تصدیق کی ہے کہ اس میں ہیں۔

نیز یہی حوالہ الساعۃ میں بھی ہے اور ملا علی قاری کا بھی۔ نیز مولانا گنگوہی نے نقائص رشیدیہ میں ان کے حوالے دیئے ہیں۔ پھر مختار مدعیہ کو کیا حق ہے کہ انہیں تعصب اور غیر مقلدیت کی وجہ سے غیر مسلم بتائے۔

(الجواب)

بادو دیکھ یہ بات بار بار صاف ہو چکی مگر مکرر لارہے ہیں یقیناً ہمارا فریق سوائے مرزا صاحب اور ان کی امت کو جو قطعاً کافر ہیں کسی اور کو کافر نہیں کہتا بلکہ ان کے فساد غلط فہمی پر مبنی بتاتا ہے جیسا کہ اوپر گندہ چکا اور یہی گواہ نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱

نہ آیا ورنہ ماننا پڑے گا کہ ہرج میں جو کتب گواہان مدعا علیہ کے سامنے پیش ہوئیں اور ان میں عبارت مسؤلہ بتائی وہ سب ان کی مسلم ہو گئیں۔

نیز الساعۃ تک مسلم ہے اور ملا علی قاری کا قول تو اسی حج الکرامۃ سے نقل ہے جس کا وثوق کے ساتھ اعتماد نہیں۔ نواب صاحب بھی نقل حوالوں میں بچتہ کار نہ تھے ملاحظہ ہو تذکرۃ الراشد مولانا عبدالحی۔

فتاویٰ رشیدیہ میں حوالے ان غیر مقلدین پر حجت قائم کرنے کو نقل کئے گئے ہیں جو انہیں مانتے ہیں یہ کہیں نہیں کہ یہ ہمیں مسلم ہیں مفصل اپنی جگہ پر گزرنے کا بہر حال یہ کتب ہیں تو مسلم نہیں اور نہ فریق ثانی تسلیم کر رہا ہے بس فریقین کے غیر مسلم ہونے میں شبہ کیا ہو سکتا ہے۔ یہ کہنا کہ جامع الشواہد و جموع النجالیہ برکنہ دجال نجات جاوید وغیرہ کے مسلم و غیر مسلم ہونے کا سوال بھی نہیں اس سے تو اسی کی تکفیر دکھانا ہے۔ مگر جب تک متعدد مسلم کتب سے نہ دکھائیں ان فی ردہ دار غیر مسلم رسائل کا اعتبار کیا بہر حال جب کہ یہ ہیں اور انہیں دونوں کو مسلم نہیں تو ان کا لانا ہی بیجا طوالت کے سوا کوئی سودمند نہیں۔

حدیث مجددیہ والوار احمدیہ جن کے مصنف کا نام تمام ہرج میں نہ بتا سکے نہ اصل کتاب پیش کر سکے اب یہ کہا جا رہا ہے کہ ان کے غیر مسلم ہونے کی کوئی وجہ نہیں بیان کی اس سے زائد کیا وجہ ہوگی کہ مدعیہ یا اس کے فریق کے کسی مسلم بزرگ کہ انہیں ایک غیر معروف شخص حکیم وکیل احمد سکندر پوری کی ہے جن کے حالات کا بھی پتہ نہیں ہر کس و نا کس کے رسائل و تالیفات حجت و مسلم نہیں ہو سکتیں۔

(مسلم اور مسلمان کا فرق)

مختار مدعیہ نے پیش کیا تھا کہ نواب صدیق حسن خان صاحب وغیرہ کے مسلمان ماننے سے ان کا مسلم ہونا کیسے تسلیم ہوگا۔ مسلمان اور مسلم ہونے میں فرق ہے۔ کتنے مسلمان ہیں مگر مسلم نہیں ملاحظہ ہو محمد علی صاحب ایم اے خواجہ کمال الدین صاحب ادران کی جماعت مدعا علیہ اور اس کے فریق کے نزدیک مسلمان تو ہیں مگر مسلم نہیں یہی ہی تنفیہ کے نزدیک غیر مقلدین و علماء بریلوی وغیرہ مسلمان تو ہیں مگر مسلم نہیں۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ بحث صرف اسلام و کفر کی تھی اس لیے مسلمان ہونے کا سوال کیا گیا ورنہ جن کے متعلق دریافت کیا گیا وہ مسلم امام ہیں محض غلط اور سراسر مغالطہ ہے۔ کبھی بھی نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد یا دوسرے ان جیسے مدعیہ یا اس کے فریق کے امام نہیں ہو سکتے ورنہ مختار مدعا علیہ کو تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ محمد علی صاحب۔ ایم۔ اے۔ اور ظہیر الدین اردنی اس کے مسلم امام ہیں۔ یہ نظریہ اتنا واضح تھا کہ کسی بحث کی ضرورت ہی نہ تھی۔ بلاوجہ تاویلات دی۔ عدالت اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے

ان تاویلات کے بعد بھی تقریباً اس سلسلہ کے آٹھ دس نمبر لاجواب رہے۔

گواہ مدعا علیہ کی شہادت ہرگز قابل قبول نہیں)

ہر دو گواہ مدعا علیہ مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کی صفائی پیش کرنے کے واسطے پیش ہوئے ہیں۔ حالانکہ دونوں اس کے تنخواہ و ادعا لازم اور ایسی صفائی پیش کرنے اور ملک میں اسی پروپیگنڈہ کرنے کے نوکر ہیں۔ پس ایک شہادت کچھ موجب نوکر کی شہادت آقا کے حق میں مؤثر و قابل التفات نہیں۔ (ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ص ۲۱ مارچ ۱۳۳۷ء) یہ تنقید لاجواب اور بالکل ضابطہ کے مطابق ہندوان کی شہادت معتبر نہ ہوتی چاہیے۔ نیز ہمارے بعض گواہوں کو دیوبندی خیال کے بتا کر کافر بنانا اور علمائے اسلام جن کی شہادت کا حکم تھا۔ اس کے زمرہ سے خارج کرنا چاہا ہے۔ حالانکہ گواہ مدعا علیہ ص ۲۰ مارچ ۱۳۳۷ء کی جرح میں کسی ایک کو بھی دیوبندی خیال کا ثابت نہ کر سکا۔

نیز گواہ مدعیہ ص ۲۱ و ۲۲ کا تو دیوبندیان کے علماء سے کسی قسم کا تعلق نہیں۔ اور اول الذکر دو شہادتیں جرح سے بھی صاف ہیں۔ لہذا یقیناً قابل لحاظ و قابل قبول ہیں۔

اور اوپر گواہ چکا نیز اپنی جگہ پر آئے گا کہ بعض علماء دیوبند کے متعلق غلط فہمی سے بعض اشخاص نے انفرادی فتوے دیئے۔ اور اکثر نے بعد اطلاع حقیقتہ حال واپس لے لیے جیسا کہ غایتہ المامول وغیرہ سے پیش کر چکا ہوں۔

اور تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کسی کا ان پر فتویٰ کفر ہے لہذا وہ علمائے اسلام نہ رہے۔ پس جب کہ کسی ایک دو کے انفرادی فتویٰ سے بھی علماء اسلام سے نکل سکتے ہیں۔ تو گواہان مدعا علیہ تمام دنیا کے اسلامی فرقوں شیعہ۔ مقلد غیر مقلد حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ عرب و عجم کے متفقہ کفر کے فتویٰ کے بعد علماء اسلام کیونکر رہ سکتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ اور گواہان نے یہ بحث بیجا یہاں شروع کی۔

گواہان مدعیہ کی حیثیت کسی طرح مجروح نہیں۔ مگر گواہان مدعا علیہ اور خصوصاً گواہ مدعا علیہ ص ۱ کی شہادت تو اس قدر مجروح ہے کہ مختار مدعا علیہ نے بھی اسے محسوس کیا اور اپنی بحث میں اکثر گواہ ص ۱ کے حوالہ پر اکتفاء کیا۔ نیز اس پر جرح کے ایک جواب غیر متعلق دیکر باقی تنقید کو گویا کہ لاجواب مان لیا۔ پس مدعا علیہ کی طرف اصولاً صرف ایک ہی گواہ رہ گیا۔ اُس کا بیان بھی سخت متعارض حوالے غلط۔ قطع و برید۔ ترجموں میں شرعاً خبیاتیں جس کے بعد شہادت کی کوئی بھی وقعت نہیں رہتی۔ عدالت خدا۔ اصل بحث مختار مدعیہ سے ملاحظہ فرمائیے۔

(۵)

بشارات احمد

مختار مدعیر نے احمد علی علیہ وسلم کا مصداق متعین کرنے کو غایت غلطی ہونے تک تسلیم کیا ہے اور اس مصداق کے تعین کو انکار آیت کے استلزام کا مضحکہ اڑایا ہے حالانکہ مختار مدعیر کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ احمد سے مراد سید الاولین والآخرین سیدنا سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ السلام والصلوة کا خود قرآن کا مدلول ہے چونکہ قرآن کو بیان فرمایا گیا ہے وہ خود اپنی آپ تفسیر تفسیر اور اس لیے اس کو تفصیلاً بیان کی گئی ہے بھی کہا گیا ہے قرآن شریف میں سورہ اعراف میں فرمایا ہے الذین یقتبعون الرسول النبى الا تمحقی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نبی کی پیشگوئی انجیل میں کی گئی ہے وہ امی ہے اب اس صحت میں وہ ذات البرکات والحنات سید الکائنات علیہم وافضل الصلوة اکمل التحیات ہی اس کا مصداق بن سکتی ہیں کیونکہ وہی ایک شے ہے جو باوجود امی ہونے کے ایک ٹھوکر سے کروڑوں فلسفہ پیدا کر سکتے ہیں بناب مرزا صاحب غلام احمد صاحب قادیان امی بالکل نہیں تھے بالکل گل علی کے شاگرد تھے مولوی عالم خوب اہل مدی کر سکتے تھے بلکہ بقول مرزائی صاحبان سلطان القلم تھے ایک ایک موضوع پر پچاس پچاس الماریاں ان کی تصانیف کی ہو سکتی ہیں ایسا شخص امی نہیں ہو سکتا۔

یاد رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ایک ہی شخص کی پیشگوئی کی ہے لہذا ان کی پیشگوئی سے اگر حضور مراد نہ ہوں گے تو قرآن کی تکذیب ہو گئی اب ظاہر ہے کہ جو شخص اسمہ احمد کا مصداق کسی غیر کو بنائے گا وہ قرآن کا منکر ہوگا اور سورہ اعراف کا عین مخالف۔

مختار مدعیر نے یہ بھی کہا ہے کہ مرزا محمود احمد کا یہ مطلب نہیں تھا کہ مرزا صاحب بہر حال وہر لحاظ مراد ہیں بلکہ اصالة مرزا صاحب ظلًا وتبعاً حضور ہیں۔ بخلاصہ اولاً تو یہ امر خلاف واقع ہے یہاں بشارات احمد سے عبارت نقل کرتے۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کا مصداق بہر حال اور بہر لحاظ مرزا ہے شانیا یہ غیر ممکن ہے آیت میں اسمہ احمد واقع ہے احمد کو علم اور جزئی تحقیقی کہا جاتا ہے اور علم کا موضوع واحد یعنی ہونا کافیہ خزانوں کے نزدیک بھی مسلم ہے پس اگر اس سے مراد مرزا صاحب کو لیا جائے تو حضور مرزا نہیں ہوئے اور اگر مراد حضور ہیں جیسے کہ قرآن شریف کا صحاف مدلول ہے تو مرزا صاحب نہیں ہو سکتے کیونکہ احمد علم اور جزئی تحقیق کا کلی نہیں۔

ثانیاً بلکہ مرزا صاحب کا نام احمد ہرگز نہیں غلام احمد ہے۔

مختار مدعیر نے کہا ہے کہ اگر لفظ احمد سورۃ صاف میں مرزا غلام احمد صاحب کو مراد لیا جائے جیسا کہ خلیفہ

ثانی نے کہا ہے تو اس سے اظہارِ ایت کا استدلال قابلِ مضحکہ ہے غایت الامر فریقِ مخالف اس کو غلطی قرار دے سکتا ہے نیز خلیفہ ثانی نے یہ بالکل نہیں کہا کہ بہر حال اور بہر لحاظ اس سے مرزا غلام احمد صاحب مراد ہیں بلکہ بالامالہ تو مرزا صاحب مراد ہیں اور وصف کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔
 دراصل مختار مدعا علیہ نے مختار مدعیہ کا مطلب نہیں سمجھا مختار مدعیہ کی یہ غرض نہیں کہ کسی مبہم چیز کی تفسیر اس کے انکار کو مستلزم ہے بلکہ ان کی غرض یہ ہے اس آیت میں بلحاظ سیاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں قال اللہ تعالیٰ:-

فلما جاءهم بالبينات قالوا هذا ساحر مبين ومن اظلم ممن افترى على الله الكذب وهو يدعى الى الاسلام والله لا يهدي القوم الظالمين يريدون ليطفقوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو كره الكافرون هو الذي ارسل رسوله الآية ان آيات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ کی بشارت کے بعد جب ان کے پاس احمد بمشربہ تشریف لائے اور بینات اور دلائل واضح کے ساتھ تشریف لائے تو جن لوگوں کو اس بشارت کا علم حضرت علیؑ علیہ السلام سے ہو چکا تھا احمد بمشربہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اھ کہہ دیا کہ یہ جادو ہے ظاہر اور اللہ تعالیٰ پر بہتان اور افتراء باندھا کہ یہ بشارت متعلق ہے وہ کوئی ہے اور کون اس سے بڑا ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر افتراء کرے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیؑ علیہ السلام کی وساطت سے جس ذات مقدس کے لیے بشارت دی تھی اس کو کسی دوسرے کے حق میں بتائے حالانکہ وہ اسلام کی طرف دعوت دیا گیا ہے اور اسلام ایک محقق اور سچا راہ ہے جس کا مدعی بشارت کا صحیح مصداق ہے۔ اور وہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے مگر اللہ تعالیٰ ظالمین کو جو وضع شیئی فی غیر محلہ کے مرتکب ہوئے ہیں اور بشارت کے اصلی مصداق کو ترک کر کے کسی غیر کو مصداق تسلیم کیے کسی ہدایت نہیں دے گا اس واسطے کہ وہ کوئی بھولے ہوئے نہیں بلکہ وہ تو اوزارِ مٹے ہٹ دھرمی خواہش کرتے ہیں کہ اس بشارت کا مصداق دوسرا قرار دے کر اس اللہ تعالیٰ کے نور کو منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں یعنی یہ تفسیر مصداق بشارت محض قول ہونے پر منحصر ہے اس کی کوئی اصلیت نہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو جو فالان سے ظاہر ہوا ہے پورا کامل کر کے چھوڑ گیا اور اس بشارت کے تصدیق کرنے والے پیدا ہوتے رہیں گے جیسے کہ بخاری دوسرے صفحہ والی روایت سے ثابت ہے کہ حضور پر نور کے زمانہ میں ہی رومہ کے بڑے اسقف نے علی الاعلان کہہ دیا کہ پس کی بشارت دی گئی وہ اگیا اور وہی پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ وہ لوگ جو کافروں میں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت کا مصداق بنانے میں کراہت محسوس کریں گے اور کھینچنا تانی کر کے دوسروں کو مصداق بناتے پھریں گے

وہی (جس نے عیسیٰؑ پر بشارت محمدیہ نازل فرمائی ہے) تو یہ جس نے (اس بشارت کے مطابق) نیا رسول بھیجا آہ الغرض اس آیت کا سیاق و کلمات صریح سے ثابت کر رہا ہے کہ اس بشارت کا مصداق آگیا ہے۔ اور اس کا مصداق کوئی دوسرا تجویز کرنا افتراء ہے اور سخت ظلم ہے اور جو لوگ دوسرا مصداق بشارت تلاش کرتے ہیں وہ کافر ہیں اور ہٹ دھرمی المیہ کرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ اس بشارت کا مصداق جو اللہ تعالیٰ نے متعین کیا ہے وہ ذات ذات الحسطہ و الیکرات آقائے کائنات سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس اب جو شخص کہی دوسرے کو مصداق قرار دیتا ہے وہ اس آیت کا منکر ہے کیونکہ حسب تعین خداوندی اب کوئی دوسرا مراد تو ہونہیں سکتا اور جو کسی آیت کے ایسے معنی کا انکار کرے جس کا سیاق ہو تو اس کو بجز منکر آیت کے اور کیا کہا جائے گا گو منہ سے آیت کا ماننا تسلیم کرتا ہو۔

قرآن شریف کو بالاستیعاب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰؑ نے ایک ہی نبی کی بشارت دی ہے۔ بخلاف دیگر انبیاء کے کہ انہوں نے متعدد انبیاء کی بشارتیں کیں ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعیہ ص ۳۔

اور قرآن شریف میں سورت اعراف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الذین یتبعون الرسول النبی الامی آیت اس سے پایا جاتا ہے کہ انجیل میں جس نبی کی بشارت ہے وہ اسی ہے اور رسول اور نبی بھی ہے اور تمام مخلوق میں فقط ایک مہستی ہے جو اسی بھی ہے اور رسول بھی اور نبی مگر مرزا صاحب بالکل امی نہیں تھے وہ انبالہ کے ایک شیعہ عالم کے شاگرد تھے جس سے شرح جامی تک کتابیں پڑھی تھیں اور مولوی عالم پنجاب یونیورسٹی کا امتحان بھی دیا جس میں فیل ہو گئے اچھدی بھی کی تھی اور بقول مرید صاحبان سلطان القلم تھے اور بقول ذات شریف ایک ایک موضوع پر پچاس پچاس الماریاں تصانیف چھوڑے ہیں پس ظاہر ہے کہ اس بشارت کو مرزا صاحب پر منطبق کرنا قرآن شریف کا انکار ہے جو اسے مبشر نبی امی قرار دیتا ہے۔ اور اگر احادیث کو بھی دیکھا جائے تو عربان بنی ساریہ سے بخاری و مسلم میں ایسی روایات ملجائیں گی جن سے حضور کا ارشاد ذیل ملتا ہے

سأخبرکھ بادل امری دعوة ابراہیم و بشارة عیسیٰ ابن مریم الحدیث پس معلوم ہوا کہ بشارت اسمہ احمد کا مصداق اللہ تعالیٰ کے نزدیک اللہ و محمد مبشر صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضور پر نور ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور جو کوئی اس کا مصداق کسی دوسرے کو تجویز کرے چاہے اس کا نام احمد بھی کیوں نہ رکھ لیا جائے وہ قرآن شریف اور حضرت ناب صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے معنی اور مصداق مخالف ہے پس اس نے انکار آیت کیا۔ اور یہی مختار مدعیہ کا مطلب ہے۔

ربا امر ثانی کہ خلیفہ ثانی کے نزدیک بہر حال اور بہر لحاظ مرزا صاحب مراد نہیں یہ بھی غلط ہے میں جناب خلیفہ ثانی کی کتاب القول الفصل کے صفحہ ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ کی طرف توجہ عدالت مبذول کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو احمد رکھا ہے اور لکھا ہے کہ اہل مصداق پیش گوئی کا میں ہی ہوں کیونکہ یہاں صرف احمد کی پیش گوئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں تھے چنانچہ آپ ازالہ ابہام میں لکھتے ہیں اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مشیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی مضمون کے رد سے ایک ہی ہے اس کی طرف اشارہ ہے و مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع الجلال والجمال لیکن آخری زمانہ میں بر طبق پیش گوئی مجر د احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔

(ازالہ ابہام جلد دوم صفحہ ۶۷۳)

اسی طرح اعجاز المسیح میں لکھتے ہیں اور عیسیٰ نے کوزر ع اخر ج شططہ الآیہ الذین داخلین مہتمہ الی قولہ -

(اعجاز المسیح صفحہ ۱۲۴، ۱۲۳)

اس سے غیبتہ ثانی اور مرزا صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں ہو سکتے اور بہر حال اور بہر لحاظ اس سے مرزا صاحب مراد ہیں۔

اور دو شخص اس سے مراد جو بھی نہیں ہو سکتے اس واسطے کہ احمد علم ہے اور علم کی وضع ایک معین شخص کے لیے ہوتی ہے اور یہ نیکو اور کلی نہیں۔ پس اگر اس سے دو نو شخص مراد لیے جائیں تو اسم کی وضع کا خلاف ہوگا۔ نیز آنکہ مرزا غلام احمد صاحب کا نام احمد ہرگز نہیں ان کا نام تو ان کے والد صاحب نے غلام احمد رکھا ہے اگر قرآن شریف میں اسم غلام احمد ہوتا تو پھر کوئی وجہ تھی۔ اور مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب احمد کے نام پر بیعت لیتے تھے اور مرزا محمود کا یہ ادعا کہ خدا نے آپ کا نام احمد رکھا اور آپ نے نام کا یہی حصہ اپنی اولاد کے ناموں کے ساتھ ملایا۔ سب شاعرانہ باتیں ہیں۔ ان کو استدلال نہیں کہا جاتا احمد کے نام پر بیعت لینا تو اس وقت شروع کیا جب کہ آپ نے اپنے آپ کو بشارت کا مصداق فرض کیا اور یہی دلیل ہے اس کے مصداق نہ ہونے کی۔ اس واسطے آیت میں اس کی بشارت دی گئی ہے جو احمد کے نام سے اجتہاد مسمی ہوگا اس واسطے کہ اسمہ احمد و عملہ اسمیہ ہے جو درام پر دلالت کرتا ہے۔

اور اگر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی صادق آتا ہے۔ کہ حضور کا نام آمنہ صدیقہ نے احمد رکھا اور عبد المطلب نے محمد رکھا اور یہ کہنا کہ مرزا صاحب کا نام احمد رکھا اگر یہ مراد ہے۔ کہ اس پیش گوئی میں میرا یہ نام ہے تو مہما درہ علی المطلوب ہے۔ اس پیش گوئی میں وہ شخص مراد ہے جس کا نام کسی دوسری دلیل سے ثابت کیا جائے۔ اور اگر اس بشارت کا مصداق ثابت کرنے کے لیے بشارت کو پیش کیا جائے تو یہ وقت الہی علی نفسہ ہوگا اور اگر کہیں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام رکھا ہے یہ محض فرض ہی فرض ہے۔ اصلیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا خدا تعالیٰ کی قدرت

دیکھئے کہ آخر خلیفہ ثانی کے منہ سے بیج نکل ہی گیا۔ کہتے ہیں اپنے نام۔

یعنی مرزا صاحب کا نام مرکب ہے۔ اور اس کا ایک حصہ اور جزم احمد کا لفظ ہے۔ جو اولاد کے ناموں کے ساتھ ملایا ہے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کا نام احمد نہیں۔ بلکہ یہ ایک جزو ہے پس سارا نام غلام احمد ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کتاب البرہہ میں لکھتے ہیں۔ میرا نام غلام احمد والد کا نام غلام مرتضیٰ ہے۔

الغرض مرزا صاحب اور اس کے خلیفہ ثانی مرزا محمود صاحب کا دعویٰ یہی ہے کہ اس بشارت میں مراد مرزا صاحب ہیں حضور پر نور علیہ السلام نہیں۔

باقی انوار خلافت کے طویل طویل حوالے بلفظ نقل کر کے بلاوجہ مسئلہ کو طول دیا اور زعم خود اپنے اس کفر پر پراولہ پیش کیے حالانکہ گفتگو اس قدر تھی کہ اس آیت بشرًا بر رسول کا حقیقی مسداق اور احمد کے نام کا حقیقی مسمیٰ مرزا صاحب ہیں یا رسول اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو شروع میں مرزا محمود صاحب نے تسلیم کر لیا کہ اس آیت کے حقیقی مصداق صرف مرزا صاحب ہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد بھی نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں بلکہ مرزا صاحب کا ہے۔ ملاحظہ ہو انوار خلافت صفحہ ۱۸۔

(۱) پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کیا سورہ صف کی آیت جس میں ایک رسول کی جس کا نام احمد ہوگا بشارت دی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے یا حضرت مسیح موعود کے متعلق۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ کی ہنک ہے لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے اور جب کہ ہم نے قرآن کی نص قطعی اور صحیح مرفوع متصل حدیث سے ثابت کر دیا کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مصداق ہیں اور احمد، بخاری شریف وغیرہ میں آپ ہی کے اسماء میں شمار ہے پھر اس قول کے خلاف نصوص قرآنیہ و تصریحات سنت نبویہ موجود ہیں پس اب اس کے کفر و ارتداد ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔

(قرآن و حدیث اور وحی مسیح موعود)

اس سلسلہ میں میں نے اعجاز احمدی صفحہ ۳۳ کا حوالہ پیش کیا تھا مختار مدعا علیہ نے اس کی ایک غلط اور ناقابل توجیہ یہ کی ہے کہ یہ کلام ان احادیث کی بابت ہے جو مرزا صاحب کے دعوے کے متعلق ہیں

ان کی دو قسمیں بنا کر جو قرآن کے مطابق ہیں ان کو تائید و عموماً میں قبول کرتے ہیں اور جن کے متعلق ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے متعلق کہا ہے وہ وہی احادیث ہیں جو قرآن کے مخالف ہیں

الجواب

مختار مدعا علیہ کا یہ جواب بالکل غلط اور خلاف تصریح مرزا صاحب ہے کیونکہ شرع محمدیہ کے احکام و مسائل کے اصول میں سے اصل اقل قرآن اور اصل دوم حدیث ہے۔ مگر مرزا صاحب کہتے ہیں ”اور ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرنے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ عبارت بالکل صاف اور واضح ہے کہ مرزا صاحب نے حدیث کو اصول و بنیاد میں سے خارج سمجھ کر حدیث کی توہین کی نیز حدیث سے اپنی دجی کو مقدم سمجھ کر قرآن کے بعد اپنی دجی کو اصول دین میں اصل ثانی قرار دیا۔ جس میں حدیث کی سخت توہین ہوئی کہ قرآن کے بعد مرزا صاحب کی دجی کا رتبہ رہا نہ حدیث کا اور نیز اس میں تشریع کا دعویٰ بھی پایا گیا کیونکہ اصول دین میں مرزا صاحب کی دجی کا اضافہ ہو گیا جو اصل جدید ہے اصول شرعیہ میں کہیں اس کا ذکر تک نہیں پھر مرزا صاحب حدیث کا درجہ اصول و بنیاد دین سے گرا کر اس کو محض تائید کا درجہ دیتے ہیں جس میں حدیث کی توہین ہے اسی پر اکتفاء نہیں بلکہ تائید کا رتبہ بھی اس وقت حاصل ہے کہ جب حدیث میں دو شرطیں پائی جائیں اول یہ کہ قرآن کے مطابق ہو دوم یہ کہ مرزا صاحب کی دجی کے بھی معارض نہ ہو اگر حدیث مرزا صاحب کی دجی کے معارض نہ ہو تو اگرچہ قرآن کے موافق بھی ہو تو بھی تائید کی حیثیت نہیں رکھتی اس میں حدیث کی سخت توہین ہے پھر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ دوسری حدیثوں کو ہم دجی کی طرح پھینک دیتے ہیں ظاہر ہے کہ دوسری حدیثوں سے مراد وہ حدیثیں ہیں جو اوپر بیان کردہ دو شرطوں پر نہ ہوں یعنی باقرآن کے موافق نہ ہوں یا موافق نہ ہوں مگر مرزا صاحب کی دجی کے معارض ہوں ان تمام حدیثوں کو مرزا صاحب ردی کی طرح پھینکتے ہیں عدالت غور فرمائے کہ احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی کس قدر توہین ہے صحت حدیث کا ایک یہ بھی اصل ہوا کہ مرزا صاحب کی دجی کے معارض نہ ہو ورنہ پھینکنے کے قابل ہیں اس سے زیادہ حدیث کی توہین کیا ہو سکتی ہے مختار مدعا علیہ نے مغالطہ دینے کے لیے دوسری حدیثوں سے وہ احادیث مراد لیتا ہے جو قرآن کے مخالف ہیں حالانکہ مرزا صاحب کی عبارت میں دوسری حدیثوں سے مراد وہ حدیثیں ہیں جو قسم اول کے مقابل ہیں اور قسم اول کی وہ حدیثیں ہیں جو نہ قرآن کے مخالف ہوں اور نہ مرزا صاحب کی دجی کے معارض ہوں۔ پس وہ احادیث جو صرف قرآن کے مخالف ہوں یا وہ احادیث قرآن کے موافق مگر مرزا صاحب کی دجی کے معارض ہیں وہ سب قسم دوسری حدیثوں میں داخل ہیں میں اپنے نتیجے کا جواب کی صحت کے لیے مرزا صاحب کی اصل عبارت لکھ دیتا ہوں عدالت خود غور فرما لے گی کہ کس طرح حرف بحرف ہمارا دعویٰ مرزا صاحب سے ثابت ہے۔

”اور ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے اوپر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں“

(اعجاز احمدی صفحہ ۳۰، ۳۱)

پھر مختار مدعا علیہ ایک مغالطہ اور دہلیز ہے کہ مرزا صاحب کی وحی قرآن کے بالکل موافق ہے ممکن ہے کہ مختار مدعا علیہ کا ایسا اعتقاد ہو اور ایمان ہو جس کی کلام زیر بحث ہے یعنی مرزا صاحب کا اعتقاد ایسا معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اگر مرزا صاحب اپنی وحی کو بالکل قرآن کے موافق سمجھتے تو تائیدی حدیثوں کے لیے دو شرطیں نہ لگاتے کہ قرآن کے موافق ہو اور میری وحی کے معارض نہ ہو۔ اس قید کا فائدہ صرف یہ ہے کہ صرف قرآن کی موافقت کافی نہیں بلکہ اس کے علاوہ یہ بھی ضرور ہے کہ میری وحی کے معارض نہ ہو یہ فائدہ اس وقت مرتب ہو سکتا ہے جب کہ موافقت قرآن کے بعد بھی مرزا صاحب کی وحی معارض نہ ہونے کا احتمال باقی ہو اور یہ احتمال اس وقت پیدا ہو سکتا ہے کہ جس وقت موافقت اور تعارض کا اجتماع ممکن ہو۔

میں نے توہین حدیث کے سلسلہ میں اعجاز احمدی صفحہ ۷۷ کی عبارت پیش کی جس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے جواب دیا ہے کہ یہ ان حدیثوں کے متعلق ہے جو قرآن کے مخالف ہیں۔ مختار مدعا علیہ کا یہ جواب نہ صرف غلط ہے بلکہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ منشاء توہین یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے علم کو احادیث نبویہ پر بدیں علت وجہ ترجیح قرار دیتے ہیں کہ ہم نے براہ راست خداوند حکیم سے حاصل کیا اور تمہاری حدیث مردود سے مردی ہیں جو ہر حال ہمارے علم کی برابری نہیں کر سکتیں۔

اب مختار مدعا علیہ کے مغالطہ پر غور فرمائے کہ قرآن کی موافقت اور مخالفت کو دخل دے رہا ہے۔ مرزا صاحب احادیث کی تحقیر اس بنا پر کر رہے ہیں کہ وہ مردوں سے مردی ہیں پس جس قدر سلسلہ احادیث موجود ہیں خواہ قرآن کے موافق ہو یا مخالف سب کا سب مرزا صاحب کے معیار امتیاز پر مرزا صاحب کے علم کے سامنے بے حقیقت ہیں کیونکہ یہ سب ان لوگوں سے مرویات ہیں جو فوت ہو چکے ہیں۔ کیا مختار مدعا علیہ کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ جو حدیثیں قرآن کے موافق ہیں فوت شدہ لوگوں سے مردی نہیں یا وہ مرزا صاحب کے الہامات وحی سے زیادہ صحیح اور بلند مرتبہ ہیں بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ مرزا صاحب احادیث کو اپنے الہام و وحی کے مقابلہ میں بے اعتبار اور کم پایہ ثابت کر رہے ہیں خواہ قرآن کے موافق ہوں یا مخالف۔ جو احادیث نبویہ کی نہایت درجہ کی توہین و تحقیر ہے پھر مختار مدعا علیہ نے اپنے جواب کی تائید میں مرزا صاحب کی عبارت پیش کی ہے جسے

گمراہ کرنے والے۔ کیا تو قرآن کی شان سے انکار کرتا ہے اور بحجر قرآن کے ہمارے ہاتھ میں کیا ہے۔

الجواب

مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ عبارت ہماری مدعا کی زبردست دلیل ہے کیونکہ مرزا صاحب اس عبارت میں اصل دین صرف قرآن کو بتلا ہے ہیں۔ اور بحجر قرآن کے سب چیز سے انکار کر رہے ہیں حالانکہ احادیث نبویہ اصول دین میں ایک اصل حکم ہے جس سے انکار الحاد زندہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا اتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمُ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ مگر مرزا صاحب احادیث کو بے اصل اور بے اعتبار ثابت کرنے کے لیے برملا کہتے ہیں کہ بحجر قرآن ہمارے ہاتھ کیا ہے یہ سراسر احادیث نبویہ کی توہین ہے بلکہ لحد انکار ہے اَعَاذَ اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ ذٰلِكَ مختار مدعا علیہ نے اپنی تائید میں مرزا صاحب کی یہ عبارت پیش کی ہے۔ پس اے مخالفو! نقول کے ساتھ خوش نہ ہو جاؤ اور بہنیری نقلیں اور حدیثیں دہوکہ باز نہ بنائی ہیں۔

سو مختار مدعا علیہ کی عبارت بھی ہمارے مدعا کی زبردست تائید ہے کیونکہ مرزا صاحب اپنے علم و بیان کے نقول کے قبول سے روکتے ہیں اور علت یہ بیان کرتے ہیں کہ بہترین حدیثیں موضوع ہیں۔ ہمارا تعلق حکم سے ہے جو بالکل صاف ہے کہ نقول پر خوش نہ ہوں اور یہ حکم عام ہے صحیح موضوع ضعیف و قوی تمام احادیث کو شامل ہے بعض احادیث کے موضوع ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام نقول و احادیث قابل اعتقاد نہیں۔ بہر حال مرزا صاحب یہ عام حکم کے احادیث کی سخت توہین کی ہے۔ پھر مختار مدعا علیہ نے اپنی تائید میں مرزا صاحب کی یہ عبارت نقل کی ہے اور خدا تعالیٰ کی دہی کے بعد نقل کی کیا حقیقت ہے پس خدا تعالیٰ کی دہی کے بعد کس حدیث کو مان لیں۔ الحمد للہ مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ یہ عبارت نہایت مصلحت سے توہین احادیث پر دال ہے کیونکہ سرے سے ہمارا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی دہی کے مقابلہ حضور علیہ السلام کی احادیث کو کم درجہ ثابت کر کے احادیث نبویہ کی توہین کی ہے اب تک مختار مدعا علیہ ادھر ادھر کی توجہات کرتا رہا کہ ان احادیث سے مراد وہ احادیث ہیں جو قرآن کے مخالف ہیں نہ احادیث صحیح مگر مرزا صاحب کی اس عبارت نے مختار مدعا علیہ کی تمام توجہات کا خاتمہ کر دیا۔ مرزا صاحب اپنی دہی کے مقابلہ میں تمام احادیث نبویہ کو کس شان و عظمت و جلال سے بے حقیقت بتلاتے ہیں ملاحظہ ہو عبارت مرقوم بالا۔ غالباً مختار مدعا علیہ کو یہ ضرور احساس ہوا کہ یہ عبارت مختار مدعا علیہ کے الزام کی زبردست دلیل ہے مگر وہ یہ آیت پیش کر کے مغالطہ دینا چاہتا ہے نبی اٰی حدیث بعد ۱۰ یون منون مگر اس کا جواب اس قدر بتلا دینا کافی ہے کہ حدیث سے مراد احادیث نہیں ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی دیکھو وغیرہ۔

پھر مختار مدعا علیہ نے ایک حوالہ پیش کیا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی نے ایسا فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً یہ قول غیر معتبر ہے ثانیاً نہ اس کو شہادت میں پیش کیا گیا نہ جرح میں آیا ہے ثالثاً یہ حدیث صحیح علیکم بسنتی الخ کے خلاف ہے۔

رابعاً یہ حضرت بایزید پر افتراء ہے جیسا کہ اقتضائے نکتہ ہے شیخ الاسلام ابو اسمعیل ہروی گفتہ بایزید دروغناہستہ۔

خامساً اگر یہ صحیح بھی مان لیا جائے تو حضرت بایزید پر بسا اوقات حالت سکر طاری ہوتی تھی اور حالت سکر میں ایسے کلمات صادر ہو جاتے ہیں اور سکر کے زائل ہونے کے بعد استغفار فرماتے تھے۔ چنانچہ امام شافعی طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں اسئل ابو غیلی الجوز جانی رض عن الالفاظ ائمتی تحکی عن ابی یزید فقال دحمة اللہ بایزید لہ حالہ و لعلہ بہا قلم علی حد غلبۃ ادحال سکر۔

پھر مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی متعدد کتب سے چند جدید حوالجات نقل کر کے بطور نتیجہ کے یہ بتلایا ہے کہ جن احادیث کو رد کرنے کے لیے مرزا صاحب نے اعجازا محمدی کہا ہے وہی حدیثیں ہیں جو مولوی محمد حسین ثالوسی وغیرہ قرآن مجید کے خلاف آپ کے دعویٰ مہدویت و مسیحیت کو باطل ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے تھے جن کا نفی ہونا سب کو مسلم ہے مختار مدعا علیہ نے اس قول میں نہ صرف احادیث کے رد کرنے کی توہین کے الزام کو تسلیم کر لیا بلکہ اس غرض و غایت کو بھی بتلادیا کہ مرزا صاحب کو ردی کی طرح احادیث نبویہ کو پھینکنے کی ضرورت کیوں لاحق ہوئی تھی یعنی مولانا محمد حسین صاحب ثالوسی علیہ الرحمۃ نے مرزا صاحب کے دعویٰ مہدویت و مسیحیت کے بطلان پر احادیث کو پیش کیا چونکہ مرزا صاحب کا دعویٰ مہدویت و مسیحیت ان احادیث کی رو سے باطل ثابت ہوتا تھا اس لیے مرزا صاحب نے ایسی احادیث کو ردی کی طرح پھینکنے کا حکم دیا۔ گویا مرزا صاحب کا یہ حکم صرف توہین ہی نہیں بلکہ خود غرضی اور اپنے دعویٰ کی خاطر سے ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ مولانا محمد حسین صاحب نے کہ احادیث کو پیش کیا یہ وہ احادیث ہیں جو صحاح ستہ میں مروی ہیں اور جیسے کہ علامہ شوکانی توضیح میں لکھتے ہیں۔

پھر مختار مدعا علیہ نے تحفہ گوڑویہ کی چند احادیث کے مضامین بیان کئے ہیں جن میں دابتہ الارض وغیرہ کی بھی حدیثیں ہیں نا معلوم کہ مختار مدعا علیہ دجال وغیرہ کی حدیثوں کو پیش کر کے کیا ثابت کرنا چاہتا ہے۔ تاہذا وہ ان احادیث کو پیش کر کے ان کے الفاظ ظاہری معانی پر استعجاب اور بیماز عقل ہونا دکھانا چاہتا ہے۔ مگر جو جماعت مرزا صاحب کے مریم ہونے پھر حاملہ ہونے پھر وضع حمل کے لیے جزع کی طرف جاتے اور پھر مریم سے عیسیٰ پر ایمان رکھتی ہیں ان احادیث پر کیوں استعجاب ہوتا ہے۔

پھر مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے وہ اقوال پیش کیے ہیں جن میں احادیث کی عظمت اور علوم مرتبہ بیان کی گئی ہے حتیٰ کہ مسئلہ میں یہی اختیار کیا جس کی مذمت ہے اس کی مدح بھی موجود ہے جس کو صاف الفاظ میں بھی کہنا پڑتا ہے۔

حدیث فاعضوا علی کتاب اللہ

ابجاز احمدی میں مرزا صاحب نے ان احادیث کو ردی میں پھینکے کا حکم دیا مرزا صاحب پر تو بین احادیث کا الزام قائم کیا۔ تو مختار ان مدعا علیہ مرزا صاحب کے حکم کی وجہ اصول کتب کی بیان کردہ ایک حدیث کو پیش کیا جس میں دریافت کیا گیا تو اس حدیث کو کتب حدیث میں سے کسی کتاب کا حوالہ نہ دے سکے سند دریافت کی گئی کوئی نہ بتلا سکے مجموعہ فوائد سے شوکانی کا یہ قول اس حدیث کے متعلق پیش کیا گیا وضعنہ الذنا دقتہ تو کوئی اس پر جواب نہ بنایا شوکانی نے اس حدیث کو موضوع زنادقہ کہا یعنی اس پر مندرجہ ذیل جرح پیش کی گئیں۔

(۱) یہ احادیث کی کتب میں ردی نہیں۔

(۲) حدیث بلا سند ہے جو غیر معتبر اس پر عبد اللہ بن مبارک کا قول صحیح مسلم سے پیش کیا گیا۔

(۳) شوکانی نے فوائد المجموعہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو زنادقہ نے وضع کیا ہے۔

(۴) شوکانی نے فوائد میں کہا ہے یہ حدیث قولہ تعالیٰ ما اتاکم الرسول سے رد ہے۔

مختار ان مدعا علیہ سے کسی کا جواب نہ ہو سکا۔ اب بحث میں بجائے اس کے کہ ہمارے جرح کا جواب دیتے ایک بے فائدہ بحث شروع کر دی ہے اور ایسے اقوال پیش کئے گئے جو مسل پر نہیں آئے تاہم بھی اس کا جواب دیتے ہیں

اس بحث کا ایک جواب اجمالی عرض کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث اور اس قسم کی دیگر احادیث کا مفہوم خود اپنی توجید کرتا ہے کیونکہ پہلے ہم ان احادیث کو کتاب اللہ پر پیش کرتے ہیں اگر کتاب اللہ کے موافق پڑیں گی تو لیں گے ورنہ ان کو رد کر دیں گے۔ پس ان احادیث کو جب کتاب اللہ پر پیش کرتے ہیں تو مخالف ہوتی ہیں کیونکہ کتاب اللہ کا ارشاد ہے ما اتاکم الرسول فخذوه وما نہاکم عنہ فانتہوا یعنی جو کچھ حضور علیہ السلام فرمادیں اس کو مان لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ کلمہ عام ہے جو ہر ایک امر کو شامل ہے پس قرآن شریف کی یہ آیت ان احادیث کو رد کرتی ہے جیسا کہ علامہ شوکانی نے فوائد المجموعہ میں تصریح کی ہے پس ان احادیث کا رد ان ہی سے ہو گیا۔

تفصیلی جواب یہ ہے کہ حدیث صحیح اصول دین میں اصل کافی ہے جس طرح قرآن سے احکام ثابت ہوتے ہیں

اسی طرح احادیث سے بھی احکام ثابت ہوتے ہیں اور جیسا کہ قرآن موجب علم و عمل ہے ویسا ہی احادیث ۔
 ابو داؤد میں حضرت مقدم سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن رکھو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ
 ایک ایسی چیز جو اس کی مثل ہے یعنی (حدیث) سن رکھو عنقریب ایک شخص پیٹ بھر بہیم رکھٹ پر بیٹھا یہ کہتے گا
 کہ لوگو! تم (صرف) قرآن کو لازم پکڑو اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو (یعنی جو
 حکم قرآن میں نہ ہو حدیث میں اس کو نہ مانو) حالانکہ جس چیز کو رسولؐ نے حرام کیا ہے وہ ایسی جی حرام ہے جو خدا نے
 حرام کی ہے ۔ سن رکھو تمہارے لیے آبادی کے گدھے حلال نہیں اور زندان کاٹنے والے درندہ اور نہ مسلمانوں کی
 امان چننا میں رہنے والے کافر کی کوئی گری ہوئی چیز بجز اس حالت کے کہ وہ اس سے بے پروا ہو اور جو شخص کسی
 قوم کا مہمان ہو ان پر لازم ہے کہ وہ اسے کھانے کو دیں وہ نہ دیں تو اسے حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے کھانے کے مقدار
 خود بخود ان کے مال سے لے لے“

طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں کہا اس حدیث میں بڑی زبرد ملامت ہے جو بڑے عرصہ سے پیدا ہوئی ہے اس
 شخص کے لیے جو صرف کتاب اللہ کو کافی سمجھ کر حدیث کے عمل سے بے پروا ہو جائے اور اس کا عمل ترک کر دے۔
 اس حدیث کو دارمی نے بھی نقل کیا۔ اور اس نے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ حدیث کتاب کے اجمال و ابہام کا فیصلہ
 کرنے والی ہے

مرزا صاحب نے حق و باطل کو ملایا ہے اور مرزا صاحب تبلیغ رسالت صحت میں دجال کی علامت قرار دیتے ہوئے
 بجز اس کے اور کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی ۔ اگر احادیث کا انکار قرآن کا انکار تھا تو پھر کس نے مرزا صاحب کو مجبور کیا
 کہ احادیث کو مردود کی مرویات کہہ کر استخفاف کرتے اور یوں نہ صاف الفاظ میں کہتے کہ قرآن کے سوا ہمارے ہاتھ
 کیا ہے ۔

بجز مختار معانی نے بے شمار ایسے حوالجات پیش کر کے بحث کو طول دیا ہے جن کا مسل میں ذکر تک نہیں جن
 میں اکثر کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا صاحب ان احادیث کو چھوڑتے ہیں جو مرزا صاحب کی مٹی کے خلاف ہیں اور
 بعض حوالجات میں ترک احادیث کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مرزا صاحب چونکہ مسیح موعود ہیں اور احادیث مسیح
 کو حکم قرار دیا گیا ہے پس مرزا صاحب کو اختیار ہے کہ جس کو لیں اور جس کو چاہیں رد کر دیں وغیرہ ان حوالجات کا
 اجمالی جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب کا اپنی مزعومہ وحی کے مقابلہ میں احادیث نبویہ کا رد کرنا یہ احادیث نبویہ
 کی توہین ہے ۔

مختار معانی نے اشراق الالبصار کا حوالہ پیش کیا ہے اس میں نہایت سخت خیانت کی ہے کیونکہ اول سے
 لفظ مع اور آخر سے وہو من او من الموضوعات کو کاٹ کر مغالطہ دیا حالانکہ اشراق میں تصریح ہے کہ مدخل میں جو حدیث

باسناد تحقیقی ہے وہ سخت ترین موضوعات میں سے ہے پھر مختار مدعا علیہ نے چند احادیث نقل کر دی ہیں جن کو اصل مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں اس لیے میں جواب دینے کی ضرورت نہیں پھر مختار مدعا علیہ نے محض اپنے خیال و دیم سے یہ جواب دینا چاہا ہے کہ حدیث زنادقہ وضع کردہ نہیں ہو سکتی راجح

مختار مدعا علیہ دیدہ و دانستہ مفالط دیتا ہے کیونکہ ہم نے اصول حدیث کے قواعد پر کبار محدثین کا احوال سے اس حدیث کا موضوع جو ثابت کر دیا ہے اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ائمہ حدیث کے اقوال سے اس کی صحت پیش کرتا اس کو یقین تھا کہ ائمہ محدثین اس حدیث کو زنادقہ یعنی بیدریوں کی موضوع حدیث بتلاتے ہیں اب مختار مدعا علیہ محض اپنی بات کرنا چاہتا ہے کہ یہ حدیث زنادقہ کی موضوع نہیں ہو سکتی جو قطعاً ناقابل التفات ہے۔

ثانیاً مختار مدعا علیہ کا تیسرا ہی غلط ہے کیونکہ جب کبھی اسلام میں فتنہ اٹھا تصریحات مصطفویہ اور ارشادات نبویہ سے بچنے کے لیے اسی حدیث کو اڑو بنایا معتزلہ کی دار و مدار یہی حدیث ہے فرقہ شیعہ یہ کے حینا لات اور آزادی کا سنگم یہی حدیث ہے عبد اللہ چوڑا لوی اسی کو پیش کرتے ہیں۔ اور مرزا صاحب اسی حدیث کے سہارے اپنی مسیحیت اور نبوت کا سکھ رائج کرنا چاہتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ زنادقہ اور لمحدوں کا یہ اصول جو پکے کے احادیث اور آثار صحابہ کو بے حقیقت ثابت کرنے میں اس حدیث سے یوں فائدہ اٹھایا جاتا ہے کہ قرآن حکیم کے ایک معنیٰ از خود کئے جاتے ہیں اور اس کو قرآن کا متعین معنیٰ فرض کئے جلتے ہیں۔ مگر پھر احادیث میں ان آیات کی جو تفسیر طرق صحیح سے ثابت ہوتی ہے اس کا انکار اس لیے کر لیا جاتا ہے کہ یہ حدیث قرآن کے مخالف ہے اس لیے قابل قبول نہیں اس حدیث سے نہ صرف حدیث صحیحہ کے انکار کا ارتکاب کیا جاتا ہے بلکہ اس کے ذریعہ قرآن کے معانی حسب منشاء کئے جلتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ اس حدیث کے بے سند ہونے کا ایک نہایت لغو جواب دیا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ کن کتب میں یہ حدیث آئی کیا ان کے مصنفوں نے یہ حدیث وضع کر لی ہے یا فی الواقع اسے رسول کریم کی حدیث سمجھتے ہیں مختار مدعا علیہ بھی یہی کہے گا کہ انہوں نے صحیح سمجھ کر یہ حدیث نقل کی ہے۔

الجواب

یہ جواب مختار مدعا علیہ کی نانا قیفت اور کتب حدیث میں عدم بصیرت پر دال ہے۔ کیونکہ احادیث موضوعہ کے موضوع ہونے کی یہ وجہ نہیں ہوتی کہ نقل کرنے والے اس کو موضوع سمجھیں اور وہ موضوع نہ سمجھیں تو صحیح ہو جائے۔ موضوع کی تعریف اور اس کے احکام کتب اصول حدیث میں مذکور ہیں جس کی بناء پر علماء محدثین اس حدیث کو موضوع قرار دے رہے ہیں۔ مختار مدعا علیہ سے اگر کچھ ہو سکتا تھا۔ تو اس کی توثیق و تصحیح کرنا۔ ان لوگوں کے اقوال کے برخلاف اکابر محدثین کے نقول پیش کرتا۔ جو اس کو زنادقہ کی موضوع حدیث بتلاتے ہیں۔ نقول صحیح کا جواب نقول سے ہوتا نہ محض

خیالات ادا دہاں سے۔

اصول شناسی میں سے جو حضرت علی کا قول نقل کیا ہے۔ اولاً تو وہ خود ہی بے سند ہے۔ کتب احادیث کا حوالہ نہیں دینا یا عرض علی الکتاب کا سوال دہاں پیدا ہو سکتا ہے جہاں روایت منافق سے ہو۔

عمدۃ الموالشی حاشیہ اصول شناسی سے جو جواب نقل کیا ہے۔ وہ اس حدیث کی تصریح نہیں سرتا۔ کیونکہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں احادیث کی روایت منجھو صحت کا اہتمام کیا ہے وہ دیگر مصنفات میں نہیں کیا یہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں یہ مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے۔ یا ناہمی سے بخاری سے صحیح بخاری مراد لی ہے علامہ تازانی نے تلخیص میں اس حدیث کے متعلق بہت کلام کیا ہے وہ قد طعن فیہ تلخیص صفحہ ۲۲۱ میں ہے۔ مولانا محمد العلوم شرح مسلم البشوت میں لکھتے ہیں کہ صاحب سفر السعادت نے فرمایا کہ یہ حدیث سخت موضوعات سے ہے شیخ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے جو گفتگو سے خالی نہیں بعض محدثین نے کہا ہے کہ اس کو زندقہ بولوں نے منع کیا۔ یعنی از خود بنالیا۔ اور نیز یہ اس قول خداوندی کے مخالف الخ علامہ ابن طاہر حنفی صاحب مجمع البحار تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ ان اصولیوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے

میری نے اس حدیث کی جس دوسری حدیث سے تائید ظاہر کی ہے۔ اولاً تو موضوعات کی کسی دوسری حدیث کی تائید صحیح نہیں ہو جائیگی بنانا یا جس حدیث کو تائید میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس کا حال پہلی حدیث سے اچھا نہیں۔

اس لیے تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث قرآن حکم کے معانی کی تعین اور وجوہات و اختلافات کا فیصلہ کرنے والی ہے کیونکہ حدیث بمنزلہ خادم کے ہے خدمت کرنا خادم کا کام ہے نہ کہ محمول کا۔ چنانچہ مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شہرانی مسیح البین میں لکھتے ہیں کہ امت مجاہدہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث قرآن مجید کی وجہ مختلف کی فہم کرنے والی ہے ما جمعت الامة علی ان السنة قاضیة علی کتاب اللہ سنن دارمی صفحہ ۷۷۔

پھر مختار مدعا علیہ نے میری جرح جو اس حدیث کی سند کے متعلق تھی اس کا جواب اس طریق پر دیا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سند کوئی چیز نہیں اور اس جرح و تعدیل کی تصریحات کا کوئی اعتبار نہیں کسی جرح سے کوئی جرح نہیں ہوتا کسی کو تشکیق و تعدیل سے کسی کو قدرت حاصل ہوتی ہے جس سے مندرجہ علیہ کا مطلب صحت ہے کہ امت نے جس چیز کو آج تک معصوم و منصف حدیث سمجھا وہ لغو ہے گویا جرح و تعدیل کا سرے سے اعتبار نہیں جو شخص جس حدیث کو اپنے مطابق پائے قبول کرے اور جس کو خلاف پائے انکار کرے اس اصول پر مراتب حدیث

اور اُس کی تفسیر بھی ناممکن ہو جائے۔

(قیامت کے متعلق)

مختار مدعیہ نے اس جید نگ کے تحت دو آیتیں۔ قل انما علمہا عند ربی الخ اور ان اللہ عندہ علم الساعۃ اور ایک مسلم اور بخاری کی متفق علیہ حدیث فی خمس لا یعلمہن الا اللہ سے یہ ثابت کیا تھا کہ قیامت کا علم صرف خدا ہی کو ہے اور کسی کو نہیں کیونکہ احادیث اور تفاسیر میں استثناء اللہ کا لفظ آیا ہے کہ اس کا علم صرف خدا نے اپنے واسطے تنہا بلا شرکت غیر رکھا ہے۔ اور مرزا صاحب لیکچر سیالکوٹ کے صفحہ ۸ پر اس کے خلاف یہ لکھتے ہیں۔ ”کہ یہ صحیح نہیں ہے جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں“ جس سے نصوص قطعیہ کا انکار اور قرآن سے لاعلمی ظاہر ہو رہی ہے۔ مختار مدعا علیہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے عدالت کو مخاطبہ دینا چاہا ہے کہ مرزا صاحب کا اس سے مقصد جو مختار مدعیہ سے رہا ہے وہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد مختار مدعا علیہ نے اپنے لفظوں میں یہ بتایا کہ یہ صحیح نہیں کہ قیامت کا کسی دوسرے بھی کسی کو علم نہیں بلکہ علامات و آثار قیامت کے ذریعہ سے ایک قسم کا علم حاصل ہوتا ہے“ جس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ مرزا صاحب کا بھی یہی مقصد ہے حالانکہ جلدت صفحہ ۸ کی بالکل صاف اور صریح ہے اور اس سے یہ مقصد جو مختار مدعا علیہ نے رہا ہے بالکل نہیں نکلتا۔ مرزا صاحب ماضیہ فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں“ یہاں قیامت کے علم کے متعلق سوال ہے نہ علامات قیامت۔ قیامت سے علامات قیامت مراد لینا غلط ہے۔

ہاں البتہ صفحہ ۹ پر ایک فقرہ اس قسم کا موجود ہے جس میں علامات قیامت ہیں مگر وہ فقرہ اس کی شرح ہو کر نہیں بن سکتا۔ کیونکہ صفحہ ۱۰ پر پھر لکھتے ہیں۔ ”اسی طرح دنیا کے خاتمہ پر گواہ ہزار سال باقی ہے لیکن اس گھڑی کی خبر نہیں جب قیامت قائم ہوگی“۔ خط کشیدہ حملہ گواہ ہزار سال باقی ہے قابل غور ہے کہ کس معنائی کے ساتھ قیامت کی تعیین ہو رہی ہے اسی وجہ سے مختار مدعا علیہ نے صفحہ ۹ کا تو حوالہ دیا مگر صفحہ ۱۰ کو چھوڑ دیا جس سے اس کے جواب کی اصل حقیقت کا پردہ فاش ہوتا تھا۔ لہذا مختار مدعیہ کا یہ دعویٰ کہ مرزا صاحب قیامت کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں یہ صحیح نہیں کہ اس کا علم کسی کو نہیں صفحہ ۱۰ کی اس عبارت سے کہ اب قیامت سے ہزار سال باقی ہے بالکل واضح ہو جاتا ہے اور یہ الزام کہ یہ عقیدہ نصوص قطعیہ کے خلاف ہے محالہ باقی رہا۔

علاوہ ازیں اگر غور کیلئے قول مختار مدعا علیہ کو تسلیم ہی کر لیا جائے جب بھی اس کو مفید نہیں کیونکہ اول تو نصوص قطعیہ قرآن اور حدیث سے جن علامات کا بتہ چلتا تھا مثلاً خروج دجال یا جوج و ماجوج و نزول یسے بن مریم وغیرہ وغیرہ۔ ان سب سے مرزا صاحب منکر ہیں اور دجال اور ماجوج و ماجوج سے کبھی تو پادری اور کبھی قوم نساہٹی اور

کبھی روس اور برطانیہ کی توہین مراد لے رہے ہیں جو بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے موجود ہیں اور بعض خود ساختہ علامتیں جو خود بیان فرما رہے ہیں مثلاً۔

لیکچر سیا لکھٹ صفحہ ۹

، ، ، ، ،

، ، ، ، ،

”آخری زمانہ میں بکثرت نہری جاری ہوں گی۔“
”کتابیں بہت شائع ہوں گی جن میں اجتہاد شامل ہے“

”ادونٹ بیکار ہو جائیں گے۔“

”ان علامات کو بیان کرنے کے بعد میں لکھتے ہیں اور سوچہ دیکھتے ہیں کہ یہ سب باتیں ہمارے زمانہ میں پوری ہو گئیں۔“

”اگر اس کے بعد صفحہ ۱۰ پر اس کے متعلق یہ لکھتے ہیں ”اسی طرح دنیا کے خاتمہ پر گلاب ہزار سال باقی ہے۔“

تو اس میں علامات نصوص قطعیہ کا انکار اور خود ساختہ علامتوں کے پورا ہو جانے کے بعد قیامت کی تعمین ہزار سال کے ساتھ کر رہے ہیں اس سے بھی مختار مدعیہ کا اعتراض اور بھی قوی ہو جاتا ہے اور جواب مختار مدعیہ کو اور اس کی تاویل کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

(عقیدہ اقدار)

اقدار کے متعلق بلاوجہ فیہ مربوط سوالوں اور بے ربط دلائل سے طول دیا حالانکہ معاملہ صرف اس قدر ہے۔ کہ اقدار کے معنی صرف یہ ہے۔ کہ خدا کسی کے اندر اُترائے یا حلول کرے یا مبادت کرتے کرتے اس مرتبہ کو پہنچ جائے کہ خدا اس کے روپ میں نمودار ہو و غیرہ وغیرہ۔

یہ اہل ہنود کا اصطلاحی لفظ ہے۔ اور اس کی تعریف ان کی مستند کتاب گیتا فارسی میں ہے۔

بچوں بنیادیں سست گرد
نمایم خود را بشکلی کسے

مرزا صاحب نے اپنے آپ کو اہل ہنود اُکریوں کے مقابلہ میں انہیں کی اصطلاح کے مطابق اڈنڈ کہا ہے۔ اور یہ اڈنڈ کا عقیدہ اسلام میں کفر یہ عقیدہ ہے۔ جیسا کہ اپنی جگہ پر موجود ہے۔
(۱) مرزا صاحب کے حوالے اپنے اقدار کے ہونے کے متعلق۔

(کتاب الہریتہ صفحہ ۷۶)

(۲) ادھر بھی خدا تیرے اندر اُتر آیا۔

(۳) برہمن و قنار سے مقابلہ اچھا نہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷)

(۳) ایسا ہی میں ہندوؤں کے لیے بطور امتداد کے ہوں لیکر سیالکوٹ صفحہ ۳۲ کرشن کے متعلق حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵ و ۱۸۵ لیکر سیالکوٹ صفحہ ۳۴ کے حوالے پس اس سے ناگد اس پر بحث کی ضرورت ہی نہیں۔

(مرزا صاحب کے اقوال میں تعارض نہیں)

قول مختار مدعا علیہ کہ مختار مدعیہ نے مغالطہ سے کام لیا ہے اور مرزا صاحب کے کلام ازالہ ابہام کہ میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے اور تحفہ گواریویر کے دعویٰ مسیح موعود میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ازالہ ابہام میں بھی مسیح موعود کا دعویٰ موجود ہے۔ اور اس پر چار حوالے پیش کر کے کہا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے خیال کی بناء پر مرزا صاحب نے یہ کہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ نہ وہی مسیح ابن موم۔ گویا مختار مدعا علیہ کے خیال میں مسیح موعود ہونے کی نفی مرزا صاحب نے ان علماء کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے کی ہے جو مرزا صاحب کو اصلی یسے بن مسدیم صاحب انجیل ہونے کا مدعی سمجھ بیٹھے تھے۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کی یہ توجیہ بالکل غلط اور مجھوت محض ہے جو اس نے خلاف واقعہ مسلمانوں کا اپنی طرف سے ایک خیال گمراہ مرزا صاحب کے تعارض کو دفع کرنے کے ابعاد کی ہے۔ کیا اس امر کا کوئی ثبوت ہے کہ علماء مرزا صاحب کو اس امر کا مدعی سمجھتے تھے کہ آپ بعینہ وہی یسعی علیہ السلام ہیں جو انیس سو سال پہلے نبی اسرائیل میں مبعوث ہوئے تھے۔ یہ تو بجاہنہ باطل اور افتراء ہے۔ کسی نے بھی مرزا صاحب کا یہ دعویٰ نہیں سمجھا تھا۔ بلکہ علماء کا یہی خیال تھا کہ مرزا صاحب نے مسیح ہونے کا دعویٰ بوجہ مشابہت کیا ہے اور اصلی یسے علیہ السلام کو آپ فوت شدہ سمجھ کر اپنے آپ کو وہی مسیح موعود سمجھتے ہیں۔ جس کے نزول کی خبر نفوس اسلامیہ میں دی گئی ہے۔ مرزا صاحب خود کئی جگہ لکھتے ہیں۔ چنانچہ ازالہ ابہام صفحہ ۶ پر ہے کہ مشابہت کے لیے جو مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات طلب کئے جاتے ہیں، اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ علماء نے آپ کو اصلی یسے ابن مریم کا مدعی نہیں سمجھا بلکہ بوجہ مشابہت مسیح موعود ہونے کا مدعی سمجھا تھا۔ لیکن مرزا صاحب نے یہاں پر اپنے مسیح موعود ہونے کا انکار کر دیا اور مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا جس طرح کہ براہین میں دعویٰ تھا کہ میں صرف مثیل مسیح ہوں نہ کہ مسیح موعود۔

(۱) مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ازالہ میں بھی مسیح موجود ہونے کا دعویٰ موجود ہے۔ یہیں اس سے کیا نقصان ہے بلکہ ہم کہتے ہیں یک نہ شد و شد۔ اثبات تعارض کے لیے تحفہ گوڑویہ تک جانے کی ضرورت بھی نہ رہی اسی کتاب میں تعارض ثابت ہو گیا۔ ہاں البتہ تحفہ گوڑویہ کے زمانہ تک مرزا صاحب کبھی آگے کبھی پیچھے قدم رکھنے کے حدود سے گذر چکے تھے۔

(۲) قول مختار مدعا علیہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نہیں لکھا کہ وہ اس معنی کے لحاظ سے اسی ہیں جس معنی سے براہین احمدیہ حصہ پنجم میں ان کو امتی قرار دینا کفر لکھا ہے۔
(الجواب)

مختار مدعا علیہ کا یہ جواب ناکافی ہے جو مختار مدعیہ کے بیان کردہ تعارض کو دفع نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے اس سے انکار نہیں کیا کہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی قرار دیا ہے۔ جس سے تسلیم مفہوم ہوئی۔ اب دفع تعارض تو تب ہوتا کہ ازالہ ادہام میں مرزا صاحب کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی قرار دینے کے یہ معنی ہیں اور ان کو امتی قرار دینا تو کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر اس کا یہ کہنا کہ ازالہ ادہام میں بھی ان کے امتی نہ ہونے کی تصریح کر دی ہے یہ اور تعارض کو بحث کرنا ہے یہ کہ دفع تعارض نہ۔
(۳) قول مختار مدعا علیہ۔

مختار مدعیہ کا یہ تعارض کہ آنے والا ابن مریم نہیں ہو گا جیسا کہ ازالہ میں ہے اور آنے والا مسیح نبی ہو گا جیسا کہ حقیقت الہی میں ہے یہ بھی مغالطہ ہے۔ کیونکہ جیسے حقیقت الہی میں آنے والے کا نشانہ ہوتا ہے ایسا ہی ازالہ ادہام میں ہے پھر ازالہ ادہام کے دعوے پیدائش کئے ہیں ایک صحت کا دوسرا صفر ۲۴۲ کا۔

(الجواب)

مختار مدعیہ نے کوئی مغالطہ نہیں دیا بلکہ مختار مدعا علیہ خود مغالطہ دے کر تعارض کو دفع کرنا چاہتا ہے جو ہو نہیں سکتا کیونکہ پہلے حوالہ میں جو مختار مدعا علیہ نے پیش کیا اس میں اگر لفظ نبی اثر موجود ہے مگر مرزا صاحب نے خود اس کی تفسیر کر دی ہے کہ اس سے نبوت تامہ کا حوالہ مراد نہیں بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے بالفاظ دیگر محدثیت ہے نہ نبوت۔ لیکن حقیقت الہی میں نبوت مراد ہے نہ محدثیت تو تعارض دفع نہ ہوا بلکہ بحال رہا۔ مختار مدعا علیہ نے اپنے حوالے کا پورا مطلب نہ بیان کر کے دھوکہ دیا ہے۔

اسی طرح حوالہ صفر ۲۴۲ میں بھی صاف تصریح کی گئی ہے کہ نبی اثر سے مراد امتی ہے جو محدثیت کا درجہ رکھتا ہو نہ نبی اللہ حقیقت جیسا کہ حقیقت الہی میں مراد ہے اس حوالہ میں بھی مختار مدعا علیہ نے دھوکہ دیا ہے اور تعارض

دیئے کا ویسا موجود ہے کیونکہ مرزا صاحب کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہے کہ محدثیت نبوت سے نیچے اور لوگوں سے اوپر ایک برزخ کا مقام ہے صفحہ ۲۳۶ از الزادہ ام، محدث نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ حمامۃ البشری صفحہ ۸۱ و ۸۲ میں ہے ولو لم یکن مد باب النبوة لکان نبیاً بالفعل یعنی اگر دروازہ نبوت بند نہ ہو گیا ہوتا تو محدث بھی نبی ہو جاتا۔

پس دعویٰ محدثیت سے جو انزال میں ہے دعویٰ نبوت جو حقیقتہً الوحی میں ہے لازم نہیں آتا چنانچہ مرزا صاحب اسی انزال کے صفحہ ۷۷ پر لکھتے ہیں ”سوال رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟“ اما الجواب۔

دعویٰ نبوت نہیں بلکہ دعویٰ محدثیت ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے (الی) تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آگیا۔ غرض مختار مدعا علیہ نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور تعارض بدستور ہے۔
(۴) مختار مدعیہ کی طرف سے اعتراض تھا کہ مرزا صاحب نے از الزادہ ام میں لکھا ہے۔ کہ نبوت کا دعویٰ نہیں اور بدرہ ۵ رمانچ ۱۹۰۵ء میں ہے کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔
اس تعارض کا جواب مختار مدعا علیہ نے یہ دیا ہے۔ کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ جہاں دعویٰ ہے کہ نبی ہیں وہاں نبوت غیر تشریفی مراد ہے۔ اور جہاں نبوت کی نفی ہے۔ وہاں نبوت مستقل کی نفی ہے، پس کوئی تعارض نہ رہا اور جس قسم کی نبوت کا دعویٰ بدر میں کیا گیا ہے۔ اس سے آپ نے کبھی انکار نہیں کیا جیسا کہ آپ نے ایک غلطی کا انزال میں تصریح فرمادی ہے۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ نے اور مرزا صاحب نے ایک غلطی کے انزال میں جو کہا ہے سب بھٹ ہے۔ جس میں ایک ذرہ بھی بیخ کا شائبہ نہیں ہے۔ مرزا صاحب ہمیشہ نبوت کا انکار کرتے رہے۔ البتہ محدثیت کا دعویٰ کرتے رہے۔ جس کو وہ کبھی جوی نبوت مجازی نبوت اور کبھی شعبہ نبوت اور کبھی ناقص نبوت وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرتے رہے۔ اور نبوت حقیقی کا بلا تخصیص تشریفی غیر تشریفی اور مستقل غیر مستقل کے انکار کرتے رہے۔ اس قسم کے حوالے اس مقدمہ میں پیش ہو چکے ابھی جو حوالے از الزادہ ام وغیرہ کے گذر چکے ہیں ان میں سے صاف طور پر سمجھا جاتا ہے۔ کہ محدثیت اور چیز ہے۔ اور نبوت اور چیز ہے محدثیت کا مفہوم محدود ہے۔ جو نبوت سے نیچے بطور برزخ کے ہے، مرزا صاحب نے یہ بھی تصریح کر دی تھی کہ محدث اس امت میں کئی ہوئے مغلہ ان کے صورت عمر رمنی اللہ عنہ ہیں جن کی محدثیت کی نص آپ کی ہے۔ اور یہ بھی تصریح کر دی کہ ختم نبوت کے بعد کوئی محدث بھی نہیں ہو سکتا اگر باب نبوت بند نہ ہو گیا ہوتا تو حضرت عمر بھی نبی ہوتے اور محدث کا نبی نہ ہو سکتا ابھی باب نبوت کے مسدود ہو جانے کی وجہ سے ہے۔ ملاحظہ ہو حمامۃ البشری صفحہ ۸۱ و ۸۲۔

دانی واللہ آمن باللہ ورسولہ (الی) من ممکن القوۃ الی خیر الفعل اور اس سے پہلے اسی صفر پر لکھتے ہیں کہ میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ مقام تحدیث مقام نبوت سے مشابہ ہوتا ہے (جس کا میں نے دعویٰ کیا ہے) تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ خالص جھوٹ ہے جس میں سچ کا شائبہ بھی نہیں۔ اور نہ اس کی کوئی اصل ہے۔ انہوں نے محض میری تکفیر اور سب لعن لعن کرانے کے لیے یہ جھوٹ گھڑ لیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

دانی کذب فی بعض کتبی (الی) ویفرقوا بین المؤمنین -

یہی مضمون صفحہ ۷۹ میں ہے اس میں یہ بھی ہے کہ مجھ کو کیا ہو گیا ہے کہ میں دعویٰ نبوت کروں اور اسلام سے بالکل نکل جاؤں اور کافروں میں مل جاؤں اور صفحہ ۷۳ میں ہے کہ اسے بھائی خیال بھی نہ کر کہ میں نے کوئی ایسا کلمہ کہا ہے جس میں سے دعویٰ نبوت کی بوجہ آتی ہو۔ فلا تظنن یا اخی (الی) داحۃ ادعائ النبوة۔

غرض مرزا صاحب کی کتابوں سے اگر انکار نبوت کے حوالے نقل کئے جائیں تو ایک کتاب تیار ہو جاتی ہے جس میں کوئی تفریق اس بات کی موجود نہیں کہ میں مستقل نبوت یا تشریفی نبوت سے

انکار کرتا ہوں اور غیر مستقل اور غیر تشریفی کا مدعی ہوں پس صرف اسی نبوت کا دعویٰ تھا جو حدیث کے مراد ہے، جس میں دوسرے محدث حضرت عمر وغیرہ بھی مرزا صاحب کے شریک ہیں۔ ایسی ہیڑ بھیر کرتے کرتے جب مرزا صاحب نے دیکھا کہ مرید ہر بات کو سہارنے اور پہنے لگ گئے ہیں تو نہایت حدیث سے اوپر نبوت حقیقی کا دعویٰ کر دیا اور نبوت کے بند دروازے کو توڑ کر اند جا گئے ایسے صاف اور صریح بے شمار دفعہ انکار کے بعد مرزا صاحب اور مختار صاحب کا یہ کہنا کہ ہم نے کبھی نبوت حقیقی غیر تشریفی سے انکار نہیں کیا وہ جھوٹ ہے جس کی نظیر دنیا میں تلاش کرنی عبت ہے اور مختار مدعیہ کا الزام تناقض بدستور قائم اور بحال ہے۔

قول مختار مدعیہ علیہ مختار مدعیہ کا یہ کوئی نیا اعتراف نہیں کہ مرزا صاحب نے لوگوں کی برداشت کو دیکھ کر اپنے دعووں میں ترقی کی ہے۔ پہلے انبیاء پر بھی اعتراض کیا گیا ہے۔ (الجواب) یہ بالکل غلط ہے پہلے انبیاء پر اس طرح کا اعتراض نہ کسی نے کیا اور نہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کوئی نبی تدریجاً نبی نہیں بنا۔ جیسا مرزا صاحب کہ پہلے جزوی نبی بنے محدث بنے ایک پہلو سے نبی دوسرے سے امتی مجازی نبی پھر کلی نبی ہوئے۔ پہلے آدھے نبی تھے پھر سارے نبی بن گئے۔ مجازی سے حقیقی ہو گئے وغیرہ وغیرہ۔ یہاں تک کہ عین محمد اور حقیقی طور پر خاتم النبیین ہو گئے اور پہلے جن باتوں کو کفر جانتے تھے۔ انہیں باتوں کا دعویٰ کر کے اُن کو ایمان کئے گئے۔ قول مختار مدعیہ اور چونکہ انبیاء کو اپنی بڑائی کا کچھ خیال نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ ان خطابات کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے الی گوٹے ہیں اپنے لیے استعمال کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیتے ہیں اھ ہر پہلو پر غور کرتے ہیں۔ اور ابتدا میں ڈرتے بھی ہیں کہ مبادا یہ اُن کے نفس کا ہی دھوکا ہو

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کو یہ قول بالکل غلط ہے اور سراسر افتراء اور کفر عظیم ہے اور یہ اصول جو اس نے وضع کیا ہے تمام کارخانہ نبوت کو درہم برہم کر دیتا ہے کیونکہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کو اپنے

دعویٰ نبوت اور خدا تعالیٰ کے اس کلام پر جس سے ان کو نبی بنانے کی اطلاع دی جاتی ہے یقین نہیں ہوتا کہ یہ منہج صحیح خدا تعالیٰ کا کلام ہے بلکہ ان کو اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ یہ نفس کا دھوکہ ہے نہ وحی ربی گویا ان کو اتنی شناخت کی قوت نہیں ہوتی کہ وحی الہی اور دھوکہ نفس میں تمیز کر سکیں اگر بقول مختار مدعا علیہ یہ بات تسلیم کر لی جائے تو ہر ایک وحی الہی پر جو ان کو ہوگی یہی احتمال قائم ہوگا جس سے وحی الہی کا شک کی اور ظنی ہونا ثابت ہو گیا اور انبیاء علیہم السلام کی کوئی وحی بھی بوجہ ظنی ہونے کے واجب الیقین والا ایمان نہ ہوگی اللہ تعالیٰ فرماتا: *انظن لا یغض من الحق شیء* یعنی ظن مفید یقین نہیں ہو سکتا۔ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی ذات پر مختار مدعیہ کا اعتراف اٹھانے کے لیے تمام انبیاء پر ساتھ صاف کر دیا اور کارخانہ نبوت کو درہم برہم کر دیا اور کفر عظیم کا ارتکاب کیا۔ اور اس کلاس اصول سے تمام انبیاء کی نبوت کا ہی البطل ہو گیا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ سراسر افتراء اور مخالف اور مکتذب قرآن کریم ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے *وما یطق عن الہدیٰ ان ہوا الا وحی یوحی* اور فرماتا ہے *آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون* نیز فرماتا ہے *فانہ یسلط من بین ید یہ ومن خلفہ*۔ *صد اللیعلم ان قد ابلاغوا رسالات ربہم* جن کا صاف مفہوم یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی وحی میں خرابی نفسانی کو دخل نہیں ہوتا اور وہ ملائکہ کی حراست میں پہنچائی جاتی ہے اور انبیاء پر ایمان ہوتا ہے نہ شک و شبہ اور بقول مختار مدعا علیہ اگر ان کو منصب نبوت پر ہی یقین نہیں ہوتا بلکہ نفس کے دھوکہ ہونے کا ڈر ہوتا ہے تو پھر بحکم

خشت اول چوں نہد معمار کج

تا ثرتیا میسرود دیوار کج

سارا نبوت کا کارخانہ ہی بے اعتبار ہو گیا۔

مختار مدعا علیہ نے کوئی حوالہ کسی نبی کا اسلہ میں پیش نہیں کیا کہ دیکھو اس کو اپنے بنی ہوئے میں مرزا صاحب کی طرح پندرہ بیس سال تک ترو در ہانہ صرف ترو در بلکہ اس کا انکار کرتا رہا جو ہاں صرف ایک مثال پیش کی ہے یعنی صرف سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم جس کا جواب آگے آئے گا اللہ شفاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن ہم اس سے پہلے مرزا صاحب کے جذبہ حوالے اس مضمون پر پیش کرتے ہیں کہ مختار مدعا علیہ نے جو کچھ بیان کیا ہے اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو نبوت انبیاء باطل ہو جاتی ہے کیونکہ جس شخص کو نبوت ملتی ہے اور وہ وحی الہی کا مورد ہوتا ہے تو اس کو مطلقاً کوئی

تردد اور شک نہیں ہو سکتا بلکہ وہ شک کو کفر سمجھتا ہے اور جس کو نفس یا شیطان کے دہوکہ کا دل میں خیال و تردد ہو وہ درحقیقت شیطانی دہی ہوتی ہے نہ وحی الہی۔

مرزا صاحب نزول المسیح ص ۸۹ پر لکھتے ہیں اگر ایک کلام انسان سے یعنی اس کے دل پر پہنچے اور اس کی زبان پر جاری ہو اور اس کو شبہ باقی رہ جائے شاید شیطانی آواز ہے یا حدیث النفس ہے تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہوگی یا حدیث النفس ہوگی (دلی) بھلے خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے۔

اسی حوالہ کے اندر ہے کیونکہ خدا کا کلام جس قوت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی طاقت اور چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے وہ خود یقین دلائیے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور اسی حوالہ میں ہے اس لیے ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی دہی کے مورد کے دل میں شبہ پیدا ہو سکے بلکہ وہ شبہ کو کفر سمجھتا ہے۔

اس کے ساتھ ملاحظہ ہو صفحہ ۸۹ نزول المسیح مرزا صاحب فرماتے ہیں ”مگر ابھی ہم لکھ چکے ہیں (دلی) کیا خالص نور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے اور صفحہ ۱۱۵ پر ہے اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ پھر معانی الہام کی نشانی کیا ہے (دلی) کیونکہ شیطان اس سے بازی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو ہلاک کرے۔

خلاصہ: مطلب ان حوالجات کا یہ ہے کہ دہی الہی کے ساتھ ایک ایسی قوت اور نور اور لذت اور تاثیر وغیرہ وغیرہ ہوتی ہے کہ مورد دہی کو اس کے معجبان اللہ ہونے کا کامل یقین ہو جاتا ہے اور کسی قسم کا شک یا شبہ نفسانی یا شیطانی دوسرہ اس کے دل میں باقی نہیں رہ جاتا بلکہ وہ ایسے شبہ کو کفر سمجھتا ہے۔

ان حوالجات کے بعد مختار مدعا علیہ کے قائم کردہ اصول کا وہ نتیجہ جو ہم نے بیان کیا ہے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی حمایت میں اگر تمام انبیاء کی نبوت کا ابطال اور قرآن کریم کی تکذیب کی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی کفر متصور نہیں ہو سکتا۔

قول مختار مدعا علیہ۔

چنانچہ تدریجی دعویٰ کی مثال خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں ہمیں ملتی ہے سب سے پہلے جب آپ پر فاطمہ میں فرشتہ کا ظہور ہوا اور اس نے آپ کو خوب بھیجا اور تین بار پڑھنے کے لیے کہا اور آخر باسم ربک اندی خلق کی دہی آپ پر نازل ہوئی تو آپ کا پتہ ہوئے دل کے ساتھ غیب بحر رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کپڑا اوڑھانے کے لیے ارشاد فرمایا اور جب کچھ تسلی ہوئی تو فرمایا ولقد خشیت علی نفسی

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۳)

یعنی میں ڈرا میرے نفس کا دہوکہ نہ ہو یا اپنی جان کا خوف ہو ا۔

الجواب۔ اس قول میں مختار مدعا علیہ نے مقدمہ جہ ذیل باتیں کہی ہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا دعویٰ تدریجاً کیا ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جبرئیل علیہ السلام نے پہلی دفعہ فارحہ میں اگر تین دفعہ بھیجا اور قرآن کریم کی پہلی پانچ آیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں تو حضور گھر تشریف فرما ہوئے اور کاپتے کاپتے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا مجھے کچراڑھا دو۔

(۳) پھر کچھ تلی ہوئے پر فرمایا کہ مجھے جو کچھ پیش آیا یعنی جبرئیل کا آکا اور قرآن کی آیتوں کا نازل ہونا یہ میرے نفس کا دھوکہ ہی نہ ہو مجھے یہ اندیشہ اور ڈر ہے۔

(۴) اس کے بعد خدیجہؓ رضی اللہ عنہا آپ کو وقرہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جس نے آپ کو کہا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا تو آپ کو حقیقت حال معلوم ہوئی کہ درحقیقت یہ فرشتہ تھا اور وہ آیتیں وحی الہی تھیں۔

(۵) لیکن پھر بھی آپ کو پورا یقین نہ آیا اور فرستہ الوحی کے زمانہ میں اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹیوں سے گمانے کا بار بار ارادہ کیا لیکن ہر بار جبرئیل اگر تسلی دیتا تھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اللہ کے سچے رسول ہو۔

(۶) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان واقعات کو بیان کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے اور ہکوا مولیٰ قرار دیا ہے کہ انبیاء کو ابتداءً اپنے دعویٰ کی شناخت میں بڑی مشکلات ہوتی ہیں اور جب تک بارش کی طرح ان پر متواتر وحی نہ ہو اپنے دعویٰ نبوت کی صحت کا ان کو یقین نہیں ہوتا۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے تدریجی دعوے کے لیے جو اصول وضع کیا تھا جس سے تمام انبیاء کی نبوتوں کا ابطال ایک لازمی امر ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اس کی مثال مختار مدعا علیہ کو کہیں نہ ملی اور آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کوئی نبی اس کو ایسا نہ ملے جس سے وہ اپنے اس کفریہ اصول کا ثبوت دیتا تو سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اس نے بڑے تکلف اور افتراء کے ساتھ اس لعنتی عقیدہ کی مثال قرار دیا گویا دنیا میں بقول اس کے یا مرزا صاحب تدریجاً نبی بنے ہیں یا معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحیح بخاری کی جس حدیث کی دستاویز سے اس نے یہ افتراء کیا ہے اور اس کے فقرہ ولقد خفیت علی نفسی میں تحریف کر کے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ابطال کی دلیل قائم کی ہے یہ درحقیقت اس کی محض ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ یہ مرزا صاحب کا عقیدہ ہے جس کو اس نے مرزا صاحب کا متبع اور دیکل ہونے کی حیثیت سے پیش کیا ہے مرزا صاحب اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے تتمہ صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں مد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ جب آپ پر فرشتہ جبرئیل ظاہر ہوا تو آپ نے فی الغوۃ

یقین نہ کیا بلکہ حضرت خدیجہ کے پاس ڈرتے ڈرتے کہے اور فرمایا کہ خشیت علی نفسی یعنی مجھے اپنے نفس کی نسبت بڑا اندیشہ ہوا ہے کہ کوئی شیطانی مکر نہ ہو۔

اس میں بھی وہی بات ہے جو مختار مدعا علیہ نے کہی ہے مختار صاحب نے نفس کا دہوکہ کہا تھا مرزا صاحب نے شیطانی مکر کہا حاصل دونوں کا ایک ہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ اپنے شیخی ہونے کا یقین تھا نہ قرآن کے وحی الہی ہونے پر ایمان اور نہ جبرئیل کے فرشتہ اور ناموس الہی کا اعتبار بلکہ نعوذ باللہ آپ کو یہ سب کچھ نفس اور شیطان کا دہوکہ اور مکر معلوم ہوتا اور مرزا صاحب کے ان اصول اور معیار شناخت وحی کے لحاظ سے جو نزول المسیح کے مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہیں وہ درحقیقت سب کچھ شیطان کا مکر اور نفس کا دہوکہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ مورد وحی شیطانی ہیں اور قرآن کریم الہام شیطانی ہے۔ (اعاذنا اللہ من هذا)

مختار مدعا علیہ نے جو دلفقد خشیت علی نفسی کے معنی میں مرزا صاحب کی تقلید کرتے ہوئے جو تحریف کی ہے وہ محض خود غرضی پر مبنی ہے درود حدیث کے الفاظ میں نہ شیطانی مکر کا ذکر نہ نفسانی دہوکہ کا بیان حاشا وکلا یہ دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا ہو۔

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ درقریبی نازل سے آپ کو یہ پتہ چلا کہ درحقیقت یہ فرشتہ تھا نہ شیطانی مکر یہ بھی سراسر افتراء اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور تکذیب ہے تعجب ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کی ہدایت کے لیے قیامت تک کے لیے منتخب فرمایا اور جبرئیل کو بھیج کر قرآن اس پر اتارا جائے اس کو تو پتہ نہ چلے کہ میں رسول ہوں اور یہ جبرئیل ہے اور یہ قرآن ہے اور ایک نصرانی کو پتہ چلی جائے اور اس کے کہنے سے حقیقت حال کا آپ کو علم ہو مختار مدعا علیہ کے اس افتراء اور خواہش نفسانی کا بھی حدیث میں کوئی وجود نہیں ہے۔

لیکن غصہ تو یہ ہے کہ بقول مختار مدعا علیہ درقریب نازل کے بیان سے حقیقت حال معلوم ہو جانے کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرأت الہی کے ایک ایسے عرصہ میں پھر اسی شک اور تردد میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ حبیب جبرئیل نے بار بار آکر کہا یا محمد انک رسول اللہ تھا کہ اے محمد آپ وحی اللہ کے رسول ہیں تو آپ کو یقین آیا۔

ان افتراءات کے بعد مختار مدعا علیہ نے یہ اصول وضع کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنی نبوت کی صحت کا یقین اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک بارش کی طرح ان پر وحی نہ ہو۔

اب ہم حدیث کا بقدر ضرورت اصل مطلب بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا قطعاً اور یقیناً علم ہو گیا تھا نہ شیطانی مکر کا اندیشہ تھا نہ نفسانی دہوکہ کا اندیشہ کیونکہ اس بارہ میں مرزا صاحب نے جو فرمایا ہے کہ وحی الہی بڑی قوت اور زور اور تاثیر اور لذت اور چمکتے ہوئے بے بہرے سے اس طرح نازل ہوتی ہے کہ مورد وحی کو یقین اور اطمینان سے بھر دیتی ہے اور وہ شک کو کفر سمجھتا ہے یہ بالکل درست ہے جس کو اللہ تعالیٰ نبی بنا کر جبرئیل کے ذریعہ

یعنی درقہ بن نوفل نے کہا کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جس وقت تیری قوم تجھے نکال دے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ مجھے گھر سے بھی نکال دیں گے تو اس نے کہا کہ جو کوئی تیری طرح (نبوت) لے کر آیا اس سے دشمنی کی گئی ہے اگر مجھے وہ دن مل گیا تو میں آپ کی پوری مدد کروں گا۔ اور اس مکالمہ سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خیال دل میں لے کر گئے تھے وہ یقیناً نبوت تھا جس پر اس نے کہا کہ جو شخص تیری مانند لے کر آیا اس کے ساتھ عداوت ہو اسی کرتی ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں معاذ اللہ کوئی نفسانی یا شیطانی دوسرہ ہوتا تو اس کلام میں اس کا ضرور کوئی ذکر ہوتا لیکن یہاں جو ذکر ہوا اس میں سے سراسر اس خیال کا عیاں ہے کہ خلاف یقین اور ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ ملتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اندیشہ ہوا اس کی صحیح تعبیر جو ہم نے کی وہ سراسر شان نبوت کے مطابق ہے اور اس قسم کا خوف اہل اندیشہ حضرات انبیاء عظیم السلام کو ہونا ایک طبعی امر ہے جس سے شان نبوت میں کوئی قدر لازم نہیں آتی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ جو قرآن کریم میں وارد ہوا جب کہ ان پر پہلے پہل تجلی رب العالمین ہو کر ان کو نبوت سے مشرف کیا گیا تو بھی اندیشہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا اور عطا کو دفعہ سانپ بنا ہوا دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے اور بھاگ نکلے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فلسا دہا تھتھزکا نہا حاکان دلی مد بداد لہ یعقب یا موسیٰ اقبل دلا تحف انڈ من الامنین پس یہ طبعی خوف تھا جو دفعہ اہل پہلی بار ایک غیر مالوف واقعہ سے پیش آیا اور موسیٰ علیہ السلام بھاگ کھڑے ہوئے اور مکر بھی نہ دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ لوٹ آ اور مت ڈر تو امن والوں سے ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر تمہیں ٹل کے بیچنے سے جو انتہائی بھائی مشقت اٹھائی جو موسیٰ علیہ السلام کو پیش نہ آئی تھی اور اس وجہ سے دفعہ خشیت علی نفسی فرمایا ہو تو اس سے موسیٰ علیہ السلام کے برخلاف بدگمانی اور شیطانی فکر اور نفسانی دھوکہ پر محمول کرنا بالکل شرارت ہے دوسری وجہ خشیت علی نفسی کی جو وجہ ہم نے بیان کی وہ بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اسی جگہ قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے۔ معجزہ عطا اللہ یہ معجزہ کے عطا کرنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان دو نشانوں کے ساتھ فرعون اور فرعونوں کی طرف جاؤ تو باوجود معجزات حضرت موسیٰ علیہ السلام حرمین کرتے ہیں کہ چونکہ میں نے ان کا ایک آدمی نہ دیا تھا مجھے ڈر ہے کہ مجھے قتل نہ کر دیں۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے بلعد تسلی فرمایا کہ ہرگز نہیں تم اور تمہارے تابعین غالب ہوں گے پس جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجود معجزات کے فرعون کی ایذا قتل و حیرہ کا اندیشہ ظاہر کیا تو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی تیار سازی کے اندیشہ سے دفعہ خشیت علی نفسی فرمایا ہے تو اس کو کیوں کسی غلط عمل پر عمل کیا جائے بلکہ آپ کا خشیت علی نفسی فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا کامل یقین ہو گیا تھا اور ان باتوں کو جو آپ کو اسی منصب کی ادائیگی میں قوم کے سامنے اور ارباب رسائی کی قسم سے پیش آنے والی تھیں مد نظر رکھ کر دفعہ خشیت علی نفسی فرمایا جس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دی اور بنی القاضی آپ نے تسلی دی وہ بھی اسی امر کا صاف قرینہ ہے جو ہم نے

بیان کیا باقی رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدرت الہی یعنی زمانہ النقاء میں پہاڑ پر جلنا اور بے جینی وغیرہ جو معمر کی روایت میں ہے بخدا ہی نے اس کو با اسناد بیان نہیں کیا بلکہ حسب تصریح مخرج حدیث حافظ ابن حجر اور قسطلانی وغیرہ یہ بلاغات زہری میں سے ہے اور موصول نہیں ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حالانکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ کو ذکر کیا گیا ہے جو بغیر تصریح آپ کے قابل تسلیم نہیں اور آپ کی تصریح نادر و مہذب جتنا واقعہ یعنی شجاعت سے تعلق رکھتا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے نہ آنے سے بے جینی اور کرب تھا اور اشتیاق بے حد زیادہ تھا جس کی وجہ سے آپ انہی پہاڑوں پر تشریف لے جاتے تھے تاکہ پھر وہی لذت نزول وحی حاصل ہو پس یہ تو ایک یقین دلیل اس امر کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کا کوئی خطرہ مگر شیطانی اور دھوکہ نفسانی کا نہ تھا بیساکہ مختار مدعا علیہ کا خیال فاسد ہے اگر اس قسم کا خطرہ آپ کے قلب مقدس میں ہوتا تو آپ اس خطرہ کے مقام میں ہمارا کیوں جاتے خطرہ کے مقام سے تو انسان بھاگتا ہے نہ کہ اس کی طرف دوڑتا ہے۔

بیان مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ کا وہ اصول جو اس نے بڑے تکلف اور تحریف کر کے مسدود صاحب کی تقلید میں ایجاد کیا ہے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کا ہدیہی طور پر ابطال ہوتا ہے اور درحقیقت اس حدیث میں جس کو اس نے اپنی دستاویز بنایا ہے یہ غیث مضمون نہیں ہے لیکن میں کہتا ہوں بنسری محال اگر اس میں یہ مضمون بھی ہوتا تو بھی مرزا صاحب کے اصول کے مطابق یہ لازم تھا کہ اس حدیث کو ردی کی کوکری میں مختار مدعا علیہ اور مرزا صاحب پھینک دیتے کیونکہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے اور تکذیب بھی ایسی صاف جیساکہ آفتاب نیمروز اور جب کہ مرزا صاحب اپنے الہام کے مخالف جو حدیث ہو اس کو ردی میں ڈال دیتے ہیں تو قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت اور صداقت کے برخلاف حدیث کو کیوں ردی میں پھینکا بلکہ اس کو ایک اصل اصول قرار دیا اور نہایت تکلف اور انتہائی تکلف سے اپنی مطلب برآری کی تاکہ مرزا صاحب کی ذات سے وہ اٹل اعتراض دور ہو سکے جو مختار مدعا علیہ نے کیا لیکن ایں خیال است و محال است و جنہوں وہ اعتراض ہر گردغ نہیں ہو سکتا کیونکہ دنیا میں کوئی نبی ایسا نہیں گذرے کہ جس نے پندرہ بیس سال مامور من اللہ ہو کر دعویٰ نبوت کا انکار کیا ہو بلکہ اس دعویٰ کو کفر قرار دیا ہو اور بیس برس کے بعد اسی کفر کو ایمان اور ایمان کو کفر قرار دیا ہو۔ وان فی ذلک لعبرة لا ولی الا للباب۔

قول مختار مدعا علیہ دیکھنا چاہیے کہ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے کس حکمت سے آہستہ آہستہ آپ کو تبلیغ کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے پھر اس آہستہ آہستہ تبلیغ کی آگے کچھ تفصیل کی ہے۔

یہ بالکل بحث سے غیر متعلق ہے کیونکہ بحث مرزا صاحب کے خام تدریجی دعویٰ میں جس کی کیفیت اوپر مذکور ہوئی ہے تدریجی تبلیغ میں بحث نہیں ہے۔ لیکن تدریجی تبلیغ سے تدریجی دعویٰ کا نتیجہ اخذ کرنا جیسا کہ مختار مدعا علیہ نے کیا ہے اور کہا ہے مذکورہ بالا ترتیب سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے تدریجی طور پر اپنے رسول سے اپنا دعویٰ لوگوں تک پہنچانے کے لیے ارشاد فرمایا اس کی خوش فہمی ہے یا مریخ مغالطہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے مرزا صاحب کی طرح یہ فرمایا تھا کہ بیس سال رسالت کا دعویٰ نہ کرو اور محدثیت کا دعویٰ کرو اور دعویٰ نبوت کو کفر کو اور بیس سال کے بعد جو دعویٰ نبوت کرو اور جو نہ مانے اس کو کافر قرار دویا پہلے آدم سے نبی بنو پھر تمام نبی بن جاؤ۔

مختار مدعا علیہ نے اس کے بعد بعض حدیثیں پیش کی ہیں کہ پہلے آپ نے فرمایا کہ مجھے موسیٰ پر بڑائی نہ دو پھر فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کتے اور آپ نے خاتم النبیین ہونے کا دعویٰ کیا اور فرمایا کہ مجھے حضرت یونس سے افضل نہ کہو پھر تمام اولین و آخرین کا سر ہار ہونے کا دعویٰ کیا۔ جواباً گزارش ہے کہ یہ چیزیں مختار مدعا علیہ کے تدریجی دعویٰ مرزا صاحب کو ثابت نہیں کرتیں اور نہ آپ نے کوئی ایسا دعویٰ کیا جس کو پہلے کفر قرار دیا ہو۔

یونس علیہ السلام پر فضیلت نہ دو کا حکم محض بطور تواضع کے تھا اور اس تعلیم کے لیے کہ مجھے بھی کہیں بعد میں عیسے علیہ السلام کی طرح غلو سے شان جمودیت اور نبوت سے بڑھایا نہ جائے اور تاکہ یونس علیہ السلام کے اس موافقہ الہی کی وجہ سے جو معمولی کے پیٹ میں جانے کی شکل میں جو ان کی تحقیر کا خیال غلط فہمی سے کسی کے دل میں نہ آنے پائے اس لیے فرمایا کہ نفس نبوت کے لحاظ سے ہم دونوں یکساں ہیں یہ مطلب نہیں کہ پہلے آپ یونس علیہ السلام سے شان میں کم ہونے کے مدعی تھے بعد میں زیادہ کے مدعی بنے۔

موسیٰ علیہ السلام کا ایک خاص واقعہ ذکر کے فرمایا کہ مجھے ان پر فضیلت مت دو یعنی اس خاص واقعہ مذکورہ میں ان کو فضیلت بڑی حاصل ہے اور دوسری حدیث میں اپنی فضیلت کلی کا بیان ہے اور یہ امر مسلم قرطبی کے مفسرین کو فاضل پر فضیلت بڑی ہو سکتی ہے پس کوئی نیا دعویٰ نہیں۔

خاتم النبیین آپ امتداد نبوت سے تھے لیکن آپ نے فرمایا ہے کہ میں اللہ کے نزدیک اس وقت خاتم النبیین تھا جب کہ آدم علیہ السلام اپنی منیٰ میں تھے البتہ اس کے قرآن میں نزول کا وقت مسئلہ متنبیٰ کے ابطال کے موقعہ پر علم الہی میں تھا۔ کیا آپ نے کبھی خاتم النبیین ہونے سے انکار کیا تھا اور اپنے خاتم النبیین ہونے کو کفر قرار دیا تھا تاکہ مرزا صاحب کے استدراجات پر اس سے دلیل پکڑی جاوے غرض مختار مدعا علیہ کی یہ سب غیر متعلق اصعبہ ربط باتیں ہیں جن کو استدلال کے مقام میں پیش کرنا کم فہمی ہے مختار مدعا علیہ کا اعتراض

ان سے دفع نہیں ہو سکتا۔

مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے دعاوی مختلف اور متناقضہ کی توہینہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-
 براہین احمدیہ میں آپ کو مثیل مسیح ہونے کا الہام ہو چکا تھا اور چونکہ آپ پر وفات مسیح کا مسئلہ منکشف نہ ہوا
 تھا اس لیے آپ نے لکھ دیا کہ مسیح علیہ السلام زندہ ہیں۔

اور چونکہ نبی اور رسول کے معنی یہ سمجھے جلتے تھے جو نئی شریعت لائے یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ
 کرے اور آپ پر نبی و رسول کی تعریف صادق نہ آتی تھی اس لیے اپنے آپ کو محدث کہتے رہے۔
 لیکن جب آپ پر وفات مسیح کی حقیقت کا انکشاف ہوا اور معنی نبوت بھی بتلائے گئے جو آپ پر
 صادق آتے تھے تو آپ نے کہہ دیا کہ حضرت یحییٰ فوت ہو گئے اور میں محدث نہیں بلکہ نبی اور رسول
 ہوں۔

الجواب بارہ برس تک تو آپ پر قرآن اور الہام سے اور احادیث و اجماع سے یہ ثابت ہوتا رہا کہ حضرت
 یحییٰ زندہ ہیں اور وہ مسیح موعود ہیں اور مثیل مسیح آپ جیسا کہ ہم در عقیدہ حیات مسیح شرک عظیم ہے "کی بحث کے
 جواب میں ثابت کر آئے ہیں جب دیکھا کہ مرید مہمل تک معتقد ہو چکے ہیں کہ بات مان جائیں گے تو کہہ دیا کہ مجھے
 الہام ہو گیا ہے کہ مسیح ابن مریم رسول فوت ہو چکا ہے اور ہم مثیل مسیح نہیں بلکہ مسیح موعود ہیں غرض پہلے عقیدہ
 کا نقیض عقیدہ شائع کیا۔

اور بقول مختار مدعا علیہ جب کہ در حقیقت مسیح "فوت ہو چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور رسول مرزا
 صاحب کو مسلمانوں کے غلط اور مشرکانہ عقیدہ سے کیوں نہ روکا کیا اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کو بارہ برس تک مشرک بنا کر رکھا
 کوئی پر لطف مشغلہ تھا اور محکم لایناں عہدہ سی الظالمین یعنی ظالم مشرک کو نبوت نہیں مل سکتی اللہ تعالیٰ
 کو یہ منظور تھا کہ مرزا صاحب کے ابطال نبوت پر دلیل قائم کرنے کے بعد اس کو نبوت دیوے خلع کے فعل میں یہ
 تناقض کیونکر جائز ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی شان ایسے اقوال اور افعال متناقضہ سے ارفع اور بلند ہے لہذا ثابت
 ہوا کہ مختار مدعا علیہ کی توہینہ باطل اور مختار مدعیہ کا اعتراض درست ہے۔

اسی طرح یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرے اور قہیں کھا کھا کر کہے کہ میں عیسیٰ
 نبی ہوں جو نبی نبی ہوں صرف محدث ہوں اور یہ بھی کہے کہ محدث نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا
 ہے اور جو دعویٰ نبوت کرے وہ کافر اور خارج از اسلام ہے پندرہ بیس سال کا عرصہ دراز وہ یہی کہتا رہے لیکن
 اتنے سال گزرنے کے بعد وہ یہ کہہ دے کہ میں چونکہ یہ نہیں جانتا تھا کہ نبی کس کو کہتے ہیں اس لیے میں نبوت کے
 دعویٰ سے انکار کرتا رہا ہوں ورنہ میں تو بیس سال سے نبی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلے سے نبی بنا رکھا تھا

میں محدث نہیں تھا اور نہ دروازہ نبوت بند تھا بلکہ وہ صاف چوڑا کھلا تھا عقل اور شرع ہرگز یہ بار نہیں کر سکتی کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو نبی بنا دے جو یہ بھی نہیں جانتا کہ نبوت کیا چیز ہے خدا نے تو اس کو نبی بنایا ہے لیکن وہ کھٹکا کہ میں دعویٰ نبوت کروں تو کافر ہوتا ہوں بلکہ میں تو محدث ہوں اور نہ عقل یہ بار کر سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو نبی بنا کر اس کو نبوت کا مفہوم بھی بیس مال تک نہ سمجھائے لہذا مختار مدعا علیہ کی یہ توجہ بالکل لغو اور باطل ہے اور مختار مدعیہ کا اعتراض بالکل درست ہے کہ مرزا صاحب مریدوں کی برداشت کے مطابق آگے آگے قدم بڑھائے چلے گئے مرزا صاحب بقول خود پہلے اپنی نبوت کا انکار کر کے کافر ہوئے اور چونکہ کافر نبی نہیں ہو سکتا۔ بحکم لایزال عہدی الظالمین اس لیے دوبارہ دعویٰ نبوت کر کے ذلیل کافر ہوئے اور تمام امت سیدالابرار کی تکفیر کے مثلث کافر ہوئے۔

گواہان مدعیہ کی شہادتیں

اس ہیڈنگ کے تحت (۱) نمبر نقل کر کے مدعیہ کی گواہوں کو ناقابل اعتبار ثابت کرنے کی لا حاصل سہی کی ہے جن کا خلاصہ کل چار امور ہیں۔

- (۱) مولویوں کی شہادت معتبر نہیں۔
- (۲) بعض بزرگ خود تعارضات و کذب بیانی
- (۳) ان علماء پر خود فتویٰ کفر ہے لہذا علماء اسلام ہوں۔
- (۴) ان کے خلاف خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت موجود ہے مگر میں مختار مدعا علیہ کے قائم کردہ قانونی نمبروں پر اسی ترتیب سے بحث کرتا ہوں تاکہ عدالت عالیہ کو مختار مدعا علیہ کا مغالطہ تفصیلاً معلوم ہو جائے۔ گواہان مدعیہ کی عدم قبول شہادت کے وجوہات۔

وجہ اول۔ خلاصہ۔

- (۱) گواہان مدعیہ مرزا صاحب اور ان کی جماعت سے اظہارِ بغض و عناد کرتے رہے اور ان پر حکم کفر و ارتداد لگایا حالانکہ یہ عدالت کا حق تھا ان کا۔
- (۲) ہادیہ مجددیہ سے مبسوط میں ہے کہ امام مالکؒ یہ مذہب ہے کہ مخالف علماء کی شہادت قبول کرنا جائز نہیں۔

(۳) مخالف علماء کی شہادت فاضل حج مدرا اس ہائی کورٹ احمادیوں کے خلاف مقدمہ مندرجہ عنوان ذیل میں

قبول نہیں کی اور پھر انڈین کیسز سے وہ حوالہ اور کچھ عبارت نقل کی۔

(الجواب)

(۱) اگر مورہ متنازعہ جس کے واسطے شاہد پیش ہوئے تھے اُس کے سوا کوئی اور وہ عناد ذاتی عداوت پہلے کی مقدمہ بازی کوئی اور دوسری رنجش نکل آئی تو ضرور اس سے ان شاہدوں اور ان کی شہادت پر زد آتی مگر جب کہ یہ شاہد صرف مرزا صاحب اور ان کی جماعت کا کفر و ارتداد قرآن و حدیث و اقوال سلف سے ثابت کرنے کے واسطے پیش ہوئے ہیں پس انکا ان دلائل کو مرزا صاحب اور ان کے متبعین پر منطبق کر کے کفر و ارتداد کا نتیجہ نکالنا نہ عدالت کے اختیارات میں مداخلت ہے نہ ان کا کسی سے بغض عناد کا اظہار ہے جو ان کی شہادت کو خراب کر سکے۔

مخلاف مرزا صاحب کی جماعت کے کہ ان کا شیوہ - ہی حسد و عناد ہے اس کے واسطے تو مرزا صاحب کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہوا اشتہار لمحۃ شہادت القرآن صفحہ ۲۴۳ پر سے اپنی جماعت کا ذکر کر کے کہتے ہیں۔

انجی مکرم تا ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے کوئی خاص اہلیت اور شخصیت ادا پاک دلی اور پرہیزگاری اور لٹری محبت باہمی پیدا نہیں کی میں (مرزا صاحب) دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بردار نہیں اور ناکارہ باتوں کی جیسے ایک دوسرے پر لگے ہوئے ہیں بلکہ بسا اوقات گایاں تک نوبت پہنچتی ہے اور دونوں میں کینے پیدا کرتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔

د اشتہار لمحۃ شہادۃ القرآن صفحہ ۲۴

بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی شہتے اس کی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ شخص اس کو اٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اٹھتا چارپائی کو الٹا دیتا ہے اور اس کو نیچے گرا دیتا ہے پھر دوسرے بھی فرق نہیں کرتا اور وہ اس کو گندی گایاں دیتا ہے اور تمام سخاوت نکالتا ہے یہ حالات ہیں جو میں اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں تو دل کباب ہوتا اور چلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اگر میں دندوں میں رہوں تو انسان آدم سے اچھا ہے۔

د اشتہار لمحۃ شہادۃ القرآن صفحہ ۲۴

پس گواہان مدعیہ کا تو بغض و عناد ثابت نہ ہوا مگر گواہان مدعا علیہ کا بے اعتبار ہونا ضرور

ثابت ہے۔

نیز ان کی شہادت جماعت احمدیہ یا اُس کے کسی ممبر کے حق میں اس لیے قبول نہیں کر ان کے یہ گواہ ایک ممبر ہیں۔ اور غیر احمدیوں کے خلاف اس لیے اسے وقعت نہیں کہ ان کا فرض ہے کہ ساری دنیا کو دشمن سمجھیں جب تک کوئی

احمدی نہ ہو جائے گو کتاب ہی ہمدرد ہو۔ ملاحظہ ہو خطبہ۔

(خلیفہ محمد صاحب بحوالہ سابق)

لہذا ان گواہوں کی شہادت محض ناقابل التفات ہے۔
باقی ہدیہ مجددیہ کا حوالہ۔

(۱) اولاً ہدیہ مجددیہ کوئی مسلم کتاب ہی نہیں نہ حرج میں مطالعہ پر پیش کر کے نہ مصنف کا نام بتا کر نہ اب تک اس کے مسلک سے واقفیت۔

(۲) دوسرے اس میں جو مبسوط کا حوالہ ہے اُسے گواہ مدعا علیہ نے دیکھا ہے نہ واقفیت ہے نہ یہ پتہ کس میں یہ عبارت ہے بھی یا نہیں۔

(۳) دوسری کتب فقہ میں امام مالک سے اس کے خلاف روایات موجود ہیں اور علماء کتب شہادتوں کو غیر اہل علم پر راجع مانتے ہیں۔

(۴) یہ عقلاً بھی غیر معقول ہے کہ بلا استثناء تمام علماء کی شہادت نامقبول ہو پھر تو شہادت کے لیے جہات کی بھی ایک شرط لگا دینی ہوگی اور صرف پتہ مال کی شہادت قبول ہو کرے گی۔

(۵) یہ حکم صریح قرآن کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہاں علماء کے مدارج، علماء کا تذکرہ اور انہیں کو صرف خدا کا خوف خشیت رکھنے والا قرار دیا گیا ہے۔

یرفع الله الذین آمنوا منکم تا والذین ادتوا العلم درجات .

(قرآن حکیم) انما یجتبی الله من عباده العلماء (قرآن حکیم)

(۴) احادیث کے بھی خلاف ہے فضل العالم علی العابد کفضل علی ادنا کہ۔ عالم کی ماہر پر فضیلت ہے جو میری تم میں ادنیٰ پر۔

(۵) اگر امام مالک کے زمانہ کے علماء مراد ہوں تو یہ بھی غلط ہے زمانہ تابعین اور نص حدیث خیر القرون ہے اس زمانہ کے علماء کو مصابیح الہندی مستقل ہدایت قرار دیا گیا ہے۔

(۶) اور اگر نسیم بھی کر لیا جائے تو بھی نہ فریق مدعیہ مالکی نہ عدالت نہ مدعا علیہ پس یہ محنت کس پر ہوگا اور اگر صرف مسلمان اہل علم کسی جماعت کا ہونا محنت کے لیے کافی ہے تو محمد علی صاحب ایم اے باوجود احمدی ہونے کے فریق مدعا علیہ کو کیوں مسلم نہیں۔

غرض یہ حوالہ کوئی بھی مدعیہ کے گواہوں کی شہادت کو ناقابل اعتبار نہیں ثابت کر سکتا مفصل اصل بحث و جمعہ گواہان مدعا علیہ میں موجود ہے۔

(۳) یہ مدراس ہائی کورٹ کی نظیر مقدمہ زیر سماعت سے بوجہ ذیل غیر متعلق ہے۔

(۱) یہ عدالت فوجداری کی ہے اور عدالت فوجداری کا فیصلہ عدالت دیوانی میں بطور حجت کے صرف برائیت یا سزا یا بی ثبات کرنے کے لیے پڑھا جاسکتا ہے۔ سوائے اس کے اور کسی کام کے لیے نہیں پڑھا جاسکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو دلائل و وجوہ اور شہادت اُس فوجداری کے مقدمہ میں جوتی ہیں وہ دیوانی کے مقدمہ میں غیر متعلق سمجھی جاتی ہیں۔

(۲) جو فیصلہ عدالت فوجداری میں ہوتا ہے وہ مابین سرکار قیصر ہند اور ملزم کے ہوتا ہے۔ اور عدالت دیوانی میں سرکار فریق نہیں جوتی اس لیے عدالت فوجداری کا فیصلہ درمیان ایک ہی فریق کے ہونا پایا نہیں جاتا نہ حجت میں پیش ہو سکتا ہے۔

(۳) جو تفتیحات عدالت فوجداری کے سامنے جوتی ہیں اور جو طریقہ ان کے ثبات کرنے اور ان پر حکم کرنے کا ضابطہ فوجداری میں ہے وہ عدالت دیوانی کے سامنے نہیں ہوتا ہے عدالت دیوانی کے سامنے تفتیحات بھی دوسری قسم کی جوتی ہیں۔ اور طریقہ تصفیہ تفتیحات بھی ضابطہ دیوانی کے مطابق ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر گزارش ہے ایک شخص نے عدالت فوجداری میں دوسرے شخص پر چوری کا دعویٰ کیا اور وہ دعویٰ خارج ہو گیا۔ اب اگر وہ دوسرا شخص عدالت دیوانی میں پہلے شخص پر چوری کی ناشکر کے کچھ دسول کرنا چاہے تو اس کو عدالت دیوانی میں پوری شہادت اس بات کی پیش کرنا پڑے گی کہ جو دعویٰ اس کے خلاف پہلے شخص نے کیا تھا وہ جھوٹا تھا فیصلہ سے صرف اس کی برائیت ثابت ہوگی یہ ہرگز نہیں ثابت ہو سکتا۔ کہ پہلے شخص کا دعویٰ جھوٹا تھا۔

ملاحظہ ہو قانون شہادت امیر علی طبعہ ۱۹۳۱ء صفحہ ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ لہذا یہ نظیر بالکل غیر متعلق اور گواہان مدعیہ پر کسی طرح اثر انداز نہیں۔

وجہ دوم۔

گواہان مدعیہ کے بیانات اصول مسائل میں ایک دوسرے سے متناقض ہیں۔
خلاصہ۔

متناقض نمبر (۱)

گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۹ اگست بحواب جرح کہا کہ عیسیٰ کو ہم پہلے نبی مانتے ہیں اس کے سوا جو دجی ہے وہ دجی نبوت نہیں ہے لفظ دجی کا اس پر اطلاق ہوگا۔ اس کے خلاف گواہ مدعیہ ۳ نے ۳۱ اگست بحواب جرح کہا دجی نبوت نہیں آئے گی نہ کسی نے پروردگار نے پر۔

الجواب

یہ تناقض کوئی نہیں۔ صرف مختار مدعا علیہ کی غلط فہمی سے پیدا ہو گیا اس نے غالباً، اس کے سوا کے لفظ سے جملہ کو علیحدہ مانا اور لفظ سوا سے عیسیٰ کی وحی کے سوا سبھا سالا نکمہ وہاں اس سے قبل وحی کا ذکر تک نہیں ہے بلکہ صرف پیٹلے کے نبی ہونے کا ذکر ہے۔ لفظ اس کے سوا کے معنی بغیر اس کے نہیں اور اس سے وہ وحی مراد ہے جس کو وحی نبوت قرار نہیں دیا بلکہ صرف اطلاق لفظ وحی اس پر بتایا ہے وہی عیسیٰ والی وحی ہے۔ کل پہلے قول کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ کو ہم پہلے نبی مانتے ہیں سوا اس کے یعنی بغیر اس کے کہ جو ان پر وحی ہو وہ وحی نبوت ہو (بلکہ لفظ وحی کا (صرف) اس پر اطلاق ہوگا۔ لہذا گواہ نمبر ۳ کا مطلب اور اس کی عبارت بالکل صاف ہے کہ پیٹلے پہلے نبی تو ہیں مگر ان کی وحی نبوت نہیں اور بعض احادیث میں جو اس کی نسبت لفظ وحی ہے وہ صرف لفظ وحی کا مجازاً اطلاق کیا گیا ہے ورنہ وہ دراصل بمعنی الہام ہے جیسا کہ وحی کے بیان اور نیز اسی جرح میں مصرح ہے اور یہی گواہ ۴ بھی کہہ رہا ہے کہ وحی نبوت کسی پر نہ آئے گی نہ کسی شخص پر نہ پرانے پر۔ دونوں انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی نبوت کا مطلقاً انسداد فرما رہے ہیں۔ پس تعارض کب ہے نہ آپس میں تعارض ہے نہ بیانات سے کہ یہ مختار مدعا علیہ نے لفظ اس کے سوا کے غلط معنے کر تعارض کا مغالطہ دے دیا ہے ورنہ یہاں تعارض کا شبہ تک نہیں۔

تناقض نمبر (۲)

گواہ مدعیہ ۱ نے ۱۲ اگست بجواب جرح تسلیم کیا کہ ”مسیح پر اگر کوئی جبرئیل کے نزول کا قائل ہو تو اس کو کافر نہیں کہا جاسکتا اور پھر چچ انکار مہ کی عبارت کی تردید نہیں کرتا۔ اس کے خلاف گواہ مدعیہ ۳ نے ۱۲ اگست کو کہا کہ جبرئیل وحی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص پر نازل نہیں ہو سکتے۔ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت ان پر جبرئیل علیہ السلام نہ آئیں گے۔

الجواب

اس میں بھی تناقض کا کوئی احتمال تک نہیں جو عقیدہ گواہ ۳ نے بیان کیا بیعت نہ ہی گواہ ۱ کا ہی عقیدہ ہے جیسا کہ اس کے بیانات و جرح سے مصرح ہے۔ البتہ مختار مدعا علیہ نے اس کی جرح کا جو ٹکڑا نقل کیا ہے اس سے وہ مغالطہ دے کر اسے گواہ کا عقیدہ قرار دیتا ہے حالانکہ اس میں وہ عقیدہ نہیں بتا رہے بلکہ یہ مسئلہ بتا رہے ہیں کہ اگر کوئی پیٹلے پر نزول جبرئیل کا قائل ہو تو صرف اس وجہ سے وہ کافر نہ ہوگا (یہ نہیں کہ میں نزول جبرئیل کا قائل ہوں) کیونکہ لفظ وحی کا مجازاً واضح حدیثوں میں آئی ہے لہذا اس مغالطہ سے وہ معذور ہے اور اس اشتباہ کی وجہ سے

دہ ضروریات دین کے ان قطعی شعبوں سے نہ رہا جن کا منکر کافر ہو جائے۔ جب تک دوسرے قرآن متین مراد کے نہ ہوں۔

اس کمزوری اور مثبت مرعہ نہ ہونے کا احساس مختار مدعا علیہ کو یہی ہوا کہ اس سے تو عقیدہ ثابت نہ ہوگا بلکہ یہ تو دوسرے کے متعلق فتویٰ بتا رہے ہیں۔ لہذا مکمل مغالطہ کے لیے فوراً یہ اضافہ کیا کہ۔
جج اکرامہ کی عبارت ظاہر است تا نئے کفر کی تردید نہیں کرتا الخ

دیاں تو تردید و تسلیم کا سوال ہی نہیں۔ صرف اس کتاب میں ہونے کا سوال ہے اور اسی کا اقرار نہ اس کی تسلیم کا سوال بخلاف تردید کا نہ۔ ال جو لکھا خاکہ نگہ فرما صاحب پبلے سے معلوم ہے کہ ہمارے مسلم نہیں پھر ہم پر ان کا قول میں حجت ہو سکتا ہے۔ البتہ اصل جرح سے مقابلہ فرمانے والے تسلیم و تردید کا کوئی سوال نہیں اور نہ گواہ نے اسے تسلیم کیا نہ اسے اپنا مقصد قرار دیا بلکہ اس کے خلاف جرح اور اس کے بیان میں تصریح ہے۔ پس ہر دو گواہوں کا عقیدہ ایک ہی ہوا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزول پیریل نہ ہوگا۔ اب ان کا نہ ماننے والا کافر ہوگا یا نہ یہ اور بحث ہے جیسا کہ بیان وحی میں گزر چکا۔

تناقض نمبر (۳)

گواہ مدعیہ میں نے بیان میں لکھا ہوا ہے کہ کتب لغت میں سے کوئی حوالہ ایسا نہیں ملتا کہ جس سے قطعاً و یقیناً یہ ثابت ہو کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے سوا اور بھی ہو سکتے ہیں پس لغت و قواعد کی رو سے اس کے معنی آخر النبیین ہی کے ہوتے ہیں۔

اس کے خلاف گواہ مدعیہ میں نے ۲۹ اگست بحوالہ جرح تسلیم کیا کہ لغت والوں نے تصریح کی ہے کہ "خاتم" بفتح التاء مہر کے معنوں میں بھی آتا ہے۔

(الجواب نمبر ۳)

عدالت خود ملاحظہ فرمائیے کہ اس تعارض ثابت کرنے میں مختار مدعا علیہ نے کس قدر شرمناک مغالطہ دیا ہے اور صریح غلط بیانی کی ہے۔ گواہ مدعیہ میں تو پورے لفظ خاتم النبیین کے معنی لغت سے صراحتاً صرف آخر النبیین بتاتا ہے اور گواہ مدعیہ میں صرف لفظ خاتم مفرد کے معنی مہر کے بھی بتاتا ہے اس میں تعارض کب ہے ہاں دونوں لفظ خاتم مفرد کے معنی بتاتے یا دونوں اسی لفظ خاتم النبیین کے معنی مختلف بتاتے تو تناقض بھی ہو سکتا تھا۔ یہاں پہلے قول کا موضوع اور ہے اور دوسرے قول کا اور ایک مضاف اور مخصوص لفظ کے معنی بتاتا ہے۔

دوسرا مفروضہ کے اس اختلاف موضوع کے بعد تناقض کہاں رہا۔ تناقض کے واسطے آٹھ شرطیں ہیں۔ جن میں وحدت موضوع بھی ہے۔

در تناقض ہشت وحدت شرط دان وحدت موضوع و محمول و امکان
وحدت شرط و اضافت جزو کل قوت و فعل است در آخر زمان

یہاں نہ وحدت موضوع نہ وحدت محمول نہ وحدت شرط پھر تناقض کیا۔

علاوہ اس کے مختار مدعا علیہ نے گواہ مدعیہ سے کے الفاظ بھی غلط نقل کئے ہیں۔ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ دو لغت میں خاتم یعنی مہر و آخر دونوں معنوں میں ہے۔
اس کے الفاظ بدل کر غلط بیانی کی در نہ کوئی شبہ ہی نہیں تھا۔

تناقض نمبر (۴)

گواہ مدعیہ الف دب کا بیان ہے کہ وہی نہیں ہو سکتی اس لیے کہ نبوت نہیں کیونکہ وہی لازم نبوت ہے اس کے خلاف گواہ مدعیہ سے نے نجواب جرح ۲۴ ر اگست تسلیم کیا کہ۔

”و انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق وہی کے دعویٰ کو کفر نہیں کہا جاسکتا۔“

گواہ مدعیہ سے نے ۲۹ ر اگست کو یہ بھی تسلیم کیا کہ۔

”مسیح پر وہی نبوت ہوگی اور اس کے سوا اور وہی ہے وہ وہی نبوت نہیں۔“

پھر گواہ مدعیہ سے نے بحوالہ فتوحات اور سے دس نے کہا کہ۔

”و انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہی ہو سکتی ہے۔“

اور گواہ سے نے کہا کہ

”مسیح علیہ السلام پر غیر تبیینی و تمہیدی ہوگی۔“

(الجواب)

گواہ الف دب و گواہ سے کے قولوں میں کوئی تناقض نہیں۔ محض مفاد ہے کیونکہ فرقی اول یعنی الف دب نے جس وہی کی نفی کی ہے وہ وہی ہے جو لازم نبوت یعنی وہی نبوت نہ مطلق وہی۔ اور گواہ سے صاف انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق وہی کے دعویٰ کو کفر نہ ہوتا بتاتا ہے نہ وہی نبوت کا اگر دونوں مطلق وہی کے نہ ہونے یا دونوں وہی نبوت کے ہونے نہ ہونے میں اختلاف کرتے تو ضرور تناقض ہوتا۔ یہاں تو اقل وہی نبوت کی نفی کرتا ہے اور دوم یعنی گواہ سے مطلق وہی کا ثبات پس کسی طرح بھی تناقض و تعارض کا شائبہ نہیں۔ محض

مغالطہ ہے۔

یوں ہی گواہ مدعیہ ۳ سے ۲۹ اگست کا جو فقرہ نقل کیا ہے کہ مسیح پر دجی نبوت ہوگی اور اس کے سوا الہ۔ یہ محض غلط ہے یہ وہی فقرہ ہے جس کا محل تناقض نمبر ۱۱ میں پیش کر چکا۔ عدالت مختار مدعا علیہ کی اس خیانت کو خود ملاحظہ فرمائے کہ یہ ایک فقرہ تناقض نمبر ۱۱ میں دوسرے الفاظ میں نقل کیا اور پھر اس میں دوسرے الفاظ میں اور بات صرف اس قدر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی تو ہوں گے سوا اس کے کہ ان پر دجی نبوت ہوگی کو اطلاق لفظ دجی مجازاً ہو جیسا کہ مکمل تشریح تناقض نمبر ۱۱ میں کر چکا ہوں اب اس کا کوئی بھی تعارض گواہ مدعیہ نمبر ۳۱۲ سے نہیں رہا۔ کیونکہ وہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دجی نبوت نہیں بتلاتے بلکہ مطلق دجی کا ہو سکتا کہتے ہیں۔ یوں ہی گواہ ۳۱ غیر تبلیغی دجی بتاتا ہے جو بمعنی الہام ہے نہ کہ دجی نبوت جو تبلیغی و حقیقی ہوتی ہے۔ پس گواہوں کے بیانات و جرح اور ایک دوسرے میں ایک ذرہ برابر تعارض نہیں اور ایسے واضح نہیں کہ اگر جواب نہ دیا جائے تو بھی عدالت ملاحظہ کے وقت مختار مدعا علیہ کا مغالطہ سمجھ سکتی ہے۔

تناقض نمبر (۵)

گواہ نمبر ۳۴ م ۲۹ اگست کو بخواب جرح کہا کہ۔
 ”عیسیٰ رسول الہی بنی اسرائیل تھے اور میں نہ پہلے وہ ہماری طرف مبعوث ہوئے تھے نہ اب اور جب انہیں گے تو وہ منصب نبوت پر نہ ہوں گے۔“
 اس کے خلاف گواہ مدعیہ ۳۱ نے ۳۱ اگست کو بخواب جرح کہا کہ۔
 ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ رسول ہوں گے اور ان کے نزول کے وقت جو شخص نہ مانے گا وہ مسلمان نہ ہوگا“

(الجواب نمبر ۵)

گواہ مدعیہ ۳۱ بھی انہیں رسول بنی اسرائیل مانتے ہیں اور ۳۴ بھی۔ مسلوب النبوة و رسالت کوئی بھی نہیں مانتا یہ کہنا یقیناً کفر ہے ہاں منصب نبوت پر کسی کے نزدیک نہیں۔ پس وہ رسول بمعنی اس کے ہیں کہ رسالت سلب نہیں ہوئی اور امتی باعتبار اس موجودہ زمانہ کے بھی جو انہیں پہلے کا رسول نہ مانے یعنی مسلوب النبوة کہتے وہ یقیناً کافر ہوگا۔ مسلمان نہیں جیسا کہ گواہ ۳۱ نے کہا ادب اس امت میں جو انہیں منصب نبوت پر مانے وہ ختم نبوت کے خلاف کہہ رہا ہے اس کے بھی اسلام کا اعتبار نہیں اور نبوت و منصب نبوت یا رسالت و منصب رسالت کا مفصل بیان اسی گواہ مدعیہ ۳۱ نے بوضاحت اپنی شہادت میں خارجی امثلہ و دلائل واضح سے دیا ہے اس کے بعد تناقض

خیال کرنا کھلا ہوا مغالطہ ہے ہرگز کسی قسم کے تعارض کا شائبہ تک نہیں نیز جرح کے نقل الفاظ میں بھی خیانت کی ہے۔
خصوصاً گواہ مدعیہ سے کے اس کے اصل الفاظ یہ ہیں :-

”جب عیسیٰ بن مریم آئیں گے تو جوان کو تسلیم نہ کرے گا وہ
مسلمان نہیں اب بھی اگر اس کو کوئی نہیں مانتا ہم اسے مسلم
نہیں مانتے۔“

یہاں ان کے رسول اور غیر رسول ہونے کا کوئی ذکر نہیں اپنی طرف سے اضافہ کر کے مغالطہ دے دیا ہے۔ اور
جہاں رسول ہونے کا ذکر ہے وہاں یہ الفاظ ہیں کہ -

”رسول ہوں گے ان پر وحی نہ ہوگی“

یہاں ان کے منکر کے کفر و اسلام کا ذکر نہیں بہر حال پیش کردہ الفاظ جرح کے الفاظ نہیں اپنی طرف سے
حاشیہ لگا کر مغالطہ دیا اور تعارض و تناقض ثابت کرنے کی لاف حاصل سعی کی۔ حالانکہ کسی طرح گواہان مدعیہ کی شہادتوں
میں تناقض ثابت نہیں ہو سکتا اور باوجود اس قدر شرمناک حیثیتوں کے مختار مدعا علیہ کوئی ایک بھی تناقض نہ
ثابت کر سکا۔

تناقض نمبر (۶)

گواہ مدعیہ نے ۲۱ اگست کو بحواب جرح کہا کہ -
آیت ماکان لبشر میں جو طرق بیان کئے گئے ہیں وہ امت محمدیہ پر بند ہیں -
اس کے خلاف گواہ مدعیہ نے ۲۹ اگست کو بحواب جرح تسلیم کیا کہ -
”وہ ام موسیٰ و مریم پر وحی ہوئی وہ قرآن کے بیان کردہ تین طرق میں داخل ہے :-
اور گواہ نے ”وہ وحی جو وحی نبوت نہ ہو وہ امت محمدیہ کے افراد کو ہو سکتی ہے جیسا کہ حضرت مریم
اور ام موسیٰ کو ہوئی کیونکہ وہ نبی نہ تھیں۔“
اور یہی وحی گواہ مدعیہ سے کے نزدیک آیت ماکان لبشر کے طرق میں داخل ہے۔ جو گواہ مدعیہ نے کے قول
کے بالکل خلاف ہے۔

(الجواب)

گواہ مدعیہ نے مخصوص اسی آیت کے مذکورہ طرق جو اس میں خصوصیت سے مراد ہیں مراد لیے ہیں اور
ظاہر ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے اور اس میں وحی نبوت مراد ہے پس وحی نبوت کے بطریق

مذکورہ بند ہیں۔ اگر وہی بمعنی الہام ہوگا انہی طرق سے بظاہر کیوں نہیں دیکھیں۔ اس کے واسطے اسی جرح کے مندرجہ ذیل کو پیش ملاحظہ ہوں۔

نمبر ۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہی شرعی کا دروازہ بالکل منقطع ہے۔

(۲) وہی شرعی کسی قسم کی نہیں ہو سکتی کوئی الہام کا نام وہی رکھ لے تو دوسری چیز ہے۔

(۳) وہی بواسطہ فرشتہ وہی جو وہی کا فرشتہ لائے نہیں ہو سکتی۔ (نہ فرشتہ الہام والی)

پس گواہ مدعیہ م نے یہ طرق مذکورہ بہ پیرایہ وہی نبوت امت محمدیہ پر بند بتایا ہے اور گواہ مدعیہ نمبر ۲۲

نے ام موسیٰ وغیرہ پر جو وہی بتائی وہ بعضے الہام بہ پیرایہ وہی الہام ان طرق سے باقی بتائی نہ وہی نبوت بہ پیرایہ وہی نبوت پس کوئی بھی تعارض نہ ہوا۔ وہی نبوت طرق مذکورہ ثلاثہ سے بالاتفاق بند اور وہی الہام بہ طور سے جاری۔

گواہ مدعیہ م کا ہرگز کوئی تعارض و تناقض گواہ مدعیہ م کے ساتھ نہیں یہ اس کے غلط الفاظ نقل کر دیے ہیں اصل جرح کے اس کے الفاظ یہ ہیں بحجوب سوال ادعینا الی ام موسیٰ وغیرہ کہ۔

یہ وہی وہی ہے جسے الہام کہا جاتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ

نے نخل کے لیے کہا ہے یہ الہام انسان کے ساتھ مخصوص نہیں

غیر انسانوں کو بھی ہو سکتا ہے جیسے کہ سورۃ نخل کی اس

آیت سے معلوم ہوتا ہے وادخلی ربک الی الخلد الخ

اب عدالت خود فرمائے کہ گواہ مدعیہ م وہی نبوت بہ پیرایہ وہی نبوت بطرق ثلاثہ مذکورہ بند بتاتا ہے اور

گواہ مدعیہ م وہی بمعنی الہام جو نخل کو بھی ہو سکتی ہے باقی مانا ہے تناقض کہ ہر سے ہو۔

بہر حال یہ تمام مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی یا غلط فہمی یا محض مغالطہ تھا اور نہ بیانات گواہان مدعیہ بالکل

تناقض سے پاک و صاف ہیں کہ کچھ قسم سے مخدوش و مجروح نہیں۔ عدالت خود وہی ملاحظہ فرمائے بخلاف اس کے کہ مختار

مدعا علیہ نے جو تناقض کا اعتراف گواہان مدعا علیہ پر کیا تھا وہ بدستور قائم ہے اور اکثر کا تو جواب میں تذکرہ تک نہیں

تذکرہ کیا کر سکتے۔

گواہ مدعیہ کا خود اپنے بیان سے تعارض

اس سلسلہ میں صرف گواہ م م و م کا حوالہ پیش کیا ہے

گواہ مدعیہ م نے ۲۱ اگست کو بحجوب جرح کہا کہ۔

حدیث م ترک الصلوٰۃ میں امت یہ معنی سمجھتی ہے کہ

کہ کفر کا سا فعل کیا یعنی عمداً نماز کا نادرک امت کے نزدیک کافر نہیں ہوگا۔ اس کے بعد پھر یہ اقرار کیا کہ۔
بعض ائمہ برحق نے عمداً نماز کے نادرک کو کافر قرار دے کر اسے نکاح وغیرہ معاملات کو حرام قرار دیا ہے۔

(الجواب)

اولاً یہ الفاظ جرح نہیں بلکہ قطع و برید و زواریت بامعنی ہے۔ وہاں علیحدہ علیحدہ مندرجہ ذیل فقرات ہیں۔

حدیث من ترک الصلوۃ میں مراکفہ میسا فعل کیا۔

”لیکن ائمہ نے کافر بھی کہا ہے“

کافر کہنے والے بھی امام برحق و مسلمان ہیں ان کے نزدیک
فسخ نکاح بھی ہوگا۔

عدالت خود اصل الفاظ مسل سے ملاحظہ فرمائے۔

اس میں کسی قسم کا تعارض نہیں بلکہ خود مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ الفاظ بھی تسلیم کر کے تقاضی نہیں۔
کیونکہ اگر پہلے قول میں تمام امت یا اجماع کا لفظ ہوتا تو کسی ایک امام برحق کا خلاف اس کے منافی تھا اور
تناقض ہو جاتا وہاں تو صرف امت کا لفظ ہے اور بعض امام کی رائے آگے ہے یہاں تناقض کا شبہ تک نہیں
محض مغالطہ ہے۔

گواہ مدعیہ نمبر ۲

گواہ مدعیہ سٹے اپنے بیان میں ۲۵ اگست کو کہا کہ۔

”مسح نسخہ بروز وغیرہ یہ پانچوں اہم ملاحین آسمانی دینوی میں

کوئی حقیقت نہیں رکھتے“

اور پھر ۲۹ اگست بجواب جرح تسلیم کیا کہ۔

کو نو افردۃ خاصین کے متعلق میرا عقیدہ ہے کہ

مسح ہو گئے تھے۔

مدعیہ کی شہادت مجروح نہیں۔

اصل الفاظ جرح گواہ مدعیہ مٹ وٹ سے ملاحظہ ہوں۔ کہ ان کی کتب کے مطالعہ کو بتایا ہے جس کا شمار بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔

حسام الحرمین وغیرہ

وجہ جہاد م۔

دربار معلیٰ کے فیصلہ کی رو سے علمائے اسلام کی آزاد حاصل کرنی چاہئیں اور یہ گواہ دیوبندی ہیں ان پر حسام الحرمین اور علماء ہند کے کفر کے فتوے ہیں۔

(الجواب)

یہ محض جھوٹ اور غلط ہے گواہ ثالث و ثانی و تیسرے کا تو کوئی بیحد سائق بھی علماء دیوبند سے نہیں اور نہ گواہان مدعا علیہ کسی ایک کو ان کے علاوہ بھی دیوبندی خیال کا ثبات کر سکے صرف گواہ مٹ کو مفتی دیوبند ہونے کی وجہ سے دیوبندی خیال کا بتایا۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ م۔ اب میں اس فتویٰ حسام الحرمین اور اشتہار تین سو علماء کے فتویٰ کی حقیقت پیش کرتا ہوں۔

(۱) اشتہار منسلک مسل عنوان ”وہابیہ دیوبندیہ عقائد والوں کی نسبت تین سو علماء اہل سنت والجماعت کا فتویٰ جس کے معلن محمد ابراہیم بھاگل پوری ہیں۔

(الجواب)

(۱) ادلاً جو ڈیشل اصول پر یہ غیر مصدقہ ہے۔

(۲) یہ دوران مقدمہ میں جعلی تیار کر لیا گیا اسی واسطے اس پر کوئی تاریخ طبع نہیں۔

(۳) مطبع کی ہمارے پاس شہادتیں ہیں۔ عدالت کی طلبی پر پیش کر سکتا ہوں۔ یہ دوران مقدمہ کا ہے۔

(۴) اس میں اکثر فرضی غیر متعارف نام ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کے انتقال کو دس بارہ سال ہو چکے ہیں بعض وہ ہیں جن کی عمر ابھی دس سال سے زائد نہیں۔ طالب علم بتدی ہیں۔

(۵) علماء اہل سنت تین عبدالباقی بھادپوری و رحیم بخش رضوی بھادپوری بھی ہیں جس سے عدالت اس کی حقیقت کا اندازہ فرمائے۔

(۶) اس میں غلام احمد اختر احمدی کے دستخط بھی غلام احمد فریدی کے ساتھ ہیں جس طرح وہ دستخط کیا کرتے ہیں۔

(۷) عبدالمحکم شاہجہانپوری ہے جو بدعتی میں سزایافتہ ہے۔
 (۸) خود شائع کنندہ سے بھی گواہ واقف نہ تھا جب مختار مدعیہ نے اس کی سزایابی کا حوالہ پیش کیا تو کما کر شاید وہی ہو۔

(۹) اس کے حوالہ تقویۃ الایمان وغیرہ اصل کتاب سے جرح میں نہ ثابت کر سکے بلکہ اس میں اس کے خلاف نکلا۔
 بحث میں اصل کتاب سے دکھانے کو کہا تھا مگر اس کا نام تک نہ لیا۔

(۱۰) غرض عدالت خود ملاحظہ فرمائے یہ کسی طرح قابل اعتماد نہیں نہ قانوناً نہ شرعاً۔

باقی رہی حسام الحرمین اس کے متعلق بحث میں مکمل جواب دے چکا ہوں اب صرف اس قدر گزارش ہے کہ میرے اس دعویٰ پر کہ یہ فتویٰ بعد اطلاق حقیقتہ حال علماء حرمین نے علماء دیوبند پر سے واپس لے لیا صرف مرزا صاحب اور ان کی جماعت پر باقی ہے۔ دو کتابیں پیش کی گئی تھیں ایک المہندۃ دوسری علامہ بزرگنجی مدنی کی غایتہ المامول پہلی میں تو ناقابل المناقہ تاویلات کیں اور ثانی کو بلا تاویل قبول کر لیا جواب میں نام تک نہ لیا پس یہ فتویٰ علماء دیوبند کے حق میں تبصریح غایتہ المامول علامہ بزرگنجی کے جس کے آخر میں انہیں علماء کے دستخط سے واپس ہونا ثابت ہے حسام الحرمین میں اولاً مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی ایک عبارت پیش کی گئی جو اس طور پر ان کی کتاب تحذیر الناس میں کہیں بھی موجود نہیں۔ نیز اس کا پہلا فقرہ صفحہ ۲۸ کا دوسرا صفحہ ۳ کا تیسرا صفحہ ۴ کا بے ربط قطع و برید کر کے ایک کفریہ مضمون بنایا جس کے خلاف اسی کتاب کے صفحہ ۱۰ پر تصریح موجود ہے بحث ختم نبوت میں اس پر بحث گزر چکی تفصیل کے واسطے شہاب ثاقب السحاب المدراء ملاحظہ ہو۔

دوسرا اتہام خدا کے جھوٹے ماننے کا مولانا لنگر ہی رحمہ اللہ پر فرضی ہے کہ ان کا کہیں کوئی فتویٰ یا اس کا فوٹو دیکھا حالانکہ آپ کی مطبوعہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول کے صفحہ ۱۱ پر اس کی زبردست تردید موجود ہے اور قطع الوثائق کے صفحہ ۹ پر اس فتویٰ کے بے اصل بہتان ہونے کی ان کے اپنے خط سے تصریح موجود ہے۔
 تیسرا اتہام براہین قاطعہ کا جو تھا حفظ الایمان کا ہے جن کا بہتان اور مخالفہ (علم میں مقابلہ) کے عنوان کے تحت پیش کر چکا ہوں۔ مولانا شیخ الہند رحمہ اللہ کے شعر میں لفظ ثانی بمعنی تابع اور دیم کے معنی میں سے جیسا کہ حضرت سنان رحمہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش پر صدیق اکبرؓ کی شان میں پڑھا کہ۔

سے وثائی اشین فی الغاد المنیف دقد : طاف العدد یہ اذ الجبل
 دکان حب رسول اللہ دقد علما : بمن البریتہ لم یعد ل یہ دجلا

جس کی آنحضرت علیہ السلام نے تائید فرمائی۔ کہ صدقت یا حسان ہو کہا قلت۔

(در منثور ج ۳ صفحہ ۲۴۱)

پس یہاں مغالطہ صرف لفظ ثانی بمعنی مثل کے استعمال میں تھا وہ دفع ہو گیا کہ بمعنی تابع اور دوم کے مستعمل
مراجعت ہے۔

بول ہی دوسرے اشعار بھی بے بنیاد ہیں تنگی وقت کی وجہ سے ترک کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ کیس سے زیادہ متعلق
نہیں فتاویٰ رشیدیہ کے میلاد وغیرہ کی نسبت حوالیات چونکہ غیر متعلق ہیں لہذا تفصیل کی ضرورت نہیں صرف
یہ گزارش ہے۔ کہ وہ سب قطع و برید کر کے مشکلم کی اسی کتاب کی تصریحات کے خلاف نقل کئے گئے ہیں تفصیل کے لیے
ملاحظہ ہو سیف یمانی الحمد للہ کہ اس بہتان کا بھی بے بنیاد ہونا ثابت ہو گیا

گو اہان مدعیہ کے صریح کذب

پہنجم

پھر خود گو اہان مدعا علیہ نیز اس کے مختار نے متعدد غلط بیانیوں کی تھیں اس لیے فرضی اس پر پردہ ڈالنے
کے واسطے فرضی کذب کے بہتان صریح کذب کا نام دے کر (۱۵) نقل کئے جن میں سے ایک نمبر (۱۵) عدالت نے
کاٹ دیا اب صرف (۱۴) نمبر رہے جن کا مزب مختصر جواب پیش ہے گو وہ زیادہ جواب کے لائق ہی نہ تھے مگر بحال
مغالطہ کا انکشاف ضروری ہے۔

(دہ ہکلا کذب)

گو اہان مدعیہ نے کہا کہ مرزا صاحب نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو خالق جانا الخ
اور حوالہ آئینہ کمالات کا دیا حالانکہ وہیں ہے کہ یہ خواب ہے اور اس کی یہ تعمیر ہے یہ صریح کذب ہے۔

(الجواب)

یہ صرف بہتان اور غلط بیانی ہے۔ اور لا الہ الا اللہ کے ہیڈنگ کے تحت اس کا
ثبوت مفصل گزر چکا۔ اس میں نہ صرف خدائی کا ذکر ہے بلکہ تہقننت انہی ہو بھی ہے کہ میں نے یقین کامل
کر لیا کہ یقیناً ہو ہو خدا ہوں۔ باقی یہ کہنا کہ وہیں اس کو خواب قرار دیا ہے یہ بھی مغالطہ ہے اولاً تو مرزا صاحب کا خواب
مجھ و جی ہے۔ چسکا کہ مسلمات سے گزر چکا۔

نیز مرزا صاحب نے خود اس کا ترجمہ کتاب البرہ میں یہ کیا کہ ”میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا ہے کہ

اس میں ایک حرف بھی جھوٹ نہیں کشف و تعبیر وغیرہ کی تاویلات و مغالطہ سب نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ جھٹلجواب کے ابتدائی اوراق میں گزر چکے عدالت خود دہیں سے ملاحظہ فرمائے تمام تاویلات کا مرزا صاحب کی تصریحات سے خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

(دوسرا کذب)

گواہ مدعیہ الف نے مرزا صاحب کی طرف بحوالہ بشری ج ۲ صفحہ ۵۹ منسوب کیا ہے کہ خدا نے ان سے کہا کہ ”جس طرح میں قدیم وازلی ہوں اس طرح تیرے لیے میں نے ازلیت کے انوار کر دیئے ہیں اور تو ہی ازلی ہے“ یہ عبارت بشری میں نہیں

(الجواب)

یہ بھی محض بہتان ہے اس کا مفصل جواب ”داصلی و اصوم و اسہرو انا“ کے تحت گزر چکا۔ اور یہ بھی بتلا چکا کہ گواہ الف نے وہاں کی عربی عبارت کا ترجمہ اپنے الفاظ میں کیا ہے بشری کا ترجمہ نقل نہیں کیا اور مذہب ترجمہ اردو مرزا صاحب کے متبعین کو مسلم ہے۔ خود مختار مدعا علیہ بابو منظور الہی کو جو محکمہ تارکے کلرک ہیں عربی سے ناواقف بتایا ہے۔ پس وہاں عربی الفاظ موجود ہیں گواہ مدعیہ الف کے مطلب خیر ترجمہ کر دیا اس میں کذب کا شائبہ بھی نہیں۔ مفصل بحث اوپر گزر چکی وہیں سے ملاحظہ فرمائی جاوے۔

(تیسرا کذب صریح)

گواہ مدعیہ غ ب نے بحوالہ توضیح مرام مرزا صاحب کی نسبت بیان کیا کہ مرزا صاحب ”ملکہ سیاروں کی روح کو مانتے ہیں“

(الجواب)

اب جب کہ بسلسلہ عنوان ملائکہ اس کے تمام حوالے پیش ہو چکے اور ثابت ہو چکا کہ مرزا صاحب کے نزدیک ملائکہ نفوس فلیکہ و ارواح کو اکب بھی کا نام ہے پس اب اس کی تصدیق کے واسطے کسی اور شئی کی ضرورت نہیں اور غالباً اب تو مختار مدعا علیہ کی بھی غلط فہمی کا ازالہ ہو چکا ہو۔

(پہلے کذب صریح)

گواہ مدعیہ ب نے بحوالہ توضح المرام یہ ظاہر کیا۔ کہ مرزا صاحب کے نزدیک دُنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ نجوم کی تاثیر سے ہو رہا ہے“ ۱۶۔

(الجواب)

یہ بھی غلط بیانی ہے اس کی توضح بھی بسلسلہ عنوان ملائکہ گذر چکی ایک اور عبارت مرزا صاحب کی توضح مرام ص ۳۸ سے پیش ہے۔

”اور آج تک کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا کہ جس قدر آسمانوں میں سیارات اور کواکب پائے جاتے ہیں وہ کائنات الارض کی تکمیل اور تربیت کے لیے جوشہ کام میں مشغول ہیں تا آسمانی کواکب کا دن رات پر اثر پڑتا ہے غرض اس میں کذب کوئی نہیں۔“

یہ دوسری بات ہے کہ مختار مدعا علیہ اس میں کچھ تاویل کے مگر تمام تاویلات کا مفضل جواب ہیڈنگ ملکہ کے تحت پیش کر چکا ہوں۔

(پانچواں کذب)

گواہ مدعیہ ۱۱ بجواب جرح ۲۱ اگست کو یہ جھوٹ بولا کہ ”مسیلمہ کذاب نبوت مستقلہ کا مدعی نہیں اس نے اسلامی شریعت کے خلاف کوئی شریعت قائم نہیں کی“ ۱۶۔

(الجواب)

اس میں ایک حرف بھی غلط نہیں وہ تو تابع یا شریک نبی بنا چاہتا تھا۔ یہی قرآن پڑھتا تھا یہی نماز یہی اذان تھی یہی روزہ و حج اسی شریعت پر عمل کا اداء معمولی تریمت اس سے زائد نہ تھیں جو مرزا صاحب نے کیں بہر حال یہ صرف مغالطہ ہے کوئی بھی کذب نہیں باقی گواہ ۱۱ اور حج الکلامہ سے اس کے خلاف دکھانا اس کا جھوٹ ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ اس میں مقتدرین نے اختلاف کیا ہے اور دونوں طرف اکابر میں اور اصول ہے جب اسلاف میں کوئی مسئلہ مختلف فیہ ہو جائے تو اسلاف سے چاہیں عمل و آمد بنائیں۔ پس گواہ ۱۱ نے اپنی تحقیق اپنے علم کے مطابق اور اس نے اپنی تحقیق پیش کر دی نہ اس میں کوئی جھوٹ ہے نہ تعارض۔

(پچھٹا کذب صریح)

گواہ مدعیہ مٹ نے ۲۱ اگست کو بحواب جرح کہا کہ مہتمم احمد رضا خان بریلوی کے فرقہ کو کافر نہیں کہتے احمد رضا خان کو بھی کافر نہیں کہتے اس کے کلام میں تاویل کرتے ہیں یہ سراسر جھوٹ ہے۔
(الجواب)

جھوٹ جب ہوتا کہ اس کی یا اس کے کسی مسلم بزرگ کی تحوید و تقریر اس کے خلاف پیش کرتے حالانکہ نہ پیش کر سکے۔ کو کب یہانی جو اس مرحلہ پر پیش کی گئی اس کی غلط بیانی عیاں ہو چکی ہے کہ وہ ان سے ان کی مسلمان پر استفسار ہے نہ ان پر فتویٰ کفر اس سے قبل مفصل گزر چکا دیں سے ملاحظہ ہو۔ نیز حضرت مولانا سید حسین صاحب مدنی فیض آبادی کے شہاب ثنائی کے صفحہ ۱۲۷ کا جو حوالہ دیا ہے اس میں کہیں بھی ان کی تکفیر نہیں کی باں سختی سے جواب ضرور دیا اور ان کی خیانتیں واضح کی ہیں۔

(ساتواں کذب)

گواہ مدعیہ مٹ نے ۲۱ اگست بحواب جرح کہا کہ حدیث من ترک الصلوٰۃ متعمداً افقد کفر یہ کہا کہ امت اس کے معنی یہ سمجھتی ہے کہ کفر کا سافل کیا ہے۔
(الجواب)

اس کا مفصل جواب متعارفات کے سلسلہ میں اس سے قبل گزر چکا اب اعادہ کی ضرورت نہیں بہر حال یہ بھی قول سر تپا سداقت ہے کذب کا شائبہ تک نہیں بلکہ اسے کذب بتانا ہی ایک کھلی ہسوٹی کذب بیانی ہے۔

(آٹھواں کذب)

گواہ مدعیہ مٹ نے بحواب جرح ۲۳ اگست کو کہا کہ مرزا صاحب نے اپنی کسی کتاب میں دجی کو جمع نہیں کیا اور نہ انہوں نے کسی خاص کتاب کو شریعت قرار دیا لیکن ان کی جو دجی جس میں کتاب میں درج ہے وہ دجی شریعت جدیدہ ہے۔

(الجواب)

اس میں جھوٹ کیا ہے جب کہ اپنی تمام دجی کو ترکان پاک کی طرح سمجھتے ہیں جیسا کہ اوپر حوالہ سے گزر چکا تو آپ

شریعت جدیدہ ہونے میں کیا شک ہے۔
نیز اربعین کا حوالہ متعلقہ نبوت تشریحی کو بھی کہ ”سہو شریعت کے کہتے ہیں“ ۱۶ بھی اس سے ملایا جائے
تو مذاقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔

(نواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۴ اگست کو بحواب جرح کہا کہ۔
”مرزا صاحب نے ازالہ ادہام کے بعد قرآن کو آخر الکتاب نہیں مانا“
(الجواب)

اس میں بھوٹ ہی کیا ہے اس کے بعد مدعی نبوت و وحی نبوت ہوئے اور اپنی وحی قرآن کی طرح ماننے لگے
پھر قرآن آخری وحی اور آخری کتاب کیونکر رہا۔

(دسواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۹ اگست بحواب جرح کہا کہ۔
”مکتوبات ج ۲ صفحہ ۹۹ مکتوب ۵۱ میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ کشفی ہے بالعمامی۔“
(الجواب)

یہ بالکل صحیح ہے مختار مدعا علیہ کی اس سے خود ناواقفی ہے۔ اور حوالہ پیش کر چکا ہوں کہ یہی مکتوب جس
جگہ ختم کیا ہے وہی فرمایا ہے۔ کہ یہ مجھے بطور علم لدنی سکھایا گیا ہے۔ جو صراحت ہے اس امر کی کہ یہ کشفی ہے۔ نیز
کشفی کے اور بھی ثبوت اور جہاں یہ حوالہ آیا ہے۔ پیش کر چکا ہوں صرف اپنی ناواقفی سے دوسری تحقیق غلط اور کذب
بتانا نامناسب امر ہے۔ نیز مختار مدعا علیہ نے حوالہ آخر سے کاٹ کر نقل کیا تاکہ اصل حقیقت پوشیدہ نہ رہے یہ
بھی ایک خیانت ہے۔

(گیارہواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۸ اگست بحواب جرح مسلم الثبوت ج ۲ صفحہ ۱۹۵ پھر اس کا مفہوم اس سے نقل کیا اور
تبصرہ یہ کیا کہ یہ مفہوم غلط ہے۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کی سمجھ میں نہ آئے یہ دوسری بات ہے باقی مفہوم بالکل صحیح مراد مشکلم کے موافق دوسری تصحیح کے مطابق ہے۔

(بارہواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳۸ نے ۲۸ اگست کو بجواب عبارت فقہ اکبر صفحہ ۷۷ کی عبارت ہے الحج یہ مفہوم صحیح نہیں۔

(الجواب)

یہ مفہوم بالکل صحیح ہے اور اگر مغالطہ دینا مقصود نہیں تو مختار مدعا علیہ کی غلط فہمی ہے یہ دوسری بات کہ اُس کے نزدیک کفر و اسلام کا کوئی اور معیار ہو۔ پھر خود جو مفہوم پیش کیا ہے اُس سے اُس کی واقفیت کا بھی پتہ چلتا ہے کسی ایک ٹکڑے کو لے کر مطلب بیان کرنا اور بات ہے اور مصنف کے مسلک کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا مفہوم ادا کرنا اور ہے۔

(تیسرہواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳۸ نے ۳۱ اگست کو بجواب حدیث علماء ہم الحج۔

(الجواب)

گواہ مدعیہ ۳۸ نے جو مفہوم حدیث لکھا ہے وہ دیگر احادیث صحیح کی روشنی میں ہے اور وہی صحیح و درست ہے مگر مختار مدعا علیہ اپنے تصنیف کردہ مطلب کو صحیح بتا رہے۔ اُسے اختیار ہے مگر اُسے جھوٹ نہیں کہہ سکتے اسلاف کے مطابق وہی ہے۔ مفصل طوالت طلب ہے لہذا ترک کرتا ہوں عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔

(چودھواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳۸ نے ۳۱ اگست بجواب جرح کہا کہ مکتوب جلد دوم صفحہ ۱۰۷ میں جو لکھا ہے مکاشفہ ہے الحج۔

(الجواب)

اس کا جواب ۱۸ میں دے چکا اس مکتوب کے آخر میں اس کی تشریح ہے کہ یہ اُن کی خصوصی علم لائق اور

کشتی سے ہے۔ آخر مکتوب کے لفظ حذف کر کے مختار مدعا علیہ نے اوپر حوالہ پیش کیا ہے جب کہ عمر بن کرچکا۔

غرض یہ کہ ایک بھی جھوٹ ثابت نہ ہو سکا۔ اور
محمد آندگواہان مدعیہ کی شہادتیں بالکل بے لوث رہیں

وجہ ہفتم۔

قطب الوقت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے وہی استدلال انہیں مصنوعی الفاظ کے ساتھ نمائشی حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے محامد ذکر کرتے ہوئے جس طرح شہادت میں اشارات فریدی کے بعض حوالے پیش کئے تھے یہاں بھی وہی پیش کئے۔

حالانکہ جرح میں جب کہ حضرت قبلہ خواجہ صاحب کے متعلق دریافت کیا گیا تو یہ جواب دیا کہ میرے واجب اطاعت مسلم بزرگ نہیں اور احمدی (مرزائی) ہونے کے بعد دیگر احمدیوں (مرزائیوں) کی طرح ہوں گے یعنی خدا نخواستہ جب کہ ان کے متبعین اپنی مرزا صاحب کی امت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے خارج ہو کر لمبائیں تو دوسرے احمدیوں کی طرح ہو سکیں گے۔

اور ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرزا صاحب کی بیعت میں باوجود دعوت پہنچنے کے شامل نہ ہوئے۔ پس مرزا صاحب کا فتویٰ ان کے متعلق ان کے اس اصول سے معاذ اللہ یہ رہا کہ بھر حال جب کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں اور خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔

(فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۲۰۸)

حضرت خواجہ عمر زعمو صاحب کی نگاہیں

کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہ ہوئے خواہ انہوں نے ان کا نام تک بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔“

(ایکینہ صداقت صفحہ ۳۵)

اور باقر آگرہاں مدعا علیہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ العزیز مرزا صاحب کی بیعت میں شامل نہ ہوئے۔

(باوجود بزمِ فراقِ مدعا علیہ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز بھی مرزا محمود صاحب کے نزدیک عیاذاً باللہ بکے کافر ہیں) ”جو آپ کو رسول نہیں مانتا خواہ زبان سے کتنی ہی مدح سرائے کرتا ہو وہ بھی پکا کافر ہے“

(آئینہ صداقت صفحہ ۸۶)

پس صرف اپنی مطلب براری اور حکام ریاست کو فریقِ مدعیہ کی طرف سے بدظن کرنے کے واسطے یہ شہادت انہوں نے اس انداز میں پیش کی حالانکہ اُن کے متعلق ان کے اصولی وہی خیالات بلکہ اس سے بڑھ کر ہیں جو اوپر نقل ہوئے۔ مختلف فریقِ مدعیہ کے وہ ان کو درحقیقت قطبِ وقت - شیخِ طریقت رہنا مقتدا و پیشوا اور مسلم بزرگ تسلیم کرتے ہیں اور انہیں کی تصریح کے مطابق فرقہ احمدیہ کو فرقہِ ناریہ یقین کرتا ہے اور دنیا میں ان کا اتباع اور آخرت میں اُن کے ساتھ اپنے حشر کا تمنا ہے۔

مختار مدعیہ نے اس شہادت کے متعلق گواہانِ مدعا علیہ کے مسلماً قرار و اصول اور حقائق کی روشنی میں جو اس پر بحث کی تھی اُس کی مندرجہ ذیل تاویلات کیں۔

(خلاصہ تاویلات)

(۱) مختار مدعیہ نے حضرت خواجہ صاحب کے تقدس پر بیجا طعن کیا کہ آپ نے فیصلہ کے وقت کوئی تحقیق نہ کی تھی۔

(۲) آپ نے کافر کہنے والوں کو غلطی پر بتلایا جو بلا اعلیٰ مدعیہ کی تحقیق کے نہیں ہو سکتا۔

(۳) مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ خط میں صرف مرزا غلام احمد لکھا ہے کہ مسیح موعود مہدی مسعود یا کوئی اور ایسا لفظ نہیں کیونکہ مرزا صاحب اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ پھر بھی آپ کو اعزازِ احباب لکھا۔

(۴) دیگر خطوط میں مجموعی محاسن وغیرہ کے الفاظ ہیں۔

(۵) مندرجہ ذیل الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ واقف علی مقام

تعظیمت قبل الزوہیۃ وما جرت کلمۃ علی لسانی الخ معترف بصلاح الخ

موقن بانک من عباد اللہ الصالحین وایت الفضل الخ

”مرزا صاحب مرد نیک و صالح است“ نیک مرد کو اہل سنت و الجماعت است الخ

”و تمام کلام او مملو الخ“ مرزا صاحب میں مہدی و عیسیٰ ابن مریم کے اوصاف پائے جاتے ہیں الخ۔

(۶) مندرجہ ذیل امور دل میں کہ مرزا صاحب کے متعلق بعد تحقیق فتویٰ دیا۔

(۱) الفاظ مذکورہ بالا۔

(۲) خلیفہ اول کی ملاقات اور مرزا صاحب کے متعلق گفتگو۔

(۳) مرزا صاحب سے خط و کتابت جاری رہی جس میں ان کا ذکر ہے۔

(۴) لیکچر جلسہ اعظم کا پرچہ۔

(۵) مخالف علماء کا جانا اودان کے وجوہات کفریہ کو کفریہ سمجھنا اور علماء کو غلطی پر بتانا علی دلت ۲۱

صفحہ ۷۸ صفحہ ۷۹ ص ۷۸۔

(۶) عبارت مرزا غلام احمد قادیانی الخ صفحہ ۱۷۹۔

(۷) نور فراست سے بھی اوّلیدہ صادق کو چماتے ہیں۔

(۸) انجام اتھم جو ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی اور اس میں دعویٰ پیلنج مباہلہ تھا وہ بھی آپ کو پہنچی۔

(۹) کچھ قابل اعتراضات الہامات کا بھی اُس میں جواب تھا۔

(۱۰) مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں:-

دی کا فرد کفر است صفحہ ۱۰۹ ج ۳ اشادات فریدی۔

(ب) ہفتاد فرقہ مردود اندو اہل نار۔ (فوائد فریدی صفحہ ۳۰)

(۱۱) چودھویہ چار کو عباد اللہ الصالحین فرمانے کا کوئی بھی ثبوت پیش نہ کیا۔

(۱۲) مختار مدعیہ کو مسلم ہے کہ عباد اللہ الصالحین بھی ایک شہادت ہے پھر خواجہ صاحب کی طرف کسی اور نے

اس کی نسبت کیوں نہ شہادت دی۔

(الجواب)

(۱) یہ غلط اور محض جھوٹ ہے بلکہ جس قدر اُن کے سامنے تحقیق حکیم نور الدین صاحب یا مرزا صاحب کی کتاب

انجام اتھم جس قدر بھی سنی اس سے ہوئی ان پر حکم نہ دیا دیگر کفریات خصوصاً دعویٰ نبوت اور ختم نبوت کا انکار اور حقیقتہً ملاحی کے ناقابل برداشت کفریات اس وقت نہ تھے اور نہ انہیں پہنچے۔

یہی کب ثابت ہے کہ یہ خط من و من حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے بلکہ اغلب یہ ہے کہ ان کا

نہیں بلکہ غلام احمد اختر احمدی کا اس میں اضافہ ہے اور جعل سازی و دہ حضرت صاحبؑ ہرگز اپنے قلم

مبارک کی تصنیف یعنی نسخہ مبارک فوائد فریدی میں احمدی فرقہ کو فرقہ مردودہ اور ناری و جھنوی

قرار نہ دیتے۔

(۲) اُن دلائل کی رو سے جو وہ پیش کرتے تھے ضرور خاطی بتایا ہوگا اس وقت ان کے تمام کفریات قطعیہ سامنے نہ تھے صرف انجام اتھم کی توہین جیلے تھی اس پر مرزا صاحب کا اپنے بچاؤ کا ایک مصنوعی نوٹ بھی ہے۔

پھر غلام احمد اختر نے نیز حکیم نور الدین صاحب نے ان کفریوں کے خلاف واقع شہادت دی حکم ظاہر پر دیا جاتا ہے نہ کسی کے باطن پر علمائے اسلام نے بھی جب تک صرف وہی امر تھا کفر میں احتیاط اور متفقہ فتویٰ نہ دیا مگر بعد میں کفریے نقاب ہونے کے خصوصاً ۱۹۰۱ء سے متفقہ تمام علماء و مشائخ نے تکفیر کی اگر حضرت قبلہ قدس سرہ العیض اس عالم ظاہر میں رونق افروز ہوتے تو وہ بھی مرزا صاحب کو کافر بتا کر ناموس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں کافی سے زائد حصہ لیتے۔

(۳) اب اس پر لکھنے کی ضرورت نہیں اُس کے اجزاء سب مفصل آرہے ہیں۔

(۴) پس اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مقدس اسلام کی درحقیقت مرزا صاحب نے جس قدر توہین عظیم کی ہے اور تمام صحابہؓ اور اہل بیت کرام اور اولیاء اللہ کو جو منہ میں آیا کہا ہے حضرت قبلہ قدس سرہ کو پہنچتی تو مرزا صاحب کے فتویٰ تکفیر پر سب سے پہلے حضور قبلہ کے دستخط ہوتے اور اُن کے تمام تبعین کو اسی وقت نہ صرف ریاست بلکہ تمام اُن کے حلقہ اثر سے شہر بدر کر دیا جاتا۔ انہیں تو حکیم نور الدین صاحب نے خلاف واقع بیان اور مرزا صاحب نے اپنے قول جع ہر نبوت را برداشتہ اختتام سے مغالطہ دیا ہے اور اگرچہ صاحب نسبت حضرات پر ایسے امور غیبیہ ہیں مشکف ہوتے ہیں۔ مگر یہ ہر وقت لازمی اور اختیار کی نہیں۔

گئے ہر طارم اعلیٰ نشینم گئے ہر پشت پائے خود نہ بینم
مے شود پردہ چشم کام گاہے دیدہ ام ہر دو صاحبان را نگاہے گاہے
منزل عشق بے دُور داناست مے مے شود جادہ صدر مالہ بگاہے گاہے

نیز مقربان بارگاہ اسرار الہیہ اور امور غیبیہ کو عوام پر واضح کر کے پردہ فاش نہیں کرتے حکم ظاہری پر لگاتے ہیں تاکہ ناموس شرع پر کوئی حرف نہ آئے پھر اس فرقہ احمدیہ کو مردود داری بتانا اور مرزا صاحب کو کشف و الہام کا خاطی ماننا اسی زمرہ سے ہے۔

(۵) مرزا صاحب پسند کرتے یا نہ مگر مسیح موعود و مہدی مسعود مان کر صرف الی مرزا صاحب غلام احمد بلا کسی القاب و آداب کے لکھنا کبھی عقل باور نہیں کر سکتی۔ معمولی معمولی انسانوں کو تو اعلیٰ اعلیٰ القاب لکھے جائیں مگر مسیح و دھان و مہدی زمان کو کچھ نہیں صرف مرزا غلام احمد معلوم ہوا کہ ان دعاوی کی تصدیق کا الزام محض

بہتان ہے۔ بلکہ اغلب یہ ہے کہ ان تک یہ پہنچی ہی نہیں کیونکہ بالاستیعاب کسی کتاب کا سننا یا دیکھنا ثابت ہی نہیں۔ اور خود اپنی فائدہ فریدی میں حضرت قبلہ قدس سرہ نور اللہ مرقدہ علیہ السلام کی حیات و نزول اور علیہ السلام اور مہدی کو وہ علیحدہ علیحدہ شخصیتیں اور مہدی کو انحضرت کے محمد کے نام کے ہمنام اُن کے والد کا نام عبد اللہ اور والدہ آمنہ اہل بیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جونا بلکہ تمام اہل سنت والجماعت کے معتقدات مفصلاً اپنے عقائد کے سلسلہ میں بیان فرماتے ہیں۔ جس کے بعد ظاہر ہے۔ اگر وہ دعاوی اسے پہنچتے تو ہرگز مسیح موعود نہیں تسلیم کرتے بلکہ تکذیب و کفر میں سب سے پیش پیش ہوتے۔

۴ اولاً یہ تمام الفاظ غلام احمد انتر احمدی یا اُن کے دوست ملائکن الدین صاحب کے بڑھائے ہوئے ہیں جن سے حضرت قبلہ نور اللہ مرقدہ کا دامن قدس پاک ہے۔ اور آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد بخش رحمہ اللہ علیہ جب ان الفاظ پر مطلع ہوئے۔ تو فرمایا اس سے ملائکن الدین نے اپنی عاقبت خراب کر دی وہ قلمی تحریرات اب تک اُن کے خلفاء نے کجیاں پھرنیز وہ روایات ان کے متوسلین میں مشہور ہیں ہم تحریرات پیش کرنا چاہتے تھے۔ عدالت نے حسب منابض اجازت نہ دی کج عدالت اجازت مے ہم پیش کر سکتے ہیں۔

نیز ان میں کوئی بھی لفظ اُن کی نبوت وغیرہ کی تصدیق کے نہیں۔ معلوم ہوا کہ دراصل تمام حقیقت حال کی آپ کو اطلاع نہ دی گئی۔ ملائکن الدین صاحب اور غلام احمد انتر نے مل کر یہ سازشیں کیں۔

(۸) ہرگز نہیں یہ امور تحقیق مکمل پر دلالت نہیں کرتے الفاظ مذکورہ کے متعلق ادھر عرض کر چکا ہوں مفصل ابتدائی بحث میں ملاحظہ ہو۔ حکیم صاحب کی ملاقات ہی اس امر کی دلیل ہے کہ اصل واقعہ پیش نہیں ہوا بلکہ حُسن عقیدت اور صفائی کا حکیم صاحب نے اظہار فرمایا۔ حضرت صاحب نور اللہ قدس نے باور کیا اولیاء اللہ کے ایسے ہی وسیع اخلاق ہوتے ہیں۔ وہ دنیا داروں کی طرح امور میں کید نہیں کرتے اور نہ اُس کے مکلف ہیں حضور قبلہ تو دنیا سے کنارہ کشی مراقب ذات صفات تھے۔ انہیں ان امور سے شغف تھا کہ مہلت ہی کب تھی۔ سو فیلے کلام کسی کو بُرا نہیں کہتے۔ حتیٰ کہ اپنے دشمن کو۔ ریاست کے باشندے بھی واقف ہیں کہ اُن کے معاملات اُن لوگوں کے ساتھ کیلئے جنہوں نے انہیں گالیاں دیں۔ اور برا کہا۔ خط و کتابت اور تقریر جیسے اعظم میں کوئی بھی کفریہ دعویٰ والہام نہیں خط و کتابت میں تو اسلامی عقیدہ۔

ہر نبوت مبارک و شہادت نام سے مغالطہ دیا ہے۔ اُس کے بعد پھر ہر نبوت کے علوم کو باطل قرار دے کر خود نبی اور انبیاء سابقین سے افضل اور سید الانبیاء کے ہمسر بلکہ کچھ بڑھ کر بن گئے ہیں۔

یوں ہی اُس تقریر کے بعد اپنی کتب میں کوئی بھی کفریہ نہ چھوڑا۔ جو نہ لکھا ہو۔ خصوصاً ۱۹۰۱ء سے بعد۔

مخالف علماء کے وجہ کفر انجام آتھم کے نوٹ اور غلام احمد اختر اور حکیم نور الدین صاحب مغالطہ آمیز صفائی کے بعد یقیناً قابل اعتماد نہ سمجھے ہوں گے۔ حضور قبلہ نور اللہ تعالیٰ سبحانہ اس دلت حق بجانب ہے۔ اور اس دلت دیگر علماء کا بھی متفقہ فتویٰ نہ تھا اور صرف اسی کتاب پر فتویٰ کفریہ ہے اصل معاملہ تو سلسلہ کے بعد جب نبوت سے پردہ اٹھا اور کھل کے تمام اپنی گول مول دعاوی و اہامات کفریہ کشرع کی اور دین کی بنیادوں پر زبردست مزب کاری لگائی اور انبیاء کرام حتیٰ کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اہل بیت و اولیاء اقطاب و ابدال کی توہینیں کیں اس وقت متفقہ عرب و علم علماء و مشائخ غرض کہ تمام فرق اسلامیہ نے کافر بنایا اور آج روئے زمین پر کوئی بھی فرقہ انہیں مسلمان نہیں کہتا۔ بلکہ اسلام کا سب سے زیادہ دشمن انہیں کو شمار کرتا ہے۔ اس سلسلہ کے دیگر احوال کا بھی اس میں جواب آچکا۔

(۹) انجام آتھم پہنچی ہو مگلا دل سے آنزیک بالاستیعاب مطالعہ کا ثبوت نہیں نہ کل کے سننے کا نیز اس میں تمام دعاوی بھی نہیں ۱۹۰۱ء کے جب کہ تمام دعاوی کفریہ بے نقاب ہوئے اس وقت جیسی کوئی کتاب نہ پہنچی اور نہ تھی۔ اور علماء اسلام کا متفقہ کفر و دعویٰ نبوت کے ہوتے اہلما کے بعد اور کثرت کے قطعی ثبوت ہو جانے پر چاہیے۔

(۱۰) جب ہی تو مغالطہ ہوا اور کفر کا فتویٰ نہ دیا گیا ورنہ اس کے بعض اہامات حضور قبلہ قلم سرہ العزیز جیسے صاحب بعیرت کے فتوے کفر کے واسطے کافی ہوئے۔ اس میں پردہ ڈالنے کو کچھ غلط تاویلات مغالطہ آمیز بھی تھیں۔

(۱۱) مسید کو جس طرح کافر کر بتایا جو بے دعویٰ نبوت کے اگر مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت نہ ہوتا تو انہیں بھی اسی طرح کافر کرتاتے۔

ہفتاد فرقہ جہنمیں مردود ناری بتایا ان میں مدعا علیہ کا فرقہ احمدیہ بھی تھے۔ اور گواہ مٹ کا جواب جرح کا کافر ہے۔ کہ ہندوستان میں فرقہ احمدیہ صرف مرزا صاحب ہی کا فرقہ ہے نہ کوئی اور۔

(۱۲) چونکہ چمار کے عباد اللہ الصالحین ہونے کا ثبوت محمد اللہ جیسے پاس قطعی اور تحریری موجود ہے۔ اور ہم پیش کر رہے تھے۔ عدالت نے حسب ضابطہ گند جانے کی وجہ سے اجازت نہ دی تھی آج اگر بے ضابطہ اجازت ہو جائے تو ہم آج پیش کر سکتے ہیں۔

(۱۳) یقیناً عباد اللہ الصالحین اگر حضور قبلہ فرماتے تو سولے ان سازشی حضرات اور خصوصاً غلام احمد اختر احمدی کے کوئی ایک تو خلفاء و مریدین و متوسلین میں تو شاید جوتا مگر ایک بھی نہیں بلکہ خلفاء اور خصوصاً صاحبزادہ تو اس کی وجہ سے ملا صاحب کو فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی عاقبت خراب کر لی۔

نیز اگر حضور قبلہ انہیں مسیح و مہدی سمجھتے تو ہندوستان اور خصوصاً پنجاب اور بالخصوص حضرت کے متوسلین اس سے ناواقف رہتے یا وہ حضرت کی مخالفت کرتے بلکہ سب کے سب اور سب سے پہلے خلفاء داخل سلسلہ ہوتے مگر محمد انشاؤں آج تک سوائے غلام احمد اختر کے جو پہلے سے احمدی تھا ایک بھی احمدی نہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ یہ سب سازشی کارروائی تھی حضور قبلہ کا دامن اقدس اس سے بالکل پاک ہے۔ فلندہ الحمد۔

(بعض اعتراضات کے جواب کا جواب الجواب)

(۱) صرف انجام آتم یا اس کے ضمیمہ میں مخطوط کا شائع ہونا اور اس کی تائید صرف اسی سازش کلہوڑائی غلام احمد اختر پر منحصر ہونا ان مخطوط کے مشکوک ہونے پر کافی تھا۔ پھر کسی خلیفہ کی تائید حاصل ہونا بلکہ اپنی مجلس میں زبردست تردید متی کر اسے ملا صاحب کی بریادی عاقبت کا سبب بتانا ایسے واضح امور تھے کہ جس کا جواب ہی ناممکن تھا۔

مختار مدعا علیہ سے کوئی معقول تاویل بھی نہ ہی سکی صرف یہ کہہ کر نکالا کہ اس سے کیا اگر کسی دوسرے نے نہ شائع کیا اور کسی نے تردید تو یہ کی اولاً مرزا صاحب کی کتابیں کون مسلمان بلا ضرورت دیکھتے پھر اشارات میں ان مخطوط سے کسے دل چسپی ہوگی نیز میں تو عرض کر چکا کہ خلفاء اور خصوصاً صاحبزادہ بھی بعد اطلاع اس سے اظہار میزاسی فرماتے رہے۔ اور اُسے ملا صاحب کا افتراء اور سوا عاقبت کا سبب فرماتے رہے۔ آج بھی محمد انشا چا پڑاں شریف کی گری آباد ہے، اور اس کے قریب سہارہ سے تصدیق کی جا سکتی ہے۔

یہ کہنا کہ شائع کیوں نہ کیا اس کا جواب یہ ہے کہ مونیائے کرام کو اشاعت و اشتہارات و طباعت کی فرمت نہیں ہوتی وہ ہمہ وقت ذکر و شغل میں مشغول ہوتے ہیں ذکر و شغل میں مصروف رہتے ہیں پھر زبان سے اشاعت اتنی چوچکی تھی کہ اشتہارات کی ضرورت ہی نہ تھی اسی کا تاثر ہے کہ ایک بھی خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کا غلام مرزا صاحب کے دمر میں نہ شامل ہوا بلکہ سب کے سب تمام مسلمانوں کی طرح انہیں مرتد و کافر سمجھتے رہے اور سمجھتے ہیں یہ کہنا کہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ یہ رسالہ و مخطوط پہنچے آپ نے تردید نہ کی یہ بھی غلط ہے کیونکہ اور موثق ثبوت سوا اس مشتبہ اشارات فریدی کے نہیں جس پر اعتماد ہو سکے۔ اگر تائید کرتے تو کوئی ایک تو شاہد اور مؤید ہوتا۔

(۲) مرزا صاحب کے کشف کو جب غلطی بد محمول فرماتے ہیں تو یہ کہنا کہ انہوں نے تصدیق کی محض مغالطہ ہے اور یہ کہنا کہ لوگوں کے بھلنے کو کہا کہ زیادہ سے زیادہ خطا کشف میں مان لو اس سے ناگد مضحکہ خیز ہے اور کیا یہ پھر کشف کی غلطی کے مطالب کی توفیق مکتوب وغیرہ سے سب پر کار ہے مسیح موعود اور مہدی مانتے اور

پھر ان کے کشف جو بمنزل وحی کے تھا غلط اور خطا والا بتاتے ناممکن نہ تھا یہ سب یہ کار تاویل میں ناقابل التفات ہیں۔

(۳) اس کا جواب کہ مرزا صاحب کے آدمیوں نے سازشی طور پر خلاف واقعہ صفائی پیش کر کے حضور قبلہ قدس سرہ العزیز کو مطمئن کر دیا کچھ نہ ہو سکا بلکہ غلط پروپیگنڈے کے طور پر تاویل میں کہ اس سے تو یہ قول بہر حال تسلیم ہی کر لیا۔ حالانکہ یہ جواب بر تقدیر تسلیم و بطور فرض محال تھا ورنہ اس کا ثبوت ہی نہیں جیسا مختصر اوپر در مفصل اصل بحث میں عرض کر چکا۔

یہ کہنا اس سے زائد ناقابل التفات ہے کہ اس میں حضور قبلہ رحمہ اللہ عظیم پر حملہ ہے کہ آپ سے جو شخص جو بھی چاہتا تھا لکھا لیتا تھا اور صادق و کاذب میں فرق نہ کرتے تھے یہ نہ منی مہمل جواب ہے بلکہ مختار مدعیہ کے قول کا حاصل یہ ہے کہ خواجہ صاحب کے روبرو مرزا صاحب کے متعلقین ان کے خلیفہ اول یا ان کے معتمدین کی شہادتیں ان کی صفائی میں تھیں اور اس وقت اس کے خلاف کوئی مدلل آپ کے روبرو شہادت نہ گذر سکی۔ مولوی غلام دستگیر قصوری نے بناء تکفیر انجام آتھم کی عبارت کو قرار دیا تھا وہاں تو صیغی مرزا صاحب کا نوٹ موجود ہے اور یسوع کی قرین کی تاویل کی ہے پس وہ تنہا بلا کسی دوسری خارجی شہادت کے تکفیر جیسے اہم مسئلہ میں کافی و قابل اطمینان نہ تھا پس فتویٰ کفر سے استرا کیا مگر انہیں بھی عباد اللہ الصالحین میں سے فرما دیا جو مرزا صاحب کے مکفر تھے اس سے خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کا صوفیانہ مسلک بھی واضح ہو گیا ورنہ مسیح موعود اور مہدی مسعود کو کافر بتانے والے کو عباد اللہ الصالحین کہنے کے کیا معنی عجیب بات مسیح موعود بھی عباد اللہ الصالحین سے اور ان کو کافر ماننے والے بھی عباد اللہ الصالحین میں۔ یقیناً خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کا دامن قدس اس سے پاک ہے کبھی بھی وہ مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مہدی نہیں مانتے تھے۔

(۴) اس کا کوئی جواب ہی نہیں ہو سکا کہ بعد تسلیم اس امر کے کہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے مسلمان ہی مانا مگر قبل دعویٰ نبوت و اظہار نبوت کے یعنی سن ۱۹۰۱ء سے پہلے جب کہ ان کو بھی یہی لکھا تھا کہ۔

مع ہر نبوت را برداشت افتخام۔ ورنہ ان پر بھی وہ ہی فتویٰ ہوتا جو مسیلمہ مدعی نبوت پر بوجہ دعویٰ نبوت کے ارشاد فرمایا کہ۔

”کافر کفر است“ ملاحظہ ہو ارشادات فریدی ص ۱۰۹ لہذا مرزا صاحب اور تمام مدعیان نبوت بعد انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مرزا صاحب کا فتویٰ ان میں کافر ہونا موجود ہے۔
فا اعتبار دایا اولی الابصار

اب یہ توجیہ کہ اس قسم کا دعویٰ اور اُس قسم کا یا الہامات میں ہوا الذی اُرْسِدَ رسولہ الخ بھی تھانیز
لا غلبین انا در سلی الخ یا اور اسی قسم کے یہ سب بوجہ نبوت نہ ہونے کے مستور تھے اور دوسرے
معانی پر محمول یا خطا و غلطی پر جیسا کہ اسی اشارات میں کثوف والہام میں غلطی قرار دیلے ہے یہ سب
تاویلات ہی فضول ہیں جب نبوت پر پردہ پڑا تھا اور بالکل مسلمانوں کی طرح ہر قسم کے مدعی نبوت پر
عنفت بھی تھے اور ہر قسم کے امتی و غیر امتی نے یا پرانے نبی کا آنا بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے
منافی اور کفر بتاتے تھے جیسا کہ ختم نبوت کی بحث میں مفصل گنچکا۔

(۵) مولوی رکن الدین صاحب سے غلام احمد اختر احمدی کا تعلق اور انہی کا مسودہ خطوط لکھنا تو مسلم ہے اب یہ
تاویل احتمالات کسی طور پر نافع نہیں۔ نبوت بہر حال مشتبہ ہو گیا۔

(۶) اس کا بھی کوئی جواب نہ ہو سکا بلکہ تسلیم کر لیا کہ سوائے غلام احمد صاحب اختر کے اور کسی مرید۔ جسے کہ خود
ملارکن الدین بھی مرزا صاحب کی بیعت میں شامل نہ ہوئے۔ یہ کہہ دیا کہ یہود نے کب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو باوجود اپنے انبیاء کی خبر کے مانا۔ گویا یہ سب حضرات جو حضرت قبلہ رحمہ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ جنہوں نے
مرزا صاحب کی بیعت نہ کی یا تصدیق نہ کی عیاذاً باللہ یہود کی طرح ہوئے۔

(۷) خواجہ محمد بخش صاحب کا برادر دینی کہنا یقیناً ان کی تمام تحریرات اور ہر قول و فعل کی تائید و توثیق نہیں کرتا۔
مخلاف غلام احمد اختر کو تو حکم کہنا۔ ملارکن الدین صاحب کا تعلق ضرور ثابت کرتا ہے۔ تعلق ہونا اور چیز ہے
غلام احمد اختر کو احقر کہنا۔ و توثیق اور رشتہ۔

(۸) خواجہ محمد بخش صاحب کی تقریظ میں کہیں بھی یہ نہیں کہہ میں نے اسے ازاول تا آخر کیا حقہ مطالعہ کیا ہے نہ
عموماً تقریفات میں یہ ہوتا ہے معمولی نظر ڈال کر موبہت کے اعتماد پر تصدیق و تقریظ لکھ دی جاتی ہے۔
باقی مریدوں کا طبع کے واسطے اصرار تو حضرت خواجہ صاحب کے ملفوظات کی وجہ سے تھا نہ مرزا صاحب
تصدیق کی سازش کا ردوائی کے لیے۔

اس سے توثیق کیا ہوئی مرزا صاحب کا قول اشارات حضرت خواجہ صاحب کی تصنیف ہے اور گواہان ہذا
علیہ کے قول وہ ملارکن الدین صاحب کی ہے اُس تناقض پر کوئی معقول توجیہ نہ پیش کر سکے صرف تاویلات
نا قابل التفات کہیں

پھر گواہ کا کہی یہ کہنا کہ خواجہ محمد بخش صاحب نے بدقاً بدقاً سنی اور پھر سوالات مکرر میں اُس کی اصلاح
کہ نہیں خود خواجہ صاحب نے سنی دونوں غلط ہیں کیونکہ گواہ نے بحجوب جرح ۹ مارش ۱۹۳۳ء تسلیم کیا ہے
کہ اشاعت مرتب ہی خواجہ صاحب کے بعد ہوئے۔ اور طباعت و اشاعت بھی۔

زیادہ تعجب تو یہ ہے کہ ملائکن الدین صاحب یا غلام اختر صاحب احمدی کے اقوال تو قابل قبول بلاتامل
تھک و شبہ ہیں۔ مگر خود حضرت خواجہ صاحبؒ کی تصنیف اشارات فریدی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
مطلقاً سب سے آخر نبی ہونا لکھا ہے اور تمام عقائد مرزا صاحبؒ اور ان کی جماعت کے خلاف اہل سنت والجماعت
کے موافق لکھے ہیں۔ اور اس کے صفحہ ۲۹ پر فرقہ احمدیہ کو مردود و دناری فرقہ بتایا ہے۔ اس میں بے کار ادا بے
رابط تاویلات و شبہات لکھے جلتے ہیں اس کا صاف یہ مطلب ہے کہ جو اپنے مطلب کے موافق ہو وہ تو قبول
ہو درود۔ اور ناقابل قبول۔ جس سے مرزا صاحب کی تصدیق ہو وہ صحیح خواہ سازشی اور فرنی ہی کیوں نہ ہو اور نہایت مستند و معتبر
بھی اگر مرزا صاحب کی تصدیق نہ ہو۔ تو غلط بلکہ احادیث صحیح تک ردی کی طرح پیشکنے کے لائق۔

یہ کہتا کہ مرزا صاحب کے فرقہ کا نام فرائد فریدیہ کی تصنیف تک فرقہ احمدیہ نہ تھا۔ محض مغالطہ ہے۔ اطلاق
کی تائید تریاق القلوب کے سنہ طباعت سے بھی کافی نہیں۔ کیونکہ زائد لغزمن تسلیم اس سے یہ ثابت
ہو گا کہ گورنمنٹ میں اس نام کو مردم شماری کے لیے رجسٹرڈ کرانے کی درخواست بعد کو کی ہے مگر یہ نہیں کہ یہ نام
ایجاد ہی اس سنہ سے ہوا بلکہ پہلے اہدٰی عشرہ سے ہندوستان میں نام صرف مرزا صاحب کے متبعین کے واسطے باقرار
گواہ مدعا علیہ ۲۰ مارچ مخصوص ہے۔

نیز بمائین احمدیہ جو سب سے پہلی کتاب ہے اس کی نسبت بھی اس کا قرینہ موند ہے کہ جماعت کا نام بھی
ابتداء سے ہی احمدیہ تھا۔ بہر حال گواہ کے اقرار کے بعد اب یہ تمام احتمالات بے معنی ہیں۔ اور یقیناً حضرت قبلہ مدظلہ
تعالیٰ نے اس فرقہ یعنی فرقہ احمدیہ کو فرقہ مردود و دناریہ قرار دیا ہے اور باقرار گواہ ہندوستان میں کوئی اس نام
کا فرقہ ہی نہ تھا۔ مولانا رشید احمد صاحب کے متبعین و رشیدیہ کے نام سے موسوم ہیں۔ جیسا القول الصحیح
سے بحث میں پیش کر چکا۔
بہر حال یہ تمام تاویلیں محض بے سود رہیں۔

خلاصہ جواب الجواب متعلقہ شہادت حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اولاً یہ شہادت شہادت اصول پر یقین اور ثبات نہیں بلکہ اغلب یہ ہے کہ خواجہ صاحبؒ کی نہیں
یقیناً غلام احمد اختر احمدی کی سازش ہے۔ جیسا کہ مفصل اس بحث میں پیش کر چکا ہوں نیز مرزا صاحب کا ان
کو مکفر کی نہرست میں شمار کرنا اس امر کو کافی ہے کہ خواجہ صاحب انہیں کافر سمجھتے تھے۔ دوسرے اس پر کسی
خفیہ یا پردے اعتماد نہ کیا نہ مرزا صاحب سے وابستہ ہوئی نہ تصدیق کی نہ بیعت۔
تیسرے یہ بھی ثابت نہیں کہ مرزا صاحب کی کوئی کتاب ہی اولہ الی آخرہ حضرت خواجہ صاحب

رحمہ اللہ علیہ نے دیکھی یا سنی ہو۔ جو فقہ ان کے دصال کے بعد مرتب ہوئی۔

علامہ ابن الدین جامع اشکات کی توثیق کے متعلق خواجہ صاحب سے کچھ منقول نہیں۔ پانچویں ان کے کلام کو طاقت بشری سے خارج بتایا ہے جو خواجہ صاحب سے متقدر نہیں تمام مرزا صاحب کے ردادی و معتقدات خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی اپنی کتاب فائدہ فریدی کے سراسر مخالف ہیں بلکہ ان کے مخالف عقائد میں سے اکثر تک موجود ہیں بنوہ، دجال، یا جوج، و ماجوج، نزول عیسیٰ وغیرہ مرزا صاحب کے خلاف اہل سنت کے موافق ہیں جیسا کہ جرح میں حوالے پیش کر چکا۔

پھر خود فائدہ فریدی میں احمادیوں کو فرقہ مردودہ اور ناربیہ میں شمار کیا گیا کہ گواہوں کے مسلمات سے اصل بحث میں پیش کر چکا۔

ان دلائل و براہین کی روشنی میں نہن خطوط کی نسبت حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی طرف کرنا بہتان عظیم ہے۔

اور اگر ہنرمیں محال تسلیم ہی کر لیں تو یہ اس وقت تک تھا جب تک دعویٰ نبوت نہ تھا۔ اور انہیں یہ کچھ سمجھا۔
ہم کہ ہر نبوت لا بردشدا اختتام مدہ بعد دعویٰ نبوت۔ ہی مسیلمہ مدعی نبوت پر کانتوی اکثر کافر ہونے کا موجب ہے کہ مرزا صاحب بھی مسیلمہ کی طرح کافر ہیں۔ لہذا ایک طرف تعدیل اور اس کی جماعت کے مابین مرزا صاحب کو مسلمان اور ان کے فرقہ کو اسلامی فرقہ ثابت کر رہے ہیں اور دوسری طرف ایک خدا رسیدہ بزرگ اور تمام پنجاب و ہندوستان کا مسلم تاجدار جہاد لہو کے پیرو مشد حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نور اللہ مرتدہ ہیں

ہم کا احترام تمام ریاست کے لای و علیا پر ضروری ہے۔ وہ اپنی کتاب فائدہ فریدی میں فرقہ احمدیہ کو مردود و ناربیہ اور مدعی نبوت مسیلمہ جیسے کو گمراہ کافر فرمایا ہے۔ پس اس جماعت کے کفر و ارتداد میں اب کونسا شبہ رہ جاتا ہے۔

آخری گزارش

تنگ وقت اور تحدید کی وجہ سے اب کوئی جنرل جواب الجواب تمام جوابی بحث پر پیش نہیں کر سکتا اور نہ جدید جوابوں اور حیانتوں میں تیز کلامی کی فہرست پیش کرنا ممکن ہے علت کو خود ہی ملاحظہ مسل کے وقت معلوم ہو جائے گا۔
دوران جواب میں اشارات کرتا رہا ہوں۔

استدعا

نتیجہ اول کا حصہ اول مدعا علیہ کا احمدی ہونا یا قادیانیت و مزاریت اختیار کرنا تو اقراری ہے حصہ دوم یعنی اس سے ارتداد و کفر کا لازم آنا تمام تاویلات مختار مدعا علیہ کا مدلل جواب دے کر اور مغالطوں کا انکشاف کر کے تقریباً دوسو سے زائد قطعی دلائل آیات قرآنیہ قطعی الدلات قطعی المعنی والمراد اور احادیث صحیحہ مشہورہ و متواترہ و اجماع صحابہ و ائمہ و تمام امت و اقوال سلف و خلف و صلار و صوفیہ و اکابر سے مدلل ثابت کر دیا کہ نہ صرف وجوہات پنجگانہ بلکہ اور بھی وجوہات کثیرہ سے مدعا علیہ اور اس کے مقتدا و جماعت کا فرزند دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اب صرف نتیجہ دوم باقی رہی کہ کیا اس بے فسخ نکاح لازم آتا ہے۔ اس کے واسطے ہر دو گواہوں کا اقرار پیش کر چکا ہوں کہ

”اگر مرتد ہو جائے تو عام حکم یہی ہے کہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔“ (جرح گواہ مدعا علیہ عایم مارچ ۱۳۳۳ء)
 ”تو عام مسلمانوں کا یہی ہے کہ استدعا سے نکاح فسخ سمجھا جاتا ہے۔“ (جرح گواہ مدعا علیہ ع ۲۱ مارچ ۱۳۳۳ء)

پس مقدمہ ہذا میں

نکاح مدعیہ کا فسخ اور مقدمہ بحق مدعیہ ڈگری ہونا چاہیے۔
 وَالْاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ
 اَوَّلًا وَاٰخِرًا دَامًا مَّتَوَالِیًا وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاَوْلِیَآءِ اٰمَتِہٖ اٰجَمِیْنَ

(ابوالوفاء نعمانی عفا اللہ عنہ، شاہجہانپوری)
 ار می پنجشنبہ ۱۹۳۷ء